فقہ حنفی کی عالم بنانے والی کتاب

فیضانِ شریعت

جلد پنجم

شرح

بہارِ شریعت

مصنف

حضرت مولانا محمد امجد علی رحمۃ اللہ علیہ

اعظمی رضوی سنی حنفی قادری برکاتی

شارح

علامہ ابوتراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری

پروگریسو بکس

یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ

اردو بازار ○ لاہور

فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

فیضانِ شریعت
شرح
بہارِ شریعت

مصنف

حضرت مولانا محمد امجد علی

شارح

محمد ناصر الدین ناصر

جلد پنجم

باراول	....	مئی 2017
پرنٹرز	....	آر۔آر پرنٹرز
سرورق	....	النافع گرافکس
تعداد	....	600/-
ناشر	....	چوہدری غلام رسول۔ میاں جواد رسول میاں شہزاد رسول
قیمت	....	=/ روپے

ملنے کے پتے

ملت پبلی کیشنز

فیصل مسجد اسلام آباد Ph: 051-2254111

E-mail: millat_publication@yahoo.com

اسلام بک ڈپو

۱۲۔ گنج بخش روڈ لاہور فون 042-37112941 0323-8836776

شوروم ملت پبلی کیشنز دوکان نمبر 5۔ مکہ سنٹر نیو اردو بازار لاہور 0321-4146464

Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200

پروگریسو بکس لاہور

یوسف مارکیٹ ٥ غزنی سٹریٹ

اردو بازار ٥ لاہور

فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

فہرست

صدقہ فطر کا بیان

صدقات نفل کا بیان

روزہ کابیان

چاند دیکھنے کا بیان

روزہ کے مکروہات کا بیان

سحری وافطار کا بیان

منّت کے روزہ کا بیان

اعتکاف کا بیان

زکوٰۃ و روزہ کے مسائل کا بیان

حصہ پنجم کی اصطلاحات

1- حاجتِ اصلیہ : زندگی بسر کرنے میں آدمی کو جس چیز کی ضرورت ہو وہ حاجت اصلیہ ہے مثلاً رہنے کا مکان، خانہ داری کا سامان وغیرہ۔ (ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۵، ص ۱۵)

2- سائمہ : وہ جانور ہے جو سال کے اکثر حصہ میں چَر کر گزارا کرتا ہو اور اس سے مقصود صرف دودھ اور بچے لینا یا فربہ کرنا ہو۔ (ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۵، ص ۲۷)

3- ثمن : بائع اور مشتری آپس میں جو طے کریں اسے ثمن کہتے ہیں۔ (ردالمحتار، ج ۷، ص ۱۱۷، ماخوذ از فتاوی رضویہ، ج ۱۰، ص ۱۸۴)

4- قیمت : کسی چیز کی وہ حیثیت جو بازار کے نرخ کے مطابق ہو اسے قیمت کہتے ہیں۔ (ماخوذ از فتاوی رضویہ، ج ۱۰، ص ۱۸۴)

5- وقف : کسی شے کو اپنی مِلک سے خارج کر کے خالص اللہ عزوجل کی مِلک کر دینا اس طرح کہ اُس کا نفع بندگانِ خدا میں سے جس کو چاہے ملتا رہے۔ (بہار شریعت، حصہ ۱۰، ص ۵۲)

6- صاع : صاع آٹھ رطل کا ہوتا ہے۔ (فتاوی امجدیہ، ج ۱، ص ۳۸۴) دوسو ستر تولے کا ہوتا ہے۔ (فتاوی رضویہ، ج ۱۰، ص ۲۹۶) تقریباً چار کلو ایک سو گرام۔ (ماخوذ حاشیہ از رفیق الحرمین، ص ۲۲۸)

7- رِطل : بیس اِستار کا ہوتا ہے۔ (فتاوی رضویہ، ج ۱۰، ص ۲۹۶)

8- اِستار : ساڑھے چار مثقال کا ہوتا ہے۔ (فتاوی رضویہ، ج ۱۰، ص ۲۹۶)

9- مِثقال : ساڑھے چار ماشہ کا وزن (فتاوی رضویہ، ج ۱۰، ص ۲۹۶)

10- ماشہ ۸ : رتی کا وزن (فتاوی رضویہ، ج ۱۰، ص ۲۹۸)

11- رتی : آٹھ چاول کا وزن (فتاوی رضویہ، ج ۱۰، ص ۲۹۸)

12- تولہ : بارہ ماشے کا وزن (فتاوی رضویہ، ج ۱۰، ص ۲۹۶)

13- طلاق بائن : وہ طلاق جس کی وجہ سے عورت مرد کے نکاح سے فوراً نکل جاتی ہے۔ (ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۸، ص ۵)

14- خُلع : عورت سے کچھ مال لے کر اس کا نکاح زائل کر دینا خُلع کہلاتا ہے۔ (ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۸، ص ۸۶)

15- دَینِ قوی : وہ دَین جسے عرف میں دست گرداں کہتے ہیں جیسے قرض، مال تجارت کا ثمن وغیرہ۔ (ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۵، ص ۴۰)

16- دَینِ متوسط : وہ دَین جو کسی مال غیر تجارتی کا بدل ہو، مثلاً گھر کا غلہ یا کوئی اور شے حاجت اصلیہ کی بیچ ڈالی اور اس کے دام خریدار پر باقی ہیں۔ (ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۵، ص ۴۱)

17- دَینِ ضعیف : وہ دَین جو غیر مال کا بدل ہو مثلاً بدلِ خلع وغیرہ۔ (بہار شریعت، حصہ ۵، ص ۴۱)

18- عاشر : جسے بادشاہ اسلام نے راستہ پر مقرر کر دیا ہو کہ تجار جو اموال لے کر گزریں، ان سے صدقات وصول کرے۔ (بہار شریعت، حصہ ۵، ص ۴۴)

19- اجارہ: کسی شے کے نفع کا عوض کے مقابل کسی شخص کو مالک کر دینا اجارہ ہے۔ (بہار شریعت، حصہ ۱۴، ص ۹۹)

20- اجارہ فاسد: اس سے مراد وہ عقد فاسد ہے جو اپنی اصل کے لحاظ سے موافق شرع ہو مگر اس میں کوئی وصف ایسا ہو جس کی وجہ سے (عقد) نامشروع ہو مثلاً مکان کرایہ پر دینا اور مرمت کی شرط مُستاجر (اجرت پر لینے والے کے لیے لگانا یہ اجارہ فاسد ہے۔ (ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۱۴، ص ۱۳۰، ۱۳۲)

21 خیارِ شرط: بائع اور مشتری کا عقد میں یہ شرط کرنا کہ اگر منظور نہ ہوا تو بیع باقی نہ رہے گی اسے خیار شرط کہتے ہیں (ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۱۱، ص ۳۶)

22- دَینِ مِیعادی: ایسا قرض جس کے ادا کرنے کا وقت مقرر ہو۔ (ماخوذ از فتاوی رضویہ، ج ۱۰، ص ۲۴۷)

23- دَینِ مُعَجَّل: وہ قرض جس میں قرض دَہندہ (قرض دینے والے) کو ہر وقت مطالبے کا اختیار ہوتا ہے۔ (ماخوذ از فتاوی رضویہ، ج ۱۰، ص ۲۴۷)

24- ایامِ مَنْہِیَّہ: یعنی عید الفطر، عید الاضحیٰ اور گیارہ، بارہ، تیرہ ذی الحجہ کے دن کہ ان میں روزہ رکھنا منع ہے اسی وجہ سے انھیں ایام منہیہ کہتے ہیں۔ (ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۵، ص ۱۵۰)

25- ایامِ بِیض: چاند کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ کے دن۔ (ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۵، ص ۱۴۷)

26- خِیارِ رؤیت: مشتری کا بائع سے کوئی چیز بغیر دیکھے خریدنا اور دیکھنے کے بعد اس چیز کے پسند نہ آنے پر بیع کے فسخ (ختم) کرنے کے اختیار کو خیار رؤیت کہتے ہیں۔ (ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۱۱، ص ۴۹)

27- خیارِ عیب: بائع کا مبیع کو عیب بیان کئے بغیر بیچنا یا مشتری کا ثمن میں عیب بیان کیے بغیر چیز خریدنا اور عیب پر مطلع ہونے کے بعد اس چیز کے واپس کر دینے کے اختیار کو خیار عیب کہتے ہیں۔ (ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۱۱، ص ۶۰)

28- خراجِ مُقاسمہ: اس سے مراد یہ ہے کہ پیداوار کا کوئی آدھا حصہ یا تہائی یا چوتھائی وغیرہا مقرر ہو۔ (ماخوذ از فتاوی رضویہ، ج ۱۰، ص ۲۳۷)

29- خراجِ مؤظف: اس سے مراد یہ ہے کہ ایک مقدار معیّن لازم کر دی جائے خواہ روپے یا کچھ اور جیسے فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مقرر فرمایا تھا۔ (ماخوذ از فتاوی رضویہ، ج ۱۰، ص ۲۳۷)

30- ذمی: اس کافر کو کہتے ہیں جس کے جان و مال کی حفاظت کا بادشاہ اسلام نے جزیہ کے بدلے ذمہ لیا ہو۔ (فتاوی فیض الرسول، ج ۱، ص ۵۰۱)

31- مستامن: اس کافر کو کہتے ہیں جسے بادشاہ اسلام نے امان دی ہو۔ (فتاوی فیض الرسول، ج ۱، ص ۵۰۱)

32- بیگھہ: زمین کا ایک حصہ یا ٹکڑا جس کی پیمائش عموماً تین ہزار پچیس (۳۰۲۵) گز مربع ہوتی ہے، (اردو لغت، ج ۲، ص ۱۵۶۰) چار کنال، ۸۰ مرلے۔ (فیروز اللغات، ص ۲۷۱)

33- جَرِیب: جریب کی مقدار انگریزی گز سے ۳۵ گز طول اور ۳۵ گز عرض ہے۔ (فتاوی رضویہ، ج ۱۰، ص ۲۳۹)

34- بیع وفا: اس طور پر بیع کرنا کہ جب بائع مشتری کو ثمن واپس کرے تو مشتری مبیع کو واپس کر دے۔ (ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۵، ص ۵۵)

35- فقیر: وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ ہو مگر نہ اتنا کہ نصاب کو پہنچ جائے یا نصاب کی مقدار ہو تو اس کی حاجت اصلیہ میں استعمال ہو رہا ہو۔ (ماخوذ از بہارشریعت، حصہ ۵، ص ۵۹)

36- مسکین: وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو یہاں تک کہ کھانے اور بدن چھپانے کے لیے اس کا محتاج ہے کہ لوگوں سے سوال کرے۔ (بہارشریعت، حصہ ۵، ص ۵۹)

37- عامل: وہ ہے جسے بادشاہ اسلام نے زکاۃ اور عُشر وصول کرنے کے لیے مقرر کیا ہو۔ (بہارشریعت، حصہ ۵، ص ۵۹)

38- غارِم: اس سے مراد مدیون (مقروض) ہے یعنی اس پر اتنا دین ہو کہ اسے نکالنے کے بعد نصاب باقی نہ رہے۔ (بہارشریعت، حصہ ۵، ص ۶۱)

39- اِبنِ سَبیل: ایسا مسافر جس کے پاس مال نہ رہا ہو اگرچہ اس کے گھر میں مال موجود ہو۔ (بہارشریعت، حصہ ۵، ص ۶۱)

40- مہرِ معجّل: وہ مہر جو خَلوت سے پہلے دینا قرار پائے۔ (بہارشریعت، حصہ ۷، ص ۶۶)

41- مہرِ مؤجّل: وہ مہر جس کے لیے کوئی میعاد (مدت) مقرر ہو۔ (بہارشریعت، حصہ ۷، ص ۶۶)

42- بنی ہاشم: ان سے مراد حضرت علی و جعفر و عقیل اور حضرت عباس و حارث بن عبدالمطلب کی اولادیں ہیں۔ (بہارشریعت، حصہ ۵، ص ۶۵)

43- امّ وَلَد: وہ لونڈی جس کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور مولیٰ نے اقرار کیا کہ یہ میرا بچہ ہے۔ (ماخوذ از بہارشریعت، حصہ ۹، ص ۱۲)

44- صومِ داؤد علیہ السلام: اس سے مراد ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن افطار کرنا ہے۔ (ماخوذ از بہارشریعت، حصہ ۵، ص ۱۰۱)

45- صومِ سکوت: ایسا روزہ جس میں کچھ بات نہ کرے۔ (بہارشریعت، حصہ ۵، ص ۱۰۱)

46- صومِ وِصال: روزہ رکھ کر افطار نہ کرنا اور دوسرے دن پھر روزہ رکھنا (صوم وصال ہے)۔ (بہارشریعت، حصہ ۵، ص ۱۰۱)

47- صومِ دَہر: یعنی ہمیشہ روزہ رکھنا۔ (بہارشریعت، حصہ ۵، ص ۱۰۱)

48- یَوْمُ الشَّک: وہ دن جو انتیسویں شعبان سے متصل ہوتا ہے اور چاند کے پوشیدہ ہونے کی وجہ سے اس تاریخ کے معلوم ہونے میں شک ہوتا ہے یعنی یہ معلوم نہیں ہوتا کہ تیس شعبان ہے یا یکم رمضان۔ اسی وجہ سے اسے یوم الشک کہتے ہیں۔ (ماخوذ از نور الایضاح، کتاب الصوم، ص ۱۵۴)

49- مَستُور: پوشیدہ، مخفی، وہ شخص جس کا ظاہر حال مطابق شرع ہو مگر باطن کا حال معلوم نہ ہو۔ (ماخوذ از بہارشریعت، حصہ ۵، ص ۱۱۱)

50- شہادۃ علی الشہادۃ: اس سے مراد یہ ہے کہ جس چیز کو گواہوں نے خود نہ دیکھا بلکہ دیکھنے والوں نے ان کے سامنے گواہی دی اور اپنی گواہی پر انھیں گواہ کیا انھوں نے اس گواہی کی گواہی دی۔ (ماخوذ از فتاوی رضویہ، ج ۱۰، ص ۴۰۶)

51- اکراہِ شرعی: اکراہ شرعی یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو صحیح دھمکی دے کہ اگر تو فلاں کام نہ کریگا تو میں تجھے مار ڈالوں گا یا ہاتھ پاؤں توڑ دوں گا یا ناک، کان وغیرہ کوئی عضو کاٹ ڈالوں گا یا سخت مار ماروں گا اور وہ یہ سمجھتا ہو کہ یہ کہنے والا جو کچھ کہتا ہے کر گزرے گا، تو یہ اکراہ شرعی ہے۔ (ماخوذ از بہارشریعت، حصہ ۱۵، ص ۴)

52- مسجد بیت: گھر میں جو جگہ نماز کے لیے مقرر کی جائے اسے مسجد بیت کہتے ہیں۔ (ماخوذ از فتاوی رضویہ، ج ۲۲، ص ۴۷۹)

53- ظِہار: اپنی زوجہ یا اس کے کسی جزوشائع یا ایسے جزو کو جو کل سے تعبیر کیا جاتا ہو ایسی عورت سے تشبیہ دینا جو اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو یا اس کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کی طرف دیکھنا حرام ہو۔ مثلاً کہا تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے یا تیرا سر یا تیری گردن یا تیرا نصف میری ماں کی پیٹھ کی مثل ہے۔ (بہار شریعت، حصہ ۸، ص ۹۷)

اعلام

1- گنجا سانپ: سانپ جب ہزار برس کا ہوتا ہے تو اس کے سر پر بال نکلتے ہیں اور جب دو ہزار برس کا ہوتا ہے وہ بال گر جاتے ہیں۔ یہ معنی ہیں گنجے سانپ کے کہ اتنا پرانا ہوگا۔

2- جھاؤ: ایک قسم کا پودا جو دریاؤں کے کنارے پر اُگتا ہے جس سے ٹوکریاں وغیرہ بنائی جاتی ہیں۔

3- خطمی: ایک پودا جس کے پتے بڑے اور کھردرے اور پھول سرخ، سفید اور مختلف رنگوں کے ہوتے ہیں، گُل خیرو

4- چُرٹ: تمباکو کے خشک پتوں کو مقررہ طریقے سے تہ بہ تہ لپیٹ کر بنائی ہوئی بتی جو سگریٹ کی طرح پی جاتی ہے۔

5- اَلسی: ایک پودا اور اس کے بیج کا نام اس کا تیل جلانے وغیرہ کے کام آتا ہے۔

6- علم ہیات: وہ علم جس میں چاند، سورج، ستاروں، سیاروں کے طلوع وغروب، کیفیت ووضع، سمت ومقام کے متعلق بحث کی جاتی ہے۔

7- تَوقیت: وہ علم ہے جس کی مدد سے دنیا کے کسی بھی مقام کے لیے طلوع، غروب، صبح اور عشاء وغیرہ کے اوقات معلوم کیے جاتے ہیں۔

8- قمری سال: وہ سال جس کے مہینے چاند کے اعتبار سے ہوتے ہیں۔ جیسے محرم الحرام، ربیع الاول۔

9- ٹِیری (ٹِیڈی): ایک قسم کا پَردار کیڑا جو اکثر زراعت کو نقصان پہنچاتا ہے اس کیڑے کی فوج کی فوج فصل پر حملہ کرتی ہے جسے دَل کہتے ہیں۔

10- اولا: بخارات کے قطرے جو بارش کے ساتھ برف کی شکل میں آسمان سے گرتے ہیں۔

11- کَکڑی: ایک قسم کی لمبی اور سبز ترکاری، تَر

12- کُندر: ایک قسم کی ترکاری

13- میتھی: ایک قسم کا خوشبودار ساگ

14- بِہی: ایک پھل کا نام ہے جو ناشپاتی کے مشابہ ہوتا ہے۔

15- بَید: ایک قسم کا درخت جس کی شاخیں نہایت لچکدار ہوتی ہیں۔

16- زِفت: ایک قسم کا سیاہ روغن جسے تارکول کہتے ہیں۔

17- نِفط: وہ تیل جو پانی کے اوپر آجاتا ہے۔

18- جنتریوں: جنتری کی جمع، وہ کتابیں جن میں نجومی ستاروں کی گردش کا سالانہ حال تاریخ وار درج کرتے ہیں۔

19- بِنتِ مخاض: اونٹ کا مادہ بچہ جو ایک سال کا ہو چکا ہو، دوسرے برس میں ہو۔

20- بنت لَبُون: اونٹ کا مادہ بچہ جو دو سال کا ہو چکا ہو اور تیسرے برس میں ہو۔

21- حِقّہ: اونٹنی جو تین برس کی ہو چکی ہو، چوتھے سال میں ہو۔

22- جذعہ: چار سال کی اونٹنی جو پانچویں سال میں ہو۔

23- تَبِیع: سال بھر کا بچھڑا

24- تبیعہ: سال بھر کی بچھیا

25- مُسِن: دو سال کا بچھڑا

26- مُسِنّہ: دو سال کی بچھیا

❀❀❀❀❀

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

زکاۃ کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ) (1)

اور متقی وہ ہیں کہ ہم نے جو انھیں دیا ہے، اُس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

اور فرماتا ہے:

(خُذْ مِنْ اَمْوَالِھِمْ صَدَقَۃً تُطَھِّرُھُمْ وَتُزَکِّیْھِمْ بِھَا) (2)

ان کے مالوں میں سے صدقہ لو، اس کی وجہ سے انھیں پاک اور ستھرا بنا دو۔

اور فرماتا ہے:

(وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِلزَّکٰوۃِ فٰعِلُوْنَ) (3)

اور فلاح پاتے وہ ہیں جو زکاۃ ادا کرتے ہیں۔

اور فرماتا ہے:

(وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَھُوَ یُخْلِفُہٗ وَھُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ) (4)

اور جو کچھ تم خرچ کرو گے، اللہ تعالیٰ اُس کی جگہ اور دے گا اور وہ بہتر روزی دینے والا ہے۔

اور فرماتا ہے:

(مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْۢبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۶۱﴾ اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ

---

(1) پ۱، البقرۃ: ۳

(2) پ۱۱، التوبۃ: ۱۰۳

(3) پ۱۸، المؤمنون: ۴

(4) پ۲۲، سبا: ۳۹

ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَا اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَا اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَاۤ اَذًى وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴿۲۶۳﴾) (5)

جو لوگ اللہ (عزوجل) کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُن کی کہاوت اس دانہ کی ہے جس سے سات بالیں نکلیں۔ ہر بال میں سو دانے اور اللہ (عزوجل) جسے چاہتا ہے زیادہ دیتا ہے اور اللہ (عزوجل) وسعت والا، بڑا علم والا ہے۔ جو لوگ اللہ (عزوجل) کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان جتاتے، نہ اذیت دیتے ہیں، اُن کے لیے اُن کا ثواب اُن کے رب کے حضور ہے اور نہ اُن پر کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اچھی بات اور مغفرت اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد اذیت دینا ہو اور اللہ (عزوجل) بے پرواہ حلم والا ہے۔

اور فرماتا ہے:

(لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ) (6)

ہرگز نیکی حاصل نہ کرو گے جب تک اس میں سے نہ خرچ کرو جسے محبوب رکھتے ہو اور جو کچھ خرچ کرو گے اللہ (عزوجل) اُسے جانتا ہے۔

اور فرماتا ہے:

(لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ) (7)

نیکی اس کا نام نہیں کہ مشرق و مغرب کی طرف مونھ کر دو، نیکی تو اُس کی ہے جو اللہ (عزوجل) اور پچھلے دن اور ملائکہ و کتاب و انبیا پر ایمان لایا اور مال کو اُس کی محبت پر رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر اور سائلین کو اور گردن چھڑانے میں دیا اور نماز قائم کی اور زکاۃ دی اور نیک وہ لوگ ہیں کہ جب کوئی معاہدہ کریں تو اپنے عہد کو پورا کریں اور تکلیف و مصیبت اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے وہ لوگ سچے ہیں اور وہی لوگ متقی ہیں۔

اور فرماتا ہے:

---

(5) پ ۳، البقرۃ: ۲۶۱۔ ۲۶۳

(6) پ ۴، اٰل عمران: ۹۲

(7) پ ۲، البقرۃ: ۱۷۷

(وَلَا یَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ یَبۡخَلُوۡنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ هُوَ خَیۡرًا لَّهُمۡ ؕ بَلۡ هُوَ شَرٌّ لَّهُمۡ ؕ سَیُطَوَّقُوۡنَ مَا بَخِلُوۡا بِهٖ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ) (8)

جو لوگ بخل کرتے ہیں اُس کے ساتھ جو اللہ (عزوجل) نے اپنے فضل سے اُنھیں دیا۔ وہ یہ گمان نہ کریں کہ یہ اُن کے لیے بہتر ہے بلکہ یہ اُن کے لیے بُرا ہے۔ اس چیز کا قیامت کے دن اُن کے گلے میں طوق ڈالا جائے گا جس کے ساتھ بخل کیا۔

اور فرماتا ہے:

(وَالَّذِیۡنَ یَکۡنِزُوۡنَ الذَّهَبَ وَالۡفِضَّةَ وَلَا یُنۡفِقُوۡنَهَا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرۡهُمۡ بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ ﴿۳۴﴾ یَّوۡمَ یُحۡمٰی عَلَیۡهَا فِیۡ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُکۡوٰی بِهَا جِبَاهُهُمۡ وَجُنُوۡبُهُمۡ وَظُهُوۡرُهُمۡ ؕ هٰذَا مَا کَنَزۡتُمۡ لِاَنۡفُسِکُمۡ فَذُوۡقُوۡا مَا کُنۡتُمۡ تَکۡنِزُوۡنَ ﴿۳۵﴾) (9)

جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے اور اُسے اللہ (عزوجل) کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ہیں، انھیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو، جس دن آتش جہنم میں وہ تپائے جائیں گے اور اُن سے اُن کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں داغی جائیں گی (10) (اور اُن سے کہا جائے گا) یہ وہ ہے جو تم نے اپنے نفس کے لیے جمع کیا تھا تو اب چکھو جو جمع کرتے تھے۔

نیز زکاۃ کے بیان میں بکثرت آیات وارد ہوئیں جن سے اُس کا مہتم بالشان ہونا ظاہر۔

❁❁❁❁❁

(8) پ ۴، اٰل عمرٰن: ۱۸۰

(9) پ ۱۰، التوبۃ: ۳۴ـ۳۵

(10) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کوئی روپیہ دوسرے روپیہ پر نہ رکھا جائے گا۔ نہ کوئی اشرفی دوسری اشرفی پر بلکہ زکاۃ نہ دینے والے کا جسم اتنا بڑا کر دیا جائے گا کہ لاکھوں کروڑوں جمع کیے ہوں تو ہر روپیہ جدا داغ دے گا۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر

(الترغیب والترہیب، کتاب الصدقات، الترہیب من منع الزکاۃ، الحدیث: ۲۲، ج۱، ص۳۱۰)

احادیث

احادیث اس کے بیان میں بہت ہیں بعض ان میں سے یہ ہیں:

حدیث ۱، ۲: صحیح بخاری شریف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس کو اللہ تعالیٰ مال دے اور وہ اُس کی زکاۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن وہ مال گنجے سانپ کی صورت میں کر دیا جائے گا، جس کے سر پر دو چتیاں ہوں گی۔ وہ سانپ اُس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا پھر اس کی باچھیں پکڑے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔ اس کے بعد حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اس آیت کی تلاوت کی:

(وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ) (1) الآیہ۔ اسی کے مثل ترمذی و نسائی و ابن ماجہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

---

(1) صحیح البخاري، کتاب الزکاۃ، باب اثم مانع الزکاۃ، الحدیث: ۱۴۰۳، ج۱، ص ۴۷۴

پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۸۰

<u>حکیم الامت کے مدنی پھول</u>

۱۔ وہ مال جس میں زکوۃ واجب ہوتی ہے اور دے بھی بقدر نصاب جس میں وجوب زکوۃ کی ساری شرطیں موجود ہوں جیسا کہ اگلے مضمون سے واضح ہے لہذا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر مال پر زکوۃ واجب ہو۔

۲۔ جب پتلے زہریلے سانپ کی عمر زیادہ ہوجاتی ہے تو اس کے پھن پر قدرتی بال جم جاتے ہیں اور جب بہت زیادہ عمر ہوتی ہے تو اس کا زہر اتنا تیز ہوجاتا ہے کہ اس کی گرمی اور خشکی سے اس کے یہ بال جھڑ جاتے ہیں اسے اردو زبان میں گنجا سانپ کہتے ہیں اور عربی میں شجاع اقرع، ان میں سے خبیث ترین وہ ہوتا ہے جس کی آنکھوں پر دو کالے داغ ہوتے ہیں، اس کے زہر کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اس کی سانس سے گھاس جل جاتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمارہے ہیں کہ بے زکوتا مال قیامت کے دن اس سانپ کی شکل کا ہوگا۔ چونکہ یہ بخیل بھی اپنے مال پر سانپ کی طرح بیٹھ گیا تھا کہ کوئی غریب اس کے مال کی ہوا بھی نہ پاسکتا تھا اس لیے آج وہ مال اس کے لیے سانپ بن گیا۔ حدیث بالکل اپنے ظاہر پر ہے اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں، دنیا میں بھی مال بشکل سانپ خواب میں نظر آتا ہے، بعض لوگ جب مایہ دفن کرتے ہیں تو اس پر آٹے کا سانپ بنا کر بٹھادیتے ہیں مشہور یہ ہے کہ پھر اس میں قدرتی جان پڑ جاتی ہے۔

۳۔ قیامت کے مختلف مقامات ہیں اور ان کے مختلف حالات۔ کبھی بخیل کا سونا چاندی اور سارا مال اس کے گلے کا سانپ ہوگا اور کبھی اس کا سونا چاندی آگ میں تپایا جائے گا جس سے اس کے پہلو اور پیشانی داغے جائیں گے یا بعض مال سانپ بنے گا اور بعض سے ←

داغ لگے گا لہذا یہ حدیث اور مذکورہ آیت شریف داغ والی احادیث اور آیات کے خلاف نہیں۔خیال رہے کہ یہ سانپ اس کے جبڑے چبائے گا اور اس میں اپنے زہر کا ٹیکہ دے گا جس سے اس بخیل کو تکلیف سخت ہوگی مگر جان نہ نکلے گی۔
(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۳،ص۳)

زکوۃ ادا کرنے کا ثواب

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی مقامات پر زکوۃ کی ادائیگی کا حکم ارشاد فرمایا، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے،

(1) اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ.

ترجمہ کنزالایمان: بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور نماز قائم کی اور زکوۃ دی ان کا نیگ (یعنی انعام) ان کے رب کے پاس ہے اور نہ انہیں کچھ اندیشہ ہو اور نہ کچھ غم (پ 3، البقرۃ:277)۔

(2) وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا.

ترجمہ کنزالایمان: اور نماز قائم رکھنے والے اور زکوۃ دینے والے اور اللہ اور قیامت پر ایمان لانے والے ایسوں کو عنقریب ہم بڑا ثواب دیں گے۔(پ6، النساء:162)

(3) قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿1﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ﴿2﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ﴿3﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ﴿4﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿5﴾ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿6﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿7﴾

ترجمہ کنزالایمان: بے شک مراد کو پہنچے ایمان والے جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں اور وہ جو کسی بیہودہ بات کی طرف التفات نہیں کرتے اور وہ کہ زکوۃ دینے کا کام کرتے ہیں اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیبیوں یا شرعی باندیوں پر جو ان کے ہاتھ کی ملک ہیں کہ ان پر کوئی ملامت نہیں تو جو ان دو کے سوا کچھ اور چاہے وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔(پ18، المومنون:1 تا 7)

(4) وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿8﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿9﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿10﴾ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿11﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرتے ہیں اور جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں یہی لوگ وارث ہیں کہ فردوس کی میراث پائیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔(پ18، المومنون:8 تا 11)

(5) وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ.

ترجمہ کنزالایمان: اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے تو عنقریب میں نعمتوں کو ان کے لئے لکھ دوں گا جو ڈرتے اور زکوۃ دیتے ہیں اور وہ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔(پ9، الاعراف:156)

←

....

(6)وَمَاۤ اٰتَیْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ۔

ترجمہ کنزالایمان: اور جو تم خیرات دو اللہ کی رضا چاہتے ہوئے تو انہیں کے دونے ہیں ۔ (پ21، الروم:39)

(7)وَالَّذِیْنَ فِیْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ﴿24﴾ لِّلسَّآىٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿25﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور وہ جن کے مال میں ایک معلوم حق ہے اس کے لئے جو مانگے اور جو مانگ بھی نہ سکے تو محروم رہے۔

(پ29، سورۃ المعارج:24،25)

(8)وَمَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ حُنَفَآءَ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِیْنُ الْقَیِّمَةِ ﴿5﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں نرے اسی پر عقیدہ لاتے ایک طرف کے ہوکر اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں اور یہ سیدھا دین ہے۔ (پ30، البینۃ:5)

اس بارے میں احادیثِ مبارکہ:

حضرتِ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے (۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور رسول ہیں، (۲) نماز قائم کرنا، (۳) زکوۃ ادا کرنا، (۴) بیت اللہ کا حج کرنا (۵) اور رمضان کے روزے رکھنا۔

(بخاری، باب دعائکم ایمانکم، کتاب الایمان، رقم ۸، ج۱، ص ۱۴)

حضرت سیدنا ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہِ اقدس میں عرض کیا کہ مجھے ایسے عمل کے بارے میں بتائیے جو مجھے جنت میں داخل کردے۔ تو سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور نماز ادا کرو اور زکوۃ دیا کرو اور صلۂ رحمی کیا کرو۔

(بخاری، کتاب الزکاۃ، باب وجوب الزکاۃ، رقم ۱۳۹۶، ج۱، ص ۴۷۱)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک اعرابی سَیِّدُ الْمُبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایسے عمل کی طرف میری راہنمائی فرمائیے کہ جب میں وہ عمل کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو کہ کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور فرض نماز ادا کرو اور زکوۃ ادا کیا کرو اور رمضان کے روزے رکھا کرو۔ یہ سن کر اعرابی نے کہا اس ذات پاک کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے میں اس پر زیادتی نہ کروں گا۔ پھر جب وہ اعرابی لوٹا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو کسی جنتی کو دیکھنا چاہے وہ اسے دیکھ لے۔

(بخاری، کتاب الزکاۃ، باب وجوب الزکاۃ، رقم ۱۳۹۷، ج۱، ص ۴۷۲)

حضرتِ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بنو تمیم میں سے ایک شخص نے اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، ←

....

مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ایک مالدار شخص ہوں اور میرے اہل خانہ کی تعداد بھی کثیر ہے، آپ ارشاد فرمائیے کہ میں اپنے اہل خانہ کے ساتھ کیسا سلوک کروں اور اپنا مال کس طرح خرچ کروں؟ تو آپ نے فرمایا، تم اپنے مال میں سے زکوٰۃ نکالا کرو بیشک زکوٰۃ ایک ایسی پاکیزگی ہے جو تمہیں پاک کردے گی اور اپنے عزیزوں کے ساتھ صلۂ رحمی کیا کرو اور مسکین اور پڑوسی اور سائل کے حق کو پہچانو۔

(مسند احمد، مسند انس بن مالک، رقم ۱۲۳۹۷، ج ۴، ص ۲۷۳)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن ہمیں خطبہ دیتے ہوئے تین مرتبہ فرمایا، قسم ہے اس ذات کی! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سرِ اقدس کو جھکالیا تو ہم میں سے ہر شخص نے اپنا سر جھکالیا اور رونے لگا حالانکہ ہم نہیں جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حلف کیوں اٹھایا؟ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر انور اٹھایا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے پر ایسی مسرت تھی جو ہمیں سرخ اونٹوں سے زیادہ پسند تھی پھر ارشاد فرمایا، جو شخص پانچوں نمازیں ادا کرے اور رمضان کے روزے رکھے اور اپنے مال سے زکوٰۃ نکالے اور سات کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے، اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس سے کہا جاتا ہے کہ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔

(نسائی، کتاب الزکاۃ، باب وجوب الزکاۃ، ج ۳، ص ۸)

حضرتِ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! مجھے ایسے عمل کے بارے میں بتائیے جو مجھے جنت کے قریب اور جہنم سے دور کردے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، بیشک تم نے ایک عظیم چیز کے بارے میں سوال کیا ہے اور یہ کام اسی کے لئے آسان ہے جس کے لئے اللہ عزوجل اسے آسان کرے۔ پھر فرمایا، تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو کہ کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور نماز ادا کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو۔

(ترمذی، کتاب الصلوٰۃ، ماجاء فی حرمۃ الصلاۃ، کتاب الایمان، رقم ۲۶۲۵، ج ۴، ص ۲۸۰)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خاتم المرسلین، رحمۃ للعٰلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوب ربُّ العلمین، جناب صادق و امین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنے اردگرد بیٹھے ہوئے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے فرمایا، تم مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دے دو تو میں تمہیں جنت کی ضمانت دے دوں گا۔ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ چھ چیزیں کون سی ہیں؟ ارشاد فرمایا، نماز ادا کرنا، زکوٰۃ دینا، امانت لوٹانا، شرمگاہ، پیٹ، اور زبان کی حفاظت کرنا۔

(مجمع الزوائد، باب فرض الصلاۃ، رقم ۱۶۱۷، ج ۲، ص ۲۱)

حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! آپ کا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جس نے اپنے مال میں سے زکوٰۃ نکالی؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس نے اپنے ←

مال میں سے زکوٰۃ ادا کی تو اس مال کا شر اس سے دور ہوجائے گا۔ (المعجم الاوسط طبرانی، باب الالف، رقم ۱۵۷۹، ج ۱، ص ۴۳۱)

امام حاکم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث کو مختصراً یوں روایت کیا ہے، جب تم اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرلو گے تو تم نے اپنے آپ سے اس مال کے شر کو دور کردیا۔ (مستدرک، کتاب الزکاۃ، باب التغلیظ فی منع الزکاۃ الخ، رقم ۱۴۷۹، ج ۲، ص ۸)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَرصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلّم نے فرمایا، جب تم نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کردی تو تم نے اپنی ذمہ داری پوری کردی اور جس نے مال حرام جمع کیا پھر اس میں سے صدقہ نکالا تو اسے اس پر کوئی ثواب نہ ملے گا اور اس کا گناہ اس پر باقی رہے گا۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الصدقات، باب فی اداء الزکاۃ، رقم ۱۰، ج ۱، ص ۳۰۱)

حضرتِ سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلّم نے فرمایا، اپنے اموال کو زکوٰۃ کے ذریعے محفوظ کرلو اور اپنے امراض کا علاج صدقہ کے ذریعے کرو اور دعا اور آہ و زاری کے ذریعے بلاؤں کی یلغار کا مقابلہ کرو۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الصدقات، باب فی اداء الزکاۃ، رقم ۱۱، ج ۱، ص ۳۰۱)

حضرتِ سیدنا علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے ارشاد فرمایا، بیشک تمہارا اپنے اموال میں سے زکوٰۃ نکالنا تمہارے اسلام کی تکمیل ہے۔ (الترغیب والترہیب، کتاب الصدقات، باب فی اداء الزکاۃ، رقم ۱۲، ج ۱، ص ۳۰۱)

حضرتِ سیدنا سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلّم نے فرمایا، نماز ادا کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور حج کرو اور عمرہ کرو اور ثابت قدم رہو۔ (طبرانی کبیر، کتاب الصدقات، رقم ۶۸۹۷، ج ۷، ص ۲۱۶)

حضرتِ سیدنا عمرو بن مُرَّہ جُہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قضاعہ قبیلے سے ایک شخص شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور میں پانچ نمازیں پڑھتا ہوں اور رمضان کے روزے رکھتا ہوں اور اس میں قیام کرتا ہوں اور زکوٰۃ ادا کرتا ہوں۔ تو سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو ان اعمال پر مرے گا وہ صدیقین اور شہداء میں لکھا جائے گا۔ (الترغیب والترہیب، کتاب الصدقات، باب فی اداء الزکاۃ، رقم ۱۹، ج ۱، ص ۳۰۲)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَرصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلّم نے فرمایا، جو نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور بیت اللہ کا حج کرے اور رمضان کے روزے رکھے اور مہمان کی مہمان نوازی کرے جنت میں داخل ہوگا۔ (المعجم الکبیر، رقم ۱۲۶۹۲، ج ۱۲، ص ۱۰۶)

←

خوشدلی سے زکوٰۃ ادا کرنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلّم نے فرمایا، جو ایمان کے ساتھ ان پانچ چیزوں کو بجالایا جنت میں داخل ہوگا، جس نے پانچ نمازوں کی ان کے وضو اور رکوع اور سجود اور اوقات کے ساتھ پابندی کی اور رمضان کے روزے رکھے اور جس نے استطاعت ہونے پر حج کیا اور خوش دلی سے زکوٰۃ ادا کی۔

(مجمع الزوائد، کتاب الایمان، فیما بنی علیہ الاسلام، رقم ۱۳۹، ج۱، ص ۲۰۵)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن معاویہ الغاضری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلّم نے فرمایا، جس نے تین کام کئے اس نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا، (۱) جس نے ایک اللہ کی عبادت کی اور یہ یقین رکھا کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں (۲) جس نے خوشدلی سے ہر سال اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کی (۳) جس نے زکوٰۃ میں بوڑھے اور بیمار جانور یا بوسیدہ کپڑے اور گھٹیا مال کی بجائے اوسط درجے کا مال دیا کیونکہ اللہ عزوجل تم سے تمہارا بہترین مال طلب نہیں کرتا اور نہ ہی گھٹیا مال دینے کی اجازت دیتا ہے۔ (ابوداؤد، کتاب الزکاۃ، فی زکاۃ السائمۃ، رقم ۱۵۸۲، ج۲، ص ۱۴۷)

عبید بن عمیر لیثی اپنے والد رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلّم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا، بیشک نمازی اللہ عزوجل کے اولیاء ہیں اور وہ جس نے اللہ عزوجل کی فرض کردہ پانچ نمازیں قائم کیں اور رمضان کے روزے رکھے اور ان کے ذریعے ثواب کی امید رکھی اور خوش دلی سے زکوٰۃ ادا کی اور اُن کبیرہ گناہوں سے بچتا رہا جن سے اللہ عزوجل نے منع فرمایا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کبیرہ گناہ کتنے ہیں؟ ارشاد فرمایا، نو (۹) ہیں، ان میں سب سے بڑا گناہ کسی کو اللہ عزوجل کا شریک ٹھہرانا ہے اور (بقیہ گناہوں میں سے) کسی مؤمن کو ناحق قتل کرنا، میدانِ جہاد سے فرار ہونا، پاک دامن عورت پر تہمت لگانا، جادو کرنا، یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، مسلمان والدین کی نافرمانی کرنا اور بیت الحرام جو تمہارے زندوں اور مُردوں کا قبلہ ہے، کو حلال سمجھنا (یعنی اس کی حرمت کو پامال کرنا) لہذا! جو شخص ان کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے پھر مرجائے تو وہ جنتی محل میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا رفیق ہوگا جس کے دروازے سونے کے ہوں گے۔

(المعجم الکبیر، رقم ۱۰۱، ج ۱۵-۱۷، ص ۴۸)

زکوٰۃ ادا نہ کرنا

اللہ عزوجل کا فرمانِ عالیشان ہے:

(1) وَ وَیْلٌ لِّلْمُشْرِكِیْنَ ﴿6﴾ الَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ

ترجمۂ کنز الایمان: اور خرابی ہے شرک والوں کو وہ جو زکوٰۃ نہیں دیتے۔ (پ 24، حم سجدہ: 7،6)

←

....

(2) وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ۔

ترجمۂ کنز الایمان: اور جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہرگز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لئے بُرا ہے عنقریب وہ جس میں بخل کیا تھا قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہوگا اور اللہ ہی وارث ہے آسمانوں اور زمین کا اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ (پ4، آل عمران:180)

(3) يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ۔

ترجمۂ کنز الایمان: جس دن وہ تپایا جائے گا جہنم کی آگ میں پھر اس سے داغیں گے ان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں یہ ہے وہ جو تم نے اپنے لئے جوڑ کر رکھا تھا اب چکھو مزا اس جوڑنے کا۔ (پ10، التوبہ:35)

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبیٔ کریم، رء ُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ سونے چاندی کا جو مالک اس کا حق ادا نہیں کرتا قیامت کے دن اس کے لئے آگ کی چٹانیں نصب کی جائیں گی اور انہیں جہنم کی آگ میں تپا کر اس کے پہلو، پیشانی اور پیٹھ پر داغا جائے گا۔ (مطلب یہ کہ ان کے جسموں کو چٹانوں کے برابر پھیلا دیا جائے گا)

(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب اثم مانع الزکاۃ، الحدیث: ۲۲۹۰، ص ۸۳۳)

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم، شفیعِ معظم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا کہ جب بھی وہ آگ کی چٹانیں ٹھنڈی ہوں گی تو انہیں دوبارہ اسی طرح گرم کرلیا جائے گا یہ عمل اس دن ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے یہاں تک کہ بندوں کا فیصلہ ہوجائے اور یہ اپنا ٹھکانا جنت یا جہنم میں دیکھ لے۔ عرض کی گئی کہ یا رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم! اور اگر اونٹ ہوں تو (کیا حکم ہے)؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا کہ اسی طرح اگر اونٹوں کا مالک بھی ان کا حق (یعنی زکوٰۃ) ادا نہ کرے اور اونٹوں کا حق یہ ہے کہ جس دن انہیں پانی پلانے لے جایا جائے تو ان کا دودھ دوہا جائے (اور مساکین کو پلایا جائے) تو (زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے) ایسے شخص کو قیامت کے دن اوندھے منہ لٹایا جائے گا اور وہ اونٹ خوب فربہ ہوکر آئیں گے ان کا کوئی بچہ بھی پیچھے نہ رہے گا وہ اسے اپنے قدموں سے روندیں گے اور اپنے مونہوں سے کاٹیں گے جب ان کا ایک گروہ گزر جائے گا تو دوسرا آجائے گا اور یہ عمل اس پورے دن ہوتا رہے گا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے یہاں تک کہ بندوں کا فیصلہ ہوجائے اور وہ جنت یا جہنم کی طرف اپنا راستہ دیکھ لے۔

عرض کی گئی: یا رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم! اگر گائے اور بکریاں ہوں تو (کیا حکم ہے)؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: گائے اور بکریوں والا اگر ان کا حق ادا نہ کریگا تو قیامت کے دن اسے چٹیل میدان میں لٹایا جائے گا اور گائے، بکری میں کوئی چیز کم نہ ہوگی (یعنی ان کے سب اعضاء سلامت ہوں گے) خواہ اُلٹے سینگوں والی ہو یا بغیر سینگوں والی یا ٹوٹے ہوئے ←

سینگوں والی، سب اسے اپنے کھروں سے روندیں گی اور سینگوں سے ماریں گی جب ان کی ایک جماعت گزر جائے گی تو دوسری آجائے گی اور یہ عذاب اس پورے دن میں ہوتا رہے گا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ ہوجائے اور وہ جنت یا جہنم کی طرف اپنا راستہ دیکھ لے۔

پھر عرض کی گئی: یا رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! اگر گھوڑے ہوں تو (کیا حکم ہے)؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: گھوڑے تین قسم کے ہیں: (۱) وہ جو اپنے مالک کے لئے بوجھ (یعنی گناہ) ہیں (۲) وہ جو اس کے چھٹکارے کا سبب ہیں اور (۳) وہ جو اجر وثواب کا باعث ہیں۔ جو گھوڑے مالک پر بوجھ ہوتے ہیں وہ یہ ہیں: جنہیں مالک نے دکھاوے، تکبر اور مسلمانوں سے دشمنی کے لئے باندھا ہو یہ اس کے لئے بوجھ ہیں، جو گھوڑے مالک کے لئے نجات کا سبب ہیں وہ یہ ہیں:

جنہیں مالک نے اللہ عزوجل کی راہ میں باندھا ہو اور وہ ان کی گردنوں اور پشتوں کے حقوق ادا کرتا ہو ایسے گھوڑے مالک کے لئے عذاب سے نجات کا سبب ہیں اور جو گھوڑے اجر وثواب کا باعث ہیں وہ یہ ہیں: جنہیں کسی نے اللہ عزوجل کی راہ میں مسلمانوں کی خاطر اپنی چراگاہ یا باغ میں باندھا ہو، یہ گھوڑے اس چراگاہ یا باغ میں سے جو کچھ کھائیں گے ان کے مالک کے لئے ان کے کھانے، ان کی لید اور پیشاب کی مقدار (یعنی جو گھاس وہ وہاں سے کھائیں گے اور پھر لید وغیرہ کریں گے اس) کے برابر نیکیاں لکھ دی جائیں گی، یہ گھوڑے اگر کبھی رسیاں توڑ کر ایک یا دو گھاٹیوں کا چکر لگائیں تو اللہ عزوجل ان کے مالک کے لئے ان کے قدموں کے نشانات کی تعداد اور لید کی مقدار کے برابر نیکیاں لکھے گا اور اگر ان کا مالک انہیں لے کر کسی نہر کے قریب سے گزرے اور انہیں پانی پلانے کا ارادہ نہ بھی رکھتا ہو پھر بھی اگر ان گھوڑوں نے کچھ پانی پی لیا تو اللہ عزوجل اس مالک کے لئے اس کے پیے ہوئے پانی کے قطروں کے برابر نیکیاں لکھے گا۔

عرض کی گئی، یا رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! گدھوں کے بارے میں ارشاد فرمایئے؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: گدھوں کے بارے میں مجھ پر کوئی حکم نازل نہیں ہوا لیکن یہ آیت بہت جامع ہے:

فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ ﴿7﴾ وَ مَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ ﴿8﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ برائی کرے اسے دیکھے گا۔ (پ30، الزلزال: 8،7)

(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب اثم مانع الزکاۃ، الحدیث: ۲۲۹۰، ص ۸۳۳)

حضورِ نبیٔ پاک، صاحبِ لَولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: قیامت کے دن میں تم میں سے کسی شخص کو ایسی حالت میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر بڑبڑانے والا اونٹ ہو اور وہ مجھ سے یہ کہہ رہا ہو، یا رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! میری فریاد رسی فرمایئے۔ تو میں کہوں گا: میں اللہ عزوجل کے مقابلے میں تیرے لئے کچھ نہیں کر سکتا، میں نے تمہیں پیغام پہنچا دیا تھا۔

قیامت کے دن میں تم میں سے کسی شخص کو ایسی حالت میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر ممیانے والی بھیڑ یا بکری ہو اور وہ مجھ سے یہ کہہ رہا ہو، یا رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! میری فریاد رسی فرمایئے۔ تو میں کہوں گا: میں اللہ عزوجل کے مقابلے میں ←

....

تیرے لئے کچھ نہیں کرسکتا، میں نے تمہیں پیغام پہنچا دیا تھا۔
قیامت کے دن میں تم میں سے کسی شخص کو ایسی حالت میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر ڈکرانے والی گائے ہو اور وہ مجھ سے یہ کہہ رہا ہو، یا رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! میری فریاد رسی فرمایئے۔ تو میں کہوں گا، میں اللہ عزوجل کے مقابلے میں تیرے لئے کچھ نہیں کرسکتا، میں نے تمہیں پیغام پہنچا دیا تھا۔
(پھر ارشاد فرمایا) قیامت کے دن میں تم میں سے کسی شخص کو ایسی حالت میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر کپڑے کے چیتھڑے ہوں اور وہ مجھ سے یہ کہہ رہا ہو، یا رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! میری فریاد رسی فرمایئے۔ تو میں کہوں گا، میں اللہ عزوجل کے مقابلے میں تیرے لئے کچھ نہیں کرسکتا، میں نے تمہیں پیغام پہنچا دیا تھا۔
(پھر ارشاد فرمایا) تم میں سے کوئی شخص ایسا نہ ہو کہ جو قیامت کے دن اس حال میں آئے کہ اس کی گردن پر کوئی خاموش شئے (جیسے سونا چاندی) ہو، پس وہ شخص کہے: یا رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! میری مدد فرمایئے۔ تو میں کہوں گا، میں اللہ عزوجل کے مقابلے میں تیرے لئے کسی چیز کا مالک نہیں۔ (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب غلظ تحریم الغلول، الحدیث: ۴۳۷۴، ص۱۰۰۶)
اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: وہی خسارہ پانے والے ہیں رب کعبہ کی قسم! قیامت کے دن وہی خسارے میں ہوں گے رب کعبہ کی قسم! وہ کثیر مال ودولت والے ہیں مگر ان میں سے جو ایسے ایسے خرچ کرے اور ایسے لوگ بہت قلیل ہیں، اس ذاتِ پاک کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جو شخص بکریاں، اونٹ یا گائے چھوڑ کر مرے اور ان کی زکوٰۃ ادا نہ کی ہو قیامت کے دن وہ جانور پہلے سے بڑے اور فربہ ہو کر آئیں گے یہاں تک کہ لوگوں کا فیصلہ ہونے تک اسے اپنے کھروں سے روندیں گے اور اپنے سینگوں سے ماریں گے جب ان میں سے آخری جماعت گزر جائے گی تو پہلی جماعت دوبارہ لوٹ آئے گی۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، الحدیث: ۲۱۴۰۹، ج۸، ص۸۱، راوی: ابوذر غفاری)
شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو قیامت کے دن ایک جہنمی اژدھا اس پر مسلط کردیا جائے گا اور اس کی پیشانی، پہلو اور پیٹھ پر داغا جائے گا یہ عمل اس پورے دن میں ہوتا رہے گا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے۔ (صحیح ابن حبان، کتاب الزکاۃ، باب الوعید ......الخ، الحدیث: ۳۲۴۲، ج۴، ص۱۰۴) (سنن النسائی، کتاب الزکاۃ، باب التغلیظ فی حبس الزکاۃ، الحدیث: ۲۴۴۳، ص۲۲۴۵)
دافعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُودو نوال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو اونٹوں والا اپنے اونٹوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا وہ اونٹ قیامت کے دن پہلے سے زیادہ تعداد میں آئیں گے اور اسے ایک چٹیل میدان میں بٹھا دیا جائے گا وہ اسے اپنے اگلے اور پچھلے پاؤں سے روندیں گے، جو گائے والا اپنی گائیوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا وہ گائیں قیامت کے دن پہلے سے زیادہ تعداد میں آئیں گی اور اسے اپنے سینگوں سے ماریں گی اور پچھلی ٹانگوں سے روندیں گی ان میں سے کوئی بھی بغیر سینگ والی نہ ہوگی اور نہ ہی ٹوٹے ہوئے سینگ والی ہوگی اور جو خزانے والا اپنے خزانے کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا وہ خزانہ قیامت کے دن اَلشُّجَاعُ الْاَقْرَعُ (یعنی ←

....

گنجے اژدھے) کی صورت میں آئے گا، منہ کھولے ہوئے اس کا تعاقب کریگا جب وہ اس کے قریب آئے گا تو یہ اس سے بھاگے گا، وہ سانپ پکارے گا کہ اپنا خزانہ لے جسے تو نے چھپایا تھا کہ میں تو اس سے غنی ہوں، جب وہ دیکھے گا کہ اس سے بچنے کا کوئی چارہ نہیں تو داخل ہو جائے گا (یعنی اس کے منہ میں اپنا ہاتھ داخل کر دے گا پس وہ اسے سانڈ کی طرح کاٹ ڈالے گا)۔

(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب اثم مانع الزکاۃ، الحدیث: ۲۲۹۶، ص ۸۳۴)

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو بھی اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا تو اس کا وہ مال قیامت کے دن ایک گنجے سانپ کی شکل میں آئے گا اور اس شخص کی گردن میں ہار بن جائے گا۔ راوی فرماتے ہیں: پھر خاتَمُ الْمُرسلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ۠

ترجمۂ کنز الایمان: اور جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہرگز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لئے برا ہے عنقریب وہ جس میں بخل کیا تھا قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہوگا اور اللہ ہی وارث ہے آسمانوں اور زمین کا اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ (پ4، آل عمران:180)

(ابن ماجہ، ابواب الزکاۃ، باب ماجاء فی منع الزکاۃ، الحدیث: ۱۷۸۴، ص ۲۵۸۳)

سیدُ المبلّغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل نے غنی مسلمانوں پر ان کے اموال میں قدرت کے مطابق مسلمان فقراء کا حصہ مقرر کیا ہے اور فقراء اگر بھوکے یا ننگے ہوں تو غنی لوگوں کے برباد کئے ہوئے مال کو ہی پاتے ہیں، خبردار! یقیناً اللہ عزوجل ان لوگوں کا شدید حساب لے گا اور انہیں دردناک عذاب دے گا۔ (المعجم الاوسط، الحدیث: ۳۵۸۹، ج ۲، ص ۳۷۳)

حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں: بروزِ قیامت سود لینے اور دینے والوں اور اس کے گواہوں جبکہ سود کو جانتے ہوں، گودنے اور گدوانے والی عورتوں، صدقہ روک لینے والوں یا اس میں ٹال مٹول کرنے والوں اور ہجرت کے بعد اعرابی بن جانے والے لوگوں پر شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی زبانِ اقدس سے لعنت کی جائے گی۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، الحدیث: ۴۰۹۰، ج ۲، ص ۱۲۱)

محبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق و امین عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے سود لینے اور دینے والوں، اس کے گواہوں، سودی دستاویز لکھنے والوں اور گودنے وگدوانے والی عورتوں، صدقہ روکنے والوں اور حلالہ کرنے والوں اور حلالہ کروانے والوں ان سب لوگوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (المرجع السابق، الحدیث: ۶۶۰، ج ۱، ص ۱۸۹)

رحمتِ کونین، ہم غریبوں کے دلوں کے چین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: قیامت کے دن فقراء سے منہ ←

....

پھیرنے والے اغنیاء کے لئے ہلاکت ہوگی۔ فقراء کہیں گے: انہوں نے ہمارے ان حقوق کے معاملے میں ہم پر ظلم کیا جو ان پر فرض تھے۔ تو اللہ عزوجل فرمائے گا: مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! میں تمہیں ضرور (اپنی رحمت کے) قریب اور انہیں (اس سے) دور کروں گا۔

پھر تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی:

وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ﴿24﴾ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿25﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور وہ جن کے مال میں ایک معلوم حق ہے اسکے لئے جو مانگے اور جو مانگ بھی نہ سکے تو محروم رہے۔

(پ29، المعارج:24،25)(المعجم الاوسط، الحدیث:۴۸۱۳، ج۳، ص۳۴۹)

مخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلے جنت اور جہنم میں داخل ہونے والے تین تین افراد کو میرے سامنے پیش کیا گیا، جنت میں پہلے داخل ہونے والے تین افراد یہ تھے: (۱) شہید (۲) وہ غلام جس نے اپنے رب کی اچھی طرح عبادت کی اور اپنے دنیوی آقا کی خیر خواہی چاہی اور (۳) پاکدامن متوکل۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، الحدیث:۹۴۹۷، ج۳، ص۴۱۲)

جبکہ ایک روایت میں آخری دو کے بارے میں یہ الفاظ ہیں کہ محبوبِ ربُّ العزت، محسنِ انسانیت عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: وہ غلام جسے دنیا کی غلامی نے اپنے رب عزوجل کی اطاعت سے نہ روکا اور پاک دامن عیالدار فقیر۔ جبکہ سب سے پہلے جہنم میں داخل ہونے والے تین افراد یہ تھے: (۱) زبردستی مسلط ہوجانے والا حاکم (۲) وہ مال دار جو اپنے مال سے اللہ عزوجل کا حق ادا نہیں کرتا اور (۳) متکبر فقیر۔ (المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الاوائل، باب اول مافعل ومن فعلہ، الحدیث:۲۳۷، ج۸، ۳۵۱)

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: ہمیں نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور جس نے زکوٰۃ ادا نہ کی اس کی کوئی نماز نہیں۔ (المعجم الکبیر، الحدیث:۱۰۰۹۵، ج۱۰، ص۱۰۳)

جبکہ ایک اور روایت میں ہے: جس نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا نہ کی تو وہ ایسا مسلمان نہیں جسے اس کا عمل نفع دے۔

(شرح اصول اعتقاد اھل السنۃ والجماعۃ، الجزء الرابع، باب جامع الکلام فی الایمان، الحدیث:۱۵۷۴، ج۱، ص۷۴۳)

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: جس نے اپنے پیچھے کنز چھوڑا (کنز ایسے خزانے کو کہتے ہیں جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہو) اسے قیامت کے دن ایک گنجے سانپ میں بدل دیا جائے گا اس کی آنکھوں پر دو سیاہ دھبے ہوں گے، وہ اس شخص کے پیچھے دوڑے گا، وہ شخص پوچھے گا، تو کون ہے؟ سانپ کہے گا، میں تیرا وہ خزانہ ہوں جسے تو اپنے پیچھے چھوڑ کر آیا تھا۔ پھر وہ اس کا پیچھا کرتا رہے گا یہاں تک کہ اس کا ہاتھ چبا ڈالے گا، پھر اس کو کاٹے گا اور اس کا سارا جسم چبا ڈالے گا۔

(المستدرک، کتاب الزکاۃ، باب التغلیظ فی منع الزکاۃ، الحدیث:۱۴۷۴، ج۲، ص۶، بدون من أنت خلقت بدلہ ترکتہ بعدک)

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا قیامت کے دن اس کے مال کو گنجے سانپ کی صورت میں بدل دیا جائے گا، اس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے، وہ اس سے چمٹ جائے گا یا ←

....

اس کے گلے کا طوق بن جائے گا اور کہے گا: مَیں تیرا خزانہ ہوں، مَیں تیرا خزانہ ہوں۔

(سنن النسائی، کتاب الزکاۃ، باب مانع زکاۃ مالہ، الحدیث: ۲۴۸۳، ص ۲۲۴۸)

سرکارِ مدینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل جس کو کسی مال سے نوازے لیکن وہ اس کی زکوٰۃ نہ دے تو قیامت کے دن اس کا وہ مال ایک ایسے گنجے اژدھے کی شکل اس کی گردن میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا کہ جس کی آنکھیں محض دو نکتے ہوں گی، پھر وہ اژدھا اس شخص کے جبڑے پکڑ کر اس سے کہے گا: میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں۔ راوی فرماتے ہیں کہ پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۔ (پ 4، آل عمران: 180)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہرگز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لئے بُرا ہے عنقریب وہ جس میں بخل کیا تھا قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہوگا اور اللہ ہی وارث ہے آسمانوں اور زمین کا اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب اثم مانع الزکاۃ، الحدیث: ۱۴۰۳، ص ۱۱۰)

دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: چار چیزیں اللہ عزوجل نے اسلام میں فرض فرمائی ہیں جو ان میں سے تین لے کر آئے گا وہ اسے کچھ کام نہ آئیں گی جب تک کہ ان سب کو لے کر نہ آئے: (۱) نماز (۲) زکوٰۃ (۳) ماہِ رمضان کے روزے اور (۴) بیت اللہ شریف کا حج۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، الحدیث: ۱۷۸۰۴، ج ۶، ص ۲۳۶)

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے (سفر کے) لئے ایک ایسا گھوڑا (یعنی براق) لایا گیا جو اپنا قدم تاحدِ نگاہ رکھتا، حضرت سیدنا جبرائیل علیہ السلام بھی آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے ہم سفر تھے، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کچھ ایسے لوگوں کے پاس تشریف لائے جو ایک دن کھیتی بوتے اور دوسرے دن فصل کاٹتے وہ جب بھی فصل کاٹ لیتے تو وہ پہلے کی طرح اُگ آتی۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے دریافت فرمایا کہ اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے عرض کی: یہ راہِ خدا عزوجل کے مجاہدین ہیں، ان کی نیکیوں میں 700 گنا اضافہ کر دیا گیا ہے، یہ جو خرچ کیا کرتے تھے وہ انہیں اب بھی بہتر اَجر کی صورت میں بعد میں بھی ملتا رہتا ہے۔ پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے جن کے سر پتھروں سے پھوڑے جا رہے تھے، جب وہ پھٹ جاتے تو پہلے کی طرح درست ہو جاتے اور اس معاملے میں ان سے کوئی کوتاہی نہ برتی جاتی، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے دریافت فرمایا: اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے عرض کی: یہ وہ لوگ ہیں جن کے سر نماز سے بوجھل ہو جاتے تھے۔

پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے جن کے آگے اور پیچھے کاغذ کے پرچے تھے (جن پر وہ حقوق لکھے تھے جو ان کے ذمہ تھے) وہ ضریع، زقوم (یعنی جہنم کے نہایت کڑوے درخت) اور جہنم کے پتھر اس طرح چرتے تھے جیسے ←

چوپائے چرتے ہیں، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے دریافت فرمایا: اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے عرض کی: یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تھے اور اللہ عزوجل نے ان پر ظلم نہیں کیا اور نہ ہی اللہ عزوجل اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا ہے۔ (الترغیب والترہیب، کتاب الصدقات، باب الترہیب من منع الزکاۃ، الحدیث: ۱۱۴۵، ج۱، ص۳۶۶)

شفیعِ روزِ شمار، دو عالَم کے مالک ومختار باذنِ پروردگار، حبیبِ پروردگار عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: خشکی اور تری میں جو مال بھی ضائع ہوتا ہے، وہ زکوٰۃ روک لینے کی وجہ سے ہوتا ہے، زکوٰۃ روک لینے والا قیامت کے دن جہنم میں ہوگا۔

(المرجع السابق، الحدیث: ۴۷/۱۱۴۶، ج۱، ص۳۶۷)

حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: صدقہ یا زکوٰۃ جس مال میں بھی مل جائے اسے برباد کر دیتا ہے۔ (شعب الایمان، باب فی الزکاۃ، الحدیث: ۳۵۲۲، ج۳، ص۲۷۳)

مراد یہ ہے کہ جس مال کا صدقہ ادا نہ کیا جائے وہ صدقہ اس مال کو برباد کر دیتا ہے اس کی دلیل گذشتہ حدیثِ پاک ہے یا یہ مراد ہے کہ جو غنی ہونے کے باوجود زکوٰۃ لے کر اسے اپنے مال کے ساتھ ملالے وہ صدقہ اس مال کو تباہ کر دے گا یہ تشریح امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمائی ہے۔

سرکارِ ابدِ قرار، شافعِ روزِ شمار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جن لوگوں پر نماز ظاہر کی گئی تو انہوں نے اسے قبول کر لیا اور زکوٰۃ پوشیدہ رکھی گئی تو وہ اسے کھا گئے وہی لوگ منافق ہیں۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الصدقات، باب الترہیب من منع الزکاۃ، الحدیث: ۱۱۴۹، ج۱، ص۳۶۸)

شاہِ ابرار، ہم غریبوں کے غمخوار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو لوگ زکوٰۃ روک لیتے ہیں اللہ عزوجل ان سے بارش روک لیتا ہے۔ (المستدرک، کتاب الجہاد، باب ما نقض قوم العہد ـــــــ الخ، الحدیث: ۲۶۲۳، ج۲، ص۴۶۱)

ایک صحیح روایت میں ہے: جو لوگ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اللہ عزوجل انہیں قحط سالی میں مبتلا فرما دیتا ہے۔

(المعجم الاوسط، الحدیث: ۴۵۷۷، ج۳، ص۲۷۵)

رسولِ انور، صاحبِ کوثر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اے گروہِ مہاجرین! پانچ خصلتیں ایسی ہیں کہ اگر تم ان میں مبتلا ہو گئے تو تم پر مصیبتیں نازل ہوں گی، میں اللہ عزوجل سے پناہ چاہتا ہوں کہ تم انہیں پاؤ: (۱) جب بھی کسی قوم میں فحاشی ظاہر ہوئی اور وہ اسے اعلانیہ کرنے لگے تو ان میں ایسے امراض پھوٹ پڑے جو ان سے پہلے لوگوں میں نہ تھے (۲) جو لوگ ناپ تول میں کمی کرنے لگے تو ان کی پکڑ قحط سالی، سخت تکلیف اور حکمرانوں کے ظلم سے کی گئی (۳) جن لوگوں نے اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرنا چھوڑ دی ان سے آسمان کی بارش روک لی گئی اور اگر چوپائے نہ ہوتے تو ان پر بارش نہ ہوتی (۴) جن لوگوں نے اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا عہد توڑا ان پر غیر قوم سے دشمن کو مسلط کر دیا گیا تو اس نے ان کا مال چھین لیا اور (۵) جس قوم کے حکمرانوں نے اللہ عزوجل کی کتاب کے خلاف فیصلے کئے اللہ عزوجل نے ان کے درمیان آپس کے جھگڑے ڈال دیے۔ (سنن ابن ماجہ، ابواب الفتن، باب العقوبات، الحدیث: ۴۰۱۹، ص۲۷۱۸) ←

حدیث ۳: احمد کی روایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں ہے، جس مال کی زکاۃ نہیں دی گئی، قیامت کے

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مانعین زکوٰۃ کے بارے میں نازل ہونے والے اللہ عزوجل کے اس فرمانِ عالیشان:

يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ.

ترجمۂ کنز الایمان: جس دن وہ تپایا جائے گا جہنم کی آگ میں پھر اس سے داغیں گے ان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں یہ ہے وہ جو تم نے اپنے لئے جوڑ کر رکھا تھا اب چکھو مزا اس جوڑنے کا۔ (پ10، التوبۃ:35)

کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں: جب مال جمع کر کے رکھنے اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کو داغا جائے گا تو کوئی درہم دوسرے درہم سے اور کوئی دینار دوسرے دینار سے نہ چھوئے گا بلکہ اس کے جسم کو اتنا وسیع کر دیا جائے گا کہ اس پر ہر درہم و دینار کو رکھا جا سکے۔

(تفسیر الدر المنثور، تحت الآیۃ:۳۵ (یوم یحمی علیہا۔۔۔۔۔۔الخ) ج ۴، ص ۱۷۹، مفہوماً)

وضاحت: اللہ عزوجل نے اس شخص کی پیشانی، پہلو اور پیٹھ کو داغنے کے ساتھ اس لئے مخصوص فرمایا کہ بخیل مالدار جب کسی فقیر کو دیکھتا ہے تو ترش روئی دکھاتا ہے اور اس کے ماتھے پر شکنیں پڑ جاتی ہیں اور وہ اس سے پہلو تہی اختیار کرتا ہے پھر جب فقیر اس کے قریب آتا ہے تو وہ اس سے پیٹھ پھیر لیتا ہے لہٰذا ان اعضاء کو داغ کر سزا دی جائے گی تاکہ عمل کی سزا اسی کی جنس سے ہو۔

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جس نے مالِ حلال کمایا اور زکوٰۃ روک لی تو یہ (روکا ہوا) مال حلال مال کو بھی گندا کر دے گا اور جس نے مالِ حرام کمایا تو زکوٰۃ کی ادائیگی بھی اسے پاک و حلال نہ کرے گی۔ (المعجم الکبیر، الحدیث: ۹۵۹۶، ج ۹، ص ۳۱۹)

حضرت سیدنا احنف بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: میں قریش کے کچھ لوگوں کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ سخت بالوں، کھردرے لباس اور بارعب صورت والے ایک شخص نے ان کے قریب آ کر سلام کیا پھر کہا: خزانے جمع کر کے رکھنے والوں کو جہنم میں وہ کائے ہوئے پتھر کی بشارت دے دو، جسے ان میں سے کسی کی چھاتی کی نوک پر رکھا جائے گا تو وہ اس کی پیٹھ سے نکل جائے گا اور اس کی پیٹھ پر رکھا جائے گا تو وہ اس کے چھاتی کی نوک سے نکلے گا۔ یہ کہہ کر وہ شخص کانپنے لگا پھر پلٹ کر ایک ستون کے پاس بیٹھ گیا، میں بھی اس کے پیچھے چل دیا اور اس کے قریب جا کر بیٹھ گیا حالانکہ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کون ہے، پھر میں نے کہا: میرا خیال ہے کہ لوگوں نے آپ کی بات کا برا منایا ہے۔ اس نے کہا: میرے خلیل نے مجھ سے ارشاد فرمایا تھا: یہ لوگ کچھ عقل نہیں رکھتے۔ (راوی فرماتے ہیں کہ) میں نے پوچھا: آپ کے خلیل کون ہیں؟ تو انہوں نے بتایا: نبئ کریم، رء ُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم۔ (پھر مجھ سے پوچھا) کیا تمہیں اُحد پہاڑ نظر آ رہا ہے؟ میں نے سورج کی طرف دیکھا کہ کتنا دن باقی رہ گیا ہے، میرا خیال تھا کہ حضور نبئ کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم مجھے اپنے کسی کام بھیجیں گے، (یہ سوچ کر) میں نے جواب دیا: جی ہاں۔ تو اس نے کہا: میں یہ بات پسند کرتا ہوں کہ میرے پاس اُحد پہاڑ جتنا سونا ہو تو میں تین دیناروں کے علاوہ سب کچھ خرچ کر دوں اور بے شک یہ لوگ کچھ عقل نہیں رکھتے، یہ دنیا جمع کرنے میں مصروف ہیں، خدا عزوجل کی قسم! میں ان سے دنیا نہیں مانگوں گا اور نہ کوئی دینی مسئلہ پوچھوں گا یہاں تک کہ اللہ عزوجل سے ملاقات کر لوں۔

(صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب ما ادی زکاتہ فلیس۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۱۴۰۷/۱۴۰۸، ص ۱۱۰) ←

دن وہ گنجا سانپ (2) ہوگا، مالک کو دوڑائے گا، وہ بھاگے گا یہاں تک کہ اپنی انگلیاں اُس کے موںھ میں ڈال دے گا۔(3)

حدیث ۴،۵: صحیح مسلم شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: جو شخص سونے چاندی کا مالک ہو اور اس کا حق ادا نہ کرے تو جب قیامت کا دن ہوگا اس کے لیے آگ کے پتّر بنائے جائیں گے اون پر جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی اور اُن سے اُس کی کروٹ اور پیشانی اور پیٹھ داغی جائے گی، جب ٹھنڈے ہونے پر آئیں گے پھر ویسے ہی کر دیے جائیں گے۔ یہ معاملہ اس دن کا ہے جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ ہوجائے، اب وہ اپنی راہ دیکھے گا خواہ جنت کی طرف جائے یا جہنم کی طرف اور اونٹ کے بارے میں فرمایا: جو اس کا حق نہیں ادا کرتا، قیامت کے دن ہموار میدان میں لٹا دیا جائے گا اور وہ اونٹ

جبکہ مسلم شریف کی روایت میں ہے: خزانے جمع کر کے رکھنے والوں کو بشارت دے دو کہ ان کی پیٹھ پر داغنے جانے سے وہ خزانہ ان کے پہلوؤں سے نکلے گا اور کنپٹیوں پر داغنے جانے سے ان کی پیشانیوں سے نکلے گا۔ راوی فرماتے ہیں: پھر وہ جھک کر بیٹھ گئے تو میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ لوگوں نے مجھے بتایا: یہ حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ میں نے ان کے پاس جا کر پوچھا: ابھی میں نے آپ کو جو بات کہتے سنا وہ کیا ہے؟ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: میں نے تو وہی بات کہی ہے جسے میں نے ان کے رسول اکرم، شفیع معظم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم سے سنا تھا۔ میں نے پوچھا: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عطیہ (یعنی تحفہ) کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: لے لو کیونکہ آج یہ معونت (یعنی امداد) ہے، پھر جب یہ تمہارے دین کی قیمت بننے لگے تو اسے چھوڑ دینا۔

(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فی الکنازین للاموال۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۲۳۰۷، ص۸۳۵)

زکوٰۃ اسلام کا پل ہے:

حضور پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: زکوٰۃ اسلام کا پل ہے۔

(شعب الایمان، باب فی الزکاۃ، فصل التشدید علی من منع الزکاۃ، الحدیث: ۳۳۱۰، ج۳، ص۱۹۵)

(2) سانپ جب ہزار برس کا ہوتا ہے تو اس کے سر پر بال نکلتے ہیں اور جب دو ہزار برس کا ہوتا ہے، وہ بال گر جاتے ہیں۔ یہ معنی ہیں گنجے سانپ کے کہ اتنا پرانا ہوگا۔

(3) المسند للامام أحمد بن حنبل، مسند أبی ہریرۃ، الحدیث: ۱۰۸۵۷، ج۳، ص۶۲۶

یہ حدیث طویل ہے مختصراً ذکر کی گئی۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔اس کی پوری شرح ابھی کچھ پہلے ہو چکی، چونکہ زکوۃ ہاتھ سے ادا کی جاتی ہے جس سے یہ بخیل محروم رہا اس لیے وہ سانپ اس کی انگلیاں بھی چبائے گا۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۳، ص۲۰)

سب کے سب نہایت فربہ ہو کر آئیں گے، پاؤں سے اُسے روندیں گے اور موںھ سے کاٹیں گے، جب ان کی پچھلی جماعت گزر جائے گی، پہلی لوٹے گی اور گائے اور بکریوں کے بارے میں فرمایا: کہ اس شخص کو ہموار میدان میں لٹائینگے اور وہ سب کی سب آئیں گی، نہ ان میں مُڑے ہوئے سینگ کی کوئی ہوگی، نہ بے سینگ کی، نہ ٹوٹے سینگ کی اور سینگوں سے ماریں گی اور کھروں سے روندیں گی (4)

---

(4) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب اثم مانع الزکاۃ، الحدیث: ۹۸۷، ص۴۹۱

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ ظاہر یہ ہے کہ حق سے مراد زکوۃ مفروضہ ہے کیونکہ فطرہ، قربانی یا حقوق العباد ادا کرنے پر وہ وعید نہیں جو یہاں مذکور ہے۔

۲۔ یعنی اس کا سونا چاندی اوّلاً سخت گرم پتر بنائے جائیں گے جو گرمی کی وجہ سے گویا آگ ہی ہوں گے پھر ان گرم پتروں کو اور بھی گرم کرنے کے لیے دوزخ کی آگ میں رکھ کر دھونکا جائے گا اس کی تشریح قرآن کریم میں یوں ہے"یَّوْمَ یُحْمٰی عَلَیْہَا فِیْ نَارِ جَہَنَّمَ"لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ آگ کے پترے نہیں ہوتے، نیز آگ کے پتروں کو پھر آگ میں دھونکنا سمجھ میں نہیں آتا۔

۳۔ چونکہ یہ بخیل فقراء سے منہ موڑ لیتا تھا انہیں دیکھ کر پہلو پھیر کر چل دیتا تھا اس لیے ان دونوں مقام ہی پر داغ لگائے جائیں گے جیسے چور کے ہاتھ کاٹے جاتے ہیں کہ اس نے ان سے ہی چوری کی۔

۴۔ یعنی یہ پترے جب بھی اس کا بدن داغ کر دوزخ میں پھر لائے جائیں گے تو تپا کر پھر اس کے بدن پر ہی لوٹائے جائیں گے بار بار گرم کرکے لگائے جائیں گے۔

۵۔ یعنی یہ داغا جانا قیامت کے دن، دن بھر ہوتا رہے گا لوگ اپنے حساب و کتاب میں مشغول ہوں گے اور یہ سزا بھگت رہا ہوگا بعد قیامت سزا جزا علیحدہ ہے اور اس تکلیف کی وجہ سے اسے یہ دن پچاس ہزار سال کا محسوس ہوگا نیک کاروں کو بقدر چار رکعت نماز۔

۶۔ یعنی بعد قیامت اپنا راستہ جنت یا دوزخ کا دیکھے یا دکھایا جائے۔ یری معروف ہے یا مجہول یعنی یہ عذاب تو زکوۃ نہ دینے کا ہوا اب اگر اور گناہ نہ ہوں یا ہوں تو رب تعالٰی بخش دے تو جنت میں بھیج دے اور اگر نہ بخشے تو ان گناہوں کی سزا میں کچھ عرصہ کے لیے دوزخ میں بھیج دے اس جملہ کی یہ ہی توجیہ قوی ہے۔

۷۔ یعنی سونے چاندی تو بخیل کو تپا کر لگائے جائیں گے اگر اونٹوں کی زکوۃ نہ دی ہو تو ان کی سزا کیا ہے اونٹ تو تپائے نہیں جاتے۔

۸۔ عرب میں دستور تھا کہ اونٹوں کو ہفتہ میں ایک دو بار پانی پلانے کے لیے گھاٹ یا کنوئیں پر لے جاتے تھے، اس دن فقراء کا وہاں مجمع لگ جاتا تھا، اونٹ والے اونٹنیاں دوہ کر ان فقراء اور مسافروں کو دودھ پلا دیتے تھے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ یہ دودھ پلانا بھی ان اونٹوں کا حق ہے۔ خیال رہے کہ جانوروں کی زکوۃ تو فرض ہے مگر یہ دودھ پلانا مستحب ہے اور مستحب چھوڑنے پر عذاب نہیں ہوتا لہذا یا تو اس سے مضطر فقراء کو دودھ پلانا مراد ہے جن کی بھوک سے جان نکل رہی ہو یا پہلے یہ فرض تھا اب مستحب ہے جیسے تنگی کے زمانہ یعنی شروع اسلام میں قربانی کا گوشت صرف تین دن رکھنا جائز تھا۔ مرقات نے فرمایا اس جملہ کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ←

پیاسی اونٹنیوں کو نہ دوہو صرف گھاٹ پر لانے کے دن پانی پلا کر دوہو، یہ بھی خشک سالی کے زمانہ کے احکام میں سے ہے۔

۹۔ یعنی اس بخیل کی سزا یہ ہوگی کہ اسے ہموار میدان میں اوندھا ڈال کر اس پر اس کے سارے اونٹوں کو گھمایا جائے گا، یہ سب بہت اونچے اور موٹے ہوں گے اسے اپنے پاؤں سے روندیں گے۔

۱۰۔ یعنی یہ روندنے والے اونٹ لمبی قطار میں نہ ہوں گے کہ اس پر یہ قطار روندتی گزر جائے اور اس کا چھٹکارا ہوجائے بلکہ گول دائرہ کی شکل میں حلقہ باندھے ہوں گے اور آخری اونٹ کے گزرنے پر پھر پہلا اونٹ اس پر آجائے گا، اصل عبارت اس کے برعکس تھی یعنی اخری کا ذکر پہلے تھا اولی کا بعد میں جیسا کہ مسلم کی بعض روایات میں ہے۔ مبالغہ کے لیے آخری کو اولی فرمادیا گیا یعنی اس طرح لگا تار ہو کر اس پر گھومیں گے کہ گویا پچھلا اونٹ پہلا ہوجائے گا اور پہلا پچھلا، چونکہ اس کا بخل بھی دائمی تھا اس لیے یہ سزا بھی دائمی ہوئی، درمیان میں وقفہ نہ ہوا کہ اسے کچھ آرام مل جائے۔

۱۱۔ ان کا کیا حکم ہے جو شخص بقدر نصاب ان کا مالک ہو پھر ان کی زکوۃ نہ نکالے تو اس کی سزا کیا ہے۔

۱۲۔ مِنْهَا میں مِنْ بمعنی اجل یا بمعنی لام ہے یعنی بکریوں کی وجہ سے جو زکوۃ فرض ہوئی وہ ادا نہ کرتا ہو لہذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں کہ جانور کی زکوۃ میں جانور ہی دیا جائے بلکہ جانور کی قیمت بھی دے سکتے ہیں۔ (مرقات)

۱۳۔ یعنی اگرچہ دنیا میں اس کی بعض گائے بھینسیں ٹوٹے سینگ والی بھی تھیں اور بعض بالکل منڈی مگر قیامت میں سب کے نوکیلے سینگ ہوں گے۔ خیال رہے کہ قیامت میں ہر چیز اپنے دنیاوی حالت پر اٹھے گی، رب تعالٰی فرماتا: "اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ" پھر بعد میں ان کے حالات بدلیں گے لہذا یہ جانور دنیا میں جیسے تھے ویسے ہی اٹھیں گے، بعد میں سب کو سینگ ملیں گے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔

۱۴۔ عربی میں گائے بھینس کے کھر کو ظلف کہتے ہیں، جمع اظلاف۔ اور گھوڑے کی ٹاپ کو سُم یعنی بخیل کے یہ جانور اسے سینگ بھی گھونپیں گے اور کھروں سے بھی روندیں گے۔ غرضکہ قربانی کے جانور پر سخی خود سوار ہوگا اور بے زکوتے جانور بخیل پر سواری کریں گے جیسے اچھے معدے والا جو بقدر ضرورت کھانا کھائے تو وہ کھانے پر سوار ہوتا ہے اور زیادہ کھا جانے والے پر کھانا سوار ہوجاتا ہے جسے یہ اٹھائے پھرتا ہے۔

۱۵۔ اس کی شرح پہلے گزر چکی یعنی قیامت کے دن دوران حساب میں تمام مخلوق تو حساب و کتاب دیتی ہوگی مگر یہ بخیل اس عذاب میں مبتلا ہوگا۔

۱۶۔ خیال رہے کہ احناف کے نزدیک سائمہ گھوڑوں میں بھی زکوۃ فرض ہے، شوافع کے ہاں نہیں لہذا ہمارے ہاں اس جواب کا مقصد یہ ہے کہ گھوڑے میں علاوہ زکوۃ کے اور بھی پابندیاں ہیں جو آگے مذکور ہیں یعنی ان میں فقط زکوۃ کا سوال نہ کرو بلکہ غیر سائمہ یعنی گھر کھانے والا گھوڑا سواری کے لیے بھی ہو جس میں زکوۃ واجب نہیں ہوتی اس کا بھی یہ حکم ہے اور اگر گھوڑے میں زکوۃ فرض نہ ہوتی تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خچر گدھوں کی طرح یہاں بھی فرمادیتے کہ ان کے متعلق مجھ پر کوئی خاص حکم نہیں آیا لہذا اس حدیث سے شوافع یہ دلیل نہیں پکڑ سکتے کہ گھوڑے میں زکوۃ نہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جواب بطریق حکیمانہ ہے جیسے صحابہ کرام نے سوال کیا تھا کہ ہم کیا خیرات کریں تو رب تعالٰی نے جواب دیا فلاں فلاں جگہ خیرات کرو۔ (قرآن کریم) یعنی جواب سوال کے مطابق نہیں بلکہ سائل کے حال کے مطابق ہے۔ ←

....

۱۷؎ یعنی پالتو گھوڑا جو تجارت کے لیے نہ ہو وہ کسی کے لیے ثواب کا باعث ہے اور کسی کے لیے نہ ثواب نہ عذاب یا ایک ہی گھوڑا ایک ہی شخص کے لیے اس کی نیت کے اعتبار سے کبھی ثواب ہے کبھی عذاب اور کبھی کچھ نہیں، جیسی نیت ویسا پھل یہ ہی حکم عمارتیں بنانے اعلیٰ لباس پہننے کا ہے۔

۱۸؎ یعنی جو گھوڑا اس نیت سے رکھے کہ لوگوں پر میری بڑائی ظاہر ہو، دوسرے مسلمان میرے سامنے ذلیل وخوار نظر آئیں اور اگر کسی مسلمان سے میری لڑائی ہو جائے تو اس گھوڑے پر سوار ہو کر اس کے خلاف جنگ کروں، چوری ڈکیتی اسی کے ذریعہ کروں جیسا کہ عام نمبر دار چوہدری اور چور، ڈاکو گھوڑے اسی لیے رکھتے ہیں ان کے لیے گھوڑا رکھنا سخت عذاب کا باعث ہے۔

۱۹؎ یہاں اللہ کی راہ سے مراد جہاد نہیں یہ تو تیسری قسم میں آئے گا بلکہ اللہ کی راہ سے مراد اپنی دنیاوی ضرورتیں پوری کرنا ہے کیونکہ مسلمان کا دنیا کمانا بھی سبیل اللہ ہے یا تجارت کے لیے پالنا مراد ہے کہ تجارت بھی سبیل اللہ ہے دوسرے معنے زیادہ ظاہر ہیں۔

۲۰؎ اس طرح کہ ضرورت کے وقت کسی مسلمان بھائی کو چند روز کے لیے عاریۃً گھوڑا دے دے جس سے وہ اپنا کام نکال لے یا کسی کی گھوڑی پر اپنا گھوڑا بلا معاوضہ چھوڑ دے کہ اس میں مسلمان بھائی کا کام نکالنا ہے۔ خیال رہے کہ نر گھوڑے، بیل، بھینسے اور بکرے کا اجرت لے کر مادہ پر چھوڑنا منع ہے وہ اجرت ناجائز ہے جیسا کہ آئندہ آئے گا۔

۲۱؎ گھوڑے کی پیٹھ کا حق تو وہ تھا جو اوپر ذکر ہوا، اس کی گردن کا حق یہ ہے کہ اگر تجارت کے لیے ہو تو اس کی قیمت میں چالیسواں حصہ زکوۃ دے فی سینکڑہ ڈھائی روپے، یہ جملہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے کہ سائمہ اور تجارتی گھوڑے میں زکوۃ ہے جسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کی گردن کا حق فرمایا، دوسرے حقوق تو اس کی پیٹھ کے حق میں آگئے تھے۔ وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ مؤمن پر اس کے گھوڑے اور غلام میں صدقہ نہیں وہاں گھوڑے سے مراد یا تو غازی کا گھوڑا ہے یا وہ گھوڑا جو گھر میں گھاس چارہ کھاتا ہو۔ اس مسئلہ کی پوری تحقیق لمعات شرح مشکوۃ میں ملاحظہ کریں۔ خیال رہے کہ صرف گھوڑوں یا صرف گھوڑیوں میں زکوۃ نہیں بلکہ مخلوط میں زکوۃ ہے کہ یا تو ہر گھوڑے سے ایک دینار (اشرفی) دیدے یا اس کی قیمت لگا کر ہر ساڑھے باون روپے سے چالیسواں حصہ زکوۃ نکال دے۔ چنانچہ حضرت عمر نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہما کو جو خط لکھا تھا اس میں یہ تھا کہ گھوڑے والوں کو یہ اختیار دو۔ (ہدایہ، کفایہ وغیرہ)

۲۲؎ یعنی آج اس کے اور لوگوں کی حاجت کے درمیان پردہ ہیں کل قیامت میں اس کے اور آگ کے درمیان پردہ ہوں گے یہ کلمہ دونوں کو شامل ہے۔

۲۳؎ یعنی جہاد کی نیت سے بغرض ثواب گھوڑا پالے، چونکہ جہاد کا نفع مسلمانوں کو پہنچتا ہے اس لیے لِاَھْلِ الْاِسْلَامِ بھی فرمایا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عبادات میں بندگان خدا کی خدمت کی نیت کرنا عبادت کو ناقص نہیں کرتا بلکہ اسے کامل تر کر دیتا ہے جیسا کہ قرآن کریم کی صریح آیت سے ثابت ہے۔ عربی میں مرج اس وسیع میدان کو کہتے ہیں جس میں گھاس چارہ وغیرہ بکثرت ہو۔

۲۴؎ کیونکہ اس کھانے اور پیشاب ولید وغیرہ سے ان گھوڑوں کی بقا ہے اور جیسے نیکی کے اسباب جمع کرنا عبادت ہے ایسے ہی ان کی حفاظت بھی عبادت ہے، نیز یہ چارہ وگھاس مالک نے اپنے مال سے کھلایا اور یہ لید پیشاب اس چارہ سے بنا۔ معلوم ہوا کہ نیکی ←

اور اسی کے مثل صحیحین میں اونٹ اور گائے اور بکریوں کی زکاۃ نہ دینے میں ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی۔(5)

حدیث ٦: صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد جب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے، اس وقت اعراب میں کچھ لوگ کافر ہوگئے (کہ زکاۃ کی فرضیت سے انکار کر بیٹھے)، صدیق اکبر نے اُن پر جہاد کا حکم دیا، امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اُن سے آپ کیونکر قتال کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا ہے، مجھے حکم ہے کہ لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہیں اور جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ لیا، اُس نے اپنی جان اور مال بچا لیا، مگر حق اسلام میں اور اس کا حساب اللہ (عزوجل) کے ذمہ ہے (یعنی یہ لوگ تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے والے ہیں، ان پر کیسے جہاد کیا جائے گا) صدیق اکبر نے

متغیر ہونے کے بعد بھی نیکی ہی رہتی ہیں۔

٢٥۔ یہ گھوڑے کیل سے بندھے ہوئے جو حرکت کریں یا کھائیں پئیں وہ تو اس مالک کے لیے نیکیاں ہیں ہی، اگر مالک کے بغیر ارادہ رسی کو توڑا کر بھاگ جائیں اور اس حالت میں زمین پر ان کے قدم پڑیں یا وہ لید پیشاب کریں تب بھی مالک کو ثواب ہے۔ خیال رہے کہ ثواب کے لیے اگرچہ نیت ضروری ہے مگر ہر آن نئی نیت لازم نہیں، مسجد بنانے والا مر بھی جائے تو اسے قبر میں ثواب پہنچا رہتا ہے بناتے وقت کی نیت قیامت تک کام آتی ہے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ"۔ خیال رہے کہ لید پیشاب کا ذکر فرما میں اس جانب اشارہ ہے کہ جب آلۂ جہاد یعنی گھوڑوں کی گندی چیزیں بھی ثواب میں شامل ہوجاتی ہیں تو اصل گھوڑے کا کیا پوچھنا اور پھر مالک کے درجہ کا کیا کہنا، گھوڑا صرف مثال کے لیے ہے اب گولی، بارود، بندوق، توپ، ہوائی جہاز اور راکٹ جو جہاد کے لیے ہوں سب کا یہ ہی حکم ہے۔

٢٦۔ یعنی یہ سب کام کرتا ہے گھوڑا اور نیکیاں پاتا ہے اس کا مالک اگرچہ مالک نے ارادہ بھی نہ کیا ہو اس کی وجہ ابھی بیان ہوچکی۔

٢٧۔ یعنی گدھوں میں زکوۃ واجب نہیں بلکہ ایک قاعدہ کلیہ کے ماتحت ان میں ثواب ہے کہ اگر گدھے، خچر وغیرہ نیک نیتی سے پالے گئے تو ان میں ثواب ہے اور اگر بدنیتی سے پالے گئے تو عذاب اور اگر دنیوی کاروبار کے لیے ہیں تو نہ ثواب نہ عذاب، چونکہ اس آیت کے الفاظ تھوڑے ہیں اور مضامین و احکام بہت زیادہ اس لیے اسے جامعہ فرمایا گیا اور چونکہ اس مضمون کی یہ ایک ہی بے مثال آیت ہے اس لیے اسے فاذۃ فرمایا گیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گھوڑوں میں زکوۃ ہے، گدھوں اور خچروں میں نہیں جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا، ہاں اگر گدھے و خچر تجارتی ہیں تو ان میں زکوۃ تجارت ہوگی۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج٣، ص٢)

(5) صحیح البخاري، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ البقر، الحدیث: ١٤٦٠، ج١، ص٤٩٢

فرمایا: خدا کی قسم! میں اس سے جہاد کروں گا، جو نماز و زکاۃ میں تفریق کرے (6) (کہ نماز کو فرض مانے اور زکاۃ کی فرضیت سے انکار کرے)، زکاۃ حق المال ہے، خدا کی قسم! بکری کا بچہ جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس حاضر کیا کرتے تھے، اگر مجھے دینے سے انکار کریں گے تو اس پر اُن سے جہاد کروں گا، فاروقِ اعظم فرماتے ہیں: واللہ میں نے دیکھا کہ اللہ تعالٰی نے صدیق کا سینہ کھول دیا ہے۔ اُس وقت میں نے بھی پہچان لیا کہ وہی حق ہے۔ (7)

---

(6) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نری کلمہ گوئی اسلام کیلئے کافی نہیں، جب تک تمام ضروریات دین کا اقرار نہ کرے اور امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بحث کرنا اس وجہ سے تھا کہ ان کے علم میں پہلے یہ بات نہ تھی، کہ وہ فرضیت کے منکر ہیں یہ خیال تھا کہ زکاۃ دیتے نہیں اس کی وجہ سے گنہگار ہوئے، کافر تو نہ ہوئے کہ ان پر جہاد قائم کیا جائے، مگر جب معلوم ہو گیا تو فرماتے ہیں میں نے پہچان لیا کہ وہی حق ہے، جو صدیق نے سمجھا اور کیا۔

(7) صحیح البخاري، کتاب الاعتصام، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۷۲۸۴، ج ۴ ص ۵۰۰

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قبیلہ غطفان فزارہ، بنی سلیم وغیرہ نے وجوب زکوۃ کا انکار کر دیا اور بولے کہ رب تعالٰی فرماتا ہے: "خُذْ مِنْ اَمْوٰلِهِمْ صَدَقَةً" یارسول اللہ ان کے مال کی زکوۃ آپ وصول کرو جب وصول کرنے والے تشریف لے گئے تو زکوۃ بھی ختم، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں مرتد قرار دیا اور ان پر جہاد کی تیاری فرمائی، اسی طرف قرآن کریم نے اشارہ فرمایا تھا "وَمَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗۤ" الایۃ۔ یہ صدیقی جماعت ہی وہ جماعت ہے جو ان مرتدین کی سرکوبی کے لیے رب تعالٰی کی طرف سے مقرر ہوئی، یہ خدا کو پیاری خدا اسے پیارا۔ خیال رہے کہ اسی عہد صدیقی میں بہت سے لوگ مسیلمہ کذاب کو نبی ماننے لگے اور مرتد ہو گئے، پہلے مرتدین پر آپ نے لشکرکشی کی ہی تھی کہ وہ توبہ کر گئے مگر ان دوسرے مرتدین سے بہت گھمسان کا رن پڑا جس میں اکثر قاری اور حافظ صحابہ شہید ہو گئے جس پر جمع قرآن کی ضرورت پیش آئی اور حضرت صدیق نے قرآن پاک جمع فرمایا، اس موقعہ کی قرآن کریم نے اس طرح خبر دی "قُلْ لِّلْمُخَلَّفِیْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ یُسْلِمُوْنَ" الخ۔

۲۔ فاروق اعظم اولاً منکرین زکوۃ پر جہاد کے مخالف تھے ان کی دلیل اس حدیث کے ظاہری الفاظ تھے کہ کلمہ گو پر جہاد کیسا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہری کلمہ پڑھنے والے منافقین پر جہاد نہ فرمایا تو یہ مانعین زکوۃ تو دل سے کلمہ پڑھ رہے ہیں اور زکوۃ کے سوا تمام فرائض کے معتقد ہیں تو ان پر آپ جہاد کیسے کر سکتے ہیں۔ فاروق اعظم کی پیش کردہ حدیث کی پوری شرح مکمل بحث کے ساتھ کتاب الایمان کے شروع میں ہو چکی کہ یہاں حق بمعنی کے ہے۔

۳۔ صدیق اکبر کا یہ جواب نہایت جامع اور مختصر ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اے عمر تم نے اپنی حدیث میں یہ لفظ نہ دیکھا اِلَّا بِحَقِّہٖ یعنی کلمہ گو کو حق اسلام کی وجہ سے قتل کیا جا سکتا ہے، نماز بھی حق اسلام ہے اور زکوۃ بھی، جو ان دونوں میں فرق کرے کہ نماز کو مانے زکوۃ کا انکار کرے ←

حدیث ۷: ابو داود نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ جب یہ آیہ کریمہ (وَالَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ) (8) نازل ہوئی، مسلمانوں پر شاق ہوئی (سمجھے کہ چاندی سونا جمع کرنا حرام ہے تو بہت دقت کا سامنا ہوگا)، فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا: میں تم سے مصیبت دُور کردوں گا۔ حاضر خدمت اقدس ہوئے عرض کی، یارسول اللہ (عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) یہ آیت حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کے اصحاب پر

وہ یقیناً مستحق جہاد ہے۔رہے منافقین ان کے متعلق حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حدیث میں فرمایا "وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ" یعنی ہم دل سے بحث نہ کریں گے جو کوئی بظاہر اسلام کے سارے ارکان کا اقرار کرے ہم اس پر جہاد نہ کریں گے، دل میں اس کے کچھ بھی ہو، منافقین کسی رکن اسلامی کے زبان سے منکر نہ تھے سبحان اللہ! کیا پاکیزہ استدلال ہے۔

۴؎ یعنی اے عمر وجوب زکوۃ کا انکار تو بڑی چیز ہے اگر وہ لوگ ظاہری مال یعنی پیداوار اور جانوروں کی زکوۃ ہمارے بیت المال میں داخل نہ کریں تب بھی تو وہ سرکوبی کے مستحق ہیں کیونکہ اس میں ایک سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدہ و دانستہ انکار ہے۔اس جگہ مرقات میں ہے کہ اگر کوئی قوم اذان دینا چھوڑ دے تو سلطان اسلام ان سے بھی جنگ کرے گا کیونکہ اس میں شعار اسلامی کا بند کرنا ہے۔خیال رہے کہ اب چونکہ بادشاہ عموماً لاپرواہ اور حکام فاسق ہوگئے جن سے امید نہیں کہ زکوتوں کو ان کے مصرفوں پر صرف کریں لہذا اب انہیں کوئی زکوۃ نہ دی جائے اسی لیے صدیق اکبر نے مَنَعُوْنِیْ فرمایا یعنی مجھے اور مجھ جیسے عادل سلطان اسلام (جس کے سارے حکام منصف ہوں) کو زکوۃ نہ دیں تو ان پر جنگ ہوگی۔مرقات نے اس جگہ فرمایا کہ عثمان غنی کے زمانہ میں لوگوں کا حال بدل گیا تھا اس لیے آپ نے زکوۃ وصول کرنے میں سختی نہ فرمائی بلکہ مال والے اپنی زکوتیں خود دینے لگے اور کسی صحابی نے آپ کے اس عمل پر انکار نہ کیا۔خیال رہے کہ وجوب زکوۃ کا انکار کفر ہے ایسے لوگوں پر اسلامی جہاد ہوگا لہذا اس زمانہ میں خلیفۃ المسلمین کو زکوۃ نہ ادا کرنا بغاوت تھی جس پر ان کے خلاف تادیبی کاروائی حتی کہ جنگ بھی کی جاسکتی تھی لہذا یہ حدیث بالکل واضح ہے اور اس کے شروع میں " كَفَرَ مَنْ كَفَرَ "فرمانا بالکل درست ہے۔مرقات میں یہاں ہے کہ احناف کے نزدیک حاکم کو جبراً زکوۃ وصول کرنے کا حق نہیں، شوافع کے ہاں ہے، یہ حدیث چونکہ منکرین زکوۃ کے متعلق ہے اس لیے احناف کے خلاف نہیں۔

۵؎ یعنی میں نے حضرت صدیق کی رائے کی طرف رجوع کرلیا۔اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ صدیق اکبر بعد نبی تمام مخلوق سے بڑے عالم اور بڑے سیاست دان تھے، انہی کے علم پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا دفن اپنے حجرے میں ہوا، انہی کے علم پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا چھوڑا ہوا مال وقف بنا، انہی کے علم پر اس جہاد کی تیاری ہوئی، اگر آج آپ تھوڑی نرمی کرتے تو فرائض اسلامی کے انکار کا دروازہ کھل جاتا اسی لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت آپ ہی کو جانشین امام نماز بنایا، انہی کی سیاست سے حجاز بلکہ عرب میں امن وامان بحال ہوا اور فاروقی فتوحات کے لیے راستہ صاف ہوا۔دوسرے یہ کہ ایک شعار اسلامی کا انکار بھی ایسا ہی کفر ہے جیسے سارے ارکان کا انکار۔تیسرے یہ کہ کلمہ گو مرتدین پر جہاد کیا جائے گا۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۳، ص۱۹)

(8) پ۱۰، التوبۃ: ۳۴

گراں معلوم ہوئی فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے زکاۃ تو اس لیے فرض کی کہ تمھارے باقی مال کو پاک کردے اور مواریث اس لیے فرض کیے کہ تمھارے بعد والوں کے لیے ہو (یعنی مطلقاً مال جمع کرنا حرام ہوتا تو زکاۃ سے مال کی طہارت نہ ہوتی، بلکہ زکاۃ کس چیز پر واجب ہوتی اور میراث کا ہے میں جاری ہوتی، بلکہ جمع کرنا حرام وہ ہے کہ زکاۃ نہ دے) اس پر فاروقِ اعظم نے تکبیر کہی۔ (9)

---

(9) سنن أبي داود، کتاب الزکاۃ، باب في حقوق المال، الحدیث: ۱۶۶۴، ج ۲، ص ۱۷۶

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱؎ کیونکہ مسلمانوں نے کنز کے لغوی معنے مراد لیے یعنی مطلقاً جمع کرنا اور یہ سمجھے کہ سونے چاندی کو جمع کرنا بہرحال حرام ہے اور قیامت کے دن داغ کا باعث ہے حالانکہ بغیر کچھ جمع کیے دنیوی کاروبار نہیں چل سکتے۔

۲؎ یعنی آیت کے ظاہری معنے مراد نہیں ہوسکتے کیونکہ اسلام درمیانی دین ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین اور قرآن کریم میانہ روی سکھانے والی کتاب، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اس دین میں مال جمع کرنا مطلقاً حرام ہوجائے پھر جہاد کیسے ہونگے اور زکوۃ کس چیز کی دی جائے گی ہماری سمجھ میں غلطی ہے۔

۳؎ یعنی یہاں کنز کے اصطلاحی معنے مراد ہیں کہ مال جمع رکھنا، اس سے اللہ کے حق نہ نکالنا، فقراء کے حقوق ادا نہ کرنا۔ خیال رہے کہ زکوۃ نکالنے سے مال ایسا ہی پاک ہوجاتا ہے جیسے جانور کا خون نکل جانے سے گوشت یا کیلے اور آم وغیرہ کا چھلکا علیحدہ کردینے سے مغز کھانے کے قابل ہوجاتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا"۔

۴؎ یعنی اگر مال جمع کرنا مطلقاً حرام ہوتا تو اس میں سے زکوۃ کیوں دی جاتی اور مالک کے مرنے کے بعد بطور وارثت دوسروں کو کیے ملتا۔ ان احکام سے معلوم ہورہا ہے کہ مال کا جمع کرنا منع نہیں بلکہ عبادت ہے کیونکہ بہت سی عبادتوں کا موتوف علیہ ہے اور عبادت کا موتوف علیہ بھی عبادت ہوتا ہے، زکوۃ جب ادا ہو جب سال بھر مال مالک کے پاس جمع رہے اور میراث جب بٹے جب مرتے وقت تک مال مالک کے پاس جمع رہے۔ خیال رہے کہ وذکر کلمۃ راوی کا قول ہے یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ اور بھی فرمایا جو مجھے یاد نہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ بعد والوں کو مال ملے۔

۵؎ یعنی مسئلہ حل ہوجانے پر جناب فاروق اعظم کو خوشی ہوئی اور خوشی میں اللہ اکبر کہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دینی مسئلہ معلوم ہونے پر خوش ہونا اور خوشی میں اللہ اکبر کا نعرہ لگانا سنت صحابہ ہے۔

۶؎ یعنی اے عمر اگرچہ مال جمع کرنا جائز ہے مگر تم لوگ اسے اپنا اصل مقصود نہ بنالو اس سے بھی بہتر مسلمان کے لیے نیک بیوی ہے کہ صورت بھی اچھی ہو اور سیرت بھی کہ اس کے نفع مال سے زیادہ ہیں کیونکہ سونا چاندی اپنی ملک سے نکل کر نفع دیتے ہیں اور نیک بیوی اپنے پاس رہ کر نافع ہے، سونا چاندی ایک بار نفع دیتے ہیں اور بیوی کا نفع قیامت تک رہتا ہے مثلاً رب تعالیٰ اس سے کوئی نیک بیٹا بخشے جو زندگی میں باپ کا وزیر بنے اور بعد موت اس کا خلیفہ۔ حدیث شریف میں ہے کہ نکاح سے مرد کا دو تہائی دین مکمل ومحفوظ ہوجاتا ہے۔ ←

حدیث ۸: بخاری اپنی تاریخ میں اور امام شافعی و بزار و بیہقی اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: زکاۃ کسی مال میں نہ ملے گی، مگر اُسے ہلاک کردے گی۔ (10) بعض ائمہ نے اس حدیث کے یہ معنی بیان کیے کہ زکاۃ واجب ہوئی اور ادا نہ کی اور اپنے مال میں ملائے رہا تو یہ حرام اُس حلال کو ہلاک کر دے گا اور امام احمد نے فرمایا کہ معنے یہ ہیں کہ مالدار شخص مالِ زکاۃ لے تو یہ مالِ زکاۃ اس کے مال کو ہلاک کر دے گا کہ زکاۃ تو فقیروں کے لیے ہے اور دونوں معنے صحیح ہیں۔ (11)

حدیث ۹: طبرانی نے اوسط میں بُریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرماتے ہیں: جو قوم زکاۃ نہ دے گی، اللہ تعالیٰ اسے قحط میں مبتلا فرمائے گا۔ (12)

حدیث ۱۰: طبرانی نے اوسط میں فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرماتے ہیں: خشکی و تری میں جو مال تلف ہوتا ہے، وہ زکاۃ نہ دینے سے تلف ہوتا ہے۔ (13)

حدیث ۱۱: صحیحین میں احنف بن قیس سے مروی، سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اُن کے سرپستان پر

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جمیلہ عورت کا چہرہ جمالِ الٰہی کا آئینہ ہوتا ہے اور اس کی نیک خصلت صفاتِ الٰہی کا مظہر ہوتی ہے۔ سبحان اللہ! سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کتنا جامع ہے عورت کی سیرت دو کلموں میں بیان فرمادی کہ جب خاوند گھر میں موجود ہو تو اس کی ہر جائز بات مانے اور جب غائب ہو یعنی سفر میں ہو یا مرجائے تو اس کے مال، عزت و اسرار کی حفاظت کرے یعنی آمنہ امینہ و مامونہ ہو۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۱)

(10) شعب الایمان، باب فی الزکاۃ، فصل فی الاستعفاف عن المسألۃ، الحدیث: ۳۵۲۲، ج ۳، ص ۲۷۳

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ مال میں زکوٰۃ مخلوط ہونے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ صاحبِ نصاب جس پر خود زکوٰۃ فرض ہو وہ فقیر بن کر لوگوں سے زکوٰۃ لے اور اپنے مال میں ملا کر بڑھائے۔ دوسرے یہ کہ آدمی زکوٰۃ نہ نکالے جو مال زکوٰۃ میں نکلنا چاہیے تھا وہ اپنے مال ہی میں رکھے، پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں اور دوسرے معنے زیادہ قوی۔ ہلاک کرنے کی بھی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ زکوٰۃ کے مخلوط ہونے کی وجہ سے سارے مال کی برکت مٹ جائے اور کچھ دنوں میں مال ختم ہو جائے یا کوئی ناگہانی آفت آپڑے جس سے سارا مال برباد ہو جائے جیسے بیماری، مقدمہ، چوری، ڈکیتی یا حرق و غرق یعنی جلنا ڈوبنا۔ دوسرے یہ کہ یہ سارا مال اگرچہ رہے تو مگر اس سے نفع لینا جائز نہ ہو کیونکہ حرام اور حرام سے مخلوط چیز ناقابلِ انتفاع ہے۔ دوسرے معنے ہی کی بنا پر صاحبِ مشکوٰۃ کا آئندہ کلام ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۲)

(11) الترغیب والترہیب، کتاب الصدقات، الترہیب من منع الزکاۃ، الحدیث: ۱۸، ج ۱، ص ۳۰۹

(12) المعجم الاوسط، الحدیث: ۴۵۷۷، ج ۳، ص ۲۷۵-۲۷۶

(13) الترغیب والترہیب، کتاب الصدقات، الترہیب من منع الزکاۃ، الحدیث: ۱۶، ج ۱، ص ۳۰۸

جہنم کا گرم پتھر رکھیں گے کہ سینہ توڑ کر شانہ سے نکل جائے گا اور شانہ کی ہڈی پر رکھیں گے کہ ہڈیاں توڑتا سینہ سے نکلے گا۔(14) اور صحیح مسلم شریف میں یہ بھی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا: کہ پیٹھ توڑ کر کروٹ سے نکلے گا اور گدی توڑ کر پیشانی سے۔(15)

حدیث ۱۲: طبرانی امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی، کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: فقیر ہرگز ننگے بھوکے ہونے کی تکلیف نہ اٹھائیں گے مگر مال داروں کے ہاتھوں، سُن لو! ایسے تونگروں سے اللہ تعالیٰ سخت حساب لے گا اور انھیں دردناک عذاب دے گا۔(16)

حدیث ۱۳: نیز طبرانی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: قیامت کے دن تونگروں کے لیے محتاجوں کے ہاتھوں سے خرابی ہے۔ محتاج عرض کریں گے، ہمارے حقوق جو تُو نے اُن پر فرض کیے تھے، انہوں نے ظلماً نہ دیے، اللہ عزوجل فرمائے گا: مجھے قسم ہے اپنی عزّت وجلال کی کہ تمھیں اپنا قُرب عطا کروں گا اور انھیں دُور رکھوں گا۔(17)

حدیث ۱۴: ابن خزیمہ و ابن حبان اپنی صحیح میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: دوزخ میں سب سے پہلے تین شخص جائیں گے، اُن میں ایک وہ تونگر ہے کہ اپنے مال میں اللہ عزوجل کا حق ادا نہیں کرتا۔(18)

حدیث ۱۵: امام احمد مسند میں عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: کہ اللہ عزوجل نے اسلام میں چار چیزیں فرض کی ہیں، جو ان میں سے تین ادا کرے، وہ اُسے کچھ کام نہ دیں گی جب تک پوری چاروں نہ بجالائے۔ نماز، زکاۃ، روزہ رمضان، حج بیت اللہ۔(19)

حدیث ۱۶: طبرانی کبیر میں بسند صحیح راوی، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہمیں حکم دیا گیا کہ

(14) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فی الکنازین للاموال والتغلیظ علیھم، الحدیث: (۹۹۲)، ص۴۹۷

(15) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فی الکنازین للاموال والتغلیظ علیھم، الحدیث: ۳۵۔(۹۹۲)، ص۴۹۸

(16) الترغیب والترہیب، کتاب الصدقات، الحدیث: ۵، ج۱، ص۳۰۶

والمعجم الاوسط، الحدیث: ۳۵۷۹، ج۲، ص۳۷۴۔۳۷۵

(17) المعجم الاوسط، باب العین، الحدیث: ۴۸۱۳، ج۳، ص۳۴۹

(18) صحیح ابن خزیمۃ، کتاب الزکاۃ، باب ذکر ادخال مانع الزکاۃ النار الخ، الحدیث: ۲۲۴۹، ج۴، ص۸

(19) المسند، حدیث زیاد بن نعیم، الحدیث: ۱۷۸۰۴، ج۶، ص۲۳۶ الترغیب والترہیب، الحدیث: ۱۴، ج۱، ص۳۰۸

نماز پڑھیں اور زکاۃ دیں اور جو زکاۃ نہ دے، اس کی نماز قبول نہیں۔ (20)

حدیث ۱۷: صحیحین و مسند احمد و سنن ترمذی میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا اور بندہ کسی کا قصور معاف کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت ہی بڑھائے گا اور جو اللہ (عزوجل) کے لیے تواضع کرے، اللہ (عزوجل) اسے بلند فرمائے گا۔ (21)

حدیث ۱۸: بخاری و مسلم انھیں سے راوی فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: جو شخص اللہ (عزوجل) کی راہ میں جوڑا خرچ کرے، وہ جنت کے سب دروازوں سے بلایا جائے گا اور جنت کے کئی دروازے ہیں، جو نمازی ہے دروازہ نماز سے بلایا جائے گا، جو اہل جہاد سے ہے دروازہ جہاد سے بلایا جائے گا اور جو اہل صدقہ سے ہے دروازہ صدقہ سے بلایا جائے گا، جو روزہ دار ہے باب الرّیان سے بلایا جائے گا۔ صدیق اکبر نے عرض کی، اس کی تو کچھ ضرورت نہیں کہ ہر دروازے سے بلایا جائے (یعنی مقصود دخول جنت ہے، وہ ایک دروازہ سے حاصل ہے) مگر کوئی ہے ایسا جو سب دروازوں سے بلایا جائے؟ فرمایا: ہاں اور میں اُمید کرتا ہوں کہ تم اُن میں سے ہو۔ (22)

---

(20) المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۰۰۹۵، ج ۱۰، ص ۱۰۳

(21) صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والادب، باب استحباب العفو والتواضع، الحدیث: ۲۵۸۸، ص ۱۳۹۷

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱ـ بلکہ مال بڑھاتی ہے زکوۃ دینے والے کی زکوۃ ہر سال بڑھتی ہی رہتی ہے۔ تجربہ ہے جو کسان کھیت میں بیج پھینک آتا ہے وہ بظاہر بوریاں خالی کر لیتا ہے لیکن حقیقت میں مع اضافہ کے بھر لیتا ہے، گھر کی رکھی بوریاں چوہے، سسری وغیرہ آفات سے ہلاک ہو جاتی ہیں یا یہ مطلب ہے کہ جس مال میں سے صدقہ نکلتا رہے اس میں سے خرچ کرتے رہو ان شاء اللہ بڑھتا ہی رہے گا، کنوئیں کا پانی بھرے جاؤ تو بڑھے ہی جائے گا۔

۲ـ یعنی جو بدلہ پر قادر ہو پھر مجرم کو معافی دے دے تو اس سے مجرم کے دل میں اس کی اطاعت اور محبت پیدا ہو جاتی ہے اور اگر بدلہ لیا جائے تو اس کے دل میں بھی انتقام کی آگ بھڑک جاتی ہے۔ فتح مکہ کے دن کی عام معافی سے سارے کفار مسلمان ہو کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع فرمان ہو گئے، معافی سے دلوں پر قبضے ہو جاتے ہیں مگر معافی اپنے حقوق میں چاہیئے نہ کہ شرعی حقوق میں۔ قومی ملکی، دینی مجرموں کو کبھی معاف نہ کرو اپنے مجرم کو معاف کردو۔

۳ـ انکساری جو خودداری کے ساتھ ہو وہ بڑی بہتر ہے اس کا انجام بلندئ درجات ہے مگر بے غیرتی کی انکساری انکساری نہیں بلکہ احساس پستی ہے، جہاد میں کفار کے مقابل فخر کرنا عبادت ہے، مسلمان بھائی کے سامنے جھکنا ثواب "اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ"۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۱۵)

(22) صحیح البخاري، کتاب فضائل أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۳۶۶۶، ج ۲، ص ۵۲۰

←

حدیث ۱۹: بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و ابن خزیمہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور اقدس

والمسند للامام أحمد بن حنبل، مسند أبي ہریرۃ، الحدیث: ۷۶۳۷، ج ۳، ص ۹۳

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا ۔ یعنی ایک جنس کی دو چیزیں جیسے دو پیسے دو روپے دو کپڑے دو روٹیاں وغیرہ۔ لفظ زوج دو کے مجموعہ کو بھی کہتے ہیں اور دو میں سے ہر ایک کو بھی جیسے خاوند بیوی کو زوجین کہتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "مِن كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ"۔ اور ممکن ہے کہ زوجین سے مراد بار بار صدقہ یا دن رات میں صدقہ یا علانیہ اور خفیہ صدقہ مراد ہو۔ مرقات نے فرمایا ہوسکتا ہے کہ صدقہ سے ساری نیکیاں مراد ہوں دو روزے دو رکعت نماز وغیرہ کیونکہ فقیر کے لیے نفلی نماز و روزہ ایسا ہے جیسے امیر کے لیے خیرات۔

۲ ۔ یعنی باب الصدقہ سے یہاں احد پوشیدہ ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ صرف صدقہ کی وجہ سے جہاد وغیرہ کے دروازوں سے کیوں بلایا گیا۔ (مرقات) اور ہوسکتا ہے کہ بہت زیادہ خیرات کرنے والے کو ہر دروازہ سے جانے کا حق ہو اظہار عزت کے لیے۔

۳ ۔ یعنی جس پر جو عبادت غالب ہوگی وہ جنت کے اسی دروازے سے جائے گا۔ عبادت کے غالب ہونے سے مراد نوافل کی زیادتی ہے مثلاً جو شخص نماز فقط فرض و واجب ہی ادا کرتا ہے مگر جہاد کا بہت شوقین ہے ہمیشہ جہاد یا اس کی تیاری میں مشغول رہتا ہے تو وہ جہاد کے راستے سے جنت میں جائے گا۔ ریان رَیٌّ سے بنا جس کے معنے ہیں سرسبزی، سیرابی اور شادابی، چونکہ روزہ دار دنیا میں بحالت روزہ خشک لب، تشنہ دہن رہا اس لیے اس کے واسطے ایسا دروازہ تجویز ہوا جو تشنہ لبی کا عوض ہوجائے۔

۴ ۔ یعنی جنت میں داخلے کے لیے ایک دروازہ سے بلایا جانا ہی کافی ہے ہر طرف سے پکار پڑنے کی ضرورت نہیں مگر اس پکار میں اس کی عزت افزائی ضرور ہے کہ ہر دروازہ کے دربان چاہیں کہ یہ جنتی ہمارے دروازے سے جائے اور ہمیں شرف خدمت نصیب ہو۔ اس جملہ میں مَا نافیہ ہے اور مِنْ ضَرُوْرَةٍ کی مِنْ زائدہ اور ضَرُوْرَةٍ مَا کا اسم، اَعْلٰی مَنْ دُعِيَ الخ اس کی خبر۔

۵ ۔ یعنی جو شخص ساری عبادات میں اول نمبر ہوگا وہ ان سارے دروازوں سے بلایا جائے گا کہ ہر طرف اس کے نام کی دھوم مچ جائے گی اور چونکہ اے صدیق تم ساری ہی نیکیوں میں طاق ہو لہذا تم بھی ان ہی میں سے ہوگے۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ علم و عمل میں بعد انبیاء ساری خلق سے افضل ہیں کہ رب تعالیٰ نے انہیں اَتْقٰی فرمایا یعنی بڑا ہی پرہیز گار "وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِيْ" اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں صدیق اکبر کو امام بنایا، امام بڑے عالم ہی کو بنایا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عام نیکیوں میں سب سے بڑھ کر ہیں اور رب تعالیٰ نے بعض خاص نیکیاں آپ کو ایسی عطا فرمائیں جن میں آپ کا کوئی شریک نہیں جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کندھے پر غار ثور تک لے جانا، اپنے زانو پر سلانا، اپنے کو سانپ سے کٹوانا وغیرہ۔ جب قرآن کریم کی رحل باقی لکڑیوں سے افضل ہے تو جس کا زانو قرآن کریم والے کی رحل بنے وہ تمام خلق سے افضل ہوگا۔ دوسرے یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کے ہر دنیوی اخروی حال سے واقف ہیں حتی کہ جانتے ہیں کون جنت میں کہاں جائیگا اور کس دروازہ سے جائے گا، صحابہ کا یہی عقیدہ تھا ورنہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کیوں پوچھتے۔ خیال رہے کہ کریموں کا امید دلانا یقین کے لیے ہوتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ"۔ الفاظ حدیث سے معلوم ہورہا ہے کہ ←

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو شخص کھجور برابر حلال کمائی سے صدقہ کرے اور اللہ (عزوجل) نہیں قبول فرماتا مگر حلال کو، تو اسے اللہ تعالیٰ دستِ راست سے قبول فرماتا ہے پھر اسے اُس کے مالک کے لیے پرورش کرتا ہے، جیسے تم میں کوئی اپنے بچھیرے کی تربیت کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ صدقہ پہاڑ برابر ہو جاتا ہے۔ (23)

حدیث ۲۰ و ۲۱: نسائی و ابن ماجہ اپنی سنن میں و ابن خزیمہ و ابن حبان اپنی صحیح میں اور حاکم نے بافادہ تصحیح ابو ہریرہ و ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور یہ فرمایا: کہ قسم ہے! اُس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اُس کو تین بار فرمایا پھر سر جھکا لیا تو ہم سب نے سر جھکا لیے اور

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ایسے خوش نصیب لوگ بہت ہوں گے جن کے ناموں کی پکار جنت کے تمام دروازں پر پڑے گی، اس جماعت کے امیر صدیق اکبر ہوں گے رضی اللہ عنہ۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۱۶)

(23) صحیح البخاري، کتاب الزکاۃ، باب لاتقبل صدقۃ من غلول، الحدیث: ۱۴۱۰، ج ۱، ص ۴۷۶

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ یعنی معمولی سے معمولی چیز اللہ کی راہ میں دے، عرب شریف میں کھجور معمولی چیز ہے، پھر اس کی قاش تو بہت ہی معمولی ہوئی۔

۲۔ یہ بہت ہی اہم قانون ہے کہ خیرات حلال کمائی سے کی جائے تب ہی قبول ہوگی حتی کہ حج بھی طیب و پاک کمائی سے کرے۔ یہاں دو قاعدے یاد رکھنا چاہئیں: ایک یہ کہ مال مخلوط سے اجرت، صدقہ، دعوت وغیرہ لینا جائز ہے، دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے ہاں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب کے ہاں پرورش پائی جن کا مال مخلوط تھا، اگر اس مال پر حرام کے احکام جاری ہوتے تو رب تعالیٰ اپنے ان محبوبوں کو وہاں پرورش نہ کراتا۔ دوسرا یہ کہ مال حرام دو قسم کا ہے: ایک وہ جو انسان کی ملکیت میں آتا ہی نہیں جیسے زنا کی اجرت، سود کا پیسہ اور بیع باطل کے معاوضے سور شراب وغیرہ کی قیمتیں۔ دوسرا وہ کہ مالک کی ملک میں آجاتا ہے اگرچہ مالک اس کاروبار پر گنہگار ہوتا ہے جیسے بیع بالشرط وغیرہ تمام فاسد بیعوں کی قیمت اور ناجائز پیشوں (گانے، بجانے، داڑھی مونڈنے وغیرہ) کی اجرت۔ پہلی قسم کا حرام کسی کے قبضہ میں پہنچے حرام ہی رہے گا کیونکہ پہلا شخص ہی اس کا مالک نہ بنا اور دوسری قسم کا حرام دوسرے کی ملک میں پہنچ کر اس کے لیے حلال ہوگا۔ وہ جو فقہاء فرماتے ہیں کہ جس کے پاس حرام یا مشکوک پیسہ ہو وہ دوسرے سے قرض لے کر حج یا صدقہ کرے اور اپنے مال سے وہ قرض ادا کردے اس سے مراد یہی آخری حرام ہے کیونکہ ملک بدلنے سے حکم بدل جاتا ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَھَا صَدَقَةٌ وَلَنَا ھَدِیَّةٌ۔

۳۔ داہنے ہاتھ میں قبول کرنے سے مراد راضی ہو کر قبول فرماتا ہے اور مطلب یہ ہے کہ مال و نیت خیر کا صدقہ رضائے الٰہی کا باعث ہے اور وہ صدقہ کے وقت سے لے کر قیامت تک بھاری ہوتا رہے گا حتی کہ میزان میں سارے گناہوں پر غالب آجائے گا جیسے اچھی زمین میں بوئی ہوئی ادرک آلو وغیرہ۔ اس حدیث کی تائید اس آیت سے ہے "یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ"۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۱۴)

رونے لگے، یہ نہیں معلوم کہ کس چیز پر قسم کھائی۔ پھر حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے سر مبارک اُٹھالیا اور چہرہ اقدس میں خوشی نمایاں تھی تو ہمیں یہ بات سُرخ اونٹوں سے زیادہ پیاری تھی اور فرمایا: جو بندہ پانچوں نمازیں پڑھتا ہے اور رمضان کا روزہ رکھتا ہے اور زکاۃ دیتا ہے اور ساتوں کبیرہ گناہوں سے بچتا ہے اُس کے لیے جنت کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا کہ سلامتی کے ساتھ داخل ہو۔ (24)

حدیث ۲۲: امام احمد نے بروایت ثقات انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اپنے مال کی زکاۃ نکال، کہ وہ پاک کرنے والی ہے تجھے پاک کر دے گی اور رشتہ داروں سے سلوک کر اور مسکین اور پڑوسی اور سائل کا حق پہچان۔ (25)

حدیث ۲۳: طبرانی نے اوسط و کبیر میں ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: زکاۃ اسلام کا پُل ہے۔ (26)

حدیث ۲۴: طبرانی نے اوسط میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرماتے ہیں: جو میرے لیے چھ چیزوں کی کفالت کرے، میں اُس کے لیے جنت کا ضامن ہوں۔ میں نے عرض کی، وہ کیا ہیں یا رسول اللہ (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرمایا: نماز و زکاۃ و امانت و شرمگاہ و شکم و زبان۔ (27)

حدیث ۲۵: بزار نے علقمہ سے روایت کی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: تمھارے اسلام کا پورا ہونا یہ ہے کہ اپنے اموال کی زکاۃ ادا کرو۔ (28)

حدیث ۲۶: طبرانی نے کبیر میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: جو اللہ و رسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر ایمان لاتا ہے، وہ اپنے مال کی زکاۃ ادا کرے اور جو اللہ و رسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر ایمان لاتا ہے، وہ حق بولے یا سکوت کرے یعنی بُری بات زبان سے نہ نکالے اور جو اللہ و رسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر ایمان لاتا ہے، وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔ (29)

---

(24) سنن النسائی، کتاب الزکاۃ، باب وجوب الزکاۃ، الحدیث: ۲۴۳۵، ص ۳۹۹

(25) المسند للامام أحمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، الحدیث: ۱۲۳۹۷، ج ۴، ص ۲۷۳

(26) المعجم الاوسط، باب المیم، الحدیث: ۸۹۳۷، ج ۶، ص ۳۲۸

(27) المعجم الاوسط، باب الفاء، الحدیث: ۴۹۲۵، ج ۳، ص ۳۹۶

(28) مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب فرض الزکاۃ، الحدیث: ۴۳۲۶، ج ۳، ص ۱۹۸

(29) المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۳۵۶۱، ج ۱۲، ص ۳۲۴

حدیث ۲۷: ابوداود نے حسن بصری سے مرسلاً اور طبرانی وبیہقی نے ایک جماعت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرماتے ہیں: کہ زکاۃ دے کر اپنے مالوں کو مضبوط قلعوں میں کرلو اور اپنے بیماروں کا علاج صدقہ سے کرو اور بلا نازل ہونے پر دُعا وتضرع سے استعانت کرو۔(30)

حدیث ۲۸: ابن خزیمہ اپنی صحیح اور طبرانی اوسط اور حاکم مستدرک میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس نے اپنے مال کی زکاۃ ادا کردی، بیشک اللہ تعالیٰ نے اُس سے شر دُور فرما دیا۔(31)

❁❁❁❁❁

(30) مراسیل أبي داود مع سنن أبي داود، باب في الصائم یصیب أھلہ، ص۸

(31) المعجم الاوسط، باب الالف، الحدیث:۱۵۷۹، ج۱، ص۴۳۱

مسائل فقہیہ

زکاۃ شریعت میں اللہ (عزوجل) کے لیے مال کے ایک حصہ کا جوشرع نے مقرر کیا ہے، مسلمان فقیر کو مالک کر دینا ہے اور وہ فقیر نہ ہاشمی ہو، نہ ہاشمی کا آزاد کردہ غلام اور اپنا نفع اُس سے بالکل جدا کر لے۔(1)

مسئلہ ۱: زکاۃ فرض ہے، اُس کا منکر کافر اور نہ دینے والا فاسق اور قتل کا مستحق اور ادا میں تاخیر کرنے والا گنہگار و مردود الشہادۃ ہے۔(2)

---

(1) تنویر الابصار، کتاب الزکاۃ، ج۳، ص ۲۰۳۔۲۰۶

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

تنویر الابصار میں ہے: الزکوۃ تملیك جزء مال عینه الشارع من مسلم فقیر غیر ھاشمی ولا مولاہ مع قطع المنفعة عن المملك من کل وجه للہ تعالی. ۲؎ (۲؎ درمختار کتاب الزکوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۹)

زکوۃ شارع کی مقرر کردہ حصہ کا فقط رضائے الٰہی کے لئے کسی مسلمان فقیر کو اس طرح مالک بنانا کہ ہر طرح سے مالک نے اس شے سے نفع حاصل نہ کرنا ہو بشرطیکہ وہ مسلمان ہاشمی نہ ہو اور نہ ہی اس کا مولیٰ ہو۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۶۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

زکوۃ کو زکوۃ کہنے کی وجہ

زکوۃ کا لغوی معنی طہارت، افزائش (یعنی اضافہ اور برکت) ہے۔ چونکہ زکوۃ بقیہ مال کے لئے معنوی طور پر طہارت اور افزائش کا سبب بنتی ہے اسی لئے اسے زکوۃ کہا جاتا ہے۔ (الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، ج ۳، ص ۲۰۳ ملخصاً)

(2) زکوۃ کی فرضیت کا منکر کافر ہے

زکوۃ کی فرضیت قطعی ہے، اس کا منکر کافر اور نہ دینے والا فاسق اور قتل کا مستحق اور ادا میں تاخیر کرنے والا گنہگار اور مردود الشہادۃ ہے۔

چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں،

یکفر جاحدھا ویقتل مانعھا ھکذا فی محیط السرخسی. ۱؎

(الفتاوی الھندیۃ المعروف بعالمکیریۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول فی تفسیرھا وصفتھا وشرائطھا، ج ۱، ص ۱۷۰)

یعنی، زکوۃ کی فرضیت کا منکر کافر ہے اور نہ دینے والا قتل کا مستحق ہے۔

شیخ شمس الدین تمرتاشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

فیاثم بتأخیرھا وترد شھادته ۲؎ (تنویر الابصار مع الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، ج ۳، ص ۲۲۷، دار المعرفۃ بیروت)

یعنی زکوۃ کی ادائیگی میں (بلا عذر) تاخیر کرنے والا گناہ گار اور مردود الشہادۃ ہے۔

مسئلہ ۲: مباح کر دینے سے زکاۃ ادا نہ ہوگی، مثلاً فقیر کو بہ نیت زکاۃ کھانا کھلا دیا زکاۃ ادا نہ ہوئی کہ مالک کر دینا نہیں پایا گیا، ہاں اگر کھانا دے دیا کہ چاہے کھائے یا لے جائے تو ادا ہوگئی۔ یوہیں بہ نیت زکاۃ فقیر کو کپڑا دے دیا یا پہنا دیا ادا ہوگئی۔(3)

مسئلہ ۳: فقیر کو بہ نیت زکاۃ مکان رہنے کو دیا زکاۃ ادا نہ ہوئی کہ مال کا کوئی حصہ اسے نہ دیا بلکہ منفعت کا مالک کیا۔(4)

---

(3) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: عوض زر زکوۃ کے محتاجوں کو کپڑے بنا دینا، انھیں کھانا دے دینا جائز ہے اور اس سے زکوۃ ادا ہو جائیگی خاص روپیہ ہی دینا واجب نہیں مگر ادائے زکوۃ کے معنی یہ ہیں کہ اس قدر مال کا محتاجوں کو مالک کر دیا جائے اسی واسطے اگر فقراء و مساکین کو مثلاً اپنے گھر بلا کر کھانا پکا کر بطریق دعوت کھلا دیا تو ہرگز زکوۃ ادا نہ ہوگی کہ یہ صورت اباحت ہے نہ کہ تملیک، یعنی مدعو اس طعام کو ملکِ داعی پر کھاتا ہے اور اس کا مالک نہیں ہو جاتا اسی واسطے مہمانوں کو روا نہیں کہ طعامِ دعوت سے بے اذنِ دعوت میزبان گداؤں یا جانوروں کو دے دیں، یا ایک خوان والے دوسرے خوان والے کو اپنے پاس کچھ اٹھا دیں یا بعد فراغ جو باقی بچے اپنے گھر لے جائیں۔ فی الدر المختار لو اطعم یتیما ناویا الزکوۃ لا یجزیه الا اذا دفع الیه المطعوم کما لو کساه ا۔ انتھی قوله کما لو کساه ای کما یجزیه ۲ اھ طحطاوی عن الحلبی وفی الحاشیة الطحطاویة ایضا فی باب المصرف لا یکفی فیھا الاطعام الا بطریق التملیک ولو اطعمه عنده ناویا الزکوۃ لا یکفی ۳ انتھی۔ درمختار میں ہے کہ کسی نے یتیم کو بنیتِ زکوۃ کھانا کھلایا تو زکوۃ ادا نہ ہوگی مگر اس صورت میں جب کھانا اس کے سپرد کر دیا گیا ہو، جیسا کہ اگر اسے لباس پہنا دیا گیا ہو انتھی قوله کما لو کساه یعنی اس صورت میں بھی زکوۃ ادا ہو جائیگی اھ طحطاوی عن الحلبی اور حاشیہ طحطاویہ کے باب المصرف میں یہ بھی ہے کہ کھانا کھلا دینا کافی نہیں البتہ اگر مالک کر دے تو پھر کافی ہے، اور اگر کسی نے نیتِ زکوۃ سے کھانا کھلایا تو کافی نہ ہوگا انتھی۔ (۱۔ درمختار کتاب الزکوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۹) (۲۔ حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الزکوۃ دار المعرفۃ بیروت ۱/۳۸۸) (۳۔ حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار باب المصرف دار المعرفۃ بیروت ۱/۴۲۵)

ہاں اگر صاحبِ زکوۃ نے کھانا خام خواہ پختہ مستحقین کے گھر بھجوا دیا یا اپنے ہی گھر کھلایا مگر بتصریح پہلے مالک کر دیا تو زکوۃ ادا ہو جائیگی، فان العبرة للتملیک ولا مدخل فیه لا کله فی بیت المزکی او ارساله الی بیوت المستحقین وما ذکره الطحطاوی محمول علی الدعوة المعروفة فانھا المتبادرة منه وانھا لا تکون الا علی سبیل الاباحة، والله تعالیٰ اعلم۔ کیونکہ اعتبار تملیک کا ہے اس میں اس کا کوئی دخل نہیں کہ زکوۃ دینے والے کی گھر کھانا کھایا یا مستحق لوگوں کے گھر بھیج دیا ہو۔ اور جو طحطاوی نے ذکر کیا وہ دعوتِ معروفہ پر محمول ہے کیونکہ اس سے متبادر ہے کہ یہ دعوت بطور تملیک نہیں ہوتی بلکہ بطور اباحت ہوتی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۷۱۔ ۷۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(4) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: ←

مسئلہ ۴: مالک کرنے میں یہ بھی ضروری ہے کہ ایسے کو دے جو قبضہ کرنا جانتا ہو، یعنی ایسا نہ ہو کہ پھینک دے یا دھوکہ کھائے ورنہ ادا نہ ہوگی، مثلاً نہایت چھوٹے بچہ یا پاگل کو دینا اور اگر بچہ کو اتنی عقل نہ ہو تو اُس کی طرف سے اس کا باپ جو فقیر ہو یا وصی یا جس کی نگرانی میں ہے قبضہ کریں۔(5)

مسئلہ ۵: زکاۃ واجب ہونے کے لیے چند شرطیں ہیں:

(۱) مسلمان ہونا۔

کافر پر زکاۃ واجب نہیں یعنی اگر کوئی کافر مسلمان ہوا تو اُسے یہ حکم نہیں دیا جائے گا کہ زمانہ کفر کی زکاۃ ادا کرے۔(6) معاذ اللہ کوئی مرتد ہوگیا تو زمانہ اسلام میں جو زکاۃ نہیں دی تھی ساقط ہوگئی۔(7)

مسئلہ ۶: کافر دارالحرب میں مسلمان ہوا اور وہیں چند برس تک اقامت کی پھر دارالاسلام میں آیا، اگر اس کو معلوم تھا کہ مالدار مسلمان پر زکاۃ واجب ہے، تو اُس زمانہ کی زکاۃ واجب ہے ورنہ نہیں اور اگر دارالاسلام میں مسلمان ہوا اور چند سال کی زکاۃ نہیں دی تو ان کی زکاۃ واجب ہے، اگرچہ کہتا ہو کہ مجھے فرضیت زکاۃ کا علم نہیں کہ دارالاسلام میں جہل

اوما علمت ان مولی الغزی لما قال ان الزکوٰۃ تملیک ۳؎ الخ قال المحقق العلائی خرج الاباحۃ ۴؎ اوما عرفت ان الامام صدر الشریعۃ لما قال فی النقایۃ تصرف تملیک ۵؎ یعنی الزکوٰۃ قال العلامۃ الشمس محمد فی شرحھا فیہ اشارۃ الی انہ لایجوز صرف الاباحۃ ۱؎ الخ (۳؎ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۹)
(۴؎ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۹) (۵؎ مختصر الوقایہ فی مسائل الہدایۃ فصل مصرف الزکوٰۃ نور محمد کارخانہ کتب کراچی ص ۴۷) (۱؎ جامع الرموز کتاب الزکوٰۃ مصرف الزکوٰۃ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۲/۳۲۸)

امام غزی نے فرمایا: الزکوٰۃ تملیک۔ زکوٰۃ میں فقیر کو مالک بنانا ضروری ہے۔

علامہ علائی فرماتے ہیں: اس سے اباحت نکل گئی امام صدر الشریعۃ نے فرمایا: (الزکوٰۃ) تصرف تملیکا زکوٰۃ تملیک کے طور پر خرچ کی جائے گی، علامہ شمس محمد نے اس کی شرح میں کہا: اس میں اشارہ ہے کہ زکوٰۃ کو کسی کے لئے مباح کیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی

(فتاوی رضویہ، جلد ۲۰، ص ۱۴۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(5) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الزکاۃ، ج ۳، ص ۲۰۴

(6) رد المحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب في احکام المعتوہ، ج ۳، ص ۲۰۷

علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نسفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۷۱۰ھ فرماتے ہیں:

شرط وجوبھا العقل والبلوغ والاسلام والحریۃ وملك نصاب حولی فارغ عن الدین وحاجتہ الاصلیۃ نام ولو تقدیراً۔ ۲؎ (کنز الدقائق مع البحر الرائق، کتاب الزکاۃ، ج ۲، ص ۳۵۳۔۳۵۵)

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۷۱

عذر نہیں۔(8)

(۲) بلوغ۔

(۳) عقل، نابالغ پر زکاۃ واجب نہیں اور جنون اگر پورے سال کو گھیر لے تو زکاۃ واجب نہیں اور اگر سال کے اوّل آخر میں افاقہ ہوتا ہے، اگرچہ باقی زمانہ جنون میں گذرتا ہے تو واجب ہے، اور جنون اگر اصلی ہو یعنی جنون ہی کی حالت میں بلوغ ہوا تو اس کا سال ہوش آنے سے شروع ہوگا۔ یوہیں اگر عارضی ہے مگر پورے سال کو گھیر لیا تو جب افاقہ ہوگا اس وقت سے سال کی ابتدا ہوگی۔(9)

مسئلہ ۷: بوہرے پر زکاۃ واجب نہیں، جب کہ اسی حالت میں پورا سال گزرے اور اگر کبھی کبھی اُسے افاقہ بھی ہوتا ہے تو واجب ہے۔ جس پر غشی طاری ہوئی اس پر زکاۃ واجب ہے، اگرچہ غشی کامل سال بھر تک ہو۔(10)

(۴) آزاد ہونا۔

غلام پر زکاۃ واجب نہیں، اگرچہ ماذون ہو (یعنی اس کے مالک نے تجارت کی اجازت دی ہو) یا مکاتب (11) یا ام ولد (12) یا مُستسعیٰ (یعنی غلام مشترک جس کو ایک شریک نے آزاد کر دیا اور چونکہ وہ مالدار نہیں ہے، اس وجہ سے باقی شریکوں کے حصے کما کر پورے کرنے کا اُسے حکم دیا گیا)۔(13)

---

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج۱، ص۱۷۱، وغیرہ

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج۱، ص۱۷۲

وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب فی احکام المعتوہ، ج۳، ص۲۰۷

(10) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب فی احکام المعتوہ، ج۳، ص۲۰۷

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج۱، ص۱۷۲

(11) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: مولیٰ نے اپنے غلام سے کہا میں نے تجھے مال پر مکاتب کیا یا اتنا مال مقرر کیا کہ مال لا دے تو آزاد ہو۔ اور غلام نے قبول کرلیا۔ اسے عقد کتابت کہتے ہیں اور اس غلام کو مکاتب۔ اور جو کہا تو میرے بعد آزاد ہے تو یہ مدبر ہوا، اور جو کنیز اپنے مولیٰ کے نطفے سے بچہ جنے وہ ام ولد ہے، ان سب کی غلامی میں ایک طرح کا فرق آ جاتا ہے پر حج فرض ہونے کو پوری حریت درکار ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص۶۷۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(12) یعنی وہ لونڈی جس کے بچہ پیدا ہوا اور مولی نے اقرار کیا کہ یہ میرا بچہ ہے۔

تفصیلی معلومات کے لئے بہار شریعت حصہ ۹ میں مدبر، مکاتب اور ام ولد کا بیان ملاحظہ فرمائیں۔

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج۱، ص۱۷۱، وغیرہ

مسئلہ ۸: ماذون غلام نے جو کچھ کمایا ہے اس کی زکاۃ نہ اُس پر ہے نہ اُس کے مالک پر، ہاں جب مالک کو دے دیا تو اب ان برسوں کی بھی زکاۃ مالک ادا کرے، جب کہ غلام ماذون دَین میں مستغرق نہ ہو، ورنہ اس کی کمائی پر مطلقاً زکاۃ واجب نہیں، نہ مالک کے قبضہ کرنے کے پہلے نہ بعد۔(14)

مسئلہ ۹: مکاتب نے جو کچھ کمایا اس کی زکاۃ واجب نہیں نہ اس پر نہ اس کے مالک پر، جب مالک کو دے دے اور سال گذر جائے، اب بشرائط زکاۃ مالک پر واجب ہوگی اور گذشتہ برسوں کی واجب نہیں۔(15)

(۵) مال بقدر نصاب اُس کی مِلک میں ہونا، اگر نصاب سے کم ہے تو زکاۃ واجب نہ ہوئی۔(16)

(۶) پورے طور پر اُس کا مالک ہو یعنی اس پر قابض بھی ہو۔(17)

مسئلہ ۱۰: جو مال گم گیا یا دریا میں گر گیا یا کسی نے غصب کر لیا اور اس کے پاس غصب کے گواہ نہ ہوں یا جنگل میں دفن کر دیا تھا اور یہ یاد نہ رہا کہ کہاں دفن کیا تھا یا انجان کے پاس امانت رکھی تھی اور یہ یاد نہ رہا کہ وہ کون ہے یا مدیُون نے دَین سے انکار کر دیا اور اُس کے پاس گواہ نہیں پھر یہ اموال مل گئے، تو جب تک نہ ملے تھے، اُس زمانہ کی زکاۃ واجب نہیں۔(18)

مسئلہ ۱۱: اگر دین ایسے پر ہے جو اس کا اقرار کرتا ہے مگر ادا میں دیر کرتا ہے یا نادار ہے یا قاضی کے یہاں اس کے مفلس ہونے کا حکم ہو چکا یا وہ منکر ہے، مگر اُس کے پاس گواہ موجود ہیں تو جب مال ملے گا، سالہائے گزشتہ کی بھی

(14) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب فی زکاۃ ثمن المبیع وفاء، ج۳، ص۲۱۴

(15) المرجع السابق

(16) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج۱، ص۱۷۲

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

فی الواقع سونے کا نصاب ساڑھے سات تولے اور چاندی کا ساڑھے باون تولے ہے ان میں سے جو اُس کے پاس ہو اور سال پُورا اس پر گزر جائے اور کھانے پہننے مکان وغیرہ ضروریات سے بچے اور قرض اسے نصاب سے کم نہ کردے تو اُس پر زکوٰۃ فرض ہے اگرچہ پہننے کا زیور ہو زیور پہننا کوئی حاجت اصلیہ نہیں، گھر میں جو آدمی کھانے والے ہوں اس کا لحاظ شریعت مطہرہ نے پہلے ہی فرمالیا، سال بھر کے کھانے پینے پہننے تمام مصارف سے جو بچا اور سال بھر رہا اُسی کا تو چالیسواں حصہ فرض ہوا ہے اور وہ بھی اس لیے کہ تمھیں آخرت میں بھی عذاب سے نجات ملے جس سے آدمی تمام جہان دے کر چھوٹنے کو غنیمت سمجھے اور دُنیا میں تمھارے مال میں ترقی ہو برکت ہو یہ خیال کرنا کہ زکوٰۃ سے مال گھٹے گا ہر ضعف ایمان ہے۔(فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص۱۲۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(17) المرجع السابق

(18) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، ج۳، ص۲۱۸

زکاۃ واجب ہے۔(19)

مسئلہ ۱۲: چرائی کا جانور اگر کسی نے غصب کیا، اگرچہ وہ اقرار کرتا ہو تو ملنے کے بعد بھی اس زمانہ کی زکاۃ واجب نہیں۔(20)

مسئلہ ۱۳: غصب کیے ہوئے کی زکاۃ غاصب پر واجب نہیں کہ یہ اس کا مال ہی نہیں، بلکہ غاصب پر یہ واجب ہے کہ جس کا مال ہے اُسے واپس دے اور اگر غاصب نے اُس مال کو اپنے مال میں خلط کر دیا کہ تمیز ناممکن ہو اور اس کا اپنا مال بقدر نصاب ہے تو مجموع پر زکاۃ واجب ہے۔(21)

مسئلہ ۱۴: ایک نے دوسرے کے مثلاً ہزار روپے غصب کر لیے پھر وہی روپے اُس سے کسی اور نے غصب کر کے خرچ کر ڈالے اور ان دونوں غاصبوں کے پاس ہزار ہزار روپے اپنی ملک کے ہیں تو غاصب اوّل پر زکاۃ واجب ہے دوسرے پر نہیں۔(22)

مسئلہ ۱۵: شے مرہون (جو چیز گروی رکھی گئی ہے) کی زکاۃ نہ مرتہن (جس کے پاس چیز گروی رکھی گئی ہو) پر ہے، نہ راہن (گروی رکھنے والا) پر، مرتہن تو مالک ہی نہیں اور راہن کی ملک تام نہیں کہ اس کے قبضہ میں نہیں اور بعد رہن چھڑانے کے بھی ان برسوں کی زکاۃ واجب نہیں۔(23)

---

(19) تنویر الابصار، کتاب الزکاۃ، ج ۳، ص ۲۱۹

(20) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الزکاۃ، ج ۱، ص ۱۲۴

(21) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب فیما لو صادر السلطان رجلا الخ، ج ۳، ص ۲۵۹

(22) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۷۳

(23) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

ان برسوں کی زکوٰۃ واجب نہیں کہ جو مال رہن رکھا ہے اس پر اپنا قبضہ نہیں، نہ اپنے نائب کا قبضہ ہے، بحر الرائق میں ہے:

اطلق الملك فانصرف الى الكامل وهو المملوك رقبة ويدا فلا يجب على المشترى فيما اشتراه للتجارة قبل القبض كذا فى غاية البيان ولا يلزم عليه ابن السبيل لان يد نائب كيده كذا فى معراج الدراية ومن موانع الوجوب الرهن اذا كان فى يد المرتهن لعدم ملك اليد بخلاف العشر حيث يجب فيه كذا فى العناية اھ ملخصاً۔

ملک کا ذکر مطلق کیا ہے لہذا اس سے ملکیت کاملہ مراد ہوگی اور وہ رقبۃً اور یداً دونوں طرح مملوک ہونا ہے لہذا مشتری پر قبض سے پہلے اس شئ پر زکوٰۃ نہ ہوگی جو اس نے بطور تجارت خریدی، غایۃ البیان میں اسی طرح ہے۔ اس پر مسافر کے ساتھ اعتراض لازم نہیں آتا کیونکہ اس کے نائب کا قبضہ اسکے اپنے قبضے کی طرح ہے، معراج الدرایہ میں ایسے ہی ہے۔ اور موانع وجوب میں رہن بھی ہے جبکہ وہ مرتہن کے قبضہ میں ہو کیونکہ اس صورت میں ملکیت نہیں بخلاف عشر کے، وہاں واجب ہے، العنایہ اھ مختصراً۔ (ا۔ بحر الرائق کتاب الزکوۃ ایچ ایم سعید کراچی ۲ / ۲۰۳) ←

مسئلہ ۱۶: جو مال تجارت کے لیے خریدا اور سال بھر تک اس پر قبضہ نہ کیا تو قبضہ کے قبل مشتری پر زکاۃ واجب نہیں اور قبضہ کے بعد اس سال کی بھی زکاۃ واجب ہے۔(24)

(۷) نصاب کا دَین سے فارغ ہونا۔

مسئلہ ۱۷: نصاب کا مالک ہے مگر اس پر دَین ہے کہ ادا کرنے کے بعد نصاب نہیں رہتی تو زکاۃ واجب نہیں، خواہ وہ دَین بندہ کا ہو، جیسے قرض، زرثمن (خریدی گئی چیز کے دام) کسی چیز کا تاوان یا اللہ عزوجل کا دَین ہو، جیسے زکاۃ، خراج مثلاً کوئی شخص صرف ایک نصاب کا مالک ہے اور دو سال گذر گئے کہ زکاۃ نہیں دی تو صرف پہلے سال کی زکاۃ واجب ہے دوسرے سال کی نہیں کہ پہلے سال کی زکاۃ اس پر دَین ہے اس کے نکالنے کے بعد نصاب باقی نہیں رہتی، لہٰذا دوسرے سال کی زکاۃ واجب نہیں۔ یوہیں اگر تین سال گذر گئے، مگر تیسرے میں ایک دن باقی تھا کہ پانچ درم اور حاصل ہوئے جب بھی پہلے ہی سال کی زکاۃ واجب ہے کہ دوسرے اور تیسرے سال میں زکاۃ نکالنے کے بعد نصاب باقی نہیں، ہاں جس دن کہ وہ پانچ درم حاصل ہوئے اس دن سے ایک سال تک اگر نصاب باقی رہ جائے تو اب اس سال کے پورے ہونے پر زکاۃ واجب ہوگی۔ یوہیں اگر نصاب کا مالک تھا اور سال تمام پر زکاۃ نہ دی پھر سارے مال کو ہلاک کر دیا پھر اور مال حاصل کیا کہ یہ بقدر نصاب ہے، مگر سال اوّل کی زکاۃ جو اس کے ذمہ دَین ہے اس میں سے نکالیں تو نصاب باقی نہیں رہتی تو اس نئے سال کی زکاۃ واجب نہیں اور اگر اُس پہلے مال کو اُس نے قصداً ہلاک نہ کیا، بلکہ بلا قصد ہلاک ہوگیا تو اُس کی زکاۃ جاتی رہی، لہٰذا اس کی زکاۃ دَین نہیں تو اس صورت میں اس نئے سال کی زکاۃ

درمختار میں ہے: ولا فی مرهون بعد قبضه [۲]۔ (قبضہ کے بعد مرہونہ شئی میں زکوٰۃ نہیں۔ ت)

(۲؎ درمختار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۹)

طحطاوی میں ہے:

ای علی المرتهن لعدم الملك ولا علی الراهن لعدم الید واذا استرده الراهن لایزکی من السنین الماضیة وهو معنی قول الشارح بعد قبضه ویدل علیه قول البحر ومن موانع الوجوب الرهن اه حلبی وظاهره ولو كان الرهن ازید من الدین اه [۳] والله تعالیٰ اعلم۔ (۳؎ حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الزکوٰۃ دار المعرفۃ بیروت ۹۲-۳۹۱)

یعنی مرتہن پر زکوٰۃ اس لیے نہیں کہ وہاں ملکیت نہیں، نہ ہی راہن پر ہے کیونکہ اس کا قبضہ نہیں جب راہن اس شئی کو واپس لے گا تو گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ نہیں دے گا، شارح کے قول قبضہ کے بعد کا یہی معنیٰ ہے اور اس پر بحر کی یہ عبارت دال ہے، موانع وجوب میں سے رہن ہے اھ حلبی، اس کا ظاہر بتا رہا ہے کہ اگرچہ رہن قرض سے زائد ہو اھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۱۴۶۔۱۴۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(24) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب فی زکاۃ ثمن المبیع وفاء، ج ۳، ص ۲۱۵

واجب ہے۔(25)

مسئلہ ۱۸: اگر خود مدیون (مقروض) نہیں مگر مدیون کا کفیل (مقروض کا ضامن) ہے اور کفالت کے روپے نکالنے کے بعد نصاب باقی نہیں رہتی، زکاۃ واجب نہیں، مثلاً زید کے پاس ہزار روپے ہیں اور عمرو نے کسی سے ہزار قرض لیے اور زید نے اس کی کفالت کی تو زید پر اس صورت میں زکاۃ واجب نہیں کہ زید کے پاس اگرچہ روپے ہیں مگر عمرو کے قرض میں مستغرق ہیں کہ قرض خواہ کو اختیار ہے زید سے مطالبہ کرے اور روپے نہ ملنے پر یہ اختیار ہے کہ زید کو قید کرادے تو یہ روپے دَین میں مستغرق ہیں، لہٰذا زکاۃ واجب نہیں اور اگر عمرو کی دس شخصوں نے کفالت کی اور سب کے پاس ہزار ہزار روپے ہیں جب بھی ان میں کسی پر زکاۃ واجب نہیں کہ قرض خواہ ہر ایک سے مطالبہ کرسکتا ہے اور بصورت نہ ملنے کے جس کو چاہے قید کرادے۔(26)

(25) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج۱،ص ۱۷۲۔۱۷۳

وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب: الفرق بین السبب والشرط والعلۃ، ج۳،ص ۲۱۰

(26) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب: الفرق بین السبب والشرط والعلۃ، ج۳،ص ۲۱۰

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

دین تین ۳ قسم ہے:

اول: قوی یعنی قرض، جس عرف میں دست گردان کہتے ہیں اور تجارتی مال کا ثمن یا کرایہ، مثلاً اُس نے بہ نیت تجارت کچھ مال خرید اوہ قرضوں کسی کے ہاتھ بیچا تو یہ دین جو خریدا پر آیا دینِ قوی ہے، یا کوئی مکان یا دکان یا زمین بہ نیتِ تجارت خریدی تھی اب اسے کسی کے ہاتھ سکونت یا نشست یا زراعت کے لیے کرایہ پر دیا، یہ کرایہ اگر اس پر دین ہوگا تو دینِ قوی ہوگا۔

دوم: متوسط کہ کسی مال غیر تجارتی کا بدل ہو، مثلاً گھر غلہ یا اثاث البیت، یا سواری کا گھوڑا کسی کے ہاتھ بیچا، یونہی اگر کسی پر کوئی دین اپنے مورث کے ترکہ میں ملا تو مذہب قوی پر وہ بھی دین متوسط ہے۔

سوم: ضعیف کہ کسی مال کا بدل نہ ہو، جیسے عورت کا مہر کہ منافع بضع کا عوض ہے، یا وہ دین جو بذریعہ وصیت اسے پہنچا یا بسبب خلع عورت پر لازم آیا، یا مکان زمین کہ بہ نیت تجارت نہ خریدی تھی اُن کا کرایہ چڑھا قسم سوم کے دین پر، جب تک دین رہے اصلاً زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اگرچہ دس برس گزر جائیں، ہاں جس دن سے اس کے قبضہ میں آئے گا شمار زکوٰۃ میں محسوب ہوگا یعنی اس کے سوا اور کوئی نصاب زکوٰۃ اسی کی جنس سے اس کے پاس موجود تھا اس پر سال چل رہا تھا تو جو وصول ہُوا اُس میں ملا لیا جائے گا اور اسی کے سال تمام پر کل کی زکوٰۃ لازم ہوگی، اور اگر ایسا نصاب نہ تھا تو جس دن سے وصول ہُوا اگر بقدرِ نصاب ہے اُسی وقت سے سال شروع ہوا ورنہ کچھ نہیں اور دو قسم سابق میں تجارت دین ہی سال بسال زکوٰۃ واجب ہوتی رہے گی مگر اس ادا کرنا اُسی وقت لازم ہوگا جبکہ اُس کے قبضہ میں دین قوی سے بقدر خمس نصاب یا متوسط سے بقدر کامل نصاب آئیگا یہاں کے روپے میں نصاب کامل ۵۶ روپیہ ہے اور اس کا خمس لہ ۔ ۲۳-۲/۵ پائی، ←

پھر اگر دین کئی سال کے بعد وصول ہو تو ہر سال متقدم کی زکوٰۃ جو اس کے ذمہ دین ہوتی رہی وہ پچھلے سال کے حساب میں اسی وصولی رقم پر ڈالی جائے گی، مثلاً عمرو پر زید کے تین سو درہم شرعی دین قوی تھے، پانچ برس بعد چالیس درہم سے کم وصول ہوئے تو کچھ نہیں اور چالیس ہُوئے تو صرف ایک درہم دینا آئے گا اگر چہ پانچ برس کی زکوٰۃ واجب ہے کہ سال اوّل کی بابت ان چالیس درہم سے ایک درہم دینا آیا یا اب انتالیس رہ گئے کہ خمس نصاب سے کم ہے لہذا باقی برسوں کی بابت ابھی کچھ نہیں، اور اگر تین سو درہم دین متوسط تھے تو جب تک دوسو وصول نہ ہوں کچھ واجب الادا نہیں اور دوسو درہم اگر پانچ برس بعد وصول ہُوئے تو اکیس درہم دینے ہوں گے، سال اول کے پانچ درہم، اب سال دوم میں ما۔ رہ گئے تو۔ کہ خمس سے کم تھے عفو ہو کر ما۔ درہم، سال سوم میں مالہ۔ رہے اب بھی چار درہم، چہارم میں مامعہ، پنجم میں مالعہ، ان پر بھی چار چار، کل لہ۔ درہم واجب الادا ہُوئے، یونہی جب دین قوی سے خمس نصاب اور متوسط سے پُورا نصاب ہوتا جائے گا اسی حساب سے اتنے کی زکوٰۃ سنین گزشتہ کی زکوٰۃ واجب الادا ہوتی جائے گی، اگر کل وصول ہوگا کل کی، پھر دین ہونے کی تاریخ سے سال اول حالت میں مانا جائے گا جبکہ اس سے پہلے اس کی کسی جنس کے نصاب کا سال رواں نہ تھا ورنہ جو دین وسط سال میں اس کا یافتنی ہُوا وہ اسی مال موجود میں ملا کر اس کے سال سے حساب رہے گا مثلاً یکم محرم کو دوسو درہم کا مالک ہوا، یکم رجب کو اس کا کوئی دین قوی یا متوسط کسی پر لازم آیا تو اس دین کا سال بھی یکم محرم سے لیں گے نہ کہ یکم رجب سے، تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

الديون عند الامام ثلثة قوى متوسط ضعيف فتجب زكوتها اذا تم نصابا (بنفسه اوبماعنده ممايتم به) وحال الحول (اى ولو قبل قبضه فى القوى و المتوسط) لكن لا فوراً بل عند قبض اربعين درهما من القوى كقرض وبدل مال تجارت فكلما قبض اربعين درهما يلزمه درهم و عند قبض مائتين من بدل مال لغير تجارة وهو المتوسط كثمن سائمة وعبيد خدمة ويعتبر ما مضى من الحول قبل القبض فى الاصح ومثله ما لو ورث دينا على رجل وعند قبض مائتين مع حولان الحول بعده من ضعيف وهو بدل غير مال كمهر وبدل خلع الا اذا كان عنده ما يضم الى الدين الضعيف (الاولى ان يقول ما يضم الدين الضعيف اليه والحاصل انه اذا قبض منه شيأ وعنده نصاب يضم المقبوض الى النصاب و يزكيه بحوله ولا يشترط له حول بعد القبض) اھ ملخصا۔

امام صاحب کے نزدیک دیون کی تین اقسام ہیں: قوی، متوسط، ضعیف۔ دیون پر زکوٰۃ ہوتی ہے بشرطیکہ وہ خود یا مالک کے پاس موجودہ مال سے مل کر نصاب کو پہنچیں اور ان پر سال گزرا ہوا اگرچہ قوی اور متوسط قبضہ سے پہلے ہو لیکن فوراً نہیں بلکہ قوی میں چالیس دراہم کے قبضہ پر ایک درہم ہوگا جیسا کہ قرض اور بدل مال تجارت میں ہوتا ہے تو جب بھی چالیس درہم پر قابض ہوگا ایک درہم لازم ہوگا، غیر تجارت کے بدلے میں جو دین ہوتا ہے اسے متوسط کہا جاتا ہے اس میں سے دوسو دراہم کے قبضہ کے بعد زکوٰۃ ہوگی مثلاً سائمہ کے قیمت، خدمت والے غلاموں کے قیمت، اصح قول کے مطابق قبضہ سے قبل گزشتہ سالوں کا بھی اعتبار کیا جائیگا، اسی کی مثل وہ صورت ہے جب کوئی دین میں کسی کا وارث بنا، اور ضعیف میں دوسو کے قبضہ کے وقت زکوٰۃ ہوگی بشرطیکہ اسکے بعد سال گزرے اور دین ضعیف غیر مال کا بدل ہوتا ہے ←

مثلاً مہر، بدل خلع، مگر ایسی صورت میں جب دین ضعیف کے ساتھ مالک کے پاس موجود مال ہو تو ملایا جائے (بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ دین ضعیف کو اس مال کے ساتھ ملایا جائے، حاصل یہ ہے کہ اس میں سے جب کسی شئی پر قبضہ ہوا حالانکہ مالک کے پاس نصاب بھی تھا تو اب مقبوض کو نصاب سے ملا کر سال کی زکوٰۃ دی جائے اس میں قبضہ کے بعد سال کا گزرنا شرط نہیں) اھ ملخصاً۔

(۱؎ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ المال مطبع مجتبائی دہلی ۱ /۱۳۶) (ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ المال مصطفی البابی مصر ۲ /۳۸ تا ۴۰)

مزید امن ردالمحتار اقول والاولی فی رسم الضعیف مالیس بدل یشتمل مالیس بدلا اصلا کالدین الموصی بہ فی ردالمحتار عن المحیط اما الدین الموصی بہ فلا یکون نصاباً قبل القبض لان الموصی لہ ملکہ ابتداء من غیر عوض ولا قائم مقام الموصی فی الملک فصار کما لو ملکہ بھبۃ اھ ۲؎ ھذا۔

اضافی عبارت ردالمحتار کی ہے، اقول، ضعیف کی تعریف یُوں کرنا بہتر ہے کہ جو مال کا بدل نہ ہوتا اسے بھی شامل ہوجائے جو اصلاً بدل ہی نہیں مثلاً وہ دین جس کی وصیت کی گئی ہو۔ ردالمحتار میں محیط سے ہے وہ دین جس کی وصیت کی گئی ہو وہ قبض سے پہلے نصاب نہیں بن سکتا کیونکہ موصی لہ بغیر عوض کے ابتداء مالک بن رہا ہے اور یہ ملکیت میں وصیت کرنے والے کا قائم مقام بھی نہیں یہ ایسے ہوگا جیسے وہ ہبہ کا مالک بنا ہوا ہے۔ (۲؎ ردالمحتار باب زکوٰۃ المال دارالکتب العربیہ مصطفی البابی مصر ۲ /۳۹)

وفی الخانیۃ والفتح والبحر واللفظ لقاضی خان اذا اجر دارہ اوعبدہ بمائتی درھم لاتجب الزکوٰۃ مالم یحل الحول بعد القبض فی قول ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالی علیہ فان کانت الدار والعبد للتجارۃ وقبض اربعین درھما بعد الحول کان علیہ درھم بحکم الحول الماضی قبل القبض لان اجرۃ دار التجارۃ وعبد التجارۃ بمنزلۃ ثمن مال التجارۃ فی الصحیح من الروایۃ اھ ۱؎۔

خانیہ، فتح اور بحر میں ہے، اور الفاظ قاضی خاں کے ہیں جب کسی نے دار یا غلام دوسو دراہم کے عوض اجرت پر دیا تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول کے مطابق قبضہ کے بعد سال گزرنے سے پہلے زکوٰۃ لازم نہ ہوگی، اگر دار اور غلام تجارت کے لیے تھے اور سال کے بعد چالیس دراہم پر قبضہ ہوا تو اب ایک درہم لازم اس سال کی وجہ سے ہوا جو قبضہ سے پہلے گزرا ہے کیونکہ صحیح روایت مطابق دار تجارت اور عبد تجارت کی اجرت مال تجارت کے ثمن کی مثل ہوتی ہے اھ (۱؎ فتاوٰی قاضی خاں فصل فی مال التجارۃ نولکشور لکھنؤ ۱ /۱۱۸-۱۱۹)

قلت: فتقدم علی روایۃ انھا من الضعیف اوالوسیط وان مشی علی الاخری فی المحیط و کذلک کون الموروث من المتوسط ھو الرجیح وان جزم فی الھندیۃ عن الزاھدی انہ من الضعیف فقد مرضھا فی الخانیۃ واخر وھکذا اشار الی تضعیفہ فی الفتح والبحر وفی ردالمحتار عن المنتقی رجل لہ ثلثمائۃ ردھم دین حال علیھا ثلثۃ احوال فقبض مائتین عند ابی حنیفۃ یزکی للسنۃ الاولی خمسۃ وللثانیۃ والثالثۃ اربعۃ اربعۃ من مائۃ وستین ولا شئی ولیہ فی الفضل لانہ دون الاربعین اھ ۲؎۔

←

....

قلت: پہلے ایک روایت میں گزرا ہے کہ یہ دین ضعیف یا متوسط سے ہے اگر چہ محیط میں دوسری روایت کو اختیار کیا ہے، اسی طرح مال موروثہ بھی متوسط میں سے ہے اور یہی راجح ہے، اگر چہ ہندیہ میں زاہدی سے اس کے ضعیف ہونے پر جزم کیا ہے، خانیہ میں اسے کمزور قرار دیا ہے۔ اسی طرح فتح اور بحر میں اس کے ضعف کی طرف اشارہ ہے۔ ردالمحتار میں منتقی سے ہے کہ کسی شخص کا تین سو دراہم دین تھا اور اس پر تین سال گزرے تو اس کا دوسو پر قبضہ ہُوا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک پہلے سال پانچ، دوسرے و تیسرے میں ایک سو ساٹھ میں سے، چار چار درہم زکوۃ دے، فضل میں کوئی شئی لازم نہ ہوگی کیونکہ وہ چالیس سے کم ہیں اھ۔

(۲؎ ردالمحتار باب زکوۃ المال مصطفی البابی مصر ۲ /۳۸)

وفی الھندیۃ عن شرح المبسوط للامام السرخسی ان الدین مصروف الی المال الذی فی یدہ الخ ۳؎۔
ہندیہ میں امام سرخسی کی شرح مبسوط سے ہے کہ دین اس مال کی طرف لوٹے گا جس پر قبضہ ہوا الخ

(۳؎ فتاوٰی ہندیۃ کتاب الزکوۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱ /۱۷۳)

وفی ردالمحتار اذا کانت لالف من دین قوی کبدل عروض تجارۃ فان ابتداء الحول ھو حول الاصل الا من حین البیع ولا من حین القبض فاذا قبض منہ نصابا اواربعین درھما زکاہ عما مضی بانیا علی حول الاصل فلو ملک عرضا للتجارۃ ثم بعد نصف الحول باعہ ثم بعد حول و نصف قبض ثمنہ فقد تم علیہ حولان فیزکیھما وقت القبض بلا خلاف اھ ۱؎۔

ردالمحتار میں ہے کہ جب دین قوی مثلاً بدل سامان تجارت، ہزار دراہم ہوں تو سال کی ابتداء حولِ اصل سے ہوگی نہ کہ وقتِ بیع سے اور نہ وقتِ قبضہ سے، تو جب اس نے دین سے نصاب یا چالیس درہم پر قبضہ کیا تو اس سال کا اعتبار کرتے ہُوئے گزشتہ عرصہ کی زکوۃ دے اگر کوئی شخص تجارت کے لیے سامان کا مالک ہُوا پھر اس نے نصف سال کے بعد سامان بیچ ڈالا اور ڈیڑھ سال کے بعد اس کے ثمن پر قبضہ کیا تو اب اس پر دو سال گزر چکے ہیں تو اب بلا اختلاف وقتِ قبض سے اس کی زکوۃ دی جائے گی اھ

(۱؎ ردالمحتار باب وجوب الزکوۃ فی دین المرصد مصطفی البابی مصر ۲ /۳۹)

اقول: وانما خص الکلام بالقوی لان اصلہ من اموال الزکوۃ بخلاف المتوسط فلا حول لاصلہ فلو لم یکن لہ قبلہ نصاب من جنسہ لا یبتدأ الحول الا من حین البیع لانہ بہ صار مال الزکوۃ کما نقلہ ھھنا عن المحیط ولیس یرید ان فی الوسیط لا یبتدأ الا من وقت البیع وان وجد قبلہ نصاب یجانسہ تحت حولان الحول فانہ خلاف مسئلۃ المستفاد والمتفق علیھا عند علمائنا المصرح بھا فی جمیع کتب المذہب متونا وشروحا و فتاوٰی فافہم وتثبت۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اقول: دین کے ساتھ کلام مخصوص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا اصل اموال زکوۃ سے ہوتا ہے بخلاف دین متوسط کہ وہاں اس کے اصل پر سال شرط نہیں ہے اب اگر اس کی جنس سے پہلے نصاب نہ تھا تو اب سال کی ابتداء بیع کے وقت سے ہی ہوگی کیونکہ اس کی وجہ سے ←

مسئلہ ۱۹: جو دَین میعادی ہو وہ مذہب صحیح میں وجوب زکاۃ کا مانع نہیں۔(27)

چونکہ عادۃً دَینِ مہر کا مطالبہ نہیں ہوتا، لہٰذا اگرچہ شوہر کے ذمہ کتنا ہی دَینِ مہر ہو جب وہ مالک نصاب ہے، زکاۃ واجب ہے۔(28) خصوصاً مہر مؤخر جو عام طور پر یہاں رائج ہے جس کی ادا کی کوئی میعاد معیّن نہیں ہوتی، اس کے مطالبہ کا تو عورت کو اختیار ہی نہیں، جب تک موت یا طلاق واقع نہ ہو۔

مسئلہ ۲۰: عورت کا نفقہ شوہر پر دَین نہیں قرار دیا جائے گا جب تک قاضی نے حکم نہ دیا ہو یا دونوں نے باہم کسی مقدار پر تصفیہ نہ کرلیا ہو اور اگر یہ دونوں نہ ہوں تو ساقط ہوجائے گا شوہر پر اس کا دینا واجب نہ ہوگا، لہٰذا مانع زکاۃ نہیں۔ عورت کے علاوہ کسی رشتہ دار کا نفقہ اس وقت دَین ہے جب ایک مہینہ سے کم زمانہ گزرا ہو یا اُس رشتہ دار نے قاضی کے حکم سے قرض لیا اور اگر یہ دونوں باتیں نہیں تو ساقط ہے اور مانع زکاۃ نہیں۔(29)

مسئلہ ۲۱: دَین اس وقت مانع زکاۃ ہے جب زکاۃ واجب ہونے سے پہلے کا ہو اور اگر نصاب پر سال گزرنے کے بعد ہوا تو زکاۃ پر اس دَین کا کچھ اثر نہیں۔(30)

مسئلہ ۲۲: جس دَین کا مطالبہ بندوں کی طرف سے نہ ہو اس کا اس جگہ اعتبار نہیں یعنی وہ مانع زکاۃ نہیں مثلاً نذر

وہ مالِ زکوٰۃ بنا ہے جیسا کہ اس مقام پر محیط سے منقول ہُوا ہے اور یہ مراد نہیں کہ متوسط میں وقتِ بیع سے پہلے ابتداءً نہیں ہوسکتی اگرچہ سال پہلے اس کی جنس سے نصاب ہو کیونکہ یہ مسئلہ مستفاد اور اس متفق علیہ مسئلہ کے خلاف ہے جس پر ہمارے علماء نے تمام کتب کے متون، شروحات اور فتاوٰی میں تصریح کی ہے، پس اسے اچھی طرح سمجھ لو اور اس پر قائم رہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(فتاوٰی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۱۶۲۔۱۶۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(27) المرجع السابق، ص۲۱۱

(28) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج۱، ص ۱۷۳

اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

معجّل مہر سے جب بقدرِ خمس نصاب ہو اُس وقت عورت پر زکوٰۃ واجب الادا ہوگی اور پہلے دیتی رہے تو بہتر ہے اور یہ مہر جو عام طور پر بلا تعیینِ وقت باندھا جاتا ہے جس کا مطالبہ عورت قبلِ موت وطلاق نہیں کرسکتی اس پر زکوٰۃ کی صلاحیت بعد وصول ہوگی۔

(فتاوٰی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۱۳۶۔۱۴۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(29) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج۱، ص ۱۷۳

وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب: الفرق بین السبب والشرط والعلۃ، ج۳، ص۲۱۱

(30) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب: الفرق بین السبب والشرط والعلۃ، ج۳، ص۲۱۰

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج۱، ص ۱۷۳

وکفارہ وصدقہ فطر وحج وقربانی کہ اگر ان کے مصارف نصاب سے نکالیں تو اگرچہ نصاب باقی نہ رہے زکاۃ واجب ہے، عشر وخراج واجب ہونے کے لیے دین مانع نہیں یعنی اگرچہ مدیون ہو، یہ چیزیں اس پر واجب ہوجائیں گی۔(31)

مسئلہ ۲۳: جو دَین اثنائے سال میں عارض ہوا یعنی شروع سال میں مدیون نہ تھا پھر مدیون ہوگیا پھر سال تمام پر علاوہ دَین کے نصاب کا مالک ہوگیا تو زکاۃ واجب ہوگئی، اس کی صورت یہ ہے کہ فرض کرو قرض خواہ نے قرض معاف کر دیا تو اب چونکہ اس کے ذمہ دَین نہ رہا اور سال بھی پورا ہو چکا ہے، لہٰذا واجب ہے کہ ابھی زکاۃ دے، یہ نہیں کہ اب سے ایک سال گزرنے پر زکاۃ واجب ہوگی اور اگر شروع سال سے مدیون تھا اور سال تمام پر معاف کیا تو ابھی زکاۃ واجب نہ ہوگی بلکہ اب سے سال گزرنے پر۔(32)

مسئلہ ۲۴: ایک شخص مدیون ہے اور چند نصاب کا مالک کہ ہر ایک سے دَین ادا ہو جاتا ہے، مثلاً اس کے پاس روپے اشرفیاں بھی ہیں، تجارت کے اسباب بھی، چرائی کے جانور بھی تو روپے اشرفیاں دَین کے مقابل سمجھے اور اور چیزوں کی زکاۃ دے اور اگر روپے اشرفیاں نہ ہوں اور چرائی کے جانوروں کی چند نصابیں ہوں، مثلاً چالیس بکریاں ہیں اور تیس گائیں اور پانچ اونٹ تو جس کی زکاۃ میں اسے آسانی ہو، اُس کی زکاۃ دے اور دوسرے کو دَین میں سمجھے تو اُس صورتِ مذکورہ میں اگر بکریوں یا اونٹوں کی زکاۃ دے گا تو ایک بکری دینی ہوگی اور گائے کی زکاۃ میں سال بھر کا بچھڑا اور ظاہر ہے کہ ایک بکری دینا بچھڑا دینے سے آسان ہے، لہٰذا بکری دے سکتا ہے اور اگر برابر ہوں تو اسے اختیار ہے۔ مثلاً پانچ اونٹ ہیں اور چالیس بکریاں دونوں کی زکاۃ ایک بکری ہے، اُسے اختیار ہے جسے چاہے دَین کے لیے سمجھے اور جس کی چاہے زکاۃ دے اور یہ سب تفصیل اُس وقت ہے کہ بادشاہ کی طرف سے کوئی زکاۃ وصول کرنے والا آئے، ورنہ اگر بطور خود دینا چاہتا ہے تو ہر صورت میں اختیار ہے۔(33)

مسئلہ ۲۵: اس پر ہزار روپے قرض ہیں اور اس کے پاس ہزار روپے ہیں اور ایک مکان اور خدمت کے لیے ایک غلام تو زکاۃ واجب نہیں، اگرچہ مکان وغلام دس ہزار روپے کی قیمت کے ہوں کہ یہ چیزیں حاجت اصلیہ سے ہیں اور جب روپے موجود ہیں تو قرض کے لیے روپے قرار دیے جائیں گے نہ کہ مکان وغلام۔(34)

---

(31) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب: الفرق بین السبب والشرط والعلۃ، ج۳،ص۲۱۱، وغیرھما

(32) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب في زکاۃ ثمن المبیع وفاء، ج۳،ص۲۱۵، وغیرہ

(33) الدرالمختار، ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب في زکاۃ ثمن المبیع وفاء، ج۳،ص۲۱۶

(34) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج۱،ص۱۷۳

(۸) نصاب حاجتِ اصلیہ سے فارغ ہو۔ (35)

مسئلہ ۲۶: حاجت اصلیہ یعنی جس کی طرف زندگی بسر کرنے میں آدمی کو ضرورت ہے اس میں زکاۃ واجب نہیں، جیسے رہنے کا مکان، جاڑے گرمیوں میں پہننے کے کپڑے، خانہ داری کے سامان، سواری کے جانور، خدمت کے لیے لونڈی غلام، آلات حرب، پیشہ وروں کے اوزار، اہلِ علم کے لیے حاجت کی کتابیں، کھانے کے لیے غلہ۔ (36)

مسئلہ ۲۷: ایسی چیز خریدی جس سے کوئی کام کریگا اور کام میں اس کا اثر باقی رہے گا، جیسے چمڑا پکانے کے لیے

---

(35) حاجتِ اَصلیہ کسے کہتے ہیں؟

حاجتِ اصلیہ (یعنی ضروریاتِ زندگی) سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کی عموماً انسان کو ضرورت ہوتی ہے اور ان کے بغیر گزر اوقات میں شدید تنگی ودشواری محسوس ہوتی ہے جیسے رہنے کا گھر، پہننے کے کپڑے، سواری، علمِ دین سے متعلق کتابیں، اور پیشے سے متعلق اوزار وغیرہ۔

(الھدایۃ، کتاب الزکوٰۃ، ج۱، ص۹۶)

مثلاً جنہیں مختلف لوگوں سے رابطہ کی حاجت ہوتی ہو ان کے لیے ٹیلی فون یا موبائل، جو لوگ کمپیوٹر پر کتابت کرتے ہوں یا اس کے ذریعے روزگار کماتے ہوں ان کے لیے کمپیوٹر، جن کی نظر کمزور ہو ان کے لیے عینک یا لینس، جن لوگوں کو کم سنائی دیتا ہو ان کے لیے آلہ سماعت، اسی طرح سواری کے لیے سائیکل، موٹر سائیکل یا کار یا دیگر گاڑیاں یا دیگر اشیاء کہ جن کے بغیر اہل حاجت کا گزارہ مشکل سے ہو، حاجتِ اصلیہ میں سے ہیں۔

حاجاتِ اصلیہ کی تفسیر

بنیادی خرچہ، رہائش کے مکان، جنگی سامان، سردی گرمی سے بچنے کے لئے جن کپڑوں کی ضرورت ہو، ان پر زکوۃ نہیں کیونکہ یہ سب انسان کی حاجاتِ اصلیہ سے ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۲۵۲ھ حاجاتِ اصلیہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں،

وھی ما یدفع الھلاك عن الانسان تحقیقاً کالنفقۃ ودور السکنی وآلات الحرب والثیاب المحتاج الیھا لدفع الحرّ أو البرد. اھ (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، مطلب: في زکاۃ ثمن المبیع وفاء، ج ۳، ص ۲۱۳)

(36) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج۱، ص ۱۷۲

وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب في زکاۃ ثمن المبیع وفاء، ج ۳، ص ۲۱۲

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

مکانات پر زکوۃ نہیں اگرچہ پچاس کروڑ کے ہوں کرایہ سے جو سال تمام پر پس انداز ہوگا اس پر زکوۃ آئے گی اگر خود یا اور مال سے مل کر قدر نصاب ہو۔ (۲) برتن وغیرہ اسباب خانہ داری میں زکوۃ نہیں اگرچہ لاکھوں روپے کے ہوں، زکوۃ صرف تین ۳ چیزوں پر ہے: سونا، چاندی کیسے ہی ہوں، پہننے کے ہوں یا برتنے کے، سکہ ہو یا ورق۔ دوسرے چرائی پر چھوٹے جانور۔ تیسرے تجارت کا مال۔ باقی کسی چیز پر نہیں۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۱۶۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مازو (ایک دوا) اور تیل وغیرہ اگر اس پر سال گزر گیا زکاۃ واجب ہے۔ یوہیں رنگریز نے اُجرت پر کپڑا رنگنے کے لیے کسم، زعفران خریدا تو اگر بقدر نصاب ہے اور سال گزر گیا زکاۃ واجب ہے۔ پُڑیا وغیرہ رنگ کا بھی یہی حکم ہے اور اگر وہ ایسی چیز ہے جس کا اثر باقی نہیں رہے گا، جیسے صابون تو اگرچہ بقدر نصاب ہو اور سال گزر جائے زکاۃ واجب نہیں۔(37)

مسئلہ ۲۸: عطر فروش نے عطر بیچنے کے لیے شیشیاں خریدیں، ان پر زکاۃ واجب ہے۔(38)

مسئلہ ۲۹: خرچ کے لیے روپے کے پیسے لیے تو یہ بھی حاجت اصلیہ میں ہیں۔ حاجتِ اصلیہ میں خرچ کرنے کے روپے رکھے ہیں تو سال میں جو کچھ خرچ کیا کیا اور جو باقی رہے اگر بقدر نصاب ہیں تو ان کی زکاۃ واجب ہے، اگرچہ اسی نیت سے رکھے ہیں کہ آئندہ حاجتِ اصلیہ ہی میں صَرف ہوں گے اور اگر سال تمام کے وقت حاجتِ اصلیہ میں خرچ کرنے کی ضرورت ہے تو زکاۃ واجب نہیں۔(39)

مسئلہ ۳۰: اہلِ علم کے لیے کتابیں حاجت اصلیہ سے ہیں اور غیر اہل کے پاس ہوں، جب بھی کتابوں کی زکاۃ واجب نہیں جب کہ تجارت کے لیے نہ ہوں، فرق اتنا ہے کہ اہلِ علم کے پاس ان کتابوں کے علاوہ اگر مال بقدر نصاب نہ ہو تو زکاۃ لینا جائز ہے اور غیر اہلِ علم کے لیے ناجائز، جب کہ دوسو درم قیمت کی ہوں۔ اہل وہ ہے جسے پڑھنے پڑھانے یا تصحیح کے لیے ان کتابوں کی ضرورت ہو۔ کتاب سے مراد مذہبی کتاب فقہ وتفسیر وحدیث ہے، اگر ایک کتاب کے چند نسخے ہوں تو ایک سے زائد جتنے نسخے ہوں اگر دوسو درم کی قیمت کے ہوں تو اس اہل کو بھی زکاۃ لینا ناجائز ہے، خواہ ایک ہی کتاب کے زائد نسخے اس قیمت کے ہوں یا متعدد کتابوں کے زائد نسخے مل کر اس قیمت کے ہوں۔(40)

---

(37) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج۱، ص۱۷۲

(38) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب فی زکاۃ ثمن المبیع وفاء، ج۳، ص۲۱۸

(39) المرجع السابق، ص۲۱۳

(40) کسی کے پاس بہت ساری کتابیں ہوں

اگر کسی کے پاس بہت ساری کتابیں ہوں اور وہ کتابیں اس کی حاجتِ اصلیہ میں سے ہیں تو شرعی فقیر ہے زکوٰۃ لے سکتا ہے اگرچہ لاکھوں کی ہوں اور اگر حاجتِ اصلیہ میں سے نہیں ہیں تو بقدرِ نصاب ہونے کی صورت میں نہیں لے سکتا۔ اس میں تفصیل یہ ہے کہ

☆ فقہ، تفسیر اور حدیث کی کتابیں اہلِ علم (یعنی جسے پڑھنے، پڑھانے یا تصحیح کے لئے ان کتابوں کی ضرورت ہو) کے لئے حاجتِ اصلیہ میں سے ہیں اور دوسروں کے لئے حاجتِ اصلیہ میں سے نہیں۔ اگر ایک کتاب کے ایک سے زائد نسخے ہوں تو وہ اہل علم کے لئے بھی حاجتِ اصلیہ میں سے نہیں ہیں۔

☆ کفار اور بدمذہبوں کے رد اور اہل سنت کی تائید میں لکھی گئیں اور فرض علوم پر مشتمل کتابیں، عالم اور غیر عالم دونوں کی حاجتِ اصلیہ میں سے ہیں۔ ←

مسئلہ ۳۱: حافظ کے لیے قرآن مجید حاجتِ اصلیہ سے نہیں اور غیر حافظ کے لیے ایک سے زیادہ حاجتِ اصلیہ کے علاوہ ہے یعنی اگر مصحف شریف دوسو درم قیمت کا ہو تو زکاۃ لینا جائز نہیں۔(41)

مسئلہ ۳۲: طبیب کے لیے طب کی کتابیں حاجتِ اصلیہ میں ہیں، جب کہ مطالعہ میں رکھتا ہو یا اُسے دیکھنے کی ضرورت پڑے، نحو وصرف ونجوم اور دیوان اور قصے کہانی کی کتابیں حاجتِ اصلیہ میں نہیں، اصول فقہ وعلم کلام واخلاق کی کتابیں جیسے احیاء العلوم وکیمیائے سعادت وغیرہما حاجتِ اصلیہ سے ہیں۔(42)

مسئلہ ۳۳: کفار اور بدمذہبوں کے رد اور اہلِ سنت کی تائید میں جو کتابیں ہیں وہ حاجتِ اصلیہ سے ہیں۔ یوہیں عالم اگر بدمذہب وغیرہ کی کتابیں اس لیے رکھے کہ اُن کا رد کریگا تو یہ بھی حاجتِ اصلیہ میں ہیں اور غیر عالم کو تو ان کا دیکھنا ہی جائز نہیں۔

(۹) مال نامی ہونا یعنی بڑھنے والا خواہ حقیقۃً بڑھے یا حکماً یعنی اگر بڑھانا چاہے تو بڑھائے یعنی اُس کے یا اُس کے نائب کے قبضہ میں ہو، ہر ایک کی دوصورتیں ہیں وہ اسی لیے پیدا ہی کیا گیا ہو اسے خلقی کہتے ہیں، جیسے سونا چاندی کہ یہ اسی لیے پیدا ہوئے کہ ان سے چیزیں خریدی جائیں یا اس لیے مخلوق تو نہیں، مگر اس سے یہ بھی حاصل ہوتا ہے، اسے فعلی کہتے ہیں۔ سونے چاندی کے علاوہ سب چیزیں فعلی ہیں کہ تجارت سے سب میں نُمو ہوگا۔(43) سونے چاندی میں مطلقاً زکاۃ واجب ہے، جب کہ بقدر نصاب ہوں اگرچہ دفن کر کے رکھے ہوں، تجارت کرے یا نہ کرے اور ان کے علاوہ باقی چیزوں پر زکاۃ اس وقت واجب ہے کہ تجارت کی نیت ہو یا چرائی پر چھوٹے جانور وبس، خلاصہ یہ کہ زکاۃ تین قسم کے مال پر ہے۔

(۱) ثمن یعنی سونا چاندی۔

☆ عالم اگر بدمذہبوں کی کتابیں ان کے رد کے لئے رکھے تو یہ اس کی حاجتِ اصلیہ میں سے ہیں۔ غیرِ عالم کو تو ان کا دیکھنا ہی جائز نہیں۔

☆ قرآن مجید غیرِ حافظ کے لئے حاجتِ اصلیہ میں سے ہے حافظِ قرآن کے لئے نہیں۔ (جبکہ اس کا حفظِ قرآن مضبوط ہو)

☆ طب کی کتابیں طبیب کے لئے حاجتِ اصلیہ میں سے ہیں جبکہ ان کو مطالعہ میں رکھے یا دیکھنے کی ضرورت پڑتی ہو۔

(الدر المختار ورد المحتار، کتاب الزکوٰۃ، مطلب فی ثمن المبیع وفائً، ج ۳، ص ۲۱۷)

(41) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الزکاۃ، ص ۱۴۸

ورد المحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب في زکاۃ ثمن المبیع وفاء، ج ۳، ص ۲۱۷

(42) رد المحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب في زکاۃ ثمن المبیع وفاء، ج ۳، ص ۲۱۷

(43) یعنی زیادتی ہوگی۔

(۲) مال تجارت۔

(۳) سائمہ یعنی چرائی پر چھوٹے جانور۔(44)

مسئلہ ۳۴: نیت تجارت کبھی صراحۃً ہوتی ہے کبھی دلالۃً صراحۃً یہ کہ عقد کے وقت ہی نیت تجارت کر لی خواہ وہ عقد خریداری ہو یا اجارہ، ثمن روپیہ اشرفی ہو یا اسباب میں سے کوئی شے دلالۃً کی صورت یہ ہے کہ مال تجارت کے بدلے کوئی چیز خریدی یا مکان جو تجارت کے لیے ہے اس کو کسی اسباب کے بدلے کرایہ پر دیا تو یہ اسباب اور وہ خریدی ہوئی چیز تجارت کے لیے ہیں اگرچہ صراحۃً تجارت کی نیت نہ کی۔ یوہیں اگر کسی سے کوئی چیز تجارت کے لیے قرض لی تو یہ بھی تجارت کے لیے ہے، مثلاً دو سو درم کا مالک ہے اور من بھر گیہوں قرض لیے تو اگر تجارت کے لیے نہیں لیے تو زکاۃ واجب نہیں کہ گیہوں کے دام انھیں دو سو سے مُجرا کیے جائیں گے تو نصاب باقی نہ رہی اور اگر تجارت کے لیے لیے تو زکاۃ واجب ہوگی کہ اُن گیہوں کی قیمت دو سو پر اضافہ کریں اور مجموعہ سے قرض مُجرا کریں تو دو سو سالم رہے لہٰذا زکاۃ واجب ہوئی۔(45)

مسئلہ ۳۵: جس عقد میں تبادلہ ہی نہ ہو جیسے ہبہ، وصیت، صدقہ یا تبادلہ ہو مگر مال سے تبادلہ نہ ہو جیسے مہر، بدل خلع (46) بدلِ عتق (47) ان دونوں قسم کے عقد کے ذریعہ سے اگر کسی چیز کا مالک ہوا تو اس میں نیت تجارت صحیح نہیں یعنی اگرچہ تجارت کی نیت کرے، زکاۃ واجب نہیں۔ یوہیں اگر ایسی چیز میراث میں ملی تو اس میں بھی نیت تجارت صحیح نہیں۔(48)

مسئلہ ۳۶: مورث کے پاس تجارت کا مال تھا، اس کے مرنے کے بعد وارثوں نے تجارت کی نیت کی تو زکاۃ واجب ہے۔ یوہیں چرائی کے جانور وراثت میں ملے، زکاۃ واجب ہے چرائی پر رکھنا چاہتے ہوں یا نہیں۔(49)

---

(44) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج۱، ص۱۷۴

والفتاوی الرضویۃ، ج۱۰، ص۱۶۱

(45) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج۱، ص ۱۷۴

والدرالمختار، وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب فی زکاۃ ثمن المبیع وفاء، ج۳، ص۲۲۱

(46) یعنی وہ مال جس کے بدلے میں نکاح زائل کیا جائے۔

(47) یعنی وہ مال جس کے بدلے میں غلام یا لونڈی کو آزاد کیا جائے۔

(48) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج۱، ص ۱۷۴

(49) المرجع السابق

مسئلہ ۳۷: نیت تجارت کے لیے یہ شرط ہے کہ وقت عقد نیت ہو، اگرچہ دلالۃً تو اگر عقد کے بعد نیت کی زکاۃ واجب نہ ہوئی۔ یوہیں اگر رکھنے کے لیے کوئی چیز لی اور یہ نیت کی کہ نفع ملے گا تو بیچ ڈالوں گا تو زکاۃ واجب نہیں۔(50)

مسئلہ ۳۸: تجارت کے لیے غلام خریدا تھا پھر خدمت لینے کی نیت کر لی پھر تجارت کی نیت کی تو تجارت کا نہ ہوگا جب تک ایسی چیز کے بدلے نہ بیچے جس میں زکاۃ واجب ہوتی ہے۔(51)

مسئلہ ۳۹: موتی اور جواہر پر زکاۃ واجب نہیں، اگرچہ ہزاروں کے ہوں۔ ہاں اگر تجارت کی نیت سے لیے تو واجب ہوگئی۔(52)

مسئلہ ۴۰: زمین سے جو پیداوار ہوئی اس میں نیت تجارت سے زکاۃ واجب نہیں، زمین عشری ہو یا خراجی، اس کی مِلک ہو یا عاریت یا کرایہ پر لی ہو، ہاں اگر زمین خراجی ہو اور عاریت یا کرایہ پر لی اور بیج وہ ڈالے جو تجارت کے لیے تھے تو پیداوار میں تجارت کی نیت صحیح ہے۔(53)

مسئلہ ۴۱: مضارب (54) مالِ مضاربت سے جو کچھ خریدے، اگرچہ تجارت کی نیّت نہ ہو، اگرچہ اپنے خرچ کرنے کے لیے خریدے، اس پر زکاۃ واجب ہے یہاں تک کہ اگر مالِ مضاربت سے غلام خریدے۔ پھر ان کے پہننے کو کپڑا اور کھانے کے لیے غلّہ وغیرہ خریدا تو یہ سب کچھ تجارت ہی کے لیے ہیں اور سب کی زکاۃ واجب۔(55)

(۱۰) سال گزرنا، سال سے مراد قمری سال ہے یعنی چاند کے مہینوں سے بارہ مہینے۔ شروع سال اور آخر سال میں نصاب کامل ہے، مگر درمیان میں نصاب کی کمی ہوگئی تو یہ کمی کچھ اثر نہیں رکھتی یعنی زکاۃ واجب ہے۔(56)

---

(50) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، ج۳، ص۲۳۱

(51) المرجع السابق، ص۲۲۸

(52) تنویر الابصار والدرالمختار، کتاب الزکاۃ، ج۳، ص۲۳۰

(53) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب فی زکاۃ ثمن المبیع وفاء، ج۳، ص۲۲۲

(54) مضاربت، تجارت میں ایک قسم کی شرکت ہے کہ ایک جانب سے مال ہو اور ایک جانب سے کام اور منافع میں دونوں شریک۔ کام کرنے والے کو مضارب اور مالک نے جو کچھ دیا اسے راس المال (مالِ مضاربت) کہتے ہیں۔
تفصیلی معلومات کے لیے بہارِ شریعت حصہ ۱۴، میں مضاربت کا بیان دیکھ لیجئے۔

(55) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب فی زکاۃ ثمن المبیع وفاء، ج۳، ص۲۲۱

(56) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج۱، ص۱۷۵

مسئلہ ۴۲: مالِ تجارت یا سونے چاندی کو درمیان سال میں اپنی جنس (57) یا غیر جنس سے بدل لیا تو اس کی وجہ سے سال گزرنے میں نقصان نہ آیا اور اگر چرائی کے جانور بدل لیے تو سال کٹ گیا یعنی اب سال اس دن سے شمار کریں گے جس دن بدلا ہے۔ (58)

مسئلہ ۴۳: جو شخص مالک نصاب ہے اگر درمیان سال میں کچھ اور مال اسی جنس کا حاصل کیا تو اُس نئے مال کا جدا سال نہیں، بلکہ پہلے مال کا ختم سال اُس کے لیے بھی سال تمام ہے، اگرچہ سال تمام سے ایک ہی منٹ پہلے حاصل کیا ہو، خواہ وہ مال اُس کے پہلے مال سے حاصل ہوا یا میراث وہبہ یا اور کسی جائز ذریعہ سے ملا ہو اور اگر دوسری جنس کا ہے مثلاً پہلے اُس کے پاس اونٹ تھے اور اب بکریاں ملیں تو اس کے لیے جدید سال شمار ہوگا۔ (59)

مسئلہ ۴۴: مالک نصاب کو درمیان سال میں کچھ مال حاصل ہوا اور اس کے پاس دو نصابیں ہیں اور دونوں کا جُدا جُدا دیں گے۔ (60)

مسئلہ ۵۰: اس کے پاس روپے ہیں جن کی زکاۃ دے چکا ہے پھر اُن سے چرائی کے جانور خریدے اور اس کے یہاں اس جنس کے جانور پہلے سے موجود ہیں تو اُن کو ان کے ساتھ نہ ملائیں گے۔ (61)

مسئلہ ۵۱: کسی نے اسے چار ہزار روپے بطور ہبہ دیے اور سال پورا ہونے سے پہلے ہزار روپے اور حاصل کیے پھر ہبہ کرنے والے نے اپنے دیے ہوئے روپے حکم قاضی سے واپس لے لیے تو ان جدید روپوں کی بھی اس پر زکاۃ واجب نہیں جب تک ان پر سال نہ گزر لے۔ (62)

مسئلہ ۵۲: کسی کے پاس تجارت کی بکریاں ہیں، جن کی قیمت دوسو درم ہے اور سال تمام سے پہلے ایک بکری مرگئی، سال پورا ہونے سے پہلے اُس نے اس کی کھال نکال کر پکالی تو زکاۃ واجب ہے۔ (63) یعنی جب کہ وہ کھال نصاب کو پورا کرے۔

---

(57) سونا، چاندی تو مطلقاً یہاں ایک ہی جنس ہیں۔ یوہیں ان کے زیور، برتن وغیرہ اسباب، بلکہ مالِ تجارت بھی انہیں کی جنس سے شمار ہوگا، اگرچہ کسی قسم کا ہو کہ اس کی زکاۃ بھی چاندی سونے سے قیمت لگا کر دی جاتی ہے۔

(58) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج۱، ص۱۷۵

(59) الجوھرۃ النیرۃ، کتاب الزکاۃ، باب الزکاۃ الخیل، ص۱۵۵

(60) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج۱، ص۱۷۵

(61) المرجع السابق

(62) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج۱، ص۱۷۵۔۱۷۶

(63) المرجع السابق، ص۱۷۶

مسئلہ ۵۳: زکاۃ دیتے وقت یا زکاۃ کے لیے مال علیحدہ کرتے وقت نیت زکاۃ شرط ہے۔ نیت کے یہ معنی ہیں کہ اگر پوچھا جائے تو بلا تامل بتا سکے کہ زکاۃ ہے۔ (64)

مسئلہ ۵۴: سال بھر تک خیرات کرتا رہا، اب نیت کی کہ جو کچھ دیا ہے زکاۃ ہے تو ادا نہ ہوئی۔ (65)

مسئلہ ۵۵: ایک شخص کو وکیل بنایا اُسے دیتے وقت تو نیت زکاۃ نہ کی، مگر جب وکیل نے فقیر کو دیا اس وقت مؤکل

---

(64) الرجع السابق، ص ۱۷۰

(65) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں

اصل یہ ہے کہ زکوٰۃ میں نیت شرط ہے بے اس کے ادا نہیں ہوتی، فی الاشباہ ما الزکوٰۃ فلا یصح اداھا الا بالنیۃ ۴۔ (اشباہ میں ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی نیت کی بغیر درست نہیں۔ ت)

(۴۔ الاشباہ والنظائر القاعدۃ الاولی من الفن الاول ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۳۰)

اور نیت میں اخلاص شرط ہے بغیر اس کے نیت مہمل، فی مجمع الانہر الزکوٰۃ عبادۃ فلا بدّ فیھا من الاخلاص ۱۔ (مجمع الانہر میں ہے زکوٰۃ عبادت ہے لہٰذا اس میں اخلاص شرط ہے۔ ت)

(۱۔ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کتاب الزکوٰۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۹۲)

اور اخلاص کے یہ معنیٰ کہ زکوٰۃ صرف بہ نیتِ زکوٰۃ وادائے فرض و بجا آوری حکم الٰہی دی جائے، اس کی ساتھ اور کوئی امر منافی زکوٰۃ مقصود نہ ہو۔ تنویر الابصار میں ہے: الزکوٰۃ تملیك جزء مال عینه الشارع من مسلم فقیر غیر ھاشمی ولا مولاہ مع قطع المنفعۃ عن المملك من كل وجه لله تعالٰی ۲۔ زکوٰۃ شارع کی مقرر کردہ حصہ کا فقط رضائے الٰہی کے لئے کسی مسلمان فقیر کو اس طرح مالک بنانا کہ ہر طرح سے مالک نے اس شے سے نفع حاصل نہ کرنا ہو بشرطیکہ وہ مسلمان ہاشمی نہ ہو اور نہ ہی اس کا مولیٰ ہو۔

(۲۔ درمختار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۹)

درمختار میں ہے: لله تعالٰی بیان لاشتراط النیۃ ۳۔ اللہ کے لئے ہو کے الفاظ نیت ہی کو شرط قرار دینے کیلئے ہیں۔

(۳۔ درمختار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۹)

ردالمحتار میں ہے: متعلق بتملیك ای لاجل امتثال امرہ تعالٰی ۴۔ ان کلمات (لله تعالٰی) کا تعلق لفظ تملیک سے ہے یعنی یہ عمل فقط اپنے رب کریم کے حکم کی بجا آوری کے طور پر ہو۔ (۴۔ ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ مصطفی البابی مصر ۲/ ۴)

پھر اس میں اعتبار صرف نیت کا ہے اگر چہ زبان سے کچھ اور اظہار کرے، مثلاً دل میں زکوٰۃ کا ارادہ کیا اور زبان سے ہبہ یا قرض کہہ دیا صحیح مذہب پر زکوٰۃ ادا ہو جائیگی۔ شامی میں ہے:

لا اعتبار للتسمیۃ فلو سماھا ھبۃ او قرضا تجزیہ فی الاصح ۵۔ (۵۔ ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ مصطفی البابی مصر ۲/ ۴) نام لینے کا اعتبار نہیں، اگر کسی نے اس مال کو ہبہ یا قرض کہہ دیا تب بھی اصح قول کے مطابق زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۶۵۔ ۶۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

نے نیت کر لی ہوگی۔(66)

مسئلہ ۵٦: دیتے وقت نیت نہیں کی تھی، بعد کو کی تو اگر وہ مال فقیر کے پاس موجود ہے یعنی اسکی ملک میں ہے تو یہ نیت کافی ہے ورنہ نہیں۔(67)

مسئلہ ۵۷: زکاۃ دینے کے لیے وکیل بنایا اور وکیل کو بہ نیت زکاۃ مال دیا مگر وکیل نے فقیر کو دیتے وقت نیت نہیں کی ادا ہوگئی۔ یوہیں زکاۃ کا مال ذمّی کو دیا کہ وہ فقیر کو دے دے اور ذمّی کو دیتے وقت نیت کر لی تھی تو یہ نیت کافی ہے۔(68)

مسئلہ ۵۸: وکیل کو دیتے وقت کہا نفل صدقہ یا کفارہ ہے مگر قبل اس کے کہ وکیل فقیروں کو دے، اُس نے زکاۃ کی نیت کر لی تو زکاۃ ہی ہے، اگرچہ وکیل نے نفل یا کفارہ کی نیت سے فقیر کو دیا ہو۔(69)

مسئلہ ۵۹: ایک شخص چند زکاۃ دینے والوں کا وکیل ہے اور سب کی زکاۃ ملا دی تو اُسے تاوان دینا پڑے گا اور جو کچھ فقیروں کو دے چکا ہے وہ تبرع ہے یعنی نہ مالکوں سے اسکا معاوضہ پائے گا نہ فقیروں سے، البتہ اگر فقیروں کو دینے سے پہلے مالکوں نے ملانے کی اجازت دے دی تو تاوان اس کے ذمہ نہیں۔ یوہیں اگر فقیروں نے بھی اسے زکاۃ لینے کا وکیل کیا اور اُس نے ملا دیا تو تاوان اس پر نہیں مگر اس وقت یہ ضرور ہے کہ اگر ایک فقیر کا وکیل ہے اور چند جگہ سے اسے اتنی زکاۃ ملی کہ مجموعہ بقدر نصاب ہے تو اب جو جان کر زکاۃ دے اس کی زکاۃ ادا نہ ہوگی یا چند فقیروں کا وکیل ہے اور زکاۃ اتنی ملی کہ ہر ایک کا حصہ نصاب کی قدر ہے تو اب اس وکیل کو زکاۃ دینا جائز نہیں مثلاً تین فقیروں کا وکیل ہے اور چھ سو ٦۰۰ درم ملے کہ ہر ایک کا حصہ دو سو ۲۰۰ ہوا جو نصاب ہے اور چھ سو ٦۰۰ سے کم ملا تو کسی کو نصاب کی قدر نہ ملا اور اگر ہر ایک فقیر نے اسے علیحدہ علیحدہ وکیل بنایا تو مجموعہ نہیں دیکھا جائے گا، بلکہ ہر ایک کو جو ملا ہے وہ دیکھا جائے گا اور اس صورت میں بغیر فقیروں کی اجازت کے ملانا جائز نہیں اور ملا دے گا جب بھی زکاۃ ادا ہو جائیگی اور فقیروں کو تاوان دے گا اور اگر فقیروں کا وکیل نہ ہو تو اسے دے سکتے ہیں اگرچہ کتنی ہی نصابیں اُس کے پاس جمع ہوگئیں۔(70)

مسئلہ ٦۰: چند اوقاف کے متولی کو ایک کی آمدنی دوسری میں ملانا جائز نہیں۔ یوہیں دلال کو زرِ ثمن یا مبیع کا

---

(66) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج۱، ص۱۷۵۔۱۷٦

(67) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، ج۳، ص۲۲۲

(68) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، ج۳، ص۲۲۲

(69) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب فی زکاۃ ثمن المبیع وفاء، ج۳، ص۲۲۳

(70) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب فی زکاۃ ثمن المبیع وفاء، ج۳، ص۲۲۳

خلط (71) جائز نہیں۔ یوہیں اگر چند فقیروں کے لیے سوال کیا تو جو ملا ہے اُن کی اجازت کے خلط کرنا جائز نہیں۔ یوہیں آٹا پیسنے والے کو یہ جائز نہیں کہ لوگوں کے گیہوں ملا دے، مگر جہاں ملا دینے پر عرف جاری ہو تو ملا دینا جائز ہے اور ان سب صورتوں میں تاوان دے گا۔ (72)

مسئلہ ٦١: اگر موکلوں (73) نے صراحۃً ملانے کی اجازت نہ دی مگر عرف ایسا جاری ہوگیا کہ وکیل ملا دیا کرتے ہیں تو یہ بھی اجازت سمجھی جائے گی، جب کہ مؤکل (74) اس عرف سے واقف ہو، مگر دلال کو خلط کی اجازت نہیں کہ اس میں عرف نہیں۔ (75)

مسئلہ ٦٢: وکیل کو اختیار ہے کہ مالِ زکاۃ اپنے لڑکے یا بی بی کو دیدے جب کہ یہ فقیر ہوں اور اگر لڑکا نابالغ ہے تو اُسے دینے کے لیے خود اس وکیل کا فقیر ہونا بھی ضروری ہے، مگر اپنی اولاد یا بی بی کو اس وقت دے سکتا ہے، جب مؤکل نے اُن کے سوا کسی خاص شخص کو دینے کے لیے نہ کہہ دیا ہو ورنہ انھیں نہیں دے سکتا۔ (76)

مسئلہ ٦٣: وکیل کو یہ اختیار نہیں کہ خود لے لے، ہاں اگر زکاۃ دینے والے نے یہ کہہ دیا ہو کہ جس جگہ چاہو صرف کرو تو لے سکتا ہے۔ (77)

مسئلہ ٦٤: اگر زکاۃ دینے والے نے اسے حکم نہیں دیا، خود ہی اُس کی طرف سے زکاۃ دے دی تو نہ ہوئی اگرچہ اب اُس نے جائز کر دیا ہو۔ (78)

مسئلہ ٦٥: زکاۃ دینے والے نے وکیل کو زکاۃ کا روپیہ دیا وکیل نے اُسے رکھ لیا اور اپنا روپیہ زکاۃ میں دے دیا تو جائز ہے، اگر یہ نیت ہو کہ اس کے عوض مؤکل کا روپیہ لے لے گا اور اگر وکیل نے پہلے اس روپیہ کو خود خرچ کر ڈالا بعد کو اپنا روپیہ زکاۃ میں دیا تو زکاۃ ادا نہ ہوئی بلکہ یہ تبرع ہے اور مؤکل کو تاوان دے گا۔ (79)

---

(71) یعنی دلال کو خریدی گئی چیز کی قیمت یا خریدی گئی چیز کا ملانا۔

(72) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الزکاۃ، فصل فی اداء الزکاۃ، ج۱، ص۱۲۵

(73) وکیل کرنے والوں۔

(74) یعنی وہ شخص جو وکیل مقرر کرے۔ وکیل کرنے والا۔

(75) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب فی زکاۃ ثمن المبیع وفاء، ج۳، ص۲۲۳

(76) المرجع السابق، ص۲۲۴

(77) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، ج۳، ص۲۲۴

(78) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب فی زکاۃ ثمن المبیع وفاء، ج۲۲۳

(79) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب فی زکاۃ ثمن المبیع وفاء، ج۳، ص۲۲۴

مسئلہ ۶۶: زکاۃ کے وکیل کو یہ اختیار ہے کہ بغیر اجازت مالک دوسرے کو وکیل بنادے۔(80)

مسئلہ ۶۷: کسی نے یہ کہا کہ اگر میں اس گھر میں جاؤں تو مجھ پر اللہ (عزوجل) کے لیے ان سو روپوں کا خیرات کر دینا ہے پھر گیا اور جاتے وقت یہ نیت کی کہ زکاۃ میں دے دوں گا تو زکاۃ میں نہیں دے سکتا۔(81)

مسئلہ ۶۸: زکاۃ کا مال ہاتھ پر رکھا تھا، فقرا لوٹ لے گئے ادا ہوگئی اور اگر ہاتھ سے گر گیا اور فقیر نے اُٹھالیا اگر یہ اسے پہچانتا ہے اور راضی ہوگیا اور مال ضائع نہیں ہوا تو ہوگئی۔(82)

مسئلہ ۶۹: امین کے پاس سے امانت ضائع ہوگئی، اس نے مالک کو دفع خصومت کے لیے کچھ روپے دے دیے اور دیتے وقت زکاۃ کی نیت کر لی اور مالک فقیر بھی ہے زکاۃ ادا نہ ہوئی۔(83)

مسئلہ ۷۰: مال کو بہ نیت زکاۃ علیحدہ کر دینے سے بری الذمہ نہ ہوگا جب تک فقیروں کو نہ دیدے، یہاں تک کہ اگر وہ جاتا رہا تو زکاۃ ساقط نہ ہوئی اور اگر مر گیا تو اس میں وراثت جاری ہوگی۔(84)

مسئلہ ۷۱: سال پورا ہونے پر کل نصاب خیرات کر دی، اگرچہ زکاۃ کی نیت نہ کی بلکہ نفل کی نیت کی یا کچھ نیت نہ کی زکاۃ ادا ہوگئی اور اگر کل فقیر کو دے دیا اور منّت یا کسی اور واجب کی نیت کی تو دینا صحیح ہے، مگر زکاۃ اس کے ذمہ ہے ساقط نہ ہوئی اور اگر مال کا کوئی حصہ خیرات کیا تو اس حصہ کی بھی زکاۃ ساقط نہ ہوگی، بلکہ اس کے ذمہ ہے اور اگر کل مال ہلاک ہوگیا تو کل کی زکاۃ ساقط (معاف) ہوگئی اور کچھ ہلاک ہوا تو جتنا ہلاک ہوا اس کی ساقط اور جو باقی ہے اس کی واجب، اگرچہ وہ بقدر نصاب نہ ہو۔ ہلاک کے یہ معنی ہیں کہ بغیر اس کے فعل کے ضائع ہوگیا، مثلاً چوری ہوگئی یا کسی کو قرض وعاریت دی اُس نے انکار کر دیا اور گواہ نہیں یا وہ مر گیا اور کچھ ترکہ میں نہ چھوڑا اور اگر اپنے فعل سے ہلاک کیا مثلاً صرف کر ڈالا یا پھینک دیا یا غنی کو ہبہ (تحفہ) کر دیا تو زکاۃ بدستور واجب الادا ہے، ایک پیسہ بھی ساقط نہ ہوگا اگرچہ بالکل نادار ہو۔(85)

مسئلہ ۷۲: فقیر پر اُس کا قرض تھا اور کل معاف کر دیا تو زکاۃ ساقط ہوگئی اور جز معاف کیا تو اس جز کی ساقط ہوگئی اور اگر اس صورت میں یہ نیت کی کہ پورا زکاۃ میں ہو جائے تو نہ ہوگی اور اگر مالدار پر قرض تھا اور کل معاف کر دیا

(80) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب فی زکاۃ ثمن المبیع وفاء، ج۳، ص۲۲۴

(81) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج۱، ص۱۷۱

(82) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الثالث، الفصل الثانی، ج۱، ص۱۸۳

(83) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج۱، ص۱۷۱

(84) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب فی زکاۃ ثمن المبیع وفاء، ج۳، ص۲۲۵

(85) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج۱، ص۱۷۱

تو زکاۃ ساقط نہ ہوئی بلکہ اُس کے ذمہ ہے۔ فقیر پر قرض تھا معاف کر دیا اور یہ نیت کی کہ فلاں پر جو دَین ہے یہ اُس کی زکاۃ ہے ادا نہ ہوئی۔ (86)

مسئلہ ۷۳: کسی پر اُس کے روپے آتے ہیں، فقیر سے کہہ دیا اس سے وصول کر لے اور نیّت زکاۃ کی کی بعد قبضہ ادا ہوگئی۔ فقیر پر قرض ہے اس قرض کو اپنے مال کی زکاۃ میں دینا چاہتا ہے یعنی یہ چاہتا ہے کہ معاف کر دے اور وہ میرے مال کی زکاۃ ہو جائے یہ نہیں ہوسکتا، البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ اُسے زکاۃ کا مال دے اور اپنے آتے ہوئے میں لے لے، اگر وہ دینے سے انکار کرے تو ہاتھ پکڑ کر چھین سکتا ہے اور یوں بھی نہ ملے تو قاضی کے پاس مقدمہ پیش کرے کہ اُس کے پاس ہے اور میرا نہیں دیتا۔ (87)

مسئلہ ۷۴: زکاۃ کا روپیہ مُردہ کی تجہیز و تکفین (کفن دفن) یا مسجد کی تعمیر میں نہیں صرف کر سکتے کہ تملیک فقیر نہیں پائی گئی اور ان امور میں صرف کرنا چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ فقیر کو مالک کر دیں اور وہ صرف کرے اور ثواب دونوں کو ہوگا بلکہ حدیث میں آیا، اگر سو ہاتھوں میں صدقہ گزرا تو سب کو ویسا ہی ثواب ملے گا جیسا دینے والے کے لیے اور اس کے اجر میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ (88)

---

(86) المرجع السابق

(87) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، ج۳،ص۲۲۶، وغیرہ

(88) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب في زکاۃ ثمن المبیع وفاء، ج۳،ص۲۲۷

تاریخ بغداد، رقم: ۳۵۶۸، ج۷،ص۱۳۵

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:
زکوٰۃ کا رکن تملیک فقیر ہے جس کام میں فقیر کی تملیک نہ ہو کیسا ہی کارِ حسن ہو جیسے تعمیر مسجد یا تکفینِ میّت یا تنخواہِ مدرسانِ علمِ دین، اس سے زکوٰۃ نہیں ادا ہوسکتی۔ مدرسہ علمِ دین میں دینا چاہیں تو اس کے تین ۳ حیلے ہیں: ایک یہ متولی مدرسہ کو مالِ زکوٰۃ دے اور اُسے مطلع کر دے کہ یہ مالِ زکوٰۃ کا ہے۔ اسے خاص مصارفِ زکوٰۃ میں صرف کرنا، متولی اس مال کو جُدا رکھے اور مال میں نہ ملائے اور اس سے غریب طلبہ کے کپڑے بنائے، کتابیں خرید کر دے یا اُن کے وظیفہ میں دے جو محض بنظرِ امداد ہو، نہ کسی کام کی اُجرت۔
دوسرے یہ کہ زکوٰۃ دینے والا کسی فقیر مصرفِ زکوٰۃ کو بہ نیتِ زکوٰۃ دے اور وُہ فقیر اپنی طرف سے کُل یا بعض مدرسہ کی نذر کر دے۔
تیسرے یہ کہ مثلاً سَو روپے زکوٰۃ کے دینے ہیں اور چاہتا ہے کہ مدرسہ علمِ دین کی ان سے مدد کرے تو مثلاً سیر گیہوں کسی محتاج مصرفِ زکوٰۃ کے ہاتھ سَو روپے کو بیچے اور اسے مطلع کر دے کہ یہ قیمت ادا کرنے کو تمھیں ہم ہی دیں گے تم پر اس کا بار نہ پڑے گا، وُہ قبول کر لے اس کے بعد سو روپیہ بہ نیتِ زکوٰۃ اس کو دے کر قابض کر دے اس کے بعد اپنے گیہوں کی قیمت میں وُہ روپے اس سے لے لے، اگر وُہ نہ دینا چاہے تو یہ خود اس سے لے سکتا ہے کہ یہ اس کا عین حق ہے، اب یہ روپے مدرسہ میں دے، ان پچھلی دونوں صورتوں میں یہ روپیہ ←

مسئلہ ۷۵: زکاۃ علانیہ اور ظاہر طور پر افضل ہے اور نفل صدقہ چُھپا کر دینا افضل۔ (89) زکاۃ میں اعلان اس وجہ سے ہے کہ چُھپا کر دینے میں لوگوں کو تہمت اور بدگمانی کا موقع ملے گا، نیز اعلان اوروں کے لیے باعثِ ترغیب ہے کہ اس کو دیکھ کر اور لوگ بھی دیں گے مگر یہ ضرور ہے کہ ریا نہ آنے پائے کہ ثواب جاتا رہے گا بلکہ گناہ واستحقاق عذاب ہے۔

مسئلہ ۷۶: زکاۃ دینے میں اس کی ضرورت نہیں کہ فقیر کو زکاۃ کہہ کر دے، بلکہ صرف نیّت زکاۃ کافی ہے یہاں تک کہ اگر ہبہ یا قرض کہہ کر دے اور نیّت زکاۃ کی ہو ادا ہوگئی۔ (90) یوہیں نذر یا ہدیہ یا پان کھانے یا بچوں کے مٹھائی کھانے یا عیدی کے نام سے دی ادا ہوگئی۔ بعض محتاج ضرورت مند زکاۃ کا روپیہ نہیں لینا چاہتے، انھیں زکاۃ کہہ کر دیا جائے گا تو نہیں لیں گے لہٰذا زکاۃ کا لفظ نہ کہے۔

مسئلہ ۷۷: زکاۃ ادا نہیں کی تھی اور اب بیمار ہے تو وارثوں سے چُھپا کر دے اور اگر نہ دی تھی اور اب دینا چاہتا ہے، مگر مال نہیں جس سے ادا کرے اور یہ چاہتا ہے کہ قرض لے کر ادا کرے تو اگر غالب گمان قرض ادا ہو جانے کا ہے تو بہتر یہ ہے کہ قرض لے کر ادا کرے ورنہ نہیں کہ حق العبد حق اللہ سے سخت تر ہے۔ (91)

مسئلہ ۷۸: مالکِ نصاب سال تمام سے پیشتر بھی ادا کر سکتا ہے، بشرطیکہ سال تمام پر بھی اس نصاب کا مالک رہے اور اگر ختم سال پر مالک نصاب نہ رہا یا اثنائے سال میں وہ مالِ نصاب بالکل ہلاک ہو گیا تو جو کچھ دیا نفل ہے اور جو شخص نصاب کا مالک نہ ہو، وہ زکاۃ نہیں دے سکتا یعنی آئندہ اگر نصاب کا مالک ہو گیا تو جو کچھ پہلے دیا ہے وہ اُس کی زکاۃ میں محسوب نہ ہوگا۔ (92)

مسئلہ ۷۹: مالک نصاب اگر پیشتر سے چند نصابوں کی زکاۃ دینا چاہے تو دے سکتا ہے یعنی شروع سال میں ایک

تنخواہ مدرسین وغیرہ ہر کارِ مدرسہ میں صرف ہوسکتا ہے والمسئلۃ فی الدر وغیرہ من الاسفار الغر (اس مسئلہ کی تفصیل در اور دیگر معتبر کتب میں ہے۔ت) واللہ تعالیٰ اعلم (فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۲۶۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(89) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۷۱

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:
زکوٰۃ اعلان کے ساتھ دینا بہتر ہے اور خفیہ دینا بھی بے تکلف روا ہے، اور اگر کوئی صاحب عزّت حاجتمند ہو کہ اعلانیہ نہ لے گا یا اس میں سُکی سمجھے گا تو اُسے خُفیہ بھی دینا بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۷ ۱۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(90) المرجع السابق

(91) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب فی زکاۃ ثمن المبیع وفاء، ج ۳، ص ۲۲۸

(92) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۷۶

نصاب کا مالک ہے اور دو یا تین نصابوں کی زکاۃ دے دی اور ختم سال پر جتنی نصابوں کی زکاۃ دی ہے اتنی نصابوں کا مالک ہوگیا تو سب کی ادا ہوگئی اور سال تمام تک ایک ہی نصاب کا مالک رہا، سال کے بعد اور حاصل کیا تو وہ زکاۃ اس میں محسوب نہ ہوگی۔(93)

مسئلہ ۸۰: مالک نصاب پیشتر سے چند سال کی بھی زکاۃ دے سکتا ہے۔(94) لہٰذا مناسب ہے کہ تھوڑا تھوڑا زکاۃ میں دیتا رہے، ختم سال پر حساب کرے، اگر زکاۃ پوری ہوگئی فبہا اور کچھ کمی ہو تو اب فوراً دیدے، تاخیر جائز نہیں کہ نہ اُس کی اجازت کہ اب تھوڑا تھوڑا کر کے ادا کرے، بلکہ جو کچھ باقی ہے کُل فوراً ادا کر دے اور زیادہ دے دیا ہے تو سال آئندہ میں مُجرا کر دے (یعنی آئندہ سال میں اس کو شمار کرلے)۔

مسئلہ ۸۱: ایک ہزار کا مالک ہے اور دو ہزار کی زکاۃ دی اور نیت یہ ہے کہ سال تمام تک اگر ایک ہزار اور ہوگئے تو یہ اس کی ہے، ورنہ سال آئندہ میں محسوب ہوگی یہ جائز ہے۔(95)

مسئلہ ۸۲: یہ گمان کر کے کہ پانسو روپے ہیں، پانسو کی زکاۃ دی پھر معلوم ہوا کہ چار ہی سو تھے تو جو زیادہ دیا ہے، سال آئندہ میں محسوب کرسکتا ہے۔(96)

مسئلہ ۸۳: کسی کے پاس سونا چاندی دونوں ہیں اور سال تمام سے پہلے ایک کی زکاۃ دی تو وہ دونوں کی زکاۃ ہے یعنی درمیان سال میں ان میں سے ایک ہلاک ہوگیا، اگرچہ وہی جس کی نیت سے زکاۃ دی ہے تو جو رہ گیا ہے اُس کی زکاۃ یہ ہوگئی اور اگر اس کے پاس گائے بکری اونٹ سب بقدر نصاب ہیں اور پیشتر سے ان میں ایک کی زکاۃ دی تو جس کی زکاۃ دی، اُسی کی ہے دوسرے کی نہیں یعنی جس کی زکاۃ دی ہے اگر اثنائے سال میں اُس کی نصاب جاتی رہی تو وہ باقیوں کی زکاۃ نہیں قرار دی جائے گی۔(97)

مسئلہ ۸۴: اثنائے سال میں جس فقیر کو زکاۃ دی تھی، ختم سال پر وہ مالدار ہوگیا یا مرگیا یا معاذ اللہ مُرتد ہوگیا تو زکاۃ پر اُس کا کچھ اثر نہیں وہ ادا ہوگئی، جس شخص پر زکاۃ واجب ہے اگر وہ مرگیا تو ساقط ہوگئی یعنی اس کے مال سے زکاۃ دینا ضرور نہیں، ہاں اگر وصیت کر گیا تو تہائی مال تک وصیت نافذ ہے اور اگر عاقل بالغ ورثہ اجازت دے دیں تو کُل مال

---

(93) المرجع السابق

(94) المرجع السابق

(95) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج۱، ص۱۷۶

(96) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الزکاۃ، فصل فی اداء الزکاۃ، ج۱، ص۱۲۶

(97) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج۱، ص۱۷۶

سے زکاۃ ادا کی جائے۔(98)

مسئلہ ۸۵: اگر شک ہے کہ زکاۃ دی یا نہیں تو اب دے۔(99)

❁❁❁❁❁

(98) المرجع السابق

(99) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب فی زکاۃ ثمن المبیع وفاء، ج ۳، ص ۲۲۸.

سائمہ کی زکاۃ کا بیان

سائمہ وہ جانور ہے جو سال کے اکثر حصہ میں چر کر گذر کرتا ہو اور اوس سے مقصود صرف دودھ اور بچے لینا یا فربہ کرنا ہے۔ (1) اگر گھر میں گھاس لا کر کھلاتے ہوں یا مقصود بوجھ لادنا یا ہل وغیرہ کسی کام میں لانا یا سواری لینا ہے تو اگرچہ چر کر گذر کرتا ہو، وہ سائمہ نہیں اور اس کی زکاۃ واجب نہیں۔ یوہیں اگر گوشت کھانے کے لیے ہے تو سائمہ نہیں، اگرچہ جنگل میں چرتا ہو اور اگر تجارت کا جانور چرائی پر ہے تو یہ بھی سائمہ نہیں، بلکہ اس کی زکاۃ قیمت لگا کر ادا کی جائے گی۔ (2)

مسئلہ ۱: چھ مہینے چرائی پر رہتا ہے اور چھ مہینے چارہ پاتا ہے تو سائمہ نہیں اور اگر یہ ارادہ تھا کہ اسے چارہ دیں گے یا اس سے کام لیں گے مگر کیا نہیں، یہاں تک کہ سال ختم ہوگیا تو زکاۃ واجب ہے اور اگر تجارت کے لیے تھا اور چھ مہینے یا زیادہ تک چرائی پر رکھا تو جب تک یہ نیت نہ کرے کہ یہ سائمہ ہے، فقط چرانے سے سائمہ نہ ہوگا۔ (3)

مسئلہ ۲: تجارت کے لیے خریدا تھا پھر سائمہ کر دیا، تو زکاۃ کے لیے ابتدائے سال اس وقت سے ہے خریدنے

---

(1) تنویر الابصار، کتاب الزکاۃ، باب السائمۃ، ج ۳، ص ۲۳۲

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

(السائمۃ المکتفیۃ بالرعی اکثر العام لقصد الدر والنسل) والسمن، فی البدائع لو اسامھا للحم فلا زکوۃ کما لو اسام للحمل والرکوب، ولو للتجارۃ ففیھا زکوۃ التجارۃ (فلو علفھا نصفہ لا تکون سائمۃ) فلا زکوۃ للشک فی الموجب اھ (اے درمختار باب السائمۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۳۱)

سائمہ وہ چوپایہ ہے جو سال کا اکثر حصہ باہر چر کر گزارا کرے، اگر ایسا جانور کسی نے دودھ، نسل اور گھی کے لیے رکھا ہو، بدائع میں ہے کہ اگر گوشت کے لیے ہو تو زکوۃ نہیں، جیسا کہ اگر کسی نے بوجھ لادنے یا سواری کے لیے رکھا تو زکوۃ نہیں، اگر تجارت کیلئے ہے تو اس میں زکوۃ ہوگی (اگر نصف سال چارہ ڈالا تو وہ جانور سائمہ نہ ہوگا) اس میں زکوۃ نہ ہوگی کیونکہ موجب میں شک ہے

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۲۴۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب السائمۃ، ج ۳، ص ۲۳۳

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الثانی فی صدقۃ السوائم، ج ۱، ص ۱۷۶

کے وقت سے نہیں۔(4)

مسئلہ ۳: سال تمام سے پہلے سائمہ کو کسی چیز کے بدلے بیچ ڈالا، اگر یہ چیز اس قسم کی ہے جس پر زکاۃ واجب ہوتی ہے اور پہلے سے اس کی نصاب اس کے پاس موجود نہیں، تو اب اس کے لیے اُس وقت سے سال شمار کیا جائے گا۔(5)

مسئلہ ۴: وقف کے جانور اور جہاد کے گھوڑے کی زکاۃ نہیں۔ یوہیں اندھے یا ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے جانور کی زکاۃ نہیں، البتہ اندھا اگر چرائی پر رہتا ہے تو واجب ہے۔(6) یوہیں اگر نصاب میں کمی ہے اور اس کے پاس اندھا جانور ہے کہ اس کے ملانے سے نصاب پوری ہو جاتی ہے تو زکاۃ واجب ہے۔

تین قسم کے جانوروں کی زکاۃ واجب ہے، جب کہ سائمہ ہوں۔

(۱) اونٹ۔

(۲) گائے۔

(۳) بکری۔

لہٰذا ان کی نصاب کی تفصیل بیان کرنے کے بعد دیگر احکام بیان کیے جائیں گے۔

❀❀❀❀❀

(4) تنویر الابصار و الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب السائمۃ، ج ۳، ص ۲۳۵

(5) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب السائمۃ، ج ۳، ص ۲۳۵

(6) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب السائمۃ، ج ۳، ص ۲۳۶

اُونٹ کی زکاۃ کا بیان

صحیحین میں ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: پانچ اونٹ سے کم میں زکاۃ نہیں۔ (1) اور اس کی زکاۃ میں تفصیل صحیح بخاری شریف کی اس حدیث میں ہے، جو انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی۔

مسئلہ ۱: پانچ اونٹ سے کم میں زکاۃ واجب نہیں اور جب پانچ یا پانچ سے زیادہ ہوں، مگر پچیس ۲۵ سے کم ہوں تو ہر پانچ میں ایک بکری واجب ہے یعنی پانچ ہوں تو ایک بکری، دس ۱۰ ہوں تو دو ۲، وعلیٰ ہذا القیاس۔ (2)

مسئلہ ۲: زکاۃ میں جو بکری دی جائے وہ سال بھر سے کم کی نہ ہو بکری دیں یا بکرا اس کا اختیار ہے۔ (3)

مسئلہ ۳: دو نصابوں کے درمیان میں جو ہوں وہ عفو ہیں یعنی اُن کی کچھ زکاۃ نہیں، مثلاً سات آٹھ ہوں، جب بھی وہی ایک بکری ہے۔ (4)

مسئلہ ۴: پچیس ۲۵ اونٹ ہوں تو ایک بنت مخاض یعنی اونٹ کا بچہ مادہ جو ایک سال کا ہو چکا، دوسری برس میں ہو۔ پینتیس ۳۵ تک یہی حکم ہے یعنی وہی بنت مخاض دیں گے۔ چھتیس ۳۶ سے پینتالیس ۴۵ تک میں ایک بنت لبون یعنی اونٹ کا مادہ بچہ جو دو سال کا ہو چکا اور تیسری برس میں ہے۔ چھیالیس ۴۶ سے ساٹھ ۶۰ تک میں حِقہ یعنی اونٹنی جو تین برس کی ہو چکی چوتھی میں ہو۔ اکسٹھ ۶۱ سے پچھتر ۷۵ تک جذعہ یعنی چار سال کی اونٹنی جو پانچویں میں ہو۔ چھہتر ۷۶ سے نوے ۹۰ تک میں دو بنت لبون۔ اکانوے ۹۱ سے ایک سو بیس ۱۲۰ تک میں دو حِقہ۔ اس کے بعد ایک سو پینتالیس ۱۴۵ تک دو حِقہ اور ہر پانچ میں ایک بکری، مثلاً ایک سو پچیس ۱۲۵ میں دو حِقہ ایک بکری اور ایک سو تیس ۱۳۰ میں دو حِقہ دو بکریاں، (5)

---

(1) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب لیس فیما دون خمسۃ أوسق صدقۃ، الحدیث: ۹۷۹، ص ۴۸۷

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الثاني في صدقۃ السوائم، الفصل الثاني، ج ۱، ص ۱۷۷

(3) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب نصاب الابل، ج ۳، ص ۲۳۸

(4) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب نصاب الابل، ج ۳، ص ۲۳۸

(5) مزید آسانی کے لیے ذیل کا نقشہ ملاحظہ کیجئے: اونٹ کا نصاب

وعلیٰ ہذاالقیاس (6)۔ پھر ایک سو پچاس ۱۵۰ میں تین حِقّہ اگر اس سے زیادہ ہوں تو ان میں ویسا ہی کریں جیسا شروع میں کیا تھا یعنی ہر پانچ میں ایک بکری اور پچیس ۲۵ میں بنت مخاض، چھتیس ۳۶ میں بنت لبون، یہ ایک سو چھیاسی ۱۸۶ بلکہ ایک سو پچانوے ۱۹۵ تک کا حکم ہو گیا یعنی اتنے میں تین حِقّہ اور ایک بنتِ لبون۔ پھر ایک سو چھیانوے ۱۹۶ سے دو سو ۲۰۰ تک چار حِقّہ اور یہ بھی اختیار ہے کہ پانچ بنت لبون دے دیں۔ پھر دو سو ۲۰۰ کے بعد وہی طریقہ برتیں، جو ایک سو پچاس ۱۵۰ کے بعد ہے یعنی ہر پانچ میں ایک بکری، پچیس ۲۵ میں بنت مخاض، چھتیس ۳۶ میں بنت لبون۔ پھر دو سو چھیالیس ۲۴۶ سے دو سو پچاس ۲۵۰ تک پانچ حِقّہ وعلیٰ ہذاالقیاس۔ (7)

مسئلہ ۵: اونٹ کی زکاۃ میں جس موقع پر ایک یا دو یا تین یا چار سال کا اونٹ کا بچہ دیا جاتا ہے تو ضرور ہے کہ وہ مادہ ہو، نَر دیں تو مادہ کی قیمت کا ہو ورنہ نہیں لیا جائے گا۔ (8)

❁❁❁❁❁

تعداد جن پر زکاۃ واجب ہے	شرح زکاۃ
۵ سے ۹ تک	ایک بکری
۱۰ سے ۱۴ تک	دو بکریاں
۱۵ سے ۱۹ تک	تین بکریاں
۲۰ سے ۲۴ تک	چار بکریاں
۲۵ سے ۳۵ تک	ایک سال کی اونٹنی
۳۶ سے ۴۵ تک	دو سال کی اونٹنی
۴۶ سے ۶۰ تک	تین سال کی اونٹنی
۶۱ سے ۷۵ تک	چار سال کی اونٹنی
۷۶ سے ۹۰ تک	دو دو سال کی دو اونٹنیاں
۹۱ سے ۱۲۰ تک	تین، تین سال کی دو اونٹنیاں

(6) یعنی ایک سو پینتیس ۱۳۵ میں دو حقہ تین بکریاں، ایک سو چالیس ۱۴۰ میں دو حقہ چار بکریاں اور ایک سو پینتالیس ۱۴۵ میں دو حقہ اور ایک بنتِ مخاض۔

(7) تبیین الحقائق، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ السوائم، ج ۲، ص ۳۴
والدرالمختار وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب نصاب الابل، ج ۳، ص ۲۳۸ - ۲۴۰، وغیرہما

(8) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب نصاب الابل، ج ۳، ص ۲۴۰

گائے کی زکاۃ کا بیان

ابوداود و ترمذی و نسائی و دارمی معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو یہ فرمایا: کہ ہر تیس ۳۰ گائے سے ایک تبیع یا تبیعہ لیں اور ہر چالیس ۴۰ میں ایک مسن یا مسنہ۔ (1) اور اسی کے مثل ابو داود کی دوسری روایت امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ کام کرنے والے جانور کی زکاۃ نہیں۔ (2)

مسئلہ ۱: تیس سے کم گائیں ہوں تو زکاۃ واجب نہیں، جب تیس ۳۰ پوری ہوں تو ان کی زکاۃ ایک تبیع یعنی سال بھر کا بچھڑا یا تبیعہ یعنی سال بھر کی بچھیا ہے اور چالیس ۴۰ ہوں تو ایک مسن یعنی دو سال کا بچھڑا یا مُسِنہ یعنی دو سال کی بچھیا، انسٹھ ۵۹ تک یہی حکم ہے۔ پھر ساٹھ ۶۰ میں دو تبیع یا تبیعہ پھر ہر تیس ۳۰ میں ایک تبیع یا تبیعہ اور ہر چالیس ۴۰ میں ایک مُسِن یا مُسِنہ، مثلاً ستر ۷۰ میں ایک تبیع اور ایک مُسِن اور اسی ۸۰ میں دو مُسِن (3)، وعلٰی ہذا القیاس۔ اور جس

---

(1) سنن أبي داود، کتاب الزکاۃ، باب في زکاۃ السائمۃ، الحدیث: ۱۵۷۶، ج ۲، ص ۱۴۵

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ وہاں کا حاکم بنا کر، چونکہ اس زمانہ میں اسلامی حکام لوگوں کے ظاہری مال یعنی جانوروں اور زمینوں کی زکوۃ بھی وصول کرتے تھے جو بعد میں اپنے مصرف پر بہت احتیاط سے خرچ کردی جاتی تھی اس لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ تلقین فرمائی۔

۲۔ بقر کے معنی ہیں چیرنا پھاڑنا، چونکہ بیل زمین میں ہل چلاتے ہیں جن سے زمین چر جاتی ہے اس لیے اسے بقر کہتے ہیں، بقرہ میں ۃ تانیث کی نہیں، وحدۃ نوعی یا صنفی کی ہے لہذا یہ لفظ بیل پر بولا جاتا ہے، چونکہ عرب میں بھینس نہیں ہوتی اس لیے ان کا ذکر نہ فرمایا ورنہ بھینس کی زکوۃ بھی گائے کی طرح ہے۔ خلاصہ یہ کہ گائے بھینس کا نصاب تیس ہے تیس میں ایک سال کا بچھڑا یا بچھڑی واجب ہے، پھر چالیس تک زکوۃ نہ بڑھے گی اور چالیس میں دو سالہ بچھڑا یا بچھڑی واجب، ساٹھ میں دو تبیعے اور ستر میں ایک تبیعہ اور ایک مسنہ۔ غرضکہ ہر تیس پر تبیعہ واجب ہوتا رہے گا (یکسالہ) اور ہر چالیس پر مسنہ (دو سالہ) چالیس کے بعد ساٹھ سے کم میں بہت اختلاف ہے، صاحبین کے ہاں اس زیادتی سے زکوۃ نہ بڑھے گی، امام اعظم سے اس میں تین روایتیں ہیں۔ اس کی تحقیق ہدایہ کی شرح میں دیکھو، یہ حدیث اگرچہ منقطع ہے کیونکہ اس میں مسروق نے حضرت معاذ سے روایت کی مگر انہوں نے معاذ سے ملاقات نہیں کی لیکن چونکہ بہت احادیث سے اسے تقویت پہنچ چکی ہے اس لیے قابل عمل ہے اسی لیے ترمذی نے اسے احسن فرمایا۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۸)

(2) سنن أبي داود، کتاب الزکاۃ، باب في زکاۃ السائمۃ، الحدیث: ۱۵۷۲، ج ۲، ص ۱۴۲

(3) مزید آسانی کے لیے ذیل کا نقشہ ملاحظہ کیجئے: گائے کا نصاب

جگہ تیس ۳۰ اور چالیس ۴۰ دونوں ہو سکتے ہوں وہاں، اختیار ہے کہ تبیع زکاۃ میں دیں یا مُسِن، مثلاً ایک سو بیس ۱۲۰ میں اختیار ہے کہ چار تبیع دیں یا تین مُسِن۔ (4)

مسئلہ ۲: بھینس گائے کے حکم میں ہے اور اگر گائے بھینس دونوں ہوں تو زکاۃ میں ملا دی جائیں گی، مثلاً بیس ۲۰ گائے ہیں اور دس ۱۰ بھینسیں تو زکاۃ واجب ہوگئی اور زکاۃ میں اس کا بچہ لیا جائے جو زیادہ ہو یعنی گائیں زیادہ ہوں تو گائے کا بچہ اور بھینسیں زیادہ ہوں تو بھینس کا اور اگر کوئی زیادہ نہ ہو تو زکاۃ میں وہ لیں جو اعلیٰ سے کم ہو اور ادنیٰ سے اچھا۔ (5)

مسئلہ ۳: گائے بھینس کی زکاۃ میں اختیار ہے کہ نر لیا جائے یا مادہ، مگر افضل یہ ہے کہ گائیں زیادہ ہوں تو بچھیا اور نر زیادہ ہوں تو بچھڑا۔ (6)

❁❁❁❁❁

تعداد جن پر زکاۃ واجب ہے	شرح زکاۃ
۳۰ سے ۳۹ تک	ایک سال کا بچھڑا یا بچھیا
۴۰ سے ۵۹ تک	پورے دو سال کا بچھڑا یا بچھیا
۶۰ سے ۶۹ تک	ایک ایک سال کے دو بچھڑے یا بچھیاں
۷۰ سے ۷۹ تک	ایک سال کا بچھڑا یا بچھیا اور ایک دو سال کا بچھڑ
۸۰ سے ۸۹ تک	دو سال کے دو بچھڑے

(4) الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ البقر، ج ۳، ص ۲۴۱

(5) الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الثانی فی صدقۃ السوائم، الفصل الثالث، ج ۱، ص ۱۷۸

(6) المرجع السابق

بکریوں کی زکاۃ کا بیان

صحیح بخاری شریف میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جب انھیں بحرین بھیجا تو فرائض صدقہ جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مقرر فرمائے تھے لکھ کر دیے، ان میں بکری کی نصاب کا بھی بیان ہے اور یہ کہ زکاۃ میں نہ بوڑھی بکری دی جائے، نہ عیب والی نہ بکرا ہاں اگر مصدق (صدقہ وصول کرنے والا) چاہے تو لے سکتا ہے۔(1) اور زکاۃ کے خوف سے نہ متفرق کو جمع کریں نہ مجتمع کو متفرق کریں۔

(1) صحیح البخاري، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الغنم، الحدیث: ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ج۱، ص۴۹۰

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں حضرت انس کو بحرین کا حاکم بنا کر بھیجا تو انہیں جو قوانین لکھ کر دیئے ان میں زکوۃ کا قانون حسب ذیل تھا۔خیال رہے کہ بحرین عرب کا ایک صوبہ ہے جو بصرہ سے قریب ہے، چونکہ یہ علاقہ دو دریاؤں کے بیچ میں ہے اس لیے اسے بحرین کہتے ہیں۔

۲۔ یعنی زکوۃ کا حکم اللہ نے دیا ہے اور اس کی تفصیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی اور کسی حکم پر بغیر تفصیل معلوم ہوئے عمل نہیں ہوسکتا اس لیے بعد ہجرت زکوۃ دینا فرض ہوئی۔یہاں مرقات نے فرمایا کہ زکوۃ کا حکم ہجرت سے پہلے آیا مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفصیل بعد ہجرت بیان کی۔چنانچہ مکی آیتوں میں ملتا ہے"وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ"۔حضرت صدّیق کا منشاء یہ ہے کہ جو کچھ میں لکھ رہا ہوں وہ اپنے اجتہاد یا قرآن وحدیث میں تاویل سے نہیں بلکہ اللہ کے صریح حکم اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے تفصیلی بیان سے ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ فرضیت اور حرمت کی نسبت حضور علیہ السلام کی طرف کی جاسکتی ہے،یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے نماز و روزہ فرض کیا یا شراب وزنا حرام کیا۔

۱۸۔ جنگل میں چرنے والی وہ بکری ہے جو سال کا اکثر حصہ جنگل کی قدرتی پیداوار کھا کر پلے اگر زیادہ حصہ گھر کے چارے پر گزارے تو اسے علوفہ کہیں گے اس میں زکوۃ نہیں ہاں اگر تجارت کی بکریاں ہیں تو ان میں تجارتی زکوۃ ہے گھر چریں یا جنگل میں۔خیال رہے کہ اگر بکریوں کے دودھ کی تجارت کرتا ہو نہ کہ عین بکری کی تو ان میں تجارت کی زکوۃ نہیں۔

۱۹۔ خلاصہ یہ ہے کہ بکری کا نصاب چالیس ہے خواہ خالص بکریاں ہوں یا بکری بکرے مخلوط،خالص بکروں میں زکوۃ نہیں کیونکہ ان کی نسل نہیں چلتی پھر پہلی کسر ۸۰ ہے جس میں زکوۃ نہیں بڑھتی یعنی ایک سو بیس تک ایک ہی بکری واجب ہوتی ہے،ایک سو بیس کے بعد پھر ۸۰ کسر ہے جس سے زکوۃ نہیں بڑھتی،دو سو تک دو بکریاں ہی واجب ہوتی ہیں،پھر سو کسر ہے جن سے زکوۃ نہیں بڑھتی تین سو تک تین ہی بکریاں رہتی ہیں تین سو کے بعد بھی سو ہی کسر ہے،چار سو پر ۴ بکریاں واجب ہوں گی،عام علماء کا یہی قول ہے البتہ امام نخعی اور حسن ←

مسئلہ ۱: چالیس ۴۰ سے کم بکریاں ہوں تو زکاۃ واجب نہیں اور چالیس ۴۰ ہوں تو ایک بکری اور یہی حکم ایک سو بیس ۱۲۰ تک ہے یعنی ان میں بھی وہی ایک بکری ہے اور ایک سو اکیس ۱۲۱ میں دو اور دو سو ایک ۲۰۱ میں تین ۳ اور چار سو ۴۰۰ میں چار ۴ پھر ہر سو پر ایک (2) اور جو دو نصابوں کے درمیان میں ہے معاف ہے۔(3)

مسئلہ ۲: زکاۃ میں اختیار ہے کہ بکری دے یا بکرا، جو کچھ ہو یہ ضرور ہے کہ سال بھر سے کم کا نہ ہو، اگر کم کا ہو تو قیمت کے حساب سے دیا جاسکتا ہے۔(4)

مسئلہ ۳: بھیڑ دُنبہ بکری میں داخل ہیں، کہ ایک سے نصاب پوری نہ ہوتی ہو تو دوسری کو ملا کر پوری کریں اور زکاۃ میں بھی ان کو دے سکتے ہیں مگر سال سے کم کے نہ ہوں۔(5)

مسئلہ ۴: جانوروں میں نسب ماں سے ہوتا ہے، تو اگر ہرن اور بکری سے بچہ پیدا ہوا تو بکریوں میں شمار ہوگا اور نصاب میں اگر ایک کی کمی ہے تو اُسے ملا کر پوری کریں گے، بکرے اور ہرنی سے ہے تو نہیں۔ یوہیں نیل گائے اور بیل سے ہے تو گائے نہیں اور نیل گائے نر اور گائے سے ہے تو گائے ہے۔(6)

ابن صالح رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ اگر تین سو پر ایک بکری بھی زیادہ ہوگی تو چار بکریاں واجب ہوں گی مگر پہلا قول زیادہ قوی ہے، ظاہری حدیث اسی کی تائید کر رہی ہے۔

۲۰۔ یہاں رجل سے مراد ہر بالغ عاقل مسلمان ہے مرد ہو یا عورت یعنی چونکہ بکری کا نصاب چالیس ہے لہذا اگر انتالیس بکریاں بھی ہوں تو زکوۃ واجب نہیں ہوگی، ہاں اگر مالک کچھ صدقہ نفلی دیدے تو اسے اختیار ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۳، ص۲۵)

(2) مزید آسانی کے لیے ذیل کا نقشہ ملاحظہ کیجئے: بکری کا نصاب

تعداد جن پر زکاۃ فرض ہے	شرح زکاۃ
۴۰ سے ۱۲۰ تک	ایک بکری
۱۲۱ سے ۲۰۰ تک	دو بکریاں
۲۰۱ سے ۳۹۹ تک	تین بکریاں
۴۰۰ سے ۴۹۹ تک	چار بکریاں
پھر ہر سو پر	ایک بکری کا اضافہ

(3) تنویر الابصار والدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الغنم، ج۳، ص۲۴۳
والفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الثاني في صدقۃ السوائم، الفصل الرابع، ج۱، ص۱۷۸

(4) الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الغنم، ج۳، ص۲۴۳

(5) المرجع السابق، ص۲۴۲

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الثاني في صدقۃ السوائم، الفصل الرابع، ج۱، ص۱۷۸، وغیرہ

مسئلہ ۵: جن جانوروں کی زکاۃ واجب ہے وہ کم سے کم سال بھر کے ہوں، اگر سب ایک سال سے کم کے بچے ہوں تو زکاۃ واجب نہیں اور اگر ایک بھی اُن میں سال بھر کا ہو تو سب اسی کے تابع ہیں، زکاۃ واجب ہو جائے گی، یعنی مثلاً بکری کے چالیس ۴۰ بچے سال سال بھر سے کم کے خریدے تو وقت خریداری سے ایک سال پر زکاۃ واجب نہیں کہ اس وقت قابلِ نصاب نہ تھے بلکہ اُس وقت سے سال لیا جائے گا کہ ان میں کا کوئی سال بھر کا ہو گیا۔ یوہیں اگر اس کے پاس بقدر نصاب بکریاں تھیں اور چھ مہینے گزرنے کے بعد اُن کے چالیس ۴۰ بچے ہوئے پھر بکریاں جاتی رہیں، بچے باقی رہ گئے تو اب سال تمام پر یہ بچے قابلِ نصاب نہیں، لہٰذا زکاۃ واجب نہیں (7)۔

مسئلہ ۶: اگر اُس کے پانچ اونٹ، گائیں، بکریاں سب ہیں مگر نصاب سے سب کم ہیں یا بعض تو نصاب پوری کرنے کے لیے خلط نہ کریں گے اور زکاۃ واجب نہ ہوگی۔ (8)

مسئلہ ۷: زکاۃ میں متوسط درجہ کا جانور لیا جائے گا چُن کر عمدہ نہ لیں، ہاں اُس کے پاس سب اچھے ہی ہوں تو وہی لیں اور گابھن اور وہ جانور نہ لیں جسے کھانے کے لیے فربہ کیا ہو، نہ وہ مادہ لیں جو اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے نہ بکرا لیا جائے۔ (9)

مسئلہ ۸: جس عمر کا جانور دینا واجب آیا وہ اس کے پاس نہیں اور اس سے بڑھ کر موجود ہے تو وہ دے دے اور جو زیادتی ہو واپس لے، مگر صدقہ وصول کرنے والے پر لینا واجب نہیں اگر نہ لے اور اُس جانور کو طلب کرے جو واجب آیا یا اس کی قیمت تو اُسے اس کا اختیار ہے جس عمر کا جانور واجب ہوا وہ نہیں ہے اور اس سے کم عمر کا ہے تو وہی دیدے اور جو کمی پڑے اُس کی قیمت دے یا واجب کی قیمت دیدے دونوں طرح کر سکتا ہے۔ (10)

مسئلہ ۹: گھوڑے، گدھے، خچر اگرچہ چرائی پر ہوں ان کی زکاۃ نہیں، ہاں اگر تجارت کے لیے ہوں تو ان کی قیمت لگا کر اُس کا چالیسواں ۴۰ حصہ زکاۃ میں دیں۔ (11)

مسئلہ ۱۰: دو نصابوں کے درمیان جو عفو ہے اس کی زکاۃ نہیں ہوتی یعنی بعد سال تمام اگر وہ عفو ہلاک ہو جائے تو زکاۃ میں کوئی کمی نہ ہوگی اور واجب ہونے کے بعد نصاب ہلاک ہوگئی تو اس کی زکاۃ بھی ساقط ہوگئی اور ہلاک پہلے عفو کی

---

(7) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الخیل، ص ۱۵۴

(8) تنویر الابصار والدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال، ج ۳، ص ۲۸۰ وغیرہ

(9) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الغنم، ج ۳، ص ۲۵۱

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الثانی فی صدقۃ السوائم، الفصل الثانی، ج ۱، ص ۱۷۷

(11) تنویر الابصار والدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الغنم، ج ۳، ص ۲۴۴، وغیرہ

طرف پھیریں گے، اس سے بچے تو اُس کے متصل جو نصاب ہے اس کی طرف پھر بھی بچے تو اسکے بعد وعلیٰ ہذا القیاس۔
مثلاً اسی ۸۰ بکریاں تھیں چالیس ۴۰ مرگئیں تو اب بھی ایک بکری واجب رہی کہ چالیس کے بعد دوسرا چالیس عفو ہے اور چالیس اونٹ میں پندرہ مرگئے تو بنتِ مخاض واجب ہے کہ چالیس میں چار عفو ہیں وہ نکالے، اس کے بعد چھتیس ۳۶ کی نصاب ہے وہ بھی کافی نہیں، لہٰذا گیارہ اور نکالے، پچیس رہے ان میں بنتِ مخاض کا حکم ہے بس یہی دیں گے۔(12)

مسئلہ ۱۱: دو بکریاں زکاۃ میں واجب ہوئیں اور ایک فربہ بکری دی جو قیمت میں دو کی برابر ہے زکاۃ ادا ہوگئی۔

مسئلہ ۱۲: سال تمام کے بعد مالک نصاب نے نصاب خود ہلاک کر دی تو زکاۃ ساقط نہ ہوگی، مثلاً جانور کو چارا پانی نہ دیا گیا کہ مرگیا زکاۃ دینی ہوگی۔ یوہیں اگر اُس کا کسی پر قرض تھا اور وہ مقروض مالدار ہے سال تمام کے بعد اس نے معاف کر دیا تو یہ ہلاک کرنا ہے، لہٰذا زکاۃ دے اور اگر وہ نادار تھا اور اس نے معاف کر دیا تو ساقط ہوگئی۔(13)

مسئلہ ۱۳: مالک نصاب نے سال تمام کے بعد قرض دے دیا یا عاریت دی یا مال تجارت کو مال تجارت کے بدلے بیچا اور جس کو دیا تھا اُس نے انکار کر دیا اور مالک کے پاس ثبوت نہیں یا وہ مرگیا اور ترکہ نہ چھوڑا تو یہ ہلاک کرنا نہیں، لہٰذا زکاۃ ساقط ہوگئی۔ اور اگر سال تمام کے بعد مالِ تجارت کو غیر مالِ تجارت کے عوض بیچ ڈالا یعنی اس کے بدلے میں جو چیز لی اُس سے تجارت مقصود نہیں، مثلاً خدمت کے لیے غلام یا پہننے کے لیے کپڑے خریدے یا سائمہ کو سائمہ کے بدلے بیچا اور جس کے ہاتھ بیچا اُس نے انکار کر دیا اور اس کے پاس گواہ نہیں یا وہ مرگیا اور ترکہ نہ چھوڑا تو یہ ہلاک نہیں بلکہ ہلاک کرنا ہے، لہٰذا زکاۃ واجب ہے۔ سال تمام کے بعد مال تجارت کو عورت کے مہر میں دے دیا یا عورت نے اپنی نصاب کے بدلے شوہر سے خلع لیا تو زکاۃ دینی ہوگی۔(14)

مسئلہ ۱۴: اس کے پاس روپے اشرفیاں تھیں جن پر سال گزر امگر ابھی زکاۃ نہیں دی، ان کے بدلے تجارت کے لیے کوئی چیز خریدی اور یہ چیز ہلاک ہوگئی تو زکاۃ ساقط ہوگئی مگر جب کہ اتنی گراں (مہنگی) خریدی کہ اتنے نقصان کے ساتھ لوگ نہ خریدتے ہوں تو اُس کی اصلی قیمت پر جو کچھ زیادہ دیا ہے، اس کی زکاۃ ساقط نہ ہوگی کہ وہ ہلاک کرنا ہے اور اگر تجارت کے لیے نہ ہو، مثلاً خدمت کے لیے غلام خریدا، وہ مرگیا تو اس روپے کی زکاۃ ساقط نہ ہوگی۔(15)

---

(12) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الغنم، ج ۳، ص ۲۴۶، وغیرہما

(13) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الغنم، ج ۳، ص ۲۴۷

(14) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الغنم، ج ۳، ص ۲۴۸۔ ۲۵۰

(15) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الغنم، ج ۳، ص ۲۴۸

مسئلہ ۱۵: بادشاہِ اسلام نے اگرچہ ظالم یا باغی ہو، سائمہ کی زکاۃ لے لی یا عُشر وصول کرلیا اور انھیں محل پر صرف کیا تو اعادہ کی حاجت نہیں اور محل پر صرف نہ کیا تو اعادہ کیا جائے اور خراج لے لیا تو مطلقاً اعادہ کی حاجت نہیں۔(16)

مسئلہ ۱۶: مُصدّق (زکاۃ وصول کرنے والے) کے سامنے سائمہ بیچ ڈالا تو مُصدّق کو اختیار ہے چاہے بقدرِ زکاۃ اس میں سے قیمت لے لے اور اس صورت میں بیع تمام ہوگئی اور چاہے جو جانور واجب ہوا وہ لے لے اور اس وقت جو لیا اس کے حق میں بیع باطل ہوگی اور اگر مُصدّق وہاں موجود نہ تھا بلکہ اس وقت آیا کہ مجلس عقد سے وہ دونوں جُدا ہوگئے تو اب جانور نہیں لے سکتا، جو جانور واجب ہوا، اُس کی قیمت لے لے۔(17)

مسئلہ ۱۷: جس غلّہ پر عُشر واجب ہوا اُسے بیچ ڈالا تو مُصدّق کو اختیار ہے چاہے بائع (فروخت کرنے والے) سے اس کی قیمت لے یا مشتری (خریدنے والے) سے اُتنا غلّہ واپس لے، بیع اس کے سامنے ہوئی ہو یا دونوں کے جُدا ہونے کے بعد مُصدّق آیا۔(18)

مسئلہ ۱۸: اسّی ۸۰ بکریاں ہیں تو ایک بکری زکاۃ کی ہے، یہ نہیں کیا جاسکتا کہ چالیس ۴۰ چالیس ۴۰ کے دو ۲ گروہ کرکے دو ۲ زکاۃ میں لیں اور اگر دو ۲ شخصوں کی چالیس ۴۰ چالیس ۴۰ بکریاں ہیں تو یہ نہیں کرسکتے کہ انھیں جمع کرکے ایک گروہ کردیں کہ ایک ہی بکری زکاۃ میں دینی پڑے، بلکہ ہر ایک سے ایک ایک لی جائے گی۔ یوہیں اگر ایک کی انتالیس ۳۹ ہیں اور ایک کی چالیس ۴۰ تو انتالیس ۳۹ والے سے کچھ نہ لیں گے، غرض نہ مجتمع کو متفرق کریں گے، نہ متفرق کو مجتمع۔(19)

مسئلہ ۱۹: مویشی میں شرکت سے زکاۃ پر کچھ اثر نہیں پڑتا، خواہ وہ کسی قسم کی ہو۔ اگر ہر ایک کا حصہ بقدرِ نصاب ہے تو دونوں پر پوری پوری زکاۃ واجب اور ایک کا حصہ بقدرِ نصاب ہے دوسرے کا نہیں تو اس پر واجب ہے، اس پر نہیں مثلاً ایک کی چالیس ۴۰ بکریاں ہیں دوسرے کی تیس ۳۰ تو چالیس والے پر ایک بکری تیس والے پر کچھ نہیں اگر اور کسی کی بقدرِ نصاب نہ ہوں مگر مجموعہ بقدرِ نصاب ہے تو کسی پر کچھ نہیں۔(20)

مسئلہ ۲۰: اسّی ۸۰ بکریوں میں اکاسی ۸۱ شریک ہیں، یوں کہ ایک شخص ہر بکری میں نصف کا مالک ہے اور ہر

---

(16) الدرالمختار کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الغنم، ج ۳، ص ۲۵۵

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الثالث، فی زکاۃ الذھب والفضۃ والعروض مسائل شتی، ج ۱، ص ۱۸۱

(18) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الثالث، فی زکاۃ الذھب والفضۃ والعروض مسائل شتی، ج ۱، ص ۱۸۱

(19) المرجع السابق، وغیرہ

(20) المرجع السابق

بکری کے دوسرے نصف کا ان میں سے ایک ایک شخص مالک ہے تو اُس کے سب حصوں کا مجموعہ چالیس ۴۰ کے برابر ہوا اور یہ سب صرف آدھی آدھی بکری کے حصہ دار ہوئے، مگر زکاۃ کسی پر نہیں۔ (21)

مسئلہ ۲۱: شرکت کی مویشی میں زکاۃ دی گئی تو ہر ایک پر اُس کے حصہ کی قدر ہے، جو کچھ حصہ سے زائد گیا وہ شریک سے واپس لے، مثلاً ایک کی اکتالیس ۴۱ بکریاں ہیں، دوسرے کی بیاسی ۸۲، کل ایک سو تیئس ۱۲۳ ہوئیں اور دو ۲ زکاۃ میں لی گئیں، یعنی ہر ایک سے ایک مگر چونکہ ایک ایک تہائی کا شریک ہے اور دوسرا دو کا، لہٰذا ہر بکری میں دو تہائی والے کی دو تہائیاں گئیں، جن کا مجموعہ ایک تہائی اور ایک بکری ہے اور ایک تہائی والے کی ہر بکری میں ایک تہائی گئی کہ مجموعہ دو تہائیاں ہوا اور اُس پر واجب ایک بکری ہے، لہٰذا دو تہائیوں والا ایک تہائی والے سے تہائی لینے کا مستحق ہے اور اگر کل اسّی ۸۰ بکریاں ہیں، ایک دو تہائی کا شریک ہے، دوسرا ایک تہائی کا اور زکاۃ میں ایک بکری لی گئی تو تہائی کا حصہ دار اپنے شریک سے تہائی بکری کی قیمت لے کہ اس پر زکاۃ واجب نہیں۔ (22)

❁❁❁❁❁

(21) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال، ج ۳، ص ۲۸۱

(22) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال، ج ۳، ص ۲۸۰

سونے چاندی مالِ تجارت کی زکاۃ کا بیان

حدیث ۱: سنن ابی داود و ترمذی میں امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: گھوڑے اور لونڈی غلام کی زکاۃ میں نے معاف فرمائی تو اب چاندی کی زکاۃ ہر چالیس درہم سے ایک درہم ادا کرو، مگر ایک سو نوے ۱۹۰ میں کچھ نہیں، جب دو سو ۲۰۰ درہم ہوں تو پانچ درہم دو۔(1)

حدیث ۲: ابو داود کی دوسری روایت انھیں سے یوں ہے، کہ ہر چالیس ۴۰ درہم سے ایک درہم ہے، مگر جب تک دو سو ۲۰۰ درہم پورے نہ ہوں کچھ نہیں جب دو سو ۲۰۰ پورے ہوں تو پانچ درہم اور اس سے زیادہ ہوں تو اسی حساب سے دیں۔(2)

---

(1) جامع الترمذي، أبواب الزكاة، باب ما جاء في زكاة الذهب والورق، الحديث: ۶۲۰، ج ۲، ص ۱۲۲

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ گھوڑے سے مراد سواری کا گھوڑا اور غلام سے خدمت کا غلام مراد ہے یہاں گھوڑا اور غلام مثلاً بیان فرمایا گیا ورنہ حاجت اصلیہ میں گھرے ہوئے کسی مال کی زکوۃ نہیں یعنی میں نے ان چیزوں کی زکوۃ معاف کردی یہاں مرقات میں ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم احکام شرعیہ کے مالک ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے معاف کردی یعنی اگر چاہتا تو ان سب کی زکوۃ واجب کردیتا۔

۲۔ حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ چاندی کا نصاب دوسو درہم یعنی ساڑھے باون تولہ ہے جس سے کم میں زکوۃ واجب نہیں، پھر دوسو کے بعد انتالیس درہم تک معافی چالیس پر ایک درہم اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ چاندی سونے کی زکوۃ میں دو نصابوں کے درمیان نصاب کے پانچ حصہ سے کم معاف رہتا ہے اور پانچویں حصہ پر زکوۃ بڑھتی ہے۔چنانچہ ساڑھے سات تولہ سونے کے بعد ڈیڑھ تولہ سے کم میں معافی ہوگی اور ڈیڑھ تولہ پر زکوۃ بڑھے گی، چاندی میں ساڑھے باون تولہ کے بعد سوا دس تولہ تک معافی اور ساڑھے دس تولہ پر زکوۃ بڑھے گی۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۸)

(2) سنن أبي داود، كتاب الزكاة، باب في زكاة السائمة، الحديث: ۱۵۷۲، ج ۲، ص ۱۴۲

حکیم الامت کے مدنی پھول

۵۔ اس کی شرح ابھی گزر چکی۔خیال رہے کہ چاندی کی زکوۃ میں سکہ رائج الوقت کا اعتبار نہیں بلکہ وزن ملحوظ ہے مگر تجارتی سامان کی زکوۃ میں سکہ رائج الوقت معتبر ہے کیونکہ چاندی میں خود اس پر زکوۃ ہے مگر تجارتی مال میں اس کی قیمت پر ہے لہٰذا دوسو درہم کا لفظ بہت وسیع ہے، چوری کی سزا میں بھی مسروقہ مال کی قیمت کا اعتبار ہے۔(مرقاۃ) اس حدیث کی بنا پر صاحبین فرماتے ہیں کہ دوسو درہم کے بعد ←

حدیث ۳: ترمذی شریف میں بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی، کہ دو عورتیں حاضرِ خدمت اقدس ہوئیں، اُن کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے، ارشاد فرمایا: تم اس کی زکاۃ ادا کرتی ہو؟ عرض کی نہیں۔ فرمایا: تو کیا تم اُسے پسند کرتی ہو کہ اللہ تعالیٰ تمھیں آگ کے کنگن پہنائے، عرض کی نہ۔ فرمایا: تو اس کی زکاۃ ادا کرو۔ (3)

ہر درہم پر زکوۃ واجب ہے کیونکہ مَازَادَ عام ہے مگر امام اعظم فرماتے ہیں کہ چالیس درہم سے کم میں زکوۃ نہیں، یہاں مَازَادَ سے مراد چالیس درہم ہیں جیسا کہ اوپر کے جملہ سے معلوم ہوا اور دوسری احادیث نے اس کی تصریح فرمادی، نیز ابوداؤد کی اس دوسری حدیث کی اسناد میں حارث و عاصم ہیں ان دونوں پر محدثین نے سخت جرح کی ہے لہذا یہ حدیث قابل سند نہیں۔ غرضکہ فما زاد فعلی حساب ذالك کی عبارت مجروح ہے لہذا احق یہ ہی ہے کہ دوسو درہم کے بعد چالیس درہم سے کم پر زکوۃ نہ ہوگی۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۸)

(3) جامع الترمذي، أبواب الزکاۃ، باب ماجاء في زکاۃ الحلي، الحدیث: ۶۳۷، ج ۲، ص ۱۳۲

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ یہ سونے چاندی کے کنگن پہننے کے لیے تھے، تجارتی نہ تھے، وزنی تھے کہ ساڑھے سات تولہ ان کا وزن تھا اس لیے ان بیبیوں سے پوچھا گیا، یہ سوال فرمانا آئندہ حکم کی تمہید ہے جیسے رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے پہلے پوچھا کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے، کیوں پوچھا؟ آئندہ کلام کی تمہید کے لیے لہذا اس سوال سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے علمی ثابت نہیں ہوسکتی، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہر امتی کے ہر ایک عمل سے خبردار ہیں، دیکھو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ کے کس امتی کے اعمال آسمان کے تاروں کے برابر ہیں تو فرمایا عمر فاروق کے، رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ معلوم ہوا کہ ہر امتی کے اعمال بلکہ ان کے ٹوٹل کی بھی خبر ہے۔

۲۔ اس وعید سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں زکوۃ سے مراد شرعی فرضی زکوۃ ہے نہ کہ نفلی صدقہ کیونکہ نفل ادا نہ کرنے پر سزا یا وعید نہیں ہوتی۔

۳۔ شاید امام ترمذی کو یہ حدیث صحیح ہو کر نہ ملی تو وہ اپنے علم کی بنا پر یہ فرما گئے ورنہ اصل حدیث بہت اسنادوں سے مروی ہے۔ چنانچہ ابوداؤد و نسائی اور ابن ماجہ بلکہ خود ترمذی نے بھی حضرت علی سے روایت کی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاندی کی زکوۃ ہر چالیس درہم سے ایک درہم ادا کرو، نیز ابوداؤد و نسائی نے روایت کی کہ ایک عورت اپنی لڑکی کو لے کر حاضر بارگاہ نبوی ہوئی جس کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے تو فرمایا کہ کیا ان کی زکوۃ دیتی ہو عرض کیا نہیں فرمایا کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ کل تم کو دوزخ میں آگ کے کنگن پہنائے جائیں تو اس نے فوراً کنگن اتار کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھینک دیئے اور بولی یہ اللہ رسول کے لیے صدقہ ہیں یہ حدیث بالکل صحیح الاسناد ہے، نیز ابوداؤد نے عبداللہ ابن شداد ابن الہاد سے روایت کی کہ ہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے اپنا واقعہ سنایا کہ میرے پاس ایک بار حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں ہاتھوں میں کنگن پہنے بیٹھی تھی تو فرمایا اے عائشہ کیا ان کی زکوۃ دیتی ہو میں بولی نہیں تو فرمایا دوزخ میں جانے کے لیے یہ کافی ہیں، اسے حاکم نے بھی نقل فرمایا اور فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔ غرضکہ زیور پر زکوۃ واجب ہونے کی صحیح احادیث بہت ہیں اور قرآنی آیات سے ان کی تائید ہے، اگلی حدیث بھی آرہی ←

حدیث ۴: امام مالک و ابوداود و ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں فرماتی ہیں: میں سونے کے زیور پہنا کرتی تھی، میں نے عرض کی یا رسول اللہ (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کیا یہ کنز ہے (جس کے بارے میں قرآن مجید میں وعید آئی)؟ ارشاد فرمایا: جو اس حد کو پہنچے کہ اس کی زکاۃ ادا کی جائے اور ادا کر دی گئی تو کنز نہیں۔ (4)

حدیث ۵: امام احمد باسناد حسن اسما بنت یزید سے راوی، کہتی ہیں۔ میں اور میری خالہ حاضرِ خدمتِ اقدس ہوئیں اور ہم سونے کے کنگن پہنے ہوئے تھے۔ ارشاد فرمایا: اس کی زکاۃ دیتی ہو، عرض کی نہیں۔ فرمایا: کیا ڈرتی نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ تمھیں آگ کے کنگن پہنائے، اس کی زکاۃ ادا کرو۔ (5)

حدیث ۶: ابوداود و سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حکم دیا کرتے کہ جس کو ہم بیع (تجارت) کے لیے مہیا کریں، اس کی زکاۃ نکالیں۔ (6)

مسئلہ ۱: سونے کی نصاب بیس ۲۰ مثقال ہے یعنی ساڑھے سات تولے اور چاندی کی دو سو ۲۰۰ درم یعنی ساڑھے باون تولے یعنی وہ تولہ جس سے یہ رائج روپیہ سوا گیارہ ماشے ہے۔ سونے چاندی کی زکاۃ میں وزن کا اعتبار ہے قیمت کا لحاظ نہیں، مثلاً سات تولے سونے یا کم کا زیور یا برتن بنا ہو کہ اس کی کاریگری کی وجہ سے دو سو ۲۰۰ درم سے

ہے۔ (فتح القدیر، مرقات) خیال رہے کہ ابن لہیعہ کو امام ترمذی نے ضعیف کہا مگر امام طحاوی نے ان کی توثیق کی ہے، امام اعظم کا مذہب نہایت قوی ہے اور استعالی زیوروں پر زکوۃ فرض ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳، ص ۳۷)

(4) سنن أبي داود، کتاب الزکاۃ، باب الکنز ما ھو؟ وزکاۃ الحلي، الحدیث: ۱۵۶۴، ج ۲، ص ۱۳۷

(5) المسند للامام أحمد بن حنبل، من حدیث أسماء ابنۃ یزید، الحدیث: ۲۷۶۸۵، ج ۱۰، ص ۴۴۶

(6) سنن أبي داود، کتاب الزکاۃ، باب العروض اذا کانت للتجارۃ ھل فیھا زکاۃ؟، الحدیث: ۱۵۶۲، ج ۲، ص ۱۳۶

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا یعنی سونے چاندی میں تو بہر حال زکوۃ ہے تجارت کے لیے ہو یا پہننے کے لیے یا کسی اور مقصد کے لیے مگر ان دونوں کے علاوہ دوسرے مالوں میں زکوۃ جب ہوگی کہ تجارت کے لیے ہوں اس قاعدہ کلیہ میں تمام مال داخل ہیں حتی کہ کپڑے، زمین، غلہ، جانور بھی۔ خیال رہے کہ جانوروں میں سائمہ کی زکوۃ اور ہے تجارتی کی زکوۃ کچھ اور، سائمہ کی زکوۃ تو وہ ہے جو پہلے ذکر ہوئی کہ پانچ اونٹ میں ایک بکری، دس میں دو الخ، مگر تجارتی اونٹ میں قیمت اگر دو سو درہم تک پہنچے تو چالیسواں حصہ، اسی طرح پیداوار کی زکوۃ اور ہے مگر دانہ، پھلوں کی زکوۃ کچھ اور۔ پیداوار کی زکوۃ بیان ہو چکی کہ تھوڑی یا بہت زکوۃ واجب ہے دسواں یا بیسواں حصہ مگر ان کی تجارتی زکوۃ چالیسواں حصہ ہوئی جب کہ دو سو درہم کو پہنچیں لہذا یہ حدیث گزشتہ احادیث کے خلاف نہیں کہ یہاں تجارتی زکوۃ مراد ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳، ص ۳۹)

زائد قیمت ہوجائے یا سونا گراں ہو کہ ساڑھے سات تولے سے کم کی قیمت دوسو درم سے بڑھ جائے، جیسے آج کل کہ ساڑھے سات تولے سونے کی قیمت چاندی کی کئی نصابیں ہوں گی، غرض یہ کہ وزن میں بقدرِ نصاب نہ ہو تو زکاۃ واجب نہیں قیمت جو کچھ بھی ہو۔ یوہیں سونے کی زکاۃ میں سونے اور چاندی کی زکاۃ میں چاندی کی کوئی چیز دی تو اس کی قیمت کا اعتبار نہ ہوگا، بلکہ وزن کا اگرچہ اس میں بہت کچھ صنعت ہو جس کی وجہ سے قیمت بڑھ گئی یا فرض کرو دس آنے بھری چاندی بِک رہی ہے اور زکاۃ میں ایک روپیہ دیا جو سولہ آنے کا قرار دیا جاتا ہے تو زکاۃ ادا کرنے میں وہ بھی سمجھا جائے گا کہ سوا گیارہ ماشے چاندی دی، یہ چھ آنے بلکہ کچھ اُوپر جو اس کی قیمت میں زائد ہیں لغو ہیں۔ (7)

مسئلہ ۲: یہ جو کہا گیا کہ ادائے زکاۃ میں قیمت کا اعتبار نہیں، یہ اسی صورت میں ہے کہ اُس کی جنس کی زکاۃ اُسی جنس سے ادا کی جائے اور اگر سونے کی زکاۃ چاندی سے یا چاندی کی سونے سے ادا کی تو قیمت کا اعتبار ہوگا، مثلاً سونے کی زکاۃ میں چاندی کی کوئی چیز دی جس کی قیمت ایک اشرفی ہے تو ایک اشرفی دینا قرار پائے گا، اگرچہ وزن میں اس کی چاندی پندرہ روپے بھر بھی نہ ہو۔ (8)

مسئلہ ۳: سونا چاندی جب کہ بقدرِ نصاب ہوں تو ان کی زکاۃ چالیسواں حصہ ہے، خواہ وہ ویسے ہی ہوں یا اُن کے سکّے جیسے روپے اشرفیاں یا ان کی کوئی چیز بنی ہوئی خواہ اس کا استعمال جائز ہو جیسے عورت کے لیے زیور، مرد کے لیے چاندی کی ایک نگ کی ایک انگوٹھی ساڑھے چار ماشے سے کم کی یا سونے چاندی کے بلا زنجیر کے بٹن یا استعمال ناجائز ہو جیسے چاندی سونے کے برتن، گھڑی، سُرمہ دانی، سلائی کہ ان کا استعمال مرد و عورت سب کے لیے حرام ہے یا مرد کے لیے سونے چاندی کا چھلّا یا زیور یا سونے کی انگوٹھی یا ساڑھے چار ماشے سے زیادہ چاندی کی انگوٹھی یا چند انگوٹھیاں یا کئی نگ کی ایک انگوٹھی، غرض جو کچھ ہو زکاۃ سب کی واجب ہے، مثلاً ۷ ۲۱ تولہ سونا ہے تو دو ماشہ زکاۃ واجب ہے یا ۵۲

---

(7) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال، ج ۳، ص ۲۶۷۔ ۲۷۰

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:
فی الواقع سونے کا نصاب ساڑھے سات تولے اور چاندی کا ساڑھے باون تولے ہے ان میں سے جو اُس کے پاس ہو اور سال پُورا اس پر گزر جائے اور کھانے پہننے مکان وغیرہ ضروریات سے بچے اور قرض اسے نصاب سے کم نہ کردے تو اُس پر زکوۃ فرض ہے اگرچہ پہننے کا زیور ہو زیور پہننا کوئی حاجت اصلیہ نہیں، گھر میں جو آدمی کھانے والے ہوں اس کا لحاظ شریعت مطہرہ نے پہلے ہی فرمالیا، سال بھر کے کھانے پینے پہننے تمام مصارف سے جو بچا اور سال بھر رہا اُسی کا تو چالیسواں حصّہ فرض ہوا ہے اور وہ بھی اس لیے کہ تمھیں آخرت میں بھی عذاب سے نجات ملے جس سے آدمی تمام جہان دے کر چھوٹنے کو غنیمت سمجھے اور دُنیا میں تمھارے مال میں ترقی ہو برکت ہو یہ خیال کرنا کہ زکوۃ سے مال گھٹے گا نِرا ضعفِ ایمان ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۱۲۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(8) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال، ج ۳، ص ۲۷۰

تولہ ۶ ماشہ چاندی ہے تو ایک تولہ ۳ ماشہ ۶ رتی۔ (9)

مسئلہ ۴: سونے چاندی کے علاوہ تجارت کی کوئی چیز ہو، جس کی قیمت سونے چاندی کی نصاب کو پہنچے تو اس پر بھی زکاۃ واجب ہے یعنی قیمت کا چالیسواں ۴۰ حصہ اور اگر اسباب کی قیمت تو نصاب کو نہیں پہنچتی مگر اس کے پاس ان کے علاوہ سونا چاندی بھی ہے تو اُن کی قیمت سونے چاندی کے ساتھ ملا کر مجموعہ کریں، اگر مجموعہ نصاب کو پہنچا زکاۃ واجب ہے اور اسباب تجارت کی قیمت اُس سکے سے لگائیں جس کا رواج وہاں زیادہ ہو، جیسے ہندوستان میں روپیہ کا زیادہ چلن ہے، اسی سے قیمت لگائی جائے اور اگر کہیں سونے چاندی دونوں کے سکوں کا یکساں چلن ہو تو اختیار ہے جس سے چاہیں قیمت لگائیں، مگر جب کہ روپے سے قیمت لگائیں تو نصاب نہیں ہوتی اور اشرفی سے ہو جاتی ہے یا بالعکس تو اُسی سے قیمت لگائی جائے جس سے نصاب پوری ہو اور اگر دونوں سے نصاب پوری ہوتی ہے مگر ایک سے نصاب کے علاوہ نصاب کا پانچواں حصہ زیادہ ہوتا ہے، دوسرے سے نہیں تو اس سے قیمت لگائیں جس سے ایک نصاب اور نصاب کا پانچواں حصہ ہو۔ (10)

مسئلہ ۵: نصاب سے زیادہ مال ہے تو اگر یہ زیادتی نصاب کا پانچواں حصہ ہے تو اس کی زکاۃ بھی واجب ہے، مثلاً دوسو چالیس ۲۴۰ درم یعنی ۶۳ تولہ چاندی ہو تو زکاۃ میں چھ درم واجب، یعنی ایک تولہ ۶ ماشہ ۱۵ رتی یعنی ۵۲ تولہ ۶ ماشہ کے بعد ہر ۱۰ تولہ ۶ ماشہ پر ۳ ماشہ ۱ ۵۱ رتی بڑھائیں اور سونا نو تولہ ہو تو دو ۲ ماشہ ۵ ۳ ۵ رتی یعنی ۷ تولہ ۶ ماشہ کے بعد ہر ایک تولہ ۶ ماشہ پر ۳ ۳ ۵ رتی بڑھائیں اور پانچواں حصہ نہ ہو تو معاف یعنی مثلاً نو تولہ سے ایک رتی کم اگر سونا ہے تو زکاۃ وہی ۷ تولہ ۶ ماشہ کی واجب ہے یعنی ۲ ماشہ۔ یوہیں چاندی اگر ۶۳ تولہ سے ایک رتی بھی کم ہے تو زکاۃ وہی ۵۲ تولہ ۶ ماشہ کی ایک تولہ ۳ ماشہ ۶ رتی واجب۔ یوہیں پانچویں حصہ کے بعد جو زیادتی ہے، اگر وہ بھی پانچواں حصہ ہے تو اُس کا چالیسواں حصہ واجب ورنہ معاف وعلٰی ہذا القیاس۔ مال تجارت کا بھی یہی حکم ہے۔ (11)

مسئلہ ۶: اگر سونے چاندی میں کھوٹ ہو اور غالب سونا چاندی ہے تو سونا چاندی قرار دیں اور کل پر زکاۃ واجب ہے۔ یوہیں اگر کھوٹ سونے چاندی کے برابر ہو تو زکاۃ واجب اور اگر کھوٹ غالب ہو تو سونا چاندی نہیں پھر اس کی چند صورتیں ہیں۔ اگر اس میں سونا چاندی اتنی مقدار میں ہو کہ جدا کریں تو نصاب کو پہنچ جائے یا وہ نصاب کو نہیں پہنچتا مگر اس کے پاس اور مال ہے کہ اس سے مل کر نصاب ہو جائے گی یا وہ ثمن میں چلتا ہے اور اس کی قیمت نصاب کو پہنچتی ہے تو ان

---

(9) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال، ج ۳، ص ۲۷۰، وغیرہ۔

(10) المرجع السابق، ص ۲۷۰۔ ۲۷۲، وغیرہ

(11) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال، ج ۳، ص ۲۷۲

سب صورتوں میں زکاۃ واجب ہے اور اگر ان صورتوں میں کوئی نہ ہو تو اس میں اگر تجارت کی نیت ہو تو بشرائط تجارت اُسے مالِ تجارت قرار دیں اور اس کی قیمت نصاب کی قدر ہو، خود یا اوروں کے ساتھ مل کر تو زکاۃ واجب ہے ورنہ نہیں۔(12)

مسئلہ ۷: سونے چاندی کو باہم خلط کر دیا تو اگر سونا غالب ہو، سونا سمجھا جائے اور دونوں برابر ہوں اور سونا بقدرِ نصاب ہے، تنہا یا چاندی کے ساتھ مل کر جب بھی سونا سمجھا جائے اور چاندی غالب ہو تو چاندی ہے، نصاب کو پہنچے تو چاندی کی زکاۃ دی جائے مگر جب کہ اس میں جتنا سونا ہے وہ چاندی کی قیمت سے زیادہ ہے تو اب بھی کُل سونا ہی قرار دیں۔(13)

مسئلہ ۸: کسی کے پاس سونا بھی ہے اور چاندی بھی اور دونوں کی کامل نصابیں ہیں تو یہ ضرور نہیں کہ سونے کو چاندی یا چاندی کو سونا قرار دے کر زکاۃ ادا کرے، بلکہ ہر ایک کی زکاۃ علیحدہ علیحدہ واجب ہے۔ ہاں زکاۃ دینے والا اگر صرف ایک چیز سے دونوں نصابوں کی زکاۃ ادا کرے تو اسے اختیار ہے، مگر اس صورت میں یہ واجب ہوگا کہ قیمت وہ لگائے جس میں فقیروں کا زیادہ نفع ہے مثلاً ہندوستان میں روپے کا چلن بہ نسبت اشرفیوں کے زیادہ ہے تو سونے کی قیمت چاندی سے لگا کر چاندی زکاۃ میں دے اور اگر دونوں میں سے کوئی بقدر نصاب نہیں تو سونے کی قیمت کی چاندی یا چاندی کی قیمت کا سونا فرض کر کے ملائیں پھر اگر ملانے پر بھی نصاب نہیں ہوتی تو کچھ نہیں اور اگر سونے کی قیمت کی چاندی چاندی میں ملائیں تو نصاب ہو جاتی ہے اور چاندی کی قیمت کا سونا سونے میں ملائیں تو نہیں ہوتی یا بالعکس تو واجب ہے کہ جس میں نصاب پوری ہو وہ کریں اور اگر دونوں صورت میں نصاب ہو جاتی ہے تو اختیار ہے جو چاہیں کریں مگر جب کہ ایک صورت میں نصاب پر پانچواں حصہ بڑھ جاتا ہے تو جس میں پانچواں حصہ بڑھ جائے وہی کرنا واجب ہے، مثلاً سوا چھبیس ۲۶ تولے چاندی ہے اور پونے چار تولے سونا، اگر پونے چار تولے سونے کی چاندی سوا چھبیس تولے آتی ہے اور سوا چھبیس تولے چاندی کا پونے چار تولے سونا آتا ہے تو سونے کو چاندی یا چاندی کو سونا جو چاہیں تصور کریں اور اگر پونے چار تولے سونے کے بدلے ۳۷ تولے چاندی آتی ہے اور سوا چھبیس تولے چاندی کا پونے چار تولے سونا نہیں ملتا تو واجب ہے کہ سونے کو چاندی قرار دیں کہ اس صورت میں نصاب ہو جاتی ہے، بلکہ پانچواں حصہ زیادہ ہوتا ہے اور اُس صورت میں نصاب بھی پوری نہیں ہوتی۔ یوہیں اگر ہر ایک نصاب سے کچھ زیادہ ہے تو اگر زیادتی نصاب کا پانچواں ہے تو اس کی بھی زکاۃ دیں اور اگر ہر ایک میں زیادتی پانچواں حصہ نصاب سے کم ہے تو

---

(12) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال، ج۳، ص ۲۷۳۔ ۲۷۵

(13) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال، ج۳، ص ۲۷۵۔ ۲۷۷

دونوں ملائیں، اگرمل کر بھی کسی کی نصاب کا پانچواں حصہ نہیں ہوتا تو اس زیادتی پر کچھ نہیں اور اگر دونوں میں نصاب یا نصاب کا پانچواں حصہ ہو تو اختیار ہے، مگر جب کہ ایک میں نصاب ہو اور دوسرے میں پانچواں حصہ تو وہ کریں جس میں نصاب ہو اور اگر ایک میں نصاب یا پانچواں حصہ ہوتا ہے اور دوسرے میں نہیں تو وہی کرنا واجب ہے، جس سے نصاب ہو یا نصاب کا پانچواں حصہ۔(14)

مسئلہ ۹: پیسے جب رائج ہوں اور دوسو ۲۰۰ درم چاندی (ساڑھے باون تولے) یا بیس مثقال سونے (ساڑھے سات تولے) کی قیمت کے ہوں تو ان کی زکاۃ واجب ہے (15)، اگرچہ تجارت کے لیے نہ ہوں اور اگر چلن اُٹھ گیا ہو تو جب تک تجارت کے لیے نہ ہوں زکاۃ واجب نہیں۔ نوٹ کی زکاۃ بھی واجب ہے، جب تک ان کا رواج اور چلن ہو کہ یہ بھی ثمنِ اصطلاحی (16) ہیں اور پیسوں کے حکم میں ہیں۔

مسئلہ ۱۰: جو مال کسی پر دَین (17) ہو، اس کی زکاۃ کب واجب ہوتی ہے اور ادا کب اس میں تین صورتیں ہیں۔ اگر دَین قوی ہو، جیسے قرض جسے عرف میں دستگرداں کہتے ہیں اور مالِ تجارت کا ثمن مثلاً کوئی مال اُس نے بہ نیتِ تجارت خریدا، اُسے کسی کے ہاتھ اُدھار بیچ ڈالا یا مالِ تجارت کا کرایہ مثلاً کوئی مکان یا زمین بہ نیتِ تجارت خریدی، اُسے کسی کو سکونت یا زراعت کے لیے کرایہ پر دے دیا، یہ کرایہ اگر اُس پر دَین ہے تو دَین قوی ہوگا اور دَین قوی کی زکاۃ بحالتِ دَین ہی سال بہ سال واجب ہوتی رہے گی، مگر واجب الادا اُس وقت ہے جب پانچواں حصہ نصاب کا وصول ہو جائے، مگر جتنا وصول ہوا اتنے ہی کی واجب الادا ہے یعنی چالیس درم وصول ہونے سے ایک درم دینا واجب ہوگا اور اسی ۸۰ وصول ہوئے تو دو، وعلیٰ ہذا القیاس۔ دوسرے دَین متوسط کہ کسی مالِ غیر تجارتی کا بدل ہو مثلاً گھر کا غلہ یا سواری کا گھوڑا یا خدمت کا غلام یا اور کوئی شے حاجت اصلیہ کی بیچ ڈالی اور دام خریدار پر باقی ہیں اس صورت میں زکاۃ دینا اس وقت لازم آئے گا کہ دوسو درم پر قبضہ ہو جائے۔ یوہیں اگر مُورث کا دَین اُسے ترکہ میں ملا اگرچہ مالِ تجارت کا عوض ہو، مگر وارث کو دوسو درم وصول ہونے اور مُورث کی موت کو سال گزرنے پر زکاۃ دینا لازم آئے گا۔ تیسرے دَین ضعیف جو غیر مال کا بدل ہو جیسے مہر، بدل خلع، دیت، بدلِ کتابت یا مکان یا دوکان کہ بہ نیتِ تجارت خریدی نہ تھی اس کا کرایہ کرایہ دار پر چڑھا، اس میں زکاۃ دینا اس وقت واجب ہے کہ نصاب پر قبضہ کرنے کے بعد سال گزر جائے یا اس کے

---

(14) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال، ج ۳، ص ۲۷۸، وغیرہما

(15) فتاوی قارئ الھدایۃ، ص ۴۹

(16) یعنی وہ ثمن ہے جو درحقیقت متاع (سامان) ہے لیکن لوگوں کی اصطلاح نے اسے ثمن بنا دیا۔

(17) یہاں دَین سے مراد مطلقاً قرض ہی نہیں، بلکہ ہر وہ مال ہے جو کسی بھی سبب سے کسی شخص کے ذمہ واجب ہو۔

پاس کوئی نصاب اس جنس کی ہے اور اس کا سال تمام ہو جائے تو زکاۃ واجب ہے۔

پھر اگر دَین قوی یا متوسط کئی سال کے بعد وصول ہو تو اگلے سال کی زکاۃ جو اس کے ذمہ دَین ہوتی رہی وہ پچھلے سال کے حساب میں اسی رقم پر ڈالی جائے گی، مثلاً عمرو پر زید کے تین سو درم دَین قوی تھے، پانچ برس بعد چالیس درم سے کم وصول ہوئے تو کچھ نہیں اور چالیس وصول ہوئے تو ایک درم دینا واجب ہوا، اب انتالیس باقی رہے کہ نصاب کے پانچویں حصہ سے کم ہے، لہٰذا باقی برسوں کی ابھی واجب نہیں اور اگر تین سو درم دَین متوسط تھے تو جب تک دوسو درم وصول نہ ہوں کچھ نہیں اور پانچ برس بعد دوسو وصول ہوئے تو اکیس ۲۱ واجب ہوں گے، سال اوّل کے پانچ اب سال دوم میں ایک سو پچانوے رہے ان میں سے پینتیس کہ خمس سے کم ہیں معاف ہوگئے، ایک سو ساٹھ رہے اس کے چار درم واجب لہٰذا سال سوم میں ایک سو اکانوے رہے، ان میں بھی چار درم واجب، چہارم میں ایک سو ستاسی رہے، پنجم میں ایک سو تراسی رہے ان میں بھی چار چار درم واجب، لہٰذا کُل اکیس درم واجب الادا ہوئے۔(18)

مسئلہ ۱۱: اگر دَین سے پہلے سال نصاب رواں تھا تو جو دَین اثنائے سال میں کسی پر لازم آیا، اس کا سال بھی وہی قرار دیا جائے گا جو پہلے سے چل رہا ہے، وقت دَین سے نہیں اور اگر دَین سے پہلے اس جنس کی نصاب کا سال رواں نہ ہو تو وقتِ دَین سے شمار ہوگا۔(19)

مسئلہ ۱۲: کسی پر دَین قوی یا متوسط ہے اور قرض خواہ کا انتقال ہوگیا تو مرتے وقت اس دَین کی زکاۃ کی وصیّت ضرور نہیں کہ اس کی زکاۃ واجب الادا تھی ہی نہیں اور وارث پر زکاۃ اس وقت ہوگی جب مُورث کی موت کو ایک سال گزر جائے اور چالیس درم دَین قوی میں اور دوسو درم دَین متوسط میں وصول ہو جائیں۔(20)

مسئلہ ۱۳: سال تمام کے بعد دائن نے دَین معاف کر دیا یا سال تمام سے پہلے مالِ زکاۃ ہبہ کر دیا تو زکاۃ ساقط ہوگئی۔(21)

مسئلہ ۱۴: عورت نے مہر کا روپیہ وصول کر لیا سال گزرنے کے بعد شوہر نے قبل دخول طلاق دے دی تو نصف مہر واپس کرنا ہوگا اور زکاۃ پورے کی واجب ہے اور شوہر پر واپسی کے بعد سے سال کا اعتبار ہے۔(22)

---

(18) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال، مطلب في وجوب الزکاۃ في دین المرصد، ج ۳، ص ۲۸۱ ـ ۲۸۳، وغیرہما

(19) رد المحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب في وجوب الزکاۃ في دین المرصد، ج ۳، ص ۲۸۳

(20) رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال، مطلب في وجوب الزکاۃ في دین المرصد، ج ۳، ص ۲۸۳

(21) الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال، ج ۳، ص ۲۸۳ ـ ۲۸۵

(22) المرجع السابق، ص ۲۸۵

مسئلہ ۱۵: ایک شخص نے یہ اقرار کیا کہ فلاں کا مجھ پر دَین ہے اور اُسے دے بھی دیا پھر سال بھر بعد دونوں نے کہا دَین نہ تھا تو کسی پر زکاۃ واجب نہ ہوئی۔ (23) مگر ظاہر یہ ہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب کہ اُس کے خیال میں دَین ہو، ورنہ اگر محض زکاۃ ساقط کرنے کے لیے یہ حیلہ کیا تو عنداللہ مواخذہ کا مستحق ہے۔

مسئلہ ۱۶: مالِ تجارت میں سال گزرنے پر جو قیمت ہوگی اس کا اعتبار ہے، مگر شرط یہ ہے کہ شروع سال میں اس کی قیمت دوسو درم سے کم نہ ہو اور اگر مختلف قسم کے اسباب ہوں تو سب کی قیمتوں کا مجموعہ ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولے سونے کی قدر ہو۔ (24) یعنی جب کہ اس کے پاس یہی مال ہو اور اگر اس کے پاس سونا چاندی اس کے علاوہ ہو تو اسے ملا لیں گے۔

مسئلہ ۱۷: غلہ یا کوئی مالِ تجارت سال تمام پر دوسو درم کا ہے پھر نرخ بڑھ گھٹ گیا تو اگر اسی میں سے زکاۃ دینا چاہیں تو جتنا اس دن تھا اس کا چالیسواں حصہ دے دیں اور اگر اس قیمت کی کوئی اور چیز دینا چاہیں تو وہ قیمت لی جائے جو سال تمام کے دن تھی اور اگر وہ چیز سال تمام کے دن تر تھی اب خشک ہوگئی، جب بھی وہی قیمت لگائیں جو اس دن تھی اور اگر اس روز خشک تھی، اب بھیگ گئی تو آج کی قیمت لگائیں۔ (25)

مسئلہ ۱۸: قیمت اس جگہ کی ہونی چاہیے جہاں مال ہے اور اگر مال جنگل میں ہو تو اُس کے قریب جو آبادی ہے وہاں جو قیمت ہو اس کا اعتبار ہے۔ (26) ظاہر یہ ہے کہ یہ اس مال میں ہے جس کی جنگل میں خریداری نہ ہوتی ہو اور اگر جنگل میں خریدا جاتا ہو، جیسے لکڑی اور وہ چیزیں جو وہاں پیدا ہوتی ہیں تو جب تک مال وہاں پڑا ہے، وہیں کی قیمت لگائی جائے۔

مسئلہ ۱۹: کرایہ پر اٹھانے کے لیے دیگیں ہوں، اُن کی زکاۃ نہیں۔ یوہیں کرایہ کے مکان کی۔ (27)

مسئلہ ۲۰: گھوڑے کی تجارت کرتا ہے، مُجھول (گھوڑے کے اوپر ڈالنے کا کپڑا) اور لگام اور رسیاں وغیرہ اس لیے خریدیں کہ گھوڑوں کی حفاظت میں کام آئیں گی تو اُن کی زکاۃ نہیں اور اگر اس لیے خریدیں کہ گھوڑے ان کے سمیت بیچے جائیں گے تو ان کی بھی زکاۃ دے۔ نان بائی نے روٹی پکانے کے لیے لکڑیاں خریدیں یا روٹی میں ڈالنے کو

---

(23) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، في مسائل شتی، ج۱، ص۱۸۲

(24) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الثالث في زکاۃ الذھب والفضۃ والعروض، الفصل الثاني، ج۱، ص۱۷۹

(25) المرجع السابق، ص۱۷۹۔۱۸۰

(26) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الثالث في زکاۃ الذھب والفضۃ والعروض، الفصل الثاني، ج۱، ص۱۸۰

(27) المرجع السابق

نمک خریدا تو ان کی زکاۃ نہیں اور روٹی پر چھڑکنے کو تِل خریدے تو تِلوں کی زکاۃ واجب ہے۔(28)

مسئلہ ۲۱: ایک شخص نے اپنا مکان تین سال کے لیے تین سو درم سال کے کرایہ پر دیا اور اس کے پاس کچھ نہیں ہے اور جو کرایہ میں آتا ہے، سب کو محفوظ رکھتا ہے تو آٹھ مہینے گزرنے پر نصاب کا مالک ہوگیا کہ آٹھ ماہ میں دوسو درم کرایہ کے ہوئے، لہٰذا آج سے سال زکاۃ شروع ہوگا اور سال پورا ہونے پر پانسو ۵۰۰ درم کی زکاۃ دے کہ بیس ماہ کا کرایہ پانسو ہوا، اب اس کے بعد ایک سال اور گزرا تو آٹھ سو ۸۰۰ کی زکاۃ دے، مگر سال اوّل کی زکاۃ کے ساڑھے بارہ درم کم کیے جائیں۔(29) بلکہ آٹھ سو میں چالیس کم کی زکاۃ واجب ہوگی کہ چالیس سے کم کی زکاۃ نہیں بلکہ عفو ہے۔

مسئلہ ۲۲: ایک شخص کے پاس صرف ایک ہزار درم ہیں اور کچھ مال نہیں، اس نے سو درم سالانہ کرایہ پر دس ۱۰ سال کے لیے مکان لیا اور وہ کُل روپے مالک مکان کو دے دیے تو پہلے سال میں نوسو کی زکاۃ دے کہ سو کرایہ میں گئے، دوسرے سال آٹھ سو کی بلکہ پہلے سال کی زکاۃ کے ساڑھے بائیس درم آٹھ سو میں سے کم کر کے باقی کی زکاۃ دے۔ اسی طرح ہر سال میں سو روپے اور سالِ گزشتہ کی زکاۃ کے روپے کم کر کے باقی کی زکاۃ اُس کے ذمہ ہے اور مالک مکان کے پاس بھی اگر اس کرایہ کے ہزار کے سوا کچھ نہ ہو تو دو سال تک کچھ نہیں۔ دو سال گزرنے پر اب دو سو کا مالک ہوا، تین برس پر تین سو کی زکاۃ دے۔ یوہیں ہر سال سو درم کی زکاۃ بڑھتی جائے گی، مگر اگلی برسوں کی مقدار زکاۃ کم کرتے کے بعد باقی کی زکاۃ واجب ہوگی۔ صورت مذکورہ میں اگر اس قیمت کی کنیز کرایہ میں دی تو کرایہ دار پر کچھ واجب نہیں اور مالکِ مکان پر اُسی طرح وجوب ہے، جو درم کی صورت میں ہے۔(30)

مسئلہ ۲۳: تجارت کے لیے غلام قیمتی دوسو درم کا دوسو میں خریدا اور ثمن بائع کو دے دیا، مگر غلام پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ ایک سال گزر گیا، اب وہ بائع کے یہاں مرگیا تو بائع و مشتری دونوں پر دو دو سو کی زکاۃ واجب ہے اور اگر غلام دوسو درم سے کم قیمت کا تھا اور مشتری نے دوسو پر لیا تو بائع دوسو کی زکاۃ دے اور مشتری پر کچھ نہیں۔(31)

مسئلہ ۲۴: خدمت کا غلام ہزار روپے میں بیچا اور ثمن پر قبضہ کر لیا، سال بھر بعد وہ غلام عیب دار نکلا اس بنا پر واپس ہوا، قاضی نے واپسی کا حکم دیا ہو یا اُس نے خود اپنی خوشی سے واپس لے لیا ہو تو ہزار کی زکاۃ دے۔(32)

---

(28) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الثالث في زکاۃ الذھب والفضۃ والعروض، الفصل الثاني، ج۱، ص۱۸۰

(29) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، في مسائل شتی، ج۱، ص۱۸۱

(30) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، في مسائل شتی، ج۱، ص۱۸۱۔ ۱۸۲

(31) المرجع السابق، ص۱۸۲

(32) المرجع السابق

مسئلہ ۲۵: روپے کے عوض کھانا غلہ کپڑا وغیرہ فقیر کو دے کر مالک کر دیا تو زکاۃ ادا ہو جائے گی، مگر اس چیز کی قیمت جو بازار بھاؤ سے ہوگی وہ زکاۃ میں سمجھی جائے، بالائی مصارف مثلاً بازار سے لانے میں جو مزدور کو دیا ہے یا گاؤں سے منگوایا تو کرایہ اور چونگی وضع نہ کریں گے یا پکوا کر دیا تو پکوائی یا لکڑیوں کی قیمت مجرا نہ کریں، بلکہ اس پکی ہوئی چیز کی جو قیمت بازار میں ہو، اس کا اعتبار ہے۔(33)

❀❀❀❀❀

(33) المرجع السابق، ص ۱۸۰، الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب العاشر، ج ۳، ص ۲۰۴

عاشر کا بیان

مسئلہ ۱: عاشر اُس کو کہتے ہیں جسے بادشاہِ اسلام نے راستہ پر مقرر کر دیا ہو کہ تجار (تجارت کرنے والے) جو اموال لے کر گزریں، اُن سے صدقات وصول کرے۔ عاشر کے لیے شرط یہ ہے کہ مسلمان حُر (جو غلام نہ ہو) غیر ہاشمی ہو، چور اور ڈاکوؤں سے مال کی حفاظت پر قادر ہو۔(1)

مسئلہ ۲: جو راہ گیر یہ کہے کہ میرے اس مال پر نیز گھر میں جو موجود ہے کسی پر سال نہیں گزرا یا کہتا ہے کہ میں نے اس میں تجارت کی نیت نہیں کی یا کہے یہ میرا مال نہیں بلکہ میرے پاس امانت یا بطور مضاربت ہے، بشرطیکہ اس میں اتنا نفع نہ ہو کہ اس کا حصہ نصاب کو پہنچ جائے یا اپنے کو مزدور یا مکاتب یا ماذون بتائے یا اتنا ہی کہے کہ اس مال پر زکاۃ نہیں، اگرچہ وجہ نہ بتائے یا کہے مجھ پر دَین ہے جو مال کے برابر ہے یا اتنا ہے کہ اُسے نکالیں تو نصاب باقی نہ رہے یا کہے دوسرے عاشر کو دے دیا ہے اور جس کو دینا بتاتا ہے واقع میں وہ عاشر ہے اور اس عاشر کو بھی اس کا عاشر ہونا معلوم ہو یا کہے شہر میں فقیروں کو زکاۃ دے دی اور اپنے بیان پر حلف کرے تو اُس کا قول مان لیا جائے گا، اس کی کچھ ضرورت نہیں کہ اس سے رسید طلب کریں کہ رسید کبھی جعلی ہوتی ہے اور کبھی غلطی سے رسید نہیں لی جاتی اور کبھی گُم ہو جاتی ہے اور اگر رسید پیش کی اور اس میں اس عاشر کا نام نہیں جسے اُس نے بتایا، جب بھی حلف لے کر اُس کا قول مان لیں گے اور اگر چند سال گزرنے پر معلوم ہوا کہ اُس نے جھوٹ کہا تھا تو اب اُس سے زکاۃ لی جائے گی۔(2)

مسئلہ ۳: اگر اس مال پر سال نہیں گزرا مگر اس کے مکان پر جو مال ہے اس پر سال گزر گیا ہے اور اس مال کو اس مال کے ساتھ ملا سکتے ہوں تو اس کا قول نہیں مانا جائے گا۔ یوہیں اگر ایسے عاشر کو دینا بتائے جو اُسے معلوم نہیں یا کہے کسی بد مذہب کو زکاۃ دے دی یا کہے شہر میں فقیر کو نہیں دی بلکہ شہر سے باہر جا کر دی تو ان سب صورتوں میں اس کا قول نہ مانا جائے۔(3)

مسئلہ ۴: سائمہ اور اموالِ باطنہ میں اس کا قول نہیں مانا جائے گا اور جن امور میں مسلمان کا قول مانا جاتا ہے، ذمی

---

(1) البحر الرائق، کتاب الزکاۃ، باب العاشر، ج ۲، ص ۴۰۲

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الرابع فیمن یمر علی العاشر، ج ۱، ص ۱۸۳

والدر المختار ورد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب العاشر، مطلب: لاتسقط الزکاۃ الخ، ج ۳، ص ۲۸۹۔۲۹۱

(3) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب العاشر، مطلب: لاتسقط الزکاۃ الخ، ج ۳، ص ۲۹۰

کافر کا بھی مان لیا جائے گا، مگر اس صورت میں کہ شہر میں فقیر کو دینا بتائے تو اس کا قول معتبر نہیں۔ (4)

مسئلہ ۵: حربی کافر کا قول بالکل معتبر نہیں، اگرچہ جو کچھ کہتا ہے اُس پر گواہ پیش کرے اور اگر کنیز کو ام ولد بتائے یا غلام کو اپنا لڑکا کہے اور اس کی عمر اس قابل ہو کہ یہ اس کا لڑکا ہوسکتا ہے یا کہے میں نے دوسرے کو دے دیا ہے اور جسے بتاتا ہے وہ وہاں موجود ہے تو ان امور میں حربی کا بھی قول مان لیا جائے۔ (5)

مسئلہ ۶: جو شخص دو سو درم سے کم کا مال لے کر گزرا تو عاشر اُس سے کچھ نہ لے گا، خواہ وہ مسلمان ہو یا ذمّی یا حربی، خواہ اُس کے گھر میں اور مال ہونا معلوم ہو یا نہیں۔ (6)

مسئلہ ۷: مسلمان سے چالیسواں حصہ لیا جائے اور ذمّی سے بیسواں اور حربی سے دسواں حصہ۔ (7) حربی سے دسواں حصہ لینا اس وقت ہے جب معلوم نہ ہو کہ حربیوں نے مسلمانوں سے کتنا لیا تھا اور اگر معلوم ہو تو جتنا انہوں نے لیا مسلمان بھی حربیوں سے اتنا ہی لیں، مگر حربیوں نے اگر مسلمانوں کا کُل مال لے لیا ہو تو مسلمان کُل نہ لیں، بلکہ اتنا چھوڑ دیں کہ اپنے ٹھکانے پہنچ جائے اور اگر حربیوں نے مسلمانوں سے کچھ نہ لیا تو مسلمان بھی کچھ نہ لیں۔ (8)

مسئلہ ۸: حربی بچے اور مکاتب سے کچھ نہ لیں گے، مگر جب مسلمانوں کے بچوں اور مکاتب سے حربیوں نے لیا ہو تو مسلمان بھی اُن سے لیں۔ (9)

مسئلہ ۹: ایک بار جب حربی سے لے لیا تو دوبارہ اس سال میں نہ لیں، مگر جب لینے کے بعد دارالحرب کو واپس گیا اور اب پھر دارالحرب سے آیا تو دوبارہ لیں گے۔ (10)

مسئلہ ۱۰: حربی دارالاسلام میں آیا اور واپس گیا مگر عاشر کو خبر نہ ہوئی پھر دوبارہ دارالحرب سے آیا تو پہلی مرتبہ کا نہ لیں اور اگر مسلمان یا ذمّی کے آنے اور جانے کی خبر نہ ہوئی اور اب دوبارہ آیا تو پہلی بار کا لیں گے۔ (11)

---

(4) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب العاشر، ج ۳، ص ۲۹۱

(5) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب العاشر، ج ۳، ص ۲۹۳

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الرابع فیمن یمر علی العاشر، ج ۱، ص ۱۸۳

(7) تنویر الابصار، کتاب الزکاۃ، باب العاشر، ج ۳ ص ۲۹۴

(8) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب العاشر، ج ۳، ص ۲۹۵

(9) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب العاشر، ج ۳، ص ۲۹۵
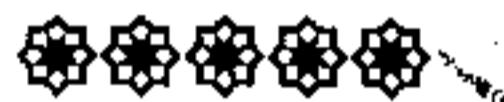
(10) تنویر الابصار، کتاب الزکاۃ، باب العاشر ج ۳ ص ۲۹۵

(11) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب العاشر، ج ۳، ص ۲۹۶

مسئلہ ۱۱: ماذون (12) کے ساتھ اگر اس کا مالک بھی ہے اور اس پر اتنا دَین نہیں، جو ذات و مال کو مستغرق (گھیرے ہوئے) ہو تو عاشر اس سے لے گا۔(13)

مسئلہ ۱۲: عاشر کے پاس ایسی چیز لے کر گزرا جو جلد خراب ہونے والی ہے، جیسے میوہ، ترکاری، خربزہ، تربز، دودھ وغیرہا، اگرچہ اُن کی قیمت نصاب کی قدر ہو مگر عشر نہ لیا جائے، ہاں اگر وہاں فقرا موجود ہوں تو لے کر فقرا کو بانٹ دے۔(14)

مسئلہ ۱۳: عاشر نے مال زیادہ خیال کر کے زکاۃ لی پھر معلوم ہوا کہ اتنے کا مال نہ تھا تو جتنا زیادہ لیا ہے سال آئندہ میں محسوب ہوگا اور اگر قصداً زیادہ لیا تو یہ زکاۃ میں محسوب نہ ہوگا کہ ظلم ہے۔(15)

❁❁❁❁❁

(12) یعنی وہ غلام جسے اس کے مالک نے تجارت کی اجازت دے دی ہو۔

(13) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب العاشر، ج۳، ص۲۹۹

(14) المرجع السابق

(15) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الزکاۃ، فصل فی اداء الزکاۃ، ص۱۲۶

کان اور دفینہ کا بیان

صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: رکاز (کان) میں خمس ہے۔(1)

مسئلہ ۱: کان سے لوہا، سیسہ، تانبا، پیتل، سونا چاندی نکلے، اس میں خمس (پانچواں حصہ) لیا جائے گا اور باقی پانے والے کا ہے۔ خواہ وہ پانے والا آزاد ہو یا غلام، مسلمان ہو یا ذمّی، مرد ہو یا عورت، بالغ ہو یا نابالغ، وہ زمین جس سے یہ چیزیں نکلیں عشری ہو یا خراجی۔(2)

---

(1) صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب جرح العجماء والمعدن الخ، الحدیث: ۱۷۱۰، ص ۹۴۰

حکیم الامت کے مدنی پھول

۳؎ یعنی اگر کسی کی زمین میں سونے چاندی یا کسی دھات کی قدرتی کان نکل آئے وہ پانچواں حصہ حکومت اسلامیہ کو دے گا اور چار حصہ اپنے خرچ میں لائے گا۔ خیال رہے کہ رکاز رکز سے بنا جس کے معنے ہیں چھپنا یا خفیہ ہونا اسی لیے پاؤں کی آہٹ کو رکز کہتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا"۔ جانور کے لات مار دینے کو بھی رکز کہتے ہیں۔ اصطلاح میں رکز کان کو بھی کہتے ہیں اور دفینہ یعنی گاڑھے ہوئے خزانہ کو بھی۔ امام اعظم ابوحنیفہ کے ہاں رکاز سے کان مراد ہے اور امام شافعی کے ہاں دفینہ، امام اعظم کی دلیل وہ حدیث ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا رکاز کیا چیز ہے تو آپ نے فرمایا کہ وہ سونا جسے رب تعالیٰ نے زمین میں قدرتی پیدا فرمایا۔ (بیہقی عن ابی ھریرہ) نیز یہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکاز کا ذکر معدن کے ساتھ کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی معدن ہی ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ کان سے بعض چیزیں گل جانے والی پیدا ہوتی ہیں جیسے سونا چاندی، لوہا اور باقی دھاتیں اور بعض پتلی جیسے پانی، تیل اور تارکول اور بعض چیزیں خشک نہ گلنے والی جیسے چونا، ہڑتال، ہر قسم کے پتھر، یاقوت، نمک وغیرہ۔ امام اعظم کے ہاں صرف دھاتوں میں خمس واجب ہے اور امام شافعی کے ہاں صرف سونے چاندی میں، وہ باقی دھاتوں کو شکار کے جانور کی مثل مانتے ہیں جس کو مل جائے اسی کی۔ (لمعات، مرقات، اشعہ) (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۷)

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الخامس في المعادن والرکاز، ج ۱، ص ۱۸۴

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

الارض کثیرا ماتکون عشریۃ کما فتح (۱) وقسم بیننا وما اسلم (۲) اھلہ طوعا قبل ان تظفر بھم وعشریۃ اشتراھا ذمی من مسلم فاخذھا مسلم بشفعۃ (۳) اوردت علی البائع لفساد البیع (۴) اوبخیار (۵) اورویۃ (۶) مطلقا او عیب (۷) بالقضاء وما احیاہ (۸) مسلم بقرب العشریات او لتساوی القرب (۹) الیھا والی ←

....

الخراجیات علی قول ابی یوسف المفتی به وسقاه بماء عشری وحدہ اومع خراجی علی قول الطرفین و کالاحیاء جعله(۱۰و۱۱) داره بستانا اومزرعة.

زمین بہت سی صورتوں میں عشری ہوتی ہے (جیسا کہ ان صورتوں میں ہے) مثلاً (۱) زمین مفتوحہ اور مسلمانوں میں تقسیم شدہ ہے (۲) وہاں کے باشندوں نے مسلمانوں کے غلبہ سے پہلے پہلے خوشی سے اسلام قبول کرلیا ـــــــ (۳) زمین عشری تھی اسے کسی ذمی نے مسلمان سے خریدلیا پھر کسی مسلمان نے بذریعہ شفعہ حاصل کرلی (۴) یا فساد بیع کی وجہ سے (۵) یا خیار شرط (۶) یا خیار رویت ہر حال میں (۷) یا عیب کی صورت میں قاضی کی قضا سے وہ زمین بیچنے والے مسلمان کی طرف واپس لوٹ آئی ہے (۸) جو مسلمان نے آباد کی ہو عشری زمین کے قریب (۹) یا اس زمین کا قرب خراجی اور عشری زمین کے مساوی ہے امام ابو یوسف کے مفتی بہ قول کے مطابق، اور اسے صرف عشری پانی یا عشری اور خراجی دونوں پانی سیراب کرتے ہوں طرفین کے قول کے مطابق (۱۰،۱۱) اور دار کی زمین کو باغ یا زرعی بنانا، آباد بنانے کی طرح ہے

کثیر اماتکون خراجیة کما فتح(۱) ومن علی اهلها او نقل الیه (۲) کفار أخر وما فتح صلحا(۳) و عشریة(۴) اشتراها ذمی من مسلم و خراجیة(۵) اشتراها مسلم وما احیاه(۶)ذمی باذن الامام او رضخ له(۷) مطلقا او مسلم(۸) بقرب الخراجیات او سقاه بماء خراجی صرفا علی القولین ومثله(۹) مسئلة الدار فی المسلم والذمی جمیعا.

اور بہت سی صورتوں میں زمین خراجی ہوتی ہے (۱) زمین فتح کرلی گئی مگر اس کے باشندوں کو ہی بطور حسن سلوک واپس کردی گئی (۲) ایسی زمین کی طرف دوسرے کفار کی منتقلی کی گئی ہو (۳) وہ زمین بطور صلح فتح کی گئی ہو (۴) زمین عشری تھی مگر کسی ذمی نے مسلمان سے خرید لی۔ (۵) ایسی زمین خراجی جسے کسی مسلمان نے خریدلیا۔ (۶) ایسی زمین جسے اذنِ امام سے کسی ذمی نے آباد کیا۔ (۷) جو زمین ذمی کو بطور عطیہ دے دی گئی (۸) کسی مسلمان نے اس زمین کو خراجی زمین کے قریب آباد کیا یا اسے دونوں قولوں کے مطابق محض خراجی پانی سے سیراب کیا (۹) اسی کی مثل مسئلہ دار ہے مسلمان اور ذمی کے حق میں کہ ذمی کیلئے خراجی ہے

وقد تکون لا عشریة ولا خراجیة کما فتحناه وابقیناه لنا الی یوم القیمة اومات ملا کها والت لبیت المال علی نزاع فی هذا قال فی ردالمحتار عن الدر المنتقی شرح الملتقی، هذا نوع ثالث یعنی لا عشریة ولا خراجیة من الاراضی تسمی ارض المملکة واراضی الحوز وهو ما مات اربابه بلا وارث وال لبیت المال او فتح عنوة ابقی للمسلمین الی یوم القیامة وحکمه علی ما فی التاتارخانیة انه یجوز للامام دفعه للزارع باحد طریقین اما باقامتهم مقام الملاك فی الزراعة واعطاء الخراج واما باجارتها بقدر الخراج فیکون الماخوذ فی حق الامام خراجا وفی حق الاکرة اجرة لا غیر لا عشر ولا خراج اهـ باختصار.

←

بعض اوقات زمین نہ شرعی ہوتی ہے اور نہ ہی خراجی، مثلاً ہم نے زمین فتح کی اور تا قیامت اسے مسلمانوں کے لیے وقف رکھا یا اس زمین کے مالک فوت ہوگئے اور وُہ زمین بیت المال کی طرف لوٹ آئی، اس میں نزاع ہے۔ ردالمحتار میں درالمنتقی شرح الملتقی سے ہے کہ یہ زمین کی تیسری نوع ہے یعنی نہ وُہ عشری ہے اور نہ وُہ خراجی زمینوں میں سے ہے، ایسی زمینوں کو ارض مملکت اور اراضی حوز کہا جاتا ہے، اور یہ ایسی زمینیں ہیں جن کے مالک بلاوارث فوت ہوجائیں اور وہ زمین بیت المال کی طرف لوٹ آئے یا وہ زمین بطور غلبہ مفتوحہ ہوا اور وُہ تا قیامت مسلمانوں کیلئے باقی رکھ دی ہو، تاتارخانیہ کے مطابق اس کا حکم یہ ہے کہ حاکم وقت اسے دو۲ طریقوں میں سے کسی ایک کے مطابق زراعت کیلئے دے سکتا ہے یا زراعت اور خراج دینے میں مالکوں کے قائم مقام بنادے یا بقدر خراج اجارہ پر دے دے اب اس زمین سے حاصل شدہ حاکم کے حق میں خراج اور کرایہ پر لینے والوں پر سوائے اجرت کے کچھ نہ ہوگا، تو ان پر نہ عشر ہے نہ خراج اھ اختصاراً۔

(۱؎ ردالمحتار باب العشر والخراج والجزیۃ مصطفی البابی مصر ۳/ ۲۸۰)

و قال فی الدرالمختار المشتراۃ من بیت المال اذاوقفها مشتریها فلا عشر ولاخراج شرنبلالیۃ معزیا للبحر، و کذالولم یوقفها کماذکرتہ فی شرح الملتقی اھ ۲؎۔

درمختار میں ہے کہ بیت المال سے خریدی ہُوئی زمین کو جب مشتری وقف کرتا ہے تو اب اس پر نہ عشر ہے اور نہ خراج، شرنبلالیہ بحوالہ بحر اور اسی طرح اس وقت حکم ہے جب وقف نہ کرے جیسا کہ میں نے شرح الملتقی میں ذکر کیا ہے۔

(۲؎ درمختار باب العشر والخراج والجزیۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۸)

قال الشامی لم یذکرفی البحر العشر وانما قال بعد ما حقق ان الخراج ارتفع عن اراضی مصر لعودها الی بیت المال بموت ملاکها فاذااشتراها انسان من الامام ملکها ولا خراج علیها لان الامام قد اخذالبدل للمسلمین و تمامہ فی التحفۃ المرضیۃ اھ نعم ذکر العشر فی تلک الرسالۃ فقال انہ لایجب ایضا لانہ لم یر فیہ نقلا۔

شامی کہتے ہیں کہ بحر میں عشر کا ذکر نہیں، انہوں نے اس کی تحقیق کے بعد کہا کہ اراضی مصر کے مالک فوت ہونے اور ان کے بیت المال کی طرف لوٹنے کی وجہ سے خراج ختم ہوگیا، تو اب کوئی انسان امام سے ایسی زمین خریدتا ہے تو وہ مالک بن جائیگا اور خراج نہیں ہوگا کیونکہ امام نے اس کا بدل مسلمانوں کے لیے حاصل کرلیا ہے، اس کی تفصیل تحفہ مرضیہ میں ہے اھ ہاں اس رسالہ میں عشر کا ذکر ہے کہ عشر بھی واجب نہیں کیونکہ اس میں نقل نہیں پائی گئی۔

قلت ولا یخفی مافیہ لانهم قدصرحوابان فرضیۃ العشر ثابتۃ بالکتاب والسنۃ والاجماع والمعقول وبانہ یجب فیمالیس بعشری ولا خراجی کالمفاوز والجبال وبان الملک غیر شرط فیہ بل الشرط ملک الخارج ولان العشر یجب فی الخراج لا فی الارض فکان ملک الارض وعدمہ سواء کما فی البدائع ولا یلزم من سقوط الخراج سقوط العشر علی انہ قدینازع فی سقوط الخراج حیث کانت من ارض الخراج اوسقیت بمائہ الخ اھ ملتقطا ←

....

میں کہتا ہوں یہ محلِ نظر ہے کیونکہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ فرضیتِ عشر کتاب اللہ، سنت، اجماع اور قیاس سے ثابت ہے، اور اس بات کی بھی تصریح کی ہے کہ عشر اس زمین میں واجب ہے جو نہ عشری ہو اور نہ خراجی، مثلاً جنگل اور پہاڑ کی زمین، اور یہ بھی تصریح ہے کہ ملکیت اس پر شرط نہیں بلکہ زمین سے حاصل ہوئی چیز کی ملکیت شرط ہے اور اس لیے بھی کہ عشر حاصل شدہ میں لازم ہوتا ہے نہ کہ زمین میں، لہذا زمین کی ملکیت اور عدمِ ملکیت برابر ہے البدائع، سقوطِ خراج سے سقوطِ عشر لازم نہیں آتا، علاوہ ازیں سقوطِ خراج میں بھی اختلاف ہے جبکہ وہ زمین خراجی ہو یا خراجی پانی سے سیراب ہو الخ اختصاراً۔ (۱؎ ردالمحتار باب العشر والخراج والجزیۃ مصطفی البابی مصر ۳/۲۷۹)

وبواقی المسائل معروضة فی الدرر وغیرہ من الاسفار الغروارض الھند علی سعتھا لا یبعد ان یوجد فیھا تلک الصور کلھا اوجلھا فالمصیر الی التبیین فای ارض ثبتت فیھا صورة اجری علیھا حکمھا من کونھا خراجیة او عشریة او لا ولا سبیل الی الجزم بحکم واحد من دون تحقیق وما یتوھم من ان القاسم بن محمد الثقفی افتتحھا عنوة سنة ثلث وتسعین ۲؎ کما فی الفتح والبنایة ولم یعلم قسمتھا بین المسلمین فوجب کیف وان قاسما لم یفتح منھا الا شیأنزر ایسیر ا من احدی نواحیھا مما یلی ملتان والافتتاح عنوة لاتستلزم الخراجیة کما علمت

باقی مسائل درمختار اور دیگر کتب میں معروف ہیں۔ ہندوستان کی زمین نہایت وسیع ہے اس میں مذکورہ تمام صورتوں یا اکثر کا پایا جانا بعید نہیں لہذا یہ حکم لگانے کے لیے کہ یہ عشری ہے یا خراجی، یا نہ عشری ہے نہ خراجی۔ زمین کا تعین ضروری ہے کہ کون سی زمین کا معاملہ درپیش ہے، تحقیق کے بغیر یقینی طور پر ایک حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ اور جو یہ وہم کیا گیا ہے کہ قاسم بن محمد الثقفی نے ۹۳ھ کو ہندوستان کی زمین بطورِ غلبہ حاصل کی تھی۔ جیسا کہ فتح اور بنایہ میں ہے اور یہ معلوم نہیں کہ اس کا خراجی ہونا ضروری ہے، یہ وہم نہ کافی ہے اور نہ قوی، اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے کیونکہ قاسم نے بہت تھوڑا سا حصہ فتح کیا تھا جو ہندوستان کے ایک گوشہ ملتان کے ساتھ متصل تھا، اور بطورِ غلبہ حصول زمین اس کے خراجی ہونے کو مستلزم نہیں جیسا کہ آپ نے جان لیا ہے (۲؎ فتح القدیر باب العشر والخراج مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۲۸۰)

و کما لم یعلم قسمتھا بیننا کذلک لم یثبت المن بھا علی اھلھا فکیف یحکم بایجاب الخراج علی المسلمین مع عدم ثبوت موجبه. الایمکن ان تکون الارض مما ابقی للمسلمین بل لعله الظاھر من صنیع السلاطین فاذن لا تکون فی اصل الوضع عشریة ولا خراجیة وما کان منھا بایدی الناس یتملکونھا ویتوارثونھا یحکم بانھا مملوکة لھم و یحمل علی ان منھا ما کان مواتاً فاحییت و منھا ما انتقل الیھم بوجه صحیح من بیت المال وبعد ھذا لا تکون خراجیة قطعا لانھا لم تکن فی بدء امرھا منھا ولا یوضع الخراج علی مسلم بدأ تکون عشریة علی ما حققه فی ردالمحتار وفارغة الوظیفتین فی الصورة الثانیة علی مافی التحفة المرضیة وغنیة ذوی الاحکام والدر المختار قال ابن عابدین عدم ملک الزراع غیر معلوم لنا الا فی القری و المزارع الموقوفة او المعلوم کونھا لبیت المال اما غیرھا بغیراھم یتوارثونھا جیلا بعد جیل وفی الخیریة اذا ادعی واضع ←

....

الید الذی تلقاھا شراء أو ارثا او غیرھا من اسباب الملك انھا ملکہ فالقول له او علی من یخاصمه فی الملك البرھان اھ۔ وقد قالوا ان وضع الید والتصرف من اقوی ما یستدل به علی الملك ولذا تصح الشھادۃ بانه ملکه.

توجس طرح مسلمانوں کے درمیان تقسیم کرنا معلوم نہیں اسی طرح ان باشندوں کو بطورِ حسنِ سلوک دینا بھی تو ثابت نہیں، تو عدمِ ثبوت متحقق کے باوجود مسلمانوں پر وجوب اخراج کا حکم کیسے لگایا جاسکتا ہے البتہ ایسا ممکن بلکہ مسلمان سلاطین سے زیادہ ظاہر یہی ہے کہ انہوں نے یہ زمین مسلمانوں کے لیے رکھی ہو تو اب اصل مصرف کے اعتبار سے نہ یہ عشری ہے اور نہ خراجی، اور جو زمین مسلمانوں کے قبضہ میں ہو وہی اس کے مالک ووارث ہوں تو وہاں اس زمین کو انہی کی مملوکہ کہا جائے گا اور یہی سمجھا جائے گا ان میں سے کچھ زمین غیر آباد تھی اسے مسلمانوں نے آباد کرلیا اور کچھ انکی طرف بیت المال سے بطریق صحیح آئی، اس کے بعد تو وہ قطعاً خراجی نہ ہوگی کیونکہ ابتداءً وہ خراجی نہیں ہوسکتی اور نہ ہی کسی مسلمان پر ابتداء خراج لازم ہوسکتا ہے اور وہ عشری ہوگی جیسا کہ اس کی تفصیل ردالمحتار میں ہے، اور وہ دوسری صورت میں دونوں وظیفوں (عشر وخراج) سے فارغ ہوگی جیسا کہ تحفہ مرضیہ، غنیۃ ذوی الاحکام اور درمختار میں ہے: ابن عابدین کہتے ہیں کہ ہمیں قری اور وقف شدہ کھیتوں کے علاوہ عدم ملک زراع کا علم نہیں یا ہمیں معلوم ہے کہ یہ زمین بیت المال کی ہے، اس کے علاوہ زمین کے مسلمان ہر دور میں وارث بنتے اور خرید وفروخت کرتے چلے آرہے ہیں، خیریہ میں ہے کہ قبضہ کرنے والا جب کوئی دعوٰی کرے کہ یہ زمین مجھے شراء یا وراثۃ یا دیگر کسی سبب ملک کے ذریعے حاصل ہوئی ہے تو وہ اس کی ملک ہوگی اور اسی کا قول معتبر ہوگا یا جو اس کے ساتھ ملکیت میں مخاصمت کرے اس پر دلیل کا لانا ہوگا اھ اور فقہاء نے تصریح کی ہے کہ قبضہ اور تصرف، ملکیت پر قوی دلیل بنتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اس کے مالک ہونے پر شہادت دینا صحیح ہوتا ہے۔

امام ابو یوسف کی کتاب الخراج میں ہے کہ کسی حاکم کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی کے قبضہ سے کوئی شئے خارج کرے ماسوائے اس صورت کے جب دوسرے کا حق ثابت ومعروف ہو، اھ، اور ائمہ نے ان گرجوں کے بارے میں تصریح کی ہے جو کفار کی خاطر بنائے گئے وہ ایسے بیابان میں تھے جو شہر کی عمارتوں سے متصل ہے تو یہاں اولیٰ یہی کہنا ہے کہ زمین انہی کی ملکیت میں باقی رہے گی جن کے وہ قبضہ میں ہے کیونکہ ممکن وہ زمین غیر آباد ہو اور ان لوگوں نے اسے آباد کیا یا وہ ان لوگوں کی طرف بطریق صحیح منتقل ہوئی ہو اھ یہ ان کی طویل، خوبصورت اور صواب کو واضح کرنے والی عبارت کا خلاصہ ہے۔ (اے ردالمحتار باب العشر والخراج والجزیۃ مصطفی البابی مصر ۳/۲۸۰)

اما ما قال فی اٰخرہ والحاصل فی الاراضی الشامیۃ والمصریۃ ونحوھا ان ما علم منھا کونه لبیت المال بوجه شرعی فحکمه ما ذکرہ الشارح عن الفتح (ای سقط الخراج وماخوذ اجرۃ) ومالم یعلم فھو ملك لاربابه والماخوذ منه خراج لا اجرۃ لانه خراجی فی اصل الوضع اھ۔

اور اس کے آخر میں یہ جو کہا کہ شام، مصر اور ان کی طرح دیگر علاقوں کی اراضی کے بارے میں اگر یہ علم ہو کہ بطریق شرعی بیت المال کو حاصل ہوئی ہیں تو ان کا حکم وہی ہے جس کا ذکر شارح نے فتح سے کیا (یعنی خراج ساقط ہوجائے گا اور جو حاصل کیا جائے گا وہ اجرت ہوگی) اور جن زمینوں کا علم نہیں وہ ان کے مالکوں کی ہی ہوں گی اور اس سے خراج وصول کیا جائے گا نہ کہ اُجرت، کیونکہ اصلاً ←

....

یہ زمین خراجی ہے اھ(۱؎ ردالمحتار باب العشر والخراج والجزیۃ مصطفی البابی مصر ۳/۲۸۲)

فقد ابان ان الوجه کونها خراجية فی بدء الامر لما قدم فی هذا البيان مستندا للامام الثانی ان ارض العراق والشام ومصر عنوية خراجية ترکت لاهلها الذين قهروا عليها اھ ۲؎۔

تو اب واضح کیا کہ ابتداء ان کے خراجی ہونے کی وجہ وہی ہے جس کو پہلے بیان کیا جو امام ثانی کی دلیل ہے کہ عراق، شام اور مصر کی زمینیں بطور غلبہ حاصل ہوئی ہیں اور خراجی ہیں کیونکہ انھیں اس کے ان سابقہ باشندوں کو دے دیا گیا جن سے بطور غلبہ حاصل کی گئی تھی اھ

(۲؎ ردالمحتار باب العشر والخراج والجزیۃ مصطفی البابی مصر ۳/۲۸۱)

وقال قبله قال ابويوسف فی کتاب الخراج ان ترکها الامام فی ايدی اهلها الذين قهروا عليها فهو حسن فان المسلمين افتتحوا ارض العراق والشام ومصر ولم يقسموا اشيأ من ذلك بل وضع عمر رضی الله تعالیٰ عنه عليها الخراج وليس فيها خمس اھ ۳؎۔

اور اس سے پہلے لکھا کہ امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں فرمایا اگر حاکم نے انھیں لوگوں کے پاس زمین رہنے دی جن سے بطور غلبہ حاصل کی تھی تو یہ بہت اچھا کیا کیونکہ مسلمانوں نے عراق، شام اور مصر کی زمینیں حاصل کیں تو انھیں تقسیم نہ کیا بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان زمینوں پر خراج لگایا اور ان میں خمس نہ رکھا گیا اھ

(۳؎ ردالمحتار باب العشر والخراج والجزیۃ مصطفی البابی مصر ۳/۲۷۹)

فهذا ما قال انه خراجی فی اصل الوضع اما ما نحن فيه اذلم يثبت ذلك لا يمكن جعلها خراجية بالاحتمال وايجابه علی المسلمين الذين ليسوا من اهله بتصريح ذوی الکمال هذا ما ظهر لی والله تعالیٰ اعلم بحقيقة الحال ثم رأيت فی الفتاوی العزيزية نقل عن رسالة مولٰنا الشيخ الجليل جلال التهانيسری قدس سره السری ما نصه بالعجمية زمین ہندوستان درابتدائے فتح مانند سواد عراق کہ درعہد حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مفتوح شدہ بود موقوف بر ملک بیت المال است وزمینداراں را بیش از تولیت و داروغگی تر ددو فراہم آوردن مزارعین واعانت وزراعت وحفظ دخلے نیست چنانچہ لفظ زمیندار نیز اشعارے بآں می کند وتغیر وتبدل زمینداری عزل ونصب زمینداران واخراج بعضے از آنہا واقرار بعضے وعطائے آراضی بافغاناں و بلوچاں وسادات وقدوائیاں بصیغہ زمینداری دلالت صریحہ بریں می کند پس دریں صورت جمیع اراضی ہندوستان مملوک بیت المال گشت و بعقد مزارعت علی النصف اواقل منہ دردست زمینداران ا؎

یہ وہی ہے جس کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ یہ اصل کے اعتبار سے خراجی ہیں مگر وہ جس میں ہم گفتگو کررہے ہیں جب تک ثابت نہ ہو ان کا احتمال کی بنیاد پر خراجی قرار دینا اور مسلمانوں پر ایسی چیز کا وجوب جس کے وہ بقول صاحب کمال کے اہل نہیں، ممکن نہیں، یہ مجھ پر ظاہر ہوا ہے اور حقیقتِ حال سے اللہ تعالیٰ زیادہ واقف وآگاہ ہے، پھر میں نے فتاوٰی عزیزیہ میں دیکھا کہ انہوں نے مولانا شیخ ←

....

جلال الدین تھانیسری قدس سرہ السری کے رسالہ سے نقل کیا جو فارسی الفاظ میں یوں ہے: ہندوستان کی زمین ابتداء اسی طرح فتح ہوئی جس طرح عراق کی زمین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں فتح ہوئی تھی، یہ بیت المال کی ملکیت میں بطور وقف رہے گی اور زمینداروں کا اس سے زیادہ دخل نہیں کہ وہ ان زمینوں کے متولی، منتظم، مزارعین مہیا کرنے اور بیت المال کے لیے تعاون وزراعت اور نگرانی کرنیوالے ہیں، جیسا کہ لفظ زمیندار بھی اس کی طرف اشارہ کر رہا ہے، زمینداری میں تغیر وتبدل، اور انھیں معزول ومقرر کرنا، ان میں سے بعض کا رکھنا اور بعض کا نکالنا، افغانیوں، بلوچوں، سادات اور قدوائیوں کو لفظ زمینداری کے ساتھ بعض زمینوں کا دینا بھی اسی پر متفرع ہے لہذا اس صورت میں ہندوستان کی تمام زمین بیت المال کی ملکیت ہے، نصف یا اس سے اقل پر مزارعت کے عقد کے ذریعے زمیندار کے قبضہ میں ہوگی۔ (اے فتاوی عزیزی مسئلہ اراضی عطائے سلطانی مطبع مجتبائی دہلی ۱ / ۴۳)

فهذا صريح فيما استظهرناه من ان الفاتحين لم يقسموها ملكا للمسلمين و الحكم فيه ما بيناه وذكر رحمه الله تعالى فى سواد العراق فمختار الائمة الشافعية كما بينه فى ردالمحتار اما عندنا فممنون بها على اهلها ولا يضرنا الكلام فى التمثيل فعلى هذا ماباىدى المسلمين من الاراضى لا تجعل الا عشرية مالم يثبت فى شئى منها كونها خراجية بوجه شرعى والله سبحانه وتعالى وعلمه جل مجده اتم واحكم۔

یہ تمام اس پر تصریح ہے جیسے ہم نے اختیار کیا کہ فاتحین نے جن زمینوں کو نہ تقسیم کیا نہ وہاں کے باشندوں کو دیں بلکہ انھیں مسلمانوں کی ملکیت میں رکھا تو ان کا وہی حکم ہے جو ہم نے بیان کر دیا ہے، اور مذکور شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے عراق کی زمین کے بارے میں جو کہا تو یہ ائمہ شوافع کا مختار ہے جیسا کہ ردالمحتار میں بیان ہوا ہے اور ہمارے نزدیک تو وہ زمین وہاں کے باشندوں کو بطور احسان دے دی گئی تھی لہذا بطور مثال لانا ہمیں نقصان دہ نہیں تو اب اس ضابطہ پر جو زمین مسلمانوں کے قبضہ میں ہوگی وہ عشری ہی ہوگی مگر اس صورت میں جب اس کے خراجی ہونے پر کوئی وجہ شرعی موجود ہو واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ واتم احکم۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۲۰۴ _ ۲۱۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

آگے لکھتے ہیں:

خراج دو قسم ہے: خراج مقاسمہ یعنی بٹائی کہ پیداوار کا نصف یا ثلث یا ربع یا خمس مقرر ہو اور خراج موظف کہ ایک مقدار معین ذمے پر لازم کر دی جائے خواہ روپیہ، مثلاً سالانہ روپے بیگھہ جیسے امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غلے کی ہر جریب پر ایک صاع غلہ اور ایک درہم مقرر فرمایا، ظاہر یہ ہے کہ بلاد کا خراج موظف ہی تھا، بیت المال میں روپیہ ہی لیا جاتا نہ کہ غلہ، میوہ، ترکاری وغیرہ۔ بلکہ مدتوں سے عامہ بلاد میں سلاطین کا یہی داب معلوم ہوتا ہے، ہدایہ میں فرمایا:

وفى ديارنا وظفوا من الدراهم فى الاراضى كلها وترك كذلك لان التقدير يجب ان يكون بقدر الطاقة من اى شئى كان۔

←

ہمارے علاقہ میں تمام زمینوں پر دراہم کا تقرر کیا جاتا ہے، اور ترکوں کے ہاں بھی یہی ہے کیونکہ بقدر طاقت مقدار مقرر کرنا ضروری ہے چاہے وہ جنس سے ہی ہو۔ (۱۔ الہدایہ باب العشر والخراج المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/ ۵۷۲)

تو ظاہراً یہاں کا خراج موظف ہی سمجھنا چاہئے مگر جس زمین کی نسبت ثابت ہو کہ زمان سلطنت اسلام سلّی اللہ تعالٰی عہد ہا میں اُس پر خراج مقاسمہ تھا، خراج موظف بالاتفاق مالک زمین پر ہے اور خراج مقاسمہ صاحبین کے نزدیک مزارع پر امام کے نزدیک زمیندار پر کمافی الدر والشامیۃ (جیسا کہ در اور شامیہ میں ہے۔ت) کتنا دیں، اگر مقدار معلوم ہو کہ زمانہ اسلام میں، سقی اللہ تعالٰی عہد ہا کیا مقرر تھا، جب تو ظاہر ہے کہ اُسی قدر دیں دو ۲ شرط سے، اوّلاً: خراج موظف میں جہاں جہاں مقدار مقرر فرمودہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ منقول ہے وہاں اس پر زیادت نہ ہو کہ مذہب صحیح میں اس پر اضافہ کسی سلطان کو نہیں پہنچتا، زائد ہو تو زیادت نہ دیں اور جہاں کوئی مقدار امیر المومنین سے منقول نہیں وہاں اور خراج مقاسمہ میں نصف سے زیادت نہ ہو کہ خلاف انصاف ہے زائد ہو تو نصف ہی دیں۔ ثانیاً اُتنے کی ادا اس زمین سے اب بھی ممکن ہو ورنہ بلحاظ طاقت دیں۔

فی التنویر التصنیف عین الانصاف فلا یزاد علیہ اھ ۲؎

تنویر میں ہے: نصف دینا عین انصاف ہے لہذا اس پر اضافہ نہ کیا جائے اھ

(۲۔ تنویر الابصار متن درمختار، باب العشر والخراج، مطبع مجتبائی دہلی، ۱/ ۳۴۹)

فی ردالمحتار لا یزاد علیہ فیہ ولا فی خراج المقاسمۃ ولا فی الموظف اھ ۱؎ فی الدر المختار ولا فی الموظف علی مقدار ماوظفہ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ اھ ۲؎ فی التنویر و ینقص مما وظف ان لم تطلق اھ ۳؎ فی ردالمحتار قال فی النہر لا یزید علی النصف وینبغی ان لا ینقص عن الخمس قالہ الحدادی اھ ۴؎ وکان عدم التنقیص عن الخمس غیر منقول فذکرہ الحدادی بحثا لکن قال الخیر الرملی یجب ان یحمل علی ما اذا کانت تطیق فلو کانت قلیلۃ الریع کثیرۃ المؤن ینقص اذ یجب ان یتفاوت الواجب لتفاوت المؤنۃ کما فی ارض العشر اھ ۵؎ مختصرات۔ (۱۔ ردالمحتار باب العشر الخراج الخ مصطفی البابی مصر ۳/ ۳۸۶) (۲۔ درمختار باب العشر الخراج الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۴۹) (۳۔ تنویر الابصار متن درمختار، باب العشر الخراج الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۴۹) (۴۔ ردالمحتار باب العشر الخراج الخ مصطفی البابی مصر ۳/ ۳۸۶) (۵۔ ردالمحتار باب العشر الخراج الخ مصطفی البابی مصر ۳/ ۳۸۷)

ردالمحتار میں ہے اس میں اضافہ نہ کیا جائے اور نہ ہی خراج مقاسمہ اور خراج موظف میں اھ درمختار میں ہے اور نہ ہی خراج موظف میں اس مقدار میں اضافہ کیا جاسکتا ہے جو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مقررہ میں کمی کی جاسکتی ہے اھ تنویر میں ہے اگر طاقت نہ ہو تو مقررہ میں کمی کا جاسکتی ہے اھ ردالمحتار میں ہے کہ نہر میں ہے کہ نصف سے زیادہ نہیں کیا جاسکتا، حدادی نے کہا مناسب ہے خمس سے کم نہ کیا جائے اھ اور خمس سے کم نہ کرنا منقول نہیں تو حدادی نے اسے بطور بحث ذکر کیا ہے۔ لیکن خیر رملی نے کہا ہے کہ اسے اس صورت پر محمول کرنا ضروری ہے جب وہ زمین طاقت رکھتی ہو، اور اگر رقبہ کم ہو مگر اخراجات اس کے زیادہ ہوں تو پھر کم کیا جاسکتا ہے کیونکہ اخراجات کے ←

یہ اُس صورت میں ہے کہ زمین کسی شخص کی مملوک نہ ہو، مثلاً جنگل ہو یا پہاڑ اور اگر مملوک ہے تو کُل مالکِ زمین کو دیا جائے خمس بھی نہ لیا جائے۔(3)

تفاوت کی وجہ سے واجب میں تفاوت ضروری ہوتا ہے جیسا کہ عُشری زمین میں ہے اھ مختصراً۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۲۳۸۔۲۳۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(3) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب الرکاز، ج ۳، ص ۳۰۵

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اور اگر معلوم نہ ہو کہ سلطنت اسلام میں کیا معین تھا تو ظاہراً خراج مقاسمہ وخراج موظف غیر مقرر امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں، نصف دیں اور مقررات امیر المومنین میں، اُسی کا لحاظ رکھیں، غرض ہر جگہ پوری مقدار دیں جس سے زیادت جائز نہ تھی۔

لان التنقیص انما کان یثبت بنقص الامام ولم یثبت فلم یثبت فکان الاستقصار فیه فراغ الذمة یقینا فکان الحوط هذا کله من اول الکلام الی هنا مما اخذه الفقیر تفقها وارجون یکون صوابا ان شاء الله تعالی فان اصبت فمن الله وحده وانا احمد الله علیه وان اخطأت فمنی ومن الشیطان وانا ابرؤ الی الله منه ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم۔

کیونکہ کمی امام کے کرنے سے ہوگی اور جب وہ ثابت نہیں تو وظیفہ میں کمی بھی ثابت نہ ہوگی تو یہاں یقینی فراغ ذمہ کے لیے مقرر پر اکتفاء ہوگا تو یہی احوط ہوگا، اوّل سے لے کر یہاں تک یہ گفتگو فقیر نے بطور تفقہ کی ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ یہ صواب ہوگی، اگر تو میں درست ہُوا تو اللہ وحدہ کی طرف سے ہے اور میں اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد بجالاتا ہوں، اور اگر یہ غلط ہے تو میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہے اور میں اس سے برأت کا اعلان کرتے ہُوئے اپنے اللہ کے دامن میں آتا ہوں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

وظیفہ مقررہ فاروقیہ فی جریب سالانہ یہ ہے ہر قسم غلے پر اُسی سے ایک صاع اور ایک درہم اور کہ طاب یعنی خربوزے تربوز کی پالیزوں، کھیرے ککڑی بینگن وامثالہا کی باڑیوں پر پانچ درہم انگور وخرما کے گھنے باغوں پر، جن کے اندر زراعت نہ ہوسکے، دس درہم ان کے ماوراء میں وہی تقدیر طاقت ہے جس کی انتہا نصف تک، پھر ان اقسام میں حیثیت زمین وقدرت کا اعتبار ہے جو زمین جس چیز کے بونے کی لیاقت رکھتی ہو اور یہ شخص اس پر قادر ہو اُس کے اعتبار سے خراج ادا کرے مثلاً انگور بوسکتا ہے تو انھیں خراج دے اگر چہ گیہوں بوئے ہوں، اور گیہوں کے قابل ہے تو اس کا خراج دے، اگر چہ جو بوئے ہوں ہر حال میں خراج سال بھر میں ایک ہی بار لیا جائے گا اگر چہ سال میں چار بار زراعت کرے یا باوصف قدرت بالکل معطل رکھ چھوڑے اور یہ جریب انگریزی گز سے کہ ان بلاد میں رائج ہے (جس کی مقدار سولہ ۱۶ گرہ ہے ہر گرہ تین ۳ انگل) پینتیس گز مسطح ہے یعنی ۳۵ گز طول ۳۵ گز عرض، اور صاع دوسوستر ۲۷۰ تولے ہے یعنی انگریزی روپیہ سے دوسواٹھاسی ۲۸۸ روپیہ بھر کہ رامپور کے سیر سے پورے تین سیر ہُوئے اور دس ۱۰ درہم کے عص/ ۱۲-۹-۳/ ۵ پائی یعنی دو ۲ روپے پونے تیرہ آنے اور پانچواں حصہ پیسے کا پانچ درم کے عص/ ۶/ ۴-۴/ ۵ پائی ایک درم کے ۴/ ۵-۱۹/ ۲۵ پائی ←

....

یعنی ۲۵/۴ کم ساڑھے چار آنے۔

فی الدرالمختار وضع عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه لکل جریب هو ستون ذراعا فی ستین بذراع کسری (سبع قبضات) صاعامن بر اوشعیر (والصحیح انه مما یزرع فی تلك الارض کما فی الکافی شرنبلالیة ومثله فی البحر) ودرهما من اجودالنقود (وزن سبعة کما فی الزکوٰۃ بحر) ولجریب الرطبة (وهی القثاء والخیار والبطیخ والباذ نجان وما جری مجراہ) خمسة دراهم ولجریب الکرم اوالنخل متصلة (قید فیهما) ضعفها وما لیس فیه توظیف عمر کزعفران وبستان فیها اشجار متفرقة یمکن الزرع تحتها طاقته وغایة الطاقة نصف الخارج لان التنصیف عین الانصاف اھ ۱؎ مختصرا مزیدا مابین الاھلة من ردالمحتار۔

درمختار میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہر جریب میں ایک صاع گندم یا جو مقرر فرمائے اور جریب طولاً عرضاً ساٹھ ذراع کا ہوتا ہے اور ہر ذراع سات مٹھیوں کا ہوتا ہے اور صحیح یہ ہے اس زمین سے جو کچھ پیدا ہو رہا ہے اسی سے وظیفہ ادا کیا جائے گا جیسا کہ کافی، شرنبلالیہ میں اور اسی کی مثل بحر میں ہے اور نقود میں سے ایک درہم لازم ہوگا (جس کا وزن سات مثقال ہو جیسا کہ زکوٰۃ میں ہوتا ہے، بحر) اور سبزیات (اور وُہ کھیرے، تر، خربوزے، بینگن اور ایسی دیگر اشیاء) کی جریب میں پانچ دراہم، انگور اور خرما کے گھنے باغوں (یہ قید دونوں کے لیے ہے) میں دس درہم ہے، اور جس میں سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوئی وظیفہ مقرر نہیں فرمایا مثلاً زعفران، اور وُہ باغ جس میں متفرق درخت ہوں اور وہاں کاشت کرنا ممکن ہو تو طاقت کے مطابق وظیفہ ہوگا اور انتہائے طاقت نصف پیداوار ہے کیونکہ نصف ادا کرنا عین انصاف ہے اھ مختصراً، ہاں قوسین کے اندر ردالمحتار سے اضافہ میری طرف سے کیا گیا ہے،

(۱؎ درمختار، باب العشر والخراج الخ مطبع مجتبائی دہلی، ۱/۳۴۹) (ردالمحتار باب العشر والخراج الخ مصطفی البابی مصر ۳/۸۶-۲۸۵)

وفی الدرلوزرع الاخس قادراعلی الاعلی کزعفران فعلیه خراج الاعلیٰ وهذا یعلم ولا یفتی به کیلا یتجرء الظلمة ۲؎ اور دُر میں ہے کہ اگر کسی نے اعلیٰ پر قادر ہوتے ہوئے ادنیٰ کو کاشت کیا مثلاً زعفران، اس پر اعلیٰ کا خراج ہوگا، یہ جان تو لیا جائے مگر اس پر فتویٰ نہ دیا جائے تاکہ ظالم اس سے فائدہ نہ اٹھائیں۔ (۲؎ درمختار باب العشر والخراج الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۰)

فی ردالمحتار عن العنایة رد بانه کیف یجوز الکتمان وانهم لو اخذوا کان فی موضعه لکونه واجبا واجیب بانا لو افتینا بذلك لادعی کل ظالم فی ارض لیس شانها ذلك انها قبل هذا کانت تذرع الزعفران فیاخذخراج ذلك وهو ظلم وعدوان اھ ۱؎ (۱؎ ردالمحتار باب العشر والخراج مصطفی البابی مصر ۳/۲۸۹)

ردالمحتار میں عنایہ کے حوالے سے یہ رد کیا گیا ہے کہ ایسی بات کا چھپانا کیسے جائز ہو سکتا ہے اور اگر ظالم لیتے ہیں تو وُہ ٹھیک کرتے ہیں کیونکہ وُہ واجب ہے، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اگر ہم اس پر فتویٰ دیتے ہیں تو ظالم ہر زمین کے بارے میں یہ دعویٰ کرے گا کہ اس سے پہلے اس میں زعفران بویا جاتا تھا اگرچہ وُہ ایسی نہ ہو تو اس سے خراج وصول کرے گا اور یہ ظلم و زیادتی ہوگی اھ،

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۲۳۸۔۲۳۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور) ←

مسئلہ ۲: فیروزہ و یاقوت و زمرد و دیگر جواہر اور سرمہ، پھٹکری، چونا، موتی میں اور نمک وغیرہ بہنے والی چیزوں میں خمس نہیں۔ (4)

مسئلہ ۳: مکان یا دکان میں کان نکلی تو خمس نہ لیا جائے، بلکہ کُل مالک کو دیا جائے۔ (5)

مسئلہ ۴: فیروزہ، یاقوت، زمرد وغیرہ جواہر سلطنت اسلام سے پیشتر کے دفن تھے اور اب نکلے تو خمس لیا جائے گا یہ مالِ غنیمت ہے۔ (6)

مسئلہ ۵: موتی اور اس کے علاوہ جو کچھ دریا سے نکلے، اگرچہ سونا کہ پانی کی تہ میں تھا، سب پانے والے کا ہے بشرطیکہ اس میں کوئی اسلامی نشانی نہ ہو۔ (7)

مسئلہ ۶: جس دفینہ (دفن کیے ہوا مال) میں اسلامی نشانی پائی جائے خواہ وہ نقد ہو یا ہتھیار یا خانہ داری کے سامان وغیرہ، وہ پڑے مال کے حکم میں ہے یعنی مسجدوں، بازاروں میں اس کا اعلان اتنے دنوں تک کرے کہ ظن غالب ہو جائے، اب اس کا تلاش کرنے والا نہ ملے گا پھر مساکین کو دے دے اور خود فقیر ہو تو اپنے صرف میں لائے اور اگر اس میں کفر کی علامت ہو، مثلاً بُت کی تصویر ہو یا کافر بادشاہ کا نام اس پر لکھا ہو، اُس میں سے خمس لیا جائے، باقی پانے والے کو دیا جائے، خواہ اپنی زمین میں پائے یا دوسرے کی زمین میں یا مباح زمین میں۔ (8)

---

(4) المرجع السابق، ص۳۰۱

(5) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب الرکاز، ج۳، ص۳۰۵

<u>مختلف زمینوں کا عشر</u>

اس سلسلے میں قاعدہ یہ ہے کہ

☆ جو کھیت بارش، نہر، نالے کے پانی سے (قیمت ادا کیے بغیر) سیراب کیا جائے، اس میں عشر یعنی دسواں حصہ واجب ہے،

☆ جس کھیت کی آبپاشی ڈول (یا اپنے ٹیوب ویل) وغیرہ سے ہو، اس میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ واجب ہے،

☆ اگر (نہر یا ٹیوب ویل وغیرہ کا) پانی خرید کر آبپاشی کی ہو یعنی وہ پانی کسی کی ملکیت ہے اس سے خرید کر آبپاشی کی، جب بھی نصف عشر واجب ہے،

☆ اگر وہ کھیت کچھ دنوں بارش کے پانی سے سیراب کر دیا جاتا ہے اور کچھ دن ڈول (یا اپنے ٹیوب ویل) وغیرہ سے، تو اگر اکثر بارش کے پانی سے کام لیا جاتا ہے اور کبھی کبھی ڈول (یا اپنے ٹیوب ویل) وغیرہ سے تو عشر واجب ہے ورنہ نصف عشر واجب ہے۔

(درمختار وردالمحتار، کتاب الزکوۃ، باب العشر، ج۳، ص۳۱۶)

(6) المرجع السابق، ص۳۰۶

(7) المرجع السابق

(8) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب الرکاز، ج۳، ص۳۰۷

مسئلہ ۷: حربی کافر نے دفینہ نکالا تو اُسے کچھ نہ دیا جائے اور جو اُس نے لے لیا ہے واپس لیا جائے، ہاں اگر بادشاہِ اسلام کے حکم سے کھود کر نکالا تو جو ٹھہرا ہے وہ دیں گے۔(9)

مسئلہ ۸: دفینہ نکالنے میں دو شخصوں نے کام کیا تو خمس کے بعد باقی اُسے دیں گے جس نے پایا، اگرچہ دونوں نے شرکت کے ساتھ کام کیا ہے کہ یہ شرکت فاسدہ ہے اور اگر شرکت کی صورت میں دونوں نے پایا اور یہ نہیں معلوم کہ کتنا کس نے پایا تو نصف نصف کے شریک ہیں اور اس صورت میں اگر ایک نے پایا اور دوسرے نے مدد کی تو وہ پانے والے کا ہے اور مددگار کو کام کی مزدوری دی جائے گی اور اگر دفینہ نکالنے پر مزدور رکھا تو جو برآمد ہوگا مزدور کو ملے گا، مستاجر کو کچھ نہیں کہ یہ اجارہ فاسد ہے۔(10)

مسئلہ ۹: دفینہ میں نہ اسلامی علامت ہے، نہ کفر کی تو زمانہ کفر کا قرار دیا جائے۔(11)

مسئلہ ۱۰: صحرائے دارالحرب میں سے جو کچھ نکلا معدنی ہو یا دفینہ اُس میں خمس نہیں، بلکہ کُل پانے والے کو ملے گا اور اگر بہت سے لوگ بطورِ غلبہ کے نکال لائے تو اس میں خمس لیا جائے گا کہ یہ غنیمت ہے۔(12)

مسئلہ ۱۱: مسلمان دارالحرب میں امن لے کر گیا اور وہاں کسی کی مملوک زمین سے خزانہ یا کان نکالی تو مالکِ زمین کو واپس دے اور اگر واپس نہ کیا بلکہ دارالاسلام میں لے آیا تو یہی مالک ہے مگر مِلک خبیث ہے، لہٰذا تصدق کرے اور بیچ ڈالا تو بیع صحیح ہے، مگر خریدار کے لیے بھی خبیث ہے اور اگر امان لے کر نہیں گیا تھا تو یہ مال اس کے لیے حلال ہے، نہ واپس کرے نہ اس میں خمس لیا جائے۔(13)

مسئلہ ۱۲: خمس مساکین کا حق ہے کہ بادشاہِ اسلام اُن پر صرف کرے اور اگر اُس نے بطور خود مساکین کو دے دیا جب بھی جائز ہے، بادشاہِ اسلام کو خبر پہنچے تو اُسے برقرار رکھے اور اُس کے تصرف کو نافذ کر دے اور اگر یہ خود مسکین ہے تو بقدرِ حاجت اپنے صرف میں لاسکتا ہے اور اگر خمس نکالنے کے بعد باقی دو سو درم کی قدر ہے تو خُمس اپنے صرف میں نہیں لاسکتا کہ اب یہ فقیر نہیں ہاں اگر مدیون ہو کہ دَین نکالنے کے بعد دو سو درم کی قدر باقی نہیں رہتا تو خُمس اپنے صرف میں لاسکتا ہے اور اگر ماں باپ یا اولاد جو مساکین ہیں، اُن کو خُمس دیدے تو یہ بھی جائز ہے۔(14)

---

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الخامس في المعادن والرکاز، ج۱، ص۱۸۴

(10) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب الرکاز، ج۳، ص۳۰۸

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الخامس في المعادن والرکاز، ج۱، ص۱۸۵

(12) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب الرکاز، ج۳، ص۳۰۹

(13) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب الرکاز، ج۳، ص۳۰۹

(14) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب الرکاز، ج۳، ص۳۱۱

زراعت اور پھلوں کی زکاۃ

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ﴾ (1)

کھیتی کٹنے کے دن اس کا حق ادا کرو۔

حدیث ۱: صحیح بخاری شریف میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس زمین کو آسمان یا چشموں نے سیراب کیا یا عشری ہو یعنی نہر کے پانی سے اسے سیراب کرتے ہوں، اُس میں عشر ہے اور جس زمین کے سیراب کرنے کے لیے جانور پر پانی لاد کر لاتے ہوں، اُس میں نصف عشر (2) یعنی بیسواں حصہ۔

حدیث ۲: ابن نجار انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) فرماتے ہیں: کہ ہر اُس شے میں جسے زمین نے نکالا، عشر یا نصف عشر ہے۔ (3)

❁❁❁❁❁

---

(1) پ۸، الانعام: ۱۴۱

(2) صحیح البخاري، کتاب الزکاۃ، باب في العشر فیما من ماء السماء الخ، الحدیث: ۱۴۸۳، ج۱، ص۵۰۱

(3) کنز العمال، کتاب الزکاۃ، زکاۃ النبات والفواکہ، الحدیث: ۱۵۸۷۳، ج۶، ص۱۴۰

مسائل فقہیہ

زمین تین قسم ہے:

(۱) عشری۔ (۲) خراجی۔ (۳) نہ عشری، نہ خراجی۔

اوّل وسوم دونوں کا حکم ایک ہے یعنی عشر دینا۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی زمینیں خراجی نہ سمجھی جائیں گی (1)، جب تک کسی خاص زمین کی نسبت خراجی ہونا دلیل شرعی سے ثابت نہ ہولے۔ عشری ہونے کی بہت سی صورتیں ہیں مثلاً مسلمانوں نے فتح کیا اور زمین مجاہدین پر تقسیم ہوگئی یا وہاں کے لوگ خود بخود مسلمان ہوگئے، جنگ کی نوبت نہ آئی یا عشری زمین کے قریب پڑتی تھی، اسے کاشت میں لایا یا اُس پڑتی کو کھیت بنایا جو عشری وخراجی دونوں سے قرب وبعد کی یکساں نسبت رکھتی ہے یا اس کھیت کو عشری پانی سے سیراب کیا یا خراجی وعشری دونوں سے یا مسلمان نے اپنے مکان کو باغ یا کھیت بنا لیا اور اسے عشری پانی سے سیراب کرتا ہے۔ یا عشری وخراجی دونوں سے یا عشری زمین کافر ذمّی نے خریدی، مسلمان نے شفعہ میں اُسے لے لیا یا بیع فاسد ہوگئی یا خیار شرط یا خیار رویت کی وجہ سے واپس ہوئی یا خیار عیب کی وجہ سے قاضی کے حکم سے واپس ہوئی۔

اور بہت صورتوں میں خراجی ہے مثلاً فتح کر کے وہیں والوں کو احسان کے طور پر واپس دی یا دوسرے کافروں کو دے دی یا وہ ملک صلح کے طور پر فتح کیا گیا یا ذمّی نے مسلمان سے عشری زمین خرید لی یا خراجی زمین مسلمان نے خریدی یا ذمّی نے بادشاہِ اسلام کے حکم سے بنجر کو آباد کیا یا بنجر زمین ذمّی کو دے دی گئی یا اسے مسلمان نے آباد کیا اور وہ خراجی زمین کے پاس تھی یا اسے خراجی پانی سے سیراب کیا۔ خراجی زمین اگرچہ عشری پانی سے سیراب کی جائے، خراجی ہی رہے گی

اور خراجی وعشری دونوں نہ ہوں، مثلاً مسلمانوں نے فتح کر کے اپنے لیے قیامت تک کے لیے باقی رکھی یا اس زمین کے مالک مر گئے اور زمین بیت المال کی مِلک ہوگئی۔

مسئلہ ۱: خراج دو قسم ہے:

(۱) خراج مقاسمہ کہ پیداوار کا کوئی حصہ آدھا یا تہائی یا چوتھائی وغیرہا مقرر ہو، جیسے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہودِ خیبر پر مقرر فرمایا تھا۔ اور

(1) بیع فاسد، خیار شرط، خیار رویت اور خیار عیب کی تفصیلی معلومات کے لیے بہارِ شریعت حصہ ۱۱، ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) خراج مؤظف کہ ایک مقدار معیّن لازم کردی جائے خواہ روپے، مثلاً سالانہ دو روپے بیگھہ یا کچھ اور جیسے فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقرر فرمایا تھا۔

مسئلہ ۲: اگر معلوم ہو کہ سلطنت اسلامیہ میں اتنا خراج مقرر تھا تو وہی دیں، بشرطیکہ خراج مؤظف میں جہاں جہاں فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مقدار منقول ہے، اس پر زیادت نہ ہو اور جہاں منقول نہیں اس میں نصف پیداوار سے زیادہ نہ ہو۔ یوہیں خراج مقاسمہ میں نصف سے زیادت نہ ہو اور یہ بھی شرط ہے کہ زمین اُتنے دینے کی طاقت بھی رکھتی ہو۔ (2)

مسئلہ ۳: اگر معلوم نہ ہو کہ سلطنتِ اسلام میں کیا مقرر تھا تو جہاں جہاں فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقرر فرمادیا ہے، وہ دیں اور جہاں مقرر نہ فرمایا ہو نصف دیں۔ (3)

مسئلہ ۴: فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ مقرر فرمایا تھا کہ ہر قسم کے غلہ میں فی جریب ایک درم اور اُس غلہ کا ایک صاع اور خربوزے، تربوز کی پالیز اور کھیرے، ککڑی، بیگن وغیرہ ترکاریوں میں فی جریب پانچ درم انگور و خرما کے گھنے باغوں میں جن کے اندر زراعت نہ ہو سکے۔ دس درم پھر زمین کی حیثیت اور اس شخص کی قدرت کا اعتبار ہے، اس کا اعتبار نہیں کہ اُس نے کیا بویا یعنی جو زمین جس چیز کے بونے کے لائق ہے اور یہ شخص اُس کے بونے پر قادر ہے تو اس کے اعتبار سے خراج ادا کرے، مثلاً انگور بو سکتا ہے تو انگور کا خراج دے، اگرچہ گیہوں بوئے اور گیہوں کے قابل ہے تو اس کا خراج ادا کرے اگرچہ جَو بوئے۔ جریب کی مقدار انگریزی گز سے ۳۵ گز طول، ۳۵ گز عرض ہے اور صاع دو سو اٹھاسی ۲۸۸ روپیہ بھر اور دس درم کے ۳۰ ۵ ۹ پائی پانچ درم ۶ عہ/ ۴ ۴ ۵ پائی اور ایک درم ۴ / ۲۵۱۹۵ پائی۔ (4)

مسئلہ ۵: جہاں اسلامی سلطنت نہ ہو، وہاں کے لوگ بطورِ خود فقرا وغیرہ جو مصارفِ خراج ہیں، اُن پر صرف کریں۔

مسئلہ ۶: عشری زمین سے ایسی چیز پیدا ہوئی جس کی زراعت سے مقصود زمین سے منافع حاصل کرنا ہے تو اُس پیداوار کی زکاۃ فرض ہے اور اس زکاۃ کا نام عشر ہے یعنی دسواں حصہ کہ اکثر صورتوں میں دسواں حصہ فرض ہے، اگرچہ بعض صورتوں میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ لیا جائے گا۔ (5)

---

(2) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجهاد، باب العشر والخراج والجزیة، مطلب في خراج المقاسمة، ج۶، ص ۲۹۲۔ ۲۹۴

(3) الفتاوی الرضویة، ج۱۰، ص ۲۳۸

(4) الدرالمختار، کتاب الجهاد، باب العشر والخراج والجزیة، ج۶، ص ۲۹۲

(5) الفتاوی الهندیة، کتاب الزکاة، الباب السادس في زکاة الزرع والثمار، ج۱، ص ۱۸۵

مسئلہ ۷: عشر واجب ہونے کے لیے عاقل، بالغ ہونا شرط نہیں، مجنون اور نابالغ کی زمین میں جو کچھ پیدا ہوا اس میں بھی عشر واجب ہے۔(6)

مسئلہ ۸: خوشی سے عشر نہ دے تو بادشاہِ اسلام جبراً لے سکتا ہے اور اس صورت میں بھی عشر ادا ہو جائے گا، مگر ثواب کا مستحق نہیں اور خوشی سے ادا کرے تو ثواب کا مستحق ہے۔(7)

مسئلہ ۹: جس پر عشر واجب ہوا، اُس کا انتقال ہو گیا اور پیداوار موجود ہے تو اس میں سے عشر لیا جائے گا۔(8)

مسئلہ ۱۰: عشر میں سال گزرنا بھی شرط نہیں، بلکہ سال میں چند بار ایک کھیت میں زراعت ہوئی تو ہر بار عشر واجب ہے۔(9)

مسئلہ ۱۱: اس میں نصاب بھی شرط نہیں، ایک صاع بھی پیداوار ہو تو عشر واجب ہے اور یہ شرط بھی نہیں کہ وہ چیز باقی رہنے والی ہو اور یہ شرط بھی نہیں کہ کاشتکار زمین کا مالک ہو یہاں تک کہ مکاتب و ماذون نے کاشت کی تو اس پیداوار پر بھی عشر واجب ہے، بلکہ وقفی زمین میں زراعت ہوئی تو اس پر بھی عشر واجب ہے، خواہ زراعت کرنے والے اہلِ وقف ہوں یا اُجرت پر کاشت کی۔(10)

مسئلہ ۱۲: جو چیزیں ایسی ہوں کہ اُن کی پیداوار سے زمین کے منافع حاصل کرنا مقصود نہ ہو اُن میں عشر نہیں، جیسے ایدھن، گھاس، نرکل، سنیٹھا، جھاؤ، کھجور کے پتے، خطمی، کپاس، بیگن کا درخت، خربزہ، تربز، کھیرا، ککڑی کے بیج۔ یوہیں ہر قسم کی ترکاریوں کے بیج کہ اُن کی کھیتی سے ترکاریاں مقصود ہوتی ہیں، بیج مقصود نہیں ہوتے۔ یوہیں جو بیج دوا ہیں مثلاً کندر، میتھی، کلونجی اور اگر نرکل، گھاس، بید، جھاؤ وغیرہ سے زمین کے منافع حاصل کرنا مقصود ہو اور زمین ان کے لیے خالی چھوڑ دی تو اُن میں بھی عشر واجب ہے۔(11)

مسئلہ ۱۳: جو کھیت بارش یا نہر نالے کے پانی سے سیراب کیا جائے، اس میں عُشر یعنی دسواں حصہ واجب ہے اور جس کی آبپاشی چرسے (چمڑے کا بڑا ڈول) یا ڈول سے ہو، اس میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ واجب اور پانی خرید کر آبپاشی ہو یعنی وہ پانی کسی کی مِلک ہے، اُس سے خرید کر آبپاشی کی جب بھی نصف عشر واجب ہے اور اگر وہ کھیت کچھ

(6) المرجع السابق، وغیرہ

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب السادس فی زکاۃ الزرع والثمار، ج۱، ص۱۸۵ وغیرہ

(8) المرجع السابق

(9) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب العشر، ج۳، ص۳۱۳

(10) المرجع السابق

(11) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب العشر، ج۳، ص۳۱۵، وغیرہما

دنوں مینھ کے پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور کچھ دنوں ڈول چرسے سے تو اگر اکثر مینھ (بارش) کے پانی سے کام لیا جاتا ہے اور کبھی کبھی ڈول چرسے سے تو عشر واجب ہے، ورنہ نصف عشر۔ (12)

مسئلہ ۱۴: عشری زمین یا پہاڑ یا جنگل میں شہد ہوا، اس پر عشر واجب ہے۔ یوہیں پہاڑ اور جنگل کے پھلوں میں بھی عشر واجب ہے، بشرطیکہ بادشاہِ اسلام نے حربیوں اور ڈاکوؤں اور باغیوں سے اُن کی حفاظت کی ہو، ورنہ کچھ نہیں۔ (13)

مسئلہ ۱۵: گیہوں، جَو، جوار، باجرا، دھان (چاول) اور ہر قسم کے غلّے اور السی، کسم، اخروٹ، بادام اور ہر قسم کے میوے، روئی، پھول، گنا، خربزہ، تربز، کھیرا، ککڑی، بیگن اور ہر قسم کی ترکاری سب میں عشر واجب ہے (14)، تھوڑا پیدا ہو یا زیادہ۔ (15)

مسئلہ ۱۶: جس چیز میں عشر یا نصف عشر واجب ہوا اس میں کُل پیداوار کا عشر یا نصف عشر لیا جائے گا، یہ نہیں ہوسکتا کہ مصارف زراعت، ہل بیل، حفاظت کرنے والے اور کام کرنے والوں کی اُجرت یا بیج وغیرہ نکال کر باقی کا عشر یا نصف عشر دیا جائے۔ (16)

مسئلہ ۱۷: عشر صرف مسلمانوں سے لیا جائے گا، یہاں تک کہ عشری زمین مسلمان سے ذمّی نے خرید لی اور قبضہ بھی کرلیا تو اب ذمّی سے عشر نہیں لیا جائے گا بلکہ خراج لیا جائے گا اور مسلمان نے ذمّی سے خراجی زمین خریدی تو یہ خراجی ہی رہے گی۔ اُس مسلمان سے اس زمین کا عشر نہ لیں گے بلکہ خراج لیا جائے۔ (17)

مسئلہ ۱۸: ذمّی نے مسلمان سے عشری زمین خریدی پھر کسی مسلمان نے شفعہ میں وہ زمین لے لی یا کسی وجہ سے بیع فاسد ہوگئی تھی اور بائع کے پاس واپس ہوئی یا بائع کو خیارِ شرط تھا یا کسی کو خیارِ رویت تھا اس وجہ سے واپس ہوئی یا مشتری کو خیارِ عیب تھا اور حکم قاضی سے واپس ہوئی، ان سب صورتوں میں پھر عشری ہی ہے اور اگر خیارِ عیب میں بغیر حکم قاضی واپس ہوئی تو اب خراجی ہی رہے گی۔ (18)

---

(12) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب العشر، ج۳، ص۳۱۳۔۳۱۶

(13) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب العشر، ج۳، ص۳۱۱۔۳۱۳

(14) مثلاً دس مَن میں ایک مَن، دس سیر میں ایک سیر یا دس پھل میں ایک پھل۔

(15) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب السادس فی زکاۃ الزرع والثمار، ج۱، ص۱۸۶

(16) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب العشر، مطلب مہم: فی حکم اراضی مصر الخ، ج۳، ص۳۱۷

(17) المرجع السابق، ص۳۱۸

(18) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب العشر، مطلب مہم: فی حکم اراضی مصر الخ، ج۳، ص۳۱۸.

مسئلہ ۱۹: مسلمان نے اپنے گھر کو باغ بنالیا، اگر اس میں عشری پانی دیتا ہے تو عشری ہے اور خراجی پانی دیتا ہے تو خراجی اور دونوں قسم کے پانی دیتا ہے، جب بھی عشری اور ذمی نے اپنے گھر کو باغ بنایا تو مطلقاً خراج لیں گے۔ آسمان اور کوئیں اور چشمہ اور دریا کا پانی عشری ہے اور جو نہر عجمیوں نے کھودی اس کا پانی خراجی ہے۔ کافروں نے کوآں کھودا تھا اور اب مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا یا خراجی زمین میں کھودا گیا وہ بھی خراجی ہے۔(19)

مسئلہ ۲۰: مکان یا مقبرہ میں جو پیداوار ہو، اُس میں نہ عشر ہے نہ خراج۔(20)

مسئلہ ۲۱: زفت اور نفط کے چشمے عشری زمین میں ہوں یا خراجی میں اُن میں کچھ نہیں لیا جائے گا، البتہ اگر خراجی زمین میں ہوں اور آس پاس کی زمین قابل زراعت ہو تو اس زمین کا خراج لیا جائے گا، چشمہ کا نہیں اور عشری زمین میں ہوں تو جب تک آس پاس کی زمین میں زراعت نہ ہو کچھ نہیں لیا جائے گا، فقط قابلِ زراعت ہونا کافی نہیں۔(21)

مسئلہ ۲۲: جو چیز زمین کی تابع ہو، جیسے درخت اور جو چیز درخت سے نکلے جیسے گوند اس میں عشر نہیں۔(22)

مسئلہ ۲۳: عشر اس وقت لیا جائے جب پھل نکل آئیں اور کام کے قابل ہو جائیں اور فساد کا اندیشہ جاتا رہے، اگرچہ ابھی توڑنے کے لائق نہ ہوئے ہوں۔(23)

مسئلہ ۲۴: خراج ادا کرنے سے پیشتر اُس کی آمدنی کھانا حلال نہیں۔ یوہیں عشر ادا کرنے سے پیشتر مالک کو کھانا حلال نہیں، کھائے گا تو ضمان دے گا۔ یوہیں اگر دوسرے کو کھلایا تو اتنے کے عشر کا تاوان دے اور اگر یہ ارادہ ہے کہ کُل کا عشر ادا کردے گا تو کھانا حلال ہے۔(24)

مسئلہ ۲۵: بادشاہِ اسلام کو اِختیار ہے کہ خراج لینے کے لیے غلّہ کو روک لے مالک کو تصرف نہ کرنے دے اور اس نے کئی سال کا خراج نہ دیا ہو اور عاجز ہو تو اگلی برسوں کا معاف ہے اور عاجز نہ ہو تو لیں گے۔(25)

مسئلہ ۲۶: زراعت پر قادر ہے اور بویا نہیں تو خراج واجب ہے اور عشر جب تک کاشت نہ کرے اور پیداوار نہ

---

(19) المرجع السابق، ص۳۱۹، والفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب السادس في زکاۃ الزرع والثمار، ج۱، ص۱۸۶

(20) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب العشر، ج۳، ص۳۲۰

(21) المرجع السابق، ص۳۲۱.

(22) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب السادس في زکاۃ الزرع والثمار، ج۱، ص۱۸۶

(23) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الزروع والثمار، ص۱۶۲

(24) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب السادس في زکاۃ الزرع والثمار، ج۱، ص۱۸۷

والدرالمختار وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب العشر، مطلب مہم: في حکم اراضی مصر الخ، ج۳، ص۳۲۱

(25) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب العشر، مطلب مہم: في حکم اراضی مصر الخ، ج۳، ص۳۲۲

ہو واجب نہیں۔(26)

مسئلہ ۲۷: کھیت بویا مگر پیداوار ماری گئی مثلاً کھیتی ڈوب گئی یا جل گئی یا ٹیری کھا گئی یا پالے اور لُو سے جاتی رہی تو عشر و خراج دونوں ساقط ہیں، جب کہ کُل جاتی رہی اور اگر کچھ باقی ہے تو اس باقی کا عشر لیں گے اور اگر چوپائے کھا گئے تو ساقط نہیں اور ساقط ہونے کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ اس کے بعد اس سال کے اندر اس میں دوسری زراعت طیار نہ ہو سکے اور یہ بھی شرط ہے کہ توڑنے یا کاٹنے سے پہلے ہلاک ہو ورنہ ساقط نہیں۔(27)

مسئلہ ۲۸: خراجی زمین کسی نے غصب کی اور غصب سے انکار کرتا ہے اور مالک کے پاس گواہ بھی نہیں، تو اگر کاشت کرے خراج غاصب پر ہوگا۔(28)

مسئلہ ۲۹: بیع وفا یعنی جس بیع میں یہ شرط ہو کہ بائع جب ثمن مشتری کو واپس دے گا تو مشتری مبیع پھیر دے گا تو جب خراجی زمین اس طور پر کسی کے ہاتھ بیچے اور بائع کے قبضہ میں زمین ہے تو خراج بائع پر اور مشتری کے قبضہ میں ہو اور مشتری نے بویا بھی تو خراج مشتری پر۔(29)

مسئلہ ۳۰: طیار ہونے سے پیشتر زراعت بیچ ڈالی تو عشر مشتری پر ہے، اگرچہ مشتری نے یہ شرط لگائی کہ پکنے تک زراعت کاٹی نہ جائے بلکہ کھیت میں رہے اور بیچنے کے وقت زراعت طیار تھی تو عشر بائع پر ہے اور اگر زمین و زراعت دونوں یا صرف زمین بیچی اور اس صورت میں سال پورا ہونے میں اتنا زمانہ باقی ہے کہ زراعت ہو سکے، تو خراج مشتری پر ہے ورنہ بائع پر۔(30)

مسئلہ ۳۱: عشری زمین عاریۃً دی تو عشر کاشتکار پر ہے مالک پر نہیں اور کافر کو عاریت دی تو مالک پر عشر ہے۔(31)

مسئلہ ۳۲: عشری زمین بٹائی پر دی تو عشر دونوں پر ہے اور خراجی زمین بٹائی پر دی تو خراج مالک پر ہے۔(32)

---

(26) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب العشر، ج ۳، ص ۳۲۳

(27) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب العشر، مطلب مہم: فی حکم اراضی مصر الخ، ج ۳، ص ۳۲۳

(28) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب العشر، ج ۳، ص ۳۲۳

(29) الدرالمختار و ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب العشر، مطلب مہم: فی حکم اراضی مصر الخ، ج ۳، ص ۳۲۴

(30) المرجع السابق

(31) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب السادس فی زکاۃ الزرع والثمار، ج ۱، ص ۱۸۷

(32) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب العشر، مطلب: ھل یجب العشر علی المزارعین فی الاراضی السلطانیۃ، ج ۳، ص ۳۲۷-۳۲۸

مسئلہ ۳۳: زمین جو زراعت کے لیے نقدی پر دی جاتی ہے، امام کے نزدیک اُس کا عشر زمیندار پر ہے اور صاحبین (33) کے نزدیک کاشتکار پر اور علامہ شامی نے یہ تحقیق فرمائی کہ حالت زمانہ کے اعتبار سے اب قول صاحبین پر عمل ہے۔(34)

مسئلہ ۳۴: گورنمنٹ کو جو مالگذاری دی جاتی ہے، اس سے خراج شرعی نہیں ادا ہوتا بلکہ وہ مالک کے ذمہ ہے، اُس کا ادا کرنا ضروری اور خراج کا مصرف صرف لشکر اسلام نہیں، بلکہ تمام مصالح عامہ مسلمین ہیں جن میں تعمیر مسجد وخرچ مسجد و وظیفہ امام ومؤذن وتنخواہ مدرسینِ علمِ دین وخبر گیری طلبہ علمِ دین وخدمتِ علمائے اہلسنت حامیانِ دین جو وعظ کہتے ہیں اور علمِ دین کی تعلیم کرتے اور فتوے کے کام میں مشغول رہتے ہوں اور پُل وسرا بنانے میں بھی صرف کیا جا سکتا ہے۔(35)

مسئلہ ۳۵: عشر لینے سے پہلے غلہ بیچ ڈالا تو مصدق کو اختیار ہے کہ عشر مشتری سے لے یا بائع سے اور اگر جتنی قیمت ہونی چاہیے اُس سے زیادہ پر بیچا تو مصدق کو اختیار ہے کہ غلہ کا عشر لے یا ثمن کا عشر اور اگر کم قیمت پر بیچا اور اتنی کمی ہے کہ لوگ اتنے نقصان پر نہیں بیچتے تو غلہ ہی کا عشر لے گا اور وہ غلہ نہ رہا تو اُس کا عشر قرار دے کر بائع سے لیں یا اُس کی واجبی قیمت۔(36)

مسئلہ ۳۶: انگور بیچ ڈالے تو ثمن کا عشر لے اور شیرہ کر کے بیچا تو اسکی قیمت کا عشر لے۔(37)

❁❁❁❁❁

(33) فقہ حنفی میں امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما کو کہتے ہیں۔

(34) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب العشر، مطلب مہم: في حکم اراضي مصر وشام السلطانیۃ، ج۳، ص۳۲۵

(35) الفتاوی الرضویۃ (الجدیدۃ)، کتاب الزکاۃ، رسالہ أفصح البیان، ج۱۰، ص۲۲۳

(36) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب السادس في زکاۃ الزرع والثمار، ج۱، ص۱۸۷

(37) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب السادس في زکاۃ الزرع والثمار، ج۱، ص۱۸۷

مال زکاۃ کن لوگوں پر صَرف کیا جائے

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَ الْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ (1)

(1) پ۱۰، التوبۃ: ٦٠

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب منافقین نے تقسیم صدقات میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر طعن کیا تو اللہ عزوجل نے اس آیت میں بیان فرما دیا کہ صدقات کے مستحق صرف یہی آٹھ قسم کے لوگ ہیں۔ انہیں پر صدقات صَرف کیے جائیں گے، ان کے سوا اور کوئی مستحق نہیں اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اموالِ صدقہ سے کوئی واسطہ ہی نہیں، آپ پر اور آپ کی اولاد پر صدقات حرام ہیں تو طعن کرنے والوں کو اعتراض کا کیا موقع۔ صدقہ سے اس آیت میں زکوٰۃ مراد ہے۔

مسئلہ: زکوٰۃ کے مستحق آٹھ قسم کے لوگ قرار دیئے گئے ہیں۔ ان میں سے مؤلفۃ القلوب باجماعِ صحابہ ساقط ہو گئے کیونکہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ دیا تو اب اس کی حاجت نہ رہی۔ یہ اجماع زمانۂ صدیق میں منعقد ہوا۔

مسئلہ: فقیر وہ ہے جس کے پاس ادنیٰ چیز ہو اور جب تک اس کے پاس ایک وقت کے لئے کچھ ہو اس کو سوال حلال نہیں۔

مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو وہ سوال کرسکتا ہے۔

عاملین وہ لوگ ہیں جن کو امام نے صدقے تحصیل کرنے پر مقرر کیا ہو، انہیں امام اتنا دے جو ان کے اور ان کے متعلقین کے لئے کافی ہو۔

مسئلہ: اگر عامل غنی ہو تو بھی اس کو لینا جائز ہے۔

مسئلہ: عامل سید یا ہاشمی ہو تو وہ زکوٰۃ میں سے نہ لے۔ گردنیں چھوڑانے سے مراد یہ ہے کہ جن غلاموں کو ان کے مالکوں نے مکاتَب کر دیا ہو اور ایک مقدار مال کی مقرر کر دی ہو کہ اس قدر وہ ادا کر دیں تو آزاد ہیں، وہ بھی مستحق ہیں، ان کو آزاد کرانے کے لئے مالِ زکوٰۃ دیا جائے۔ قرضدار جو بغیر کسی گناہ کے مبتلائے قرض ہوئے ہوں اور اتنا مال نہ رکھتے ہوں جس سے قرض ادا کریں انہیں ادائے قرض میں مالِ زکوٰۃ سے مدد دی جائے۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے بے سامان مجاہدین اور نادار حاجیوں پر صَرف کرنا مراد ہے۔ ابن سبیل سے وہ مسافر مراد ہیں جس کے پاس مال نہ ہو۔

مسئلہ: زکوٰۃ دینے والے کو یہ بھی جائز ہے کہ وہ ان تمام اقسام کے لوگوں کو زکوٰۃ دے اور یہ بھی جائز ہے کہ ان میں سے کسی ایک ہی قسم کو دے۔

مسئلہ: زکوٰۃ انہیں لوگوں کے ساتھ خاص کی گئی تو ان کے علاوہ اور دوسرے مصرف میں خرچ نہ کی جائے گی، نہ مسجد کی تعمیر میں، ←

صدقات فقرا و مساکین کے لیے ہیں اور انکے لیے جو اس کام پر مقرر ہیں اور وہ جن کے قلوب کی تالیف مقصود ہے اور گردن چھڑانے میں اور تاوان والے کے لیے اور اللہ (عزوجل) کی راہ میں اور مسافر کے لیے، یہ اللہ (عزوجل) کی طرف سے مقرر کرنا ہے اور اللہ (عزوجل) علم وحکمت والا ہے۔

حدیث ۱: سنن ابی داود میں زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے صدقات کو نبی یا کسی اور کے حکم پر نہیں رکھا بلکہ اُس نے خود اس کا حکم بیان فرمایا اور اُس کے آٹھ حصے کیے۔ (2)

حدیث ۲: امام احمد و ابو داود و حاکم ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ غنی کے لیے صدقہ حلال نہیں مگر پانچ شخص کے لیے:

(۱) اللہ (عزوجل) کی راہ میں جہاد کرنے والا یا

(۲) صدقہ پر عامل یا

نہ مردے کے کفن میں، نہ اس کے قرض کی ادا میں۔

مسئلہ: زکوۃ بنی ہاشم اور غنی اور ان کے غلاموں کو نہ دی جائے اور نہ آدمی اپنی بی بی اور اولاد اور غلاموں کو دے۔ (تفسیر احمدی و مدارک)

(2) سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ، باب یعطی من الصدقۃ وحد الغنی، الحدیث: ۱۶۳۰، ج ۲، ص ۱۶۵

حکیم الامت کے مدنی پھول

۲؎ صدقہ سے مراد زکوۃ ہے جیسا کہ آئندہ جواب سے معلوم ہو رہا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غنی صحابہ اپنی زکوتیں خیرات کو دے جاتے تھے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر زکوۃ فرض نہ تھی، یہاں وہ زکوتیں مراد ہیں۔

۳؎ یعنی رب تعالیٰ نے براہ راست جس قدر تفصیل زکوۃ کے مصارف کی فرمائی اتنی تفصیل دوسرے احکام کی نہ کی حتی کہ خود زکوۃ و نماز کا اجمالی ذکر ہی فرمایا، نبی کے بیان پر کفایت نہ فرمائی۔ عدم رضا سے مراد عدم کفایت ہے اس لفظ سے دھوکا نہ کھانا چاہیے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب اور ان کے سارے احکام سے راضی ہے، ان کے غلاموں کے بارے میں فرماتا: "رَضِیَ اللہُ عَنْھُمْ وَ رَضُوْا عَنْہُ"۔ ان کی شان تو بہت اعلیٰ ہے۔

۴؎ اس کلام کا منشاء یہ ہے کہ تم ان آٹھ میں سے نہیں ہو لہذا تم زکوۃ نہیں لے سکتے، یہ گفتگو عتابانہ ہوتی ہے لہذا اس کی وجہ سے یہ نہیں کہا جاتا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے اندرونی حالات سے بے خبر ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو کچھ تم گھروں میں کھاتے بچاتے ہو میں تمہیں یہاں بتا سکتا ہوں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دفن شدہ مردوں کے متعلق فرمایا یہ چغل خور تھا، یہ پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچتا تھا۔ خیال رہے کہ احناف کے ہاں زکوۃ تمام مصارف پر تقسیم کرنا ضروری نہیں صرف ایک مصرف کو بھی دے سکتے ہیں یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳، ص ۶۱)

(۳) تاوان والے کے لیے یا

(۴) جس نے اپنے مال سے خرید لیا ہو یا

(۵) مسکین کو صدقہ دیا گیا اور اس مسکین نے اپنے پڑوسی مالدار کو ہدیہ کیا۔(3) اور احمد و بیہقی کی دوسری روایت میں مسافر کے لیے بھی جواز آیا ہے۔(4)

حدیث ۳: بیہقی نے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ فرمایا: صدقہ مفروضہ میں اولاد اور والد کا حق نہیں۔(5)

حدیث ۴: طبرانی کبیر میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے

---

(3) المستدرک للحاکم، کتاب الزکاۃ، باب مقدار الغنی الذی یحرم السؤال، الحدیث: ۱۵۲۰، ج ۲، ص ۲۹

حکیم الامت کے مدنی پھول

۲۔ امام شافعی کے ہاں صحابہ مالدار زکوۃ لے سکتا ہے، یہ حدیث ان کی دلیل ہے مگر ہمارے ہاں غازی مسافر جس کے پاس مال ختم ہو چکا وہ سفر کی بنا پر لے سکتا ہے نہ کہ محض جہاد کی بنا پر، ہمارے ہاں وہ مسافر غازی ہی مراد ہے اور امام شافعی کے ہاں حدیث مرسل حجت نہیں اس لیے وہ اس حدیث سے دلیل نہیں لے سکتے، نیز دیگر احادیث میں صراحۃً فرمایا گیا کہ مالداروں سے زکوۃ لو اور فقراء کو دو، وہاں غازی کا استثناء نہیں یا ارشاد فرمایا کہ صدقہ غنی کو حلال نہیں۔ فتح القدیر و مرقات نے فرمایا یہ حدیث ضعیف ہے۔

۳۔ عامل سے مراد وصولی زکوۃ کا کام کرنے والا ہے جیسے عاشر، حاسب، کاتب وغیرہ، یہ سب اپنی اجرت زکوۃ سے لیں گے ان کے لیے یہ اجرت ہوگی نہ کہ زکوۃ مگر اللہ اکبر بنی ہاشم عامل ہو کر بھی زکوۃ سے اجرت نہیں لے سکتے۔

۴۔ حق یہ ہے کہ مقروض سے وہ مراد ہے جو مالک نصاب تو ہے مگر اس کا نصاب قرض میں ڈوبا ہوا ہے مثلاً سو روپیہ کا مالک ہے مگر نوے روپے کا مقروض ہے اسے غنی میں داخل فرمانا ظاہری حال کی بنا پر ہے ورنہ درحقیقت وہ فقیر ہے۔

۵۔ یہ جواز اس بنا پر ہے کہ ملک بدل جانے سے حکم بدل جاتا ہے، دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ گوشت کھایا جو بریرہ کو صدقہ دیا گیا تھا لہذا جب مسکین سے زکوۃ خرید لی یا اس نے ہدیۃً اسے کچھ دے دی تو اب یہ زکوۃ نہ رہی، اس پر بہت سے شرعی احکام مرتب ہوں گے۔ مگر خیال رہے کہ اس خرید و فروخت میں دھوکہ نہ ہو، رب تعالیٰ نیت جانتا ہے لہذا صاحب نصاب فقیر سے اپنی زکوۃ دھوکے سے سستی نہ خریدے۔ حضرت ابن عمر کو جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے صدقہ کا گھوڑا فقیر سے خریدنے کو منع فرمادیا اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ فقیر حضرت ابن عمر کو اس لیے سستا دیتا تھا کہ انہیں کا صدقہ ہے لہذا یہ حدیث اس واقعہ کے خلاف نہیں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳، ص ۶۰)

(4) انظر: السنن الکبری للبیہقی، کتاب قسم الصدقات، باب العامل علی الصدقۃ یاخذ منھا بقدر عملہ الخ، الحدیث: ۱۳۱۶۷، ج ۷، ص ۲۳

(5) السنن الکبری، کتاب قسم الصدقات باب المراۃ تصرف من زکاتھا فی زوجھا، الحدیث: ۱۳۲۲۹، ج ۷، ص ۴۵

فرمایا: اے بنی ہاشم! تم اپنے نفس پر صبر کرو کہ صدقات آدمیوں کے دھوون ہیں۔(6)

حدیث ۵ تا ۷: امام احمد و مسلم مطلب بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: آلِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے صدقہ جائز نہیں کہ یہ تو آدمیوں کے مَیل ہیں۔(7)

اور ابن سعد کی روایت امام حسن مجتبےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اور میری اہلِ بیت پر صدقہ حرام فرما دیا۔(8)

اور ترمذی و نسائی و حاکم کی روایت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں اور جس قوم کا آزاد کردہ غلام ہو، وہ انھیں میں سے ہے۔(9)

حدیث ۸: صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صدقہ کا خرما لے کر منھ میں رکھ لیا۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: چھی چھی کہ اُسے پھینک دیں، پھر فرمایا: کیا تمھیں نہیں معلوم کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔(10) طہمان و بہز بن حکیم و براء و زید بن ارقم و عمرو بن خارجہ و سلمان

---

(6) المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۲۹۸۰، ج ۱۲، ص ۱۸۲

(7) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب ترک استعمال آل النبی علی الصدقۃ، الحدیث: ۱۰۷۲، ص ۵۳۹

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اس طرح کہ زکوۃ و فطرہ نکل جانے سے لوگوں کے مال اور دل پاک و صاف ہوتے ہیں جیسے میل نکل جانے سے جسم یا کپڑا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "خُذْ مِنْ اَمْوٰلِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا" لہذا یہ مسلمانوں کا دھوون ہے۔

۲۔ یہ حدیث ایسی واضح اور صاف ہے جس میں کوئی تاویل نہیں ہوسکتی یعنی مجھے اور میری اولاد کو زکوۃ لینا اس لیے حرام ہے کہ یہ مال کا میل ہے لوگ ہمارے میل سے ستھرے ہوں ہم کسی کا میل کیوں لیں، اب بعض کا یہ کہنا کہ چونکہ سادات کو خمس نہیں ملتا اس لیے اب وہ زکوۃ لے سکتے ہیں غلط ہے کہ نص کے مقابل چونکہ اور کیونکہ نہیں سنا جاتا۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳، ص ۵۱)

(8) الطبقات الکبری لابن سعد، ج ۱، ص ۲۹۷

(9) جامع الترمذي، أبواب الزکاۃ، باب ماجاء في کراہیۃ الصدقۃ للنبي صلی اللہ علیہ وسلم وأھل بیتہ وموالیہ، الحدیث: ۶۵۷، ج ۲، ص ۱۴۲

(10) صحیح البخاري، کتاب الزکاۃ، باب مایذکر في الصدقۃ للنبي صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ، الحدیث: ۱۴۹۱، ج ۱، ص ۵۰۳

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اس حدیث نے فیصلہ فرما دیا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کو زکوۃ لینا حرام ہے۔ انا جمع فرما کر تا قیامت اپنی اولاد کو شامل فرمالیا یہ ہی حق ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ بعض لوگ جو کہتے ہیں کہ یہ حکم اس زمانہ میں تھا اب سید زکوۃ لے سکتے ہیں یا سید کی زکوۃ سید لے سکتے ہیں یہ تمام مرجوع قول ہیں، فتویٰ اس پر نہیں۔ خیال رہے کہ بنی ہاشم سے مراد آل عباس، آل جعفر، آل عقیل، آل حارث ابن مطلب اور ←

وعبدالرحمن بن ابی لیلیٰ ومیمون وکیسان و ہرمزو خارجہ بن عمرو ومغیرہ وانس وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایتیں ہیں کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی اہلِ بیت کے لیے صدقات ناجائز ہیں۔(11)

مسئلہ ۱: زکاۃ کے مصارف سات ہیں:

(۱) فقیر

(۲) مسکین

(۳) عامل

(۴) رقاب

(۵) غارم

(۶) فی سبیل اللہ

(۷) ابن سبیل۔(12)

مسئلہ ۲: فقیر وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ ہو مگر نہ اتنا کہ نصاب کو پہنچ جائے یا نصاب کی قدر ہو تو اُس کی حاجتِ اصلیہ میں مستغرق ہو، مثلاً رہنے کا مکان پہننے کے کپڑے خدمت کے لیے لونڈی غلام، علمی شغل رکھنے والے کو دینی کتابیں جو اس کی ضرورت سے زیادہ نہ ہوں جس کا بیان گزرا۔ یوہیں اگر مدیُون ہے اور دَین نکالنے کے بعد نصاب باقی نہ رہے، تو فقیر ہے اگرچہ اُس کے پاس ایک تو کیا کئی نصابیں ہوں۔(13)

مسئلہ ۳: فقیر اگر عالم ہو تو اُسے دینا جاہل کو دینے سے افضل ہے۔(14) مگر عالم کو دے تو اس کا لحاظ رکھے کہ

آل رسول ہیں، ابولہب کی مسلمان اولاد اگرچہ بنی ہاشم تو ہیں مگر یہ زکوۃ لے سکتے تھے اور لے سکتے ہیں کیونکہ زکوۃ کی حرمت کرامت وعزت کے لیے ہے، ابولہب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذاء کی کوشش میں رہا اسی لیے وہ اور اس کی اولاد اس عظمت کی مستحق نہ ہوئی۔(ازلمعات) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنی ناسمجھ اولاد کو بھی ناجائز کام نہ کرنے دے، وہ دیکھو حضرت حسن اس وقت بہت ہی کمسن اور ناسمجھ تھے جیسا کہ کخ کخ فرمانے سے معلوم ہو رہا ہے مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی زکوۃ کا چھوہارا نہ کھانے دیا۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ ناسمجھ لڑکوں کو سونے چاندی کا زیور پہنانا حرام ہے۔ اس مسئلہ کی ماخذ یہ حدیث بھی ہوسکتی ہے یہ قاعدہ بہت مفید ہے۔(مرقات) (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۳، ص۵۰)

(11) انظر: کنزالعمال، کتاب الزکاۃ، ج۶، ص۱۹۵۔۱۹۶

(12) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج۳، ص۳۳۳۔۳۴۰

(13) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج۳، ص۳۳۳ وغیرہ

(14) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب السابع فی المصارف، ج۱، ص۱۸۷

اس کا اعزاز مدِنظر ہو، ادب کے ساتھ دے جیسے چھوٹے بڑوں کو نذر دیتے ہیں اور معاذ اللہ عالمِ دین کی حقارت اگر قلب میں آئی تو یہ ہلاکت اور بہت سخت ہلاکت ہے۔ (14A)

مسئلہ ۴: مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو یہاں تک کہ کھانے اور بدن چھپانے کے لیے اس کا محتاج ہے کہ لوگوں سے سوال کرے اور اسے سوال حلال ہے، فقیر کو سوال ناجائز کہ جس کے پاس کھانے اور بدن چھپانے کو ہو اُسے بغیر ضرورت و مجبوری سوال حرام ہے۔ (15)

(14A) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

یونہی عالم دین سنی صحیح العقیدہ داعی الی اللہ کی توہین کفر ہے،

مجمع الانہر میں ہے: الاستخفاف بالعلماء والاشراف کفر ا۔ علماء اور سادات کی توہین کفر ہے۔

(ا۔ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب الفاظ الکفر داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۵)

اسی میں ہے: من قال للعالم عویلم فقد کفر ۲۔ جو کسی عالم کو حقارت سے مولویا کہے وہ کافر ہے۔

(۲۔ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب الفاظ الکفر داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۵)

مگر یہ اوپر بتادیا گیا اور واجب اللحاظ ہے کہ عالم دین وہی ہے جو سنی صحیح العقیدہ ہو، بدمذہبوں کے علماء علمائے دین نہیں۔ یوں تو ہندوؤں میں پنڈت اور نصاریٰ میں پادری ہوتے ہیں اور ابلیس کتنا بڑا عالم تھا جسے معلم الملکوت کہا جاتا ہے قال اللہ تعالٰی اضلہ اللہ علی علم ۳۔ (اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ نے اسے باوصف علم کے گمراہ کیا۔ ت) (۳۔ القرآن الکریم ۴۵/ ۲۳)

ایسوں کی توہین کفر نہیں بلکہ تاحدِ مقدور فرض ہے، حدیث شریف میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اترعون عن ذکر الفاجر متی یعرفہ الناس اذکروا الفاجر بما فیہ یحذرہ الناس ۴۔

کیا تم فاجر کے ذکر سے گھبراتے ہو جب لوگ اسے جانتے ہوں فاجر کے فجور کا ذکر کرو تاکہ لوگ اس سے محفوظ رہیں۔۔

(۴۔ سنن الکبریٰ کتاب الشہادات دار صادر بیروت ۱۰/ ۲۱۰) (تاریخ بغداد ترجمہ ۳۷۴۵، ۳۷۵۱ دار الکتاب العربی بیروت ۷/ ۲۶۲ و ۲۶۸) (فتاوی رضویہ، جلد ۱۴، ص ۶۱۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(15) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

بے ضرورتِ شرعی سوال کرنا حرام ہے، اور جن لوگوں نے باوجود قدرت کسب بلاضرورت سوال کرنا اپنا پیشہ کرلیا ہے وہ جو کچھ اس سے جمع کرتے ہیں سب ناپاک وخبیث ہے اور ان کا یہ حال جان کر اُن کے سوال پر کچھ دینا داخلِ ثواب نہیں بلکہ ناجائز وگناہ، اور گناہ میں مدد کرنا ہے۔ اور جب انھیں دینا ناجائز تو دلانے والا بھی دال علی الخیر نہیں بلکہ دال علی الشر ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل فقیر غفراللہ تعالٰی نے اپنے مجموعہ فتاویٰ میں ذکر کی، لیکن اگر بے سوال کوئی کچھ دے جیسے لوگ علماء ومشائخ کی خدمت کرتے ہیں تو اس کے لے لینے میں کوئی حرج نہیں بلکہ نیت نیک ہو تو دینے اور لینے والے دونوں داخلِ ثواب ہیں خصوصاً جبکہ لینے والا حاجت رکھتا ہو، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ←

مسئلہ ۵: عامل وہ ہے جسے بادشاہِ اسلام نے زکاۃ اور عشر وصول کرنے کے لیے مقرر کیا، اسے کام کے لحاظ سے اتنا دیا جائے کہ اُس کو اور اُس کے مددگاروں کا متوسط طور پر کافی ہو، مگر اتنا نہ دیا جائے کہ جو وصول کر لایا ہے اس کے نصف سے زیادہ ہو جائے۔ (16)

امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو کچھ عطا بھیجی اُنھوں نے واپس حاضر کی کہ حضور نے ہمیں حکم دیا تھا کہ کسی سے کچھ نہ لینے میں بھلائی ہے، فرمایا یہ بحالتِ سوال ہے اور جو بے سوال آئے وُہ تو ایک رزق ہے کہ مولیٰ تعالیٰ نے تجھے بھیجا، امیر المومنین نے عرض کی واللہ اب کسی سے کچھ سوال نہ کروں گا اور بے سوال جو چیز آئے گی لے لُوں گا۔۳؎

(۳؎ صحیح البخاری باب من اعطاہ اللہ شیئا من غیر مسئلۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹۹) (صحیح مسلم باب جواز الاخذ بغیر سوال الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۳۴) (مسند احمد بن حنبل مروی از عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ دار الفکر بیروت ۱/۴۰، ۷۱) (مصنف ابن ابی شیبہ کتاب البیوع والاقضیہ حدیث ۲۰۱۶ ادارہ علوم القرآن والعلوم الاسلامیہ ۶/۵۵۲)

رواہ مالک فی الموطا اصل الحدیث عند الشیخین من حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وفی الباب عن ام المومنین الصدیقۃ عند احمد و البیہقی وعن واصل بن الخطاب عند ابی یعلی وعن خالد بن عدی الجہنی عند احمد وابی یعلی والطبرانی وابن حبان والحاکم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عند الامام احمد وعن عائذ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم عند احمد والطبرانی والبیہقی وھذا کلھا احادیث قویۃ باسانید جیاد۔

اسے موطا میں امام مالک نے روایت کیا ہے اور اصل حدیث بخاری ومسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے، اور اس بارے میں امام احمد اور بیہقی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے، ابو یعلی نے حضرت واصل بن خطاب سے، امام احمد، ابو یعلی، طبرانی، ابن حبان اور حاکم نے حضرت خالد بن عدی الجہنی سے، امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، امام احمد، طبرانی اور بیہقی نے حضرت عائذ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے، اور یہ تمام احادیث جید اسناد کی وجہ سے قوی ہیں۔۔

حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما المعطی من سعۃ بافضل من الاخذ اذا کان محتاجا۔ ۱؎ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وشاھدہ عندہ فی الاوسط کابن حبان فی الضعفاء من حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱؎ المعجم الکبیر مروی از عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۲/۴۲۳)

تونگری سے دینے والا کچھ لینے والے سے افضل نہیں جبکہ وہ حاجت رکھتا ہو (اسے طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا اور اوسط میں ان کے ہاں اس کا شاہد بھی ہے جیسا کہ ابن حبان نے الضعفاء میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث روایت کی ہے۔ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۳۰۳۔۳۰۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(16) الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج ۳، ص ۳۳۴۔۳۳۶، وغیرہ

←

مسئلہ ٦: عامل اگرچہ غنی ہو اپنے کام کی اُجرت لے سکتا ہے اور ہاشمی ہو تو اس کو مالِ زکاۃ میں سے دینا بھی ناجائز اور اُسے لینا بھی ناجائز ہاں اگر کسی اور مد سے دیں تو لینے میں بھی حرج نہیں۔(17)

مسئلہ ۷: زکاۃ کا مال عامل کے پاس سے جاتا رہا تو اب اسے کچھ نہ ملے گا، مگر دینے والوں کی زکاتیں ادا ہوگئیں۔(18)

مسئلہ ٨: کوئی شخص اپنے مال کی زکاۃ خود لے کر بیت المال میں دے آیا تو اُس کا معاوضہ عامل نہیں پائے گا۔(19)

مسئلہ ٩: وقت سے پہلے معاوضہ لے لیا یا قاضی نے دے دیا یہ جائز ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ پہلے نہ دیں اور اگر پہلے لے لیا اور وصول کیا ہوا مال ہلاک ہوگیا تو ظاہر یہ کہ واپس نہ لیں گے۔(20)

مسئلہ ١٠: رقاب سے مراد مکاتب غلام کو دینا کہ اس مالِ زکاۃ سے بدلِ کتابت ادا کرے اور غلامی سے اپنی گردن رہا کرے۔(21)

مسئلہ ١١: غنی کے مکاتب کو بھی مالِ زکاۃ دے سکتے ہیں اگرچہ معلوم ہے کہ یہ غنی کا مکاتب ہے۔ مکاتب پورا بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز ہوگیا اور پھر بدستور غلام ہوگیا تو جو کچھ اُس نے مالِ زکاۃ لیا ہے، اس کو مولیٰ تصرف میں لا سکتا ہے اگرچہ غنی ہو۔(22)

مسئلہ ١٢: مکاتب کو جو زکاۃ دی گئی وہ غلامی سے رہائی کے لیے ہے، مگر اب اسے اختیار ہے دیگر مصارف میں بھی خرچ کرسکتا ہے، اگر مکاتب کے پاس بقدرِ نصاب مال ہے اور بدلِ کتابت سے بھی زیادہ ہے، جب بھی زکاۃ دے

---

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب السابع في المصارف، ج۱، ص۱۸۸

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

بالجملہ مدار کار حاجتمند بمعنی مذکور پر ہے، تو جو نصاب مزبور پر دسترس رکھتا ہے ہرگز زکوۃ نہیں پا سکتا اگرچہ غازی ہو یا حاجی یا طالب علم یا مفتی مگر عامل زکوۃ جسے حاکمِ اسلام نے اربابِ اموال سے تحصیل زکوۃ پر مقرر کیا وہ جب تحصیل کرے تو بحالتِ غنا بھی بقدر اپنے عمل کے لے سکتا ہے اگر ہاشمی نہ ہو۔(فتاوی رضویہ، جلد ١٠، ص١١٠ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(18) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج۳، ص۳۳۴

(19) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب السابع في المصارف، ج۱، ص۱۸۸

(20) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج۳، ص۳۳٦

(21) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب السابع في المصارف، ج۱، ص۱۸۸

(22) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج۳، ص۳۳۷، وغیرہ

سکتے ہیں مگر ہاشمی کے مکاتب کو زکاۃ نہیں دے سکتے۔(23)

مسئلہ ۱۳: غارم سے مُراد مدیُون ہے یعنی اس پر اتنا دَین ہو کہ اُسے نکالنے کے بعد نصاب باقی نہ رہے، اگرچہ اس کا اَوروں پر باقی ہو مگر لینے پر قادر نہ ہو، مگر شرط یہ ہے کہ مدیُون ہاشمی نہ ہو۔(24)

مسئلہ ۱۴: فی سبیل اللہ یعنی راہِ خدا میں خرچ کرنا اس کی چند صورتیں ہیں، مثلاً کوئی شخص محتاج ہے کہ جہاد میں جانا چاہتا ہے، سواری اور زادِ راہ اُس کے پاس نہیں تو اُسے مالِ زکاۃ دے سکتے ہیں کہ یہ راہِ خدا میں دینا ہے اگرچہ وہ کمانے پر قادر ہو یا کوئی حج کو جانا چاہتا ہے اور اُس کے پاس مال نہیں اُس کو زکاۃ دے سکتے ہیں، مگر اسے حج کے لیے سوال کرنا جائز نہیں۔

یا طالب علم کہ علمِ دین پڑھتا یا پڑھنا چاہتا ہے، اسے دے سکتے ہیں کہ یہ بھی راہِ خدا میں دینا ہے بلکہ طالبعلم سوال کر کے بھی مالِ زکاۃ لے سکتا ہے، جب کہ اُس نے اپنے آپ کو اسی کام کے لیے فارغ کر رکھا ہو اگرچہ کسب پر قادر ہو۔ یوہیں ہر نیک بات میں زکاۃ صَرف کرنا فی سبیل اللہ ہے، جب کہ بطور تملیک (25) ہو کہ بغیر تملیک زکاۃ ادا نہیں ہوسکتی۔(26)

مسئلہ ۱۵: بہت سے لوگ مالِ زکاۃ اسلامی مدارس میں بھیج دیتے ہیں ان کو چاہیے کہ متولّی مدرسہ کو اطلاع دیں کہ یہ مالِ زکاۃ ہے تاکہ متولّی اس مال کو جُدا رکھے اور مال میں نہ ملائے اور غریب طلبہ پر صَرف کرے، کسی کام کی اُجرت میں نہ دے ورنہ زکاۃ ادا نہ ہوگی۔

مسئلہ ۱۶: ابن السّبیل یعنی مسافر جس کے پاس مال نہ رہا زکاۃ لے سکتا ہے، اگرچہ اُس کے گھر مال موجود ہو مگر اُسی قدر لے جس سے حاجت پوری ہو جائے، زیادہ کی اجازت نہیں۔ یوہیں اگر مالک نصاب کا مال کسی میعاد تک کے لیے دوسرے پر دَین ہے اور ہنوز میعاد پوری نہ ہوئی اور اب اُسے ضرورت ہے یا جس پر اُس کا آتا ہے وہ یہاں موجود نہیں یا موجود ہے مگر نادار ہے یا دَین سے منکر ہے، اگرچہ یہ ثبوت رکھتا ہو تو ان سب صورتوں میں بقدرِ ضرورت زکاۃ لے سکتا ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ قرض ملے تو قرض لے کر کام چلائے۔(27) اور اگر دَین معجّل ہے یا میعاد پوری ہوگئی مگر

(23) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب السابع في المصارف، ج۱، ص۱۸۸
وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج۳، ص۳۳۷

(24) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج۳، ص۳۳۹، وغیرہ

(25) یعنی جس کو دے، اسے مالک بنادے۔

(26) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج۳، ص۳۳۹، وغیرہ

(27) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب السابع في المصارف، ج۱، ص۱۸۸

مدیُون غنی حاضر ہے اور اقرار بھی کرتا ہے تو زکاۃ نہیں لے سکتا، کہ اُس سے لے کر اپنی ضرورت میں صَرف کرسکتا ہے لہٰذا حاجت مند نہ ہوا۔ اور یاد رکھنا چاہیے کہ قرض جسے عرف میں لوگ دستگرداں کہتے ہیں، شرعاً ہمیشہ معجّل ہوتا ہے کہ جب چاہے اس کا مطالبہ کرسکتا ہے، اگرچہ ہزار عہد و پیمان و وثیقہ وتمسک کے ذریعہ سے اس میں میعاد مقرر کی ہو کہ اتنی مدت کے بعد دیا جائے گا، اگرچہ یہ لکھ دیا ہو کہ اُس میعاد سے پہلے مطالبہ کا اختیار نہ ہوگا اگر مطالبہ کرے تو باطل و نامسموع ہوگا کہ سب شرطیں باطل ہیں اور قرض دینے والے کو ہر وقت مطالبہ کا اختیار ہے۔

مسئلہ ۱۷: مسافر یا اس مالکِ نصاب نے جس کا اپنا مال دوسرے پر دَین ہے، بوقتِ ضرورت مالِ زکاۃ بقدرِ ضرورت لیا پھر اپنا مال مِل گیا مثلاً مسافر گھر پہنچ گیا یا مالکِ نصاب کا دَین وصول ہوگیا، تو جو کچھ زکاۃ میں کا باقی ہے اب بھی اپنے صَرف میں لاسکتا ہے۔ (28)

مسئلہ ۱۸: زکاۃ دینے والے کو اختیار ہے کہ ان ساتوں قسموں کو دے یا ان میں کسی ایک کو دیدے، خواہ ایک قسم کے چند اشخاص کو یا ایک کو اور مالِ زکاۃ اگر بقدرِ نصاب نہ ہو تو ایک کو دینا افضل ہے اور ایک شخص کو بقدرِ نصاب دے دینا مکروہ، مگر دے دیا تو ادا ہوگئی۔ ایک شخص کو بقدرِ نصاب دینا مکروہ اُس وقت ہے کہ وہ فقیر مدیُون نہ ہو اور مدیُون ہو تو اتنا دے دینا کہ دَین نکال کر کچھ نہ بچے یا نصاب سے کم بچے مکروہ نہیں۔ یوہیں اگر وہ فقیر بال بچوں والا ہے کہ اگرچہ نصاب یا زیادہ ہے، مگر اہل وعیال پر تقسیم کریں تو سب کو نصاب سے کم ملتا ہے تو اس صورت میں بھی حرج نہیں۔ (29)

مسئلہ ۱۹: زکاۃ ادا کرنے میں یہ ضرور ہے کہ جسے دیں مالک بنا دیں، اباحت کافی نہیں، لہٰذا مالِ زکاۃ مسجد میں صَرف کرنا یا اُس سے میّت کو کفن دینا یا میّت کا دَین ادا کرنا یا غلام آزاد کرنا، پُل، سرا، سقایہ، سڑک بنوا دینا، نہر یا کوآں کھدوا دینا ان افعال میں خرچ کرنا یا کتاب وغیرہ کوئی چیز خرید کر وقف کر دینا ناکافی ہے۔ (30)

والدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج۳، ص۳۴۰

(28) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج۳، ص۳۴۰

(29) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب السابع فی المصارف، ج۱، ص۱۸۸

(30) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب السابع فی المصارف، ج۱، ص۱۸۸

وتنویر الابصار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج۳، ص۳۴۱۔۳۴۳

عوض زرِ زکوٰۃ کے محتاجوں کو کپڑے بنا دینا، انھیں کھانا دے دینا جائز ہے اور اس سے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی خاص روپیہ ہی دینا واجب نہیں مگر ادائے زکوٰۃ کے معنٰی یہ ہیں کہ اس قدر مال کا محتاجوں کو مالک کر دیا جائے اسی واسطے اگر فقراء و مساکین کو مثلاً اپنے گھر بلا کر کھانا پکا کر بطریقِ دعوت کھلا دیا تو ہرگز زکوٰۃ ادا نہ ہوگی کہ یہ صورت اباحت ہے نہ کہ تملیک، یعنی وہ اس طعام کو ملکِ داعی پر کھاتا ہے اور اس کا مالک نہیں ہو جاتا اسی واسطے مہمانوں کو روا نہیں کہ طعامِ دعوت سے بے اذنِ دعوت میزبان گداؤں یا جانوروں کو دے دیں، یا ←

مسئلہ ۲۰: فقیر پر دَین ہے اس کے کہنے سے مالِ زکاۃ سے وہ دَین ادا کیا گیا زکاۃ ادا ہوگئی اور اگر اُس کے حکم سے نہ ہو تو زکاۃ ادا نہ ہوئی اور اگر فقیر نے اجازت دی مگر ادا سے پہلے مر گیا، تو یہ دَین اگر مالِ زکاۃ سے ادا کریں زکاۃ ادا نہ ہوگی۔ (31) ان چیزوں میں مالِ زکاۃ صَرف کرنے کا حیلہ ہم بیان کر چکے، اگر حیلہ کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔(31A)

ایک خوان والے دوسرے خوان والے کو اپنے پاس کچھ اٹھا دیں یا بعد فراغ جو باقی بچے اپنے گھر لے جائیں۔ فی الدر المختار لو اطعم یتیما ناویا الزکوٰۃ لا یجزیه الااذا دفع الیه المطعوم کما لو کساہ ا۔ انتھی قوله کما لو کساہ ای کما یجزیه ۲۔ اھ طحطاوی عن الحلبی وفی الحاشیة الطحطاویة ایضا فی باب المصرف لا یکفی فیھا الاطعام الابطریق التملیك ولو اطعمه عنده ناویا الزکوٰۃ لا یکفی ۳۔ انتھی۔ درمختار میں ہے کہ کسی نے یتیم کو بنیتِ زکوٰۃ کھانا کھلایا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی مگر اس صورت میں جب کھانا اس کے سپرد کر دیا گیا ہو، جیسا کہ اگر اسے لباس پہنا دیا گیا ہو انتھی قوله کما لو کساہ یعنی اس صورت میں بھی زکوٰۃ ادا ہو جائیگی اھ طحطاوی عن الحلبی اور حاشیہ طحطاویہ کے باب المصرف میں یہ بھی ہے کھانا کھلا دینا کافی نہیں البتہ اگر مالک کر دے تو پھر کافی ہے، اور اگر کسی نے نیتِ زکوٰۃ سے کھانا کھلایا تو کافی نہ ہوگا انتھی۔

(۱۔ درمختار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۹) (۲۔ حاشیہ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الزکوٰۃ دار المعرفۃ بیروت ۱/۳۸۸) (۳۔ حاشیہ الطحطاوی علی الدرالمختار باب المصرف دار المعرفۃ بیروت ۱/۴۲۵)

ہاں اگر صاحبِ زکوٰۃ نے کھانا خام خواہ پختہ مستحقین کے گھر بھجوا دیا یا اپنے ہی گھر کھلایا مگر بتصریح پہلے مالک کر دیا تو زکوٰۃ ادا ہو جائیگی، فان العبرۃ للتملیك ولا مدخل فیه لا کله فی بیت المزکی او ارساله الی بیوت المستحقین وما ذکرہ الطحطاوی محمول علی الدعوۃ المعروفة فانھا المتبادرۃ منه وانھا لا تکون الا علی سبیل الاباحة، واللہ تعالٰی اعلم۔ کیونکہ اعتبار تملیک کا ہے اس میں اس کا کوئی دخل نہیں کہ زکوٰۃ دینے والے کی گھر کھانا کھایا یا مستحق لوگوں کے گھر بھیج دیا ہو۔ اور جو طحطاوی نے ذکر کیا وہ دعوتِ معروفہ پر محمول ہے کیونکہ اس سے متبادر ہے کہ یہ دعوت بطورِ تملیک نہیں ہوتی بلکہ بطورِ اباحت ہوتی ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

اعلٰی حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۷۰۔ ۷۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(31) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج ۳، ص ۳۴۲

(31A) حیلہ شرعی

امیر اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ اپنی کتاب اسلامی بہنوں کی نماز صفحہ 166 پر لکھتے ہیں: حیلہ شرعی کا جواز قرآن و حدیث اور فقہِ حنفی کی مُعتبر کُتب میں موجود ہے۔ چنانچہ حضرت سیدنا ایوب علٰی نَبِیِّنا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کی بیماری کے زمانے میں آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی زوجہ محترمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا ایک بار خدمتِ سراپا عظمت میں تاخیر سے حاضر ہوئیں تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے قسم کھائی کہ ←

مسئلہ ۲۱: (۱) اپنی اصل یعنی ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی وغیرہم جن کی اولاد میں یہ ہے (۲) اور اپنی اولاد بیٹا

میں تندرست ہو کر 100 کوڑے ماروں گا صحت یاب ہونے پر اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے انہیں 100 تیلیوں کی جھاڑو مارنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

چنانچہ قرآنِ پاک میں ہے:

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ

ترجمہ کنزالایمان: اور فرمایا کہ اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر اس سے ماردے اور قسم نہ توڑ۔ (پ ۲۳، ص: ۴۴)

فتاویٰ عالمگیری میں حیلوں کا ایک مُستقل باب ہے جس کا نام کتاب الحِیَل ہے چنانچہ عالمگیری کتاب الحیل میں ہے، جو حیلہ کسی کا حق مارنے یا اس میں شُبہ پیدا کرنے یا باطل سے فریب دینے کیلئے کیا جائے وہ مکروہ ہے اور جو حیلہ اس لئے کیا جائے کہ آدمی حرام سے بچ جائے یا حلال کو حاصل کرلے وہ اچھا ہے۔ اس قسم کے حیلوں کے جائز ہونے کی دلیل اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا یہ فرمان ہے:

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ

ترجمہ کنزالایمان: اور فرمایا کہ اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر اس سے ماردے اور قسم نہ توڑ۔ (پ ۲۳، ص: ۴۴)

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الحیل، ج۶، ص۳۹۰)

کان چھیدنے کا رَواج کب سے ہوا؟

حیلے کے جواز پر ایک اور دلیل مُلاحظہ فرمایئے چنانچہ حضرتِ سیدنا عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک بار حضرتِ سیِّدَتُنا سارہ اور حضرتِ سیِّدَتُنا ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں کچھ چپقلش ہوگئی۔ حضرتِ سیِّدَتُنا سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے قسم کھائی کہ مجھے اگر قابو ملا تو میں ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کوئی عُضو کاٹوں گی۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے حضرتِ سیِّدُنا جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرتِ سیِّدُنا ابراھیم خلیل اللہ علٰی نَبِیِّنا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کی خدمت میں بھیجا کہ ان میں صُلح کروادیں۔ حضرتِ سیِّدَتُنا سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی، مَاحِیْلَۃُ یَمِیْنِیْ یعنی میری قسم کا کیا حیلہ ہوگا؟ تو حضرتِ سیِّدُنا ابراھیم خلیل اللہ علٰی نَبِیِّنا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام پر وَحی نازِل ہوئی کہ (حضرتِ) سارہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو حکم دو کہ وہ (حضرتِ) ہاجرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے کان چھید دیں۔ اُسی وقت سے عورتوں کے کان چھیدنے کا رَواج پڑا۔

(غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر، ج۳، ص۲۹۵)

گائے کے گوشت کا تحفہ

اُمُّ المُؤمنین حضرتِ سیِّدَتُنا عائشہ صِدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ دو جہاں کے سلطان، سرورِ ذیشان، محبوبِ رحمٰن عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی خدمت میں گائے کا گوشت حاضر کیا گیا، کسی نے عرض کی، یہ گوشت حضرتِ سیِّدَتُنا بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر صَدَقہ ہوا تھا۔ فرمایا: ھُوَلَھَاصَدَقَۃٌ وَلَنَاھَدِیَّۃٌ۔ یعنی یہ بریرہ کے لیے صَدَقہ تھا ہمارے لیے ہدیّہ ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، الحدیث ۱۰۷۵، ص ۵۴۱) ←

بیٹی، پوتا پوتی، نواسا نواسی وغیرہم کو زکاۃ نہیں دے سکتا۔ یوہیں صدقہ فطر و نذر و کفارہ بھی انھیں نہیں دے سکتا۔ رہا صدقہ

زکوٰۃ کا شرعی حیلہ

حضرت سیّدتنا بریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہا جو کہ صَدَقہ کی حقدار تھیں ان کو بطورِ صَدَقہ ملا ہوا گائے کا گوشت اگر چہ ان کے حق میں صَدَقہ ہی تھا مگر ان کے قبضہ کر لینے کے بعد جب بارگاہِ رسالت میں پیش کیا گیا تھا تو اُس کا حکم بدل گیا تھا اور اب وہ صَدَقہ نہ رہا تھا۔ یوں ہی کوئی مستحق شخص زکوٰۃ اپنے قبضہ میں لینے کے بعد کسی بھی آدمی کو تحفۃً دے سکتا یا مسجد وغیرہ کیلئے پیش کرسکتا ہے کہ مذکورہ مستحق شخص کا پیش کرنا اب زکوٰۃ نہ رہا، ھدیّہ یا عطیّہ ہو گیا۔

حیلہ شرعی کا طریقہ

حیلہ شرعی کا طریقہ یہ ہے کسی شرعی فقیر کو زکوٰۃ کا مالک بنادیں پھر وہ (آپ کے مشورے پر یا خود) اپنی طرف سے کسی نیک کام میں خرچ کرنے کے لئے دے دے۔ تو ان شآء اللہ عزّ وجلّ دونوں کو ثواب ہوگا۔ فُقہائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ تعالٰی ارشاد فرماتے ہیں، زکوٰۃ کی رقم مُردے کی تجہیز وتکفین یا مسجد کی تعمیر میں صَرف نہیں کر سکتے کہ تملیک فقیر (یعنی فقیر کو مالک کرنا) نہ پائی گئی۔ اگر ان اُمور میں خرچ کرنا چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ فقیر کو (زکوٰۃ کی رقم کا) مالک کردیں اور وہ (تعمیر مسجد وغیرہ میں) صَرف کرے، اس طرح ثواب دونوں کو ہوگا۔ (ردالمحتار، کتاب الزکوٰۃ، ج ۳، ص ۳۴۳)

100 افراد کو برابر برابر ثواب ملے

پیارے بھائیو! دیکھا آپ نے! کفن دفن بلکہ تعمیر مسجد میں بھی حیلہ شرعی کے ذریعہ زکوٰۃ استعمال کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ زکوٰۃ تو فقیر کے حق میں تھی جب فقیر نے قبضہ کرلیا تو اب وہ مالک ہوچکا، جو چاہے کرے۔ حیلہ شرعی کی بَرَکت سے دینے والے کی زکوٰۃ بھی ادا ہوگئی اور فقیر بھی مسجد میں دیکر ثواب کا حقدار ہو گیا۔ فقیر شرعی کو حیلے کا مسئلہ بے شک سمجھا دیا جائے۔ حیلہ کرتے وقت ممکن ہو تو زیادہ افراد کے ہاتھ میں رقم پھرانی چاہے تا کہ سب کو ثواب ملے مثلاً حیلہ کیلئے فقیر شرعی کو ۱۲ لاکھ روپے زکوٰۃ دی، قبضہ کے بعد وہ کسی بھی اسلامی بھائی کو تحفۃً دیدے یہ بھی قبضے میں لیکر کسی اور کو مالک بنادے، یوں سبھی بہ نیتِ ثواب ایک دوسرے کو مالک بناتے رہیں، آخر والا مسجد یا جس کام کیلئے حیلہ کیا تھا اُس کیلئے دیدے تو ان شآء اللہ عزّ وجلّ سبھی کو بارہ بارہ لاکھ روپے صَدَقہ کرنے کا ثواب ملیگا۔ چنانچہ حضرت سیدنا ابوہُریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبُوّت، پیکرِ جُود وسخاوت، سراپا رَحمت، محبوبِ ربُّ العزّت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلّم نے ارشاد فرمایا، اگر سو ہاتھوں میں صَدَقہ گزرا تو سب کو ویسا ہی ثواب ملے گا جیسا دینے والے کیلئے ہے اور اس کے اَجر میں کچھ کمی نہ ہو گی۔ (تاریخ بغداد، ج ۷، ص ۱۳۵)

رکھ مت لینا

حیلہ کرتے وقت شرعی فقیر کو یہ نہ کہے کہ واپس دے دینا، رکھ مت لینا وغیرہ وغیرہ، بالفرض ایسا کہہ بھی دیا تب بھی زکوٰۃ کی ادائیگی وحیلہ میں کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ صَدَقات وزکوٰۃ اور تحفہ دینے میں اس قسم کے شَرطیہ اَلفاظ فاسد ہیں۔ اعلٰی حضرت، امام اہل سنت، ←

نفل وہ دے سکتا ہے بلکہ بہتر ہے۔(32)

مجددِ دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ شامی کے حوالے سے فرماتے ہیں، ہبہ اور صدقہ شرطِ فاسد سے فاسد نہیں ہوتے۔(فتاوی رضویہ مُخَرَّجہ، ج۱۰،ص۱۰۸)

اگر شرعی فقیر زکوٰۃ لے کر واپس نہ دے تو؟

اگر حیلہ کرنے کیلئے شرعی فقیر کو زکوٰۃ دی جائے اور وہ لے کر رکھ لے تو اب اس سے نیک کاموں کیلئے جبراً نہیں لے سکتے کیونکہ اب وہ مالک ہو چکا اور اسے اپنے مال پر اختیار حاصل ہے۔(فتاوی رضویہ مُخَرَّجہ، ج۱۰،ص۱۰۸)

حیلہ شرعی کیلئے بھروسے کا آدمی نہ مل سکے تو؟

اگر بھروسے کا کوئی آدمی نہ مل سکے تو اس کا ممکنہ طریقہ یہ ہے کہ اگر پانچ ہزار روپے زکوٰۃ بنتی ہو تو کسی شرعی فقیر کے ہاتھ کوئی چیز مثلاً چند کلو گندم پانچ ہزار کی بیچی جائے اور اسے سمجھا دیا جائے کہ اس کی قیمت تمہیں نہیں دینی پڑے گی بلکہ ہم تمہیں رقم دیں گے اسی سے ادا کر دینا۔ جب وہ بیع قبول کرلے تو گندم اسے دے دی جائے، اس طرح وہ آپ کا پانچ ہزار کا مقروض ہو گیا۔ اب اسے پانچ ہزار روپے زکوٰۃ کی مد میں دیں جب وہ اس پر قبضہ کرلے تو زکوٰۃ ادا ہو گئی، پھر آپ گندم کی قیمت کے طور پر وہ پانچ ہزار واپس لے لیں، اگر وہ دینے سے انکار کرے تو جبراً (زبردستی) بھی لے سکتے ہیں کیونکہ قرض زبردستی بھی وصول کیا جا سکتا ہے۔

(الدر المختار، کتاب الزکوٰۃ، ج۳،ص۲۲۶، ماخوذ از فتاویٰ امجدیہ، ج۱،ص۳۸۸)

فقیر کو زکوٰۃ کی رقم بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنے کا مشورہ دینا

حیلہ شرعی میں دینے کے بعد اس فقیر کو کسی امرِ خیر کے لئے دینے کا کہہ سکتے ہیں اس پر ان شاء اللہ عَزَّ وَجَلَّ دونوں کو ثواب ملے گا کہ جو کسی بھلائی پر راہنمائی کرتا ہے اس پر عمل کرنے والے کا ثواب اسے بھی ملتا ہے۔

(ردالمحتار، کتاب الزکوٰۃ، ج۳،ص۲۲۷، وماخوذ از فتاویٰ امجدیہ ج۱ ص۳۸۸)

حیلہ شرعی کئے بغیر زکوٰۃ مدرسے میں خرچ کر دی تو؟

اگر کسی نے حیلہ شرعی کئے بغیر زکوٰۃ مدرسے میں خرچ کر دی تو اب وہ خرچ زکوٰۃ میں شمار نہیں ہو سکتا کیونکہ ادائیگی کی شرائط موجود نہیں ہیں۔ جو کچھ خرچ کیا گیا وہ خرچ کرنے والے کی طرف سے ہوا۔ اس پر لازم ہے کہ اس تمام رقم کا تاوان دے (یعنی اتنی رقم اپنے پاس سے ادا کرے)۔(ماخوذ از فتاویٰ فقیہ ملت، ج۱،ص۳۱۱)

(32) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج۳،ص۳۴۴، وغیرہ

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:
مصرفِ زکوٰۃ ہر مسلمان حاجتمند جسے اپنے مال مملوک سے مقدار نصاب فارغ عن الحوائج الاصلیہ پر دسترس نہیں بشرطیکہ نہ ہاشمی ہو، نہ اپنا شوہر، نہ اپنی عورت، اگرچہ طلاق مغلظہ دے دی ہو جب تک عدت سے باہر نہ آئے، نہ وہ جو اپنی اولاد میں ہے جیسے بیٹا، بیٹی، ←

مسئلہ ۲۲: زنا کا بچہ جو اُس کے نطفہ سے ہو یا وہ بچہ کہ اُس کی منکوحہ سے زمانہ نکاح میں پیدا ہوا، مگر یہ کہہ چکا کہ میرا نہیں انھیں نہیں دے سکتا۔(33)

مسئلہ ۲۳: بہو اور داماد اور سوتیلی ماں یا سوتیلے باپ یا زوجہ کی اولاد یا شوہر کی اولاد کو دے سکتا ہے اور رشتہ داروں میں جس کا نفقہ اُس کے ذمہ واجب ہے، اُسے زکاۃ دے سکتا ہے جب کہ نفقہ میں محسوب نہ کرے۔(34)

مسئلہ ۲۴: ماں باپ محتاج ہوں اور حیلہ کر کے زکاۃ دینا چاہتا ہے کہ یہ فقیر کو دے دے پھر فقیر انھیں دے یہ مکروہ ہے۔(35) یوہیں حیلہ کر کے اپنی اولاد کو دینا بھی مکروہ ہے۔

مسئلہ ۲۵: (۳) اپنے یا اپنی اصل یا اپنی فرع یا اپنے زوج یا اپنی زوجہ کے غلام یا مکاتب (36) یا مدبّر (37) یا ام ولد (38) یا اُس غلام کو جس کے کسی جز کا یہ مالک ہو، اگرچہ بعض حصہ آزاد ہو چکا ہو زکاۃ نہیں دے سکتا۔(39)

مسئلہ ۲۶: (۴) عورت شوہر کو (۵) اور شوہر عورت کو زکاۃ نہیں دے سکتا، اگرچہ طلاق بائن بلکہ تین طلاقیں دے چکا ہو، جب تک عدّت میں ہے اور عدّت پوری ہوگئی تو اب دے سکتا ہے۔(40)

پوتا پوتی، نواسا نواسی، نہ وُہ جن کی اولاد میں یہ ہے جیسے ماں باپ، دادا دادی نانا نانی، اگرچہ یہ اصلی وفروعی رشتے عیاذاً باللہ بذریعہ زنا ہوں، نہ اپنا یا ان پانچوں قسم میں کسی کا مملوک اگرچہ مکاتب ہو، نہ کسی غنی کا غلام غیر کاتب، نہ مرد غنی کا نابالغ بچہ، نہ ہاشمی کا آزاد بندہ، اور مسلمان حاجت مند کہنے سے کافر و غنی پہلے ہی خارج ہو چکے۔ یہ سولہ شخص ہیں جنھیں زکوٰۃ دینی جائز نہیں، ان کے سوا سب کو روا، مثلاً ہاشمیہ بلکہ فاطمیہ عورت کا بیٹا جبکہ باپ ہاشمی نہ ہو کہ شرع میں نسب باپ سے ہے۔ بعض متہورین کہ ماں کے سیدانی ہونے سے سیّد بن بیٹھے اور باوجود تفہیم اس پر اصرار کرتے ہیں بحکم حدیثِ صحیح مستحقِ لعنتِ الٰہی ہوتے ہیں والعیاذ باللہ تعالیٰ وقد اوضحنا ذٰلک فی فتاونا

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۲۴۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(33) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج۳، ص ۳۴۴

(34) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج۳، ص ۳۴۴

(35) المرجع السابق

(36) یعنی آقا اپنے غلام سے مال کی ایک مقدار مقرر کر کے یہ کہہ دے کہ اتنا ادا کردے تو آزاد ہے اور غلام اس کو قبول بھی کرلے۔

(37) یعنی وہ غلام جس کی نسبت مولیٰ نے کہا کہ تو میرے مرنے کے بعد آزاد ہے۔

(38) یعنی وہ لونڈی جس کے بچہ پیدا ہوا اور مولیٰ نے اقرار کیا کہ یہ میرا بچہ ہے۔

تفصیلی معلومات کے لئے بہارِ شریعت حصہ ۹ میں مدبّر، مکاتب اور ام ولد کا بیان ملاحظہ فرمائیں۔

(39) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب السابع فی المصارف، ج۱، ص ۱۸۹

(40) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج۳، ص ۳۴۵

مسئلہ ۲۷: (۶) جو شخص مالک نصاب ہو (جبکہ وہ چیز حاجتِ اصلیہ سے فارغ ہو یعنی مکان، سامان خانہ داری، پہننے کے کپڑے، خادم، سواری کا جانور، ہتھیار، اہلِ علم کے لیے کتابیں جو اس کے کام میں ہوں کہ یہ سب حاجتِ اصلیہ سے ہیں اور وہ چیز ان کے علاوہ ہو، اگرچہ اس پر سال نہ گزرا ہو اگرچہ وہ مال نامی نہ ہو) ایسے کو زکاۃ دینا جائز نہیں۔ اور نصاب سے مراد یہاں یہ ہے کہ اُس کی قیمت دوسو ۲۰۰ درم ہو، اگرچہ وہ خود اتنی نہ ہو کہ اُس پر زکاۃ واجب ہو مثلاً چھ تولے سونا جب دوسو ۲۰۰ درم قیمت کا ہو تو جس کے پاس ہے اگرچہ اُس پر زکاۃ واجب نہیں کہ سونے کی نصاب ساڑھے سات تولے ہے مگر اس شخص کو زکاۃ نہیں دے سکتے یا اس کے پاس تیس بکریاں یا بیس گائیں ہوں جن کی قیمت دوسو ۲۰۰ درم ہے اسے زکاۃ نہیں دے سکتا، اگرچہ اس پر زکاۃ واجب نہیں یا اُس کے پاس ضرورت کے سوا اسباب ہیں جو تجارت کے لیے بھی نہیں اور وہ دوسو ۲۰۰ درم کے ہیں تو اسے زکاۃ نہیں دے سکتے۔ (41)

مسئلہ ۲۸: صحیح تندرست کو زکاۃ دے سکتے ہیں، اگرچہ کمانے پر قدرت رکھتا ہو مگر سوال کرنا اسے جائز نہیں۔ (42)

مسئلہ ۲۹: (۷) جو شخص مالک نصاب ہے اُس کے غلام کو بھی زکاۃ نہیں دے سکتے، اگرچہ غلام اپاہج ہو اور اُس کا مولیٰ کھانے کو بھی نہیں دیتا یا اُس کا مالک غائب ہو، مگر مالک نصاب کے مکاتب کو اور اُس ماذون کو دے سکتے ہیں جو خود اور اُس کا مال دَین میں مستغرق ہو۔ (۸) یوہیں غنی مرد کے نابالغ بچے کو بھی نہیں دے سکتے اور غنی کی بالغ اولاد کو دے سکتے ہیں جب کہ فقیر ہوں۔ (43)

مسئلہ ۳۰: غنی کی بی بی کو دے سکتے ہیں جب کہ مالک نصاب نہ ہو۔ یوہیں غنی کے باپ کو دے سکتے ہیں جبکہ فقیر ہے۔ (44)

مسئلہ ۳۱: جس عورت کا دَین مہر اس کے شوہر پر باقی ہے، اگرچہ وہ بقدر نصاب ہو اگرچہ شوہر مالدار ہو ادا کرنے پر قادر ہو اُسے زکاۃ دے سکتے ہیں۔ (45)

مسئلہ ۳۲: جس بچہ کی ماں مالک نصاب ہے، اگرچہ اس کا باپ زندہ نہ ہو اُسے زکاۃ دے سکتے ہیں۔ (46)

---

(41) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، مطلب في حوائج الاصلیۃ، ج۳، ص۳۴۶

(42) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب السابع في المصارف، ج۱، ص۱۸۹، وغیرہ

(43) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج۳، ص۳۴۸

(44) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب السابع في المصارف، ج۱، ص۱۸۹

(45) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الزکاۃ، باب من یجوز دفع الصدقۃ الیہ ومن لا یجوز، ص۱۶۷

(46) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج۳، ص۳۴۹

مسئلہ ۳۳: جس کے پاس مکان یا دکان ہے جسے کرایہ پر اٹھاتا ہے اور اُس کی قیمت مثلاً تین ہزار ہو مگر کرایہ اتنا نہیں جو اُس کی اور بال بچوں کی خورش (خوراک) کو کافی ہو سکے تو اُس کو زکاۃ دے سکتے ہیں۔ یوہیں اس کی مِلک میں کھیت ہیں جن کی کاشت کرتا ہے، مگر پیداوار اتنی نہیں جو سال بھر کی خورش (خوراک) کے لیے کافی ہو اُس کو زکاۃ دے سکتے ہیں، اگرچہ کھیت کی قیمت دوسو ۲۰۰ درم یا زائد ہو۔ (47)

مسئلہ ۳۴: جس کے پاس کھانے کے لیے غلّہ ہو جس کی قیمت دوسو ۲۰۰ درم ہو اور وہ غلّہ سال بھر کو کافی ہے، جب بھی اس کو زکاۃ دینا حلال ہے۔ (48)

مسئلہ ۳۵: جاڑے (سردی) کے کپڑے جن کی گرمیوں میں حاجت نہیں پڑتی حاجت اصلیہ میں ہیں، وہ کپڑے اگرچہ بیش قیمت ہوں زکاۃ لے سکتا ہے، جس کے پاس رہنے کا مکان حاجت سے زیادہ ہو یعنی پورے مکان میں اس کی سکونت نہیں یہ شخص زکاۃ لے سکتا ہے۔ (49)

مسئلہ ۳۶: عورت کو ماں باپ کے یہاں سے جو جہیز ملتا ہے اس کی مالک عورت ہی ہے، اس میں دو طرح کی چیزیں ہوتی ہیں ایک حاجت کی جیسے خانہ داری کے سامان، پہننے کے کپڑے، استعمال کے برتن اس قسم کی چیزیں کتنی ہی قیمت کی ہوں ان کی وجہ سے عورت غنی نہیں، دوسری وہ چیزیں جو حاجتِ اصلیہ سے زائد ہیں زینت کے لیے دی جاتی ہیں جیسے زیور اور حاجت کے علاوہ اسباب اور برتن اور آنے جانے کے بیش قیمت بھاری جوڑے، ان چیزوں کی قیمت اگر بقدر نصاب ہے عورت غنی ہے زکاۃ نہیں لے سکتی۔ (50)

مسئلہ ۳۷: موتی وغیرہ جواہر جس کے پاس ہوں اور تجارت کے لیے نہ ہوں تو ان کی زکاۃ واجب نہیں، مگر جب نصاب کی قیمت کے ہوں تو زکاۃ لے نہیں سکتا۔ (51)

مسئلہ ۳۸: جس کے مکان میں نصاب کی قیمت کا باغ ہو اور باغ کے اندر ضروریات مکان باورچی خانہ، غسل خانہ وغیرہ نہیں تو اسے زکاۃ لینا جائز نہیں۔ (52)

---

(47) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب السابع في المصارف، ج۱، ص۱۸۹

(48) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، مطلب في حوائج الاصلیۃ، ج۳، ص۳۴۶

(49) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج۳، ص۳۴۷

(50) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، مطلب في جهاز المرأۃ هل تصیر به غنیۃ، ج۳، ص۳۴۷

(51) المرجع السابق، وغیرہ

(52) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب السابع في المصارف، ج۱، ص۱۸۹

مسئلہ ۳۹: (۹) بنی ہاشم کو زکاۃ نہیں دے سکتے۔ نہ غیر انھیں دے سکے، نہ ایک ہاشمی دوسرے ہاشمی کو۔
بنی ہاشم سے مُراد حضرت علی و جعفر و عقیل اور حضرت عباس و حارث بن عبدالمطلب کی اولادیں ہیں۔ ان کے علاوہ جنھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اعانت نہ کی، مثلاً ابولہب کہ اگرچہ یہ کافر بھی حضرت عبدالمطلب کا بیٹا تھا، مگر اس کی اولادیں بنی ہاشم میں شمار نہ ہوں گی۔(53)
مسئلہ ۴۰: بنی ہاشم کے آزاد کیے ہوئے غلاموں کو بھی نہیں دے سکتے تو جو غلام اُن کی مِلک میں ہیں، اُنھیں دینا بطریق اَولیٰ ناجائز۔(54)
مسئلہ ۴۱: ماں ہاشمی بلکہ سیدانی ہو اور باپ ہاشمی نہ ہو تو وہ ہاشمی نہیں کہ شرع میں نسب باپ سے ہے، لہٰذا ایسے شخص کو زکاۃ دے سکتے ہیں اگر کوئی دوسرا مانع نہ ہو۔
مسئلہ ۴۲: صدقہ نفل اور اوقاف کی آمدنی بنی ہاشم کو دے سکتے ہیں، خواہ وقف کرنے والے نے ان کی تعیین کی ہو یا نہیں۔(55)

---

(53) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب السابع في المصارف، ج۱، ص۱۸۹، وغیرہ

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنّت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:
زکوۃ ساداتِ کرام و سائرِ بنی ہاشم پر حرامِ قطعی ہے جس کی حرمت پر ہمارے ائمہ ثلٰثہ بلکہ ائمہ مذاہب اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اجماع قائم۔ امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ میزان میں فرماتے ہیں: اتفق الائمۃ الاربعۃ علی تحریم الصدقۃ المفروضۃ علی بنی ھاشم و بنی عبد المطلب وھم خمس بطون اٰل علی واٰل العباس و اٰل جعفر واٰل عقیل واٰل الحارث بن عبد المطلب ھذا من مسائل الاجماع و الاتفاق اھ ا ملخصاً۔ باتفاقِ ائمہ اربعہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب پر صدقہ فرضیہ حرام ہے، اور وُہ پانچ خاندان ہیں: آلِ علی، آلِ عباس، آلِ جعفر، آلِ عقیل، آلِ حارث بن عبدالمطلب۔ یہ اجماعی اور اتفاقی مسائل میں سے ہے اھ ملخصاً۔
(اے المیزان الکبرٰی باب قسم الصدقات مصطفی البابی مصر ۲ / ۱۳)
اول تا آخر تمام متون مذہب قاطبۃً بے شذوذ شاذ و عامہ شروح معتمدہ و فتاوائے مستندہ اس حکم پر ناطق اور خود حضور پرنور سیّد السادات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر حدیثیں اس باب میں وارد، اس وقت جہاں تک فقیر کی نظر ہے بیس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس مضمون کی حدیثیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیں۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۹۹۔ ۱۰۰ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(54) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج۳، ص۳۵۱، وغیرہ

(55) المرجع السابق، ص۳۵۲

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:
فتاوی عتابیہ پھر نہایہ شرح ہدایہ پھر سعدی آفندی علی العنایہ میں ہے:

←

مسئلہ ۴۳: (۱۰) ذمّی کافر کو نہ زکاۃ دے سکتے ہیں، نہ کوئی صدقہ واجبہ جیسے نذر و کفارہ و صدقہ فطر (56) اور حربی کو کسی قسم کا صدقہ دینا جائز نہیں نہ واجبہ نہ نفل، اگرچہ وہ دارالاسلام میں بادشاہِ اسلام سے امان لے کر آیا ہو۔ (57)

یجوز النفل للھاشمی مطلقا بالاجماع و کذا یجوز النفل للغنی۔ ۲؎

(۲؎ حاشیۃ سعدی آفندی علی العنایہ مع فتح القدیر باب یجوز دفع الصدقۃ الیہ الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۲۱۱)

ہر نفلی صدقہ بالاتفاق ہاشمی کے لیے جائز ہے اور اسی طرح نفلی صدقہ غنی کے لیے بھی جائز ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص۹۹۔۱۰۰ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(56) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج۳، ص ۳۵۳

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: درمختار میں ہے:

اما الحربی ولو مستامنا فجمیع الصدقات لایجوز لہ اتفاقا بحر عن الخانیۃ وغیرھا ۱؎۔ حربی اگر مستامن بھی ہو تو اس کو کوئی بھی صدقہ دینا بالاتفاق ناجائز ہے۔ بحر نے خانیہ وغیرہا سے نقل کیا۔ (۱؎ درمختار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۱)

بحرالرائق میں معراج الدرایہ شرح ہدایہ سے ہے: صلتہ لاتکون براشرعا، ولذا لم یجز التطوع الیہ فلم یقع قربۃ ۲؎۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (۲؎ بحرالرائق کتاب الزکوٰۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۴۸)

اس سے صلہ شرعاً نیکی نہیں اسی لئے اس کو نفلی صدقہ بھی جائز نہیں لہٰذا عبادت نہ بنے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۲۰، ص ۴۵۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(57) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج۳، ص ۳۵۳

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: یہاں کے کسی کافر فقیر کو بھیک دینا بھی جائز نہیں (کیونکہ آج کے تمام کافر حربی ہیں):

صحاح ستہ میں صعب بن جثامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے زنان وصبیان کفار کے بارے میں فرمایا: ھم منھم ۱؎ وہ انہیں میں سے ہیں، ولہٰذا ہمارے ائمہ کرام نے حربی کو صدقہ نافلہ دینے کی ممانعت سے ان کی عورتوں بچوں کسی کو مستثنیٰ نہ فرمایا حکم عام دیا، جامع الصغیر امام محمد و ہدایہ و درر و عنایہ و کفایہ و جوہرہ و مستصفی پر نہایہ و غایۃ البیان و فتح القدیر و بحرالرائق و کافی و تبیین و تفسیر احمدی و فتح اللہ المعین و غنیۃ ذوی الاحکام کتب معتمدہ کی عبارتیں اوپر گزریں،

معراج الدرایہ میں ہے: صلتہ لایکون براشرعا ولذا لم یجز التطوع الیہ ۲؎۔ حربی سے نیک سلوک شرعاً کوئی نیکی نہیں اس لئے اسے نفل خیرات دینا بھی حرام ہے۔ (۱؎ صحیح مسلم باب جواز قتل النساء والصبیان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۴) (۲؎ ردالمحتار بحوالہ معراج الدرایۃ باب المصرف داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۸)

عنایہ امام اکمل میں ہے: التصدق علیھم مرحمۃ لھم ومواساۃ وھی منافیۃ لمقتضی الاٰیۃ ۳؎۔ انہیں خیرات دینا ←

ہندوستان اگرچہ دارالاسلام ہے مگر یہاں کے کفّار ذمّی نہیں، انھیں صدقات نفل مثلاً ہدیہ وغیرہ دینا بھی ناجائز ہے۔

فائدہ: جن لوگوں کو زکاۃ دینا ناجائز ہے انھیں اور بھی کوئی صدقہ واجبہ نذر و کفارہ وفطرہ دینا جائز نہیں، سوا دفینہ اور معدن کے کہ ان کا خمس اپنے والدین و اولاد کو بھی دے سکتا ہے، بلکہ بعض صورت میں خود بھی صَرف کر سکتا ہے جس کا بیان گزرا۔(58)

مسئلہ ۴۴: جن لوگوں کی نسبت بیان کیا گیا کہ انھیں زکاۃ دے سکتے ہیں، اُن سب کا فقیر ہونا شرط ہے، سوا عامل کے کہ اس کے لیے فقیر ہونا شرط نہیں اور ابن السبیل اگرچہ غنی ہو، اُس وقت حکم فقیر میں ہے، باقی کسی کو جو فقیر نہ ہو زکاۃ نہیں دے سکتے۔(59)

مسئلہ ۴۵: جو شخص مرض الموت میں ہے اس نے زکاۃ اپنے بھائی کو دی اور یہ بھائی اس کا وارث ہے تو زکاۃ عنداللہ ادا ہوگئی، مگر باقی وارثوں کو اختیار ہے کہ اس سے اس زکاۃ کو واپس لیں کہ یہ وصیت کے حکم میں ہے اور وارث کے لیے بغیر اجازت دیگر ورثہ وصیت صحیح نہیں۔(60)

مسئلہ ۴۶: جو شخص اس کی خدمت کرتا اور اس کے یہاں کے کام کرتا ہے اسے زکاۃ دی یا اس کو دی جس نے خوشخبری سنائی یا اُسے دی جس نے اُس کے پاس ہدیہ بھیجا یہ سب جائز ہے، ہاں اگر عوض کہہ کر دی تو ادا نہ ہوئی۔ عید، بقر عید میں خدام مرد و عورت کو عیدی کہہ کر دی تو ادا ہوگئی۔(61)

ان پر ایک طرح کی مہربانی اور ان کی غمخواری ہے اور یہ حکم قرآن مجید کے خلاف ہے۔

(۳۔ العنایہ شرح الہدایہ مع فتح القدیر، باب من یجوز دفع الصدقۃ الیہ الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲ / ۲۰۷)

امام برہان الدین صاحب ذخیرہ نے محیط پھر علامہ جوی زادہ پھر علامہ شرنبلالی نے غنیہ میں فرمایا:

لایجوز للمسلم بر الحربی [۴]۔

حربی کے ساتھ نیک سلوک مسلمان کو حرام ہے۔

(۴۔ غنیۃ ذوی الاحکام حاشیۃ الدرر الحکام کتاب الوصایا مطبعۃ احمدی کامل الکائنۃ دار السعادت مصر ۲ / ۴۲۹)

بحمد اللہ تعالٰی ہمارے ائمہ کی نظر ایسی ہی غائر و دقیقہ رس ہے جب بھی تنقیح تام کی جاتی ہے جو انھوں نے تحقیق فرمایا وہی گل کھلتا ہے

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۴، ص ۴۵۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(58) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الزکاۃ، ص ۱۶۷

(59) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج ۳، ص ۳۴۴۔ ۳۴۱، وغیرہ

(60) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج ۳، ص ۳۴۴

(61) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الزکاۃ، باب من یجوز دفع الصدقۃ الخ، ص ۱۶۹

مسئلہ ۴۷: جس نے تحری کی یعنی سوچا اور دل میں یہ بات جمی کہ اس کو زکاۃ دے سکتے ہیں اور زکاۃ دے دی بعد میں ظاہر ہوا کہ وہ مصرف زکاۃ ہے یا کچھ حال نہ کھلا تو ادا ہوگئی اور اگر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ غنی تھا یا اُس کے والدین میں کوئی تھا یا اپنی اولاد تھی یا شوہر تھا یا زوجہ تھی یا ہاشمی یا ہاشمی کا غلام تھا یا ذمّی تھا، جب بھی ادا ہوگئی اور اگر یہ معلوم ہوا کہ اُس کا غلام تھا یا حربی تھا تو ادا نہ ہوئی۔ اب پھر دے اور یہ بھی تحری ہی کے حکم میں ہے کہ اُس نے سوال کیا، اس نے اُسے غنی نہ جان کر دے دیا یا وہ فقیروں کی جماعت میں انھیں کی وضع میں تھا اُسے دے دیا۔ (62)

مسئلہ ۴۸: اگر بے سوچے سمجھے دے دی یعنی یہ خیال بھی نہ آیا کہ اُسے دے سکتے ہیں یا نہیں اور بعد میں معلوم ہوا کہ اُسے نہیں دے سکتے تھے تو ادا نہ ہوئی، ورنہ ہوگئی اور اگر دیتے وقت شک تھا اور تحری نہ کی یا کی مگر کسی طرف دل نہ جما یا تحری کی اور غالب گمان یہ ہوا کہ یہ زکاۃ کا مصرف نہیں اور دے دیا تو ان سب صورتوں میں ادا نہ ہوئی مگر جبکہ دینے کے بعد یہ ظاہر ہوا کہ واقعی وہ مصرف زکاۃ تھا تو ہوگئی۔ (63)

مسئلہ ۴۹: زکاۃ وغیرہ صدقات میں افضل یہ ہے کہ اوّلاً اپنے بھائیوں بہنوں کو دے پھر اُن کی اولاد کو پھر چچا اور پھوپیوں کو پھر ان کی اولاد کو پھر ماموں اور خالہ کو پھر اُن کی اولاد کو پھر ذوی الارحام یعنی رشتہ والوں کو پھر پڑوسیوں کو پھر اپنے پیشہ والوں کو پھر اپنے شہر یا گاؤں کے رہنے والوں کو۔ (64)

حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اُمتِ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! قسم ہے اُس کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا، اللہ تعالیٰ اس شخص کے صدقہ کو قبول نہیں فرماتا، جس کے رشتہ دار اس کے سلوک کرنے کے محتاج ہوں اور یہ غیروں کو دے، قسم ہے اُس کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے، اللہ تعالیٰ اس کی طرف قیامت کے دن نظر نہ فرمائے گا۔ (65)

مسئلہ ۵۰: دوسرے شہر کو زکاۃ بھیجنا مکروہ ہے، مگر جب کہ وہاں اُس کے رشتے والے ہوں تو اُن کے لیے بھیج سکتا ہے یا وہاں کے لوگوں کو زیادہ حاجت ہے یا زیادہ پرہیز گار ہیں یا مسلمانوں کے حق میں وہاں بھیجنا زیادہ نافع ہے یا

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب السابع فی المصارف، ج۱، ص۱۹۰

(62) الفتاوی الھندیۃ، المرجع السابق، ص۱۸۹، والدرالمختار وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج۳، ص۳۵۳

(63) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب السابع فی المصارف، ج۱، ص۱۹۰، وغیرہ

(64) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب السابع فی المصارف، ج۱، ص۱۹۰

(65) مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب الصدقۃ الخ، ج۳، ص۲۹۷

وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، مطلب فی حوائج الاصلیۃ، ج۳، ص۳۵۵

طالبِ علم کے لیے بھیجے یا زاہدوں کے لیے یا دارالحرب میں ہے اور زکاۃ دارالاسلام میں بھیجے یا سال تمام سے پہلے ہی بھیج دے، ان سب صورتوں میں دوسرے شہر کو بھیجنا بلا کراہت جائز ہے۔ (66)

مسئلہ ۵۱: شہر سے مراد وہ شہر ہے جہاں مال ہو، اگر خود ایک شہر میں ہے اور مال دوسرے شہر میں تو جہاں مال ہو وہاں کے فقرا کو زکاۃ دی جائے اور صدقہ فطر میں وہ شہر مراد ہے جہاں خود ہے، اگر خود ایک شہر میں ہے اُس کے چھوٹے بچے اور غلام دوسرے شہر میں تو جہاں خود ہے وہاں کے فقرا پر صدقہ فطر تقسیم کرے۔ (67)

مسئلہ ۵۲: بدمذہب کو زکاۃ دینا جائز نہیں۔ (68) جب بدمذہب کا یہ حکم ہے تو وہابیہ زمانہ کہ توہینِ خدا و تنقیص شانِ رسالت کرتے اور شائع کرتے ہیں، جن کو اکابر علمائے حرمین طیبین نے بالاتفاق کافر و مرتد فرمایا۔ (69) اگرچہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہیں، انھیں زکاۃ دینا حرام و سخت حرام ہے اور دی تو ہرگز ادا نہ ہوگی۔

مسئلہ ۵۳: جس کے پاس آج کھانے کو ہے یا تندرست ہے کہ کما سکتا ہے اُسے کھانے کے لیے سوال حلال نہیں اور بے مانگے کوئی خود دے دے تو لینا جائز اور کھانے کو اُس کے پاس ہے مگر کپڑا نہیں تو کپڑے کے لیے سوال کر سکتا ہے۔ یوہیں اگر جہاد یا طلبِ علمِ دین میں مشغول ہے تو اگرچہ صحیح تندرست کمانے پر قادر ہو اُسے سوال کی اجازت ہے، جسے سوال جائز نہیں اُس کے سوال پر دینا بھی ناجائز دینے والا بھی گنہگار ہوگا۔ (70)

---

(66) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب السابع في المصارف، ج۱، ص۱۹۰۔

والدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج۳، ص۳۵۵

(67) الفتاوی الھندیۃ، المرجع السابق

(68) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج۳، ص۳۵۶

(69) تفصیلی معلومات کے لیے اعلیٰ حضرت، امامِ اہلِ سنت، مجدد دین وملت، علامہ مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن کی کتاب حُسَامُ الحَرَمَین عَلٰی مَنْحَرِ الکُفْرِ وَالمَیْن کا مطالعہ فرمالیجئے۔ حُسَامُ الحَرَمَین کی اہمیت کے پیش نظر، امیر اہلسنت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں: تَمْہِیْدُ الْاِیْمَان اور حُسَامُ الحَرَمَین کے کیا کہنے! واللہ العظیم جل جلالہٗ میرے آقا امام احمد رضا علیہ رحمۃ الرحمن نے یہ کتابیں لکھ کر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا۔ تمام اسلامی بھائیوں اور اسلامی بہنوں سے میری مدنی التجاء ہے کہ پہلی فرصت میں ان کتابوں کا مطالعہ فرمالیں۔ آپ کے عطا کردہ مدنی انعامات میں سے ایک مدنی انعام ہے کہ: کیا آپ نے اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ الرحمن کی کُتُب تَمْہِیْدُ الْاِیْمَان اور حُسَامُ الحَرَمَین پڑھ یا سن لی ہیں؟

(70) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: تنویر الابصار و درمختار میں ہے: لایحل ان یسئل من لہ قوت یومہ بالفعل او بالقوۃ کالصحیح المکتسب ویاثم معطیہ ان علم بحالہ لاعانتہ علی المحرم اھ۔ ۲؎

(۲؎ درمختار شرح تنویر الابصار باب المصرف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۲) ←

مسئلہ ۵۴: مستحب یہ ہے کہ ایک شخص کو اتنا دیں کہ اُس دن اُسے سوال کی حاجت نہ پڑے اور یہ اُس فقیر کی حالت کے اعتبار سے مختلف ہے، اُس کے کھانے بال بچوں کی کثرت اور دیگر امور کا لحاظ کرکے دے۔(71)

❁❁❁❁❁

جس شخص کے پاس عملاً ایک دن کی روزی موجود ہو یا وہ روزی کمانے کی صحیح طاقت رکھتا ہو (یعنی وہ تندرست وتوانا ہو تو) اس کے لیے روزی کا سوال جائز نہیں، اس کے حال سے آگاہ شخص اگر اسے کچھ دے گا تو وہ گنہ گار ہوگا کیونکہ وہ حرام پر اس کی مدد کر رہا ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۳۰۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(71) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، مطلب في حوائج الاصلیۃ، ج ۳، ص ۳۵۸

صدقہ فطر کا بیان

حدیث ۱: صحیح بخاری وصحیح مسلم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زکاۃ فطر ایک صاع خرما یا جو، غلام وآزاد مرد وعورت چھوٹے اور بڑے مسلمانوں پر مقرر کی اور یہ حکم فرمایا: کہ نماز کو جانے سے پیشتر ادا کردیں۔(1)

(1) صحیح البخاري، أبواب صدقۃ الفطر، باب فرض صدقۃ الفطر، الحدیث: ۱۵۰۳، ج۱، ص۵۰۷

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ صاع عرب شریف کا مشہور پیمانہ ہے (ٹوپا) جس سے دانے ماپ کر فروخت ہوتے ہیں جیسے ہمارے ہاں ہر علاقہ کا سیر مختلف ہے، ایسے ہی عراق، حجاز اور یمن کے صاع بھی مختلف ہیں، فطرہ میں حجازی صاع جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مروج تھا معتبر ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ وہ صاع تین سو اکیاون ۳۵۱ روپیہ بھر ہے یعنی ہمارے پاکستانی اسی ۸۰ روپیہ کے سیر کے چار سیر، ڈیڑھ پاؤ ایک تولہ لہذا اگر فطرہ میں جو دے تو ایک شخص کی طرف سے اتنے دے اور اگر گیہوں دے تو آدھا صاع یعنی دو سیر تین چھٹانک چھ ماشہ۔ اس کی تحقیق فتاویٰ رضویہ شریف میں ملاحظہ کریں۔

۲۔ خیال رہے کہ صدقہ فطر ایک اعتبار سے بدنی عبادت ہے کہ ایک بدنی عبادت روزے کی تکمیل کے لیے ہے اسی لیے غلام پر بھی واجب ہوا جیسے نماز روزہ اور دوسرے لحاظ سے مالی عبادت ہے کہ وہ مال سے ادا ہوتا ہے اس لیے غلام کا فطرہ اس کے مولیٰ پر واجب ہوا نہ کو خود غلام پر، تیسری حیثیت سے یہ مالی ٹیکس کی حیثیت رکھتا ہے جیسے پیداوار کا خراج اس لیے نابالغ بچے پر بھی واجب ہوا مگر بچے کا فطرہ باپ دے گا، ہاں اگر بچہ خود غنی ہو تو اس کے اپنے مال سے دیا جائے گا لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب بچے پر روزہ، نماز، زکوۃ فرض نہیں تو فطرہ کیوں واجب ہوا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وجوب فطرہ کا سبب بدنی علم ہے نہ کہ مال، مسلم مال تو وجوب فطرہ کی شرط ہے کیونکہ اسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بندہ کی طرف نسبت دی۔

۳۔ اس حدیث سے امام شافعی رضی اللہ عنہ نے دو مسئلے ثابت فرمائے ہیں: ایک یہ کہ فطرہ فرض ہے کیونکہ یہاں لفظ فَرَضَ رَسُوْلُ اللہِ ہے۔ دوسرے یہ کہ ہر امیر وغریب پر فرض ہے جس کے پاس ایک دن کے کھانے سے بچا ہوا ہو کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں غنیٰ کی قید نہ لگائی۔ امام اعظم ابوحنیفہ پہلے مسئلہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہاں فرض لغوی معنے میں ہے یعنی مقرر فرمائی، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ"۔ اور اگر شرعی فرض ہی مراد ہو یعنی لازم کردینا تب بھی حدیث ظنی ہے اور فرضیت کے لیے دلیل قطعی چاہیے لہذا اس فرض سے وجوب ثابت ہوگا نہ کہ فرضیت اور دوسرے مسئلہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس اطلاق سے تو یہ حدیث تمہارے بھی خلاف ہے کیونکہ یہاں ایک دن کی روٹی سے زائد ملکیت کا بھی ذکر نہیں چاہیے کہ ہر آزاد وغلام پر فطرہ واجب ہو ←

حدیث ۲: ابوداود ونسائی کی روایت میں ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آخر رمضان میں فرمایا: اپنے روزے کا صدقہ ادا کرو، اس صدقہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا، ایک صاع خُرما یا جَو یا نصف

حتی کہ فقیر بے نوا بے دست و پا بھیک مانگ کر فطرہ دے، پھر لطف یہ ہے کہ جب ہر فقیر پر فطرہ دینا فرض ہوا تو فطرہ لے گا کون، امام اعظم کی دلیل وہ حدیث ہے جو امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام بخاری نے تعلیقاً بخاری شریف میں نقل فرمائی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لاصدقۃ الا عن ظھر غنی" صدقہ تونگری سے واجب ہوتا ہے اب تونگری کی کوئی حد ہونا چاہیے وہ نصاب کی ملکیت ہے۔

۳؎ یہ حکم استحبابی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ فطرہ عید کے دن نکالے اور عیدگاہ جانے سے پہلے دے، اگر نماز عید کے بعد دیا تب بھی جائز ہے اور اگر عید سے ایک دو دن پہلے دے دیا جب بھی درست ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں حضرت ابن عمر کی ایک دراز روایت نقل کی جس کے آخر میں "وکانوا یعطون قبل الفطر بیوم اویومین" یعنی صحابہ عید سے ایک دو دن پہلے فطرہ دے دیتے تھے مگر عید کے دن نماز سے پہلے دینا بہتر ہے تاکہ فقراء بھی عید منالیں۔ (از مرقات وغیرہ) (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳، ص ۴۳)

صدقہ فطر کا ثواب

حضرت سیدنا کثیر بن عبداللہ مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد اور اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ واٰلہٖ وسلَّم سے اس آیت کریمہ کے بارے میں سوال کیا گیا،

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝ (پ ۳۰، الاعلیٰ: ۱۴، ۱۵)

ترجمہ کنزالایمان: بے شک مراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا اور اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھی۔

تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، یہ آیت صدقہ فطر کے بارے میں نازل ہوئی۔

(ابن خزیمہ، جماع ابواب قسم الصدقات، باب ذکر ثناء اللہ عزوجل علی مودی صدقۃ الفطر، رقم ۲۴۲۰، ج ۴، ص ۹۰)

حضرت سیدنا عبداللہ بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال،، دافعِ رنج و ملال، صاحبِ جُود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، ہر چھوٹے یا بڑے، آزاد یا غلام، مرد یا عورت، غنی یا فقیر میں سے ہر ایک پر نصف صاع گندم یا جَو (صدقہ فطر) ہے، غنی کو تو اللہ عزوجل برکت عطا فرمائے گا جبکہ فقیر کو اللہ عزوجل اس سے زیادہ عطا فرمائے گا جو کچھ اس نے راہِ خدا عزوجل میں دیا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب من روی نصف صاع من قمح، رقم ۱۶۱۹، ج ۲، ص ۱۶۱)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ خاتم المرسلین، رحمۃ للعلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوب ربّ العلمین، جناب صادق وامین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ واٰلہٖ وسلَّم نے روزہ دار کی لغو اور بدکلامی کے کفارے اور مساکین کو کھلانے کے لئے صدقہ فطر کو فرض فرمایا ہے، اس لئے اگر اسے نماز عید سے پہلے ادا کیا جائے تو یہ ایک مقبول صدقہ ہے اور نماز عید کے بعد ادا کیا جائے تو یہ عام صدقوں میں سے ایک صدقہ ہے۔ (ابن ماجہ، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، رقم ۱۸۲۷، ج ۲، ص ۳۹۵)

صاع گیہوں۔ (2)

حدیث ۳: ترمذی شریف میں بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی، کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بھیجا کہ مکہ کے کوچوں میں اعلان کر دے کہ صدقہ فطر واجب ہے۔ (3)

حدیث ۴: ابوداود و ابن ماجہ و حاکم ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زکاۃ فطر مقرر فرمائی کہ لغو اور بیہودہ کلام سے روزہ کی طہارت ہو جائے اور مساکین کی خورش (خوراک) ہو جائے۔ (4)

---

(2) سنن أبي داود، کتاب الزکاۃ، باب من روی نصف صاع من قمح، الحدیث: ۱۶۲۲، ج ۲، ص ۱۶۱

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ عید کے دن سے پہلے میں فطرہ دے سکتے ہیں، دیکھو حضرت ابن عباس نے آخر رمضان میں ہی فطرہ نکالنے کا حکم دیا۔ دوسرے یہ کہ گندم کا آدھا صاع فطرہ میں دیا جائے نہ کہ پورا لہذا یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے۔

۲۔ اس کی شرح پہلے ہو چکی کہ مملوک غلام کا فطرہ مولیٰ دے گا غلام مسلمان ہو یا کافر، اسی طرح چھوٹے بچے کا فطرہ باپ پر ہے اگر بچے کے پاس اپنا مال نہ ہو ورنہ خود بچے کے مال سے دیا جائے گا۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳، ص ۴۵)

(3) جامع الترمذي، أبواب الزکاۃ، باب ماجاء في صدقۃ الفطر، الحدیث: ۶۷۴، ج ۲، ص ۱۵۱

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یہ اعلان فتح مکہ کے بعد ہوا کیونکہ اس سے پہلے وہاں اسلامی احکام کے اعلان کی کوئی صورت ہی نہ تھی، چونکہ مدینہ کے مسلمانوں کو ہر وقت صحبت محبوب میسر تھی اس لیے انہیں اس اعلان کی ضرورت نہ تھی، مکہ معظمہ کے اکثر مسلمان نومسلم بھی تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے دور بھی اس لیے یہ اعلان کرائے گئے۔

۲۔ ایک صاع چار مد کا ہوتا ہے تو دو مد کا آدھا صاع ہوا یعنی گندم سے فطرہ آدھا صاع فی کس واجب ہے اور کل مسلم سے مراد ہر صاحب نصاب غنی مسلمان ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ صدقہ غنی کے بغیر واجب نہیں ہوتا اور آزاد و غلام چھوٹے بڑے سے مراد بلاواسطہ اور بالواسطہ ہے یعنی بالغ آزاد غنی تو اپنا فطرہ خود دے اور غنی کے غلام و چھوٹے بچوں کا فطرہ وہ غنی دے لہذا یہ حدیث نہ تو دیگر احادیث کے خلاف ہے نہ احناف کے مخالف۔

۳۔ یہاں طعام کو گندم کے مقابل فرمایا گیا۔ معلوم ہوا کہ اس سے سواء گندم دوسرے غلے مراد ہیں لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کی گویا شرح ہے جہاں فرمایا گیا تھا کہ طعام کا ایک صاع واجب ہے۔ خیال رہے کہ فطرہ میں اصل گندم و جو، جوار ہیں، اگر ان کے سواء کسی اور غلہ یا دوسری چیز سے فطرہ دیا گیا تو ان مذکورہ دانوں کی قیمت کا لحاظ ہوگا لہذا چاول باجرہ آدھے صاع گیہوں کی قیمت کے دینے ہوں گے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳، ص ۴۷)

(4) سنن أبي داود، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الفطر، الحدیث: ۱۶۰۹، ج ۲، ص ۱۵۷

←

حدیث ۵: دیلمی و خطیب و ابن عساکر انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے فرمایا: بندہ کا روزہ آسمان و زمین کے درمیان معلّق رہتا ہے، جب تک صدقہ فطر ادا نہ کرے۔(5)

مسئلہ ۱: صدقہ فطر واجب ہے، عمر بھر اس کا وقت ہے یعنی اگر ادا نہ کیا ہو تو اب ادا کر دے۔ ادا نہ کرنے سے ساقط نہ ہوگا، نہ اب ادا کرنا قضا ہے بلکہ اب بھی ادا ہی ہے اگرچہ مسنون قبل نمازِ عید ادا کر دینا ہے۔(6)

مسئلہ ۲: صدقہ فطر شخص پر واجب ہے مال پر نہیں، لہٰذا مر گیا تو اس کے مال سے ادا نہیں کیا جائے گا۔ ہاں اگر ورثہ بطورِ احسان اپنی طرف سے ادا کریں تو ہو سکتا ہے کچھ اُن پر جبر نہیں اور اگر وصیت کر گیا ہے تو تہائی مال سے ضرور ادا کیا جائے گا اگرچہ ورثہ اجازت نہ دیں۔(7)

مسئلہ ۳: عید کے دن صبح صادق طلوع ہوتے ہی صدقہ فطر واجب ہوتا ہے، لہٰذا جو شخص صبح ہونے سے پہلے مر گیا یا غنی تھا فقیر ہو گیا یا صبح طلوع ہونے کے بعد کافر مسلمان ہوا یا بچہ پیدا ہوا یا فقیر تھا غنی ہو گیا تو واجب نہ ہوا اور اگر صبح

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی فطرہ واجب کرنے میں دو حکمتیں ہیں: ایک تو روزہ دار کے روزوں کی کوتاہیوں کی معافی اکثر روزے میں غصہ بڑھ جاتا ہے تو بلاوجہ لڑ پڑتا ہے، کبھی جھوٹ، غیبت وغیرہ بھی ہو جاتے ہیں، رب تعالٰی اس فطرے کے برکت سے وہ کوتاہیاں معاف کر دے گا کہ نیکیوں سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ دوسرے مساکین کی روزی کا انتظام۔ بچوں پر اگرچہ روزے فرض نہیں مگر دوسری حکمت وہاں بھی موجود ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ پھر بچوں پر فطرہ کیوں ہے وہ تو روزہ رکھتے نہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۴۶)

(5) تاریخ بغداد، رقم: ۴۷۳۵، ج ۹، ص ۱۲۲

(6) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، ج ۳، ص ۳۶۲، وغیرہ

صدقہ فطر کی ادائیگی کی حکمت

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم، رء وف رَّحیم صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم نے روزوں کو لغو اور بے حیائی کی بات سے پاک کرنے کے لیے اور مسکینوں کو کھلانے کے لیے صدقہ فطر مقرر فرمایا۔

(سنن ابی داود، کتاب الزکوۃ، باب زکوۃ الفطر، الحدیث ۱۶۰۹، ج ۲، ص ۱۵۷)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں: یعنی فطرہ واجب کرنے میں 2 حکمتیں ہیں ایک تو روزہ دار کے روزوں کی کوتاہیوں کی معافی۔ اکثر روزے میں غصہ بڑھ جاتا ہے تو بلاوجہ لڑ پڑتا ہے، کبھی جھوٹ غیبت وغیرہ بھی ہو جاتے ہیں، رب تعالٰی اس فطرے کی برکت سے وہ کوتاہیاں معاف کر دے گا کہ نیکیوں سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ دوسرے مساکین کی روزی کا انتظام۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳، ص ۴۳)

(7) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، ص ۱۷۴، وغیرہ

طلوع ہونے کے بعد مرا یا صبح طلوع ہونے سے پہلے کافر مسلمان ہوا یا بچہ پیدا ہوا یا فقیر تھا غنی ہوگیا تو واجب ہے۔(8)

مسئلہ ۴: صدقہ فطر ہر مسلمان آزاد مالک نصاب پر جس کی نصاب حاجت اصلیہ سے فارغ ہو واجب ہے۔ اس میں عاقل بالغ اور مال نامی ہونے کی شرط نہیں۔(9) مال نامی اور حاجت اصلیہ کا بیان گزر چکا، اس کی صورتیں وہیں سے معلوم کریں۔

مسئلہ ۵: نابالغ یا مجنون اگر مالکِ نصاب ہیں تو ان پر صدقہ فطر واجب ہے، اُن کا ولی اُن کے مال سے ادا کرے، اگر ولی نے ادا نہ کیا اور نابالغ بالغ ہوگیا یا مجنون کا جنون جاتا رہا تو اب یہ خود ادا کر دیں اور اگر خود مالک نصاب نہ تھے اور ولی نے ادا نہ کیا تو بالغ ہونے یا ہوش میں آنے پر اُن کے ذمہ ادا کرنا نہیں۔(10)

مسئلہ ۶: صدقہ فطر ادا کرنے کے لیے مال کا باقی رہنا بھی شرط نہیں، مال ہلاک ہونے کے بعد بھی صدقہ واجب رہے گا ساقط نہ ہوگا، بخلاف زکاۃ وعشر کہ یہ دونوں مال ہلاک ہوجانے سے ساقط ہوجاتے ہیں۔(11)

مسئلہ ۷: مرد مالک نصاب پر اپنی طرف سے اور اپنے چھوٹے بچہ کی طرف سے واجب ہے، جبکہ بچہ خود مالک نصاب نہ ہو، ورنہ اس کا صدقہ اسی کے مال سے ادا کیا جائے اور مجنون اولاد اگرچہ بالغ ہو جبکہ غنی نہ ہو تو اُس کا صدقہ اُس کے باپ پر واجب ہے اور غنی ہو تو خود اس کے مال سے ادا کیا جائے، جنون خواہ اصلی ہو یعنی اسی حالت میں بالغ ہوا یا بعد کو عارض ہوا دونوں کا ایک حکم ہے۔(12)

مسئلہ ۸: صدقہ فطر واجب ہونے کے لیے روزہ رکھنا شرط نہیں، اگر کسی عذر، سفر، مرض، بڑھاپے کی وجہ سے یا معاذ اللہ بلا عذر روزہ نہ رکھا جب بھی واجب ہے۔(13)

مسئلہ ۹: نابالغ لڑکی جو اس قابل ہے کہ شوہر کی خدمت کر سکے اس کا نکاح کر دیا اور شوہر کے یہاں اُسے بھیج بھی دیا تو کسی پر اس کی طرف سے صدقہ واجب نہیں، نہ شوہر پر نہ باپ پر اور اگر قابل خدمت نہیں یا شوہر کے یہاں اُسے

---

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الثامن فی صدقۃ الفطر، ج۱، ص۱۹۲

(9) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، ج۳، ص۳۶۲۔۳۶۵

(10) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، ج۳، ص۳۶۵

(11) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، ج۳، ص۳۶۶

(12) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، ج۳، ص۳۶۷

(13) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، ج۳، ص۳۶۷

بھیجا نہیں تو بدستور باپ پر ہے پھر یہ سب اس وقت ہے کہ لڑکی خود مالک نصاب نہ ہو، ورنہ بہر حال اُس کا صدقہ فطر اس کے مال سے ادا کیا جائے۔(14)

مسئلہ ۱۰: باپ نہ ہو تو دادا باپ کی جگہ ہے یعنی اپنے فقیر ویتیم پوتے پوتی کی طرف سے اس پر صدقہ دینا واجب ہے۔(15)

مسئلہ ۱۱: ماں پر اپنے چھوٹے بچوں کی طرف سے صدقہ دینا واجب نہیں۔(16)

مسئلہ ۱۲: خدمت کے غلام اور مدبر و ام ولد کی طرف سے ان کے مالک پر صدقہ فطر واجب ہے، اگرچہ غلام مدیون ہو، اگرچہ دَین میں مستغرق ہو اور اگر غلام گروی ہو اور مالک کے پاس حاجتِ اصلیہ کے سوا اتنا ہو کہ دَین ادا کر دے اور پھر نصاب کا مالک رہے تو مالک پر اُس کی طرف سے بھی صدقہ واجب ہے۔(17)

مسئلہ ۱۳: تجارت کے غلام کا فطرہ مالک پر واجب نہیں اگرچہ اس کی قیمت بقدرِ نصاب نہ ہو۔(18)

مسئلہ ۱۴: غلام عاریۃً (ادھار) دے دیا یا کسی کے پاس امانۃً رکھا تو مالک پر فطرہ واجب ہے اور اگر یہ وصیت کر گیا کہ یہ غلام فلاں کا کام کرے اور میرے بعد اس کا مالک فلاں ہے تو فطرہ مالک پر ہے، اُس پر نہیں جس کے قبضہ میں ہے۔(19)

مسئلہ ۱۵: بھاگا ہوا غلام اور وہ جسے حربیوں نے قید کر لیا ان کی طرف سے صدقہ مالک پر نہیں۔ یوہیں اگر کسی نے غصب کر لیا اور غاصب انکار کرتا ہے اور اس کے پاس گواہ نہیں تو اس کا فطرہ بھی واجب نہیں، مگر جب کہ واپس مل جائیں تو اب ان کی طرف سے سالہائے گزشتہ کا فطرہ دے، مگر حربی اگر غلام کے مالک ہو گئے تو واپسی کے بعد بھی اس کا فطرہ نہیں۔(20)

---

(14) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، ج۳، ص۳۶۸

(15) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، ج۳، ص۳۶۸

(16) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، ج۳، ص۳۶۸

(17) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، ج۳، ص۳۶۹

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الثامن فی صدقۃ الفطر، ج۱، ص۱۹۲، وغیرہما

(18) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، ج۳، ص۳۶۹

(19) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، ج۳، ص۳۶۹

(20) المرجع السابق، ص۳۷۰

مسئلہ ۱۶: مکاتب کا فطرہ نہ مکاتب پر ہے، نہ اس کے مالک پر۔ یوہیں مکاتب اور ماذون کے غلام کا اور مکاتب اگر بدلِ کتابت ادا کرنے سے عاجز آیا تو مالک پر سالہائے گزشتہ کا فطرہ نہیں۔(21)

مسئلہ ۱۷: دو یا چند شخصوں میں غلام مشترک ہے تو اُس کا فطرہ کسی پر نہیں۔(22)

مسئلہ ۱۸: غلام بیچ ڈالا اور بائع یا مشتری یا دونوں نے واپسی کا اختیار رکھا عیدالفطر آگئی اور میعاد اختیار ختم نہ ہوئی تو اُس کا فطرہ موقوف ہے، اگر بیع قائم رہی تو مشتری دے ورنہ بائع۔(23)

مسئلہ ۱۹: اگر مشتری نے خیار عیب یا خیار رویت کے سبب واپس کیا تو اگر قبضہ کر لیا تھا تو مشتری پر ہے، ورنہ بائع پر۔(24)

مسئلہ ۲۰: غلام کو بیچا مگر وہ بیع فاسد ہوئی اور مشتری نے قبضہ کر کے واپس کر دیا یا عید کے بعد قبضہ کر کے آزاد کر دیا تو بائع پر ہے اور اگر عید سے پہلے قبضہ کیا اور بعد عید آزاد کیا تو مشتری پر۔(25)

مسئلہ ۲۱: مالک نے غلام سے کہا جب عید کا دن آئے تو آزاد ہے۔ عید کے دن غلام آزاد ہو جائے گا اور مالک پر اس کا فطرہ واجب۔(26)

مسئلہ ۲۲: اپنی عورت اور اولاد عاقل بالغ کا فطرہ اُس کے ذمہ نہیں اگرچہ اپاہج ہو، اگرچہ اس کے نفقات اس کے ذمہ ہوں۔(27)

مسئلہ ۲۳: عورت یا بالغ اولاد کا فطرہ ان کے بغیر اِذن ادا کر دیا تو ادا ہو گیا، بشرطیکہ اولاد اس کے عیال میں ہو یعنی اس کا نفقہ وغیرہ اُس کے ذمہ ہو، ورنہ اولاد کی طرف سے بلا اِذن (بغیر اجازت) ادا نہ ہوگا اور عورت نے اگر شوہر کا فطرہ بغیر حکم ادا کر دیا ادا نہ ہوا۔(28)

---

(21) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الثامن في صدقۃ الفطر، ج۱، ص۱۹۳

(22) المرجع السابق

(23) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الثامن في صدقۃ الفطر، ج۱، ص۱۹۳

(24) المرجع السابق

(25) المرجع السابق

(26) المرجع السابق

(27) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، ج۳، ص۳۰۷، وغیرہ

(28) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الثامن في صدقۃ الفطر، ج۱، ص۱۹۳
وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، ج۳، ص۳۰۷، وغیرہما

مسئلہ ۲۴: ماں باپ، دادا دادی، نابالغ بھائی اور دیگر رشتہ داروں کا فطرہ اس کے ذمہ نہیں اور بغیر حکم ادا بھی نہیں کرسکتا۔(29)

مسئلہ ۲۵: صدقہ فطر کی مقدار یہ ہے گیہوں یا اس کا آٹا یا ستو نصف صاع، کھجور یا منقے یا جَو یا اس کا آٹا یا ستو ایک صاع۔(30)

مسئلہ ۲۶: گیہوں، جَو، کھجوریں، منقے دیے جائیں تو ان کی قیمت کا اعتبار نہیں، مثلاً نصف صاع عمدہ جَو جن کی قیمت ایک صاع جَو کے برابر ہے یا چہارم صاع کھرے گیہوں جو قیمت میں آدھے صاع گیہوں کے برابر ہیں یا نصف صاع کھجوریں دیں جو ایک صاع جَو یا نصف صاع گیہوں کی قیمت کی ہوں یہ سب ناجائز ہے جتنا دیا اُتنا ہی ادا ہوا، باقی اس کے ذمہ باقی ہے ادا کرے۔(31)

مسئلہ ۲۷: نصف صاع جَو اور چہارم صاع گیہوں دیے یا نصف صاع جَو اور نصف صاع کھجور تو بھی جائز ہے۔(32)

مسئلہ ۲۸: گیہوں اور جَو ملے ہوئے ہوں اور گیہوں زیادہ ہیں تو نصف صاع دے ورنہ ایک صاع۔(33)

مسئلہ ۲۹: گیہوں اور جَو کے دینے سے اُن کا آٹا دینا افضل ہے اور اس سے افضل یہ کہ قیمت دیدے، خواہ گیہوں کی قیمت دے یا جَو کی یا کھجور کی مگر گرانی میں خود ان کا دینا قیمت دینے سے افضل ہے اور اگر خراب گیہوں یا جَو کی قیمت دی تو اچھے کی قیمت سے جو کمی پڑے پوری کرے۔(34)

مسئلہ ۳۰: ان چار چیزوں کے علاوہ اگر کسی دوسری چیز سے فطرہ ادا کرنا چاہے، مثلاً چاول، جوار، باجرہ یا اور کوئی غلہ یا اور کوئی چیز دینا چاہے تو قیمت کا لحاظ کرنا ہوگا یعنی وہ چیز آدھے صاع گیہوں یا ایک صاع جَو کی قیمت کی ہو، یہاں تک کہ روٹی دیں تو اس میں بھی قیمت کا لحاظ کیا جائے گا اگرچہ گیہوں یا جَو کی ہو۔(35)

---

(29) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الثامن في صدقۃ الفطر، ج۱، ص۱۹۳

(30) المرجع السابق، ص۱۹۱، والدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، ج۳، ص۳۷۲

(31) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الثامن في صدقۃ الفطر، ج۱، ص۱۹۲، وغیرہ

(32) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الثامن في صدقۃ الفطر، ج۱، ص۱۹۲

(33) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، ج۳، ص۳۷۳

(34) المرجع السابق، ص۳۷۶، والفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الثامن في صدقۃ الفطر، ج۱، ص۱۹۱۔۱۹۲

(35) الفتاوی الھندیۃ، المرجع السابق، ص۱۹۱، والدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، ج۳، ص۳۷۳، وغیرھما

مسئلہ ۳۱: اعلیٰ درجہ کی تحقیق اور احتیاط یہ ہے، کہ صاع کا وزن تین سو اکاون ۳۵۱ روپے بھر ہے اور نصف صاع ایک سو پچھتر ۱۷۵ روپے اٹھنی بھر اوپر۔(36)

مسئلہ ۳۲: فطرہ کا مقدم کرنا مطلقاً جائز ہے جب کہ وہ شخص موجود ہو، جس کی طرف سے ادا کرتا ہو اگرچہ رمضان سے پیشتر ادا کر دے اور اگر فطرہ ادا کرتے وقت مالک نصاب نہ تھا پھر ہو گیا تو فطرہ صحیح ہے اور بہتر یہ ہے کہ عید کی صبح صادق ہونے کے بعد اور عید گاہ جانے سے پہلے ادا کر دے۔(37)

مسئلہ ۳۳: ایک شخص کا فطرہ ایک مسکین کو دینا بہتر ہے اور چند مساکین کو دے دیا جب بھی جائز ہے۔ یوہیں ایک مسکین کو چند شخصوں کا فطرہ دینا بھی بلا خلاف جائز ہے اگرچہ سب فطرے ملے ہوئے ہوں۔(38)

مسئلہ ۳۴: شوہر نے عورت کو اپنا فطرہ ادا کرنے کا حکم دیا، اُس نے شوہر کے فطرہ کے گیہوں اپنے فطرہ کے گیہوں میں ملا کر فقیر کو دے دیے اور شوہر نے ملانے کا حکم نہ دیا تھا تو عورت کا فطرہ ادا ہو گیا شوہر کا نہیں مگر جب کہ ملا دینے پر عرف جاری ہو تو شوہر کا بھی ادا ہو جائے گا۔(39)

مسئلہ ۳۵: عورت نے شوہر کو اپنا فطرہ ادا کرنے کا اذن دیا، اس نے عورت کے گیہوں اپنے گیہوں میں ملا کر سب کی نیت سے فقیر کو دے دیے جائز ہے۔(40)

مسئلہ ۳۶: صدقہ فطر کے مصارف وہی ہیں جو زکاۃ کے ہیں یعنی جن کو زکاۃ دے سکتے ہیں، انھیں فطرہ بھی دے سکتے ہیں اور جنھیں زکاۃ نہیں دے سکتے، انھیں فطرہ بھی نہیں سوا عامل کے کہ اس کے لیے زکاۃ ہے فطرہ نہیں۔(41)

---

(36) الفتاوی الرضویۃ، ج۱۰،ص۲۹۵

(37) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، ج۳،ص۳۷۶

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الثامن في صدقۃ الفطر، ج۱،ص۱۹۲

(38) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، مطلب في مقدار الفطرۃ بالمد الشامي، ج۳،ص۳۷۷

(39) المرجع السابق،ص۳۷۸

(40) الفتاوی الھندیۃ،

(41) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

صدقہ فطر میں مسلمان فقیر کو دے کر مالک کر دینا شرط ہے، تو اگر غرباء کو دے کر مالک کر دیں تو جائز ہے یا فقیر کو دیں اور وہ اپنی طرف سے مقدمہ میں لگانے کو دے دیں تو جائز ہے، ورنہ مقدمے اٹھانے یا وکیلوں کو دینے سے صدقہ ادا نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے: صدقۃ الفطر کالزکوٰۃ فی المصارف وفی کل حال۔ ا۔ صدقہ فطر مصارف اور تمام احوال میں زکوٰۃ کی طرح ہے۔

(ا۔ درمختار باب صدقۃ الفطر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۵) ←

مسئلہ ۳۷: اپنے غلام کی عورت کو فطرہ دے سکتے ہیں، اگرچہ اُس کا نفقہ اُسی پر ہو۔ (42)

❁❁❁❁❁

ردالمحتار میں ہے: من اشتراط النیة واشتراط التملیك فلا تکفی الاباحة کما فی البدائع۔ ۲؎

(۲؎ ردالمحتار، باب صدقۃ الفطر، مصطفی البابی مصر، ۲/۸۶)

یعنی نیت اور تملیک دونوں شرائط ہیں تو محض اباحت کفایت نہ کرے گی کما فی البدائع۔۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص۲۹۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(42) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، ج ۳، ص ۳۸۰

سوال کسے حلال ہے اور کسے نہیں

آج کل ایک عام بلا یہ پھیلی ہوئی ہے کہ اچھے خاصے تندرست چاہیں تو کما کر اوروں کو کھلائیں، مگر انہوں نے اپنے وجود کو بیکار قرار دے رکھا ہے، کون محنت کرے مصیبت جھیلے، بے مشقت جو مل جائے تو تکلیف کیوں برداشت کرے۔ ناجائز طور پر سوال کرتے اور بھیک مانگ کر پیٹ بھرتے ہیں اور بہتیرے ایسے ہیں کہ مزدوری تو مزدوری، چھوٹی موٹی تجارت کو ننگ و عار خیال کرتے اور بھیک مانگنا کہ حقیقۃً ایسوں کے لیے بے عزتی و بے غیرتی ہے مایہ عزت جانتے ہیں اور بہتوں نے تو بھیک مانگنا اپنا پیشہ ہی بنا رکھا ہے، گھر میں ہزاروں روپے ہیں سود کا لین دین کرتے زراعت وغیرہ کرتے ہیں مگر بھیک مانگنا نہیں چھوڑتے، اُن سے کہا جاتا ہے تو جواب دیتے ہیں کہ یہ ہمارا پیشہ ہے واہ صاحب واہ! کیا ہم اپنا پیشہ چھوڑ دیں۔ حالانکہ ایسوں کو سوال حرام ہے اور جسے اُن کی حالت معلوم ہو، اُسے جائز نہیں کہ ان کو دے۔

اب چند حدیثیں سنیے! دیکھیے کہ آقائے دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے سائلوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔

حدیث ۱: بخاری و مسلم عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: آدمی سوال کرتا رہے گا، یہاں تک کہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اُس کے چہرہ پر گوشت کا ٹکڑا نہ ہوگا۔ (1) یعنی نہایت بے آبرو ہوکر۔

---

(1) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب کراہۃ المسألۃ للناس، الحدیث: ۱۰۴۔(۱۰۴۰)، ص ۵۱۸

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ یعنی پیشہ ور بھکاری اور بلاضرورت لوگوں سے مانگنے کا عادی قیامت میں اس طرح آئے گا کہ اس کے چہرے میں صرف ہڈی اور کھال ہوگی گوشت کا نام نہ ہوگا جس سے محشر والے پہچان لیں گے کہ یہ بھکاری تھا یا یہ مطلب ہے کہ اس کے چہرے پر ذلت و خواری کے آثار ہوں گے جیسے دنیا میں بھی بھکاری کا منہ چھپا نہیں رہتا لوگ دیکھتے ہی پہچان لیتے ہیں کہ یہ سائل ہے۔ خیال رہے کہ وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ قیامت میں رب تعالیٰ امت محمدی کی پردہ پوشی فرمائے گا اس کا مطلب یا تو یہ ہے کہ ان کے دنیاوی چھپے عیب لوگوں پر ظاہر نہ کرے گا اور بھیک چھپا عیب نہ تھا، کھلا تھا جس پر بھکاری شرم بھی نہ کرتا تھا یا یہ مطلب ہے کہ ہمارے عیوب دوسری امتوں پر ظاہر نہ کرے گا بھکاری کا یہ واقعہ خود مسلمانوں ہی میں ہوگا لہذا حدیثوں میں تعارض نہیں۔ مرقات میں اس جگہ ہے کہ امام احمد ابن حنبل یہ دعا مانگا کرتے تھے الٰہی جیسے تو نے میرے چہرے کو غیر کے سجدے سے بچایا ایسے ہی میرے منہ کو دوسروں سے مانگنے کی لعنت سے بچا۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳، ص ۶۵) ←

حدیث ۲ تا ۴: ابو داود و ترمذی و نسائی و ابن حبان سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی

غنی کا سوال کرنا

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو فقر کے بغیر سوال کرے گویا وہ انگارا کھارہا ہے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، الحدیث: ۱۷۵۱۶، ج۶، ص۱۶۲)

اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشادفرمایا: جو شخص حاجت کے بغیر لوگوں سے سوال کرتا ہے وہ منہ میں انگارے ڈالنے والے کی طرح ہے۔

(شعب الایمان، باب فی الزکاۃ، فصل فی الاستعفاف عن المسئلۃ، الحدیث: ۳۵۱۷، ج۳، ص۲۷۱)

حضرت حبش بن جنادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو وقوفِ عرفات کے دوران سنا کہ ایک اعرابی نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی چادر مبارک کا دامن تھام کر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے سوال کیا، تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اسے عطا فرمایا اور وہ چلا گیا، پس اس وقت سے سوال کرنا حرام ہوا اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: کسی غنی اور تندرست وتوانا کے لئے سوال کرنا جائز نہیں البتہ ذلت آمیز فقر اور مت ماردینے والے قرضے میں مبتلا شخص کے لئے جائز ہے اور جو شخص اپنے مال میں اضافہ کرنے کے لئے لوگوں سے سوال کریگا تو قیامت کے دن اس کے چہرے پر خراش ہوگی اور وہ کتے ہوئے پتھر ہوں گے جنہیں وہ جہنم میں کھائے گا اب جو چاہے اس میں کمی کرے اور جو چاہے اضافہ کرے۔ (جامع الترمذی، ابواب الزکاۃ، باب ماجاء من لاتحل لہ الصدقۃ، الحدیث: ۶۵۳، ص۱۷۱۰)

حضرت رزین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ دافعِ رنج وملال، صاحبِ جودونوال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: میں کسی شخص کو عطیہ دیتا ہوں تو وہ اسے اپنی بغل میں دبا کر لے جاتا ہے حالانکہ وہ آگ ہوتی ہے۔ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی، یا رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! جب وہ آگ ہوتی ہے تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کسی کو کیوں عطا فرماتے ہیں؟ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل میرے لئے بخل کو ناپسند فرماتا ہے اور لوگ میرے سوا کسی سے سوال کرنا ناپسند کرتے ہیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی، وہ غنا کون سی ہے جس کی موجودگی میں سوال نہیں کرنا چاہے؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: صبح وشام کے کھانے جتنی مقدار۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الصدقات، الترہیب من المسألۃ وتحریمہا۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۱۲۰۲، ج۱، ص۳۸۶)

رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو شخص غنا کے باوجود لوگوں سے سوال کرے گا قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کا سوال اس کے چہرے پر خراش ہوگا۔ عرض کی گئی: غنا کیا ہے؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: پچاس (50) درہم یا اس کی قیمت کا سونا۔

(جامع الترمذی، ابواب الزکاۃ، باب ماجاء من لاتحل لہ الصدقۃ، الحدیث: ۶۵۰، ص۱۷۱۰) ←

اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: سوال ایک قسم کی خراش ہے کہ آدمی سوال کر کے اپنے موئھ کو نوچتا ہے، جو چاہے اپنے

خاتم المرسلین، رحمۃ للعلمین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو مجھے اس بات کی ضمانت دے دے کہ کسی سے کچھ نہ مانگے گا میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ (سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ، باب کراہیۃ المسئلۃ، الحدیث:۱۶۴۳، ص۱۳۴۶)

سیّد المبلغین، رحمۃ للعلمین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو میری ایک بات مان لے گا میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں، وہ بات یہ ہے کہ لوگوں سے کچھ نہ مانگے گا۔ (سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ، باب کراہیۃ المسألۃ، الحدیث ۱۶۴۳، ص۱۳۴۶)

شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے ایک اوقیہ چاندی کی قیمت موجود ہونے کے باوجود سوال کیا اس نے سوال میں بہت اصرار کیا۔

(کنز العمال، کتاب الزکاۃ، قسم الاقوال، الفصل الثانی فی ذم السوال ۱۶۷۱۲، ج۶، ص۲۱۳)

محبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق وامین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے 40 درہم جتنی مالیت رکھنے کے باوجود سوال کیا وہ سوال میں اصرار کرنے والا ہے۔ (سنن النسائی، کتاب الزکاۃ، باب من الملحف، الحدیث:۲۵۹۵، ص۲۲۵۶)

رحمتِ کونین، ہم غریبوں کے دلوں کے چین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو پاک دامنی چاہے اللہ عزوجل اسے پاکدامن رکھے گا اور جو غنا چاہے اللہ عزوجل اسے غنی کر دے گا اور جو 5 اوقیہ چاندی کی قیمت موجود ہونے کے باوجود سوال کرے بے شک اس نے سوال میں اصرار کیا۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، الحدیث:۱۷۲۳۷، ج۶، ص۱۰۶)

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو مال میں اضافہ کے لئے لوگوں سے سوال کرتا ہے وہ آگ کے انگارے مانگتا ہے اب اس کی مرضی ہے کہ انگارے کم جمع کرے یا زیادہ۔ (صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب کراھۃ المسئلۃ للناس، الحدیث:۲۳۹۹، ص۸۴۱)

مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو غنا کے باوجود لوگوں سے سوال کرے وہ جہنم کے دہکتے پتھروں میں اضافہ کرتا ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی غنا سے کیا مراد ہے؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: رات کا کھانا۔ (کنز العمال، کتاب الزکاۃ، قسم الاقوال، الفصل الثانی فی ذم السوال ۱۶۷۴۵، ج۶، ص۲۱۶)

محبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: تم میں سے کوئی ایک سوال کرتا رہے گا یہاں تک کہ جب وہ اللہ عزوجل سے ملاقات کریگا تو اس کے چہرے پر گوشت کا کوئی ٹکڑا نہ ہوگا۔

(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب کراھۃ المسألۃ للناس، الحدیث:۲۳۹۶، ص۸۴۱)

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب منزہ عن العیوب عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: سوال کرنا وہ خراش ہے جسے آدمی کھجلائے گا۔ (جامع الترمذی، ابواب الزکاۃ، باب ماجاء فی النھی عن المسألۃ، الحدیث:۶۸۱، ص۱۷۱۳)

ایک اور روایت میں ہے: آدمی اس کی وجہ سے اپنا منہ کھجلائے گا اب جو چاہے ان خراشوں کو باقی رکھے اور جو چاہے ترک کر دے البتہ وہ سلطان سے سوال کر سکتا ہے یا ایسی چیز کا سوال کر سکتا ہے جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔

(سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ، باب ما تجوز فیہ المسألۃ، الحدیث:۱۶۳۹، ص۱۳۴۵)

موئہ پر اس خراش کو باقی رکھے اور جو چاہے چھوڑ دے، ہاں اگر آدمی صاحب سلطنت سے اپنا حق مانگے یا ایسے امر میں

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: بندہ غنی ہونے کے باوجود سوال کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اپنا چہرہ بوسیدہ کرلیتا ہے پھر اللہ عزوجل کے پاس اس کا کوئی مرتبہ نہیں رہتا۔

(کنز العمال، کتاب الزکاۃ، قسم الاقوال، الفصل الثانی فی ذم السؤال، الحدیث ۱۶۷۴۳، ج۶، ص۲۱۵)

صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جوشخص خود پر سوال کا دروازہ کھول دے جبکہ وہ ابھی فاقوں کا شکار نہ ہوا ہو یا اس کے اہلِ خانہ ایسے نہ ہوں جو ان فاقوں کو برداشت کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں تو اللہ عزوجل اس پر ایسی جگہ سے فاقے کا دروازہ کھول دے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہوگا۔

(شعب الایمان، باب فی الزکاۃ، فصل فی الاستعفاف عن المسألۃ، الحدیث: ۳۵۲۶، ج۳، ص۲۷۴)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: فراخ دست کا سوال قیامت کے دن تک اس کے چہرے پر عیب ہوگا۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، الحدیث: ۱۹۸۴۲، ج۷، ص۱۹۳)

بزار نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے: غنی کا سوال آگ ہے اگر اسے کم مال دیا گیا تو آگ بھی کم ہوگی اور اگر زیادہ مال دیا گیا تو آگ بھی زیادہ ہوگی۔ (البحر الزخار بمسند البزار، حدیث عمران بن حصین، الحدیث: ۳۵۷۲، ج۹، ص۴۹)

دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے سوال کیا حالانکہ وہ سوال کرنے سے غنی تھا تو اس کا سوال قیامت کے دن اس کے چہرے پر ایک عیب ہوگا۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، الحدیث: ۲۲۴۸۳، ج۸، ص۳۳۱)

سرکارِ والا تَبار، ہم بیکسوں کے مددگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ایک شخص کا جنازہ پڑھانے تشریف لائے تو ارشاد فرمایا: اس نے کتنا ترکہ چھوڑا ہے؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی، 2 یا 3 دینار۔ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اس نے 2 یا 3 داغ چھوڑے ہیں۔

راوی کہتے ہیں، پھر میری ملاقات حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت سیدنا عبداللہ بن قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی اور میں نے انہیں یہ بات بتائی تو انہوں نے کہا: یہ شخص مال میں اضافے کی خاطر لوگوں سے سوال کیا کرتا تھا۔

(شعب الایمان، باب فی الزکاۃ، فصل فی الاستعفاف عن المسألۃ، الحدیث: ۳۵۱۵، ج۳، ص۲۷۱)

شفیع روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جو سوال سے غنی کرنے والی شے کی موجودگی میں سوال کرتا ہے وہ آگ میں اضافہ کرتا ہے۔ ایک راوی کہتے ہیں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی، غنا سے کیا مراد ہے جس کی موجودگی میں سوال نہیں کرنا چاہے؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اتنی مقدار جس سے وہ صبح اور شام کا کھانا کھا سکے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب ما یعطی من الصدقۃ ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۱۶۲۹، ج۲، ص۱۴۴)

حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جو سوال سے غنی کرنے والی ←

سوال کرے کہ اُس سے چارہ نہ ہو(2) (تو جائز ہے)۔ اور اسی کے مثل امام احمد نے عبداللہ بن عمر اور طبرانی نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم سے روایت کی۔

حدیث ۵: بیہقی نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لوگوں سے سوال کرے، حالانکہ نہ اُسے فاقہ پہنچا، نہ اتنے بال بچے ہیں جن کی طاقت نہیں رکھتا تو قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اُس کے مونھ پر گوشت نہ ہوگا۔ اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: جس پر نہ فاقہ گزرا اور نہ اتنے بال بچے ہیں جن کی طاقت نہیں اور سوال کا دروازہ کھولے اللہ تعالیٰ اُس پر فاقہ کا دروازہ کھول دے گا، ایسی جگہ سے جو اس کے دل میں بھی نہیں۔ (3)

شئے کی موجودگی میں سوال کرتا ہے وہ جہنم کے انگاروں میں اضافہ کرتا ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی، کون سی شئے سوال سے غنی کرتی ہے؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جس سے وہ صبح کا کھانا کھا سکے یا شام کا کھانا کھا سکے یا اس کے پاس رات بسر کرنے کے لئے ایک ہزار (درہم) موجود ہوں۔

(صحیح ابن حبان، کتاب الزکاۃ، باب المسألۃ والاخذ وما یتعلق بہ۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۳۳۸۵، ج۵، ص۱۶۷)

ایک اور روایت میں ہے، عرض کی گئی: یا رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! وہ غنا کیا ہے جس کی موجودگی میں سوال نہیں کرنا چاہے؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اس کے پاس ایک دن اور ایک رات یا ایک رات اور ایک دن کے شکم سیر کرنے والے کھانے کا سامان موجود ہو۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب مایعطی من الصدقۃ۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۱۶۲۹، ج۲، ص۱۴۴)

(2) سنن أبي داود، کتاب الزکاۃ، باب ماتجوز فیہ المسألۃ، الحدیث: ۱۶۳۹، ج۲، ص۱۶۸

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ آپ مشہور صحابی ہیں، آپ کے شاگردوں میں سے بڑے شاگرد ابن سیرین اور امام شعبی ہیں، بصرہ میں قیام رہا ۵۵ھ میں وہیں وصال ہوا۔

۲۔ منہ کے کھرونچوں سے مراد ذلت کا اثر ہے کہ جیسے منہ کے زخم دور سے نظر آتے ہیں ایسے ہی بھکاری دور سے پہچانا جاتا ہے اس کے چہرے پر نہ رونق ہوتی ہے نہ وقار بلکہ یہ آثار ذلت قیامت میں بھی اس پر ہوں گے جیسا کہ پہلے حدیث شریف میں آچکا۔

۳۔ یعنی یہ دو سوال جائز ہیں: مستحق کا حاکم وقت سے اپنے وظیفہ مقرر کرانا کہ یہ بھیک نہیں بلکہ اپنے حق کا مطالبہ ہے۔ دوسرے سخت ضرورت کے وقت جب شرعًا اسے مانگنا جائز ہو تو کچھ مانگ لینا۔ امام غزالی نے فرمایا کہ جس مالدار پر حج فرض ہوا اور بلا وجہ حج نہ کرے پھر غریب ہوجائے تو اس پر واجب ہے کہ حج کا خرچہ مانگے اور حج کو جائے کہ اس میں اپنے کو فسق سے نکالنا ہے، جب مجبورًا بھوک یا برہنگی دفع کرنے کے لیے سوال واجب ہے تو یہ بھی ضروری ہے۔ (مرقات) (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۳، ص۷۲)

(3) شعب الایمان، باب في الزکاۃ، فصل في الاستعفاف عن المسألۃ، الحدیث: ۳۵۲۶، ج۳، ص۲۷۴

حدیث ۶ و ۷: نسائی نے عائذ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ سوال کرنے میں کیا ہے تو کوئی کسی کے پاس سوال کرنے نہ جاتا۔(4) اسی کی مثل طبرانی نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔

حدیث ۸ و ۹: امام احمد بہ سند جید وطبرانی و بزار عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: غنی کا سوال کرنا، قیامت کے دن اس کے چہرہ میں عیب ہوگا۔(5) اور بزار کی روایت میں یہ بھی ہے کہ غنی کا سوال آگ ہے، اگر تھوڑا دیا گیا تو تھوڑی اور زیادہ دیا تو زیادہ۔(6) اور اسی کے مثل امام احمد و بزار وطبرانی نے ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

حدیث ۱۰: طبرانی کبیر میں اور ابن خزیمہ اپنی صحیح میں اور ترمذی اور بیہقی حبشی بن جنادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بغیر حاجت سوال کرتا ہے، گویا وہ انگارا کھاتا ہے۔(7)

حدیث ۱۱: مسلم و ابن ماجہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مال بڑھانے کے لیے سوال کرتا ہے، وہ انگارے کا سوال کرتا ہے تو چاہے زیادہ مانگے یا کم کا سوال کرے۔(8)

---

(4) سنن النسائي، کتاب الزکاۃ، باب المسألۃ، الحدیث: ۲۵۸۳، ص ۴۲۵

(5) المسند للإمام أحمد بن حنبل، حدیث عمران بن حصین، الحدیث: ۱۹۸۴۲، ج ۷، ص ۱۹۳

(6) مسند البزار، مسند عمران بن حصین، الحدیث: ۳۵۷۲، ج ۹، ص ۴۹

(7) المعجم الکبیر، باب الحاء، الحدیث: ۳۵۰۶، ج ۴، ص ۱۵

<u>حکیم الامت کے مدنی پھول</u>

۱۔ ان کی کنیت ابوالجنوب ہے، قبیلہ بنی بکر ابن ہوازن سے ہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع میں دیکھا، آپ کا شمار اہل کوفہ میں ہے۔

۲۔ یہ استثناء صحیح الاعضاء سے ہے یعنی تندرست آدمی ان دونوں صورتوں میں مانگ سکتا ہے، ایک سخت فقیر جو اسے خاک نشین بنادے جس سے وہ نہ کہیں کاروبار کرسکے نہ کمانے کے لیے سفر، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "اَوْ مِسْکِیْنًا ذَا مَتْرَبَۃٍ"۔ ایسا مقروض جس کے قرض خواہ اس کی آبرو کے درپے ہوگئے ہوں وہ اگرچہ تندرست ہے مگر ان مصیبتوں کے دفعیہ کے لیے مانگ سکتا ہے۔

۳۔ یہ آخری جملہ اختیار دینے کے لیے نہیں بلکہ اظہار غضب کے لیے ہے، جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے: "فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ"۔ رِضْفٌ رِضْفَۃٌ کی جمع ہے، رضفہ وہ تیز گرم پتھر ہے جس سے دودھ ابالا جاتا ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳، ص ۷۶)

(8) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب کراہۃ المسألۃ للناس، الحدیث: ۱۰۴۱، ص ۵۱۸

حدیث ۱۲: ابو داود و ابن حبان و ابن خزیمہ سہل بن حنظلیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سوال کرے اور اس کے پاس اتنا ہے جو اُسے بے پرواہ کرے، وہ آگ کی زیادتی چاہتا ہے۔ لوگوں نے عرض کی، وہ کیا مقدار ہے، جس کے ہوتے سوال جائز نہیں؟ فرمایا: صبح و شام کا کھانا۔ (9)

حدیث ۱۳: ابن حبان اپنی صحیح میں امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لوگوں سے سوال کرے، اس لیے کہ اپنے مال کو بڑھائے تو وہ جہنم کا گرم پتھر ہے، اب اسے اختیار ہے، چاہے تھوڑا مانگے یا زیادہ طلب کرے۔ (10)

حدیث ۱۴ و ۱۵: امام احمد و ابو یعلیٰ و بزار نے عبدالرحمن بن عوف اور طبرانی نے صغیر میں اُم المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا اور حق معاف کرنے سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بندہ کی عزت بڑھائے گا اور بندہ سوال کا دروازہ نہ کھولے گا، مگر اللہ تعالیٰ اس پر محتاجی کا دروازہ کھولے گا۔ (11)

حدیث ۱۶: مسلم و ابو داود و نسائی قبیصہ بن مخارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہتے ہیں: مجھ پر ایک مرتبہ تاوان لازم آیا۔ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا، فرمایا: ٹھہرو ہمارے پاس صدقہ کا مال آئے گا تو تمھارے لیے حکم فرمائیں گے، پھر فرمایا: اے قبیصہ! سوال حلال نہیں، مگر تین باتوں میں کسی نے

---

(9) سنن أبي داود، کتاب الزکاۃ، باب من یعطی من الصدقۃ وحد الغنی، الحدیث: ۱۶۲۹، ج ۲، ص ۱۶۴

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ بلا ضرورت سوال حرام ہے کیونکہ خصوصیت سے سخت عذاب کی وعید وارد ہوئی۔ آگ بڑھانے سے مراد آگ کی تیزی، بھڑک، شعلے بڑھانا۔

۲۔ نفیلی کا نام عبداللہ ابن محمد ہے، ابو داؤد سجستانی کے استاذ ہیں، نفیل ان کے کسی دادا کا نام ہے۔

۳۔ اس کی شرح ابھی گزر گئی کہ دن رات کی خوراک کی حد ہر شخص کے لیے جداگانہ ہے، بڑے کنبہ والے کے لیے زیادہ مال ہے درمیانے کے لیے درمیانہ ایک دو آدمیوں کے لیے معمولی یہاں خاص آفت زدہ مستثنیٰ ہے، مقروض، ضامن یا جس کا مال ہلاک ہو گیا اس کے لیے سوال جائز ہے اگرچہ دن رات کے کھانے کا مالک ہو لہذا یہ حدیث گزشتہ احادیث کے خلاف نہیں۔ خیال رہے کہ یہ مانگنے کا ذکر ہے۔ رہا زکوۃ لینا اس کے متعلق یہاں مرقات نے فرمایا کہ فقیر اپنے اور اپنے بال بچوں کے ایک سال کا خرچ زکوۃ سے جمع کر سکتا ہے خرچ سے مراد کھانا اور کپڑا دونوں ہی ہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳، ص ۷۴)

(10) الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الزکاۃ، باب المسألۃ الخ، الحدیث: ۳۳۸۲، ج ۵، ص ۱۶۶

(11) المسند للامام أحمد بن حنبل، حدیث عبدالرحمن بن عوف، الحدیث: ۱۶۷۴، ج ۱، ص ۴۱۰

ضمانت کی ہو (یعنی کسی قوم کی طرف سے دیت کا ضامن ہوا یا آپس کی جنگ میں صلح کرائی اور اس پر کسی مال کا ضامن ہوا) تو اسے سوال حلال ہے، یہاں تک کہ وہ مقدار پائے پھر باز رہے یا کسی شخص پر آفت آئی کہ اُس کے مال کو تباہ کر دیا تو اُسے سوال حلال ہے، یہاں تک کہ بسر اوقات کے لیے پا جائے یا کسی کو فاقہ پہنچا اور اُس کی قوم کے تین عقلمند شخص گواہی دیں (12) کہ فلاں کو فاقہ پہنچا ہے تو اسے سوال حلال ہے، یہاں تک کہ بسر اوقات کے لیے حاصل کرلے اور ان تین باتوں کے سوا اے قبیصہ سوال کرنا حرام ہے کہ سوال کرنے والا حرام کھاتا ہے۔(13)

---

(12) تین شخصوں کی گواہی جمہور کے نزدیک بطور استحباب ہے اور یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جس کا مالدار ہونا معلوم ومشہور ہے تو بغیر گواہ اس کا قول مسلم نہیں اور جس کا مالدار ہونا معلوم نہ ہو تو فقط اس کا کہہ دینا کافی ہے۔

(13) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب من تحل لہ المسألۃ، الحدیث: ۱۰۴۴، ص۵۱۹

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱ ۔حمالہ یعنی اس ضمانت کی صورت یہ ہوتی ہے کہ دو قومیں دیت یا دوسرے مال قرض کی وجہ سے آپس میں لڑنے لگیں، کوئی ان میں صلح کرانے اور دفع شر کے لیے مقروض کا قرض یا مقتول کی دیت اپنے ذمے لے لے یعنی دفع فساد یا صلح کرانے کے لیے مال کا ضامن بن جانا یا اپنے ذمہ لے لینا۔(مرقات ولمعات وغیرہ)

۲ ۔تا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے مال عطا فرمادیں جس سے میں وہ قرض چکا دوں یا دیت ادا کردوں۔

۳ ۔صدقہ سے مراد مال ظاہری جانوروں و پیداوار کی زکوۃ ہے جو حکومت اسلامیہ وصول کرتی تھی یا مال باطنی یعنی سونے چاندی وغیرہ کی زکوۃ جو غنی صحابہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کرتے تھے تا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی خیرات کریں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے خیرات قبول ہو، یعنی اے قبیصہ اتنا توقف کرو کہ زکوۃ وصول ہوجائے تو اس سے تمہارا زر ضمانت ادا کردیا جائیگا۔

۴ ۔اس سے معلوم ہوا کہ ایسا ضامن اگر چہ مالدار بھی ہو تو صدقہ مانگ سکتا ہے کیونکہ یہ مانگنا اپنے لیے نہیں بلکہ اس مقروض فقیر کے لیے ہے جو فقیر ہے جس کا یہ ضامن ہے، رب تعالٰی نے زکوۃ کے مصارف میں غارمین (مقروضوں) کا بھی ذکر فرمایا ہے وہ یہ ہی مقروض ہیں۔

۵ ۔یعنی یہ شخص غنی تھا آفت ناگہانی نے مال برباد کر کے اسے فقیر کردیا اگر چہ تندرست ہے کمانے پر قادر ہے مگر کمانے تک کیا کھائے وہ اس وقت تک کے لیے مانگ سکتا ہے جب کچھ گزارہ کے لائق کمائے تو سوال سے باز آجائے۔

۶ ۔سداد یا سدٌ سین کے فتح سے، بمعنی رکاوٹ و آڑ یا سدِ سین کے کسرہ سے ہے، بمعنی درستی واصلاح یعنی اتنا مال حاصل کرے جس سے فقر و فاقہ رک کر زندگی درست ہوجائے۔غرضکہ بھیک مانگنا مردار جانور کی طرح ہے جس کا جائز و حلال ہونا سخت ضرورت پر ہے۔

۷ ۔یہ گواہی کی قید اس کے لیے ہے جس کے متعلق لوگوں کو شبہ ہو کہ یہ غنی ہے اور بلا ضرورت مانگ رہا ہے۔قوم سے مراد اس کے حالات سے خبردار لوگ ہیں خواہ اس کی برادری کے ہوں یا آس پڑوس کے یعنی کم از کم تین واقف حال لوگ جنہیں غریبی امیری حاجت وغنا کی پہچان ہو وہ بتادیں کہ واقعی یہ فاقہ زدہ ہے۔خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے اہل مدینہ قرض لینے ←

حدیث ۱۷و۱۸: امام بخاری وابن ماجہ زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص رسّی لے کر جائے اور اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا لاکر بیچے اور سوال کی ذلت سے اللہ تعالیٰ اس کے چہرہ کو بچائے یہ اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے سوال کرے کہ لوگ اُسے دیں یا نہ دیں۔(14) اسی کے مثل امام بخاری ومسلم وامام مالک وترمذی ونسائی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

حدیث ۱۹: امام مالک و بخاری ومسلم وابوداود ونسائی عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے، صدقہ کا اور سوال سے بچنے کا ذکر فرمارہے تھے، یہ فرمایا: کہ اوپر والا ہاتھ، نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے، اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا ہے اور نیچے والا مانگنے والا۔(15)

اور سوال کرنے میں عار نہیں سمجھتے تھے ان کے وہ عادی تھے،حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی عادتوں کو بدلنے کے لیے سوال پر تو یہ پابندیاں لگائیں۔مقروض کی نماز جنازہ خود نہ پڑھی دوسروں سے پڑھوادی تاکہ عبرت پکڑیں اور قرض حتی الامکان نہ لیں۔

۸۔خیال رہے کہ تین کا یہ حصر اضافی ہے حقیقی نہیں،ان تین کے علاوہ اور صورتیں بھی ہیں جن میں سوال درست ہوتا ہے جیسے وہ بے دست و پا جو کمانے پر قادر نہ ہو،وہ طالب علم جس نے اپنے کو طلب علم کے لیے وقف کردیا ہو اور لوگ توجہ نہ کرتے ہوں بغیر طلب نہ دیتے ہو۔مرقات نے فرمایا کہ خانقاہوں کے وہ مجاور جنہوں نے اپنے کو ریاضت ومجاہدات کے لیے حقیقی معنے میں وقف کردیا ہو ان کے لیے اُن ہی میں کا ایک سوال کرسکتا ہے،روٹیاں کپڑے جمع کرسکتا ہے،مگر خیال رہے کہ رب تعالیٰ نیت سے خبردار ہے مانگنے کے لیے صوفی نہ بن جائے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح،ج ۳،ص ۶۳)

(14) صحیح البخاري، کتاب الزکاۃ، باب الاستعفاف عن المسألۃ، الحدیث:۱۴۷۱،ج۱،ص۴۹۷

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔خلاصہ یہ ہے کہ معمولی سے معمولی کام کرنا اور تھوڑے پیسوں کے لیے بہت سی مشقت کرنا بہتر ہے اس سے عزت نہیں جاتی مگر بھیک مانگنا برا جس سے عزت جاتی رہتی ہے،برکت ہوتی نہیں۔اسمیں اشارۃً فرمایا گیا کہ اگر کسی بڑے آدمی پر کوئی وقت پڑ جائے تو محنت مشقت کرنے میں شرم نہ کرے کیونکہ یہ سنت انبیاء ہے۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے معمولی سے معمولی کام بھی اپنے ہاتھ شریف سے کئے ہیں بلکہ دیکھا یہ گیا ہے کہ بھکاری بھیک مانگنے میں بڑی محنتیں کرتے ہیں اگر مزدوری کریں یا جھاڑی فروخت کریں تو ان پر محنت بھی کم پڑے اور آبرو سے بھی کھائیں۔اس حدیث سے اشارۃً یہ معلوم ہوا کہ جنگل کے خودرو درخت مباح ہیں ان پر جو قبضہ کرکے کاٹ لے وہ اس کا مالک ہوجائے گا جیسے جنگلی شکار یا عام کنوؤں کا پانی کیونکہ اگر یہ لکڑی کاٹنے والا اس کا مالک نہ ہوتا تو اس کا بیچنا جائز کیونکر ہوتا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس کام کو خیر کیوں فرماتے۔شعر

بدست آنکہ تفتہ کردن خمیر　　　　به از دست بر سینہ پیش امیر

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح،ج ۳،ص ۶۷)

(15) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب بیان ان الید العلیا خیر من الید السفلی الخ، الحدیث:۱۰۳۳،ص۵۱۵

←

حدیث ۲۰: امام مالک و بخاری و مسلم و ابو داود و ترمذی و نسائی ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ انصار میں سے کچھ لوگوں نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے سوال کیا، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے عطا فرمایا، پھر مانگا حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے عطا فرمایا، پھر مانگا حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے عطا فرمایا، یہاں تک وہ مال جو حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے پاس تھا ختم ہوگیا پھر فرمایا: جو کچھ میرے پاس مال ہوگا، اُسے میں تم سے اُٹھا نہ رکھوں گا اور جو سوال سے بچنا چاہے گا، اللہ تعالیٰ اُسے بچائے گا اور جو غنی بننا چاہے گا، اللہ (عزوجل) اُسے غنی کر دے گا اور جو صبر کرنا چاہے گا، اللہ تعالیٰ اُسے صبر دے گا اور صبر سے بڑھ کر اور اس سے زیادہ وسیع عطا کسی کو نہ ملی۔ (16)

حکیم الامت کے مدنی پھول

٦ ۔اوپر والے ہاتھ سے مراد دینے والا ہے اور نیچے والے سے مانگ کر لینے والا، خواہ دینے والا نذرانہ کے طور پر نیچا ہاتھ کرکے ہی دے اور لینے والا اوپر ہاتھ کرکے ہی اٹھائے مگر پھر بھی دینے والا ہی اونچا ہے، یہاں دینے اور لینے سے مراد بھیک دینا اور لینا ہے، اولاد کا ماں باپ کو دینا، مرید صادق کا اپنے شیخ کامل کی خدمت میں کچھ پیش کرنا، انصار کا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں نذرانے پیش کرنا اس حکم سے علیحدہ ہیں، اگر ہماری کھالوں کے جوتے بنیں اور رشتہ جان کے تسمے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اسے استعمال فرمائیں تو ان کے حق کا کروڑواں حصہ ادا نہ ہو۔ اس حدیث سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ غنا فقر سے بہتر ہے اور غنی شاکر فقیر صابر سے افضل مگر حق یہ ہے کہ فقیر صابر غنی شاکر سے افضل ہے۔ ہماری اس تقریر سے یہ حدیث غنی کے افضل ہونے کی دلیل نہیں ہوسکتی کیونکہ یہاں بھکاری فقیر کا ذکر ہے نہ کہ صابر کا، بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ یہاں اوپر والے ہاتھ سے فقیر صابر مراد ہے اور نیچے والے سے بھکاری، تب تو سبحان اللہ! بہت لطف کی بات ہے۔

٧ ۔بعد کے معنے سوا بہت ہی مناسب ہیں جو شیخ نے اختیار کیے یعنی آپ سے تو جیتے جی قبر میں حشر میں مانگتا ہی رہوں گا کیوں نہ مانگوں میں بھکاری آپ داتا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ" اور فرماتا ہے: "اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ" اور فرماتا ہے: "وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ" ۔آپ سے مانگنے میں ہماری عزت ہے، ہاں آپ کے سوا کسی سے نہ مانگوں گا۔ شعر

اُن کے در کی بھیک چھوڑیں سروری کے واسطے ان کے در کی بھیک اچھی سروری اچھی نہیں

کل قیامت میں ساری خلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت وغیرہ کی بھیک مانگے گی، حضرت حکیم نے یہ وعدہ ایسا پورا کیا کہ اگر گھوڑے سے آپ کا کوڑا گر جاتا تو خود اتر کر لیتے کسی سے مانگتے نہیں۔ خیال رہے کہ ارزء رزءٌ سے بمعنی کم کرنا، چونکہ مانگنے سے مانگنے والے کی عزت گھٹ جاتی ہے اور دینے والے کا کچھ مال بھی کم ہوتا ہے اس لیے اسے رزءٌ فرمایا۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۶۸)

(16) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب التعفف والصبر الخ، الحدیث: ۱۰۵۳، ص ۵۲۴

←

حدیث ۲۱: حضرت امیر المومنین فاروقِ اعظم عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کہ لالچ محتاجی ہے اور نا اُمیدی تونگری۔ آدمی جب کسی چیز سے ناامید ہوجاتا ہے تو اس کی پرواہ نہیں رہتی۔ (17)

حدیث ۲۲: امام بخاری و مسلم فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، فرماتے ہیں: کہ حضور اقدس صلی اللہ

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ مانگنا بلاضرورت تھا جیسا کہ اگلے فرمان سے معلوم ہورہا ہے۔ ضرورۃً مانگنے والوں کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی دیتے تھے اوروں سے بھی دلواتے تھے۔

۲۔ یعنی وہ حضرات مانگتے رہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دیتے رہے انہیں سب کچھ دے کر پھر مسئلہ بتایا اس میں تبلیغ بھی ہے اور سخاوت مطلقہ کا اظہار بھی۔ معلوم ہوا کہ بلاضرورت مانگنے والوں کو دینا حرام نہیں اگرچہ انہیں مانگنا ممنوع ہے۔ خیال رہے کہ جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ خوش ہوکر دیا ہے وہ بہت عرصہ تک ختم نہ ہوا۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو تھوڑے تھوڑے جو عطا فرمائے تھے جو ان بزرگوں نے سالہا سال کھائے اور کھلائے، پھر جب تولے تو اتنے ہی تھے مگر تولنے سے ختم ہوگئے، حضرت طلحہ کے ہاں ساڑھے چار سیر جو کی روٹی پر سینکڑوں آدمیوں کی دعوت فرمادی جیسا کہ باب المعجزات میں آئے گا، لہذا اس ختم ہونے سے کوئی دھوکا نہ کھائے، یار کے رنگ مختلف ہیں جب خوشی سے دیں تو سب کچھ ہے اور اگر کوئی ناخوش کرکے لے تو اس میں برکت نہیں۔

۳۔ خیر سے مراد مال ہے، چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مال حلال ہی لیتے تھے اس لیے اسے خیر فرمایا۔ اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی مال جمع نہ کیا اور نہ بعد وفات کچھ وراثۃً چھوڑا جو باغ وغیرہ تھے وہ سب مسلمانوں پر وقف رہے۔

۴۔ یہ حدیث اس حدیث قدسی کی شرح ہے "اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ" یعنی رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے قریب رہتا ہوں اس کا ظہور آخرت میں تو ہوگا ہی کہ اگر بندہ معافی کی امید کرتا ہوا مرجائے تو ان شاء اللہ اسے معافی ہی ملے گی، اکثر دنیا میں بھی ہوجاتا ہے کہ جو قرض نہ لینے یا نہ مانگنے کا خدا کے بھروسے پر پورا ارادہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اسے ان سے بچا ہی لیتا ہے اور جو یہ کوشش کرے کہ دنیا والوں سے لاپرواہ رہوں تو بہت حد تک اللہ اسے لاپرواہ ہی رکھتا ہے مگر یہ فقط زبانی دعویٰ نہ ہو عملی کوشش بھی ہو کہ کمانے میں مشغول رہے، خرچ درمیانہ رکھے، گلچھرّے نہ اڑائے، اللہ رسول سچے ہیں ان کے وعدے حق، غلطی ہم کرجاتے ہیں۔

۵۔ یعنی رب تعالیٰ کی عطاؤں میں سے بہترین اور بہت گنجائش والی عطا صبر ہے کہ رب تعالیٰ نے اس کا ذکر نماز سے پہلے فرمایا: "اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ" اور صابر کے ساتھ اللہ ہوتا ہے، نیز صبر کے ذریعہ انسان بڑی بڑی مشقتیں برداشت کرلیتا ہے اور بڑے بڑے درجے حاصل کرلیتا ہے، رب تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: "اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا" ہم نے انہیں بندہ صابر پایا، صبر ہی کی برکت سے حضرت حسین علیہ السلام سید الشہداء ہوئے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۷۰)

(17) حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، رقم: ۱۲۵، ج ۱، ص ۸۷

تعالیٰ علیہ وسلم مجھے عطا فرماتے تو میں عرض کرتا، کسی ایسے کو دیجیے جو مجھ سے زیادہ حاجت مند ہو، ارشاد فرمایا: اسے لو اور اپنا کرلو اور خیرات کردو، جو مال تمھارے پاس بے طمع اور بے مانگے آجائے، اسے لے لو اور جو نہ آئے تو اُس کے پیچھے اپنے نفس کو نہ ڈالو۔ (18)

حدیث ۲۳: ابوداود انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، کہ ایک انصاری نے حاضرِ خدمت اقدس ہوکر سوال کیا، ارشاد فرمایا: کیا تمھارے گھر میں کچھ نہیں ہے؟ عرض کی، ہے تو، ایک ٹاٹ ہے جس کا ایک حصہ ہم اوڑھتے ہیں اور ایک حصہ بچھاتے ہیں اور ایک لکڑی کا پیالہ ہے جس میں ہم پانی پیتے ہیں، ارشاد فرمایا: میرے حضور دونوں چیزوں کو حاضر کرو، وہ حاضر لائے، حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے اپنے دستِ مبارک میں لے کر ارشاد فرمایا: انھیں کون خریدتا ہے؟ ایک صاحب نے عرض کی، ایک درہم کے عوض میں خریدتا ہوں، ارشاد فرمایا: ایک درہم سے زیادہ کون دیتا ہے؟ دو یا تین بار فرمایا، کسی اور صاحب نے عرض کی، میں دو درہم پر لیتا ہوں، انھیں یہ دونوں چیزیں دے دیں اور درہم لے لیے اور انصاری کو دونوں درہم دے کر ارشاد فرمایا: ایک کا غلّہ خرید کر گھر ڈال آؤ اور ایک کی کلہاڑی خرید کر میرے پاس لاؤ، وہ حاضر لائے، حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے اپنے دستِ مبارک سے اُس میں بینٹ ڈالا اور فرمایا: جاؤ لکڑیاں کاٹو اور بیچو اور پندرہ دن تک تمھیں نہ دیکھوں (یعنی اتنے دنوں تک یہاں حاضر نہ ہونا) وہ گئے، لکڑیاں کاٹ

(18) صحیح البخاري، کتاب الاحکام، باب رزق الحکام والعاملین علیھا، الحدیث: ۷۱۶۴، ج ۴، ص ۴۶۱

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ صحبت پاک مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تاثیر تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ صرف غنی نہیں بلکہ غنی تر غنی گر ہوگئے، مانگنا تو کیا بغیر مانگے آتی ہوئی چیز میں بھی ایثار ہی کرتے ہیں اور دوسروں کو اپنے پر ترجیح دیتے ہیں، اپنے دور خلافت میں جب فارس اور روم کے خزانے مدینہ میں لاتے ہیں تو اس وقت بھی خود ایک قمیص ہی دھو دھو کر پہنتے ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

۲۔ سبحان اللہ! کیا بے مثال تعلیم ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جو بغیر مانگے اور بغیر طمع کے ملے وہ رب تعالٰی کا عطیہ ہے اسے نہ لینا گویا اس عطیہ کی بےقدری ہے دنیا والوں سے استغناء اچھا اور اللہ و رسول کا ہمیشہ محتاج رہنا اچھا۔ مشائخ کرام معمولی نذرانہ بھی قبول کر لیتے ہیں، ان کا ماخذ یہ حدیث ہے پھر کیا خوب فرمایا کہ تم خود لے کر صدقہ کردو تاکہ تمہیں لینے کا بھی ثواب ملے اور دینے کا بھی۔

حکایت: حضرت بنان حمالی کا پیشہ کرتے تھے ایک بار امام احمد بن حنبل کا کچھ سامان اجرت پر گھر پہنچایا وہاں تنور سے روٹیاں نکلتی دیکھیں، امام احمد نے اپنے بیٹے سے کہا کہ دو روٹیاں بنان کو بھی دے دو بنان نے انکار کردیا جب چلے گئے تو امام نے پھر دو روٹیاں ان کے پاس بھیجیں بنان نے قبول کرلیں، کسی نے امام احمد سے بنان کے اس رویہ کی وجہ پوچھی کہ انہوں نے پہلے کیوں نہ لیں پھر کیوں لے لیں، امام نے فرمایا کہ وہ مردِ متقی ہے پہلے ان کے نفس میں انتظار پیدا ہو چکا تھا نہ لیں، لوٹ جانے کے بعد مایوس ہوگئے تھے پھر لے لیں اور آپ نے یہی حدیث پڑھی۔ (مرقات) (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۷۱)

کر بیچتے رہے، اب حاضر ہوئے تو اُنکے پاس دس درہم تھے، چند درہم کا کپڑا خریدا اور چند کا غلہ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ اس سے بہتر ہے کہ قیامت کے دن سوال تمھارے مونھ پر چھالا ہو کر آتا۔ سوال درست نہیں، مگر تین شخص کے لیے، ایسی محتاجی والے کے لیے جو اُسے زمین پر لٹادے یا تاوان والے کے لیے جو رسوا کردے یا خون والے (دیت) کے لیے جو اُسے تکلیف پہنچائے۔ (19)

---

(19) سنن أبي داود، کتاب الزکاۃ، باب ما تجوز فیہ المسألۃ، الحدیث: ۱۶۴۱، ج ۲، ص ۱۶۸

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ تشریف آوری سے پہلے لوگ قرض وسوال میں گھرے ہوئے تھے۔ چنانچہ یہود کے ہاں کی بہت زمینیں جائیدادیں، مال، مکان وغیرہ گرو پڑے تھے، سوال کر لینے کا عام رواج تھا کیونکہ اکثر لوگ بہت غریب و نادار تھے اسی سلسلے میں یہ حضرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سوال کرنے حاضر ہوئے۔

۲۔ سبحان اللہ! یہ ہے بگڑی قوم کا بنانا، یہاں یہ ممکن تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اسے کچھ دے دیتے مگر وہ چند روز میں کھا کر برابر کر دیتا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریقہ سے اس کی بلکہ اس کی نسل کی زندگی سنبھال دی فقیر کو دے دینا آسان مگر اس کی زندگی سنبھال دینا بہت مشکل ہے۔ تجربہ ہے کہ پہاڑ ڈھا دینا اور دریا پاٹ دینا آسان مگر بگڑی قوم کو سنبھال دینا مشکل۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام ایسی خوش اسلوبی سے انجام دیئے جس کی مثال نہیں ملتی۔

۳۔ حلس ح کے کسرہ سے ٹاٹ کو بھی کہتے ہیں اور موٹے کمبل کو بھی جو اونٹ کی پیٹھ پر پالان کے نیچے ڈالا جاتا ہے یہاں دونوں معنے کا احتمال ہے۔ بھلا غریبی کی حد ہوگئی کہ اس اللہ کے بندے کی سارے گھر میں کل کائنات یہ دو چیزیں ہیں، حالت یہ کہ ایک ہی کمبل کو آدھا بچھا کر خود بیوی بچے سب لیٹ جاتے اور اسی کا آدھا یہ سب اوڑھ لیتے جیسا کہ نَبْسُطُ کے جمع متکلم سے معلوم ہو رہا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان غریبوں کو تخت و تاج کا مالک بنایا ہے۔

۴۔ اگرچہ یہ بھی ہوسکتا تھا کہ سرکار اس مسکین سے ہی فرمادیتے کہ یہ دونوں چیزیں بیچ کر کلہاڑی خریدلو جس سے لکڑیاں کاٹو اور بیچو اور اپنا کام چلاؤ مگر اس صورت میں وہ اہمیت ظاہر نہ ہوتی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل شریف سے ظاہر ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ صرف کہہ دینے سے قوم کی اصلاح نہیں ہوتی اس کے لیے کچھ کر کے بھی دکھانا پڑتا ہے، مبلغین قولی تبلیغ پر کفایت نہ کریں بلکہ عملی تبلیغ بھی کریں۔

۵۔ اس سے نیلام کا بھی ثبوت ہوا جسے عربی میں بیع مَنْ یَزِیْد کہتے ہیں اور نیلام میں بار بار بولی مانگنا بھی ثابت ہوا یہ دونوں چیزیں سنت سے ثابت ہیں۔

۶۔ خیال رہے کہ جس حدیث میں دوسرے کے بھاؤ پر بھاؤ چڑھانا منع فرمایا گیا وہاں وہ صورت مراد ہے جہاں تاجر و خریدار راضی ہو چکے ہوں اور یہ چڑھا کر ان کا بھاؤ بگاڑ دے یہاں یہ صورت نہیں، یہاں تو تاجر خود بھاؤ چڑھانے کا مطالبہ کر رہا ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ اس حدیث سے بیع معاطات (جسے بیع تعاطی بھی کہتے ہیں) ثابت ہوئی یعنی زبان سے ایجاب وقبول نہ کرنا صرف لین دین سے ←

حدیث ۲۴، ۲۵: ابو داود و ترمذی بافادہ تصحیح و تحسین و حاکم بافادہ تصحیح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

بیع کر دینا جیسا آج کل عام طور پر ہوتا ہے، دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں نہ اس سے ایجاب کرایا نہ خود قبول فرمایا صرف لے دے کر بیع کر دی۔

۷۔ یعنی ایک درہم کے جو خرید کر اپنی بیوی کو دے تاکہ وہ پیس پکا کر خود بھی کھائے تجھے اور بچوں کو بھی کھلائے اور دوسرے درہم کی کلہاڑی خرید کر مجھے دے جا اور روٹی کھا کر پھر آنا۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ فقیر نادار پر بھی بیوی بچوں کا خرچہ واجب ہے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ فرمایا کہ بیوی سے بھی کمائی کرا۔ دوسرے یہ کہ کمانا صرف مرد پر لازم ہے نہ کہ بیوی پر کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کلہاڑی صرف مرد کو دی دو کلہاڑیاں لے کر عورت و مرد میں تقسیم نہ فرمائیں۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو لڑکیوں سے کمائی کرانے کے لیے بی اے، ایم اے کرا رہے ہیں اور جو ضروری مسائل لڑکیوں کو سکھانا فرض ہیں ان سے بالکل بے خبر ہیں۔

۸۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس سے کوئی کام کاج شروع کرایا جائے اس کی کچھ بدنی امداد بھی کی جائے، دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں اس کی مالی امداد نہ کی بلکہ بدنی امداد فرمائی کیونکہ مالی امداد سے اس کے مانگنے کی عادت نہ چھوٹتی، اب اسے غیرت ہوگئی کہ جب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے ہاتھ سے اتنا کام کر سکتے ہیں تو میں کیوں نہ محنت کروں۔

۹۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ جنگلی لکڑیاں شکاری جانوروں کی طرح عام مباح ہیں جو قبضہ کر لے وہ اس کا مالک ہے کہ وہ اسے بیچ بھی سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بافرمان الٰہی مالک احکام ہیں، دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے ان پندرہ دنوں کی جماعت سے نماز معاف فرمادی حتی کہ درمیان میں جمعہ بھی آیا وہ بھی اس کے لیے معاف رہا، اسی دوران ان پر اسے مسجد نبوی میں آنا ممنوع ہوگیا کیونکہ اس کو فرمایا گیا تجھ کو میں دیکھوں نہیں، اب اگر وہ مسجد میں حاضر ہوتے تو اس ممانعت کے مرتکب ہوتے، انہوں نے اس زمانہ میں دن کی نماز جنگل میں اور رات کی گھر پڑھیں۔

۱۰۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت پندرہ دن تک مسجد میں قطعاً حاضر نہ ہوئے ورنہ اگر اس دوران میں جماعت عشاء کے لیے بھی کبھی آئے ہوتے تو اس کا ضرور یہاں ذکر ہوتا اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ان سے روزانہ کا حساب پوچھتے، یہ ان کی خصوصیت میں سے ہے، اب کسی تاجر یا پیشہ ور کو یہ جائز نہیں کہ کاروبار میں مشغول ہو کر جماعت ترک کرے۔

۱۱۔ یعنی حلال پیشہ خواہ کتنا ہی معمولی ہو بھیک مانگنے سے افضل ہے کہ اس میں دنیا و آخرت میں عزت ہے۔ افسوس آج بہت سے لوگ اس تعلیم کو بھول گئے، مسلمانوں میں صدہا خاندان پیشہ ور بھکاری ہیں۔

۱۲۔ تکلیف دہ فقیری میں فاقہ اور فقیر کی معذوری یعنی بے دست و پا ہونا دونوں شامل ہیں اور رسوا کن قرض سے وہ قرض مراد ہے جس میں قرض خواہ مہلت نہ دے، مقروض کی آبرو ریزی پر تیار ہو۔ تکلیف دہ خون سے یہ مراد ہے کہ اس نے کسی کو قتل کر دیا جس کی دیت اس پر لازم ہوئی، اس کے پاس نہ مال ہے نہ اہل قرابت، یہ تینوں آدمی بقدر ضرورت سوال کر سکتے ہیں۔ خیال رہے کہ یہ پابندیاں مانگنے کے لیے ہیں زکوۃ لینے کے لیے نہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳، ص ۷۷)

راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے فاقہ پہنچا اور اُس نے لوگوں کے سامنے بیان کیا تو اُس کا فاقہ بند نہ کیا جائے گا اور اگر اس نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی تو اللہ عزوجل جلد اُسے بے نیاز کر دے گا، خواہ جلد موت دے دے یا جلد مالدار کر دے۔(20) اور طبرانی کی روایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: جو بھوکا یا محتاج ہوا اور اس نے آدمیوں سے چھپایا اور اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کی تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ ایک سال کی حلال روزی اس پر کشادہ فرمائے۔(21)

بعض سائل کہہ دیا کرتے ہیں کہ اللہ (عزوجل) کے لیے دو، خدا کے واسطے دو، حالانکہ اس کی بہت سخت ممانعت آئی ہے۔ ایک حدیث میں اُسے ملعون فرمایا گیا ہے۔ اور ایک حدیث میں بدترین خلائق اور اگر کسی نے اس طرح سوال کیا تو جب تک بُری بات کا سوال نہ ہو یا خود سوال بُرا نہ ہو (جیسے مالدار یا ایسے شخص کا بھیک مانگنا جو قوی تندرست کمانے پر قادر ہو) اور یہ سوال کو بلا دقت پورا کر سکتا ہے تو پورا کرنا ہی اَدب ہے کہ کہیں بروئے ظاہر حدیث یہ بھی اُسی وعید کا مستحق نہ ہو(22)، وہاں اگر سائل مُتعنت

---

(20) سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ، باب فی الاستعفاف، الحدیث: ۱۶۴۵، ج ۲، ص ۱۷۰

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی اپنی غریبی کی شکایت لوگوں سے کرتا پھرے اور بے صبری ظاہر کرے اور لوگوں کو اپنا حاجت رواں جان کر ان سے مانگنا شروع کر دے تو اس کا انجام یہ ہوگا کہ اسے مانگنے کی عادت پڑ جائے گی جس میں برکت نہ ہوگی اور ہمیشہ فقیر ہی رہے گا۔

۲۔ یعنی جو اپنا فاقہ لوگوں سے چھپائے، رب تعالیٰ کی بارگاہ میں دعائیں مانگے اور حلال پیشہ میں کوشش کرے تو رب تعالیٰ اسے مانگنے کی ضرورت ڈالے گا ہی نہیں، اگر اس کے نصیب میں دولت مندی نہیں ہے تو اسے ایمان پر موت نصیب کر کے جنت کی نعمتیں عطا فرمائے گا اور اگر دولتمندی نصیب میں ہے تو وہ جلدی نہ سہی دیر سے ہی عطا فرما دے گا کہ اس کی کمائی میں برکت دے گا۔ ہماری اس تقریر سے یہ اعتراض اٹھ گیا کہ موت سے غنا کیسے حاصل ہوتی ہے کیونکہ پہلے غنا سے مراد مالداری نہیں بلکہ لوگوں سے بے نیازی ہے۔ خیال رہے کہ آدمی مر کر لوگوں کے مال سے بے نیاز ہو جاتا ہے اگرچہ ان کے ایصال ثواب کا منتظر رہتا ہے، یہاں مالی غنا مراد ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۷۸)

(21) المعجم الصغیر للطبرانی، الحدیث: ۲۱۴، ج ۱، ص ۱۴۱

(22) طبرانی معجم کبیر میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((ملعون من سأل بوجه الله و ملعون من سئل بوجه الله ثم منع سائله مالم يسأل هجرا))

(الترغیب والترھیب، کتاب الصدقات، ترھیب السائل أن یسأل بوجہ اللہ غیر الجنۃ الخ، الحدیث: ۱، ج ۱، ص ۳۴۰)

تجنیس ناصری پھر تاتارخانیہ پھر ہندیہ میں ہے: ←

ہو(23) تو نہ دے۔ نیز یہ بھی لحاظ رہے کہ مسجد میں سوال نہ کرے، خصوصاً جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگ کرکہ یہ حرام ہے، بلکہ بعض علما فرماتے ہیں: کہ مسجد کے سائل کو اگر ایک پیسہ دیا تو ستّر پیسے اور خیرات کرے کہ اس ایک پیسہ کا کفارہ ہو۔ (24) مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک شخص کو عرفہ کے دن عرفات میں سوال کرتے دیکھا، اُسے دُرّے لگائے اور فرمایا: کہ اس دن میں اور ایسی جگہ غیر خدا سے سوال کرتا ہے۔(25)

ان چند احادیث کے دیکھنے سے معلوم ہوا ہوگا کہ بھیک مانگنا بہت ذلت کی بات ہے بغیر ضرورت سوال نہ کرے اور حالت ضرورت میں بھی اُن امور کا لحاظ رکھے، جن سے ممانعت وارد ہے اور سوال کی اگر حاجت ہی پڑ جائے تو مبالغہ ہرگز نہ کرے کہ بے لیے پیچھا نہ چھوڑے کہ اس کی بھی ممانعت آئی ہے۔

❀❀❀❀❀

اذا قال السائل بحق الله تعالیٰ او بحق محمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلّم ان تعطینی کذا لا یجب علیه فی الحکم والاحسن فی المروءة ان یعطیه وعن ابن المبارك قال یعجبنی اذا سأل سائل بوجه الله تعالیٰ ان لا یعطی۔ ۱۲منہ (انظر: ردالمحتار، کتاب الهبة، مطلب في معنی التملیک، ج ۱۲، ص ۶۴۹)

(23) یعنی سوال کرنے والا خود اپنی ذلت کے درپے ہو یعنی پیشہ ور بھکاری ہو۔

(24) ردالمحتار، کتاب الهبة، مطلب في معنی التملیک، ج ۱۲، ص ۶۴۹

درمختار میں ہے:

یحرم فیه (ای المسجد) السوال ویکره الاعطاء ورفع صوت بذکر الا للمتفقهة ۲؂۔

(۲؂ الدرالمختار آخر باب مایفسد الصلوٰة الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۹۳)

مسجد میں سوال کرنا حرام اور سائل کو دینا مکروہ ہے۔ مسائل فقہیہ سیکھنے سکھانے کے علاوہ وہاں ذکر سے آواز کا بلند کرنا بھی مکروہ ہے۔(ت)

(25) مشکاة المصابیح، کتاب الزکاة، باب من لاتحل له المسألة ومن تحل له، الحدیث: ۱۸۵۵، ج ۱، ص ۵۱۴

صدقات نفل کا بیان

اللہ تعالٰی کی راہ میں دینا نہایت اچھا کام ہے، مال سے تم کو فائدہ نہ پہنچا تو تمھارے کیا کام آیا اور اپنے کام کا وہی ہے جو کھا پہن لیا یا آخرت کے لیے خرچ کیا، نہ وہ کہ جمع کیا اور دوسروں کے لیے چھوڑ گئے۔ اس کے فضائل میں چند حدیثیں سُنیے اور ان پر عمل کیجیے، اللہ تعالٰی توفیق دینے والا ہے۔

حدیث ۱: صحیح مسلم شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: بندہ کہتا ہے، میرا مال ہے، میرا مال ہے اور اُسے تو اس کے مال سے تین ہی قسم کا فائدہ ہے، جو کھا کر فنا کر دیا، یا پہن کر پُرانا کر دیا، یا عطا کر کے آخرت کے لیے جمع کیا اور اُس کے سوا جانے والا ہے کہ اوروں کے لیے چھوڑ جائے گا۔(1)

---

(1) صحیح مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب الدنیا سجن للمؤمن وجنۃ للکافر، الحدیث: ۲۹۵۹، ص ۱۵۸۲

صدقہ کے فضائل اور ثواب

صدقہ کی فضیلت کے بارے میں کئی آیاتِ قرانیہ موجود ہیں جن میں صدقہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے،

(1) مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یُقۡرِضُ اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗۤ اَضۡعَافًا کَثِیۡرَۃً

ترجمہ کنزالایمان: ہے کوئی جو اللہ کو قرض حسن دے تو اللہ اس کے لئے بہت گنا بڑھا دے۔ (پ2، البقرۃ: 245)

(2) وَالۡمُتَصَدِّقِیۡنَ وَالۡمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِیۡنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالۡحٰفِظِیۡنَ فُرُوۡجَہُمۡ وَالۡحٰفِظٰتِ وَ الذّٰکِرِیۡنَ اللّٰہَ کَثِیۡرًا وَّالذّٰکِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰہُ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃً وَّ اَجۡرًا عَظِیۡمًا

ترجمہ کنزالایمان: اور خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں اور روزے والے اور روزے والیاں اور اپنی پارسائی نگاہ رکھنے والے اور نگاہ رکھنے والیاں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں ان سب کے لئے اللہ نے بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔ (پ22، الاحزاب: 35)

(3) کَانُوۡا قَلِیۡلًا مِّنَ الَّیۡلِ مَا یَہۡجَعُوۡنَ ﴿17﴾ وَ بِالۡاَسۡحَارِ ہُمۡ یَسۡتَغۡفِرُوۡنَ ﴿18﴾ وَ فِیۡۤ اَمۡوَالِہِمۡ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَ الۡمَحۡرُوۡمِ ﴿19﴾

ترجمہ کنزالایمان: وہ رات میں کم سویا کرتے اور پچھلی رات استغفار کرتے اور ان کے مالوں میں حق تھا منگتا اور بے نصیب کا۔

(پ26، الذریت: 16تا19)

(4) اِنَّ الۡمُصَّدِّقِیۡنَ وَ الۡمُصَّدِّقٰتِ وَ اَقۡرَضُوا اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا یُّضٰعَفُ لَہُمۡ وَ لَہُمۡ اَجۡرٌ کَرِیۡمٌ ﴿18﴾ ←

ترجمہ کنزالایمان: بے شک صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور وہ جنہوں نے اللہ کو اچھا قرض دیا ان کے دونے ہیں اوران کے لئے عزت کاثواب ہے۔(پ27،الحدید:18)

(5)اِنۡ تُقۡرِضُوا اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا یُّضٰعِفۡهُ لَكُمۡ وَ یَغۡفِرۡ لَكُمۡ وَ اللّٰهُ شَكُوۡرٌ حَلِیۡمٌ ﴿17﴾

ترجمہ کنزالایمان: اگرتم اللہ کو اچھا قرض دوگے وہ تمہارے لئے اس کے دونے کردے گا اورتمہیں بخش دے گا اور اللہ قدر فرمانے والا حلم والا ہے۔(پ28،التغابن:18)

(6)وَمَا تُقَدِّمُوۡا لِاَنۡفُسِكُمۡ مِّنۡ خَیۡرٍ تَجِدُوۡهُ عِنۡدَ اللّٰهِ هُوَ خَیۡرًا وَّ اَعۡظَمَ اَجۡرًا

ترجمہ کنزالایمان: اور اپنے لئے جو بھلائی آگے بھیجو گے اسے اللہ کے پاس بہتر اور بڑے ثواب کی پاؤگے(پ29،المزمل:20)

(7) وَ سَیُجَنَّبُهَا الۡاَتۡقَی ﴿17﴾ الَّذِیۡ یُؤۡتِیۡ مَالَهٗ یَتَزَكّٰی ﴿18﴾ وَ مَا لِاَحَدٍ عِنۡدَهٗ مِنۡ نِّعۡمَةٍ تُجۡزٰۤی ﴿19﴾ اِلَّا ابۡتِغَآءَ وَجۡهِ رَبِّهِ الۡاَعۡلٰی ﴿20﴾ وَ لَسَوۡفَ یَرۡضٰی ﴿21﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور بہت اس سے دور رکھا جائے گا جوسب سے بڑا پرہیز گار جواپنا مال دیتاہے کہ ستھرا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جوسب سے بلند ہے اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔

(پ30،الیل:17تا21)

اس بارے میں احادیثِ مقدسہ:

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَرصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا، صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا اور اللہ عزوجل بندے کے عفوودرگزر کے سبب اس کی عزت میں اضافہ فرمادیتاہے اورجو اللہ عزوجل کے لئے عاجزی اختیار کرتاہے اللہ عزوجل اسے بلندی عطافرماتا ہے۔

(مسلم،کتاب البر والصلۃ،باب استحباب العفو والتواضع،رقم ۲۵۸۸،ص ۱۳۹۷)

حضرتِ سیدنا ابوکَبْشہ اَنْماری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم کوفرماتے ہوئے سنا، تین چیزوں پر میں قسم اٹھاتا ہوں اور میں تمہیں بتاتا ہوں، تم اسے یاد کرلو کہ صدقہ مال میں کچھ کمی نہیں کرتا اور جومظلوم، ظلم پر صبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ فرمادیتاہے اور جو بندہ سوال کا دروازہ کھولتاہے اللہ عزوجل اس پرفقر کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں تم اسے یادکرلو، دنیا چار طرح کے لوگوں کے لئے ہے،(۱) وہ بندہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال اور علم عطافرمایا اور وہ اس معاملے میں اللہ عزوجل سے ڈرتاہے اور صلہ رحمی کرتاہے اوراپنے مال میں سے اللہ عزوجل کا حق تسلیم کرتاہے تو یہ بندہ سب سے افضل مقام میں ہے،(۲) جسے اللہ تعالیٰ نے علم عطافرمایا، مال عطانہیں فرمایا مگراس کی نیت سچی ہے اور وہ کہتاہے ←

اگر اللہ عزوجل مجھے مال عطا فرماتا تو میں فلاں کی طرح عمل کرتا تو اسے اس کی نیت کے مطابق ثواب دیا جائے گا اور ان دونوں کا ثواب برابر ہے، (۳) وہ بندہ جسے اللہ عزوجل نے مال عطا فرمایا اور علم عطا نہ فرمایا اور وہ علم کے بغیر خرچ کرتا ہے اور اس معاملے میں اپنے رب عزوجل سے نہیں ڈرتا اور نہ صلہ رحمی کرتا ہے اور نہ ہی اپنے مال میں اللہ عزوجل کا حق تسلیم کرتا ہے تو وہ خبیث ترین درجے میں ہے، (۴) وہ شخص جسے اللہ عزوجل نے نہ تو مال عطا فرمایا اور نہ ہی علم عطا فرمایا اور وہ کہتا ہے اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں کی طرح عمل کرتا تو ان دونوں کا گناہ برابر ہے۔ (ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء مثل الدنیا مثل اربعۃ نفر، رقم ۲۳۳۲، ج ۴، ص ۱۴۵)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلَّم سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا اور بندہ صدقہ دینے کیلئے جب اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے تو وہ سائل کے ہاتھ میں جانے سے پہلے اللہ عزوجل کے دستِ قدرت میں آجاتا ہے اور جو بندہ بلاضرورت سوال کا دروازہ کھولتا ہے، تو اللہ عزوجل اس پر فقر کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ (المعجم الکبیر، رقم ۱۲۱۵۰، ج ۱۱، ص ۳۲۰)

حضرتِ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلَّم نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا، اے لوگو! مرنے سے پہلے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں توبہ کرلو اور مشغولیت سے پہلے نیک اعمال کرنے میں جلدی کرلو اور اللہ عزوجل کا کثرت سے ذکر کرنے اور پوشیدہ اور ظاہری طور پر کثرت سے صدقہ کے ذریعے اللہ عزوجل سے اپنا رابطہ جوڑلو تو تمہیں رزق دیا جائے گا اور تمہاری مدد کی جائے گی اور تمہاری مصیبتیں دور کی جائیں گی۔

(ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ، فی فرض الجمعۃ، رقم ۱، ج ۲، ص ۵)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلَّم نے فرمایا، ایک شخص کسی ویران جگہ سے گزر رہا تھا تو اس نے بادل میں سے ایک آواز سنی کہ فلاں کے باغ کو سیراب کرو تو وہ بادل جھک گیا اور اس نے اپنا پانی ایک پتھریلی زمین میں برسادیا تو وہاں کے نالوں میں سے ایک نالے میں وہ سارا پانی جمع ہوگیا اور ایک سمت بہنے لگا تو وہ شخص اس نالی کے ساتھ چل دیا تو اس نے دیکھا کہ وہ پانی ایک باغ میں داخل ہوا جہاں ایک کسان کھڑا تھا تو اس نے اس کسان سے پوچھا اے اللہ تعالیٰ کے بندے! تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا، فلاں یہ وہی نام تھا جو اس نے بادل سے آنے والی آواز سے سنا تھا۔ اس کسان نے کہا، اے اللہ کے بندے! تو نے میرا نام کیوں پوچھا؟ تو اس شخص نے کہا، جس بادل سے یہ بارش برس رہی ہے تیرا نام میں نے اس سے سنا ہے، یہ بادل کہہ رہا تھا کہ فلاں کے باغ کو سیراب کرو، تو اپنے کھیت میں ایسا کیا کرتا ہے (کہ تیری زمین کو بادل نے سیراب کیا)؟ تو اس نے جواب میں کہا، جب تو نے یہ بات پوچھ ہی لی ہے تو سن لے کہ جو کچھ میرے اس باغ سے نکلتا ہے تو میں اس کے تین حصے کرلیتا ہوں ایک حصہ صدقہ کردیتا ہوں اور ایک حصہ خود کھاتا ہوں اور اپنے عیال کو کھلاتا ہوں اور تیسرے حصے کو اسی زمین میں کاشت کرلیتا ہوں۔ (مسلم، کتاب الزھد والرقائق، الصدقۃ فی المساکین، رقم ۲۹۸۴، ص ۱۵۹۳)

....

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَرصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلَّم نے صدقہ دینے والے اور بخیل کی مثال کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا، ان دونوں کی مثال ان دو شخصوں کی طرح ہے جنہوں نے لوہے کی دو زرہیں پہن رکھی ہوں جو ان کے سینے سے ہنسلی کی ہڈی تک ہوں۔ تو صدقہ دینے والا جب صدقہ دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی زرہ کھل جاتی ہے اور وہ اپنی خواہش پوری کرلیتا ہے اور بخیل جب صدقہ دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی زرہ سکڑ کر اس کو چمٹ جاتی ہے اور ہر کڑی اپنی جگہ پیوست ہو جاتی ہے۔ حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنی انگلیاں اپنے گریبان میں ڈال کر گریبان کو کشادہ کرتے ہوئے دیکھا مگر وہ کشادہ نہ ہوا، فرمایا: اس طرح۔

(بخاری، کتاب اللباس، جیب القمیص من عند الصدر، رقم ۵۷۹۷، ج ۴، ص ۴۹)

حضرتِ سیدنا یزید بن ابی حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ حضرتِ سیدنا مَرثد بن عبداللہ مزنی رضی اللہ عنہ اہل مصر میں سب سے پہلے مسجد کی طرف چلا کرتے تھے اور میں نے ان کو کبھی مسجد میں صدقہ دیئے بغیر داخل ہوتے نہیں دیکھا یا تو ان کی آستین میں سکے ہوتے یا روٹی یا پھر گندم کے دانے یہاں تک کہ بسا اوقات میں نے ان کو پیاز اٹھائے ہوئے بھی دیکھا تو میں نے ان سے کہا، اے ابوالخیر! یہ پیاز تو تمہارے کپڑوں کو بدبودار کردے گا۔ تو انہوں نے فرمایا، اے ابن ابی حبیب! میں نے اس کے علاوہ کوئی شے صدقہ کرنے کیلئے اپنے گھر میں نہ پائی، مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب علیہم الرضوان میں سے ایک شخص نے بتایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کہ قیامت کے دن مؤمن کا صدقہ اس کیلئے سایہ ہوگا۔

(ابن خزیمہ، کتاب الزکاۃ، باب اظلال الصدقۃ صاحبہا، رقم ۲۴۳۲، ج ۴، ص ۹۵)

حضرتِ سیدنا عُقبَہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ، قیامت کے دن لوگوں کے درمیان فیصلہ ہونے تک ہر شخص اپنے صدقہ کے سائے میں ہوگا۔ حضرتِ سیدنا یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضرتِ سیدنا مرثد رضی اللہ عنہ کا کوئی دن ایسا نہ گزرتا جس میں وہ کوئی صدقہ نہ کرتے ہوں اگرچہ کیک (ایک قسم کی روٹی) یا پیاز ہو۔ (مستدرک، کتاب الزکاۃ، کل امری فی ظل صدقتہ حتی یفصل، رقم ۱۵۵۷، ج ۲، ص ۴۳)

حضرتِ سیدنا عُقبَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلَّم نے فرمایا، بیشک کسی شخص کا صدقہ اس کی قبر سے گرمی کو دور کردیتا ہے اور قیامت کے دن مؤمن اپنے صدقے کے سائے میں ہوگا۔

(المعجم الکبیر، عن عقبہ، رقم ۷۸۸، ج ۱۷، ص ۲۸۶)

حضرتِ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، مجھے بتایا گیا ہے کہ اعمال ایک دوسرے پر فخر کرتے ہیں تو صدقہ کہتا ہے کہ میں تم سب سے افضل ہوں۔ (ابن خزیمہ، کتاب الزکاۃ، باب فضل الصدقۃ علی غیرہا الخ، رقم ۲۴۳۳، ج ۴، ص ۹۵)

حضرتِ سیدنا اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصار میں سب سے زیادہ مالدار تھے ←

....

اوران کا سب سے پسندیدہ مال بَیْرُحاء کے نام کا ایک کھجور کا باغ تھا جو کہ مسجد نبوی شریف کے سامنے ہی تھا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس میں داخل ہوتے اور صاف پانی نوش فرماتے تھے۔ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ

ترجمہ کنزالایمان: تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو۔ (پ4، آل عمران: 92)

حضرتِ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ

ترجمہ کنزالایمان: تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو۔ (پ4، آل عمران: 92)

اور بیشک میرا سب سے زیادہ محبوب ترین مال بیرحاء ہے اور میں اسے صدقہ کرتا ہوں اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اس کے اجر وثواب کا امیدوار ہوں، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اسے وہاں خرچ کر دیجئے جہاں اللہ عزوجل فرمائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بہت خوب یہ ایک نفع بخش مال ہے، بہت خوب یہ ایک نفع بخش مال ہے۔

(بخاری، کتاب الزکاۃ، باب الزکاۃ علی الاقارب، رقم ۱۴۶۱، ج۱، ص ۴۹۳)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ایک شخص نے کہا کہ میں ضرور صدقہ کروں گا۔ پھر وہ اپنا صدقہ لے کر گھر سے نکلا اور اسے ایک چور کو دے بیٹھا۔ صبح کے وقت لوگوں میں باتیں ہونے لگیں کہ گزشتہ رات ایک چور کو صدقہ دے دیا گیا۔ یہ سن کر اس نے کہا یا اللہ عزوجل! چور کو صدقہ دینے پر بھی تیرا شکر ہے۔ پھر اس نے کہا کہ میں ضرور صدقہ دوں گا اور رات کے وقت صدقہ لیکر نکلا اور اسے ایک زانیہ کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ پھر صبح لوگ باتیں کرنے لگے کہ گزشتہ رات ایک زانیہ کو صدقہ دے دیا گیا۔ اس نے کہا، اے اللہ تعالیٰ! زانیہ کو صدقہ دینے پر بھی تیرا شکر ہے۔ اس نے پھر کہا کہ میں صدقہ دوں گا اور اپنا صدقہ لے کر نکلا اور ایک غنی کے ہاتھ پر رکھ آیا۔ پھر صبح کو کہا جانے لگا کہ گزشتہ رات ایک غنی کو صدقہ دے دیا گیا۔ تو اس نے کہا اے اللہ عزوجل! غنی، چور اور زانیہ کو صدقہ دینے پر تیرا شکر ہے۔ پھر اس کے پاس ایک آنے والا آیا اور اس سے کہا، جو صدقہ تم نے چور کو دیا شاید اس کی وجہ سے وہ چوری سے باز آجائے اور جو صدقہ تم نے زانیہ کو دیا شاید اس کی وجہ سے وہ اپنے زنا سے باز آجائے اور جو صدقہ تم نے غنی کو دیا شاید وہ اس سے عبرت پکڑے اور اللہ عزوجل کے عطا کئے ہوئے مال سے خرچ کرنے لگے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس سے کہا گیا کہ تیرا صدقہ قبول ہو گیا۔ (بخاری، کتاب الزکاۃ، باب اذا تصدق علی غنی، رقم ۱۴۲۱، ج۱، ص ۴۷۹)

حضرتِ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے کون ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ پسند ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ←

عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں سے ہر ایک کو اپنا مال زیادہ پسند ہے۔ فرمایا، تمہارا مال تو وہ ہے جسے تم آگے بھیج چکے (یعنی صدقہ کر چکے) اور جو تم نے چھوڑا وہ تو وارث کا مال ہے۔ (بخاری، کتاب الرقاق، باب ما قدم من مالہ فھولہ، رقم ۶۴۴۲، ج ۴، ص ۲۳۰)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُودو نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلَّم نے فرمایا، جس نے ایک کھجور کی مقدار اپنے حلال مال سے صدقہ کیا (کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف حلال کو قبول فرماتا ہے) تو اللہ عزوجل اسے اپنے دستِ قدرت سے قبول فرمالے گا، پھر اس کے مالک کے لئے اس میں اضافہ فرماتا رہے گا جس طرح تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے کی پرورش کرتا ہے یہاں تک کہ ایک لقمہ ※ احد پہاڑ جتنا ہو جائے گا اور میری اس بات کی تصدیق قرآن پاک میں اس طرح کی گئی ہے

هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَأْخُذُ الصَّدَقٰتِ

ترجمہ کنزالایمان: اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور صدقے خود اپنے دست قدرت میں لیتا ہے۔ (پ 11، توبہ: 104)

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ

ترجمہ کنزالایمان: اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو۔ (پ 3، البقرہ: 276)

اور ایک روایت میں ہے کہ جب بندہ اپنے حلال مال سے صدقہ کرتا ہے تو اللہ عزوجل اسے قبول فرماتا ہے اور اپنے دستِ قدرت میں لے لیتا ہے۔ پھر اس کی اس طرح پرورش فرماتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے کی پرورش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ صدقہ احد پہاڑ جتنا ہو جاتا ہے۔ (بخاری، کتاب الزکاۃ، باب الصدقہ من کسب طیب، رقم ۱۴۱۰، ج ۱، ص ۴۷۶)

ام المؤمنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ خاتم المُرسلین، رَحمۃٌ لِّلعٰلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق و امین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلَّم نے فرمایا، بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے پھلوں اور کھانے میں اضافہ کرتا رہتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے یا اونٹنی کے بچے کی پرورش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ مال (بارگاہِ خداوندی) میں اُحد پہاڑ جتنا ہو جاتا ہے۔ (طبرانی المعجم الاوسط، عن عائشہ، رقم ۴۲۲۸، ج ۳، ص ۱۷۳)

حضرتِ سیدنا ابوبَرزہ اَسلَمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودو سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، محبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلَّم نے فرمایا، بندہ جب اپنے بچے ہوئے کھانے میں سے صدقہ کرتا ہے تو اللہ عزوجل اس میں اضافہ فرماتا رہتا ہے یہاں تک وہ اُحد پہاڑ کی مثل ہو جاتا ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب فضل الصدقہ، رقم ۴۶۱۵، ج ۳، ص ۲۸۶)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلَّم نے فرمایا، بیشک اللہ عزوجل روٹی کے ایک لقمے اور کھجوروں کے ایک خوشے اور مساکین کے لئے نفع بخش ←

دیگر اشیاء کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائے گا، (۱) گھر کے مالک کو جس نے صدقے کا حکم دیا (۲) اس کی زوجہ کو جس نے اسے درست کر کے خادم کے حوالے کیا (۳) اس خادم کو جس نے مسکین تک وہ صدقہ پہنچایا۔

(مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب اجر الصدقۃ، رقم ۴۶۲۲، ج ۳، ص ۲۸۸)

حضرت سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، عنقریب تم میں سے ہر ایک کے ساتھ اللہ عزوجل اس طرح کلام فرمائے گا کہ دونوں کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا تو وہ بندہ اپنی دائیں جانب دیکھے گا تو جو کچھ اس نے آگے بھیجا وہ اسے نظر آئے گا، جب وہ اپنے بائیں جانب دیکھے گا تو اسے وہی نظر آئے گا جو اس نے آگے بھیجا، اپنے سامنے دیکھے گا تو اسے آگ نظر آئے گی تو اس آگ سے بچو اگر چہ ایک کھجور کے ذریعے ہو۔ اور ایک روایت میں ہے تم میں سے جو آگ سے بچ سکے اگر چہ ایک ہی کھجور کے ذریعے تو اسے چاہیے کہ ضرور بچے۔ (مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقۃ ولو بشق تمرۃ، رقم ۱۰۱۶، ص ۵۰۷)

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم نے فرمایا، تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ وہ اپنے چہرے کو آگ سے بچائے اگر چہ ایک ہی کھجور کے ذریعے ہو۔ (مجمع الزوائد، باب الحث علی الصدقۃ، رقم ۴۵۸۰، ج ۳، ص ۲۷۵)

ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم نے فرمایا، اے عائشہ! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ اگر چہ ایک ہی کھجور کے ذریعے سے اور یہ بھوکے پیٹ میں اتنی جگہ گھیرتی ہے جتنی کہ شکم سیر کے۔ (مجمع الزوائد، باب الحث علی صدقۃ، رقم ۴۵۸۲، ج ۳، ص ۲۷۶)

حضرت سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم نے فرمایا، صدقہ برائی کے ستر دروازوں کو بند کر دیتا ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب فضل الصدقۃ، رقم ۴۶۰۴، ج ۳، ص ۲۸۳)

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم کو منبر کی سیڑھیوں پر فرماتے ہوئے سنا، آگ سے بچو! اگر چہ ایک ہی کھجور کے ذریعے سے ہو بے شک یہ ٹیڑھے پن کو سیدھا کرتی اور بری موت سے بچاتی ہے اور بھوکے پیٹ میں اتنی جگہ گھیرتی ہے جتنی شکم سیر کے پیٹ میں گھیرتی ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی صدقۃ، رقم ۴۵۸۳، ج ۳، ص ۲۷۶)

حضرت سیدنا عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم نے فرمایا، بیشک مسلمان کا صدقہ عمر میں اضافہ کرتا ہے اور بُری موت کو دور کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے تکبر اور فخر کو دور کرتا ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب فضل الصدقۃ، رقم ۴۶۰۹، ج ۳، ص ۲۸۲) ←

حضرتِ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ وٰالہٖ وسلَّم نے فرمایا، صدقہ دینے میں جلدی کرو کیونکہ بلاء صدقہ سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔ اور ایک روایت میں ہے، صدقہ دیا کرو کیونکہ یہ آگ سے بچاتا ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی صدقۃ، رقم ۴۵۹۰، ج ۳، ص ۲۷۷)

حضرتِ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ وٰالہٖ وسلَّم نے فرمایا، صدقہ دینے میں جلدی کیا کرو کیونکہ بلاء صدقہ سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔

(مجمع الزوائد، باب فضل صدقۃ الزکاۃ، رقم ۴۶۰، ج ۳، ص ۲۸۴)

حضرتِ سیدنا حارث اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَرصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ وٰالہٖ وسلَّم نے فرمایا، اللہ عزوجل نے حضرتِ سیدنا یحیٰی بن زکریا علیہما السلام کی طرف پانچ باتیں وحی فرمائیں اور ان پر عمل کرنے اور بنی اسرائیل کو ان پر عمل کی ترغیب دلانے کا حکم دیا۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ میں تمہیں صدقہ دینے کا حکم دیتا ہوں اور صدقے کی مثال اس شخص کی طرح ہے جسے دشمنوں نے قید کرلیا پھر اس کے ہاتھ اسکی گردن پر باندھ دیئے اور اسے قتل کرنے کیلئے اس کے قریب آئے تو وہ کہنے لگا کہ میں اپنی جان کا فدیہ دینے کیلئے تیار ہوں اور قلیل وکثیر مال انہیں دینے لگا یہاں تک کہ اس نے اپنی جان کو آزاد کرالیا۔

(المستدرک، کتاب الصوم، باب وان ریح الصوم ریح المسک، رقم ۱۵۷۴، ج ۲، ص ۵۱)

حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال،، دافِعِ رنج وملال، صاحبِ جُودونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ وٰالہٖ وسلَّم کو حضرتِ سیدنا کَعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہوئے سنا، اے کَعب! نماز اللہ عزوجل کی قربت کا ذریعہ ہے، روزے ڈھال ہیں، صدقہ گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ پھر فرمایا، اے کَعب! لوگ دو حالتوں میں صبح کرتے ہیں، ایک اپنی جان کو بیچ کر ہلاکت میں ڈال دیتا ہے اور دوسرا اپنی جان کو آزاد کرانے کے لئے اسے خرید لیتا ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب الزھد، باب جامع فی المواعظ، رقم ۱۷۷۱۰، ج ۱۰، ص ۳۹۸)

حضرتِ سیدنا کَعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خاتَمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، مَحبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق وامین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖ وٰالہٖ وسلَّم نے فرمایا، اے کَعب! جو گوشت حرام مال سے پلا بڑھا ہو تو وہ جہنم کا زیادہ حق دار ہے۔ پھر فرمایا، اے کَعب بن عجرہ! لوگ دو حالتوں میں صبح کرتے ہیں، ایک اپنی جان آزاد کرانے کی کوشش کرتا ہے اور اسے آزاد کرالیتا ہے اور ایک اسے ہلاکت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ پھر فرمایا اے کَعب! نماز قربانی ہے روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہوں کو اسطرح مٹا دیتا ہے جس طرح برف چٹان سے پگھل جاتی ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الزھد، باب جامع فی المواعظ، رقم ۱۷۷۱۱، ج ۱۰، ص ۳۹۸)

حضرتِ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، ←

....

محبوب ربُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے مجھ سے فرمایا، کیا میں بھلائی کے دروازوں کی طرف تمہاری رہنمائی نہ کروں؟ میں نے عرض کیا، ضرور یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تو ارشاد فرمایا، روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ (ترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء فی حرمۃ الصلاۃ، رقم ۲۶۲۵، ج ۴، ص ۲۸۰)

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا، بیشک صدقہ رب عزوجل کے غضب کو بجھا دیتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے۔

(ترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء فی فضل الصدقۃ، رقم ۶۶۴، ج ۲، ص ۱۴۶)

حضرت سیدتنا میمونہ بنت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم سے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں صدقے کے بارے میں بتایئے؟ فرمایا، جو اللہ عزوجل کی رضا کے لئے اجر و ثواب کی امید پر صدقہ دیتا ہے تو یہ صدقہ اس کے لئے جہنم سے حجاب ہو جاتا ہے۔

(طبرانی کبیر، رقم ۶۲، ج ۲۵، ص ۳۵)

حضرت سیدنا حسن بن ابوالحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! اپنے مال میں سے کچھ حصہ میرے پاس بھیج، نہ یہ جلے گا نہ غرق ہوگا اور نہ ہی چوری ہوگا۔ میں تجھے اس میں سے تیری حاجت کے مطابق عطا کروں گا۔

(بیہقی، شعب الایمان، باب فی الزکاۃ/ التحریض علی صدقۃ التطوع، رقم ۳۳۴۲، ج ۳، ص ۲۱۱)

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا، جب اللہ عزوجل کے پاس کسی چیز کو امانت کے طور پر رکھا جاتا ہے تو وہ اس کی حفاظت فرماتا ہے۔

(بیہقی، شعب الایمان، باب فی الزکاۃ، رقم ۳۳۴۳، ج ۳، ص ۲۱۱)

حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، نماز تجھے آدھے راستے تک پہنچاتی ہے اور روزہ تجھے اللہ عزوجل کے دروازے تک پہنچا دیتا ہے اور صدقہ تجھے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں حاضر کر دیتا ہے۔

حضرت سیدنا یحییٰ بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں صدقے کے دانے کے علاوہ کسی دانے کو نہیں جانتا جو دنیا کے پہاڑوں سے زیادہ وزنی ہو۔

تنگ دست کے بقدرِ طاقت صدقہ کرنے کا ثواب

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿9﴾ ←

....

ترجمہ کنزالایمان: اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔ (پ 28، الحشر: 9)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا، ایک درہم ایک لاکھ دراہم پر سبقت لے گیا۔ تو ایک شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کیسے؟ ارشاد فرمایا، ایک شخص کے پاس کثیر مال ہو اور وہ اپنے مال میں سے ایک لاکھ درہم اٹھائے اور انہیں صدقہ کردے جبکہ دوسرے شخص کے پاس صرف دو درہم ہوں، پھر وہ ان میں سے ایک درہم اٹھائے اور اسے صدقہ کردے۔

(نسائی، کتاب الزکاۃ، باب جھد المقل، ج ۳، ص ۵۹)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم! کونسا صدقہ افضل ہے؟ ارشاد فرمایا، وہ صدقہ جو کوئی تنگدست بقدرِ طاقت کرے اور یہ کہ تم اپنے عیال کی کفالت کرو۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی امامۃ، رقم ۲۲۳۵۱، ج ۸، ۳۰۲، رواہ عن ابی امامہ)

حضرتِ سیدنا ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں" بارگاہ رسالت میں عرض کی گئی:" یارسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم! کونسا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا، تنگدست کا بقدرِ طاقت صدقہ دینا اور وہ صدقہ جو فقیر کو پوشیدہ طور پر دیا جائے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب فی الرخصۃ فی ذالک، رقم ۱۶۷۷، ج ۳، ص ۱۷۹)

امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مؤطا میں نقل فرماتے ہیں کہ ایک مسکین نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کھانے کا سوال کیا۔ آپ رضی اللہ عنہا کے سامنے کچھ انگور رکھے ہوئے تھے تو آپ رضی اللہ عنہا نے کسی سے فرمایا کہ ان میں سے ایک دانہ اٹھا کر اسے دے دو۔ وہ تعجب کے ساتھ آپ کی طرف دیکھنے لگا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا، تم حیران کیوں ہو رہے ہو یہ تو دیکھو کہ اس دانے میں کتنے (مثقال) ذرات ہیں؟ (الموطا للامام مالک، کتاب الصلاۃ، باب الترغیب فی الصدقۃ، رقم ۱۹۳۰، ج ۲، ص ۴۷۳)

حضرتِ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ایک راہب اپنی عبادت گاہ میں ساٹھ سال تک اللہ عزوجل کی عبادت کرتا رہا۔ پھر ایک عورت اس کے پاس آئی تو وہ اس کے پاس نیچے اتر آیا اور چھ راتیں اس کے ساتھ زنا کرتا رہا جب اسے اپنے اس عمل پر ندامت ہوئی تو وہ دوڑتا ہوا مسجد کی طرف آیا۔ وہاں اس نے دیکھا کہ تین بھوکے شخص مسجد میں پناہ گزین ہیں، چنانچہ وہ ایک روٹی لایا اور اسے توڑ کر آدھی دائیں طرف والے اور آدھی بائیں طرف والے کو دے دی۔ اس کے بعد اللہ عزوجل نے ملک الموت علیہ السلام کو بھیجا جنہوں نے اس راہب کی روح قبض کرلی۔ جب اس کی میزان کے ایک پلڑے میں ساٹھ سال کی عبادت رکھی گئی اور دوسرے پلڑے میں چھ دن کے گناہ تو وہ گناہ عبادت پر غالب آگئے لیکن جب روٹی رکھی گئی تو وہ ان گناہوں پر غالب آگئی۔

(شعب الایمان، باب فی الزکاۃ فصل فی ما جاء فی الایثار، رقم ۳۴۸۸، ج ۳، ص ۲۶۲) ←

....

چھپا کر صدقہ دینے کا ثواب

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اِنۡ تُبۡدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ ۚ وَاِنۡ تُخۡفُوۡهَا وَتُؤۡتُوۡهَا الۡفُقَرَآءَ فَهُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ ؕ وَیُکَفِّرُ عَنۡکُمۡ مِّنۡ سَیِّاٰتِکُمۡ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ ﴿271﴾

ترجمہ کنزالایمان: اگر خیرات علانیہ دو تو وہ کیا ہی اچھی بات ہے اور اگر چھپا کر فقیروں کو دو یہ تمہارے لیے سب سے بہتر ہے اور اس میں تمہارے کچھ گناہ گھٹیں گے اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ (پ 3، البقرۃ: 271)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ بِالَّیۡلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً فَلَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ۚ وَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَلَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴿274﴾

ترجمہ کنزالایمان: وہ جو اپنے مال خیرات کرتے ہیں رات میں اور دن میں چھپے اور ظاہر ان کے لیے ان کا نیگ (انعام) ہے ان کے رب کے پاس ان کو نہ کچھ اندیشہ ہو نہ کچھ غم۔ (پ 3، البقرۃ: 274)

منقول ہے کہ یہ آیت امیر المومنین حضرتِ سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ تعالی عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس صرف چار درہم تھے ایک درہم آپ رضی اللہ عنہ نے رات کو صدقہ کر دیا اور ایک دن کو، ایک درہم چھپا کر صدقہ کیا اور ایک درہم اعلانیہ صدقہ کیا۔ (الدر المنثور، البقرۃ: ۲۷۴، ج ۲، ص ۱۰۰)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالی علیہ قالہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا، سات افراد ایسے ہیں کہ اللہ عزوجل انہیں اپنے عرش کے سائے میں اس دن جگہ دے گا جس دن اللہ عزوجل کے عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا، (۱) عادل حکمران (۲) وہ نوجوان جس نے اللہ عزوجل کی عبادت میں اپنی زندگی گزار دی (۳) وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا رہے (۴) وہ دو شخص جو اللہ عزوجل کی رضا کے لئے محبت کرتے ہوئے جمع ہوئے اور محبت کرتے ہوئے جدا ہو گئے (۵) وہ شخص جسے کوئی صاحب مال و جمال عورت گناہ کیلئے بلائے اور وہ کہے کہ میں اللہ عزوجل سے ڈرتا ہوں (۶) وہ شخص جو اسطرح چھپا کر صدقہ دے کہ اسکے دائیں ہاتھ نے جو صدقہ دیا بائیں ہاتھ کو اس کا پتہ نہ چلے (۷) وہ شخص جس کی آنکھیں تنہائی میں اللہ عزوجل کا ذکر کرتے ہوئے بہہ پڑیں۔

(بخاری، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر صلوۃ، رقم ۶۶۰، ج ۱، ص ۲۳۶)

حضرتِ سیدنا ابو اُمامہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالی علیہ قالہ وسلّم نے فرمایا، نیکیاں برائی کے دروازوں سے بچاتی ہیں اور پوشیدہ صدقہ اللہ عزوجل کے غضب سے بچاتا ہے اور صلہ رحمی عمر میں اضافہ کر دیتی ہے۔ (طبرانی کبیر، رقم ۸۰۱۴، ج ۸، ص ۲۶۱)

←

حدیث ۲: بخاری ونسائی ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرماتے ہیں: تم میں کون ہے کہ اُسے اپنے وارث کا مال، اپنے مال سے زیادہ محبوب ہے؟ صحابہ نے عرض کی، یارسول اللہ (عزوجل وصلی

حضرت سیدنا ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَرصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلَّم نے فرمایا، نیکیاں برائی کے دروازوں سے بچاتی ہیں پوشیدہ صدقہ اللہ عزوجل کے غضب سے بچاتا ہے اور صلہ رحمی عمر میں اضافہ کردیتی ہے اور ہر نیک عمل صدقہ ہے اور جولوگ دنیا میں نیکوکار ہیں وہی آخرت میں بھی نیکوکار رہوں گے اور جو لوگ دنیا میں گنہگار ہیں آخرت میں بھی گنہگار رہوں گے اور نیکوکارلوگ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ (طبرانی کبیر، رقم ۸۰۱۵، ج۸، ص۲۶۱)

حضرتِ سیدنا معاویہ بن حیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافِعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُودو نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلَّم نے فرمایا، چھپا کر صدقہ دینا اللہ عزوجل کے غضب کو بجھاتا ہے۔

(طبرانی کبیر، رقم ۸۰۱۴، ج۸، ص۲۶۱)

حضرتِ سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلَّم! صدقہ کی جزاء کیا ہے؟ فرمایا، دوگنا چارگنا اور اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً

ترجمہ کنزلایمان: ہے کوئی جو اللہ کو قرض حسن دے تو اللہ اس کے لئے بہت گنا بڑھادے۔ (پ 2، البقرۃ: 245)

عرض کیا گیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کون سا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا، جو فقیر کو پوشیدہ طور پر دیا جائے اور تنگدست کا بقدر طاقت صدقہ کرنا۔ پھر آپ نے آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ

ترجمہ کنزالایمان: اگر خیرات اعلانیہ دو تو وہ کیا ہی اچھی بات ہے۔ (پ 3، البقرۃ: 271) (طبرانی کبیر، رقم ۷۸۹۱، ج۸، ص۲۲۶)

حضرتِ سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلَّم نے فرمایا، اللہ عزوجل تین آدمیوں سے محبت فرماتا ہے اور تین کو ناپسند فرماتا ہے۔ جن لوگوں سے اللہ عزوجل محبت فرماتا ہے، ان میں سے ایک شخص تو وہ ہے کہ کسی قوم کے پاس کوئی شخص آیا اور اپنی رشتہ داری کے بجائے اللہ عزوجل کے نام پر ان سے سوال کیا لیکن انہوں نے اسے دینے سے منع کردیا، اس کے بعد اُس کے پیچھے یہ شخص آیا اور چھپا کر اسے کچھ عطا کردیا اور اس کے عطیہ کو اللہ عزوجل اور اس دینے والے کے سوا کوئی نہیں جانتا اور ایک قوم رات کو سفر پر نکلی یہاں تک جب نیند ان پر غالب آگئی اور وہ سو گئے تو ان میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑگڑانے لگا اور میری (یعنی کلام اللہ کی) آیتیں تلاوت کرنے لگا، تیسرا وہ شخص جس نے جنگ کے دوران دشمن کا سامنا کیا پھر انہیں شکست ہوئی مگر یہ شخص شہید ہونے یا فتح پانے تک پیچھے نہ ہٹا اور اللہ تعالیٰ کے تین ناپسندیدہ شخص یہ ہیں، بوڑھا زانی، متکبر فقیر، اور ظالم مالدار۔ (ترمذی، کتاب صفۃ الجنۃ، رقم ۲۵۷۷، ج۴، ص۲۵۶) ←

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! ہم میں کوئی ایسا نہیں، جسے اپنا مال زیادہ محبوب نہ ہو۔ فرمایا: اپنا مال تو وہ ہے، جو آگے روانہ کر چکا اور جو پیچھے چھوڑ گیا، وہ وارث کا مال ہے۔(2)

حدیث ۳: امام بخاری ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اگر میرے پاس اُحد برابر سونا ہوتو مجھے یہی پسند آتا ہے کہ تین راتیں نہ گزرنے پائیں اور اُس میں کا میرے پاس کچھ رہ جائے، ہاں اگر مجھ پر دَین ہوتو اُس کے لیے کچھ رکھ لوں گا۔(3)

حضرت سیدنا اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نُور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جب اللہ عزوجل نے زمین کو پیدا فرمایا تو وہ کانپنے لگی اور الٹ پلٹ ہونے لگی تو اللہ عزوجل نے پہاڑوں کی میخیں اس میں گاڑ دیں تو وہ ساکن ہوگئی۔ یہ دیکھ کر ملائکہ کو پہاڑوں کی طاقت پر تعجب ہوا اور انہوں نے عرض کیا، اے رب عزوجل! کیا تو نے پہاڑوں سے زیادہ طاقتور کوئی چیز پیدا فرمائی ہے؟ اللہ عزوجل نے فرمایا، ہاں! وہ لوہا ہے۔ پھر فرشتوں نے عرض کیا، کیا لوہے سے قوی چیز بھی پیدا فرمائی ہے؟ فرمایا، ہاں! وہ آگ ہے۔ پھر ملائکہ نے عرض کیا، آگ سے بھی طاقتور چیز پیدا فرمائی ہے؟ فرمایا۔ ہاں! وہ پانی ہے۔ پھر ملائکہ نے عرض کیا، کیا پانی سے قوی چیز بھی پیدا فرمائی ہے؟ فرمایا، ہاں! وہ ہوا ہے۔ فرشتوں نے پھر عرض کیا، کیا ہوا سے قوی چیز بھی پیدا فرمائی ہے؟ فرمایا، (ہاں) ابن آدم جب اپنے دائیں ہاتھ سے صدقہ دے اور بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو۔

(ترمذی، کتاب التفسیر، باب ۹۵، رقم ۳۳۸۰، ج ۵، ص ۲۴۲)

حضرت سیدنا عبدالعزیز بن ابی روّاد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ (صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دور میں) تین چیزوں کو جنت کے خزانے کہا جاتا تھا (۱) مرض کو چھپانا (۲) مصیبت یا پریشانی کو چھپانا (۳) صدقہ کو چھپانا۔

حضرت سیدنا ابن ابی جعفر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، بیشک صدقہ برائی کے ستر دروازوں کو بند کر دیتا ہے اور پوشیدہ صدقہ اعلانیہ صدقے سے ستر گنا افضل ہے۔

(2) صحیح البخاري، کتاب الرقائق، باب ما قدم من مالہ فھو لہ، الحدیث: ۶۴۴۲، ج ۴، ص ۲۳۰

(3) صحیح البخاري، کتاب الرقائق، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم مایسرنی أن عندی مثل احد ھذا ذھبا، الحدیث: ۶۴۴۵، ج ۴، ص ۲۳۲

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ حدیث کا مطلب بالکل ظاہر ہے، یہ گفتگو ظاہر کے لحاظ سے ہے ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگر چاہتے تو آپ کے ساتھ سونے کے پہاڑ چلا کرتے جیسا کہ دوسری حدیث میں صراحۃً مذکور ہے۔ اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ مقروض نفلی صدقہ نہ دے بلکہ پہلے قرض ادا کرے، نیز اتنی عظیم الشان سخاوت وہ کر سکتا ہے جس کے بال بچے بھی صابر شاکر ہوں ورنہ انہیں بھوکا مار کر نفلی خیرات نہ کرو۔ حضرت صدیق اکبر نے جو سب کچھ خیرات کر دیا اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے گھر والے بھی صابرین کے سردار تھے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ تم پر تمہاری بیوی کا حق بھی ہے اور تمہارے بچوں کا بھی کیونکہ وہاں ہم جیسوں کے لیے قانون کا ذکر ہے اور یہاں ان ←

حدیث ۴و۵: صحیح مسلم میں انھیں سے مروی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی دن ایسا نہیں کہ صبح ہوتی ہے، مگر دو فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان میں ایک کہتا ہے، اے اللہ (عزوجل)! خرچ کرنے والے کو بدلہ دے اور دوسرا کہتا ہے، اے اللہ (عزوجل)! روکنے والے کے مال کو تلف کر۔(4) اور اسی کے مثل امام احمد و ابن حبان وحاکم نے ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

حدیث ۶: صحیحین میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: خرچ کر اور شمار نہ کر کہ اللہ تعالیٰ شمار کر کے دے گا اور بند نہ کر کہ اللہ تعالیٰ بھی تجھ پر بند کر دے گا۔ کچھ دے جو تجھے استطاعت ہو۔(5)

حضور داتا کے خصوصی کرم کا۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳، ص ۸۵)

(4) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب في المنفق والممسک، الحدیث: ۱۰۱۰، ص ۵۰۴

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ یعنی سخی کے لیے دعاء اور کنجوس کے لیے بددعا روزانہ فرشتوں کے منہ سے نکلتی ہے جو یقینا قبول ہے۔ خیال رہے کہ خلف مطلقا عوض کو کہتے ہیں دنیاوی ہو یا اخروی، حسی ہو یا معنوی مگر تلف دنیوی اور حسی بربادی کو کہا جاتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَمَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ" کا تجربہ دن رات ہو رہا ہے کہ کنجوس کا مال حکیم ڈاکٹر، وکیل یا نالائق اولاد برباد کرتی ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳، ص ۸۶)

(5) صحیح البخاري، کتاب الزکاۃ، باب الصدقۃ فیما استطاع، الحدیث: ۱۴۳۴، ج ۱، ص ۴۸۳

کتاب الھبۃ، باب ھبۃ المرأۃ لغیر زوجھا الخ، الحدیث: ۲۵۹۱، ص ۲۰۴

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ یعنی اے اسماء اپنے مال میں سے مطلقًا اور اپنے خاوند کے مال سے بقدر اجازت خرچ کرتی رہو نفلی صدقہ کا حساب نہ لگاؤ ورنہ شیطان دل میں بخل پیدا کر دے گا لہذا یہ حدیث زکوۃ کے حساب کے خلاف نہیں، بے حساب اللہ کے نام پر دو تو وہاں سے تمہیں اتنا ملے گا کہ تم حساب نہ کر سکو گی، یہ مطلب نہیں کہ رب تعالیٰ کے حساب سے باہر ہوگا۔ کھیت میں پانی دیتے وقت ایک شخص کنوئیں سے پانی چھوڑتا ہے اور دوسرا کیاریوں میں پھیلاتا ہے جب تک یہ پھیلاتا رہتا ہے وہاں سے پانی آتا رہتا ہے، دینی راستے اللہ کی کیاریاں ہیں مالدار لوگ ان میں پانی پھیلانے والے ہیں اور روزی پہنچانے والے فرشتے پانی چھوڑنے والے۔

۲۔ یعنی یہ خیال نہ کرو کہ اتنی تھوڑی اور معمولی چیز اتنی بڑی بارگاہ میں کیا پیش کروں وہاں مال کی مقدار نہیں دیکھی جاتی دل کا اخلاص دیکھا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے: "لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ" جب تک کہ اپنی پیاری چیز خیرات نہ کرو بھلائی نہیں پا سکتے، اور جہاں حکم دیا گیا کہ جو ہو سکے خیرات کرو ان دونوں میں تعارض نہیں۔ آیت کا منشاء یہ ہے کہ ہمیشہ معمولی ←

حدیث ۷: نیز صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابنِ آدم! خرچ کر، میں تجھ پر خرچ کروں گا۔(6)

حدیث ۸: صحیح مسلم وسنن ترمذی میں ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابنِ آدم! بچے ہوئے کا خرچ کرنا، تیرے لیے بہتر ہے اور اُس کا روکنا، تیرے لیے بُرا ہے اور بقدر ضرورت روکنے پر ملامت نہیں اور اُن سے شروع کر جو تیری پرورش میں ہیں۔(7)

چیز ہی خیرات نہ کرو اچھی چیزیں بھی خیرات کرو اور اس حدیث کا منشاء یہ ہے کہ بڑی چیز کی انتظار میں چھوٹی خیراتوں سے باز نہ رہو جو چیز کھانے پینے سے بچ رہی اس کے بگڑ جانے کا خطرہ ہے فوراً کسی کو دے دو ورنہ برباد ہو جائے گی۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۳،ص۸۷)

(6) صحیح البخاري، کتاب النفقات، باب فضل النفقۃ علی الاھل، الحدیث: ۵۳۵۲، ج۳،ص۵۱۱

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ سبحان اللہ! کیسی نظر کرم ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اے انسان ختم ہونے اور مٹ جانے والا مال تو میری راہ میں دے میں تجھے اس سے کہیں زیادہ مال بھی دوں گا اور نہ مٹنے والا ثواب بھی، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللهِ بَاقٍ"۔ (از مرقات) خیال رہے کہ جس فانی چیز کو رب تعالیٰ قبول فرمالے وہ باقی ہو جاتی ہے، دنیا صفر ہے یعنی خالی رضائے الٰہی عدد، صفر اکیلا ہو تو کچھ نہیں اور اگر عدد سے مل جائے تو دس گناہ۔ اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ صدقہ سے تقدیر بدل جاتی ہے بدنصیب نصیب ور ہو جاتے ہیں۔ تقدیر کی پوری بحث ہماری کتاب تفسیر نعیمی جلد دوم میں ملاحظہ فرمایئے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۳،ص۸۸)

(7) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب بیان أن الید العلیا خیر من الید السفلی الخ، الحدیث: ۱۰۳۶،ص۵۱۶

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ مشکوٰۃ شریف کے عام نسخوں اور مرقات میں بھی قال اللہ تعالیٰ نہیں ہے مگر اشعۃ اللمعات میں یہ جملہ موجود ہے۔ شیخ نے بھی فرمایا کہ ظاہر یہی ہے کہ یہ حدیث بھی قدسی ہے اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ابن آدم سے خطاب فرماسکتے ہیں۔

۲۔ یعنی اپنی ضروریات سے بچا ہوا مال خیرات کر دینا خود تیرے لیے ہی مفید ہے کہ اس سے تیرا کوئی کام نہ رکے گا اور تجھے دنیا و آخرت میں عوض مل جائے گا اور اسے روکے رکھنا خود تیرے لیے ہی برا ہے کیونکہ وہ چیز سڑ گل یا اور طرح ضائع ہو جائے گی اور تو ثواب سے محروم ہو جائے گا اسی لیے حکم ہے کہ نیا کپڑا پاؤ تو پرانا بیکار کپڑا خیرات کر دو نیا جوتا رب تعالیٰ دے تو پرانا جوتا جو تمہاری ضرورت سے بچا ہے کسی فقیر کو دے دو کہ تمہارے گھر کا کوڑا نکل جائے گا اور اس کا بھلا ہو جائے گا۔

۳۔ اس میں دو حکم بیان ہو گئے: ایک یہ کہ جو مال اس وقت تو زائد ہے کل ضرورت پیش آئے گی اسے جمع رکھ لو آج نفلی صدقے دے کر کل خود بھیک نہ مانگو۔ دوسرے یہ کہ خیرات پہلے اپنے عزیز غریبوں کو دو پھر اجنبیوں کو کیونکہ عزیزوں کو دینے میں صدقہ بھی ہے اور ←

حدیث ۹: صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بخیل اور صدقہ دینے والے کی مثال ان دو شخصوں کی ہے جو لوہے کی زرہ پہنے ہوئے ہیں، جن کے ہاتھ سینے اور گلے سے جکڑے ہوئے ہیں تو صدقہ دینے والے نے جب صدقہ دیا وہ زرہ کشادہ ہوگئی اور بخیل جب صدقہ دینے کا ارادہ کرتا ہے، ہر کڑی اپنی جگہ کو پکڑ لیتی ہے وہ کشادہ کرنا بھی چاہتا ہے تو کشادہ نہیں ہوتی۔ (8)

حدیث ۱۰: صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ظلم سے بچو کہ ظلم قیامت کے دن تاریکیاں ہے اور بخل سے بچو کہ بخل نے اگلوں کو ہلاک کیا، اسی بخل نے اُنھیں خون بہانے اور حرام کو حلال کرنے پر آمادہ کیا۔ (9)

حدیث ۱۱: نیز اُسی میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ (عزوجل وصلی

صلہ رحمی بھی اس کا ذکر آئندہ بھی آئے گا۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۸۹)

(8) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب مثل المنفق والبخیل، ۷۶۔ (۱۰۲۱)، ص ۵۱۰

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یہ تشبیہ مرکب ہے جس میں دو شخصوں کی پوری حالتوں کو دوسرے دو شخصوں کے پورے حال سے تشبیہ دی گئی ہے یعنی کنجوس اور سخی کی حالتیں ان دو شخصوں کی سی ہیں جن کے جسم پر دو لوہے کی زرہیں ہیں، انسان کی خلقی اور پیدائشی محبت مال اور خرچ کرنے کو دل نہ چاہنے کو زرہوں سے تشبیہ دی گئی کہ جیسے زرہ جسم کو گھیرے اور چمٹی ہوتی ہے ایسی محبت مال انسان کے دل کو چمٹی ہوتی ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ"۔ بعض لوگوں نے اسے جبتان ب سے پڑھا مگر جنتان صحیح ہے ن سے۔

۲۔ تراقی ترقوت کی جمع ہے۔ ترقوت وہ ہڈی ہے جو سینہ سے اوپر اور گردن کے نیچے ہے، چونکہ یہ ہڈیاں گردن کے دو طرفہ ہوتی ہیں اس لیے دو آدمیوں کی چار ہڈیاں ہوں گی اس لحاظ سے تراقی جمع ارشاد ہوا۔ اِضْطُرَّتْ مجہول فرما کر اشارۃً یہ بتایا کہ انسان کا یہ بخل قدرتی ہے اختیاری نہیں۔

۳۔ سبحان اللہ! کیا نفیس تشبیہ ہے یعنی بخیل بھی کبھی خیرات کرنے کا ارادہ تو کرتا ہے مگر اس کے دل کی ہچکچاہٹ اس کے ارادہ پر غالب آجاتی ہے اور وہ خیرات نہیں کرتا اور سخی کو بھی خیرات کرتے وقت ہچکچاہٹ تو ہوتی ہے مگر اس کا ارادہ اس پر غالب آجاتا ہے اسی غلبہ پر سخی ثواب پاتا ہے پھر سخاوت کرتے کرتے نفس امارہ اتنا دب جاتا ہے کہ اس کو کبھی خیرات پر ہچکچاہٹ پیدا ہی نہیں ہوتی، یہ بہت بلند مقام ہے جہاں پہنچ کر انسان کھلے دل سے صدقہ کرنے لگتا ہے ہر عبادت کا یہی حال ہے کہ پہلے نفس امارہ روکا کرتا ہے مگر جب اس کی نہ مانی جائے تو پھر روکنا چھوڑ دیتا ہے، نفس کی مثال شیرخوار بچے کی سی ہے جو دودھ چھوڑتے وقت ماں کو بہت پریشان کرتا ہے مگر جب ماں اس کی ضد کی پرواہ نہیں کرتی تو وہ پھر دودھ نہیں مانگتا۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۹۰)

(9) صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والادب، باب تحریم الظلم، الحدیث: ۲۵۷۸، ص ۱۳۹۴

←

اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کس صدقہ کا زیادہ اجر ہے؟ فرمایا: اس کا کہ صحت کی حالت میں ہو اور لالچ ہو، محتاجی کا ڈر ہو اور تونگری کی آرزو، یہ نہیں کہ چھوڑے رہے اور جب جان گلے کو آجائے تو کہے اتنا فلاں کو اور اتنا فلاں کو دینا اور یہ تو فلاں کا ہو چکا یعنی وارث کا۔ (10)

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ ظلم کے لغوی معنے ہیں کسی چیز کو بے موقعہ استعمال کرنا اور کسی کا حق مارنا۔ اس کی بہت قسمیں ہیں: گناہ کرنا اپنی جان پر ظلم ہے، قرابت داروں یا قرض خواہوں کا حق نہ دینا ان پر ظلم، کسی کو ستانا ایذاء دینا اس پر ظلم، یہ حدیث سب کو شامل ہے اور حدیث اپنے ظاہری معنے پر ہے یعنی ظالم پلصراط پر اندھیریوں میں گھرا ہوگا، یہ ظلم اندھیری بن کر اس کے سامنے ہوگا جیسے کہ مؤمن کا ایمان اور اس کی نیک اعمال روشنی بن کر اس کے آگے چلیں گے، رب تعالٰی فرماتا ہے: "یَسْعٰی نُوْرُهُمْ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ" چونکہ ظالم دنیا میں حق ناحق میں فرق نہ کرسکا اس لیے اندھیرے میں رہا۔

۲۔ عربی میں شح بخل سے بدتر ہے، بخل اپنا مال کسی کو نہ دینا ہے اور شح اپنا مال نہ دینا اور دوسرے کے مال پر ناجائز قبضہ کرنا ہے۔ غرضکہ شح بخل، حرص اور ظلم کا مجموعہ ہے اسی لیے یہ فتنوں فساد، خون ریزی وقطع رحمی کی جڑ ہے، جب کوئی دوسروں کا حق ادا نہ کرے بلکہ ان کے حق اور چھیننا چاہے تو خواہ مخواہ فساد ہوگا۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۹۱)

(10) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب بیان ان افضل الصدقۃ صدقۃ الصحیح الشحیح، الحدیث: ۱۰۳۲، ص ۵۱۵

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ ظاہر یہ ہے کہ صدقہ سے مراد صدقہ نفلی ہے، چونکہ یہ بہت سی قسم کا ہوتا ہے اور اس کے مختلف حالات ہوتے ہیں اس لیے انہوں نے یہ سوال کیا یعنی کس وقت کی کون سی خیرات بہتر ہے مسجد بنانا کنواں یا سرائے تیار کرنا یا کسی کو کھانا یا کپڑا دینا وغیرہ۔

۲۔ نہایت حکیمانہ جواب ہے یعنی تندرستی کا ہر صدقہ افضل ہے کیونکہ اس وقت خود اپنے کو بھی مال کی ضرورت ہوتی ہے۔ بخل سے مراد فطری محبت مال ہے یعنی تندرستی میں جب تمہیں خود بھی ضرورت ہے اپنی ضرورت پر دیں یا فقیر کی ضرورت کو مقدم رکھنا بڑی ہمت ہے اور اس کی بارگاہ الٰہی میں بڑی قدر ہے، شیطان بھی اسی وقت بہکاتا ہے کہ ارے تیرے سامنے اتنے خرچ ہیں مت خیرات کر۔

۳۔ ظاہر یہ ہے کہ فلاں سے مراد موصی لہ ہے جس کے لیے وصیت کی جائے اور اتنے سے مراد مال کی مقدار ہے یعنی تم وارثوں سے کہو کہ میرا اتنا مال میرے بعد فلاں فلاں جگہ خرچ کرنا اور ممکن ہے کہ فلاں سے مراد مقرلہ ہو یا وارث کیونکہ وارث کو وصیت جائز ہے جب کہ دوسرے ورثاء راضی ہوں۔ (اشعہ وغیرہ)

۴۔ یہاں فلاں سے مراد وارثین ہیں یعنی اب تم وصیت کرو یا نہ کرو تمہارے پاس سے مال چلدیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرض الموت کی حالت ہی میں بیمار کے مال میں وارثوں کا حق ہوجاتا ہے اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ یہ بیمار صرف تہائی مال کی وصیت کرسکتا ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ اس حالت کے صدقہ وخیرات کا ثواب بہت کم ہے کیونکہ اب خود اسے ضرورت نہ رہی انسان کو چاہیے کہ ←

حدیث ۱۲: صحیحین میں ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہتے ہیں میں حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کعبہ معظمہ کے سایہ میں تشریف فرما تھے، مجھے دیکھ کر فرمایا: قسم ہے رب کعبہ کی! وہ ٹوٹے میں ہیں۔ میں نے عرض کی، میرے باپ ماں حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر قربان وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: زیادہ مال والے، مگر جو اس طرح اور اس طرح اور اس طرح کرے آگے پیچھے دہنے بائیں یعنی ہر موقع پر خرچ کرے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں۔(11)

حدیث ۱۳: سنن ترمذی میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سخی قریب ہے اللہ (عزوجل) سے، قریب ہے جنت سے، قریب ہے آدمیوں سے، دُور ہے جہنم سے اور بخیل دور ہے اللہ (عزوجل) سے، دور ہے جنت سے، دور ہے آدمیوں سے، قریب ہے جہنم سے اور جاہل سخی اللہ (عزوجل) کے نزدیک زیادہ پیارا ہے، بخیل عابد سے۔(12)

حدیث ۱۴: سُنن ابوداود میں ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

تندرستی اور زندگی کو غنیمت سمجھے جو ہو سکے نیکیاں کرلے۔شعر

توشۂ اعمال اپنا ساتھ لے جاؤ ابھی — کون پیچھے قبر میں بھیجے گا سوچو تو سہی

بعد مرنے کے تمہیں اپنا پرایا بھول جائے — فاتحہ کو قبر پر پھر کوئی آئے یا نہ آئے

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳،ص ۹۳)

(11) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب تغلیظ عقوبۃ من لایؤدی الزکاۃ، الحدیث: ۹۹۰،ص ۴۹۵

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ حضرت ابوذر غفاری وہ ہیں جنہوں نے امیری پر لات مار کر فقیری اختیار کی تھی، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہمت افزا کلام ان کی عزت افزائی کے لیے فرمایا یعنی اے ابوذر تم خسارہ میں نہیں خسارہ میں عمومًا مالدار لوگ ہیں۔

۲۔ یہاں قَالَ بمعنی فَعَلَ ہے اور فعل سے مراد صدقہ و خیرات، یہ محاورہ عربی میں بہت عام ہے۔ (لمعات) یعنی وہ سخی جو بلا گنتی دونوں ہاتھ بھر بھر کر نیکیوں میں خرچ کرے خسارہ میں نہیں۔

۴۔ ان چار سمتوں سے مراد ہر نیکی ہر جگہ نیکی ہر حال میں نیکی کرنا ہے اپنے وطن میں بھی خرچ کرے، حرمین شریفین میں بھی بھیجے، جہاں مسلمانوں کو یا اسلام کو ضرورت ہو وہاں پہنچائے۔ واقعی ایسی توفیق والے تھوڑے مالدار ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ"۔ عمومًا مالداروں پر فضول خرچیوں، بدکاریوں اور عیاشیوں کے دروازے کھل جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ عثمان غنی کے خزانہ کا پیسہ عطا فرمائے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳،ص ۹۴)

(12) جامع الترمذي، أبواب البر والصلۃ، باب ماجاء في السخاء، الحدیث: ۱۹۶۸، ج ۳،ص ۳۸۷

←

آدمی کا اپنی زندگی (یعنی صحت) میں ایک درم صدقہ کرنا، مرتے وقت کے سو درہم صدقہ کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔(13)

حدیث ۱۵: امام احمد ونسائی و دارمی و ترمذی ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مرتے وقت صدقہ دیتا یا آزاد کرتا ہے، اُس کی مثال اُس شخص کی ہے کہ جب آسودہ ہولیا تو ہدیہ کرتا ہے۔(14)

حدیث ۱۶: صحیح مسلم شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ ہم سخی اور جواد کا فرق پہلے بیان کر چکے ہیں۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ حقیقی سخی وہ ہے جو غنا پر رب تعالیٰ کی رضا کو ترجیح دے۔ اس کے تین قرب بیان ہوئے اور ایک دوری، اللہ تعالیٰ تو ہر ایک سے قریب ہے لیکن اس سے قریب کوئی کوئی ہے۔ شعر

یار نزدیک تر از بمعن است　　　دین عجب بیں کہ من از وے دُورم

اس حدیث میں اشارۃً فرمایا گیا کہ سخاوت مال حسن مال یعنی انجام بخیر کا ذریعہ ہے سخی سے مخلوق خود بخود راضی رہتی ہے۔

حکایت: کسی عالم سے پوچھا گیا کہ سخاوت بہتر ہے یا شجاعت فرمایا خدا تعالیٰ جسے سخاوت دے اسے شجاعت کی ضرورت ہی نہیں لوگ خود بخود اس کے سامنے چت ہو جائیں گے، چونکہ صدقہ غضب کی آگ بجھاتا ہے اس لیے سخی دوزخ سے دور ہے۔

۲۔ یہاں عابد سے مراد عالم عابد ہے جیسا کہ جاہل کے مقابلے سے معلوم ہو رہا ہے یعنی جو شخص عالم بھی ہو عابد بھی مگر ہو کنجوس کہ نہ زکوۃ دے نہ صدقات واجبہ ادا کرے وہ یقیناً سخی جاہل سے بدتر ہوگا کیونکہ وہ عالم حقیقتاً بے عمل ہے بخل بہت سے فسق پیدا کر دیتا ہے اور سخاوت بہت خوبیوں کا تخم ہے بلکہ وہ عابد بھی کامل نہیں کیونکہ عبادت مالی یعنی زکوۃ وغیرہ ادا نہیں کرتا، صرف جسمانی عبادت ذکر وفکر پر قناعت کرتا ہے جس میں کچھ خرچ نہ ہو۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۹۵)

(13) سنن أبي داود، کتاب الوصایا، باب ماجاء في کراھیۃ الاضرار في الوصیۃ، الحدیث: ۲۸۶۶، ج ۳، ص ۱۵۵

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ زندگی سے مراد تندرستی کی زندگی ہے اور موت کے وقت سے مراد مرض الموت ہے جب زندگی کی آس ٹوٹ جاتی ہے یعنی تندرستی میں تھوڑا مال خیرات کرنا مرتے وقت کے بہت مال کی خیرات سے بہتر ہے کیونکہ تندرستی کی خیرات میں نفس پر جہاد بھی ہے اور مرتے وقت کی خیرات میں اپنا نقصان نہیں بلکہ اپنے وارثوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اس کی پوری شرح ابھی پہلے ہو چکی۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۹۶)

(14) سنن الدارمي، کتاب الوصایا، باب من أحب الوصیۃ ومن کرہ، الحدیث: ۳۲۲۶، ج ۲، ص ۵۰۵

وجامع الترمذي، ابواب الوصایا الخ، باب ماجاء في الرجل یتصدق الخ، الحدیث: ۲۱۲۳، ج ۴، ص ۴۴

←

فرماتے ہیں: ایک شخص جنگل میں تھا، اُس نے اَبر میں ایک آواز سُنی کہ فلاں کے باغ کو سیراب کر، وہ اَبر ایک کنارہ کو ہوگیا اور اُس نے پانی سنگستان میں گرایا اور ایک نالی نے وہ سارا پانی لے لیا، وہ شخص پانی کے پیچھے ہولیا، ایک شخص کو دیکھا کہ اپنے باغ میں کھڑا ہوا کُھرپیا سے پانی پھیر رہا ہے۔ اُس نے کہا، اے اللہ (عزوجل) کے بندے! تیرا کیا نام ہے؟ اُس نے کہا، فلاں نام، وہی نام جو

اُس نے اَبر میں سے سُنا۔ اُس نے کہا، اے اللہ (عزوجل) کے بندے! تُو میرا نام کیوں پوچھتا ہے؟ اُس نے کہا، میں نے اُس اَبر میں سے جس کا یہ پانی ہے، ایک آواز سُنی کہ وہ تیرا نام لے کر کہتا ہے، فلاں کے باغ کو سیراب کر، تو تُو کیا کرتا ہے (کہ تیرا نام لے کر پانی بھیجا جاتا ہے)؟ جواب دیا کہ جو کچھ پیدا ہوتا اس میں سے ایک تہائی خیرات کرتا ہوں اور ایک تہائی میں اور میرے بال بچے کھاتے ہیں اور ایک تہائی بونے کے لیے رکھتا ہوں۔ (15)

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ کہ اگر ہدیہ لینے والا غنی بھی ہو اور دینے والے کے اس طرز عمل سے خبردار بھی تو وہ اس کی قدر نہیں کرتا وہ سمجھتا ہے کہ اس نے اپنے نفس کو مجھ پر مقدم رکھا اور سمجھا کہ یہ بچی چیز برباد ہوجائے گی لاؤ فلاں کو ہی بھیج دو، اسی طرح رب تعالٰی غنی بھی ہے اور ہماری نیتوں سے خبردار بھی۔ صدقات اس کی بارگاہ میں ہدیے ہیں اگر ان کی بارگاہ الٰہی میں قدر چاہتے ہو تو تندرستی میں بھیجو کہ وہاں اخلاص دیکھا جاتا ہے۔ شعر

ما بروں را ننگریم وقال را　　　　ما دروں را بنگریم وحال را

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۳، ص۹۷)

(15) صحیح مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب فضل الانفاق علی المساکین وابن السبیل، الحدیث: ۲۹۸۴، ص ۱۵۹۳

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ شاید یہ شخص اس زمانہ کے اولیاء میں سے ہوگا جس نے فرشتہ کی یہ آواز سنی اور سمجھ بھی لیا۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ بادل کی گرج ہی تھی، گرج فرشتہ کی آواز ہی ہوتی ہے جو بادلوں کو احکام دیتا ہے۔

۲۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ بادل پر فرشتہ مقرر ہے جس کے حکم سے بادل آتے جاتے برستے اور کھلتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض نیک بندوں کے طفیل بدوں پر بھی بارش ہوجاتی ہے۔

۳۔ سبحان اللہ! اس نیک بندے کی کیسی عزت افزائی کی گئی کہ پانی ایک پتھریلے علاقہ پر برسایا گیا، پھر اسے ایک نالی میں جمع کیا گیا، اس نالی کے ذریعہ اس کے باغ میں پانی پہنچایا گیا خود بادل اس باغ پر نہ برسایا گیا جیسے کہ وہ گنہگار جو ایک بستی میں گناہ کرکے دوسری بستی میں کسی عالم کے پاس توبہ کرنے جارہا تھا رستہ میں مرگیا، رب تعالٰی نے حکم دیا کہ یہ جس بستی سے قریب ہو اسی کے احکام اس پر جاری کیے جائیں، ناپا گیا تو بالکل بیچ میں تھا تو گناہ کی بستی پیچھے ہٹائی گئی اور توبہ کی بستی آگے بڑھائی، خود اس کی لاش کو حرکت نہ دی گئی اس کے احترام کی وجہ سے، اس نالہ کے کنارے والے کھیتوں کو بھی اس کے طفیل پانی مل گیا ہوگا۔

←

حدیث ۱۷: صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: بنی اسرائیل میں تین شخص تھے۔ ایک برص والا، دوسرا گنجا، تیسرا اندھا۔ اللہ عزوجل نے ان کا امتحان لینا چاہا، ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا، وہ فرشتہ برص والے کے پاس آیا۔ اس سے پوچھا، تجھے کیا چیز زیادہ محبوب ہے؟ اُس نے کہا: اچھا رنگ اور اچھا چڑا اور یہ بات جاتی رہے، جس سے لوگ گھن کرتے ہیں۔ فرشتہ نے اس پر ہاتھ پھیرا، وہ گھن کی چیز جاتی رہی اور اچھا رنگ اور اچھی کھال اسے دی گئی، فرشتے نے کہا: تجھے کونسا مال زیادہ محبوب ہے؟ اُس نے اونٹ کہا یا گائے (راوی کا شک ہے، مگر برص والے اور گنجے میں سے ایک نے اونٹ کہا، دوسرے نے گائے)۔ اُسے دس ۱۰ مہینے کی حاملہ اونٹنی دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تیرے لیے اس میں برکت دے۔

پھر گنجے کے پاس آیا، اُس سے کہا: تجھے کیا شے زیادہ محبوب ہے؟ اُس نے کہا: خوبصورت بال اور یہ جاتا رہے، جس سے لوگ مجھ سے گھن کرتے ہیں۔ فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا، وہ بات جاتی رہی اور خوبصورت بال اُسے دیے گئے، اُس سے کہا: تجھے کون سا مال محبوب ہے؟ اُس نے گائے بتائی۔ ایک گابھن گائے اُسے دی گئی اور کہا اللہ تعالیٰ تیرے لیے اس میں برکت دے۔

پھر اندھے کے پاس آیا اور کہا: تجھے کیا چیز زیادہ محبوب ہے؟ اُس نے کہا: یہ کہ اللہ تعالیٰ میری نگاہ واپس دے کہ میں لوگوں کو دیکھوں۔ فرشتہ نے ہاتھ پھیرا، اللہ تعالیٰ نے اُس کی نگاہ واپس دی۔ فرشتہ نے پوچھا، تجھے کونسا مال زیادہ پسند ہے؟ اُس نے کہا: بکری۔ اُسے ایک گابھن بکری دی۔ اب اونٹنی اور گائے اور بکری سب کے بچے ہوئے، ایک کے

۴؎ غالب یہ ہے کہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی اس کا نام نہ بتایا بلکہ فلاں فرمادیا یہ راوی نہیں بھولے ہیں اور فلاں فرمانا اس لیے ہے کہ نام لینے کی ضرورت نہ تھی۔ اس سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے علمی یا کم علمی ثابت نہیں ہوتی۔

۵؎ یعنی رب تعالیٰ کے ہاں تیری یہ عزت کہ تیرے نام کی دہائی بادلوں میں ہے اور تیرے لیے دور سے بادل لائے جاتے ہیں، تیری کسی نیکی کی وجہ سے ہے بتا وہ خاص نیکی کون سی تو کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ کسی کی چھپی ہوئی نیکیاں پوچھنا تا کہ خود بھی وہ نیکی کرے جائز بلکہ بہتر ہے، قرآن پاک جو فرماتا ہے: "وَلَا تَجَسَّسُوْا" وہاں لوگوں کی عیب جوئی مراد ہے یعنی لوگوں کے خفیہ عیب مت ڈھونڈو، لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔

۶؎ یعنی میرے پاس اور تو کوئی نیکی نہیں صرف یہ ہے کہ اس کی پیداوار گناہ میں خرچ نہیں کرتا، اپنے بچوں سے روکتا نہیں خدا کا حق بھولتا نہیں ساری ایک دم خرچ نہیں کردیتا اس کا تہائی خیرات کرنا نفلی صدقہ بھی تھا ورنہ بنی اسرائیل کے ہاں ہر مال کی زکوۃ چوتھائی حصہ تھی، ہمارے ہاں پیداوار کی زکوۃ دسواں یا بیسواں حصہ ہے اور چاندی سونے وغیرہ کی چالیسواں حصہ۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اپنی خفیہ نیکیاں کسی کو بتانا تا کہ وہ بھی اس پر عمل کرے ریا نہیں بلکہ تبلیغ ہے فخر نہیں بلکہ رب تعالیٰ کا شکر ہے۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۰۳)

لیے اونٹوں سے جنگل بھر گیا۔ دوسرے کے لیے گائے سے، تیسرے کے لیے بکریوں سے۔

پھر وہ فرشتہ برص والے کے پاس اُس کی صورت اور ہیئات میں ہوکر آیا (یعنی برص والا بن کر) اور کہا: میں مرد مسکین ہوں، میرے سفر میں وسائل منقطع ہوگئے، پہنچنے کی صورت میرے لیے آج نظر نہیں آتی، مگر اللہ (عزوجل) کی مدد سے پھر تیری مدد سے، میں اُس کے واسطے سے جس نے تجھے خوبصورت رنگ اور اچھا چمڑا اور مال دیا ہے۔ایک اونٹ کا سوال کرتا ہوں، جس سے میں سفر میں مقصد تک پہنچ جاؤں۔ اُس نے جواب دیا: حقوق بہت ہیں۔ فرشتے نے کہا: گویا میں تجھے پہچانتا ہوں، کیا تو کوڑھی نہ تھا کہ لوگ تجھ سے گھن کرتے تھے، فقیر نہ تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تجھے مال دیا، اُس نے کہا: میں تو اس مال کا نسلاً بعد نسلٍ وارث کیا گیا ہوں۔ فرشتہ نے کہا: اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے ویسا ہی کردے جیسا تُو تھا۔

پھر گنجے کے پاس اُسی کی صورت بن کر آیا، اُس سے بھی وہی کہا: اُس نے بھی ویسا ہی جواب دیا۔ فرشتے نے کہا: اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے ویسا ہی کردے، جیسا تُو تھا۔

پھر اندھے کے پاس اس کی صورت وہیئات بن کر آیا اور کہا: میں مسکین شخص اور مسافر ہوں، میرے سفر میں وسائل منقطع ہوگئے، آج پہنچنے کی صورت نہیں، مگر اللہ (عزوجل) کی مدد سے پھر تیری مدد سے میں اس کے وسیلہ سے جس نے تجھے نگاہ واپس دی، ایک بکری کا سوال کرتا ہوں جس کی وجہ سے میں اپنے سفر میں مقصد تک پہنچ جاؤں۔ اُس نے کہا: میں اندھا تھا، اللہ تعالیٰ نے مجھے آنکھیں دیں تُو جو چاہے لے لے اور جتنا چاہے چھوڑ دے۔ خدا کی قسم! اللہ (عزوجل) کے لیے تُو جو کچھ لے گا، میں تجھ پر مشقت نہ ڈالوں گا۔ فرشتے نے کہا: تُو اپنا مال اپنے قبضہ میں رکھ، بات یہ ہے کہ تم تینوں شخصوں کا امتحان تھا، تیرے لیے اللہ (عزوجل) کی رضا ہے اور ان دونوں پر ناراضی۔ (16)

---

(16) صحیح مسلم، کتاب الزھد الخ، باب الدنیا سجن للمؤمن الخ، الحدیث: ۲۹۶۴، ص ۱۵۸۴

صحیح البخاري، کتاب احادیث الانبیاء، باب حدیث أبرص وأعمٰی وأقرع في بني إسرائیل، الحدیث: ۳۴۶۴، ج۲، ص ۴۶۳

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ شفا اور مال دے کر اور پھر کچھ مال طلب فرما کر رب تعالٰی دے کر شکر کا امتحان لیتا ہے لیکن صبر کا یہ امتحان خود رب تعالٰی کے اپنے علم کے لیے نہیں ہوتا بلکہ دنیا والوں کے سامنے مثال قائم کرنے کے لیے تاکہ لوگ ان واقعات سے عبرت پکڑیں۔

۲۔ یہ فرشتہ شکل انسانی میں آیا تھا جیسا کہ حدیث کے اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ غالبًا طبیب کی شکل میں ہوگا یا مقبول الدعاء ولی کی تب ہی تو اس بیمار نے یہ خواہش ظاہر کی تاکہ وہ دوا یا دعا دے۔

۳۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ مقبولوں کے ہاتھ پھیرنے سے بیماریاں جاتی ہیں، مصیبتیں ٹل جاتی ہیں بلکہ ان کے دھوون سے شفائیں ملتی ہیں، آب زمزم حضرت اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام کی ایڑی کا دھوون ہے جو تاقیامت شفاء ہے، حضرت ایوب علیہ الصلوۃ والسلام کے ←

حدیث ۱۸: امام احمد و ابوداود و ترمذی ام بجید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، کہتی ہیں: میں نے عرض کی، یا رسول

پاؤں کا غسالہ شفا تھا،رب تعالیٰ فرماتا ہے: "اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ"۔دوسرے یہ کہ بزرگوں کا تکلیف کی جگہ ہاتھ رکھ کر فیض دینا جائز ہے اور عمل سلب امراض جائز ہے یعنی چھوکر بیماری دور کردینا،ان کی اصل یہ حدیث ہے اسی لیے رب تعالیٰ نے فرشتہ کے واسطہ سے اس کو شفادی۔

۴؎ یعنی اسحاق ابن عبداللہ جو اس حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی ہیں انہیں یہ شک ہوگیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کس کے لیے فرمایا اور گائے کس کے لیے۔غالب یہ ہے کہ اس گنجے نے اونٹ ہی مانگا تھا کیونکہ آگے گائے کا ذکر جزم سے آرہا ہے۔

۵؎ عشراء ع کے پیش اور ش کے فتح سے عشر سے بنا،بمعنی دس،دس ماہا حاملہ اونٹنی کو عشراء کہتے ہیں،پھر مطلقًا حاملہ کو عشراء کہنے لگے،بعد میں گھر بار گھوڑے اور جانور دغیرہ پر یہ لفظ بولنے لگے۔(اشعہ)غالبًا کنبہ کو عشیرہ اسی واسطے کہتے ہیں کہ اس سے آدمی دسیوں گنا ہوجاتا ہے،فرشتے نے یہ اونٹنی قدرتی اس کو دی کہیں سے خرید کر یا کسی اور کا مال نہ دیا۔اس سے معلوم ہوا کہ اگر دست غیب میں فرشتے کے ذریعہ غیبی مال ملے تو حلال ہے اس کا ماخذ یہ حدیث ہے۔جنات کا لایا ہوا حلال نہیں کہ وہ اکثر دوسروں کا چوری کرکے لے آتے ہیں فرشتہ نے اسے خیرات بھی دی اور دُعا بھی،اس دعا کی برکت سے ہی اس کا مال بہت بڑھا،جوادمال بھی دیتے ہیں اور دعا بھی۔شعر

جب دینے کو بھیک آئے سرکوئے گدایاں　　　لب پر یہ دعاتھی مرے منگتے کا بھلا ہو

۶؎ ظاہر یہ ہے کہ فرشتہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا کیونکہ شفادینے کے لیے بیماری کی جگہ کو ہی چھوا جاتا ہے۔حدیث کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتہ کے چھوتے ہی گنج بھی جاتی رہی اور کھال پر فوزًا بال بھی اُگ آئے اور بڑھ بھی گئے،دوسروں کے بالوں سے زیادہ خوش نما تھے جیسا کہ حَسَنًا سے معلوم ہورہا ہے۔غرق فرعون کے دن حضرت جبریل کی گھوڑی کی ٹاپ جہاں پڑتی تھی وہاں سبزہ اُگ آتا تھا،اسی خاک کو سامری نے سنبھال لیا،پھر فرعونی سونے کا بچھڑا بناکر اس کے منہ میں ڈال دی،تو بچھڑے میں جان پیدا ہوگئی اور وہ چیخنے لگا،رب تعالیٰ فرماتا ہے: "فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا" الایہ.کوئی منکر حدیث اس پر یہ اعتراض نہیں کرسکتا کہ فرشتہ کے ہاتھ سے فوزًا بال کیسے اُگ سکتے ہیں،اور جب نوری فرشتہ کا یہ فیض ہوسکتا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء امت کا فیض کیسا ہوگا مولینا فرماتے ہیں۔شعر

اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر　　　بہر حق سوئے غریباں یک نظر

یہ حدیث فیض ملائکہ کی بہترین دلیل ہے۔

۷؎ یعنی فرشتہ کے ہاتھ لگاتے ہی اس کی دونوں آنکھیں روشن ہوگئیں۔اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے مقبول بندے اللہ کے حکم سے دافع البلاء ہوتے ہیں،دیکھو گنج،کوڑھ،اندھاپن سخت بلائیں ہیں جو فرشتہ کے ہاتھ لگتے ہی جاتی رہیں،یوسف علیہ السلام کی قمیص یعقوب علیہ السلام کی سفید آنکھ پر لگی تو آنکھ روشن ہوگئی۔(قرآن حکیم)عیسیٰ علیہ السلام نے اعلان عام فرمایا تھا "وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ"۔درود تاج میں جو آتا ہے "دَافِعُ الْبَلَاءِ وَالْوَبَاءِ" الخ اس کا ماخذ قرآن کریم کی یہ آیات اور احادیث ہیں۔جب اطباء کی گولیاں اور جنگل کی جڑی بوٹیاں دافع قبض،دافع جریان ہوسکتی ہیں،ایک شربت کا نام شربت فریادرس ہوسکتا ہے ←

اللہ (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! مسکین دروازہ پر کھڑا ہوتا ہے اور مجھے شرم آتی ہے کہ گھر میں کچھ نہیں ہوتا کہ
تو کیا اللہ کے محبوبوں کا درجہ ان چیزوں سے بھی کم ہے۔

۸۔ اس زمانہ میں جانوروں سے ہی مالداری ہوتی تھی تو مطلب یہ ہوا کہ یہ لوگ اپنے شہر کے بڑے مالدار بن گئے۔

۹۔ ظاہر یہ ہے کہ دونوں ضمیریں فرشتہ کی طرف لوٹ رہی ہیں اور صورت سے مراد اس فرشتہ کی پہلی وہ صورت ہے جس صورت میں دیئے کے وقت آیا تھا۔ مقصد یہ ہے کہ یہ شخص مال پاکر ایسا احسان فراموش ہوگیا کہ اس نے اپنے محسن کو ایسا کورا جواب دیا اور ہوسکتا ہے کہ ضمیر کا مرجع خود کوڑھی ہو یعنی یہ فرشتہ اس کوڑھی کی شکل میں آیا جو پہلے خود اس کی اپنی شکل تھی تاکہ یہ اپنا کوڑھ یاد کرکے اس پر رحم کرے، پہلے معنے زیادہ واضح ہیں۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ فرشتے ہر شکل میں آسکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ مغالطہ میں ڈال کر امتحان لینا جائز ہے یہ دھوکا نہیں بلکہ امتحان ہے۔

۱۰۔ علمی لحاظ سے یہ جملہ خبریہ نہیں تاکہ اسے جھوٹ کہا جائے بلکہ تخییل ہے، یہ تخییل امتحانات اور سوالات میں کام آتی ہے جیسے مسئلہ پوچھا جاتا ہے کہ زید نے اپنی بیوی کو طلاق دی حالانکہ شہر میں نہ کوئی زید ہوتا ہے نہ اس کی بیوی فقط صورت مسئلہ پیش کی جاتی ہے قرآن کریم فرمارہا ہے کہ داؤد علیہ السلام کے پاس دو فرشتے شکل انسانی میں آئے ان میں سے ایک بولا "اِنَّ هٰذَاۤ اَخِیْ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً" الآیہ۔ میرے اس بھائی کے پاس ننانوے بکریاں ہیں اور میرے پاس ایک، حالانکہ وہاں نہ بکریاں تھیں نہ کوئی جھگڑا، لہذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ فرشتہ نے جھوٹ کیوں کہا۔

۱۱۔ اس سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کے ساتھ بندوں سے بھی امداد لینا جائز ہے اور بندے کا ذکر رب تعالیٰ کے ساتھ ملاکر کرسکتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ"۔

۱۲۔ یعنی اپنے پرانے حال کو یاد کر اور اس تبدیلی حال کے شکریہ میں مجھے ایک اونٹ دے دے۔

۱۳۔ بال بچے، نوکر چاکر بہت رکھتا ہوں جن کے باعث خرچ زیادہ ہے انہیں کا پورا نہیں ہوتا تجھے کہاں سے دوں۔

۱۴۔ اس سوال و جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کو اپنی اصلی فقیری اور گزشتہ مصیبتیں یاد ہونی چاہئیں کہ یہ شکر کا ذریعہ ہے اور بدنصیب ہے وہ شخص جو عیش یا طیش میں اللہ کو بھول جائے اور کسی کے یاد دلانے پر جھوٹ بولے۔

۱۵۔ یہ اگر مگر شک کے لیے نہیں بلکہ امتحان ہی کے لیے ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ فرشتہ کی یہ بددعا اسے لگی اور وہ پھر فقیر اور کوڑھی ہوگیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ فقیروں کے بھیس میں کبھی صاحب دل بھی آجاتے ہیں اسی لیے رب نے فرمایا: "وَاَمَّا السَّآىِٕلَ فَلَا تَنْهَرْ"۔ شعر

خاکساران جہاں را بحقارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

۱۶۔ اپنی صورت کی شرح ابھی کی جاچکی ہے کہ اس سے مراد اس گنجے کی صورت ہے یعنی گنجا اور فقیر بن کر آیا تھا یا خود فرشتہ وہ صورت جس میں دیتے وقت آیا تھا، اس سے مقصود گنجے کی ناشکری کا اظہار ہے۔

۱۷۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی امداد حقیقی ہے اور بندے کی مجازی اس لیے ثُمَّ فرمایا گیا تاکہ دونوں مددوں میں فرق معلوم ہو۔ حدیث شریف میں ہے یہ نہ کہو کہ اگر اللہ چاہے اور فلاں چاہے بلکہ یوں کہو اللہ چاہے پھر فلاں چاہے اور ہم ابھی عرض کرچکے ہیں کہ یہ حکم بھی استحبابی ہے ←

اُسے دوں، ارشاد فرمایا: اُسے کچھ دیدے، اگرچہ کُھر جلا ہوا۔ (17)

حدیث ۱۹: بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کی، کہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں گوشت کا ٹکڑا ہدیہ میں آیا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گوشت پسند تھا۔ انہوں نے خادمہ سے کہا: اسے گھر میں رکھ

ورنہ واؤ سے بھی کہہ سکتے ہیں جس کی دلیل قرآن شریف سے پیش کی گئی۔

۱۸۔ یا اس طرح کہ اس کو فروخت کر کے قیمت سے توشہ اور سواری حاصل کرلوں یا اس طرح کہ بکری کو اپنے ساتھ رکھوں اور اس کا دودھ پیتا اور فروخت کرتا ہوا چلا جاؤں، دوسرے معنے زیادہ ظاہر ہیں کہ اگر قیمت مقصود ہوتی تو اس سے پیسے ہی کیوں نہ مانگ لیتا لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بکری سے سفر کیسے ہوگا وہ تو سواری کے لائق نہیں جیسا کہ منکرین حدیث کہتے ہیں۔

۱۹۔ عبارت حدیث سے دو چیزیں معلوم ہوتی ہیں: ایک یہ کہ یہ شخص مادر زاد اندھا نہ تھا بلکہ پہلے انکھیارا تھا بعد میں نابینا ہوا، ورنہ روشنی لوٹانے کے کیا معنے ہوتے، نیز عربی میں مادر زاد اندھے کو اَکمَہ کہتے ہیں اور عارضی اندھے کو اعمٰی۔ دوسرے یہ کہ یہ صدقہ فرضی نہ تھا بلکہ نفلی تھا کیونکہ صدقہ فرضی مقرر ہوتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سارا مال فقیر کے سامنے رکھ دینا جتنا چاہے وہ لے لے اول درجہ کی سخاوت ہے۔

۲۰۔ سبحان اللہ! یہ ہوا اس امتحان کا نتیجہ کہ وہ دونوں دنیوی و اخروی غضب میں آ گئے کہ ان کا مال بھی گیا اور صحت بھی اور رب تعالیٰ کی ناراضی ان سب کے علاوہ، ادھر اس نابینا کے پاس مال بھی رہا آنکھیں بھی، خدا کی رضا اس کے سوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نیکی کا ارادہ بھی اچھا ہے، دیکھو اس سے صدقہ لیا نہ گیا مگر چونکہ وہ دینے پر تیار ہو گیا تھا اس لیے فائدہ پہنچ گیا۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۰۴)

(17) المسند للامام أحمد بن حنبل، حدیث أم بجید، الحدیث: ۲۷۲۱۸، ج ۱۰، ص ۳۲۸

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ آپ کا نام حواء بنت یزید ابن سکن ہے، حضرت اسماء بنت یزید کی بہن ہیں، صحابیہ ہیں انصاریہ ہیں۔

۲۔ یعنی میں اس کے بار بار سوال کرنے سے شرما جاتی ہوں اسے خالی لوٹانے میں غیرت آتی ہے اور پاس کچھ ہوتا نہیں جو دوں، اس کشمکش میں کیا کروں۔ اس میں فقراء کی شکایت نہیں ہے بلکہ شرعی مسئلہ پوچھنا ہے کہ ایسی مجبوریوں میں اسے منع کردینا ناجائز تو نہیں۔

۳۔ جلی کھری فقط مثال کے لیے ہے مراد بہت معمولی غیر قیمتی چیز ہے یعنی یہ نہ سوچو کہ کوئی اعلیٰ چیز ہو تو ہی دوں بلکہ ادنےٰ چیز بھی دے ڈالو۔ خیال رہے کہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مساکین کو کچھ نہیں دیا، وہ تعلیم مسئلہ کے لیے تھا کہ بلاضرورت سوال جائز نہیں یہ تبلیغ تھی نہ کہ سائل کا رد۔ اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہو گیا تھا کہ مدینہ پاک میں کوئی بھی شخص بلاسخت مجبوری مانگتا ہی نہ تھا، حضرت ام بجید کو یہ ارشاد فرمایا کہ چونکہ اب مجبور و معذور لوگ ہی مانگتے ہیں لہٰذا انہیں محروم نہ پھیرا کرو لہٰذا یہ حدیث حکیم ابن حزام وغیرہ کی احادیث کے خلاف نہیں۔ اب پیشہ ور سائلوں کو منع کردینا بھی جائز بلکہ ضروری ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۰۵)

دے، شاید حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) تناول فرمائیں، اُس نے طاق میں رکھ دیا۔ ایک سائل آکر دروازہ پر کھڑا ہوا اور کہا صدقہ کرو، اللہ تعالٰی تم میں برکت دے گا۔ لوگوں نے کہا، اللہ (عزوجل) تجھ میں برکت دے۔ (18) سائل چلا گیا، حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) تشریف لائے اور فرمایا: تمھارے یہاں کچھ کھانے کی چیز ہے؟ اُم المومنین نے عرض کی، ہاں اور خادمہ سے فرمایا: جا وہ گوشت لے آ۔ وہ گئی تو طاق میں ایک پتھر کا ایک ٹکڑا پایا۔ حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: چونکہ تم نے سائل کو نہ دیا، لہٰذا وہ گوشت پتھر ہوگیا۔ (19)

(18) سائل کو واپس کرنا ہوتا تو یہ لفظ بولتے۔

(19) دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ماجاء فی اللحم الذی صار حجرا الخ، ج۶، ص۳۰۰

ومشکاۃ المصابیح، کتاب الزکاۃ، باب الانفاق وکراھیۃ الامساک، الحدیث: ۱۸۸۰، ج۱، ص۵۲۱

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱؎ یہاں خادم سے مراد حضرت ام سلمہ کی لونڈی ہیں، خادم کا لفظ مرد و عورت دونوں پر بول دیا جاتا ہے۔ پتہ نہیں لگا کہ یہ مولے عثمان کون ہیں اور یہ خادمہ کون تھیں مگر چونکہ تمام صحابہ عادل ہیں، کوئی ان میں فاسق نہیں اس لیے ان کے نام معلوم نہ ہونا صحت حدیث کے لیے مضر نہیں اور نہ اس سے حدیث مجہول ہو۔

۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ سائل کا سوال کرتے وقت اہلِ خانہ کو دعائیں دینا بہتر ہے۔ بعض بھکاری صرف دعائیں دیتے ہیں، بعض صرف اپنی محتاجی کا رونا روتے ہیں، بعض کو دیکھا گیا کہ صرف غزلیں اور قصیدے ہی پڑھتے ہیں ہاں بھیک کی نیت سے آیات قرآنیہ پڑھنا سخت ممنوع ہے، دیکھو شامی وغیرہ۔

۳؎ عرب میں یہ دستور ہے کہ جب سائل کو منع کرنا ہوتا ہے تو کبھی کہہ دیتے ہیں "بَارَكَ اللهُ فِيْكَ" اور کبھی کہہ دیتے ہیں اللہ کریم اور کبھی کہتے ہیں "اَللّٰهُ يُغْنِيْكَ عَمَّنْ سِوَاهُ" جیسے ہمارے ہاں کہہ دیتے ہیں معافی دے یا برکت ہے وغیرہ۔ غرضکہ سائل کو جھڑکنا نہیں چاہیے بلکہ نرم الفاظ سے اشارۃً کنایۃً منع کرنا چاہیے، جب وہ باز نہ آئے تو صاف صاف منع کرے کہ اب وہ سائل نہیں بلکہ اڑیل ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے: "وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ" سائل کو نہ جھڑکو۔

۴؎ یعنی کچھ کھانا ہے جو ہم کھائیں، چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں کبھی کھانا ہوتا تھا کبھی نہیں اس لیے اس سوال کی نوبت آئی، نیز یہ سوال اگلے واقعہ کی تمہید ہے ورنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو خبر رہتی تھی کہ گھر میں کچھ ہے یا نہیں کیوں نہ ہو حضرت عیسٰی علیہ السلام فرماتے ہیں: "وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِكُمْ" جو کچھ تم کھاتے اور گھروں میں بچاتے ہو میں تمہیں بتاسکتا ہوں۔ یہاں کُم ضمیر جمع ارشاد ہوئی احترام کے لیے یا سب کچھ گھر والوں سے خطاب ہے۔

۵؎ مروہ عربی میں چھوٹے یا سفید پتھر کو کہتے ہیں، اس پتھر کو بھی کہتے ہیں جس سے آگ نکلتی ہے یعنی چقماق۔ خلاصہ یہ ہے کہ خادمہ نے طاق میں بجائے گوشت کے وہ پتھر دیکھا جس کی رگڑ سے آگ پیدا ہوتی ہے۔

←

حدیث ۲۰: بیہقی شعب الایمان میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سخاوت جنت میں ایک درخت ہے، جو سخی ہے، اُس نے اُسکی ٹہنی پکڑ لی ہے، وہ ٹہنی اُس کو نہ چھوڑے گی جب تک جنت میں داخل نہ کرلے اور بخل جہنم میں ایک درخت ہے، جو بخیل ہے، اُس نے اس کی ٹہنی پکڑ لی ہے، وہ ٹہنی اُسے جہنم میں داخل کیے بغیر نہ چھوڑے گی۔ (20)

حدیث ۲۱: رزین نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: صدقہ میں جلدی کرو کہ بلا صدقہ کو نہیں پھلانگتی۔ (21)

۶۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان تمام باتوں کی خبر رہتی تھی جو آپ کے پیچھے گھروں میں ہوتے تھے، گھر والوں نے بھکاری کے آنے جانے کا واقعہ عرض نہ کیا تھا مگر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے من وعن بیان فرمادیا۔ دوسرے یہ کہ بڑوں کے احکام اور ہیں چھوٹوں کے کچھ اور، دیکھو صدقہ نفلی نہ دینا گناہ نہیں بلکہ جب چیز تھوڑی ہو گھر والوں کو بھی اس کی ضرورت ہو تو صدقہ نہ کرنا بہتر مگر شانِ نبوت یہ تھی کہ ان کے دروازے سے کوئی محروم نہ جائے اس لیے رب تعالیٰ نے ان بزرگوں کو اس طرح متنبہ فرمایا۔ شعر

موسیا آداب دانا دیگراند　　　　سوختہ جان دروانان دیگراند

حدیث شریف بالکل ظاہر پر ہے اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں گوشت مٹی میں رہ کر مٹی بن جاتا ہے تو رب تعالیٰ کی قدرت سے پتھر بھی بن سکتا ہے پچھلی امتوں میں مسخ ہوا، کوئی بندر یا سور بنی، بعض لوگ پتھر بن گئے اگر رب۔ تعالیٰ نے اس گوشت کو مسخ کر کے پتھر بنادیا تو کیا مشکل ہے۔ غرضکہ حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۳، ص۱۰۶)

(20) شعب الایمان، باب فی الجود والسخاء، الحدیث: ۱۰۸۷۷، ج۷، ص۴۳۵

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی سخاوت کی جڑ جنت میں ہے اور اس کی شاخیں دنیا میں، چونکہ سخاوت کی قسمیں بہت ہیں اس لیے فرمایا گیا کہ اس درخت کی دنیا میں شاخیں بہت پھیلی ہوئی ہیں جیسے قرآن کریم فرماتا ہے کہ کلمہ طیبہ کی جڑ مسلمان کے قلب میں ہے اور شاخیں آسمان میں ہمیشہ اپنے پھل دیتا ہے اس آیت میں بھی تمثیل ہے اس حدیث میں بھی۔

۲۔ شریعت میں سخاوت کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان فرض صدقے ادا کرے اور طریقت میں ادنےٰ درجہ یہ ہے کہ صرف فرض پر قناعت نہ کرے نوافل صدقے بھی دے۔ حقیقت و معرفت والوں کے ہاں اس کا ادنےٰ درجے یہ ہے کہ اپنی ضروریات پر دوسروں کی ضروریات کو ترجیح دے ان میں سے ہر درجے کے صدقے کے نتیجے مختلف ہیں۔

۳۔ جو معانی سخاوت کے عرض کیے جاچکے ہیں اس کے مقابل بخل کے بھی معانی ہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۳، ص۱۱۲)

(21) مشکاۃ المصابیح، کتاب الزکاۃ، باب الانفاق وکراہیۃ الامساک، الحدیث: ۱۸۸۷، ج۱، ص۵۲۲

←

حدیث ۲۲: صحیحین میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ہر مسلمان پر صدقہ ہے۔ لوگوں نے عرض کی، اگر نہ پائے؟ فرمایا: اپنے ہاتھ سے کام کرے، اپنے کو نفع پہنچائے اور صدقہ بھی دے۔ عرض کی، اگر اس کی استطاعت نہ ہو یا نہ کرے؟ فرمایا: صاحب حاجت پریشان کی اعانت کرے۔ عرض کی، اگر یہ بھی نہ کرے؟ فرمایا: نیکی کا حکم کرے۔ عرض کی، اگر یہ بھی نہ کرے؟ فرمایا: شر سے باز رہے کہ یہی اُس کے لیے صدقہ ہے۔ (22)

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ اس جملہ کے دو معنے ہوسکتے ہیں: ایک یہ کہ جب کسی قسم کی جانی یا مالی بلا آئے تو بہت جلد صدقے دینا شروع کردو باقی تمام تدبیریں علاج وغیرہ بعد میں کرو تاکہ ان صدقات کی برکت سے اگلی تدبیریں بھی کامیاب ہوں۔ بعض لوگ آفت آتے ہی میلاد شریف، گیارہویں شریف، ختم خواجگان، ختم غوثیہ، ختم بخاری، ختم آیت کریمہ کراتے ہیں، ان کا ماخذ یہ حدیث ہے کہ ان کاموں میں اللہ کا ذکر، اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت شریف وغیرہ بھی ہے اور صدقہ بھی، ذکر اللہ بھی دافع بلا ہے اور صدقہ بھی، بعض لوگ بیماریوں میں ارد و تیل یا بیمار کا جانور پر ہاتھ لگوا کر اسے ذبح کرکے خیرات دیتے ہیں، ان سب کا ماخذ یہی حدیث ہے کہ یہاں صدقہ مطلق ہے۔ دوسرے یہ کہ ہر حال میں ہمیشہ صدقے کرتے رہو کیونکہ ہر وقت ہی آفت آنے کا خطرہ ہے تم آفت سے پہلے صدقہ دے دو، بعض لوگ ہمیشہ میلاد شریف، گیارہویں شریف، ہر ماہ ختم خواجگان وغیرہ کراتے رہتے ہیں تاکہ آفات دور رہیں، ان کا ماخذ بھی یہ حدیث ہے۔ شعر

دکھ میں ہر کو ہر بھجے سکھ میں بھجے نہ کوئے
جو کوئی سکھ میں ہر بھجے تو دکھ کاہے کو ہوئے

۲۔ اسی طرح کہ آنے والی آفت آتی نہیں اور جو آچکی ہے وہ پھرتی نہیں بلکہ لوٹ جاتی ہے، صدقہ انسان اور آفات کے درمیان مضبوط حجاب ہے۔ (مرقات) یہ عمل بہت مجرب ہے اگر کبھی صدقہ سے آفت نہ جائے تو یہ رب تعالیٰ کی آزمائش ہے اس پر صبر کرے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۱۳)

(22) صحیح البخاري، کتاب الادب، باب کل معروف صدقۃ، الحدیث: ۶۰۲۲، ج ۴، ص ۱۰۵۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ یہاں حقی وجوب کے لیے نہیں بلکہ ترغیب کے لیے ہے یعنی مسلمان کو چاہیئے کہ شکر الٰہی کے لیے ان نفلی نیکیوں کو بھی اپنے پر لازم سمجھے اور روزانہ ان پر عمل کی کوشش کرے۔

۲۔ صحابہ کرام یہاں صدقہ سے مالی خیرات سمجھے تھے اس لیے انہیں یہ اشکال پیش آیا کہ بعض مسلمان مسکین مفلوک الحال ہوتے ہیں جن کے پاس اپنے کھانے کو نہیں ہوتا وہ صدقہ کہاں سے کریں۔ سرکار کے اس جواب سے معلوم ہو رہا ہے کہ مال کمانا بھی عبادت ہے کہ اس کی برکت سے انسان ہزار ہا گناہوں سے بچ جاتا ہے جیسے بھیک، چوری وغیرہ، نیز نکما آدمی اپنا وقت گناہوں میں خرچ کرنے لگتا ہے نفس کو حلال کاموں میں لگائے رہو تاکہ تمہیں حرام میں نہ پھنسا دے۔

←

حدیث ۲۳: صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: دو شخصوں میں عدل کرنا صدقہ ہے، کسی کو جانور پر سوار ہونے میں مدد دینا یا اُس کا اسباب اُٹھا دینا صدقہ ہے اور اچھی بات صدقہ ہے اور جو قدم نماز کی طرف چلے گا صدقہ ہے، راستہ سے اذیت کی چیز دور کرنا صدقہ ہے۔ (23)

۳۔ ہاتھ پاؤں کی مدد جیسے بھولے کو راستہ بتا دینا، پردہ نشین بیوگان کا باہر والا کام کر دینا اس میں بھی ثواب ہے۔

۴۔ کہ اس میں نہ کچھ خرچ ہوتا ہے نہ ہاتھ پاؤں ہلانے پڑتے ہیں اور مفت میں ثواب مل جاتا ہے کیونکہ تبلیغ عبادت ہے جس کا بڑا ثواب ہے۔ اس جملہ سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کو احکام شرعیہ سیکھنا چاہئیں کیونکہ بغیر جانے دوسروں کو بتانا ناممکن ہوگا۔ یہ بھی معلوم ہوا تبلیغ صرف علماء کا ہی کام نہیں جسے جو مسئلہ یاد ہو دوسرے کو بتادے۔

۵۔ برائی سے بچنے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ فساد کے زمانہ میں گھر میں گوشہ نشین بن جائے کہ نماز کے اوقات مسجد میں باقی گھر یا جنگل میں گزارے۔ دوسرے یہ کہ بری مجلسوں میں جائے مگر برائی کرنے کے لیے نہیں بلکہ دوسروں کو برائی سے روکنے کے لیے کہ یہ بڑا جہاد ہے۔ اس جملہ سے معلوم ہوا کہ جیسے نیکیاں نہ کرنا گناہ ہے ایسے ہی گناہ نہ کرنا ثواب، نہ کرنے سے مراد بچنا ہے یعنی سلب عدولی نہ کہ سلب محض لہٰذا احدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ہم ہر وقت خصوصا سونے کی حالت میں لاکھوں گناہوں سے بچے رہتے ہیں تو چاہیئے کہ ہمیں ہر سانس میں کروڑوں نیکیاں ملا کریں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى" ۔ یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۲۱)

(23) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب بیان أن اسم الصدقۃ یقع الخ، الحدیث: ۱۰۰۹، ص ۵۰۴

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ سُلامی س کے پیش سے ہے جس کے لغوی معنے ہیں عضو، ہڈی اور جوڑ یہاں تیسرے معنے مراد ہیں۔ انسان کے بدن میں ۳۶۰ جوڑ ہیں جیسا کہ اگلی حدیث میں ہے اگر چہ ہمارا ہر رونگٹا اللہ کی نعمت ہے لیکن ہر جوڑ اس کی بے شمار نعمتوں کا مظہر ہے اس لیے خصوصیت سے اس کا شکریہ ضروری ہوا۔ صدقہ سے مراد نیک عمل ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ یہاں بھی علیٰ لغوی لزوم کے لیے ہے نہ کہ شرعی وجوب کے لیے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر شخص پر اخلاقاً دیانۃً لازم ہے کہ روزانہ ہر جوڑ کے عوض کم از کم ایک نفل نیکی کیا کرے اس حساب سے روزانہ تین سو ساٹھ نیکیاں کرنی چاہئیں تاکہ اس دن جوڑوں کا شکریہ ادا ہو، سورج چمکنے کا ذکر اس لیے فرمایا کہ سورج تو ہر شخص پر چمکتا ہے تو شکریہ بھی ہر شخص پر ہے۔

۲۔ یعنی تہذیب اخلاق، تدبیر منزل، سیاست مدنی، لوگوں سے اچھے برتاوے صدقہ ہیں بشرطیکہ رضائے الٰہی کے لیے ہوں، ہر معمولی سے معمولی کام جب ادائے سنت کی نیت سے کیا جائے گا تو وہ بڑا ہو جائے گا کیونکہ منسوب اگرچہ چھوٹا ہے مگر منسوب الیہ جن کی طرف نسبت ہے صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو بڑے ہیں۔

۳۔ مرقات نے فرمایا کہ نماز کا ذکر مثلاً ہے ورنہ طواف، بیمار پرسی، جنازہ میں شرکت، علم دین کی طلب غرضکہ ہر نیکی کے لیے ←

حدیث ۲۴: صحیح بخاری و مسلم میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو مسلمان پیڑ لگائے یا کھیت بوئے، اُس میں سے کسی آدمی یا پرند یا چوپایہ نے کھایا، وہ سب اُس کے لیے صدقہ ہے۔(24)

حدیث ۲۵ و ۲۶: سنن ترمذی میں ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرماتے ہیں: اپنے بھائی کے سامنے مسکرانا بھی صدقہ ہے، نیک بات کا حکم کرنا بھی صدقہ ہے، بری بات سے منع کرنا صدقہ ہے، راہ بھولے ہوئے کو راہ بتانا صدقہ ہے، کمزور نگاہ والے کی مدد کرنا صدقہ ہے، راستہ سے پتھر، کانٹا، ہڈی دور کرنا صدقہ ہے، اپنے ڈول میں سے اپنے بھائی کے ڈول میں پانی ڈال دینا صدقہ ہے۔(25) اسی کے مثل امام احمد و

قدم ڈالنا صدقہ ہے۔

۳ یعنی رستہ سے کانٹا، ہڈی، اینٹ، پتھر، گندگی غرض جس سے کسی مسلمان راہ گیر کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو اس کو ہٹا دینا بھی نیکی ہے جس پر صدقہ کا ثواب اور جوڑ کا شکریہ ہے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۳، ص۱۲۱)

(24) صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ والمزارعۃ، باب فضل الغرس والزرع، الحدیث: ۱۵۵۳، ص ۸۴۰

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱ عرب میں دستور تھا کہ باغ والے مسافروں کو دو ایک پھل توڑ لینے سے منع نہ کرتے جیسے ہمارے ہاں بھی چنے کا ساگ کاٹنے سے لوگ منع نہیں کرتے، مسافر بھی اس دستور سے واقف تھے وہ بھی چوری کی نیت سے نہیں بلکہ عرفی اجازت کی بنا پر دو چار دانے منہ میں ڈال لیتے تھے، نیز کبھی جانور کھیت پر سے گزرتے ہوئے سبزے میں ایک آدھ منہ مار دیتے ہیں سرکار نے ان سب کو مالک کے لیے صدقہ قرار دیا اس کی وجہ پہلے عرض کی جاچکی کہ کبھی بغیر نیت بھی ثواب مل جاتا ہے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۳، ص۱۲۶)

(25) جامع الترمذي، أبواب البر والصلة، باب ماجاء في صنائع المعروف، الحديث: ۱۹۶۳، ج۳، ص ۳۸۴

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱ خوشی کا مسکرانا جس سے سامنے والا سمجھے کہ میرے آنے سے اسے خوشی ہوئی اس سے وہ بھی خوش ہو جائے، تمسخر کا مسکرانا مراد نہیں جس سے آنے والے کو تکلیف ہو کہ یہ تو گناہ ہے۔

۲ سبحان اللہ! کیا رب تعالیٰ کی مہربانیاں ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اس امت کو ملیں وہ معمولی کام جن میں نہ خرچ ہو نہ تکلیف ثواب کا باعث بن گئے، کسی کو راستہ بتا دینا یا مسئلہ سمجھا دینا بھی ثواب کا باعث ہو گیا۔

۳ یا اس طرح کہ اس کی انگلی پکڑ کر جہاں جانا چاہتا ہے وہاں پہنچا دے یا اس طرح کہ اس کا کام کاج کر دے سب میں ثواب ہے کہ اندھوں اور کمزور نظر والوں کی خدمت نعمتِ آنکھ کا شکریہ ہے، ہر نعمت کا شکر جداگانہ ہے اور شکر پر زیادتی نعمت کا وعدہ ہے "لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ"۔

ترمذی نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

حدیث ۲۷: صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ایک درخت کی شاخ بیچ راستہ پر تھی، ایک شخص گیا اور کہا: میں اُس کو مسلمانوں کے راستہ سے دُور کردوں گا کہ اُن کو ایذا نہ دے، وہ جنت میں داخل کردیا گیا۔(26)

حدیث ۲۸: ابوداود و ترمذی ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو مسلمان کسی مسلمان ننگے کو کپڑا پہنا دے، اللہ تعالیٰ اُسے جنت کے سبز کپڑے پہنائے گا اور جو مسلمان کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلائے، اللہ تعالیٰ اُسے جنت کے پھل کھلائے گا اور جو مسلمان کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلائے، اللہ تعالیٰ اُسے رحیق مختوم (یعنی جنت کی شراب سربند) پلائے گا۔(27)

حدیث ۲۹: امام احمد و ترمذی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو مسلمان کسی مسلمان کو کپڑا پہنا دے تو جب تک اُس میں کا اُس شخص پر ایک پیوند بھی رہے گا، یہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہے گا۔(28)

حدیث ۳۰ و ۳۱: ترمذی و ابن حبان انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

۴؎ کہ اس سے لوگ تکلیف سے بچیں گے اور تمہیں ثواب ملے گا۔ معلوم ہوا کہ جیسے مسلمان کو نفع پہنچانا ثواب ہے ایسے ہی انہیں تکلیف سے بچانا بھی ثواب ہے، کسی بھلے آدمی کو بدمعاش کی شر سے بچالینا ثواب ہے، اگر کوئی شریف النفس آدمی بے خبری میں خبیث النفس سے رشتہ کرنا چاہتا ہو اس سے بچالینا بھی ثواب ہے۔

۵؎ جب اپنے ڈول سے دوسرے کے ڈول میں پانی ڈال دینا ثواب ہوا تو جس کے پاس ڈول یا رسی ہی نہ ہو اسے پانی دینا تو بہت ہی ثواب ہوگا۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۳۷)

(26) صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والادب، باب فضل ازالۃ الاذی عن الطریق، الحدیث: ۱۲۸۔(۱۹۱۴)، (۲۶۱۸) ص ۱۴۱۰، ۱۴۱۱

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱؎ وہ شاخ یا تو خاردار تھی جس کے کانٹے لوگوں کو چبھ جانے کا اندیشہ تھا اور اگر بے خار تھی تو اتنی موٹی تھی جس سے راہ گیر ٹھوکر کھاتے۔ اس حدیث سے اشارۃً معلوم ہو رہا ہے کہ موذی چیز کو راستہ سے ہٹانے میں مسلمانوں کی خدمت کی نیت کرے نہ کہ کفار کی۔

۲؎ یہاں مرقات نے فرمایا کہ اس شخص نے ہٹانے کی نیت ہی کی تھی اس نیت پر بخشا گیا نیکی کا ارادہ بھی نیکی ہے اور ممکن ہے کہ اس نے ہٹا بھی دی ہو جس کا یہاں ذکر نہیں آیا۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۳۰)

(27) سنن ابي داود، کتاب الزکاۃ، باب في فضل سقي الماء، الحدیث: ۱۶۸۲، ج ۲، ص ۱۸۰

(28) جامع الترمذي، أبواب صفۃ القیامۃ، باب ماجاء في ثواب من کسا مسلما، الحدیث: ۲۴۹۲، ج ۴، ص ۲۱۸

فرماتے ہیں: صدقہ رب العزت کے غضب کو بجھاتا ہے اور بُری موت کو دفع کرتا ہے۔(29) نیز اس کے مثل ابوبکر صدیق ودیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم سے مروی۔

حدیث ۳۲: ترمذی نے بافادہ تصحیح ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی، لوگوں نے ایک بکری ذبح کی تھی، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ارشادفرمایا: اس میں سے کیا باقی رہا؟ عرض کی، سوا شانہ کے کچھ باقی نہیں، ارشادفرمایا: شانہ کے سوا سب باقی ہے۔(30)

---

(29) جامع الترمذي، أبواب الزکاۃ، باب ماجاء في فضل الصدقۃ، الحدیث: ۶۶۴، ج ۲، ص ۱۴۶

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱ـ یعنی خیرات کرنے والے سخی کی زندگی بھی اچھی ہوتی ہے کہ اولاً اس پر دنیوی مصیبتیں آتی نہیں اور اگر امتحاناً آ بھی جائیں تو رب تعالیٰ کی طرف سے اسے سکون قلبی نصیب ہوتا ہے جس سے وہ صبر کرکے ثواب کمالیتا ہے۔غرضکہ اس کے لیے مصیبت معصیت لے کرنہیں آتی مغفرت لے کرآتی ہے، معصیت والی مصیبت خدا تعالیٰ کا غضب ہے اور مغفرت والی مصیبت اللہ کی رحمت لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ سخیوں پر مصیبتیں آجاتی ہیں عثمان غنی جیسے سخی بڑی بے دردی سے شہید کئے گئے۔

۲ـ مِیْتَۃٌ مَوْتٌ سے بنا بیان نوعیت کے لیے اسے بروزن فعلۃ لائے تو میم کے کسرہ کی وجہ واؤ سے بدل گیا، بری موت سے مراد خرابی خاتمہ ہے یا غفلت کی اچانک موت یا موت کے وقت ایسی علامت کا ظہور ہے جو بعد موت بدنامی کا باعث ہو اور ایسی سخت بیماری ہے جو میت کے دل میں گھبراہٹ پیدا کرکے ذکر اللہ سے غافل کردے، غرضکہ سخی بندہ ان تمام برائیوں سے محفوظ رہے گا، میرے پاک نبی سچے، ان کا رب سچا، اللہ تعالیٰ ان کے طفیل ہم سب کو سخاوت کی توفیق دے اور یہ نعمتیں عطا فرمائے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۳۵)

(30) جامع الترمذي، أبواب صفۃ القیامۃ الخ، ۳۳۔باب، الحدیث: ۲۴۷۸، ج ۴، ص ۲۱۲

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱ـ بکری ذبح کرنے والے بعض صحابہ کرام تھے یا بعض ازواج پاک، دوسرے احتمال کو محدثین نے ترجیح دی ہے، چونکہ ازواج پاک کو اہل بیت بھی کہا جاتا ہے اور یہ لفظ مذکر ہے اس لیے جمع مذکر کا صیغہ ارشاد ہوا، فرشتوں نے بی بی سارا زوجہ ابراہیم علیہما السلام سے عرض کیا تھا "اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ رَحْمَتُ اللّٰہِ وَبَرَکٰتُہٗ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ"۔

۲ـ یعنی سارا گوشت خیرات کردیا گیا صرف شانہ بچا ہے غالبًا یہ گھر کے خرچ کے لیے رکھا گیا ہوگا اور یہ بکری صدقہ کے لیے ذبح نہ کی گئی ہوگی کہ صدقہ کا گوشت گھر کے خرچ کے لیے نہیں رکھا جاتا۔

۳ـ یعنی جو راہ خدا میں صدقہ دے دیا گیا وہ باقی اور لازوال ہوگیا اور جو اپنے کھانے کے لیے رکھا گیا وہ ہضم ہوکر فنا ہوجائے گا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "مَا عِنْدَکُمْ یَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ بَاقٍ"۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۴۵)

حدیث ۳۳: ابوداود و ترمذی و نسائی و ابن خزیمہ و ابن حبان ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: تین شخصوں کو اللہ (عزوجل) محبوب رکھتا ہے اور تین شخصوں کو مبغوض۔ جن کو اللہ (عزوجل) محبوب رکھتا ہے، ان میں ایک یہ ہے کہ ایک شخص کسی قوم کے پاس آیا اور اُن سے اللہ (عزوجل) کے نام پر سوال کیا، اس قرابت کے واسطے سے سوال نہ کیا، جو سائل اور قوم کے درمیان ہے، انہوں نے نہ دیا، اُن میں سے ایک شخص چلا گیا اور سائل کو چھپا کر دیا کہ اس کو اللہ (عزوجل) جانتا ہے اور وہ شخص جس کو دیا اور کسی نے نہ جانا۔ اور ایک قوم رات بھر چلی، یہاں تک کہ جب اُنھیں نیند ہر چیز سے زیادہ پیاری ہوگئی، سب نے سر رکھ دیے (یعنی سو گئے)، اُن میں سے ایک شخص کھڑا ہو کر دُعا کرنے لگا اور اللہ (عزوجل) کی آیتیں پڑھنے لگا۔ اور ایک شخص لشکر میں تھا، دشمن سے مقابلہ ہوا اور ان کو شکست ہوئی، اُس شخص نے اپنا سینہ آگے کر دیا، یہاں تک کہ قتل کیا جائے یا فتح ہو۔ اور وہ تین جنھیں اللہ (عزوجل) ناپسند فرماتا ہے۔ ایک بوڑھا زناکار، دوسرا فقیر متکبر، تیسرا مالدار ظالم۔ (31)

---

(31) سنن النسائي، كتاب الزكاة، باب ثواب من يعطي، الحديث: ۲۵۶۷، ص ۴۲۲

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ ان سے محبت کرنے کے معنے پہلے مذکور ہو گئے کہ خصوصی محبت مراد ہے، ناراضی سے بھی خصوصی ناراضی مراد ہے ورنہ رب تعالیٰ تمام کفار اور فساق سے ناراض ہے لہذا حدیث صحیح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔

۲۔ یہ پہنچنے والا اور مانگنے والا خدا کا محبوب نہیں محبوب تو وہ دینے والا ہے جس کا ذکر آگے آرہا ہے اس کے صدقہ کی اہمیت دکھانے کے لیے یہ پورا واقعہ بیان فرمایا۔ (از لمعات)

۳۔ اگرچہ قرابت دار فقیر کو دینے میں دگنا ثواب ہے مگر یہاں اس سخی کا اس اجنبی فقیر کو خیرات دینا بہت ہی کامل ہوا کیونکہ یہاں سواء رضائے الٰہی کے اور کوئی چیز فقیر کی ممنونیت وغیرہ ملحوظ نہ تھی لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ قرابت داروں کو خیرات دینا افضل ہے۔

۴۔ اَعطاہُ میں دو احتمال ہیں: ایک یہ کہ اس سے لینے والا فقیر مراد ہو۔ دوسرے یہ کہ اس سے دینے والا سخی مراد ہو، دوسرے معنے زیادہ ظاہر ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اس سخی نے اپنا منہ چھپا کر یا اندھیرے میں اس طرح دیا کہ فقیر کو بھی پتہ نہ چلا کہ کون دے گیا، چونکہ اس شخص نے صدقہ بھی دیا، اس قوم کی مخالفت بھی کی اور فقیر کی ٹوٹی آس بھی پوری کی اس لیے یہ خدا کا زیادہ پیارا ہوا۔

۵۔ عرب میں عموماً رات میں سفر ہوتا ہے اور تھکن اتارنے کے لیے مسافر آخر رات میں آرام کر لیتے ہیں، چونکہ اس تہجد خواں نے تین بہادریاں کیں اس لیے یہ خدا تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہوا (۱) ایسی حالت میں نیند پر عبادت کو ترجیح دینا (۲) سب کو سوتا دیکھ کر بھی نہ سونا، عابدوں میں عبادت آسان ہے غافلوں میں مشکل (۳) اور تہجد کی نماز۔ تملق ملق سے بنا، بمعنی دوستی و نرمی، ناجائز نرمی کا نام چاپلوسی ہے اور جائز نرمی کا نام خوشامد نیازمندی وغیرہ، یہاں دوسرے معنے۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ یہ خوشامد اصل عرفان اور بندے و رب تعالیٰ کے درمیان خاص تعلق کا باعث، یہ حال قال سے وراء ہے۔

←

حدیث ۳۴: ترمذی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب اللہ (عزوجل) نے زمین پیدا فرمائی تو اُس نے ہلنا شروع کیا تو پہاڑ پیدا فرما کر اس پر نصب فرما دیے اب زمین ٹھہر گئی، فرشتوں کو پہاڑ کی سختی دیکھ کر تعجب ہوا، عرض کی، اے پروردگار! تیری مخلوق میں کوئی ایسی شے ہے کہ وہ پہاڑ سے زیادہ سخت ہے؟ فرمایا: ہاں، لوہا۔ عرض کی، اے رب (عزوجل)! لوہے سے زیادہ سخت کوئی چیز ہے؟ فرمایا: ہاں، آگ۔ عرض کی، آگ سے بھی زیادہ کوئی سخت ہے؟ فرمایا: ہاں، پانی۔ عرض کی، پانی سے بھی زیادہ سخت کچھ ہے؟ فرمایا: ہاں ہَوا۔ عرض کی، ہَوا سے بھی زیادہ سخت کوئی شے ہے؟ فرمایا: ہاں، ابنِ آدم کہ دہنے ہاتھ سے صدقہ کرتا ہے اور اُسے بائیں ہاتھ سے چھپاتا ہے۔ (32)

حدیث ۳۵: نسائی نے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو

۶ـ اس طرح کہ اس اکیلے کی جرأت ہمت دیکھ کر بھاگنے والوں میں دلیری پیدا ہوئی پلٹ پڑے اور جم کر لڑے جیسا کہ غزوہ حنین میں ہوا کہ اس دن سارے غازیوں کے قدم اکھڑ گئے تھا، سید الاجمعین صلی اللہ علیہ وسلم میدان میں جمے رہے پھر وہی صحابہ پلٹ پڑے جم کر لڑے اور میدان جیت لیا رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

۷ـ ظاہر یہ ہے کہ شیخ بمعنی بوڑھا ہے نہ کہ شادی شدہ جوان، چونکہ بڑھاپے میں موت قریب نظر آتی ہے، شہوانی قوتیں کمزور ہو جاتی ہیں، بوڑھا بہت تکلف ہی سے صحبت کر سکتا ہے اس لیے اس کا زنا انتہائی خباثت کی دلیل ہے کہ اسے نہ موت کا خوف نہ اللہ رسول کی شرم۔

ےـ اگرچہ ہر تکبر برا ہے مگر فقیر کا تکبر زیادہ برا کہ اس کے پاس اس کے اسباب نہیں ہیں محض شیطان کے دھوکے سے اپنے کو بڑا جانتا ہے۔ خیال رہے کہ تکبر، استغناء اور تعفف میں بڑا فرق ہے اور مسلمانوں کو اپنے سے حقیر جاننا تکبر ہے اور اپنے کو ان سے بے نیاز سمجھنا صرف اللہ رسول ہی کا محتاج جاننا بہت اعلیٰ وصف ہے اسی کو استغناء وغیرہ کہتے ہیں، اس کو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے یوں بیان فرمایا ہے۔ شعر

تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں — کون نظروں میں جچے دیکھ کے تلوا تیرا

ع کیوں نہ وہ بے نیاز ہو تجھ سے جسے نیاز ہو۔ مرقات نے فرمایا کہ کفار اور متکبروں کے مقابلے میں تکبر کرنا عبادت ہے۔ اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ حضرت بشیر ابن حارث نے امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا عرض کیا مجھے کچھ نصیحت کیجئے، فرمایا کہ امیروں کا فقیروں پر مہربانی کرنا بہت اچھا ہے مگر فقیروں کا خدا پر توکل کر کے امیروں سے تکبر کرنا اس سے بھی اچھا۔ اس فقیر متکبر میں وہ جاہل بھی داخل ہیں جو علماء کو حقیر سمجھیں کہ وہ علم کے فقیر ہیں۔

۸ـ اپنے نفس پر ظالم کہ نعمتوں کا شکر نہیں کرتا اور مخلوق پر ظالم کہ انہیں بجائے نفع پہنچانے کے ستاتا ہے، چونکہ ان لوگوں کے جرم سخت ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ ان سے سخت ناراض۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۴۸)

(32) جامع الترمذي، أبواب تفسير القرآن، باب في حكمة خلق الجبال الخ، الحديث: ۳۳۸۰، ج ۵، ص ۲۴۲

مسلمان اپنے کُل مال سے اللہ (عزوجل) کی راہ میں جوڑا خرچ کرے، جنت کے دربان اس کا استقبال کریں گے۔ ہر ایک اُسے اُس کی طرف بلائے گا، جو اُس کے پاس ہے۔ میں نے عرض کی، اس کی کیا صورت ہے؟ فرمایا: اگر اُونٹ

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ جیسے ہلکی کشتی و جہاز پانی پر ہلتا ہے اسی طرح زمین ہلتی تھی فرشتوں نے گمان کیا کہ اس سے لوگ نفع نہ اٹھا سکیں گے۔

۲۔ مرقات نے فرمایا کہ پہلے ابوقبیس پہاڑ پیدا ہوا پھر دوسرے پہاڑ، ان پہاڑوں سے زمین ایسی ٹھہر گئی جیسے جہاز میں وزن لاد دینے سے دریا پر ٹھہر جاتا ہے جنبش نہیں کرتا۔ قال قول سے بنا، بمعنی گاڑ دینا، پہاڑ زمین میں ایسے گڑھے ہیں جیسے زمین میں مضبوط درخت کہ پہاڑوں کی جڑیں دور تک پھیلی ہوتی ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے: "وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ" بعض شراح نے فرمایا کہ یہاں قال کہنے ہی کے معنے میں ہے یعنی پہاڑ پیدا فرما کر زمین سے فرمایا ٹھہر گئی، یعنی زمین کا ٹھہرنا کُن فرمانے سے ہے پہاڑ محض سبب ہیں مگر پہلے معنے زیادہ قوی ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

۳۔ فرشتوں کو حیرت یہ ہوئی کہ پہاڑوں نے اتنی بڑی زمین کو اس طرح دبوچ لیا کہ اسے ہلنے نہیں دیتے تو ان سے سخت تر مخلوق کون سی ہوگی۔ خیال رہے کہ پہاڑ زمین سے زیادہ وزنی نہیں مگر جیسے جہاز کا سامان جہاز کے وزن سے کہیں ہلکا ہوتا ہے مگر جہاز کو ہلنے نہیں دیتا اسی طرح پہاڑ کا معاملہ ہے۔

۴۔ کیونکہ لوہا پہاڑ کو توڑ دیتا ہے پہاڑ لوہے کو نہیں توڑتا۔

۵۔ کہ آگ لوہے کو پگھلا دیتی ہے، بلکہ زیادہ تیز ہو تو لوہے کو گلا کر پانی بنا دیتی ہے۔

۶۔ کہ پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اگرچہ آگ پانی کو گرم بھی کر دیتی ہے اور جلا بھی دیتی ہے مگر کسی برتن کی مدد سے جب کہ پانی اس میں بند ہو اگر آڑ ہٹا دی جائے تو پانی ہی آگ کو بجھاتا ہے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں پانی قید میں رہ کر جلتا ہے۔

۷۔ کیونکہ ہوا پانی سے لدے بادلوں کو اڑائے پھرتی ہے اور سمندر میں طلاطم پیدا کر دیتی ہے جس سے وہاں طوفان برپا ہو جاتا ہے۔

۸۔ کیونکہ ایسا سخی اس سرکش نفس کو تابعدار کر لیتا ہے جو پہاڑ سے زیادہ سخت سمندر و ہوا سے زیادہ طوفانی ہے۔ نفس اولاً تو بخل سکھاتا ہے جب سخاوت کی جائے تو دکھلاوے کو پسند کرتا ہے یہ خفیہ سخاوت کرنے والا نفس کی دونوں خواہشوں کو کچل دیتا ہے اور نفس کی آگ کو بجھا دیتا ہے لہذا بڑا بہادر ہے، نیز خفیہ صدقہ سے غضب الٰہی کی آگ بجھتی ہے، رضائے الٰہی حاصل ہوتی ہے، یہ نعمتیں پہاڑ، لوہے، آگ، پانی، ہوا سے حاصل نہیں ہوسکتیں لہذا یہ صدقہ ان سب سے بہتر۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ سخاوت مال سے سخاوت حال افضل ہے اور سخاوت حال سے سخاوت کمال بہتر کہ سخاوت مال میں فقیر کی اسی زندگی کے دو ایک دن سنبھل جاتے ہیں مگر حال و کمال کی سخاوت سے ہم جیسے مسکینوں کے دونوں جہاں درست ہو جاتے ہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تا قیامت لوگوں کے دین و دنیا سنبھال دیئے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بڑے داتا ہیں جیسے زمین پہاڑوں سے ٹھہری ایسے ہی ہمارے دل کسی کی نگاہ کرم سے ٹھہر سکتے ہیں ورنہ دل کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۴۹)

دے تو دو اُونٹ اور گائے دے تو دو گائیں۔(33)

حدیث ۳۶: امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ خطا کو ایسے دور کرتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھاتا ہے۔(34)

حدیث ۳۷: امام احمد بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: کہ مسلمان کا سایہ قیامت کے دن اُس کا صدقہ ہوگا۔(35)

حدیث ۳۸: صحیح بخاری میں ابوہریرہ و حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: بہتر صدقہ وہ ہے کہ پُشتِ غنیٰ سے ہو یعنی اُس کے بعد تونگری باقی رہے اور ان سے شروع کرو جو تمھاری عیال میں ہیں یعنی پہلے اُن کو دو پھر اوروں کو۔(36)

---

(33) سنن النسائي، کتاب الجهاد، باب فضل النفقة في سبيل الله تعالى، الحديث: ۳۱۸۲، ص۵۱۹

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ بعض لوگ فقیر کو کپڑوں کا جوڑا اور جوتا بھی دیتے ہیں نیز روپیہ پیسہ خیرات کرتے ہیں تو کم از کم دو۔ان کا ماخذ یہ حدیث ہے،حدیث بالکل ظاہر پر ہے اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔

۲۔ یعنی جنت کے ہر دروازہ پر اس کی پکار پڑے گی کہ ادھر سے آؤ۔یہ اظہار عزت کے لیے ہوگا یہ لوگ حضرت ابوبکر صدیق کی فوج ہوں گے وہ اس جماعت کے سردار اعلیٰ رضی اللہ عنہ "یَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ"۔

۳۔ اس شرح نے بتادیا کہ حدیث میں ایک جنس کی دو نوعیتیں مراد نہیں،یعنی روٹی و پانی،جوتا ٹوپی بلکہ ایک نوع کی دو فردیں مراد ہیں یعنی پیسہ خیرات کرو تو دو روپے ہوں،کپڑے ہوں تو دو۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۳،ص۱۵۰)

(34) جامع الترمذي، أبواب الايمان، باب ماجاء في حرمة الصلاة، الحديث: ۲۶۲۵، ج۴، ص۲۸۰

(35) المسند للامام أحمد بن حنبل، حديث رجل من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، الحديث: ۱۸۰۶۵، ج۶، ص۳۰۲

حکیم الامت کے مدنی پھول

۲۔ یعنی مؤمن کے صدقہ وخیرات خصوصاً فی سبیل اللہ مسافر خانے،مسجدیں بنانا اور باغات لگانا وغیرہ کل قیامت میں درخت سایہ دار کی شکل میں نمودار ہوں گے جن کے سایہ میں سخی ہوگا اور قیامت کی گرمی سے محفوظ رہے گا کیونکہ دنیا میں غرباء،فقراء کو اس نے سایہ کرم میں رکھا تھا،حدیث بالکل ظاہری معنے پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں وہاں مال بلکہ اعمال کی مختلف شکلیں ہوں گی:بخیل کا مال گنجے سانپ کی شکل میں،سخی کا مال درخت سایہ دار کی صورت میں نمودار ہوگا۔آج دنیا میں ہم خواب میں ان چیزوں کو مختلف صورتوں میں دیکھتے ہیں،بادشاہ مصر نے قحط کے سال،خشک بال اور دبلی گایوں کی شکل میں دیکھے تھے۔(قرآن کریم)(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۳،ص۱۵۱)

(36) صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب لاصدقة الاعن ظهر غنى، الحديث: ۱۴۲۶، ج۱، ص۴۸۱

حدیث ۳۹: ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیحین میں مروی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: مسلمان جو کچھ اپنے اہل پر خرچ کرتا ہے، اگر ثواب کے لیے ہے تو یہ بھی صدقہ ہے۔(37)

حدیث ۴۰: زینب زوجہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے صحیحین میں مروی، انہوں نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کرایا، شوہر اور یتیم بچے جو پرورش میں ہیں ان کو صدقہ دینا کافی ہوسکتا ہے؟ ارشاد فرمایا: ان کو دینے میں دُونا اجر ہے، ایک اجر قرابت اور ایک اجر صدقہ۔(38)

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں لفظ ظہر زائد ہے جس کے کوئی معنے نہیں مگر حق یہ ہے کہ زائد نہیں بلکہ بمعنی قوت وغلبہ ہے یعنی صدقہ بہتر وہ ہے کہ صدقہ دینے والا صدقہ دے کر خود بھی خوب غنی رہے یا تو مال کا غنی رہے یعنی سب خیرات نہ کردے کہ کل کو خود اور اس کے بال بچے بھیک مانگتے پھریں۔ غرضکہ صدقہ دے کر خود فقیر بھکاری نہ بن جاؤ یا دل کا غنی کہ سب کچھ دے کر بھی لوگوں سے بے نیاز رہے جیسے حضرت ابوبکر صدیق نے سب کچھ راہ خدا میں دے دیا کہ گھر میں کچھ نہ رکھا لہٰذا یہ حدیث صدیق اکبر کے اس عمل کے خلاف نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ عوام مسلمین اصلی ضرورت سے زیادہ مال خیرات کریں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ" عفو سے مراد ضرورت سے بچا مال اور خاص متوکلین کل مال بھی لٹا سکتے ہیں، یہ حدیث دونوں کو شامل ہے۔

۲۔ یعنی اپنا مال پہلے اپنے پر، پھر اپنے بال بچوں پر، پھر غریب قرابت والوں پر، پھر دوسروں پر خرچ کرو، چونکہ مؤمن کو ان سب خرچوں میں صدقہ کا ثواب ملتا ہے اسی لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خرچوں کو صدقہ میں شامل فرمایا۔ سبحان اللہ! کیسی پیاری ترتیب ہے اور کیسی نفیس تعلیم اہل قرابت کو صدقہ دینے میں صدقہ کا بھی ثواب ہے اور قرابت ادا کرنے کا بھی جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۵۵)

(37) صحیح البخاری، کتاب النفقات، باب فضل النفقۃ علی الاھل الخ، الحدیث: ۵۳۵۱، ج ۳، ص ۵۱۱

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ گھر والوں سے مراد بیوی بچے اور سارے عزیز ہیں، انکی ترتیب کتب فقہ میں دیکھو۔ اور طلب اجر سے مراد یہ ہے کہ ان سب پر خرچ کرے سنت جناب مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ سنت کی نیت سے تو خود اپنا کھانا، سونا، ہنسنا، رونا بلکہ جینا مرنا عبادت ہے، اللہ تعالیٰ نیت خیر نصیب کرے۔ دنیا کو دکھانے اور اپنی ناموری کے لیے تو نماز پڑھنا بھی عبادت نہیں چہ جائیکہ یہ خرچ لہٰذا بیاہ شادیوں میں جو مختلف رسوم کے ماتحت اہل قرابت کو یا کمیوں کو نیک دستور یا حقوق دیئے جاتے ہیں ثواب نہیں کہ وہ اللہ کے لیے نہیں اپنے نام کے لیے ہیں۔ اس سید الفصحاء صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب ثواب کی قید لگائی، اللہ تعالیٰ نیت خیر واخلاص نصیب کرے۔ آمین!

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۵۶)

(38) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقۃ والصدقۃ الخ، الحدیث: ۱۰۰۰، ص ۵۰۱

←

حدیث ۴۱: امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ و دارمی سلیمان بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: مسکین کو صدقہ دینا، صرف صدقہ ہے اور رشتہ والے کو دینا، صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی۔(39)

حدیث ۴۲: امام بخاری و مسلم ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: گھر میں جو کھانے کی چیز ہے، اگر عورت اُس میں سے کچھ دیدے مگر ضائع کرنے کے طور پر نہ ہو تو اُسے دینے کا ثواب ملے گا اور شوہر کو کمانے کا ثواب ملے گا اور خازن (بھنڈاری) کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا۔ ایک کا اجر دوسرے کے اجر کو کم نہ کریگا (40) یعنی اس صورت میں کہ جہاں ایسی عادت جاری ہو کہ عورتیں دیا کرتی ہوں اور شوہر

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۲۔ سارے آئمہ اس پر متفق ہیں کہ خاوند اپنی بیوی کو اپنی زکوۃ نہیں دے سکتا مگر اس میں اختلاف ہے کہ بیوی خاوند کو زکوۃ دے سکتی ہے یا نہیں۔ ہمارے امام اعظم فرماتے ہیں کہ نہیں دے سکتی، دیگر آئمہ فرماتے ہیں کہ دے سکتی ہے، ان بزرگوں کی دلیل یہ حدیث ہے۔ امام اعظم فرماتے ہیں کہ یہاں صدقہ نفل مراد ہے صدقہ فرض کی تصریح نہیں ممانعت کی صریح حدیث آگے آرہی ہے، نیز عورت و خاوند کے مال قریباً مشترک ہوتے ہیں تو جب خاوند بیوی کو زکوۃ نہ دے سکا تو بیوی خاوند کو زکوۃ کیسے دے سکتی ہے۔ صدقہ کا لفظ صدقہ نفلی پر عام شائع ہے۔ چنانچہ کتاب الزکوۃ کی آخری حدیث میں آئے گا کہ ایک عورت نے اپنی ماں کو صدقہ دیا یعنی صدقہ نفلی۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۶۰)

(39) جامع الترمذي، ابواب الزكاة، باب ماجاء في الصدقة على ذي القرابة، الحديث: ۶۵۸، ج ۲، ص ۱۴۲

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ پہلے مسکین سے مراد اجنبی مسکین ہے یعنی اجنبی مسکین کو خیرات دینے میں صرف خیرات کا ثواب ہے اور اپنے عزیز مسکین کو خیرات دینے میں خیرات کا بھی ثواب ہے اور صلہ رحمی کا بھی۔ صلہ رحمی یعنی اہل قرابت کا حق ادا کرنا بھی عبادت ہے، بہترین عبادت، پھر جس قدر رشتہ قوی اسی قدر اس کے ساتھ سلوک کرنا زیادہ ثواب ہے اس لیے رب تعالٰی نے اہل قرابت کا ذکر پہلے فرمایا کہ ارشاد فرمایا: "فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ" (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۲۵)

(40) صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب من أمر خادمه الخ، الحديث: ۱۴۲۵، ج ۱، ص ۴۸۱

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اگرچہ حدیث پاک میں کھانے کی خیرات کا ذکر ہے مگر اس میں تمام وہ معمولی چیزیں داخل ہیں جن کے خیرات کرنے کی خاوند کی طرف سے عادۃً اجازت ہوتی ہے جیسے پھٹا پرانا کپڑا، ٹوٹا جوتا وغیرہ اور کھانے میں بھی عام کھانا روٹی سالن داخل ہے جس کو خیرات کرنے سے خاوند کی طرف سے ناراضی نہیں ہوتی، اگر خاوند نے کوئی خاص حلوہ یا معجون اپنے گھر کے لیے بہت روپیہ خرچ کر کے تیار کی ہے تو ←

منع نہ کرتے ہوں اور اُسی حد تک جو عادت کے موافق ہے مثلاً روٹی دو روٹی، جیسا کہ ہندوستان میں عموماً رواج ہے اور اگر شوہر نے منع کر دیا ہو یا وہاں کی ایسی عادت نہ ہو تو بغیر اجازت عورت کو دینا جائز نہیں۔ ترمذی میں ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا: عورت شوہر کے گھر سے بغیر اجازت کچھ نہ خرچ کرے۔ عرض کی گئی، کھانا بھی نہیں؟ فرمایا: یہ تو بہت اچھا مال ہے۔ (41)

حدیث ۴۳: صحیحین میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: خازن مسلمان امانت دار کہ جو اُسے حکم دیا گیا، پورا پورا اُس کو دے دیتا ہے، وہ دو صدقہ دینے والوں میں کا ایک ہے۔ (42)

اس میں سے خیرات کی عورت کو اجازت نہیں۔ مرقات نے فرمایا یہاں خرچ کرنے میں بچوں پر خرچ، مہمانوں کی خاطر تواضع پر خرچ، بھکاری فقیر پر خرچ سب ہی شامل ہے مگر شرط یہ ہی ہے کہ مال برباد کرنے کی نیت نہ ہو بلکہ حصول ثواب کا ارادہ ہو اور اتنا ہی خرچ کرے جتنے خرچ کر دینے کی عادت ہوتی ہے۔

۲۔ یہاں اصل ثواب میں سب برابر ہیں اگرچہ مقدار ثواب میں فرق ہے۔ کمانے والے کا ثواب ان سب میں زیادہ ہوگا لہذا یہ حدیث اگلی حدیث کے خلاف نہیں جس میں عورت کے لیے آدھا ثواب فرمایا گیا ہے کہ یہاں اصل ثواب میں برابر مقصود ہے اور وہاں مقدار ثواب میں فرق ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۷۳)

(41) جامع الترمذي، أبواب الزكاة، باب ماجاء في نفقة المرأة من بيت زوجها، الحديث: ۶۷۰، ج ۲، ص ۱۴۹

(42) صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب اجر الخادم الخ، الحديث: ۱۴۳۸، ج ۱، ص ۴۸۴

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ بادشاہوں امیروں کے ہاں خزانچی بھی ملازم ہوتے ہیں جن کے پاس مالک کا روپیہ جمع رہتا ہے جس کا وہ لین دین کرتے ہیں اور حساب رکھتے ہیں خزانچی مسلمان بھی ہوتے ہیں اور کافر بھی اگلا اجر صرف مسلمان خزانچی کے لیے ہے کیونکہ کافر کسی نیکی کے ثواب کا مستحق نہیں، ثواب قبولیت پر ملتا ہے اور قبولیت کی شرط اسلام ہے۔ اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ مسلمان کو چاہیئے کہ حتی الامکان خزانچی مسلمان رکھے اور کلیدی آسامیوں پر مسلمان کو لگائے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ"۔ کفار کو اپنا مشیر نہ بناؤ، نیز امین اور حساب دان مسلمان کو خزانچی بناؤ۔

۲۔ یعنی اگر مسلمان امین خزانچی میں صدقہ دیتے وقت چار صفتیں جمع ہو جائیں تو مالک کی طرح اسے بھی صدقہ کا ثواب ملے گا: (۱) مالک کے حکم سے صدقہ دے۔ (۲) پورا پورا صدقہ دے حکم سے کم نہ دے۔ (۳) خوشدلی سے دے جل کر نہ دے جیسا کہ بعض خازنوں کی عادت ہے کہ مالک خیرات کرے ان کی جان جلے۔ (۴) جہاں صدقہ دینے کو کہا گیا ہے وہاں ہی دے مصرف نہ بدلے، مسجد میں دینے کو کہا ہے تو مسجد میں دے، خانقاہ پر خرچ کرنے کو کہا ہے تو وہاں ہی خرچ کرے۔ وحی کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے: "فَمَنْ بَدَّلَهٗ ←

حدیث ۴۴: حاکم اور طبرانی اوسط میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: کہ ایک لقمہ روٹی اور ایک مٹھی خرما اور اس کی مثل کوئی اور چیز جس سے مسکین کو نفع پہنچے۔ اُن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تین شخصوں کو جنت میں داخل فرماتا ہے۔ ایک صاحب خانہ جس نے حکم دیا، دوسری زوجہ کہ اسے تیار کرتی ہے، تیسرے خادم جو مسکین کو دے آتا ہے پھر حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: حمد ہے اللہ (عزوجل) کے لیے جس نے ہمارے خادموں کو بھی نہ چھوڑا۔ (43)

حدیث ۴۵: ابن ماجہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہتے ہیں کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے خطبہ میں فرمایا: اے لوگو! مرنے سے پہلے اللہ (عزوجل) کی طرف رجوع کرو اور مشغولی سے پہلے اعمال صالحہ کی طرف سبقت کرو اور پوشیدہ و علانیہ صدقہ دے کر اپنے اور اپنے رب کے درمیان تعلقات کو ملاؤ تو تمھیں روزی دی جائے گی اور تمھاری مدد کی جائے گی اور تمھاری شکستگی دُور کی جائے گی۔ (44)

حدیث ۴۶: صحیحین میں عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: تم میں ہر شخص سے اللہ عزوجل کلام فرمائے گا، اس کے اور اللہ تعالیٰ کے مابین کوئی ترجمان نہ ہوگا، وہ اپنی دہنی طرف نظر کریگا تو جو کچھ پہلے کر چکا ہے، دکھائی دے گا، پھر بائیں طرف دیکھے گا تو وہی دیکھے گا، جو پہلے کر چکا ہے، پھر اپنے سامنے نظر کریگا تو مونھ کے سامنے آگ دکھائی دے گی تو آگ سے بچو، اگرچہ خرمے کا ایک ٹکڑا دے کر۔ (45) اور اسی کے مثل عبداللہ بن مسعود و صدیق اکبر و اُم المومنین صدیقہ و انس و ابو ہریرہ و ابو امامہ و نعمان بن بشیر وغیرہم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی۔

حدیث ۴۷: ابو یعلیٰ جابر اور ترمذی معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: صدقہ خطا کو ایسے بجھاتا ہے جیسے پانی آگ کو۔ (46)

حدیث ۴۸: امام احمد و ابن خزیمہ و ابن حبان و حاکم عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ

بَعْدَمَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ"۔ یہ حدیث گویا اس آیت شریف کی تفسیر ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۳، ص۱۷۵)

(43) المعجم الاوسط، باب المیم، الحدیث: ۵۳۰۹، ج۴، ص۸۹

(44) سنن ابن ماجہ، ابواب اقامۃ الصلوات، باب فی فرض الجمعۃ، الحدیث: ۱۰۸۱، ج۲، ص۵

(45) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقۃ الخ، الحدیث: ۶۷۔(۱۰۱۶)، ص۵۰۷

(46) جامع الترمذی، ابواب الایمان، باب ماجاء فی حرمۃ الصلاۃ، الحدیث: ۲۶۲۵، ج۴، ص۲۸۰

تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ہر شخص قیامت کے دن اپنے صدقہ کے سایہ میں ہوگا، اُس وقت تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ ہوجائے۔ (47) اور طبرانی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ صدقہ قبر کی حرارت کو دفع کرتا ہے۔ (48)

حدیث ۴۹: طبرانی و بیہقی حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسلاً راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: رب عزوجل فرماتا ہے: اے ابنِ آدم! اپنے خزانہ میں سے میرے پاس کچھ جمع کر دے، نہ جلے گا، نہ ڈوبے گا، نہ چوری جائے گا۔ تجھے میں پورا دوں گا، اُس وقت کہ تو اُس کا زیادہ محتاج ہوگا۔ (49)

حدیث ۵۰ و ۵۱: امام احمد و بزار و طبرانی و ابن خزیمہ و حاکم و بیہقی بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور بیہقی ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ آدمی جب کچھ بھی صدقہ نکالتا ہے تو ستر ۷۰ شیطان کے جبڑے چیر کر نکلتا ہے۔ (50)

حدیث ۵۲: طبرانی نے عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: مسلمان کا صدقہ عمر میں زیادتی کا سبب ہے اور بُری موت کو دفع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے تکبر و فخر کو دور فرما دیتا ہے۔ (51)

حدیث ۵۳: طبرانی کبیر میں رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: صدقہ بُرائی کے ستر ۷۰ دروازوں کو بند کر دیتا ہے۔ (52)

حدیث ۵۴: ترمذی و ابن خزیمہ و ابن حبان و حاکم حارث اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: کہ اللہ عزوجل نے یحیٰی بن زکریا علیہما الصلوٰۃ والسلام کو پانچ باتوں کی وحی بھیجی کہ خود عمل کریں اور بنی اسرائیل کو حکم فرمائیں کہ وہ ان پر عمل کریں۔ ان میں ایک یہ ہے کہ اس نے تمھیں صدقہ کا حکم فرمایا ہے اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کو دشمن نے قید کیا اور اس کا ہاتھ گردن سے ملا کر باندھ دیا اور اُسے مارنے کے لیے لائے، اُس وقت تھوڑا بہت جو کچھ تھا، سب کو دے کر اپنی جان بچائی۔ (53)

---

(47) المسند للامام أحمد بن حنبل، مسند الشاميين، حديث عقبة بن عامر، الحديث: ۱۷۳۳۵، ج۶، ص۱۲۶

(48) المعجم الكبير، الحديث: ۷۸۷، ج۱۷، ص۲۸۶

(49) شعب الايمان، باب في الزكاة، التحريض على صدقة التطوع، الحديث: ۳۳۴۲، ج۳، ص۲۱۱

(50) المسند للامام أحمد بن حنبل، حديث بريدة الاسلمي، الحديث: ۲۳۰۲۳، ج۹، ص۱۲

(51) المعجم الكبير، الحديث: ۳۱، ج۱۷، ص۲۲

(52) المعجم الكبير، الحديث: ۴۴۰۲، ج۴، ص۲۷۴

(53) جامع الترمذي، أبواب الامثال، باب ماجاء في مثل الصلاة والصيام والصدقة، الحديث: ۲۸۷۲، ج۴، ص۳۹۴

حدیث ۵۵: ابن خزیمہ و ابن حبان و حاکم ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: جس نے حرام مال جمع کیا پھر اُسے صدقہ کیا تو اُس میں اُس کے لیے کچھ ثواب نہیں، بلکہ گناہ ہے۔(54)

حدیث ۵۶: ابو داود و ابن خزیمہ و حاکم اُنھیں سے راوی، عرض کی، یا رسول اللہ (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! کونسا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا: کم مایہ شخص کا کوشش کر کے صدقہ دینا۔(55)

حدیث ۵۷: نسائی و ابن خزیمہ و ابن حبان اُنھیں سے راوی، کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک درہم لاکھ درہم سے بڑھ گیا۔ کسی نے عرض کی، یہ کیونکر یا رسول اللہ (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)؟ فرمایا: ایک شخص کے پاس مالِ کثیر ہے، اُس نے اُس میں سے لاکھ درہم لے کر صدقہ کیے اور ایک شخص کے پاس صرف دو ۲ ہیں، اُس نے اُن میں سے ایک کو صدقہ کر دیا۔(56)

❁❁❁❁❁

(54) الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الزکاۃ، باب التطوع، الحدیث: ۳۳۵۶، ج۵، ص۱۵۱

(55) سنن أبي داود، کتاب الزکاۃ، باب الرخصۃ في ذلک، الحدیث: ۱۶۷۷، ج۲، ص۱۷۹

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ یعنی غریب آدمی محنت مزدوری کرے پھر اس میں سے خیرات بھی کرے اس کا بڑا درجہ ہے۔ خیال رہے کہ بعض لحاظ سے غنی کی خیرات افضل ہے جب کہ وہ توکل میں کامل نہ ہو اور بعض لحاظ سے فقیر کی خیرات افضل ہے جب کہ وہ اس کے گھر والے صبر و توکل میں کامل ہوں لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں کہ صدقہ غنٰی بہتر ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر ہاتھ کا فقیر دل کا غنی تھوڑی سی خیرات کرے تو ہاتھ کے غنی کی بہت سی خیرات سے افضل ہے لہذا وہاں غنی والی حدیث میں دل کی غنا مراد ہو سکتی ہے تب بھی احادیث میں تعارض نہیں۔
(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۳، ص۱۱۴)

(56) الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ التطوع، الحدیث: ۳۳۳۶، ج۵، ص۱۴۴

روزہ کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۴﴾ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾) (1)

اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جیسا ان پر فرض ہوا تھا جو تم سے پہلے ہوئے، تاکہ تم گناہوں سے بچو چند دنوں کا۔ پھر تم میں جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو، وہ اور دنوں میں گنتی پوری کرلے اور جو طاقت نہیں رکھتے، وہ فدیہ دیں۔ ایک مسکین کا کھانا پھر جو زیادہ بھلائی کرے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے اور روزہ رکھنا تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔ ماہِ رمضان جس میں قرآن اُتارا گیا۔ لوگوں کی ہدایت کو اور ہدایت اور حق و باطل میں جدائی بیان کرنے کے لیے تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے تو اس کا روزہ رکھے اور جو بیمار یا سفر میں ہو وہ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرلے۔ اللہ (عزوجل) تمھارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے، سختی کا ارادہ نہیں فرماتا اور تمھیں چاہیے کہ گنتی پوری کرو اور اللہ (عزوجل) کی بڑائی بولو، کہ اُس نے تمھیں ہدایت کی اور اس امید پر کہ اس کے شکرگزار ہو جاؤ۔ اور اے محبوب (صلی

(1) پ۲، البقرۃ: ۱۸۳۔۱۸۷

اللہ تعالٰی علیہ وسلم)! جب میرے بندے تم سے میرے بارے میں سوال کریں تو میں نزدیک ہوں، دُعا کرنے والے کی دُعا سنتا ہوں جب وہ مجھے پکارے تو اُنھیں چاہیے کہ میری بات قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں، اس اُمید پر کہ راہ پائیں۔ تمھارے لیے روزہ کی رات میں عورتوں سے جماع حلال کیا گیا، وہ تمھارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس۔ اللہ (عزوجل) کو معلوم ہے کہ تم اپنی جانوں پر خیانت کرتے ہو تو تمھاری توبہ قبول کی اور تم سے معاف فرمایا تو اب اُن سے جماع کرو اور اسے چاہو جو اللہ (عزوجل) نے تمھارے لیے لکھا اور کھاؤ اور پیو اس وقت تک کہ فجر کا سُپید ڈورا سیاہ ڈورے سے ممتاز ہو جائے پھر رات تک روزہ پورا کرو اور ان سے جماع نہ کرو اس حال میں کہ تم مسجدوں میں معتکف ہو۔ یہ اللہ (عزوجل) کی حدیں ہیں، اُن کے قریب نہ جاؤ، اللہ (عزوجل) اپنی نشانیاں یوہیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں وہ بچیں۔

روزہ بہت عمدہ عبادت ہے، اس کی فضیلت میں بہت حدیثیں آئیں۔ ان میں سے بعض ذکر کی جاتی ہیں۔

حدیث ۱: صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب رمضان آتا ہے، آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ (2)

---

(2) صحیح البخاري، کتاب الصوم، باب ہل یقال رمضان أوشھر رمضان الخ، الحدیث: ۱۸۹۹، ج۱، ص ۶۲۶

رمضان میں روزہ رکھنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جو ایمان اور نیتِ ثواب کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے گا اس کے پچھلے گناہ مٹا دیے جائیں گے۔ (پ 2، البقرہ: 183)

(صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب الترغیب فی قیام رمضان الخ، رقم ۷۶۰، ص ۳۸۲)

حضرتِ سیدنا ابوسَعِید خُدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے حقوق کو پہچانا اور ان کی حفاظت کی تو اس کے پچھلے گناہ مٹا دیے جائیں گے۔ (الترغیب والترہیب، کتاب الصیام، باب الترغیب فی صیام رمضان احتسابا، رقم ۴، ج ۲، ص ۵۵)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، پانچوں نمازیں اور جمعہ اگلے جمعہ تک اور رمضان اگلے رمضان تک کے گناہوں کا کفارہ ہے جب کہ بندہ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرے۔ (صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، باب الصلوات الخمس الخ، رقم ۲۳۳، ص ۱۴۴)

حضرتِ سیدنا عمرو بن مُرّہ جُہنی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ قُضاعہ قبیلے کے ایک شخص نے حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم اللہ عزوجل کے رسول ہیں اور پانچوں نمازیں پڑھتا ہوں اور رمضان کے روزے رکھتا ہوں اور اس میں قیام کرتا ہوں اور ←

....

زکوٰۃ ادا کرتا ہوں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو یہ کام کرتے ہوئے مرے گا وہ صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

(الاحسان بترتیب ابن حبان، کتاب الصیام، باب فضل الصیام رقم ۳۴۲۹، ج ۵، ص ۱۸۴)

حضرت سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، منبر کے قریب آ جاؤ۔ چنانچہ ہم وہاں حاضر ہوگئے۔ جب آپ نے پہلے زینہ پر قدم رکھا تو فرمایا آمین اور جب دوسرے زینہ پر قدم رکھا تو فرمایا آمین اور جب تیسرے زینہ پر قدم رکھا تو فرمایا آمین۔ جب آپ نے منبر سے نزول فرمایا تو ہم نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج ہم نے آپ سے وہ بات سنی ہے جو پہلے کبھی نہ سنی تھی۔ ارشاد فرمایا، جبرائیل علیہ السلام میرے سامنے حاضر ہوئے اور کہا کہ جس نے رمضان کا مہینہ پایا پھر اس کی مغفرت نہ ہوئی وہ رحمت سے محروم ہو، تو میں نے آمین کہا، جب میں نے دوسرے زینہ پر قدم رکھا تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا جس کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہو اور وہ درود پاک نہ پڑھے وہ رحمت سے محروم ہو تو میں نے آمین کہا پھر جب میں نے تیسرے زینہ پر قدم رکھا تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا جس کے پاس اس کے والدین یا ان میں سے ایک بڑھاپے کو پہنچا اور انہوں نے اسے جنت میں داخل نہ کرایا تو وہ رحمت سے محروم ہے، تو میں نے کہا آمین۔

(مستدرک، کتاب البر والصلۃ، باب لعن اللہ العاق لوالدیہ الخ، رقم ۷۳۳۸، ج ۵، ص ۲۱۲)

اسی روایت کو ابن خزیمہ اور ابن حبان رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، تمہارے پاس برکتوں والا مہینہ ماہ رمضان آگیا جس کے روزے اللہ عزوجل نے تم پر فرض کئے ہیں، اس مہینے میں آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور اس مہینے میں سرکش شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے، اس مہینے میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو اس رات کی بھلائی سے محروم رہا وہ ہر بھلائی سے محروم رہا۔

(سنن نسائی، کتاب الصیام، باب فضل شہر رمضان، جلد ۴، ص ۱۲۹)

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رمضان آیا تو شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُودو نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، بے شک یہ مہینہ تمہارے پاس آگیا ہے، اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو اس کی خیر سے محروم رہا وہ ہر بھلائی سے محروم رہا اور اس کی بھلائی سے بدنصیب ہی محروم رہتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الصیام، باب ماجاء فی فضل شہر رمضان، رقم ۱۶۴۴، ج ۲، ص ۲۹۸)

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خاتم المُرسَلین، رَحمۃٌ لِّلعٰلمین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، محبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق و امین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، یہ رمضان تمہارے پاس آگیا ہے، اس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے، محروم ہے ←

....

وہ شخص جس نے رمضان کو پایا اور اس کی مغفرت نہ ہوئی کہ جب اس کی رمضان میں مغفرت نہ ہوئی تو پھر کب ہوگی؟

(مجمع الزوائد، کتاب الصیام باب فی شہور البرکۃ وفضل شہر رمضان، رقم ۴۷۸۸، ج ۳، ص ۳۴۵)

حضرت سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، محبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے رمضان کی آمد کے بعد ایک دن فرمایا، تمہارے پاس برکتوں والا مہینہ رمضان آ گیا، اللہ عزوجل اس مہینے میں تمہیں ڈھانپ دیتا ہے پھر رحمت نازل فرماتا ہے اور گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور اس مہینے میں دعا قبول فرماتا ہے اللہ عزوجل تمہاری نیکیوں کی طرف دیکھتا ہے اور تم پر فرشتوں کے سامنے فخر فرماتا ہے، لہذا! اس مہینے میں اپنی جانب سے اللہ عزوجل کو بھلائی دکھاؤ کیونکہ بدبخت وہی ہے جو اس مہینے میں اللہ عزوجل کی رحمت سے محروم رہا۔

(مجمع الزوائد، کتاب الصیام باب فی شہور البرکۃ وفضل شہر رمضان، رقم ۴۷۸۳، ج ۳، ص ۳۴۴)

حضرت سیدنا ابوسعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَرصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا، جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور آخری رات تک ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور جو بندہ اس مہینے کی کسی رات میں نماز پڑھتا ہے تو اللہ عزوجل اس کے لئے ہر سجدے کے عوض پندرہ سو نیکیاں لکھتا ہے اور اس کے لئے جنت میں سرخ یاقوت کا ایک گھر بنا دیا جاتا ہے جس کے ساٹھ ہزار دروازے ہوتے ہیں اور ہر دروازے پر سونے کی ملمع کاری ہوگی اور اس پر سرخ یاقوت جڑے ہوں گے، جب بندہ رمضان کے پہلے دن کا روزہ رکھتا ہے تو اس کے پچھلے رمضان کے پہلے دن کے روزے تک کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور اس کے لئے روزانہ ستر ہزار فرشتے فجر کی نماز سے غروب آفتاب تک استغفار کرتے ہیں اور اسے رمضان کے ہر دن اور ہر رات میں سجدہ کرنے پر جنت میں ایک ایسا درخت عطا کیا جاتا ہے جس کے سایہ میں کوئی سوار پانچ سو سال تک چلتا رہے۔

(شعب الایمان، فضائل شہر رمضان، باب فی الصیام، رقم ۳۶۳۵، ج ۳، ص ۳۱۴)

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا، یہ مہینہ تمہارے قریب آ گیا، خدا عزوجل کی قسم! مسلمانوں پر کوئی مہینہ ایسا نہیں گزرا جو ان کے لئے اس مہینہ سے بہتر ہو اور منافقین پر کوئی ایسا مہینہ نہیں گزرا جو ان کے لئے اس مہینے سے بدتر ہو، خدا عزوجل کی قسم! اللہ عزوجل اس مہینہ کا ثواب اور نوافل اس کی آمد سے پہلے ہی لکھ دیتا ہے اور اس مہینے کا گناہ اور محرومی اس مہینے کی آمد سے پہلے ہی لکھ دیتا ہے اور اسی وجہ سے مومن اس مہینے میں عبادت میں اضافہ کر دیتا ہے اور منافق اس مہینے میں مومنین کو غفلت میں ڈالنے اور ان کے راز ظاہر کرنے میں اضافہ کر دیتا ہے۔ (ابن خزیمہ، کتاب الصیام، باب فی فضل شہر رمضان، رقم ۱۸۸۴، ج ۳، ص ۱۸۸)

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، ←

محبوبِ ربِ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلَّم نے فرمایا، جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں اور شیاطین کو بیڑیوں میں جکڑ لیا جاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ رحمت (یعنی جنت) کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔ (مسلم، کتاب الصیام، باب فضل شھر رمضان، رقم ۱۰۷۹، ص ۵۴۳)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلَّم نے فرمایا، جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو شیاطین اور شریر جنات کو بیڑیوں میں جکڑ دیا جاتا ہے اور جہنم کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں پھر ان میں سے کوئی دروازہ نہیں کھولا جاتا اور جنت کے دروازے کھول دیے جاتے پھر کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور ایک منادی ندا کرتا ہے، اے بھلائی کے طلب گار! متوجہ ہوجا اور اے شر کے طلب گار! شر سے باز آ، اور اللہ عزوجل جہنم سے بے شمار لوگوں کو آزادی عطا فرماتا ہے اور ایسا ہر رات میں ہوتا ہے۔ (ابن خزیمہ، کتاب الصیام، رقم ۱۸۸۳، ج ۳، ص ۱۸۸)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلَّم نے فرمایا، جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور پورا مہینہ ان میں سے ایک دروازہ بھی بند نہیں کیا جاتا اور جہنم کے تمام دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور پورا مہینہ ان میں سے ایک دروازہ بھی نہیں کھولا جاتا اور شریر جنات کو باندھ دیا جاتا ہے اور روزانہ رات کو آسمان سے ایک منادی طلوعِ فجر تک ندا کرتا ہے، اے خیر کے طلب گار! متوجہ ہوجا اور خوشخبری لے لے اور اے شر کے طلب گار! شر سے باز آ اور اپنی آنکھیں کھول، ہے کوئی مغفرت چاہنے والا تاکہ اس کی مغفرت کی جائے، ہے کوئی توبہ کرنے والا تاکہ ہم اس کی توبہ قبول فرمائیں، ہے کوئی دعا مانگنے والا تاکہ ہم اس کی دعا قبول فرمائیں، ہے کوئی ہم سے مانگنے والا تاکہ ہم اسے اس کی مراد عطا فرمائیں، اور اللہ عزوجل رمضان کی ہر رات میں افطاری کے وقت ساٹھ ہزار افراد کو جہنم سے نجات عطا فرماتا ہے اور جب عید الفطر کا دن آتا ہے تو جتنے افراد کو پورے رمضان میں جہنم سے آزاد کیا گیا ان کی تعداد کے برابر افراد کو جہنم سے آزاد کردیا جاتا ہے۔ (شعب الایمان، باب فی الصیام، رقم ۳۶۰۶، ج ۳، ص ۳۰۴)

حضرتِ سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلَّم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ روزانہ افطاری کے وقت ایک تعداد کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے۔ (المعجم الکبیر، رقم ۸۰۸۹، ج ۸، ص ۲۸۴)

حضرتِ سیدنا ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلَّم نے فرمایا، بیشک اللہ عزوجل رمضان کے ہر دن اور ہر رات میں ایک تعداد کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے اور رمضان کے ہر دن اور رات میں مسلمان کی دعا قبول کی جاتی ہے۔ (الترغیب والترہیب، کتاب الصوم، باب الترغیب فی صیام رمضان الخ، رقم ۲۷، ج ۲، ص ۶۳)

....

حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلَّم نے فرمایا، میری امت کو رمضان میں پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کی گئیں، پہلی: یہ کہ جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو اللہ عزوجل ان پر نظرِ رحمت فرماتا ہے اور جس کی طرف اللہ عزوجل نظرِ رحمت فرمائے اسے کبھی عذاب نہیں دے گا، دوسری: یہ کہ شام کے وقت ان کے منہ کی بو اللہ عزوجل کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ ہوتی ہے، تیسری: یہ کہ ملائکہ ہر دن اور رات میں ان کے لئے استغفار کرتے ہیں، چوتھی: یہ کہ اللہ عزوجل اپنی جنت کو حکم دیتا ہے کہ تیار ہو جا اور میرے بندوں کے لئے سنور جا قریب ہے کہ وہ دنیا کی تھکن مٹانے کے لئے میرے گھر اور میری کریمی کے سائے میں آرام کریں، پانچویں: یہ کہ جب رمضان کی آخری رات ہوتی ہے تو ان سب کی مغفرت کردی جاتی ہے۔ کسی نے عرض کیا، کیا آخری رات سے مراد لیلۃ القدر ہے؟ فرمایا، نہیں! کیا تم نہیں جانتے کہ مزدور جب کام مکمل کر کے فارغ ہو جاتا ہے تو اسے پورا بدلہ دیا جاتا ہے۔

(شعب الایمان، باب الصیام، فصل فضائل شہر رمضان، رقم ۳۶۰۳، ج ۳، ص ۳۰۳)

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلَّم نے فرمایا، میری امت کو رمضان میں پانچ ایسی خصلتیں عطا کی گئیں ہیں جو ان سے پہلے کسی امت کو عطا نہیں کی گئیں، روزے دار کے منہ کی بُو اللہ عزوجل کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے اور انکے افطار کرنے تک مچھلیاں ان کے لئے استغفار کرتی ہیں اور اللہ عزوجل روزانہ اپنی جنت کو سجاتا ہے اور فرماتا ہے کہ عنقریب میرے نیک بندوں سے تکلیف اٹھالی جائے گی اور وہ تیری طرف آئیں گے، اور اس میں سرکش شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے اور وہ رمضان میں اس کام کے لئے ہرگز کوئی راہ نہیں پاتے جس میں وہ رمضان کے علاوہ مصروف ہوتے تھے اور رمضان کی آخری رات میں ساری امت کی مغفرت کردی جاتی ہے۔ عرض کیا گیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ آخری رات شب قدر ہے؟ فرمایا، نہیں، مزدور کو پوری مزدوری اسی وقت دی جاتی ہے جب وہ اپنا کام پورا کر لیتا ہے۔

(مسند احمد، رقم ۷۹۲۲، ج ۳، ص ۱۴۴)

حضرت سیدنا سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بحر و بر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلَّم نے شعبان کے آخری دن ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا، اے لوگو! ایک عظمت و برکت والا مہینہ تمہارے پاس آگیا ہے، اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس کے روزے اللہ عزوجل نے فرض فرمائے ہیں، اس کی رات میں قیام کرنا نفل ہے، جو اس میں کوئی نیکی کا کام کریگا گویا اس نے رمضان کے علاوہ کسی اور مہینے میں کوئی فرض ادا کیا اور جو اس مہینے میں فرض ادا کریگا گویا اس نے رمضان کے علاوہ کسی اور مہینے میں ستر فرض ادا کئے، یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے، یہ رحم کرنے کا مہینہ ہے، یہ ایسا مہینہ ہے جس میں مومن کے رزق میں اضافہ کر دیا جاتا ہے، جس نے روزہ دار کو روزہ افطار کروایا اس کے گناہوں کی مغفرت ہو جاتی ہے اور اسے جہنم سے آزاد کر دیا جاتا ہے اور اسے روزے دار کا ثواب دیا جاتا ہے اور روزے دار کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ ←

....

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں سے ہرایک روزے دار کو افطار کرانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ توآپ نے ارشاد فرمایا، اللہ عزوجل یہ ثواب تو اس شخص کو بھی عطا فرمائے گا جو کسی روزے دار کو ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی یا دودھ کی لسی کے ذریعے افطار کرائے گا۔ پھر فرمایا، اس مہینے کا پہلا عشرہ رحمت، دوسرا مغفرت اور تیسرا جہنم سے آزادی کا ہے، جو اس مہینے میں اپنے غلاموں کے کام میں تخفیف کریگا اللہ عزوجل اس کی مغفرت فرمادے گا اور اسے جہنم سے آزاد فرمادے گا، اس مہینے میں چار کام کثرت سے کیا کرو، ان میں سے دو خصلتیں تو وہ ہیں جن کے ذریعے تم اپنے رب عزوجل کو راضی کرسکتے ہو اور دو خصلتیں وہ ہیں جن سے تم بے نیاز نہیں ہوسکتے، وہ دو خصلتیں جن کے ذریعے تم اپنے رب عزوجل کو راضی کرسکتے ہو، وہ یہ ہیں (۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ عزوجل کے علاوہ کوئی معبود نہیں (۲) اور اللہ عزوجل سے استغفار کرنا اور وہ دو خصلتیں جن سے تم بے نیاز نہیں ہوسکتے، وہ یہ ہیں (۱) اللہ عزوجل سے جنت کا سوال کرنا اور (۲) جہنم سے پناہ طلب کرنا، اور جو کسی روزہ دار کو پانی پلائے گا اللہ عزوجل اسے میرے حوض سے ایسا گھونٹ پلائے گا جس کے بعد اسے پیاس نہیں لگے گی یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہوجائے گا۔

(ابن خزیمہ، کتاب الصیام، باب فضائل شہر رمضان، رقم ۱۸۸۷، ج ۳، ص ۱۹۱)

حضرت سیدنا ابو مسعود غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن رمضان کا چاند نظر آنے کے بعد شہنشاہ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال، دافعِ رنج وملال، صاحبِ جودونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر بندے جان لیں کہ رمضان میں کیا ہے تو میری امت ضرور یہ تمنا کرتی کہ پورا سال رمضان ہو۔ بنوخزاعہ کے ایک شخص نے عرض کیا، یانبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! ہمیں کچھ بتایئے۔ ارشاد فرمایا، بیشک سال کی ابتداء سے لے کر آخر تک جنت کو رمضان کیلئے سجایا جاتا ہے، جب رمضان کا پہلا دن آتا ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے اور جنت کے درختوں کے پتے ہلنا شروع ہوجاتے ہیں تو حورعین ان کی طرف دیکھ کر عرض کرتی ہیں، یارب عزوجل! ہمارے لئے اس مہینے میں اپنے بندوں میں سے کچھ شوہر بنادے جن سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ان کی آنکھیں ہم سے ٹھنڈی ہوں۔ پھر فرمایا، جو بندہ رمضان کے ایک دن کا روزہ رکھتا ہے موتیوں کے ایک خیمے میں اس کا نکاح حورعین میں سے ایک حور کے ساتھ کردیا جاتا ہے جیسا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ ﴿72﴾

ترجمہ کنزالایمان: حوریں ہیں خیموں میں پردہ نشین۔ (پ 27، الرحمن: 72)

ان میں سے ہرحور پر ستر حلّے ہوتے ہیں جن میں ہرایک کا رنگ دوسرے سے مختلف ہوتا ہے اور انہیں ستر رنگوں کی خوشبو عطا کی جاتی ہے اور ہرخوشبو کا رنگ دوسری سے مختلف ہوتا ہے اور ان میں سے ہرعورت کے ساتھ ستر ہزار کنیزیں کام کاج کے لئے ہوتی ہیں اور ان کے ساتھ ستر ہزار غلمان (یعنی غلام) ہوتے ہیں اور ہرغلمان کے پاس سونے کا ایک برتن ہوتا ہے جن میں ایک قسم کا کھانا ہوتا ہے جس کے ہرلقمے کا ذائقہ دوسرے سے جدا ہوتا ہے اور ان میں سے ہرعورت کے لئے سرخ یاقوت کے ستر تخت ہوتے ہیں اور ہرتخت پر ستر ←

ایک روایت میں ہے، کہ جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔(3)
ایک روایت میں ہے، کہ رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیے جاتے ہیں۔(4)

قالین ہوتے ہیں جن کا اندرونی حصہ اِسْتَبْرَق (یعنی سبز ریشم) کا ہوتا ہے اور ہر قالین پر ستر تکیے ہوتے ہیں اور ان کے شوہر کو اتنے ہی موتیوں سے مزین سرخ یاقوت کے تخت عطا کئے جاتے ہیں اور سونے کے دو کنگن پہنائے جاتے ہیں اور یہ فضلیت اسے رمضان کا ہر روزہ رکھنے پر عطا کی جاتی ہے جبکہ دیگر نیکیوں کا ثواب اس کے علاوہ ہے۔

(ابن خزیمہ، کتاب الصیام، باب ذکر تزیین الجنۃ لشہر رمضان، رقم ۱۸۸۶، ج ۳، ص ۱۹۰)

(3) صحیح البخاري، کتاب الصوم، باب ھل یقال رمضان أو شھر رمضان الخ، الحدیث: ۱۸۹۸، ج ۱، ص ۶۲۵

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ رمضان، رمض سے بنا بمعنی گرمی یا گرم، چونکہ بھٹی گندے لوہے کو صاف کرتی ہے اور صاف لوہے کو پرزہ بنا کر قیمتی کر دیتی ہے اور سونے کو محبوب کے پہننے کے لائق بنا دیتی ہے اسی طرح روزہ گنہگاروں کے گناہ معاف کراتا ہے، نیک کار کے درجے بڑھاتا ہے اور ابرار کا قرب الٰہی زیادہ کرتا ہے اس لیے اسے رمضان کہتے ہیں، نیز یہ اللہ کی رحمت، محبت، ضمان، امان اور نور لے کر آتا ہے اس لیے رمضان کہلاتا ہے۔ خیال رہے کہ رمضان یہ پانچ ہی نعمتیں لاتا ہے اور پانچ ہی عبادتیں: روزہ، تراویح، اعتکاف، شب قدر میں عبادات اور تلاوت قرآن، اسی مہینہ میں قرآن کریم اترا اور اسی مہینہ کا نام قرآن شریف میں لیا گیا ماہ رمضان کے تفصیل وار فضائل ہماری کتاب "تفسیر نعیمی" جلد دوم میں دیکھو۔

۲۔ حق یہ ہے کہ ماہ رمضان میں آسمانوں کے دروازے بھی کھلتے ہیں جن سے اللہ کی خاص رحمتیں زمین پر اترتی ہیں اور جنتوں کے دروازے بھی جس کی وجہ سے جنت والے حور و غلمان کو خبر ہو جاتی ہے کہ دنیا میں رمضان آگیا اور وہ روزہ داروں کے لیے دعاؤں میں مشغول ہو جاتے ہیں حدیث اپنے ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔

۳۔ یہ جملہ بھی اپنے ظاہری معنے پر ہی ہے کہ ماہ رمضان میں واقعی دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے اس مہینہ میں گنہگاروں بلکہ کافروں کی قبروں پر بھی دوزخ کی گرمی نہیں پہنچتی۔ وہ جو مسلمانوں میں مشہور ہے کہ رمضان میں عذاب قبر نہیں ہوتا اس کا یہی مطلب ہے اور حقیقت میں ابلیس مع اپنی ذریتوں کے قید کر دیا جاتا ہے۔ اس مہینہ میں جو کوئی بھی گناہ کرتا ہے وہ اپنے نفس امارہ کی شرارت سے کرتا ہے نہ کہ شیطان کے بہکانے سے۔ فقیر کی اس تقریر سے اس حدیث کے متعلق بہت سے اعتراضات دفع ہو گئے مثلاً یہ کہ جب ابھی جنت میں کوئی جا ہی نہیں رہا تو اس کے دروازے کھلنے سے کیا فائدہ یا یہ کہ جب دوزخ کے دروازے بند ہو گئے تو رمضان میں گرمی کہاں سے آتی ہے یا یہ کہ جب شیطان بند ہو گیا تو اس مہینہ میں گناہ کیسے ہوتے ہیں۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۸۲)

(4) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل شہر رمضان، الحدیث: ۲۔(۱۰۷۹)، ص ۵۴۳

اور امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ کی روایت میں ہے، جب ماہِ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جن قید کر لیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں تو اُن میں سے کوئی دروازہ کھولا نہیں جاتا اور جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں تو اُن میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور منادی پکارتا ہے، اے خیر طلب کرنے والے! متوجہ ہو اور اے شر کے چاہنے والے! باز رہ اور کچھ لوگ جہنم سے آزاد ہوتے ہیں اور یہ ہر رات میں ہوتا ہے۔(5)

امام احمد و نسائی کی روایت انھیں سے ہے، کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان آیا، یہ برکت کا مہینہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے تم پر فرض کیے، اس میں آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور سرکش شیطانوں کے طوق ڈال دیے جاتے ہیں اور اس میں ایک رات ایسی ہے

---

(5) جامع الترمذي، أبواب الصوم، باب ماجاء في فضل شهر رمضان، الحديث: ۶۸۲، ج ۲، ص ۱۵۵

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ ان تین جملوں کی شرح ابھی کچھ پہلے ہو چکی ہے کہ یہ تینوں جملے اپنے ظاہری معنے پر ہیں ان میں کسی کی تاویل یا توجیہ کی ضرورت نہیں، چونکہ ابلیس ایک ہے اور اس کی ذریت بہت قسم کی جن کے نام بھی الگ ہیں اور کام بھی الگ یہ سب ہی ایک مہینہ کے لیے گرفتار کر لیے جاتے ہیں اس لیے شیاطین جمع فرمایا۔ مرقات نے یہاں فرمایا کہ رمضان کے علاوہ دیگر مہینوں میں جنت اور دوزخ کے دروازے کبھی کھلتے ہیں کبھی بند ہوتے ہیں مگر رمضان میں سارا مہینہ دوزخ کے دروازے بند رہتے ہیں جنت کے کھلے۔ سبحان اللہ! حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کا دروازہ دیگر مہینوں میں شب جمعہ کو کھلتا ہے مگر ماہ رمضان میں ہمیشہ کھلا رہتا ہے کیوں نہ ہو کہ وہ ہم غریبوں کی جنت ہے۔ شعر

مسجد من کعبہ من خلد من　　　　آستان تو در تو کوئے تو

۲۔ اللہ کی طرف آ، رسول اللہ کی طرف آ، جنت کی طرف آ، مسجد کی طرف آ، عبادت کی طرف آ کیونکہ اب عمل قلیل پر جزائے جلیل ملے گی، زمانہ کمائی کا آگیا کچھ کما لے۔

۳۔ گناہوں سے باز آ، غیر اللہ کی طرف سے بھاگنے سے باز آ، رمضان رب کا مہمان ہے اس سے شرم کر۔ اس آواز کا اثر یہ دیکھا جارہا ہے کہ اس زمانہ میں بے نماز نمازی ہو جاتے ہیں، بخیل سخی بن جاتے ہیں، بچے اور بیمار جو نماز سے گھبرائیں روزہ پر حریص ہوتے ہیں حالانکہ روزہ نماز سے دشوار ہے روزہ میں عادۃً سستی اور نیند بڑھ جاتی ہے مگر پھر بھی مسجدیں بھری رہتی ہیں اور راتیں ذکر اللہ سے آباد۔

۴۔ یعنی مہینہ بھر روزانہ افطار کے وقت بہت سے ہم جیسے گنہگار جو اپنے گیارہ مہینوں کی بدکاریوں کی وجہ سے دوزخ کے مستحق ہو چکے ہوتے ہیں انہیں اللہ روزہ کی برکت سے معافی دے دیتا ہے فرماتا ہے اگرچہ گنہگار ہیں مگر روزہ دار ہیں بخش دیا۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۸۶)

جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جو اس کی بھلائی سے محروم رہا، وہ بیشک محروم ہے۔(6)

(6) سنن النسائي، كتاب الصيام، باب ذكر الاختلاف على معمر فيه، الحديث: ۲۱۰۳، ص ۳۵۵

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ برکت کے معنی ہیں بیٹھ جانا جم جانا اسی لیے اونٹ کے طویلہ کو مبارك الابل کہا جاتا ہے کہ وہاں اونٹ بیٹھتے بندھتے ہیں اب وہ زیادتی خیر جو آکر نہ جائے برکت کہلاتی ہے، چونکہ ماہ رمضان میں حسی برکتیں بھی ہیں اور غیبی برکتیں بھی اس لیے اس مہینہ کا نام ماہ مبارک بھی ہے رمضان میں قدرتی طور پر مؤمنوں کے رزق میں برکت ہوتی ہے اور ہر نیکی کا ثواب ستر گناہ یا اس سے بھی زیادہ ہے۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماہ رمضان کی آمد پر خوش ہونا ایک دوسرے کو مبارک باد دینا سنت ہے اور جس کی آمد پر خوشی ہونا چاہیے اس کے جانے پر غم بھی ہونا چاہیے۔دیکھو نکاح ختم ہوتے پر عورت کو شرعاً غم لازم ہے اسی لیے اکثر مسلمان جمعۃ الوداع کو مغموم اور چشم پرنم ہوتے ہیں اور خطباء اس دن میں کچھ وداعیہ کلمات کہتے ہیں تاکہ مسلمان باقی گھڑیوں کو غنیمت جان کر نیکیوں میں اور زیادہ کوشش کریں ان سب کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

۲۔ یعنی سب پر روزۂ رمضان ہی فرض ہیں طاقت روزہ رکھنے والا فدیہ نہیں دے سکتا، رب تعالٰی فرماتا ہے: فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ حتی کہ حائضہ عورت نمازوں کی قضا نہیں کرتی مگر روزوں کی قضا کرتی ہے لہذا حدیث اپنے ظاہر پر ہے۔

۳۔ آسمان میں بہت سی قسم کے دروازے ہیں: روزی اور فرشتے اترنے کے لیے دروازے، لوگوں کے اعمال جانے کے دروازے، عذاب آنے کے دروازے، مخصوص رحمتیں اترنے کے دروازے وغیرہ یہاں یہ آخری قسم کے دروازے مراد ہیں یعنی رمضان میں خاص رحمتوں یا خاص فرشتوں کی آمد کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ آسمان کے دروازے تو ہمیشہ کھلے رہتے ہیں۔

۴۔ اس جملہ کے کئی مطلب ہوسکتے ہیں بہترین مطلب یہ ہے کہ عام شیاطین تو رب کے عام جیل خانوں میں بند کئے جاتے ہیں مگر بہت زیادہ سرکش شیاطین زنجیروں وطوقوں میں باندھے جاتے ہیں جیسے دنیاوی جیلوں میں پھانسی کے ملزم کال کوٹھری میں بند ہوتے ہیں اور ڈاکوؤں کو بیڑیاں پہنادی جاتی ہیں اسی لیے یہاں تُغَلُّ فرمایا گیا۔ تغل غل سے بنا، بمعنی زنجیر وطوق لہذا یہاں مردود کی قید احترازی ہے اور یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف بھی نہیں۔

۵۔ وہ رات شب قدر ہے جو بفضلہ تعالٰی ہر ماہ رمضان میں ہوتی ہے کہ دوسری ہزار مہینوں کی عبادت سے جس میں شب قدر نہ ہو اس ایک رات کی عبادت بہتر ہے اور غالباً یہ رات ستائیسویں رمضان ہے۔اس کی نفیس بحث ہماری کتاب "مواعظ نعیمیہ" میں ملاحظہ فرمایئے۔خیال رہے کہ لیلۃ القدر میں نو حرف ہیں اور سورۂ قدر میں یہ لفظ تین بار ارشاد ہوا نو ۹ تین دفعہ ہوں تو ستائیس بنتے ہیں، نیز سورۂ قدر میں تیس کلے ہیں آخری آیت "هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ" میں هی ضمیر جو لیلۃ القدر کی طرف لوٹ رہی ہے ستائیسواں کلمہ ہے۔ان وجوہ سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ شب قدر ستائیسویں رمضان ہے۔

←

حدیث ۲: ابن ماجہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہتے ہیں۔ رمضان آیا تو حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: یہ مہینہ آیا، اس میں ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جو اس سے محروم رہا، وہ ہر چیز سے محروم رہا اور اس کی خیر سے وہی محروم ہوگا، جو پورا محروم ہے۔ (7)

حدیث ۳: بیہقی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے راوی، کہتے ہیں: جب رمضان کا مہینہ آتا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب قیدیوں کو رہا فرما دیتے اور ہر سائل کو عطا فرماتے۔ (8)

٦۔ یعنی جس نے یہ رات گناہوں میں گزاری یا اس رات بھی بلاعذر عشاء اور فجر جماعت سے نہ پڑھی اس لیے اس کی خیر و برکت سے محروم رہا وہ بقیہ دنوں میں بھی بھلائی نہیں کمائے گا۔ شب قدر میں عبادتوں کی تین قسم ہیں جن میں سے آخری قسم ہے عشاء و فجر کا جماعت سے ادا کرنا جس نے یہ بھی نہ کیا واقعی وہ بڑا محروم ہے۔ الحمدللہ! گنہگار احمد یار آج ستائیسویں رمضان ۹۷۳۱ھ کو یہ مضمون لکھ رہا ہے آج شب قدر ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۸۸)

(7) سنن ابن ماجہ، أبواب ماجاء في الصیام، باب ماجاء في فضل شھر رمضان، الحدیث: ۱۶۴۴، ج ۲، ص ۲۹۸

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ یعنی ماہ رمضان وہ سخی ہے جو تمہارے پاس آ کر دیتا ہے جیسے بادل آ کر پانی دیتا ہے کنوئیں کی طرح بلا کر نہیں دیتا۔

۲۔ یعنی یہ ایک رات تو تراسی سال چار ماہ سے بہتر ہے اگر وہ شب قدر سے خالی ہوں۔

۳۔ اس کی شرح ابھی گزر گئی کہ اس رات کی عبادت میں مشقت نہایت ہی کم ہے اور ثواب بہت ہی زیادہ جو اتنی سی محنت بھی نہ کر سکے وہ پورا ہی محروم و بدنصیب ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۹۰)

(8) شعب الایمان، باب في الصیام، فضائل شھر رمضان، الحدیث: ۳۶۲۹، ج ۳، ص ۳۱۱

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ حق یہ ہے کہ یہاں قیدی سے مراد وہ شخص ہے جو حق اللہ یا حق العبد میں گرفتار ہو اور آزاد فرمانے سے اس کے حق ادا کر دینا یا کرا دینا مراد ہے ورنہ اس زمانہ پاک میں سوائے ان کفار کے جو غزوہ جہاد میں قید ہو کر آئے اور کسی کو قید نہ کیا جاتا تھا اور ایسے قیدیوں کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی رمضان میں آزاد نہ کیا کہ ان کو چھوڑ دینا فتنہ سے خالی نہ تھا وہ پھر جا کر مسلمانوں کے مقابل ہوتے۔ احناف کے نزدیک جنگ کے کفار قیدیوں کو چھوڑنا منسوخ ہے ان کے لیے یا قتل ہے یا غلام بنانا یا فدیہ پر چھوڑنا "فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ" منسوخ ہے اس کا ناسخ ہے "فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ" ہاں شوافع کے ہاں آزاد کرنے کا بھی حق ہے، یہ معنے جو ہم نے عرض کیے متفق علیہ ہیں۔

۲۔ یوں تو سرکار ہمیشہ ہی ہر سائل کو دیتے تھے کریم ہیں، سخی ہیں، داتا ہیں مگر ماہ رمضان میں آپ کی سخاوت کا سمندر موجیں مارتا تھا۔ یہاں دو باتیں خیال میں رکھیے: ایک یہ کہ امیروں سے صرف مال مانگے جاتے ہیں مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مال، اعمال، کمال، ←

حدیث ۴: بیہقی شعب الایمان میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جنت ابتدائے سال سے سال آئندہ تک رمضان کے لیے آراستہ کی جاتی ہے، جب رمضان کا پہلا دن آتا ہے تو جنت کے پتّوں سے عرش کے نیچے ایک ہوا حور عین پر چلتی ہے، وہ کہتی ہیں، اے رب! تو اپنے بندوں سے ہمارے لیے ان کو شوہر بنا، جن سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور اُن کی آنکھیں ہم سے ٹھنڈی ہوں۔ (9)

رضائے رب ذوالجلال اور جنت، نیز دوزخ سے پناہ، ایمان پر خاتمہ سب کچھ ہی مانگا جاتا ہے، حضرت ربیعہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت مانگی، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم یوں تو ہمیشہ خصوصاً رمضان میں ہر سائل کو اس کی منہ مانگی مراد دیتے تھے۔ دوسرے یہ کہ سرکار کی یہ بخششیں صرف اس زمانہ سے خاص نہیں تا قیامت ان کا دروازہ ہر فقیر کے لیے کھلا ہے، کیوں نہ ہو کہ رب تعالٰی نے فرمایا: "وَ اَمَّا السَّآىِٕلَ فَلَا تَنْهَرْ" سائل میں زمانہ ومکان کی قید نہیں لہذا اب بھی رمضان میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر مؤمن کو رہائی بھی مانگنی چاہیے اور جنت وغیرہ بھی ہم نے عرض کیا ہے۔ شعر

شرم قیدی، یہ جرم و بے حیائی	رہائی یا رسول اللہ رہائی
رہائی کردی غزے زوے	عطا کن زیں بلا ما را رہائی
چھڑایا قید سے ہرنی کو تم نے	مجھے بھی اس بلا سے دو رہائی

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۴۲)

(9) شعب الایمان، باب فی الصیام، فضائل شہر رمضان، الحدیث: ۳۶۳۳، ج ۳، ص ۳۱۲۔ ۳۱۳

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی عید الفطر کا چاند نظر آتے ہی اگلے رمضان کے لیے جنت کی آراستگی شروع ہو جاتی ہے اور سال بھر تک فرشتے اسے سجاتے رہتے ہیں جنت خود بھی سجائی پھر اور بھی زیادہ سجائی جائے، پھر سجانے والے فرشتے ہوں تو کیسی سجائی جاتی ہوگی اس کی سجاوٹ ہمارے وہم و گمان سے وراء ہے، بعض مسلمان رمضان میں مسجدیں سجاتے ہیں، وہاں قلعی چونا کرتے ہیں، جھنڈیاں لگاتے، روشنی کرتے ہیں ان کی اصل یہ ہی حدیث ہے۔

۲۔ یعنی یہ ہوا عرش سے شروع ہوتی ہے جنت کے درختوں، پھولوں سے معطر ہو کر حوروں پر پہنچتی ہے۔ مرقات نے فرمایا یہ روزہ داروں کے منہ کی بو کے اثر سے ہوتی ہے۔ واللہ اعلم!

۳۔ یعنی ہم کو ان روزے داروں کے نکاح میں دے کہ وہ ہمارے خاوند ہوں ہم ان کی بیویاں بنیں۔ خیال رہے کہ نکاح کے لیے نامزدگی تو پہلے ہی ہو چکی ہے کہ فلاں حور فلاں کی بیوی مگر نکاح جنت میں پہنچ کر ہوگا یا نکاح پہلے ہو چکا ہے رخصت یعنی عطا بعد قیامت ہوگی لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں "وَ زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِیْنٍ"۔ قرۃ خوشگوار ٹھنڈک کو کہتے ہیں اسی لیے بیٹے کو قرۃ العین کہتے ہیں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۴۳)

حدیث ۵: امام احمد ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: رمضان کی آخر شب میں اِس اُمت کی مغفرت ہوتی ہے۔ عرض کی گئی، کیا وہ شب قدر ہے؟ فرمایا: نہیں ولیکن کام کرنے والے کو اس وقت مزدوری پوری دی جاتی ہے، جب کام پورا کرلے۔ (10)

حدیث ۶: بیہقی شعب الایمان میں سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شعبان کے آخر دن میں وعظ فرمایا۔ فرمایا: اے لوگو! تمھارے پاس عظمت والا، برکت والا مہینہ آیا، وہ مہینہ جس میں ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کیے اور اس کی رات میں قیام (نماز پڑھنا) تطوع (یعنی سنت) جو اس میں نیکی کا کوئی کام کرے تو ایسا ہے جیسے اور کسی مہینے میں فرض ادا کیا اور اس میں جس نے فرض ادا کیا تو ایسا ہے جیسے اور دنوں میں ستر ۷۰ فرض ادا کیے۔ یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے اور یہ مہینہ مواسات (غمخواری) کا ہے اور اس مہینے میں مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے، جو اس میں روزہ دار کو افطار کرائے، اُس کے گناہوں کے لیے مغفرت ہے اور اس کی گردن آگ سے آزاد کر دی جائے گی اور اس افطار کرانے والے کو ویسا ہی ثواب ملے گا جیسا روزہ رکھنے والے کو ملے گا بغیر اس کے کہ اُس کے اجر میں سے کچھ کم ہو۔ ہم نے عرض کی، یا رسول اللہ (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! ہم میں کا ہر شخص وہ چیز نہیں پاتا، جس سے روزہ افطار کرائے؟ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو دے گا، جو ایک گھونٹ دودھ یا ایک خُرما یا ایک گھونٹ پانی سے روزہ افطار کرائے اور جس نے روزہ دار کو بھر پیٹ کھانا کھلایا، اُس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض سے پلائے گا کہ کبھی پیاسا نہ ہوگا یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جائے۔ یہ وہ مہینہ ہے کہ اُس کا اوّل رحمت ہے اور اس کا اوسط مغفرت ہے اور اس کا آخر جہنم سے آزادی ہے جو اپنے غلام پر اس مہینے میں تخفیف کرے یعنی کام میں کمی کرے، اللہ

---

(10) المسند للامام أحمد بن حنبل، مسند أبي هريرة، الحديث: ۷۹۲۲، ج ۳، ص ۱۴۴

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی رمضان کی انتیسویں یا تیسویں رات کو روزہ داروں کی بخشش کا فرشتوں میں اعلان ہوجاتا ہے کہ ان کے روزے، تراویح، اعتکاف، شب قدر کی عبادتیں قبول فرمائی گئیں اور ان کی بخشش کا فیصلہ کر دیا گیا، یہ ہی رات بندوں کے عمل سے فراغت کی رات ہے، رب تعالیٰ کی عطاء کی رات بھی۔ حسن اتفاق ہے کہ یہ گنہگار بندہ احمد یار آج انتیسویں رمضان دوشنبہ ۹ے۱۳ھ کو یہ شرح لکھ رہا ہے، خدا کرے اس رات میں اس گنہگار کی معافی بھی ہوگئی ہو اور جو مسلمان بھائی میری مغفرت کی دعا کرے اللہ اس کی مغفرت فرمادے۔ آمین!

(اللہ عزّ وجلّ کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ آمین بجاہ النبی الامین صلَّی اللہ علیہ وسلَّم)

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۹۴)

تعالیٰ اُسے بخش دے گا اور جہنم سے آزاد فرما دے گا۔ (11)

(11) شعب الایمان، باب في الصیام، فضائل شہر رمضان، الحدیث: ۳۶۰۸، ج ۳، ص ۳۰۵
وصحیح ابن خزیمۃ، کتاب الصیام، باب فضائل شہر رمضان الخ، الحدیث: ۱۸۸۷، ج ۳، ص ۱۹۱

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱؎ اس پیشگی اطلاع دینے میں ماہ رمضان کی فضیلت کا اظہار ہے اور مسلمانوں کو اس کی عبادات کے لیے تیار کرنا ہے۔ اظل فرما کر اشارۃً بتایا کہ جیسے درخت یا چھت بندے کو اپنے سایہ میں لے کر سورج کی تپش سے بچالیتے ہیں ایسے ہی ماہ رمضان مؤمن کو اپنے سایہ میں لے کر دنیاوی و آخروی عذاب سے بچالیتا ہے گویا رمضان سایہ دار باردار درخت ہے یا ڈھال ہے۔

۲؎ یہاں نفل لغوی معنی میں ہے یعنی زائد چیز اور رات کے قیام سے مراد تراویح ہے یعنی اس ماہ میں نماز تراویح زائد نماز ہے جو دوسرے مہینوں میں نہیں لہٰذا اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تراویح نفل ہو وہ تو سنت مؤکدہ ہے۔ تراویح کی پوری بحث ہماری کتاب "جاءالحق" حصہ دوم میں ملاحظہ فرمائیے۔

۳؎ یعنی ماہ رمضان کی نفل دوسرے مہینوں کی فرض کی برابر ہے اور اس ماہ کی فرض عبادت دوسرے ماہ کی ستر فرائض کی مثل ہے لہٰذا اگر مکہ معظمہ میں رمضان المبارک میں ایک فرض ادا کیا جائے تو اس کا ثواب ستر لاکھ فرض کا ہے کیونکہ اور دنوں وہاں ایک کا ثواب ایک لاکھ ہے تو رمضان میں ستر لاکھ اس حساب سے مدینہ منورہ میں ماہ رمضان کی ایک فرض کا ثواب پینتس ۳۵ لاکھ ہے یہ زیادتی تو رمضان کے عام دنوں میں ہے شب قدر اور رمضان کے جمعہ کی نیکیاں تو بہت زیادہ ہوں گی۔ ان شاء اللہ!

۴؎ یعنی دوسرے مہینہ شکر کے ہیں جن میں کھاؤ، آرام کرو اور شکر بجالاؤ اس مہینہ میں دن میں نہ کھاؤ رات کو نہ سوؤ اور صبر کرو۔ رمضان کے چار نام ہیں: ماہ رمضان، ماہ صبر، ماہ مواسات، ماہ مبارک ان ناموں کی وجہ ہم نے اپنی "تفسیر نعیمی" میں تفصیل سے لکھی ہے۔

۵؎ کہ اس مہینہ میں قدرتی طور پر مسلمانوں میں غرباء اقرباء کی غم خواری کا جذبہ موجزن ہوتا ہے، بعض لوگ رمضان میں اپنی شادی شدہ لڑکیوں کو بلا لیتے ہیں بعض لوگ مہینہ بھر تک مسکینوں کو کھلاتے ہیں، ان سب کا ماخذ یہ حدیث ہے اور مواسات پر عمل ہے مواسات، بمعنی مساہمت ہے سہم بمعنی حصہ سے مشتق یعنی اپنی روزی میں دوسروں کو حصہ دار بنانا، سخاوت کرنا۔

۶؎ رزق حسی بھی اور معنوی بھی ہر سال اس کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ ہر روزہ دار کو رمضان میں وہ نعمتیں ملتی ہیں جو دوسرے مہینوں میں نہیں ملتیں، نیز اس مہینہ میں قدرتی طور پر دل پر وہ اثر ہوتا ہے جو دوسرے مہینوں میں نہیں ہوتا۔

۷؎ یعنی روزہ افطار کرنے والے کو تین فائدے ہوتے ہیں: گناہوں سے بخشش، دوزخ سے آزادی اور اسے روزہ کا ثواب۔ بعض لوگ افطار کے وقت مسجدوں میں پھل فروٹ یا کھانے بھیجتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث شریف ہے۔ کاٹھیاواڑ اور یوپی میں ہر نمازی مغرب کے وقت کچھ لے کر آتا ہے اور کوشش ہوتی ہے کہ ہر ایک دوسرے کے کھانے سے روزہ افطار کرے اس کی اصل بھی یہ ہی حدیث ہے۔ خیال رہے کہ روزہ افطار کرانے سے ثواب روزہ تو مل جاتا ہے مگر اس سے روزہ ادا نہیں ہوتا لہٰذا کوئی امیر لوگوں کو افطار کرا کے خود ←

حدیث ۷: صحیحین و ترمذی و نسائی و صحیح ابن خزیمہ میں سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جنت میں آٹھ دروازے ہیں، ان میں ایک دروازہ کا نام ریان ہے، اس دروازہ سے وہی

روزہ سے بے نیاز نہیں ہوسکتا روزے تو رکھنے ہی پڑیں گے۔

۸۔ جیسے علم، روشنی، ہوا ان سے خواہ کتنے ہی لوگ فائدہ اٹھالیں کمی نہیں ہوتی ایسے ہی ثواب تقسیم ہونے سے کم نہیں ہوتا لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ تقسیم ہوکر ثواب میں کمی کیوں نہیں ہوتی، مادی چیزیں بٹ کر گھٹتی ہیں، نور میں یہ قاعدہ نہیں، بلکہ سمندر اور چشمہ کا پانی بھی خرچ سے گھٹتا نہیں۔

۹۔ وہ حضرات سمجھے کہ روزہ افطار کرانے کے معنے ہیں اسے سیر کردینا اس لیے یہ سوال کیا۔

۱۰۔ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ صرف پیٹ بھرنے پر یہ ثواب موقوف نہیں، جو چیز بھی اولًا روزہ دار کے حلق سے نیچے اتاری جائے یہ ثواب مل جاتا ہے بلکہ اگر چند آدمی مل کر روزہ دار کو کسی چیز سے افطار کرادیں تو سب کو الگ الگ روزے کا ثواب ہوگا، داتا کی دین کے بہانے ہوتے ہیں صدقہ ہے اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

۱۱۔ یعنی صرف افطار کرانے کا ثواب تو بیان ہوچکا، روزہ دار کو سیر کرکے کھلانے کا ثواب یہ ہے۔ خیال رہے کہ جیسے آج دنیا میں سب کو کھانے کی سخت ضرورت ہے ایسے ہی کل میدان محشر میں پانی کی سخت ضرورت ہوگی وہاں بھوک نہ ہوگی مگر پیاس ہوگی، اللہ تعالیٰ حوض کوثر کی ایک نہر میدان محشر میں پہنچادے گا جس سے امت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں ہی یہ پانی پیئے گی اور پیاس سے امن میں رہے گی، ایک بار جس نے یہ پانی پی لیا تو جنت میں داخلہ تک پیاس نہ لگے گی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو وہاں اس حوض کا پانی نصیب کرے، پھر جنت میں پہنچ کر نہ بھوک ہوگی نہ پیاس لہذا حدیث بالکل واضح ہے اس پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ محشر میں حوض کوثر کہاں حوض تو جنت میں ہوگا، نہ یہ اعتراض رہا کہ پیاسا نہ ہونے کی انتہاء جنت میں داخلہ تک بیان کیوں فرمائی، کیا جنت میں پہنچ کر پیاس لگے گی، نہ یہ اعتراض رہا کہ کھانے کا بدلہ پانی کیا اس کا بدلہ تو کھانا ہی چاہئے تھا۔ خیال رہے کہ جنت میں بھوک نہ ہوگی نہ پیاس مگر وہاں کھانا پینا سب کچھ ہوگا لذت کے لیے نہ کہ بھوک پیاس دفع کرنے کو اسی لیے وہاں میوے ہیں غلے نہیں کہ غلے بھوک دفع کرنے کو ہوتے ہیں میوہ لذت کو۔

۱۲۔ یعنی ماہ رمضان کے تین عشرہ ہیں: پہلے عشرہ میں رب تعالیٰ مؤمنوں پر خاص رحمتیں فرماتا ہے جس سے انہیں روزہ تراویح کی ہمت ہوتی ہے اور آئندہ ملنے والی نعمتوں کی استعداد پیدا ہوتی ہے۔ دوسرے عشرہ میں تمام صغیرہ گناہوں کی معافی ہے جو جہنم سے آزادی کا اور جنت میں داخلہ کا سبب ہے۔ تیسرے عشرہ میں روزہ داروں کے جنتی ہوجانے کا اعلان اور وہاں کے داخلہ کا ویزہ (Viza) اور پاسپورٹ (Pasport) کی تحریر۔ فقیر کی اس شرح سے اس ترتیب کی وجہ بھی معلوم ہوگئی اور یہ اعتراض بھی نہ رہا کہ جب پہلے دو عشروں میں رحمت و مغفرت ہوچکی تو تیسرے عشرہ میں آگ سے آزادی کے کیا معنے وہ تو پہلے ہی حاصل ہوچکی۔

۱۳۔ اسلامی بادشاہ رمضان میں ہر محکمہ میں چھٹی کرتے تھے، اب بھی تمام مدارس اسلامیہ رمضان میں بند رہتے ہیں تاکہ مدرسین کو فرصت اور طلباء کو فراغت ملے، بعض امراء اس مہینہ میں نوکروں سے کام یا تو لیتے نہیں یا بہت کم لیتے ہیں مگر ان کی تنخواہ اور کھانا وغیرہ ←

جائیں گے جو روزے رکھتے ہیں۔ (12)

حدیث ۸: بخاری و مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ایمان کی وجہ سے اور ثواب کے لیے رمضان کا روزہ رکھے گا، اس کے اگلے گناہ بخش دیے جائیں گے اور جو ایمان کی وجہ سے اور ثواب کے لیے رمضان کی راتوں کا قیام کریگا، اُس کے اگلے گناہ بخش دیے جائیں گے اور جو ایمان کی وجہ سے اور ثواب کے لیے شب قدر کا قیام کریگا، اُس کے اگلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ (13)

برابر دیتے رہتے ہیں، ان سب کی اصل یہ حدیث شریف ہے تم اپنے ماتحتوں، نوکروں پر مہربانی کرو اللہ تم پر مہربانی کرے گا۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۹۱)

(12) صحیح البخاري، کتاب بدء الخلق، باب صفۃ أبواب الجنۃ، الحدیث: ۳۲۵۷، ج ۲، ص ۳۹۴

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یا اس طرح کہ جنت میں آٹھ طبقے ہیں ہر طبقہ کا ایک دروازہ یا اس طرح کہ جنت کی پہلی ہی دیوار میں آٹھ دروازے ہیں تاکہ ہر قسم کے نیک لوگ اپنے اپنے الگ دروازے سے داخل ہوں۔

۲۔ ریان بروزن فعلان ری سے بنا، بمعنی تر و تازگی، سیرابی و سبزی۔ چونکہ روزہ دار روزوں میں بھوک پیاسے رہتے تھے اور بمقابلہ بھوک کے پیاس کی زیادہ تکلیف اٹھاتے تھے اس لیے ان کے داخلے کے لیے وہ دروازہ منتخب ہوا جہاں پانی کی نہریں بے حساب، سبزہ، پھل فروٹ اور سیرابی ہے، اس کا حسن آج نہ ہمارے وہم و گمان میں آسکتا ہے نہ بیان میں ان شاء اللہ دیکھ کر ہی پتہ لگے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ روزہ چور اور روزہ توڑ مسلمان اگرچہ رحمت خداوندی اور شفاعت مصطفوی کی برکت سے بخش بھی دیئے جائیں اور جنت میں داخل بھی ہوجائیں مگر اس دروازے سے نہیں جاسکتے کہ یہ دروازہ تو روزہ داروں کے لیے مخصوص ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۸۴)

(13) صحیح البخاري، کتاب صلاۃ التراویح، باب فضل من قام رمضان، الحدیث: ۲۰۰۹، ج ۱، ص ۶۵۸

وصحیح البخاري، کتاب فضل لیلۃ القدر، باب فضل لیلۃ القدر، الحدیث: ۲۰۱۴، ج ۱، ص ۶۶۰

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ احتساب، حسبٌ سے بنا، بمعنی گمان کرنا اور سمجھنا، احتساب کے معنی ہیں ثواب طلب کرنا یعنی جس روزہ کے ساتھ ایمان اور اخلاص جمع ہوجائیں اسکا نفع تو بے شمار ہے۔ دفع ضرر یہ ہے کہ اس کے سارے صغیرہ گناہ، حقوق اللہ معاف ہوجاتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہندؤوں کے برت (روزہ) اور کافروں کے اپنے دینی روزوں کا کوئی ثواب نہیں کہ وہاں ایمان نہیں اور جو شخص بیماری کے علاج کے لیے روزہ رکھے نہ کہ طلب ثواب کے لیے تو کوئی ثواب نہیں کہ وہاں احتساب نہیں۔

۲۔ اس عبادت سے مراد نماز تراویح ہے جو صرف رمضان میں ادا ہوتی ہے یا نماز تہجد۔

←

حدیث ۹: امام احمد و حاکم اور طبرانی کبیر میں اور ابن ابی الدنیا اور بیہقی شعب الایمان میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: روزہ وقرآن بندہ کے لیے شفاعت کریں گے، روزہ کہے گا، اے رب (عزوجل)! میں نے کھانے اور خواہشوں سے دن میں اسے روک دیا، میری شفاعت اُس کے حق میں قبول فرما۔ قرآن کہے گا، اے رب (عزوجل)! میں نے اسے رات میں سونے سے باز رکھا، میری شفاعت اُس کے بارے میں قبول کر۔ دونوں کی شفاعتیں قبول ہوں گی۔ (14)

حدیث ۱۰: صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: آدمی کے ہر نیک کام کا بدلہ دس ۱۰ سے سات سو ۷۰۰ تک دیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مگر روزہ کہ وہ میرے لیے ہے اور اُس کی جزا میں دوں گا۔ بندہ اپنی خواہش اور کھانے کو میری وجہ سے ترک کرتا ہے۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں

۳۔ مرقات نے فرمایا کہ ان جیسے نیک اعمال سے گناہ صغیرہ تو معاف ہوجاتے ہیں اور گناہ کبیرہ صغیرہ بن جاتے ہیں اور بے گناہوں کے درجات بڑھ جاتے ہیں لہذا اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ رمضان میں روزوں کی برکت سے گناہ صغیرہ معاف ہوجاتے ہیں اور تراویح کی برکت سے گناہ کبیرہ ہلکے پڑ جاتے ہیں اور شب قدر کی عبادت کی برکت سے درجے بڑھ جاتے ہیں لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ جب روزوں سے گناہ معاف ہوگئے تو پھر تراویح اور شب قدر کی عبادت سے کیا ہوگا۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۸۴)

(14) المسند للامام أحمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، الحدیث: ۶۶۳۷، ج ۲، ص ۵۸۶

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی روزہ رکھنے والے تراویح پڑھنے والے گنہگار بندے کی تو معافی کی سفارش کریں گے اور بے گناہ بندے کی بلندیٔ درجات کی لہذا قرآن و رمضان کی شفاعت سے سارے ہی مؤمن فائدہ اٹھائیں گے، چونکہ قرآن کریم رمضان المبارک ہی میں آیا اور رمضان میں ہی اس کی تلاوت زیادہ ہوتی ہے اور دن میں روزہ رات کو تراویح میں تلاوت قرآن ہوتی ہے اسی لیے ان دونوں کو جمع فرمایا گیا۔

۲۔ یعنی روزہ افطار کرکے اس کی طبیعت آرام کی طرف مائل ہوتی تھی، ہاتھ پاؤں میں سستی پھیل جاتی تھی کہ نماز عشاء کی اذان کی آواز سنتے ہی تراویح میں مجھے سننے آجاتا تھا لہذا یہاں تراویح پڑھنے والے مراد ہیں تہجد والے ہی مراد نہیں کیونکہ تہجد تو سال بھر پڑھی جاتی ہے یہاں خصوصیت سے رمضان کا ذکر ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ یہاں رمضان نے تو اے رب عرض کیا مگر قرآن نے اے رب نہ کہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کلام الٰہی قدیم ہے اور مخلوق نہیں۔ (مرقات)

۳۔ اس طرح کہ روزوں کی شفاعت سے گناہ معاف ہوں گے اور قرآن کی شفاعت سے درجے بلند یا روزوں کی شفاعت سے غضب الٰہی کی آگ ٹھنڈی ہوگی اور قرآن کی شفاعت سے رحمت الٰہی کی ہوا چلے گی وغیرہ وغیرہ۔ روزے اور قرآن بلکہ سارے اعمال وہاں شکلوں میں نمودار ہوں گے جیسے آج دنیا میں ہم واقعات کو خواب میں مختلف شکلوں میں دیکھ لیتے ہیں۔ بادشاہ مصر نے آئندہ قحط سالیوں کو گایوں اور بالیوں کی شکل میں دیکھا تھا۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۸۹)

ہیں، ایک افطار کے وقت اور ایک اپنے رب (عزوجل) سے ملنے کے وقت اور روزہ دار کے مونھ کی بُو اللہ عزوجل کے نزدیک مُشک سے زیادہ پاکیزہ ہے اور روزہ سپر ہے اور جب کسی کے روزہ کا دن ہو تو نہ بے ہودہ بکے اور نہ چیخے پھر اگر اس سے کوئی گالی گلوچ کرے یا لڑنے پر آمادہ ہو تو کہہ دے، میں روزہ دار ہوں۔ (15) اسی کے مثل امام مالک و ابو داود و ترمذی ونسائی اور ابن خزیمہ نے روایت کی۔

(15) مشکاۃ المصابیح، کتاب الصوم، الفصل الاول، الحدیث:۱۹۵۹، ج۱، ص۵۴۱

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱؎ یعنی قانونًا ایک نیکی کا ثواب کم سے کم دس گناہ اور زیادہ سے زیادہ سات سوگناہ ہے اگر اللہ اور زیادہ دے تو اس کا کرم ہے۔اس حدیث سے دو آیتوں کی طرف اشارہ ہے ایک تو "مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا" اور دوسری "كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ"۔

۲؎ اگرچہ ساری عبادتیں اللہ تعالٰی کی ہیں مگر خصوصیت سے روزہ کو فرمایا کہ یہ میرا ہے چند وجھوں سے:ایک یہ کہ دیگر عبادات میں اطاعت غالب ہے اور روزہ میں عشق غالب اور روزہ دار میں علامات عشق جمع ہوجاتی ہیں۔شعر

عاشقاں راشش نشان است اے پسر | آہ سرد و رنگ زرد و چشم تر
گر ترا پرسند سہ دیگر کدام | کم خورد کم گفتن و خفتن حرام

اور مطیع کا عوض ثواب ہے عاشق کا عوض لقائے یار۔دوسرے یہ کہ دوسری عبادتوں میں ریا ہوسکتی ہے کیونکہ ان کی کوئی نہ کوئی صورت ہوتی ہے اور ان میں کچھ کرنا ہوتا ہے مگر روزہ میں ریاء نہیں ہوسکتی کہ نہ اس کی کوئی صورت ہے اور نہ اس میں کچھ کرنا ہے،جو اندر باہر کچھ نہ کھائے پیئے وہ یقینًا مخلص ہی ہے،ریا کار گھر میں کھا کر بھی روزہ ظاہر کرسکتا ہے۔تیسرے یہ کہ کل قیامت میں دوسری عبادتیں اہل حقوق چھین سکتے ہیں حتی کہ قرض خواہ مقروض سے سات سو نمازیں تین پیسہ قرض کی عوض لے لے گا۔(شامی) مگر روزہ کسی حق والے کو نہ دیا جائے گا،رب تعالٰی فرمائے گا کہ روزہ تو میرا ہے یہ کسی کو نہیں ملے گا۔چوتھے یہ کہ کفار و مشرکین دوسری عبادتیں بتوں کے لیے بھی کرلیتے ہیں قربانی،سجدہ،حج و خیرات وغیرہ مگر کوئی کافر روزہ بت کے لیے نہیں رکھتا اگر روزہ رکھتے بھی ہیں تو صفائی نفس کے لیے تاکہ اس صفائی سے بتوں سے قرب حاصل ہو۔غرض کہ روزہ غیر اللہ کے لیے نہیں ہوتا۔(از مرقات،اشعہ وغیرہ)

۳؎ اس عبارت کی دو قرأتیں ہیں اجزی معروف اور اجزی مجہول یعنی روزہ کا بدلہ میں براہ راست خود دوں گا،میں دینے والا روزہ دار لینے والا جو چاہوں دوں اس کی جزا مقرر نہیں یا روزہ کا بدلہ میں خود ہوں یعنی تمام عبادات کا بدلہ جنت ہے اور روزہ کا بدلہ جنت والا رب اس کی وجہ آگے آرہی ہے۔

۴؎ یعنی دوسرے عابد عابد ہیں یہ عابد بھی اور عاشق بھی یا روزہ دار ریاء کے لیے کھانا پینا نہیں چھوڑتا وہ صرف میری رضا کے لیے چھوڑتا ہے ریا کار چھپ کر کھا کر روزہ ظاہر کرسکتا ہے۔

←

حدیث ۱۹: طبرانی اوسط میں اور بیہقی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل کے نزدیک اعمال سات ۷ قسم کے ہیں۔ دو عمل واجب کرنے والے اور دو کا بدلہ ان کے برابر ہے اور ایک عمل کا بدلا دس ۱۰ گنا زکاۃ ہے اور بدن کی زکاۃ روزہ ہے اور روزہ نصف صبر ہے۔ (16)

حدیث ۲۰: نسائی و ابن خزیمہ و حاکم ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، عرض کی، یا رسول اللہ (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! مجھے کسی عمل کا حکم فرمایئے؟ فرمایا: روزہ کو لازم کرلو کہ اس کے برابر کوئی عمل نہیں۔ میں نے عرض کی، مجھے کسی عمل کا حکم فرمایئے؟ ارشاد فرمایا: روزہ کو لازم کرلو کہ اس کے برابر کوئی عمل نہیں۔ انھوں نے پھر وہی عرض کی، وہی

۵۔ سبحان اللہ! کیسا پیارا فرمان ہے روزہ دار کو افطار کے وقت روحانی خوشی بھی ہوتی ہے کہ عبادت ادا ہوئی رب تعالیٰ راضی ہوا سینہ میں نور دل میں سرور ہوا اور جسمانی فرحت بھی کہ سخت پیاس کے بعد ٹھنڈا پانی بہت ہی فرحت کا باعث ہے اور تیز بھوک میں رب تعالیٰ کی روزی بہت لذیذ معلوم ہوتی ہے اور ان شاء اللہ مرتے وقت بھی بروز قیامت بھی رب تعالیٰ کی مہربانی دیکھ کر روزہ دار کو جو خوشی ہوگی وہ تو بیان سے باہر ہے وہ کریم فرمائے گا کہ دنیا میں جو میں نے کہا وہ تو نے کیا اب جو تو کہے گا وہ میں کروں گا اللہ تعالیٰ خیریت سے وہ وقت دکھائے۔ اللہ کا شکر ہے کہ فقیر حقیر گنہگار یہ بیان بھی آج ۲۵ رمضان المبارک ۹۷ھ؁۱۳ جمعرات کے دن لکھ رہا ہے۔ رب تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور محبوب معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے اس قال کو حال بنادے۔

۶۔ خیال رہے کہ منہ کی وہ بو جو دانتوں کے میل وغیرہ یا بیماری سے پیدا ہو کر بخر کہلاتی ہے اور جو معدہ خالی ہونے کی وجہ سے پیدا ہوا سے خلوف کہتے ہیں، دانتوں کے میل کی بو تو مسواک ومنجن سے جاسکتی ہے اور بیماری کی بو دواؤں سے مگر خلوف معدہ کی بو صرف کھانے سے جاسکتی ہے۔ تجربہ ہے کہ یہ بو مسواک کے بعد بھی رہتی ہے لہٰذا یہ حدیث نہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی اس پر دلیل ہے کہ بعد زوال روزہ میں مسواک منع اور نہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس مسئلہ کے خلاف ہے کہ روزہ میں مسواک ہر وقت جائز ہے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ یہ جملہ ایسا ہے جیسے ماں کہے کہ مجھے اپنے بچے کا پسینہ کیوڑے گلاب سے پیارا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ پسینہ دھویا بھی نہ جائے۔ روزہ میں مسواک کی پوری بحث ان شاء اللہ آگے آئے گی۔

۷۔ کہ دنیا میں نفس و شیطان کے شر سے بچاتے ہیں اور آخرت میں دوزخ کی آگ سے بچائیں گے۔

۸۔ شور سے مراد جنگ وجدال کا شور ہے۔ شریعت میں روزہ پیٹ اور دماغ کا ہوتا ہے مگر طریقت میں سارے اعضاء کا کہ انہیں گناہوں سے بچایا جائے اس جملہ میں اسی روزہ کی تعلیم ہے۔

۹۔ لہٰذا میں تجھ سے لڑنے کو تیار نہیں اس پر ان شاء اللہ وہ خود ہی شرمندہ ہوجائے گا یا یہ مطلب ہے کہ میں روزہ دار ہوں اللہ کی ضمان میں ہوں مجھ سے لڑنا گویا رب کا مقابلہ کرنا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت اپنی چھپی عبادت کا اظہار جائز ہے بشرطیکہ فخر وریا کے لیے نہ ہو۔ (مراٰۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۳، ص۱۸۵)

(16) سنن ابن ماجہ، أبواب ماجاء في الصيام، باب في الصوم زكاة الجسد، الحديث: ۱۷۴۵، ج۲، ص۳۴۶

جواب ارشاد ہوا۔(17)

حدیث ۲۱ تا ۲۶: بخاری ومسلم وترمذی ونسائی ابوسعید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ اللہ (عزوجل) کی راہ میں ایک دن روزہ رکھے، اللہ تعالٰی اُس کے مونھ کو دوزخ سے ستر ۷۰ برس کی راہ دور فرما دے گا۔(18) اور اسی کی مثل نسائی وترمذی وابن ماجہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، اور طبرانی ابودرداء اور ترمذی ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں، فرمایا: کہ اُس کے اور جہنم کے درمیان اللہ تعالٰی اتنی بڑی خندق کر دے گا، جتنا آسمان وزمین کے درمیان فاصلہ ہے۔(19)

اور طبرانی کی روایت عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کہ دوزخ اس سے سو برس کی راہ دُور ہوگی۔(20) اور ابویعلیٰ کی روایت معاذ بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کہ غیر رمضان میں اللہ (عزوجل) کی راہ میں روزہ رکھا تو

---

(17) سنن النسائي، کتاب الصیام، باب ذکر الاختلاف الخ، الحدیث: ۲۲۲۰، ص ۳۷۱
والترغیب والترھیب، کتاب الصوم، الحدیث: ۲۱، ج ۲، ص ۵۲

(18) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل الصیام في سبیل اللہ الخ، الحدیث: ۱۶۸۔(۱۱۵۳)، ص ۵۸۱

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ عربی میں خریف موسم خزاں کو کہتے ہیں، چونکہ اہلِ عرب اپنے کاروبار میں اس موسم سے سال شروع کرتے ہیں اس لیے اس سے پورا سال بھی مراد لے لیتے ہیں وہی یہاں مراد ہے اور حدیث بالکل اپنے ظاہر پر ہے۔ روزے سے نفلی روزہ مراد ہے اسی لیے صاحب مشکوٰۃ یہ حدیث نفلی روزے کے باب میں لائے یعنی بندہ مسلم اگر ایک نفلی روزہ رکھے اور اللہ قبول کرے تو دوزخ میں جانا تو کیا وہ دوزخ سے قریب بھی نہ ہوگا اور وہاں کی ہوا بھی نہ پائے گا۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۸۲)

(19) جامع الترمذي، أبواب فضائل الجھاد، باب ماجاء في فضل الصوم الخ، الحدیث: ۱۶۳۰، ج ۳، ص ۲۳۳

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اللہ کی راہ سے مراد جہاد، حج، عمرہ، طلب علم دین کا سفر ہے یعنی ان میں سے جو مسافر ایک دن بھی رکھ لے یا اس سے مراد رضائے الٰہی ہے یعنی جو کوئی گھر یا سفر میں ایک نفلی روزہ رکھ لے۔

۲۔ یعنی پانچ سو سال کی راہ اس سے پہلے ستر سال کی راہ کا فاصلہ بھی آچکا ہے مگر ان میں آپس میں تعارض نہیں کیونکہ اخلاص کے فرق سے ثواب میں فرق ہوجاتا ہے۔ خندق فرما کر اس جانب اشارہ فرمایا گیا کہ ان شاءاللہ اس تک آگ تو کیا آگ کی تپش بھی نہ پہنچ سکے گی جیسے اتنی لمبی چوڑی خندق پھلانگ کر دشمن نہیں پہنچ سکتا۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۹۲)

(20) المعجم الاوسط، باب الباء، الحدیث: ۳۲۴۹، ج ۲، ص ۲۶۸

تیز گھوڑے کی رفتار سے سو برس کی مسافت پر جہنم سے دور ہوگا۔(21)

حدیث ۲۷: بیہقی عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: روزہ دار کی دُعا، افطار کے وقت رد نہیں کی جاتی۔(22)

حدیث ۲۸: امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ و ابن خزیمہ و ابن حبان ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے: تین شخص کی دُعا رد نہیں کی جاتی۔ روزہ دار جس وقت افطار کرتا ہے اور بادشاہ عادل اور مظلوم کی دُعا، اِس کو اللہ تعالیٰ ابر سے اوپر بلند کرتا ہے اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ اور رب عزوجل فرماتا ہے: مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! ضرور تیری مدد کروں گا، اگرچہ تھوڑے زمانہ بعد۔(23)

حدیث ۲۹: ابن حبان و بیہقی ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے

---

(21) مسند أبي يعلى، مسند معاذ بن أنس، الحديث: ۱۴۸۴، ج ۲، ص ۳۶

(22) شعب الايمان، باب في الصيام، فصل فيما يفطر الصائم عليه، الحديث: ۳۹۰۴، ج ۳، ص ۴۰۷

(23) سنن ابن ماجہ، أبواب ماجاء في الصيام، باب في الصائم لاترد دعوته، الحديث: ۱۷۵۲، ج ۲، ص ۳۴۹

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ شخصوں سے مراد مسلمان ہیں مرد ہوں یا عورت کفار اس میں داخل نہیں، دعا رد نہ ہونے کا وہ مطلب ہے جو پہلے عرض کیا جاچکا ہے، عطائے مدعٰی، رد بلا، رفع درجات۔

۲۔ کیونکہ یہ عبادت سے فراغت کا وقت ہے بعد عبادت دعائیں قبول ہوتی ہیں اس لیے نماز، حج، زکوۃ، سے فراغت پر دعائیں کرنا چاہیے۔ معلوم ہوا کہ بعد نماز جنازہ بھی دعا کی جائے کہ وہ بھی رب کی عبادت ہے اور عبادت کے بعد دعا قبول ہے۔

۳۔ مرقات نے فرمایا کہ مسلمان حاکم کا ایک گھڑی عدل و انصاف کرنا ساٹھ برس کی عبادت سے افضل ہے کہ اس عدل سے خلق خدا کا نظام قائم ہے۔

۴۔ مرقات نے فرمایا کہ مظلوم جانور بلکہ مظلوم کافر و فاسق کی بھی دعا قبول ہوتی ہے اگرچہ مسلمان مظلوم کی دعا زیادہ قبول ہے، کیونکہ مظلوم مضطر و بے قرار ہوتا ہے اور بے قرار کی دعا عرش پر قرار کرتی ہے رب فرماتا ہے: "اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ" دعا کو بادلوں پر اٹھانے اس کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جانے کا مطلب بہت جلد سننا اور اس کی دعا کی عزت افزائی اور اہمیت کا اظہار فرمانا۔

۵۔ حین عربی میں مطلقاً وقت کو کہتے ہیں مگر اکثر کم سے کم چھ ماہ اور زیادہ سے زیادہ چالیس سال پر بولتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ میں حلیم ہوں، لہذا ظالم کو جلد نہیں پکڑتا۔ اسے توبہ اور مظلوم سے معافی مانگنے کا وقت دیتا ہوں، اگر وہ اس مہلت سے فائدہ نہ اٹھائے تو پکڑتا ہوں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳، ص ۴۷۳)

ہیں: جس نے رمضان کا روزہ رکھا اور اُس کی حدود کو پہچانا اور جس چیز سے بچنا چاہیے اُس سے بچا تو جو پہلے کر چکا ہے اُس کا کفارہ ہوگیا۔ (24)

حدیث ۳۰: ابن ماجہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس نے مکہ میں ماہِ رمضان پایا اور روزہ رکھا اور رات میں جتنا میسر آیا قیام کیا تو اللہ تعالٰی اُس کے لیے اور جگہ کے ایک لاکھ رمضان کا ثواب لکھے گا اور ہر دن ایک گردن آزاد کرنے کا ثواب اور ہر رات ایک گردن آزاد کرنے کا ثواب اور ہر روز جہاد میں گھوڑے پر سوار کر دینے کا ثواب اور ہر دن میں حسنہ اور ہر رات میں حسنہ لکھے گا۔ (25)

حدیث ۳۱: بیہقی جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: میری اُمت کو ماہِ رمضان میں پانچ باتیں دی گئیں کہ مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ ملیں۔ اوّل یہ کہ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے، اللہ عزوجل ان کی طرف نظر فرماتا ہے اور جس کی طرف نظر فرمائے گا، اُسے کبھی عذاب نہ کریگا۔ دوسری یہ کہ شام کے وقت اُن کے مونھ کی بُو اللہ (عزوجل) کے نزدیک مُشک سے زیادہ اچھی ہے۔ تیسری یہ ہے کہ ہر دن اور ہر رات میں فرشتے ان کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ چوتھی یہ کہ اللہ عزوجل جنت کو حکم فرماتا ہے، کہتا ہے: مستعد ہو جا اور میرے بندوں کے لیے مزّین ہو جا قریب ہے کہ دنیا کی تعب سے یہاں آکر آرام کریں۔ پانچویں یہ کہ جب آخر رات ہوتی ہے تو ان سب کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ کسی نے عرض کی، کیا وہ شبِ قدر ہے؟ فرمایا: نہیں کیا تو نہیں دیکھتا کہ کام کرنے والے کام کرتے ہیں، جب کام سے فارغ ہوتے ہیں اُس وقت مزدوری پاتے ہیں۔ (26)

حدیث ۳۲ تا ۳۴: حاکم نے کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: سب لوگ منبر کے پاس حاضر ہوں، ہم حاضر ہوئے، جب حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) منبر کے پہلے درجہ پر چڑھے، کہا: آمین۔ دوسرے پر چڑھے، کہا: آمین۔ تیسرے پر چڑھے، کہا: آمین۔ جب منبر سے تشریف لائے، ہم نے عرض کی، آج ہم نے حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) سے ایسی بات سُنی کہ کبھی نہ سُنتے تھے۔ فرمایا: جبرئیل نے آکر عرض کی، وہ شخص دور ہو، جس نے رمضان پایا اور اپنی مغفرت نہ کرائی۔ میں نے کہا آمین۔ جب دوسرے درجہ پر چڑھا تو کہا وہ شخص دور ہو، جس کے پاس میرا ذکر ہو اور مجھ پر درود نہ بھیجے۔ میں نے کہا آمین۔ جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا کہا وہ شخص دور ہو، جس کے ماں باپ دونوں یا ایک کو بڑھاپا آئے اور اُن کی خدمت کر کے جنت میں نہ جائے۔

---

(24) الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الصوم، باب فضل رمضان، الحدیث: ۳۴۲۴، ج۵، ص ۱۸۲۔ ۱۸۳

(25) سنن ابن ماجہ، أبواب المناسک، باب الصوم شھر رمضان بمکۃ، الحدیث: ۳۱۱۷، ج۳، ص ۵۲۳

(26) شعب الایمان، باب في الصیام، فضائل شھر رمضان، الحدیث: ۳۶۰۳، ج۳، ص ۳۰۳

میں نے کہا آمین۔ (27) اسی کے مثل ابوہریرہ وحسن بن مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنھم سے ابن حبان نے روایت کی۔

حدیث ۳۵: اصبہانی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے، اللہ عزوجل اپنی مخلوق کی طرف نظر فرماتا ہے اور جب اللہ (عزوجل) کسی بندہ کی طرف نظر فرمائے تو اُسے کبھی عذاب نہ دے گا اور ہر روز دس ۱۰ لاکھ کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے اور جب انتیسویں ۲۹ رات ہوتی ہے تو مہینے بھر میں جتنے آزاد کیے، اُن کے مجموعہ کے برابر اُس ایک رات میں آزاد کرتا ہے پھر جب عیدالفطر کی رات آتی ہے، ملئکہ خوشی کرتے ہیں اور اللہ عزوجل اپنے نور کی خاص تجلّی فرماتا ہے، فرشتوں سے فرماتا ہے: اے گروہ ملئکہ! اُس مزدور کا کیا بدلہ ہے، جس نے کام پورا کرلیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں، اُس کو پورا اجر دیا جائے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: میں تمھیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بخش دیا۔ (28)

حدیث ۳۶: ابن خزیمہ نے ابومسعود غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کی، اُس میں یہ بھی ہے، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: اگر بندوں کو معلوم ہوتا کہ رمضان کیا چیز ہے تو میری اُمت تمنا کرتی کہ پورا سال رمضان ہی ہو۔ (29)

---

(27) المستدرک، کتاب البروالصلۃ، باب لعن اللہ العاق لوالدیہ الخ، الحدیث: ۷۳۳۸، ج۵، ص۲۱۲

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی ایسا مسلمان خوار و ذلیل ہوجائے جو میرا نام سن کر درود نہ پڑھے۔ عربی میں اس بددعا سے مراد اظہار ناراضی ہوتا ہے حقیقتاً بددعا مراد نہیں ہوتی، اس حدیث کی بناء پر بعض علماء نے فرمایا کہ ایک ہی مجلس میں اگر چند بار حضور کا نام شریف آوے تو ہر بار درود شریف پڑھنا واجب ہے، مگر یہ استدلال کچھ کمزور سا ہے کیونکہ رَغِمَ اَنفُ ہلکا کلمہ ہے جس سے درود کا استحباب ثابت ہوسکتا ہے نہ کہ وجوب۔ مطلب یہ ہے کہ جو بلا محنت دس رحمتیں، دس درجے، دس معافیاں حاصل نہ کرے بڑا بیوقوف ہے۔

۲۔ یعنی وہ مسلماں بھی ذلیل وخوار ہوجائے جو رمضان کا مہینہ پائے اور اسکا احترام اور اس میں عبادات کر کے گناہ نہ بخشوائے، یونہی وہ بھی خوار ہو جس نے جوانی میں ماں باپ کا بڑھاپا پایا پھر ان کی خدمت کر کے جنتی نہ ہوا۔ بڑھاپے کا ذکر اس لیے فرمایا کہ بڑھاپے میں اولاد کی خدمت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور اس وقت کی دعا اولاد کا بیڑا پار کردیتی ہے۔ خیال رہے کہ یہ تینوں چیزیں مسلمانوں کے لیے مفید ہیں، کافر کسی نیکی سے جنتی نہیں ہوسکتا، ہاں بعض نیکیوں کی وجہ سے اسے ایمان لانے کی توفیق مل جاتی ہے اور بعض کی برکت سے اس کا عذاب ہلکا ہوجاتا ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۲، ص۱۵۳)

(28) کنزالعمال، کتاب الصوم، الحدیث: ۲۳۷۰۲، ج۸، ص۲۱۹

(29) صحیح ابن خزیمۃ، کتاب الصیام، باب ذکر تزیین الجنۃ لشھر رمضان الخ، الحدیث: ۱۸۸۶، ج۳، ص۱۹۰

حدیث ۳۷: بزار و ابن خزیمہ و ابن حبان عمرو بن مرہ جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ ایک شخص نے عرض کی، یارسول اللہ (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! فرمائیے تو اگر میں اُس کی گواہی دوں کہ اللہ (عزوجل) کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اللہ (عزوجل) کے رسول ہیں اور پانچوں نمازیں پڑھوں اور زکاۃ ادا کروں اور رمضان کے روزے رکھوں اور اس کی راتوں کا قیام کروں تو میں کن لوگوں میں سے ہوں گا؟ فرمایا: صدیقین اور شہدا میں سے۔(30)

❀❀❀❀❀

(30) الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الصوم، باب فضل [illegible]

مسائلِ فقہیّہ

روزہ عرف شرع میں مسلمان کا بہ نیت عبادت صبح صادق سے غروب آفتاب تک اپنے کو قصداً کھانے پینے جماع سے باز رکھنا، عورت کا حیض و نفاس سے خالی ہونا شرط ہے۔ (1)

مسئلہ ۱: روزے کے تین درجے ہیں۔ ایک عام لوگوں کا روزہ کہ یہی پیٹ اور شرم گاہ کو کھانے پینے جماع سے روکنا۔ دوسرا خواص کا روزہ کہ ان کے علاوہ کان، آنکھ، زبان، ہاتھ پاؤں اور تمام اعضا کو گناہ سے باز رکھنا۔ تیسرا خاص الخاص کا کہ جمیع ماسوی اللہ (اللہ عزوجل کے سوا کائنات کی ہر چیز) سے اپنے کو بالکلیہ جدا کر کے صرف اسی کی طرف متوجہ رہنا۔ (2)

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الاول، ج۱، ص ۱۹۴

(2) الجوھرۃ النیرۃ، کتاب الصوم، ص ۱۷۵

<u>روزے کے درجات کا بیان</u>

امام محمد بن محمد غزالی شافعی علیہ رحمۃ اللہ الوالی اپنی کتاب لُبَابُ الْاِحْیَاء میں ارشاد فرماتے ہیں

جان لو! روزے کے تین درجے ہیں: (۱) عوام (یعنی عام لوگوں) کا روزہ (۲) خواص (یعنی خاص لوگوں) کا روزہ (۳) خاص الخاص کا روزہ۔

عام لوگوں کا روزہ پیٹ اور شرمگاہ کو خواہش کی تکمیل سے روکنا ہے۔

خاص لوگوں کا روزہ کان، آنکھ، زبان، ہاتھ، پاؤں اور تمام اعضاء کو گناہوں سے روکنا ہے۔

خاص الخاص کا روزہ دل کو تمام بُرے خیالات اور دنیاوی افکار بلکہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے سوا ہر چیز سے بالکل خالی کر دینا ہے۔

اور روزہ ہر اس چیز سے ٹوٹ جاتا ہے جو روزے کے منافی ہو۔

آگے مزید فرماتے ہیں:

مروی ہے کہ بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جن کو اپنے روزے سے بھوک و پیاس کے سوا کچھ نہیں ملتا۔

(سنن ابن ماجۃ، ابواب الصیام، باب ماجاء فی الغیبۃ والرفث للصائم، الحدیث ۱۶۹۰، ص ۲۵۷۸، مفھوماً)

کیونکہ روزے کا مقصد خواہش سے رُکنا ہے اور یہ چیز کھانے پینے سے رُکنے پر ہی محدود نہیں ہو سکتی، کہ وہ کسی کو شہوت کی نظر سے دیکھ لے، غیبت کرے، چغلی کھائے یا جھوٹ بولے یہ تمام چیزیں روزے کو توڑ دیتی ہیں۔ (لُبَابُ الْاِحْیَاء صفحہ ۸۶)

مسئلہ ۲: روزے کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) فرض۔

(۲) واجب۔

(۳) نفل۔

(۴) مکروہِ تنزیہی۔

(۵) مکروہِ تحریمی۔

فرض و واجب کی دو قسمیں ہیں: معیّن و غیر معیّن۔ فرض معیّن جیسے ادائے رمضان۔ فرض غیر معیّن جیسے قضائے رمضان اور روزہ کفارہ۔ واجب معیّن جیسے نذر معیّن۔ واجب غیر معیّن جیسے نذر مطلق۔

نفل دو ۲ ہیں: نفل مسنون، نفل مستحب جیسے عاشورا یعنی دسویں محرم کا روزہ اور اس کے ساتھ نویں کا بھی اور ہر مہینے میں تیرھویں، چودھویں، پندرھویں اور عرفہ کا روزہ، پیر اور جمعرات کا روزہ، شش عید کے روزے صوم داود علیہ السلام یعنی ایک دن روزہ ایک دن افطار۔

مکروہِ تنزیہی جیسے صرف ہفتہ کے دن روزہ رکھنا۔ نیروز و مہرگان کے دن روزہ۔ صومِ دہر (یعنی ہمیشہ روزہ رکھنا)، صومِ سکوت (یعنی ایسا روزہ جس میں کچھ بات نہ کرے)، صومِ وصال کہ روزہ رکھ کر افطار نہ کرے اور دوسرے دن پھر روزہ رکھے، یہ سب مکروہِ تنزیہی ہیں۔ مکروہِ تحریمی جیسے عید اور ایّام تشریق (3) کے روزے۔ (4)

مسئلہ ۳: روزے کے مختلف اسباب ہیں، روزہ رمضان کا سبب ماہِ رمضان کا آنا، روزہ نذر کا سبب منت ماننا، روزہ کفارہ کا سبب قسم توڑنا یا قتل یا ظہار وغیرہ۔ (5)

مسئلہ ۴: ماہِ رمضان کا روزہ فرض جب ہوگا کہ وہ وقت جس میں روزہ کی ابتدا کر سکے پالے یعنی صبح صادق سے ضحوہ کبریٰ تک کہ اُس کے بعد روزہ کی نیّت نہیں ہوسکتی، لہٰذا روزہ نہیں ہوسکتا اور رات میں نیّت ہوسکتی ہے مگر روزہ کی محل نہیں، لہٰذا اگر مجنون کو رمضان کی کسی رات میں ہوش آیا اور صبح جنون کی حالت میں ہوئی یا ضحوہ کبریٰ کے بعد کسی دن ہوش آیا تو اُس پر رمضان کے روزے کی قضا نہیں، جبکہ پورا رمضان اسی جنون میں گزر جائے اور ایک دن بھی ایسا وقت

---

(3) یعنی عید الفطر، عید الاضحیٰ اور گیارہ، بارہ، تیرہ ذی الحجہ، ان پانچ دنوں۔

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الاول، ج۱، ص ۱۹۴
والدرالمختار وردالمحتار، کتاب الصوم، ج۳، ص ۳۸۸۔۳۹۲

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الاول، ج۱، ص ۱۹۴

مل گیا، جس میں نیت کر سکتا ہے تو سارے رمضان کی قضا لازم ہے۔ (6)

مسئلہ ۵: رات میں روزہ کی نیت کی اور صبح غشی کی حالت میں ہوئی اور یہ غشی کئی دن تک رہی تو صرف پہلے دن کا روزہ ہوا باقی دنوں کی قضا رکھے، اگرچہ پورے رمضان بھر غشی رہی اگرچہ نیت کا وقت نہ ملا۔ (7)

مسئلہ ۶: ادائے روزہ رمضان اور نذر معین اور نفل کے روزوں کے لیے نیت کا وقت غروب آفتاب سے ضحوہ کبریٰ تک ہے، اس وقت میں جب نیت کرلے، یہ روزے ہوجائیں گے۔ لہٰذا آفتاب ڈوبنے سے پہلے نیت کی کہ کل روزہ رکھوں گا پھر بے ہوش ہوگیا اور ضحوہ کبریٰ کے بعد ہوش آیا تو یہ روزہ نہ ہوا اور آفتاب ڈوبنے کے بعد نیت کی تھی تو ہوگیا۔ (8)

مسئلہ ۷: ضحوہ کبریٰ نیت کا وقت نہیں، بلکہ اس سے پیشتر نیت ہوجانا ضرور ہے اور اگر خاص اس وقت یعنی جس وقت آفتاب خطِ نصف النہار شرعی پر پہنچ گیا، نیت کی تو روزہ نہ ہوا۔ (9)

مسئلہ ۸: نیت کے بارے میں نفل عام ہے، سنت و مستحب و مکروہ سب کو شامل ہے کہ ان سب کے لیے نیت کا وہی وقت ہے۔ (10)

مسئلہ ۹: جس طرح اور جگہ بتایا گیا کہ نیت دل کے ارادہ کا نام ہے، زبان سے کہنا شرط نہیں۔ یہاں بھی وہی مراد ہے مگر زبان سے کہہ لینا مستحب ہے، اگر رات میں نیت کرے تو یوں کہے:

نَوَیْتُ اَنْ اَصُوْمَ غَدًا لِلّٰہِ تَعَالٰی مِنْ فَرْضِ رَمَضَانَ ھٰذَا.

یعنی میں نے نیت کی کہ اللہ عزوجل کے لیے اس رمضان کا فرض روزہ کل رکھوں گا۔

اور اگر دن میں نیت کرے تو یہ کہے:

نَوَیْتُ اَنْ اَصُوْمَ ھٰذَا الْیَوْمَ لِلّٰہِ تَعَالٰی مِنْ فَرْضِ رَمَضَانَ.

میں نے نیت کی کہ اللہ تعالیٰ کے لیے آج رمضان کا فرض روزہ رکھوں گا۔

---

(6) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۳۸۵۔۳۸۷

(7) الجوهرة النيرة، کتاب الصوم، ص ۱۷۵

وردالمحتار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۳۸۸

(8) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۳۹۳.

(9) الدرالمختار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۳۹۴.

(10) ردالمحتار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۳۹۳

اور اگر تبرک وطلب توفیق کے لیے نیت کے الفاظ میں انشاء اللہ تعالیٰ بھی ملا لیا تو حرج نہیں اور اگر پکا ارادہ نہ ہو، مذبذب ہو تو نیت ہی کہاں ہوئی۔(11)

مسئلہ ۱۰: دن میں نیت کرے تو ضرور ہے کہ یہ نیت کرے کہ میں صبح صادق سے روزہ دار ہوں اور اگر یہ نیت ہے کہ اب سے روزہ دار ہوں، صبح سے نہیں تو روزہ نہ ہوا۔(12)

مسئلہ ۱۱: اگرچہ ان تین قسم کے روزوں کی نیت دن میں بھی ہوسکتی ہے، مگر رات میں نیت کر لینا مستحب ہے۔(13)

مسئلہ ۱۲: یوں نیت کی کہ کل کہیں دعوت ہوئی تو روزہ نہیں اور نہ ہوئی تو روزہ ہے یہ نیت صحیح نہیں، بہر حال وہ روزہ دار نہیں۔(14)

مسئلہ ۱۳: رمضان کے دن میں نہ روزہ کی نیت ہے نہ یہ کہ روزہ نہیں، اگرچہ معلوم ہے کہ یہ مہینہ رمضان کا ہے تو روزہ نہ ہوا۔(15)

مسئلہ ۱۴: رات میں نیت کی پھر اس کے بعد رات ہی میں کھایا پیا، تو نیت جاتی نہ رہی وہی پہلی کافی ہے پھر سے نیت کرنا ضرور نہیں۔(16)

مسئلہ ۱۵: عورت حیض ونفاس والی تھی، اُس نے رات میں کل روزہ رکھنے کی نیت کی اور صبح صادق سے پہلے حیض ونفاس سے پاک ہوگئی تو روزہ صحیح ہوگیا۔(17)

مسئلہ ۱۶: دن میں وہ نیت کام کی ہے کہ صبح صادق سے نیت کرتے وقت تک روزہ کے خلاف کوئی امر نہ پایا گیا ہو، لہٰذا اگر صبح صادق کے بعد بھول کر بھی کھا پی لیا ہو یا جماع کر لیا تو اب نیت نہیں ہوسکتی۔(18) مگر معتمد یہ ہے کہ

---

(11) الجوهرة النيرة، كتاب الصوم، ص۱۷۵

(12) الجوهرة النيرة، كتاب الصوم، ص۱۷۵

و ردالمحتار، كتاب الصوم، ج۳، ص ۳۹۴

(13) الجوهرة النيرة، كتاب الصوم، ص۱۷۵

(14) الفتاوى الهندية، كتاب الصوم، الباب الاول في تعريفه الخ، ج۱، ص۱۹۵

(15) الفتاوى الهندية، كتاب الصوم، الباب الاول في تعريفه الخ، ج۱، ص۱۹۵

(16) الجوهرة النيرة، كتاب الصوم، ص۱۷۵

(17) الجوهرة النيرة، كتاب الصوم، ص۱۷۵

(18) الجوهرة النيرة، كتاب الصوم، ص۱۷۶

بھولنے کی حالت میں اب بھی نیت صحیح ہے۔(19)

مسئلہ ۱۷: جس طرح نماز میں کلام کی نیت کی، مگر بات نہ کی تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ یوہیں روزہ میں توڑنے کی نیت سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، جب تک توڑنے والی چیز نہ کرے۔(20)

مسئلہ ۱۸: اگر رات میں روزہ کی نیت کی پھر پکا ارادہ کرلیا کہ نہیں رکھے گا تو وہ نیت جاتی رہی۔ اگر نئی نیت نہ کی اور دن بھر بھوکا پیاسا رہا اور جماع سے بچا تو روزہ نہ ہوا۔(21)

مسئلہ ۱۹: سحری کھانا بھی نیت ہے، خواہ رمضان کے روزے کے لیے ہو یا کسی اور روزہ کے لیے، مگر جب سحری کھاتے وقت یہ ارادہ ہے کہ صبح کو روزہ نہ ہوگا تو یہ سحری کھانا نیت نہیں۔(22)

مسئلہ ۲۰: رمضان کے ہر روزہ کے لیے نئی نیت کی ضرورت ہے۔ پہلی یا کسی تاریخ میں پورے رمضان کے روزہ کی نیت کر لی تو یہ نیت صرف اُسی ایک دن کے حق میں ہے، باقی دنوں کے لیے نہیں۔(23)

مسئلہ ۲۱: یہ تینوں یعنی رمضان کی ادا اور نفل و نذر معین مطلقاً روزہ کی نیت سے ہو جاتے ہیں، خاص انھیں کی نیت ضروری نہیں۔ یوہیں نفل کی نیت سے بھی ادا ہو جاتے ہیں، بلکہ غیر مریض و مسافر نے رمضان میں کسی اور واجب کی نیت کی جب بھی اسی رمضان کا ہوگا۔(24)

مسئلہ ۲۲: مسافر اور مریض اگر رمضان شریف میں نفل یا کسی دوسرے واجب کی نیت کریں تو جس کی نیت کریں گے، وہی ہوگا رمضان کا نہیں۔(25) اور مطلق روزے کی نیت کریں تو رمضان کا ہوگا۔(26)

مسئلہ ۲۳: نذر معین یعنی فلاں دن روزہ رکھوں گا، اس میں اگر اُس دن کسی اور واجب کی نیت سے روزہ رکھا تو جس کی نیت سے روزہ رکھا، وہ ہوا منت کی قضا دے۔(27)

---

(19) ردالمحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم ومالایفسدہ، ج۳، ص۴۱۹

(20) الجوهرة النيرة، کتاب الصوم، ص۱۷۵

(21) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الصوم، ج۳، ص۳۹۸

(22) الجوهرة النيرة، کتاب الصوم، ص۱۷۶

(23) الجوهرة النيرة، کتاب الصوم، ص۱۷۶

(24) الدرالمختار، کتاب الصوم، ج۳، ص۳۹۳، وغیرہ

(25) تنویر الابصار، کتاب الصوم، ج۳، ص۳۹۵

(26) الفتاوی الهندیة، کتاب الصوم، الباب الاول، ج۱، ص۱۹۵۔۱۹۶

(27) المرجع السابق، ص۱۹۶

مسئلہ ۲۴: رمضان کے مہینے میں کوئی اور روزہ رکھا اور اُسے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ ماہِ رمضان ہے، جب بھی رمضان ہی کا روزہ ہوا۔ (28)

مسئلہ ۲۵: کوئی مسلمان دارالحرب میں قید تھا اور ہر سال یہ سوچ کر کہ رمضان کا مہینہ آ گیا، رمضان کے روزے رکھے بعد کو معلوم ہوا کہ کسی سال بھی رمضان میں نہ ہوئے بلکہ ہر سال رمضان سے پیشتر ہوئے تو پہلے سال کا تو ہوا ہی نہیں کہ رمضان سے پیشتر رمضان کا روزہ ہو نہیں سکتا اور دوسرے تیسرے سال کی نسبت یہ ہے کہ اگر مطلق رمضان کی نیت کی تھی تو ہر سال کے روزے سال گزشتہ کے روزوں کی قضا ہیں اور اگر اس سال کے رمضان کی نیت سے رکھے تو کسی سال کے نہ ہوئے۔ (29)

مسئلہ ۲۶: اگر صورت مذکورہ میں تحری کی یعنی سوچا اور دل میں یہ بات جمی کہ یہ رمضان کا مہینہ ہے اور روزہ رکھا، مگر واقع میں روزے شوال کے مہینے میں ہوئے تو اگر رات سے نیت کی تو ہو گئے، کیونکہ قضا میں قضا کی نیت شرط نہیں، بلکہ ادا کی نیت سے بھی قضا ہو جاتی ہے پھر اگر رمضان وشوال دونوں تیس ۳۰ تیس ۳۰ دن یا انتیس ۲۹ انتیس ۲۹ دن کے ہیں تو ایک روزہ اور رکھے کہ عید کا روزہ ممنوع ہے اور اگر رمضان تیس ۳۰ کا اور شوال انتیس ۲۹ کا تو دو اور رکھے اور رمضان انتیس ۲۹ کا تھا اور یہ تیس ۳۰ کا تو پورے ہو گئے اور اگر وہ مہینہ ذی الحجہ کا تھا تو اگر دونوں تیس ۳۰ یا انتیس ۲۹ کے ہیں تو چار روزے اور رکھے اور رمضان تیس کا تھا یہ انتیس کا تو پانچ اور بالعکس تو تین رکھے۔ غرض ممنوع روزے نکال کر وہ تعداد پوری کرنی ہوگی جتنے رمضان کے دن تھے۔ (30)

مسئلہ ۲۷: ادائے رمضان اور نذر معیّن اور نفل کے علاوہ باقی روزے، مثلاً قضائے رمضان اور نذر غیر معیّن اور نفل کی قضا (یعنی نفلی روزہ رکھ کر توڑ دیا تھا اس کی قضا) اور نذر معیّن کی قضا اور کفّارہ کا روزہ اور حرم میں شکار کرنے کی وجہ سے جو روزہ واجب ہوا وہ اور حج میں وقت سے پہلے سر منڈانے کا روزہ اور تمتع کا روزہ، ان سب میں عین صبح چمکتے وقت یا رات میں نیّت کرنا ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ جو روزہ رکھنا ہے، خاص اس معیّن کی نیت کرے اور اُن روزوں کی نیّت اگر دن میں کی تو نفل ہوئے پھر بھی ان کا پورا کرنا ضرور ہے توڑے گا تو قضا واجب ہوگی۔ اگرچہ یہ اس کے علم میں ہو کہ جو روزہ رکھنا چاہتا ہے یہ وہ نہیں ہوگا بلکہ نفل ہوگا۔ (31)

---

(28) الدرالمختار

(29) ردالمحتار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۳۹۷

(30) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۹۶

(31) الدرالمختار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۳۹۳، وغیرہ

مسئلہ ۲۸: یہ گمان کر کے کہ اس کے ذمہ روزے کی قضا ہے روزہ رکھا۔ اب معلوم ہوا کہ گمان غلط تھا تو اگر فوراً توڑ دے تو توڑ سکتا ہے، اگرچہ بہتر یہ ہے کہ پورا کرلے اور فوراً نہ توڑا تو اب نہیں توڑ سکتا، توڑے گا تو قضا واجب ہے۔(32)

مسئلہ ۲۹: رات میں قضا روزے کی نیت کی، صبح کو اُسے نفل کرنا چاہتا ہے تو نہیں کر سکتا۔(33)

مسئلہ ۳۰: نماز پڑھتے میں روزہ کی نیت کی تو نیت صحیح ہے۔(34)

مسئلہ ۳۱: کئی روزے قضا ہو گئے تو نیت میں یہ ہونا چاہیے کہ اس رمضان کے پہلے روزے کی قضا، دوسرے کی قضا اور اگر کچھ اس سال کے قضا ہو گئے، کچھ اگلے سال کے باقی ہیں تو یہ نیت ہونی چاہیے کہ اس رمضان کی اور اُس رمضان کی قضا اور اگر دن اور سال کو معیّن نہ کیا، جب بھی ہو جائیں گے۔(35)

مسئلہ ۳۲: رمضان کا روزہ قصداً توڑا تھا تو اس پر اس روزے کی قضا ہے اور ساٹھ روزے کفارہ کے(36)۔ اب اُس نے اکسٹھ روزے رکھ لیے، قضا کا دن معیّن نہ کیا تو ہو گیا۔(37)

مسئلہ ۳۳: یوم الشک یعنی شعبان کی تیسویں تاریخ کو نفل خالص کی نیت سے روزہ رکھ سکتے ہیں اور نفل کے سوا کوئی اور روزہ رکھا تو مکروہ ہے، خواہ مطلق روزہ کی نیت ہو یا فرض کی یا کسی واجب کی، خواہ نیت معیّن کی کی ہو یا تردد

---

(32) ردالمحتار، کتاب الصوم، ج۳ص۳۹۹

(33) المرجع السابق، ص۳۹۸

(34) الدرالمختار، کتاب الصوم، ج۳، ص۳۹۸

(35) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الاول، ج۱، ص۱۹۶

روزہ توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ ممکن ہو تو ایک رقبہ یعنی باندی یا غلام آزاد کرے اور یہ نہ کر سکے مثلاً اس کے پاس نہ لونڈی غلام ہے، نہ اتنا مال کہ خریدے یا مال تو ہے مگر رقبہ (یعنی غلام) میسر نہیں جیسے آج کل یہاں ہندوستان میں۔ تو پے در پے ساٹھ روزے رکھے، یہ بھی نہ کر سکے تو ساٹھ (۶۰) مساکین کو بھر بھر پیٹ دونوں وقت کھانا کھلائے اور روزے کی صورت میں اگر درمیان میں ایک دن کا بھی چھوٹ گیا تو اب سے ساٹھ (۶۰) روزے رکھے، پہلے کے روزے محسوب (یعنی شمار) نہ ہوں گے اگرچہ اُنسٹھ (۵۹) رکھ چکا تھا۔ اگرچہ بیماری وغیرہ کسی عذر کے سبب چُھوٹا ہو۔ مگر عورت کو حیض آجائے تو حیض کی وجہ سے جتنے ناغے ہوئے یہ ناغے نہیں شمار کیے جائیں گے یعنی پہلے کے روزے اور حیض کے بعد والے دونوں مل کر ساٹھ (۶۰) ہو جانے سے کفارہ ادا ہو جائے گا۔

(ردالمحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، مطلب فی الکفارۃ، ج۳، ص۴۴۷)

(36) اگر کفارے کی شرائط پائی گئیں تو۔

(37) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الاول، ج۱، ص۱۹۶

کے ساتھ یہ سب صورتیں مکروہ ہیں۔ پھر اگر رمضان کی نیت ہے تو مکروہ تحریمی ہے، ورنہ مقیم کے لیے تنزیہی اور مسافر نے اگر کسی واجب کی نیت کی تو کراہت نہیں پھر اگر اس دن کا رمضان ہونا ثابت ہو جائے تو مقیم کے لیے بہرحال رمضان کا روزہ ہے اور اگر یہ ظاہر ہو کہ وہ شعبان کا دن تھا اور نیت کسی واجب کی کی تھی تو جس واجب کی نیت تھی وہ ہوا اور اگر کچھ حال نہ کھلا تو واجب کی نیت بے کار گئی اور مسافر نے جس کی نیت کی بہر صورت وہی ہوا۔(38)

مسئلہ ۳۴: اگر تیسویں تاریخ ایسے دن ہوئی کہ اس دن روزہ رکھنے کا عادی تھا تو اُسے روزہ رکھنا افضل ہے، مثلاً کوئی شخص پیر یا جمعرات کا روزہ رکھا کرتا ہے اور تیسویں اسی دن پڑی تو رکھنا افضل ہے۔ یوہیں اگر چند روز پہلے سے رکھ رہا تھا تو اب یوم الشک میں کراہت نہیں۔ کراہت اُسی صورت میں ہے کہ رمضان سے ایک ۱ یا دو ۲ دن پہلے روزہ رکھا جائے یعنی صرف تیس ۳۰ شعبان کو یا اُنتیس ۲۹ اور تیس ۳۰ کو۔(39)

مسئلہ ۳۵: اگر نہ تو اس دن روزہ رکھنے کا عادی تھا نہ کئی روز پہلے سے روزے رکھے تو اب خاص لوگ روزہ رکھیں اور عوام نہ رکھیں، بلکہ عوام کے لیے یہ حکم ہے کہ ضحوہ کبریٰ تک روزہ کے مثل رہیں، اگر اس وقت تک چاند کا ثبوت ہو جائے تو رمضان کے روزے کی نیت کرلیں ورنہ کھا پی لیں۔ خواص سے مراد یہاں علما ہی نہیں، بلکہ جو شخص یہ جانتا ہو کہ یوم الشک میں اس طرح روزہ رکھا جاتا ہے، وہ خواص میں ہے ورنہ عوام میں۔(40)

---

(38) الدرالمختار و ردالمحتار، کتاب الصوم، مبحث في صوم یوم الشک، ج ۳،ص ۳۹۹

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:
اگر ۲۹ کی شام کو مطلع صاف ہو اور چاند نظر نہ آئے تو ۳۰ کو قاضی مفتی کوئی بھی روزہ نہ رکھے اور اگر مطلع پر ابر وغبار ہو تو مفتی کو چاہئے کہ عوام کو ضحوہ کبریٰ یعنی نصف النہار شرعی تک انتظار کا حکم دے کہ جب تک کچھ نہ کھائیں پئیں، نہ روزے کی نیت کریں، بلانیت روزہ مثل روزہ رہیں، اس بیچ میں اگر ثبوت شرعی سے رویت ثابت ہو جائے تو سب روزے کی نیت کرلیں روزہ رمضان ہو جائے گا، اور اگر یہ وقت گزر جائے کہیں سے ثبوت نہ آئے تو مفتی عوام کو حکم دے کہ کھائیں پئیں، ہاں جو شخص کسی خاص دن کے روزے کا عادی ہو، اور اگر اس تاریخ وہ دن آکر پڑے مثلاً ایک شخص ہر پیر کو روزہ رکھتا ہے اور یہ دن پیر کا ہو تو وہ اپنے اسی نفلی روزے کی نیت کرسکتا ہے شک کی وجہ سے رمضان کے روزے کی نیت کرے گا یا یہ کہ چاند ہو گیا تو آج رمضان کا روزہ رکھتا ہوں ورنہ نفل، تو گنہگار ہوگا۔ حدیث میں ہے: من صام یوم الشک عصی اباالقاسم ا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ا صحیح بخاری باب اذا رأیتمو الهلال فصوموا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۶)
جس نے یوم شک کا روزہ رکھا اس نے حضرت ابو القاسم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۳۵۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(39) الدرالمختار، کتاب الصوم، ج ۳،ص ۴۰۰

(40) الدرالمختار، کتاب الصوم، ج ۳،ص ۴۰۲

مسئلہ ۳۶: یوم الشک کے روزہ میں یہ پکا ارادہ کرلے کہ یہ روزہ نفل ہے تردد نہ رہے، یوں نہ ہو کہ اگر رمضان ہے تو یہ روزہ رمضان کا ہے، ورنہ نفل کا یا یوں کہ اگر آج رمضان کا دن ہے تو یہ روزہ رمضان کا ہے، ورنہ کسی اور واجب کا کہ یہ دونوں صورتیں مکروہ ہیں۔ پھر اگر اس دن کا رمضان ہونا ثابت ہو جائے تو فرض رمضان ادا ہوگا۔ ورنہ دونوں صورتوں میں نفل ہے اور گنہگار بہرحال ہوا اور یوں بھی نیت نہ کرے کہ یہ دن رمضان کا ہے تو روزہ ہے، ورنہ روزہ نہیں کہ اس صورت میں تو نہ نیت ہی ہوئی، نہ روزہ ہوا اور اگر نفل کا پورا ارادہ ہے مگر کبھی کبھی دل میں یہ خیال گزر جاتا ہے کہ شاید آج رمضان کا دن ہو تو اس میں حرج نہیں۔ (41)

مسئلہ ۳۷: عوام کو جو یہ حکم دیا گیا کہ ضحوہ کبریٰ تک انتظار کریں، جس نے اس پر عمل کیا مگر بھول کر کھالیا پھر اُس دن کا رمضان ہونا ظاہر ہوا تو روزہ کی نیت کرلے ہو جائے گا کہ انتظار کرنے والا روزہ دار کے حکم میں ہے اور بھول کر کھانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (42)

❁❁❁❁❁

(41) یوم الشک کے روزہ میں یہ پکا ارادہ کرلے کہ یہ روزہ نفل ہے تردُّد نہ رہے، یوں نہ ہو کہ اگر رمضان ہے تو یہ روزہ رمضان کا ہے، ورنہ نفل کا یا یوں کہ اگر آج رمضان کا دن ہے تو یہ روزہ رمضان کا ہے، ورنہ کسی اور واجب کا کہ یہ دونوں صورتیں مکروہ ہیں۔ پھر اگر اس دن کا رمضان ہونا ثابت ہو جائے تو فرض رمضان ادا ہوگا۔ ورنہ دونوں صورتوں میں نفل ہے اور گنہگار بہرحال ہوا اور یوں بھی نیت نہ کرے کہ یہ دن رمضان کا ہے تو روزہ ہے، ورنہ روزہ نہیں کہ اس صورت میں تو نہ نیت ہی ہوئی، نہ روزہ ہوا اور اگر نفل کا پورا ارادہ ہے مگر کبھی کبھی دل میں یہ خیال گزر جاتا ہے کہ شاید آج رمضان کا دن ہو تو اس میں حرج نہیں۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الاول، ج۱، ص۲۰۰، والدرالمختار وردالمحتار، کتاب الصوم، مبحث فی صوم یوم الشک، ج۳، ص۴۰۳)

(42) الدرالمختار، کتاب الصوم، ج۳، ص۴۰۴

چاند دیکھنے کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِؕ-قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَ الْحَجِّؕ) (1)

اے محبوب! تم سے ہلال کے بارہ میں لوگ سوال کرتے ہیں، تم فرما دو وہ لوگوں کے کاموں اور حج کے لیے اوقات ہیں۔

حدیث ۱: صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: روزہ نہ رکھو، جب تک چاند نہ دیکھ لو اور افطار نہ کرو، جب تک چاند نہ دیکھ لو اور اگر اَبر ہو تو مقدار پوری کرلو۔ (2)

---

(1) پ ۲، البقرۃ: ۱۸۹

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت معاذ بن جبل اور ثعلبہ بن غنم انصاری کے جواب میں نازل ہوئی ان دونوں نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاند کا کیا حال ہے ابتداء میں بہت باریک نکلتا ہے پھر روز بروز بڑھتا ہے یہاں تک کہ پورا روشن ہوجاتا ہے پھر گھٹنے لگتا ہے اور یہاں تک گھٹتا ہے کہ پہلے کی طرح باریک ہوجاتا ہے ایک حال پر نہیں رہتا اس سوال سے مقصد چاند کے گھٹنے بڑھنے کی حکمتیں دریافت کرنا تھا۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ سوال کا مقصود چاند کے اختلافات کا سبب دریافت کرنا تھا۔

(مزید یہ کہ)

چاند کے گھٹنے بڑھنے کے فوائد بیان فرمائے کہ وہ وقت کی علامتیں ہیں اور آدمیوں کے ہزار ہا دینی و دنیوی کام اس سے متعلق ہیں زراعت، تجارت، لین دین کے معاملات، روزے اور عید کے اوقات عورتوں کی عدتیں حیض کے ایام حمل اور دودھ پلانے کی مدتیں اور دودھ چھڑانے کے وقت اور حج کے اوقات اس سے معلوم ہوتے ہیں کیونکہ اول میں جب چاند باریک ہوتا ہے تو دیکھنے والا جان لیتا ہے کہ ابتدائی تاریخیں ہیں اور جب چاند پورا روشن ہوتا ہے تو معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ مہینے کی درمیانی تاریخ ہے اور جب چاند چھپ جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ مہینہ ختم پر ہے اسی طرح ان کی مابین ایام میں چاند کی حالتیں دلالت کیا کرتی ہیں پھر مہینوں سے سال کا حساب ہوتا ہے یہ وہ قدرتی جنتری ہے جو آسمان کے صفحہ پر ہمیشہ کھلی رہتی ہے اور ہر ملک اور ہر زبان کے لوگ پڑھے بھی اور بے پڑھے بھی سب اس سے اپنا حساب معلوم کرلیتے ہیں۔

(2) صحیح البخاري، کتاب الصوم، باب قول النبي صلی اللہ علیہ وسلم، اذا رأیتم الہلال فصوموا الخ، الحدیث: ۱۹۰۶، ج ۱، ص ۶۲۹

←

حدیث ۲: نیز صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: چاند دیکھ کر روزہ رکھنا شروع کرو اور چاند دیکھ کر افطار کرو اور اگر اَبر ہو تو شعبان کی گنتی تیس ۳۰ پوری کرلو۔ (3)

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی نہ تو مشکوک دن میں روزہ رکھو اور نہ مشکوک میں عید مناؤ لہذا انتیسویں شعبان کو روزہ نہ رکھو کہ شاید کل چاند ہوگیا ہو اور تیسویں رمضان کو عید نہ مناؤ اس شبہ پر کہ کل شاید شوال کا چاند ہوگیا ہو بلکہ جب رمضان یا شوال کا چاند یقینی طور پر ہو جائے تب روزہ یا عید مانو۔ اس جملہ پر بہت سے شرعی احکام مرتب ہیں، فقہاء فرماتے ہیں کہ شک کے دن روزہ رکھنا منع ہے اس کا ماخذ یہ ہی حدیث ہے۔

۲۔ یعنی تیس دن پورے کرلو کیونکہ چاند کا مہینہ ۲۹ دن سے کم نہیں ہوتا اور ۳۰ دن سے زیادہ نہیں ہوتا، چاند دیکھنے کی کچھ تفصیل اگلی حدیث میں آرہی ہے۔

۳۔ یعنی عربی مہینہ انتیس کا بھی ہوتا ہے لیکن اگر چاند نظر نہ آئے تو تیس کا ہوگا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چاند میں دیکھنے کا اعتبار ہے، جنتری حساب وغیرہ شریعت میں بالکل غیر معتبر ہیں جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

۴۔ یہ جملہ اس آیت کی تفسیر ہے "وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ" یعنی ماہ رمضان کی گنتی پوری کرنا فرض ہے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ اگر جنتری والا اپنے حساب سے روزہ رکھے یا عید کرے تو سخت گنہگار ہوگا کیونکہ شریعت میں چاند دیکھنے کا اعتبار ہے اور اگر حساب پر عید منوائے گا تو سخت فاسق ہوگا اور اگر اسی حساب پر لوگوں کے روزے تڑوا دے تو سب پر کفارہ واجب ہوگا اور اگر اس حساب پر عمل کو واجب جان کر روزہ یا عید کو فرض جانے تو کافر ہو جائے گا کیونکہ وہ آیت مذکورہ کا بھی منکر ہوا اور احادیث متواترہ کا بھی۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۹۵)

(3) صحیح البخاري، کتاب الصوم، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم، اذا رأیتم الخ، الحدیث: ۱۹۰۹، ج ۱، ص ۶۳۰

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ صُوْمُوْا کا فاعل سارے مسلمان ہیں، لِرُؤْيَتِهٖ میں ضمیر کا مرجع چاند ہے، لِرُؤْيَتِكُمْ نہ فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ کہیں بھی چاند ہو جائے سب مسلمانوں پر روزہ فرض ہو جائے گا بشرطیکہ انہیں چاند کا ثبوت شرعی پہنچ جائے چاند میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہ ہوگا جیسا کہ شوافع کا خیال ہے کہ ایک علاقہ کی رویت دوسرے علاقہ والوں کے لیے معتبر نہیں مانتے یہ حدیث ان کے خلاف ہے اور احناف کی دلیل ہے۔ شوافع کی دلیل حضرت عمر کا یہ فرمان "لَهُمْ رُؤْيَتُهُمْ وَلَنَا رُؤْيَتُنَا" اس کا جواب ان شاءاللہ اسی حدیث کے ماتحت دیا جائے گا کہ وہاں شرعی گواہی نہ ہونے کی وجہ سے یہ فرمایا تھا۔ بعض جہلا تیسویں رمضان کو عید کا چاند عصر کے وقت دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ عید کا چاند نظر آگیا روزہ کھول دو یہ غلط ہے یہاں افطار سے مراد کل روزہ نہ رکھنا اور عید منانا ہے نہ کہ روزہ توڑ دینا جیسا کہ اگلے جملہ سے معلوم ہو رہا ہے۔

۲۔ چاند مشتبہ ہونے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ کہیں نظر ہی نہ آئے جنتری والے کہتے ہوں کہ کل چاند ہوگیا۔ دوسرے یہ کہ اڑتے اڑتے معلوم ہو جائے کہ فلاں جگہ چاند ہوگیا شرعی گواہی نہ پہنچے۔ فقیر نے ریڈیوں کی خبر کے متعلق فتویٰ یہ دیا ہے کہ اگر ریڈیو پر کہیں ←

حدیث ۳: ابوداود و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و دارمی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، ایک اعرابی نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی، میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے۔ فرمایا: تُو گواہی دیتا ہے کہ اللہ (عزوجل) کے سوا کوئی معبود نہیں۔ عرض کی، ہاں۔ فرمایا: تُو گواہی دیتا ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ (عزوجل) کے رسول ہیں۔ اُس نے کہا، ہاں۔ ارشاد فرمایا: اے بلال! لوگوں میں اعلان کردو کہ کل روزہ رکھیں۔ (4)

چاند ہونے کی خبر دی جائے تو معتبر نہیں اور سننے والے اس خبر پر روزہ یا عید نہیں منا سکتے لیکن اگر حکومت اسلامیہ کی قائم کردہ ہلال کمیٹی شرعی قواعد کی رو سے شرعی گواہی لے کر چاند ہوجانے کا فیصلہ کرے اور اپنے فیصلہ کا ریڈیو پر اعلان کرے تو معتبر ہے کیونکہ پہلی صورت میں چاند کی خبر کا اعلان ہے اور اس صورت میں حاکم کے فیصلہ کا، پہلا غیر معتبر دوسرا معتبر۔ حاکم کے فیصلہ کی اطلاع تو فائر، گولہ، چراغاں وغیرہ سے کردینا بھی جائز ہے ریڈیو کی اطلاع تو اس سے کہیں زیادہ قوی ہے۔ اس مسئلہ کی نہایت نفیس تحقیق ہمارے فتاوٰے نعیمیہ میں دیکھو۔ خیال رہے کہ فقیر کا یہ فتویٰ اس صورت میں ہے کہ ہلال کمیٹی کے اراکین مسائل شرعیہ سے واقف ہوں اور گواہی وغیرہ شرعی قواعد سے حاصل کریں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۹۶)

(4) سنن أبي داود، کتاب الصیام، باب في شھادۃ الواحد علی رؤیۃ ھلال رمضان، الحدیث: ۲۳۴۰، ج ۲، ص ۴۴۰

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱؎ یعنی اس نے نہ تو اپنے ساتھ کوئی اور گواہ پیش کیا اور نہ گواہی کے الفاظ ادا کئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس چاند میں خبر کافی ہوتی ہے۔

۲؎ اس زمانے میں چونکہ اسلام میں فرقے نہ بنے تھے صرف کلمہ طیبہ پڑھ لینا مسلمان ہونے کے لیے کافی تھا، نیز کلمہ طیبہ پڑھنا تمام عقائد اسلامیہ مان لینے کی دلیل تھا اس لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے یہ دو اقرار کرائے۔ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ رمضان کے چاند میں مسلمان کی خبر معتبر ہے نہ کہ کافر کی۔ دوسرے یہ کہ کسی بات کے جواب میں ہاں کہہ دینا یہ بھی اقرار ہوتا ہے، اس سے اقرار نکاح طلاق کے بہت سے مسائل مستنبط ہوں گے، مثلاً کسی نے پوچھا کیا تو نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اس نے کہا ہاں طلاق ہوگئی وغیرہ۔ البتہ حدود و قصاص میں اقرار کے صریح الفاظ بولنے ضروری ہیں وہاں فقط ہاں کافی نہیں کیونکہ یہ چیزیں شبہات سے ختم ہوجاتی ہیں۔ فقیر نے حدیث کی جو شرح عرض کی اس سے معلوم ہوگیا کہ اب مرزائیوں وغیرہ مرتدین کا فقط کلمہ پڑھ لینا اسلام کے لیے کافی نہیں خود زمانہ نبوی میں (صلی اللہ علیہ وسلم) منافقوں کا کلمہ پڑھنا ان کے اسلام کے لیے کافی نہ تھا لہذا یہ حدیث نہ تو قرآن کریم کی اس آیت کے خلاف ہے "وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَكٰذِبُوْنَ" اور نہ ان احادیث کے مخالف جن میں فرمایا گیا کہ آئندہ زمانے میں لوگ قرآن اور نمازیں پڑھیں گے مگر اسلام سے دور ہوں گے۔

۳؎ فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر انتیسویں شعبان کو مطلع صاف نہ ہو تو ایک عادل مسلمان کی خبر سے رمضان کے چاند کا ثبوت ہوجائے گا، ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ اس حدیث سے اشارۃً معلوم ہوا کہ سارے صحابہ عادل ہیں کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کلمہ کا اقرار کراکر اعمال کی تحقیق نہ فرمائی، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ رمضان کے روزے کی نیت دن میں بھی ہوسکتی ہے رات سے نیت کرنا ضروری نہیں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۰۴)

حدیث ۴: ابو داود و دارمی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ لوگوں نے باہم چاند دیکھنا شروع کیا، میں نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو خبر دی کہ میں نے چاند دیکھا ہے، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔(5)

حدیث ۵: ابو داود اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شعبان کا اس قدر تحفظ کرتے کہ اتنا اور کسی کا نہ کرتے پھر رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھتے اور اگر اَبر ہوتا تو تیس دن پورے کر کے روزہ رکھتے۔(6)

حدیث ۶: صحیح مسلم میں ابی البختری سے مروی، کہتے ہیں ہم عمرہ کے لیے گئے، جب بطن نخلہ میں پہنچے تو چاند دیکھ کر کسی نے کہا تین رات کا ہے، کسی نے کہا دو رات کا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہم ملے اور ان سے

---

(5) سنن أبي داود، کتاب الصیام، باب في شھادة الواحد علی رؤیة ھلال رمضان، الحدیث: ۲۳۴۲، ج ۲، ص ۴۴۱

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔یعنی انتیسویں شعبان کو مطلع صاف نہ تھا،لوگوں نے چاند دیکھنے کی کوشش کی کسی کو نظر نہ آیا،صرف میری خبر پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کا حکم دے دیا۔خیال رہے کہ حضرت امام شافعی کے ہاں رمضان کے چاند میں جب کہ مطلع صاف نہ ہو دو شخصوں کی گواہی ضروری ہے مگر یہ احادیث ان کے اس فرمان کے خلاف ہیں اس لیے اکثر شوافع اس حدیث پر فتویٰ دے کر صرف ایک مسلمان کی خبر معتبر مانتے ہیں،ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں صرف ایک عادل کی خبر کافی ہے اور اگر مطلع صاف ہو تو بڑی جماعت کی گواہی سے چاند کا ثبوت ہوگا عید کے چاند میں اگر مطلع صاف نہ ہو تو دو کی گواہی ضروری ہے اور اگر صاف ہو تو بڑی جماعت کی گواہی درکار ہے کیونکہ رمضان کے چاند پر صرف شرعی احکام مرتب ہوتے ہیں جن میں ایک کی خبر کافی ہوگی ہے مگر عید کے چاند سے بندوں کے حقوق وابستہ ہیں لہذا یہاں دو کی گواہی ضروری ہوئی، بڑی جماعت میں اختلاف ہے امام ابو یوسف کے ہاں پچاس آدمی بڑی جماعت ہیں،بعض کے ہاں تعداد مقرر نہیں،اتنے لوگوں کی گواہی ضروری ہے جن سے چاند کا گمان غالب ہوجائے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح،ج۳،ص۲۰۵)

(6) سنن أبي داود، کتاب الصیام، باب إذا أُغمي الشھر ،الحدیث: ۲۳۲۵، ج ۲، ص ۴۳۴

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔اس طرح کہ شعبان کا چاند بہت اہتمام سے دیکھتے تھے،پھر اس کے دن کی شمار رکھتے تھے کیونکہ اس پر ماہ رمضان کا دارومدار ہے،بقرعید کے چاند پر بھی اگر چہ حج وغیرہ کا دارومدار ہے مگر حج ہر سال ہر شخص نہیں کرتا اور نماز بقرعید و قربانی چاند سے دس دن بعد ہوتی ہے جس میں چاند کا پتہ لگ جاتا ہے،رمضان میں چاند ہوتے ہی ہر شخص روزے رکھتا ہے لہذا اس کے چاند کا اہتمام زیادہ چاہیے۔

۲۔یعنی اگر رمضان کا چاند خود بھی نہ ملاحظہ فرماتے اور نہ شرعی ثبوت پاتے تو تیس دن شعبان کے پورے فرماتے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح،ج۳،ص۲۰۶)

واقعہ بیان کیا، فرمایا: تم نے دیکھا کس رات میں؟ ہم نے کہا، فلاں رات میں، فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُس کی مدت دیکھنے سے مقرر فرمائی، لہٰذا اس رات کا قرار دیا جائے گا جس رات کو تم نے دیکھا۔ (7)

مسئلہ ۱: پانچ مہینوں کا چاند دیکھنا، واجب کفایہ ہے۔

(۱) شعبان۔

---

(7) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب بیان انہ لا اعتبار بکبر الھلال وصغرہ الخ، الحدیث: ۱۰۸۸، ص۵۴۹

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ ان کا نام سعید ابن فیروز ہے، تابعین میں سے ہیں، کوفی ہیں، آدمی ٹھیک تھے، مائل بہ رفض تھے، ان کی سمعی حدیثیں مقبول ہیں دوسری نہیں۔ (مرقات وغیرہ)

۲۔ بطن نخلہ مکہ معظمہ سے مشرق کی جانب طائف کے راستہ پر واقع ہے مشہور منزل ہے، اب اسے مضیق کہتے ہیں۔

۳۔ کہ میدان میں جمع ہو کر ایک دوسرے کو دکھانے لگے کہ وہ ہے چاند۔ خیال رہے کہ چاند کی طرف اشارہ کرنا دکھانے کے لیے جائز ہے بلاضرورت مکروہ کہ فعل کفار ہے۔ (مرقات وشامی)

۴۔ یعنی چاند اونچا اور بڑا تھا اس لیے بعض نے کہا دوسری شب کا ہے، بعض نے کہا تیسری شب کا ہے یعنی کسی نے کہا کل ہو چکا ہے، کسی نے کہا پرسوں ہو چکا ہے یہ چاند رمضان کا تھا یہ حضرات شعبان کے آخر میں عمرہ کرتے گئے تھے۔

۵۔ یعنی مجھے اپنا اندازہ نہ بتاؤ اپنی رؤیت کی خبر دو کہ تم میں سے کس نے اس سے پہلے کب دیکھا تھا کل یا پرسوں۔

۶۔ یعنی حضرت ابن عباس کے فرمانے پر اب ہم نے دیکھنے کی رات بتائی کہ مثلاً کل دیکھا تھا۔

۷۔ یعنی چاند میں چھوٹا بڑا ہونے یا اونچا ہونے کا اعتبار نہیں دیکھنے کا اعتبار ہے۔ اس سے وہ لوگ عبرت ونصیحت پکڑیں کہ صرف جنتری یا اخبار میں لکھی ہوئی تاریخ دیکھ کر یا چاند کی بڑائی دیکھ کر جھگڑتے ہیں۔

۸۔ ذات عرق عراق والوں کا میقات ہے جہاں یہ لوگ احرام باندھتے ہیں طائف کے راستہ پر واقع ہے، اب اس کا نام سہل ہے، لاری بسوں کا مشہور اڈہ ہے، فقیر وہاں سے گزرا ہے۔ عراق سے مکہ معظمہ جاتے ہوئے بھی اور مکہ معظمہ سے طائف آتے جاتے بھی بڑے عمرہ کا احرام یہاں سے ہی باندھا جاتا ہے، یہاں کا پانی بہت لذیذ اور ہاضم ہے۔

۹۔ حضرت عبداللہ ابن عباس کا قیام طائف میں تھا، وہاں ہی آپ کا مزار پر انوار ہے، فقیر نے زیارت کی ہے۔ غالبًا ان حضرات نے طائف پہنچ کر ان سے یہ مسئلہ پوچھا ہوگا۔ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ شعبان کی مدت رمضان کا چاند دیکھنے تک ہے حساب وغیرہ کا اعتبار نہیں۔ مرقات نے فرمایا کہ یہاں لیلۃً فرمانے سے اشارۃً معلوم ہوا کہ اگر دن میں زوال کے بعد رمضان یا عید کا چاند نظر آجائے مگر بعد غروب آفتاب نظر نہ آئے تو اس دیکھنے کا کوئی اعتبار نہیں آفتاب ڈوبنے کے بعد رؤیت کا اعتبار ہے۔ واللہ اعلم!

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۳، ص۲۰۷)

(۲) رمضان۔

(۳) شوال۔

(۴) ذیقعدہ۔

(۵) ذی الحجہ۔

شعبان کا اس لیے کہ اگر رمضان کا چاند دیکھتے وقت اَبر یا غبار ہو تو یہ تیس پورے کر کے رمضان شروع کریں اور رمضان کا روزہ رکھنے کے لیے اور شوال کا روزہ ختم کرنے کے لیے اور ذیقعدہ کا ذی الحجہ کے لیے (کہ وہ حج کا خاص مہینہ ہے) اور ذی الحجہ کا بقرعید کے لیے۔(8)

مسئلہ ۲: شعبان کی اُنتیس ۲۹ کو شام کے وقت چاند دیکھیں دکھائی دے تو کل روزہ رکھیں، ورنہ شعبان کے تیس ۳۰ دن پورے کر کے رمضان کا مہینہ شروع کریں۔(9)

مسئلہ ۳: کسی نے رمضان یا عید کا چاند دیکھا مگر اس کی گواہی کسی وجہ شرعی سے رد کر دی گئی مثلاً فاسق ہے یا عید کا چاند اس نے تنہا دیکھا تو اُسے حکم ہے کہ روزہ رکھے، اگرچہ اپنے آپ عید کا چاند دیکھ لیا ہے اور اس روزہ کو توڑنا جائز نہیں، مگر توڑے گا تو کفارہ لازم نہیں (10) اور اس صورت میں اگر رمضان کا چاند تھا اور اُس نے اپنے حسابوں تیس روزے پورے کیے، مگر عید کے چاند کے وقت پھر اَبر یا غبار ہے تو اُسے بھی ایک دن اور رکھنے کا حکم ہے۔

---

(8) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

فرض کفایہ، یعنی سب ترک کریں تو سب گنہگار، اور بعض بقدر کفایت عمل کریں تو سب پر سے اُتر جائے، اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ شاید شعبان ۲۹ کا ہوجائے تو کل سے رمضان ہے۔ اگر چاند کا خیال نہ کیا تو عجب نہیں کہ ہوجائے اور یہ بے خبر رہیں۔ تو کل شعبان سمجھ کر ناحق رمضان کا روزہ جائے۔

یجب کفایۃ التماس الھلال لیلۃ الثلثین من شعبان لانہ قد یکون ناقصا ا۔(مراقی الفلاح) الظاھر منہ الافتراض لانہ یتوصل بہ الی الفرض ۲۔(ط ط) (حاشیۃ العلامۃ الطحطاوی علیہا)

(۱۔ مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فیما یثبت بہ الھلال نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۳۵۴) (۲۔ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فیما یثبت بہ الھلال نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۳۵۴)

شعبان کی تیسویں رات چاند کا تلاش کرنا وجوب کفایہ ہے کیونکہ بعض اوقات وہ ناقص ہوتا ہے (مراقی الفلاح)۔ اس سے ظاہر یہی ہے کہ یہ فرض ہے کیونکہ فرض تک پہنچنے کا یہ وسیلہ ہے (ط ط) (فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۴۴۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(9) الفتاوی الہندیۃ، کتاب الصوم، الباب الثانی فی رؤیۃ الہلال، ج ۱، ص ۱۹۷

(10) الدرالمختار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۴۰۴

مسئلہ ۴: تنہا اُس نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا پھر روزہ توڑ دیا یا قاضی کے یہاں گواہی بھی دی تھی اور ابھی اُس نے اُس کی گواہی پر حکم نہیں دیا تھا کہ اُس نے روزہ توڑ دیا تو بھی کفارہ لازم نہیں، صرف اُس روزہ کی قضا دے اور اگر قاضی نے اُس کی گواہی قبول کر لی۔ اُس کے بعد اُس نے روزہ توڑ دیا تو کفارہ لازم ہے اگرچہ یہ فاسق ہو۔(11)

مسئلہ ۵: جو شخص علم ہیأت جانتا ہے، اُس کا اپنے علم ہیأت کے ذریعہ سے کہہ دینا کہ آج چاند ہوا یا نہیں ہوا کوئی چیز نہیں اگرچہ وہ عادل ہو، اگرچہ کئی شخص ایسا کہتے ہوں کہ شرع میں چاند دیکھنے یا گواہی سے ثبوت کا اعتبار ہے۔(12)

مسئلہ ۶: ہر گواہی میں یہ کہنا ضرور ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ بغیر اس کے شہادت نہیں، مگر اَبر میں رمضان کے چاند کی گواہی میں اس کہنے کی ضرورت نہیں، اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ میں نے اپنی آنکھ سے اس رمضان کا چاند آج یا کل یا فلاں دن دیکھا ہے۔ یوہیں اس کی گواہی میں دعویٰ اور مجلس قضا اور حاکم کا حکم بھی شرط نہیں، یہاں تک کہ اگر کسی نے حاکم کے یہاں گواہی دی تو جس نے اُس کی گواہی سُنی اور اُس کو بظاہر معلوم ہوا کہ یہ عادل ہے اس پر روزہ رکھنا ضروری ہے، اگرچہ حاکم کا حکم اُس نے نہ سُنا ہو مثلاً حکم دینے سے پہلے ہی چلا گیا۔(13)

مسئلہ ۷: اَبر اور غبار میں رمضان کا ثبوت ایک مسلمان عاقل بالغ، مستور یا عادل شخص سے ہو جاتا ہے، وہ مرد ہو خواہ عورت، آزاد ہو یا باندی غلام یا اس پر تہمت زنا کی حد ماری گئی ہو، جب کہ توبہ کر چکا ہے۔ عادل ہونے کے معنے یہ ہیں کہ کم سے کم متقی ہو یعنی کبائر گناہ سے بچتا ہو اور صغیرہ پر اصرار نہ کرتا ہو اور ایسا کام نہ کرتا ہو جو مروت کے خلاف ہو مثلاً بازار میں کھانا۔(14)

---

(11) الدرالمختار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۴۰۴

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الثاني في رؤیۃ الھلال، ج ۱، ص ۱۹۷

(13) المرجع السابق، والدرالمختار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۴۰۶

(14) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

خود شہادتِ رؤیت یعنی چاند دیکھنے والے کی گواہی، ہلال رمضان مبارک کے لیے ایک ہی مسلمان عاقل، بالغ، غیر فاسق کا مجرد بیان کافی ہے کہ میں نے اس رمضان شریف کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا اگرچہ کنیز ہو اگرچہ مستور الحال ہو، جس کی عدالت باطنی معلوم نہیں، ظاہر حال پابند شرع ہے اگرچہ اس کا یہ بیان مجلسِ قضاء میں نہ ہو، اگرچہ گواہی دیتا ہوں نہ کہے، نہ دیکھنے کی کیفیت بیان کرے کہ کہاں سے دیکھا کدھر کو تھا کتنا اونچا تھا وغیر ذٰلک۔ یہ اس صورت میں ہے کہ ۲۹ شعبان کو مطلع صاف نہ ہو، چاند کی جگہ ابر یا غبار ہو، اور بحال صفائی مطلع اگر ویسا ایک شخص جنگل سے آیا یا بلند مکان پر تھا تو بھی ایک ہی کا بیان کافی ہو جائے گا، ورنہ دیکھیں گے کہ وہاں کے مسلمان چاند دیکھنے میں کوشش رکھتے ہیں، بکثرت لوگ متوجہ ہوتے ہیں یا کاہل ہیں دیکھنے کی پروا نہیں، بے پروائی کی صورت میں کم سے کم دو درکار ہوں گے اگرچہ مستور الحال ہوں، ورنہ ایک جماعت عظیم چاہئے کہ اپنی آنکھ سے چاند دیکھنا بیان کرے جس کے بیان سے خوب غلبہ ظن حاصل ←

مسئلہ ۸: فاسق اگرچہ رمضان کے چاند کی شہادت دے اُس کی گواہی قابل قبول نہیں رہا یہ کہ اُس کے ذمہ گواہی

ہوجائے کہ ضرور چاند ہُوا اگر چہ غلام یا کھلے فساق ہوں، اور اگر کثرت حدِ تواتر کو پہنچ جائے کہ عقل اتنے شخصوں کا غلط خبر پر اتفاق محال جانے تو ایسی خبر مسلم و کافر سب کی مقبول ہے۔ باقی گیارہ ہلالوں کے واسطے مطلقاً ہر حال میں ضرور ہے کہ دو ۲ مرد عادل یا ایک مرد دو ۲ عورتیں عادل آزاد جن کا ظاہری و باطنی حال تحقیق ہو کہ پابند شرع ہیں، قاضی شرع کے حضور لفظ اشہد گواہی دیں یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اس مہینے کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا اور جہاں قاضی شرع نہ ہو تو مفتی اسلام اُس کا قائم مقام ہے جبکہ تمام اہل شہر سے علم فقہ میں زائد ہو اُس کے حضور گواہی دیں اور اگر کہیں قاضی و مفتی کوئی نہ ہو تو مجبوری کو اور مسلمانوں کے سامنے ایسے عادل دو ۲ مرد یا ایک مرد دو ۲ عورتوں کا بیان بے لفظ اشہد بھی کافی سمجھا جائے گا، ان گیارہ ہلالوں میں ہمیشہ یہی حکم ہے مگر عیدین میں اگر مطلع صاف ہو اور مسلمان رؤیت ہلال میں کاہلی نہ کرتے ہوں اور وہ دو ۲ گواہ جنگل یا بلندی سے نہ آئے ہوں تو اس صورت میں وہی جماعت عظیم درکار ہے، اسی طرح جہاں اور کسی چاند مثلاً ہلال محرم کا عام مسلمان پُورا اہتمام کرتے ہوں تو بحالتِ صفائی مطلع جبکہ شاہدین جنگل یا بلندی سے نہ آئیں تو ظاہراً جماعت عظیم ہی چاہیے کہ جس وجہ سے اُس کا ایجاب رمضان و عیدین میں کیا گیا تھا یہاں بھی حاصل ہے۔

درمختار میں ہے:

قیل بلادعوی وبلا لفظ اشهد وحکم و مجلس قضاء للصوم مع علة کغیم وغبار خبر عدل او مستور لا فاسق اتفاقا ولوقنا او انثی بیّن کیفیة الرؤیة اولا علی المذهب، وشرط للفطر مع العلة العدالة و نصاب الشهادة ولفظ اشهد ولو کانوابیلدة لاحاکم فیها، صاموابقول ثقة وافطر واباخبار عدلین مع العلة للضرورة وقیل بلاعلة جمع عظیم یقع غلبة الظن بخبرهم وعن الامام یکتفی بشاهدین واختاره فی البحر وصحح فی الاقضیة الاکتفاء بواحد ان جاء من خارج البلد او کان علی مکان مرتفع واختاره ظهیر الدّین، وهلال الاضحی وبقیة الاشهر التسعة کالفطر علی المذهب اھ ملخصا

ابر و غبار کی حالت میں ہلال رمضان کے لیے ایک عادل یا مستور الحال کی خبر کافی ہے اگر چہ غلام یا عورت ہو رؤیت کی کیفیت بیان کرے خواہ نہ کرے، دعوٰی یا لفظ اشھد یا حکم یا مجلس قاضی کسی کی شرط نہیں مگر فاسق کا بیان بالاتفاق مردود ہے اور عید کے لیے بحال ناصافی مطلع عدالت کے ساتھ دو مرد یا ایک مرد دو ۲ عورت کی گواہی بلفظ اشھد ضرور ہے اور اگر ایسے شہر میں ہوں جہاں کوئی حاکم اسلام نہیں تو بوجہ ضرورت بحال ابر و غبار ایک ثقہ شخص کے بیان پر روزہ رکھیں اور دو عادلوں کی خبر پر عید کرلیں، اور جب ابر و غبار نہ ہو تو ایسی بڑی جماعت کی خبر مقبول ہوگی جس سے ظن غالب حاصل ہو جائے اور امام سے مروی ہوا کہ دو ۲ گواہ کافی ہیں اور اسی کو بحر الرائق میں اختیار کیا، اور کتاب الاقضیہ میں فرمایا صحیح یہ ہے کہ ایک بھی کافی ہے اگر جنگل سے آئے یا بلند مکان پر تھا اور اسی کو امام ظہیر الدین نے اختیار فرمایا اور ذی الحجہ اور باقی نو مہینوں کے چاند کا وہی حکم ہے جو ہلال عید الفطر کا۔ اھ مختصراً (ا۔ درمختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۸-۱۴۹)

ردالمحتار میں ہے:

←

دینالازم ہے یا نہیں۔ اگر اُمید ہے کہ اُس کی گواہی قاضی قبول کرلے گا تو اُسے لازم ہے کہ گواہی دے۔ (15)

مستور یعنی جس کا ظاہر حال مطابق شرع ہے، مگر باطن کا حال معلوم نہیں، اُس کی گواہی بھی غیرِ رمضان میں قابلِ قبول نہیں۔

مسئلہ ۹: جس شخص عادل نے رمضان کا چاند دیکھا، اُس پر واجب ہے کہ اسی رات میں شہادت ادا کردے، یہاں تک کہ اگر لونڈی یا پردہ نشین عورت نے چاند دیکھا تو اس پر گواہی دینے کے لیے اسی رات میں جانا واجب ہے۔ لونڈی کو اس کی کچھ ضرورت نہیں کہ اپنے آقا سے اجازت لے۔ یوہیں آزاد عورت کو گواہی کے لیے جانا واجب، اس کے لیے شوہر سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں، مگر یہ حکم اُس وقت ہے جب اُس کی گواہی پر ثبوت موقوف ہو کہ بے اُس کی گواہی کے کام نہ چلے ورنہ کیا ضرورت۔ (16)

مسئلہ ۱۰: جس کے پاس رمضان کے چاند کی شہادت گزری، اُسے یہ ضرور نہیں کہ گواہ سے دریافت کرے تم نے کہاں سے دیکھا اور وہ کس طرف تھا اور کتنے اونچے پر تھا وغیرہ وغیرہ۔ (17) مگر جب کہ اس کا بیان مشتبہ ہو تو سوالات کرے خصوصاً عید میں کہ لوگ خواہ مخواہ اس کا چاند دیکھ لیتے ہیں۔

مسئلہ ۱۱: تنہا امام (بادشاہِ اسلام) یا قاضی نے چاند دیکھا تو اُسے اختیار ہے، خواہ خود ہی روزہ رکھنے کا حکم دے یا کسی کو شہادت لینے کے لیے مقرر کرے اور اُس کے پاس شہادت ادا کرے۔ (18)

شرط القبول عند عدم علة فی السماء لهلال الصوم اوالفطر اخبار جمع عظيم لان التفرد من بين الجم الغفير بالرؤية مع توجههم طالبين لما توجه هو اليه مع فرض عدم المانع ظاهر فی غلطه بحر، ولا يشترط فيهم العدالة، امداد ولا الحرية قهستانی ٢۔ (٢۔ ردالمحتار کتاب الصوم مصطفی البابی مصر ٢ / ١٠٠)

جب آسمان صاف ہو تو ہلالِ روزہ وعید کے قبول کو جماعتِ عظیم کی خبر شرط ہے اس لیے کہ بڑی جماعت کہ وُہ بھی چاند دیکھنے میں مصروف تھی اُس میں صرف دو ایک شخص کو نظر آنا حالانکہ مطلع صاف ہے ان دو ایک کی خطا میں ظاہر ہے، ایسا ہی بحرالرائق میں ہے اور جماعتِ عظیم میں عدالت شرط نہیں، ایسا ہی امداد الفتاح میں ہے، نہ آزادی شرط ہے ایسا ہی قہستانی میں ہے،

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۴۰۶۔ ۴۰۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

رویت ہلال کے بارے میں تفصیلی معلومات کے لیے فتاوئ رضویہ جلد 10 صفحہ 405 پر رسالہ طرق اثبات الہلال ملاحظہ فرمائیے۔

(15) الدرالمختار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۴۰۶

(16) المرجع السابق، ص ۴۰۷

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الثاني في رؤیۃ الھلال، ج ۱، ص ۱۹۷، وغیرہ

(18) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الثاني في رؤیۃ الھلال، ج ۱، ص ۱۹۷

مسئلہ ۱۲: گاؤں میں چاند دیکھا اور وہاں کوئی ایسا نہیں جس کے پاس گواہی دے تو گاؤں والوں کو جمع کر کے شہادت ادا کرے اور اگر یہ عادل ہے تو لوگوں پر روزہ رکھنا لازم ہے۔(19)

مسئلہ ۱۳: کسی نے خود تو چاند نہیں دیکھا، مگر دیکھنے والے نے اپنی شہادت کا گواہ بنایا تو اُس کی شہادت کا وہی حکم ہے جو چاند دیکھنے والے کی گواہی کا ہے، جبکہ شہادۃ علی الشہادۃ کے تمام شرائط پائے جائیں۔(20)

---

(19) المرجع السابق

(20) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

شہادۃ علی الشہادۃ یعنی گواہوں نے چاند خود نہ دیکھا بلکہ دیکھنے والوں نے ان کے سامنے گواہی دی اور اپنی گواہی پر انہیں گواہ کیا، اُنہوں نے اُس گواہی کی گواہی دی، یہ وہاں ہے کہ گواہاں اصل حاضری سے معذور ہوں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ گواہ اصل گواہ سے کہے میری اس گواہی پر گواہ ہوجا کہ میں گواہی دیتا ہوں میں نے ماہ فلاں سنہ فلاں کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا۔ گواہانِ فرع یہاں آکر یوں شہادت دیں کہ میں گواہی دیتا ہُوں کہ فلاں بن فلاں نے مجھے اپنی اس گواہی پر گواہ کیا کہ فلاں بن فلاں مذکور نے ماہ فلاں سنہ فلاں کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا اور فلاں بن فلاں مذکور نے مجھ سے کہا کہ میری اس گواہی پر گواہ ہوجا، پھر اصل شہادت رؤیت میں اختلاف احوال کے ساتھ جو احکام گزرے ان کا لحاظ ضرور ہے، مثلاً ماہِ رمضان میں مطلع صاف تھا تو صرف ایک کی گواہی مسموع نہ ہونی چاہئے جب تک جنگل میں یا بلند مکان پر دیکھنا نہ بیان کرے ورنہ ایک کی شہادت اور اس کی شہادت پر بھی صرف ایک ہی شاہد اگر چہ کنیز مستورۃ الحال ہو بس ہے، اور باقی مہینوں میں یہ تو ہمیشہ ضرور ہے کہ ہر گواہ کی گواہی پر دو ۲ مرد یا ایک مرد دو عورت عادل گواہ ہوں اگر چہ یہی دو مرد اُن دو اصل میں ہر ایک کے شاہد ہوں مثلاً جہاں عیدین میں صرف دو ۲ عادلوں کی گواہی مقبول ہے زید وعمرو دو ۲ عادلوں نے چاند دیکھا اور ہر ایک نے اپنی شہادت پر بکر وخالد دو مرد عادل کو گواہ کر دیا کہ یہاں آکر بکر اور خالد ہر ایک نے زید وعمرو دونوں کی گواہی پر گواہی دی کافی ہے یہ ضرور نہیں کہ ہر گواہ کے جُدا جُدا دو ۲ گواہ ہوں، اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک اصل خود آکر گواہی دے اور دوسرا گواہ اپنی گواہی پر دو گواہ جداگانہ کر بھیجے، ہاں یہ جائز نہیں کہ ایک گواہ اصل کے دو ۲ گواہ ہوں اور انہیں دونوں میں سے ایک خود اپنی شہادت ذاتی بھی دے۔

درمختار میں ہے:

الشهادة على الشهادة مقبولة وان كثرت استحسانا فى كل حق على الصحيح الا فى حد وقود بشرط تعذر حضور الاصل بمرض اوسفر واكتفى الثانى بغيبته بحيث يتعذر ان يبيت باهله واستحسنه غير واحد وفى القهستانى والسراجية وعليه الفتوى واقره المصنف او كون المرأة مخدرة لا تخالط الرجال وان خرجت لحاجة وحمام قنية عند الشهادة عند القاضى قيد للكل وبشرط شهادة عدد نصاب ولو رجلا وامرأتين عن كل اصل ولو امرأة لا تغاير فرعى هذا وذاك وكيفيتها ان يقول الاصل مخاطبا للفرع ولوابنه بحر اشهد على شهادتى انى اشهد بكذا ويقول الفرع اشهد ان فلانا اشهدنى على شهادته بكذا وقال لى اشهد على ←

مسئلہ ۱۴: اگر مطلع صاف ہو تو جب تک بہت سے لوگ شہادت نہ دیں چاند کا ثبوت نہیں ہوسکتا، رہا یہ کہ اس کے

شهادتی بذلك اھ ۱ مختصرا۔

گواہی مقبول ہے اگر چہ یکے بعد دیگرے کتنے ہی درجے تک پہنچے مثلاً گواہانِ اصل نے زید وعمرو کو گواہ بنایا انہوں نے اپنی اس شہادت علی الشہادت پر بکر وخالد کو گواہ کر دیا خالد نے اپنی اس شہادت علی الشہادت پر سعید وحمید کو شاہد بنالیا وعلی ھذا القیاس) اور مذہب صحیح پر یہ امر حدود وقصاص کے سوا ہر حق میں جائز ہے اس شرط سے کہ جس وقت قاضی کے حضور ادائے شہادت ہوئی اُس وقت وہاں اصل گواہ کا آنا مرض یا سفر یا زن پردہ نشین ہونے کے باعث متعذر رہا اور امام ابی یوسف کے نزدیک تین منزل دُور ہونا ضرور نہیں بلکہ اتنی دُوری کافی ہے کہ گواہی دے کر رات کو اپنے گھر نہ پہنچ سکے بکثرت مشائخ نے اس قول کو پسند کیا اور قہستانی وسراجیہ میں ہے کہ اسی پر فتوی ہے۔ مصنف نے اسے مسلم رکھا اور عورت کی پردہ نشینی یہ کہ مردوں کے مجمع سے بچتی ہو اگر چہ اپنی کسی ضرورت کے لیے باہر نکلے یا حمام جائے، ایسا ہی قنیہ میں ہے۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ ہر اصل گواہ اگر چہ عورت کی گواہی پر پورا نصاب شہادۃ ہو یعنی دو مرد یا ایک مرد دو ۲ عورتیں گواہی دیں، ہاں یہ ضرور نہیں کہ ہر گواہ اصل کے دو دو جُدا گانہ گواہوں اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ گواہِ اصل گواہِ فرع سے اگر چہ وہ اس کا بیٹا ہو خطاب کر کے کہے تو میری اس گواہی پر گواہ ہو جا کہ میں یہ گواہی دیتا ہوں اور گواہِ فرع یوں ادائے شہادت کرے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں نے مجھے اپنی گواہی پر گواہ کیا اور مجھ سے کہا کہ میری اس گواہی پر گواہ ہو جا۔ اھ مختصراً۔

(۱۔ دُرمختار باب الشہادت علی الشہادت مطبع مجتبائی دہلی ۲ /۱۰۰)

اُسی کے بیان ہلال رمضان میں ہے: وتقبل شہادۃ واحد علی اٰخر کعبد وانثی ولو علی مثلھما۔ ۲۔ ایک کی گواہی دوسرے پر مثلاً غلام یا عورت کی شہادت اگر چہ اپنی ہی جیسے پر ہلالِ رمضان میں مقبول ہے جبکہ ایک کی گواہی وہاں مسموع ہونے کے قابل ہو جیسے بحالت ناصافی مطلع۔

(۲۔ دُرمختار، کتاب الصوم، مطبع مجتبائی دہلی، ۱ /۱۴۸)

ردالمحتار میں ہے:

لو شهدا علی شهادة رجل واحد هما يشهد بنفسه ايضا لم يجز كذا في المحيط السرخسي فتاوى الهندية ولو شهد واحد علی شهادة نفسه وآخران علی شهادة غيره يصح وصرح به في البزازية اھ ۳ مختصرا

اگر دو گواہوں نے ایک مرد کی شہادت پر شہادت کی اور اُن میں ایک خود بذاتہ گواہ ہے تو یہ جائز نہیں، ایسا ہی فتاوٰی عالمگیری میں محیط امام سرخسی سے ہے اور اگر ایک نے خود گواہی دی اور دوسرے دو ۲ نے اور شخص کی شہادت پر شہادت ادا کی تو یہ درست ہے، بزازیہ میں اس کی تصریح ہے ۱۲ (۳۔ ردالمحتار باب الشہادت علی الشہادۃ مصطفی البابی مصر ۴ /۴۳۷)

فتاوٰی عالمگیریہ میں ذخیرہ سے ہے:

ينبغي ان يذكر الفرع اسم الشاهد الاصل واسم ابيه وجدّه حتى لو ترك ذلك فالقاضي لا يقبل شهادتهما كذا في الذخيرة ۴۔

گواہ فرع کو چاہیے کہ گواہ اصل اور اس کے باپ اور دادا سب کا نام ذکر کرے یہاں تک کہ اسے چھوڑ دے گا تو حاکم اس کی گواہی ←

لیے کتنے لوگ چاہیے یہ قاضی کے متعلق ہے، جتنے گواہوں سے اُسے غالب گمان ہو جائے حکم دیدے گا، مگر جب کہ بیرونِ شہر یا بلند جگہ سے چاند دیکھنا بیان کرتا ہے تو ایک مستور کا قول بھی رمضان کے چاند میں قبول کرلیا جائے گا۔(21)

مسئلہ ۱۵: جماعتِ کثیرہ کی شرط اُس وقت ہے جب روزہ رکھنے یا عید کرنے کے لیے شہادت گزرے اور اگر کسی اور معاملہ کے لیے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں ثقہ کی شہادت گزری اور قاضی نے شہادت کی بنا پر حکم دے دیا تو اب یہ شہادت کافی ہے۔ روزہ رکھنے یا عید کرنے کے لیے بھی ثبوت ہو گیا، مثلاً ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ میرا اس کے ذمہ اتنا دَین ہے اور اس کی میعاد یہ ٹھہری تھی کہ جب رمضان آجائے تو دَین ادا کردے گا اور رمضان آگیا مگر یہ نہیں دیتا۔ مدعیٰ علیہ (وہ شخص جس پر دعویٰ کیا جائے) نے کہا، بیشک اس کا دَین میرے ذمہ ہے اور میعاد بھی یہی ٹھہری تھی، مگر ابھی رمضان نہیں آیا اس پر مدعی نے دو گواہ گزارے جنھوں نے چاند دیکھنے کی شہادت دی، قاضی نے حکم دے دیا کہ دَین ادا کر، تو اگرچہ مطلع صاف تھا اور دو ۲ ہی کی گواہیاں ہوئیں، مگر اب روزہ رکھنے اور عید کرنے کے حق میں بھی یہی دو گواہیاں کافی ہیں۔(22)

مسئلہ ۱۶: یہاں مطلع صاف تھا، مگر دوسری جگہ ناصاف تھا، وہاں قاضی کے سامنے شہادت گزری، قاضی نے چاند ہونے کا حکم دیا، اب دو یا چند آدمیوں نے یہاں آکر جہاں مطلع صاف تھا، اس بات کی گواہی دی کہ فلاں قاضی کے

قبول نہ کرے گا کذا فی الذخیرہ۔ ۱۲ (۴۔ فتاوی ہندیۃ الباب الحادی عشر فی الشھادۃ علی الشھادۃ نورانی کتب خانہ پشاور، ۳/ ۵۲۴)

شہادۃ علی الشہادۃ میں یہ بھی ضرور ہے کہ اُسکے مطابق حکم ہونے تک، گواہانِ اصل بھی اہلیتِ شہادت پر باقی رہیں اور شہادت کی تکذیب نہ کریں مثلاً گواہانِ فرع نے ابھی گواہی نہ دی یا دی اور اس پر ہنوز حکم نہ ہوا تھا کہ گواہان اصل سے کوئی گواہ اندھا یا گونگا یا مجنون یا معاذ اللہ مرتد ہو گیا یا کہا کہ میں نے ان گواہوں کو اپنی شہادت کا گواہ نہ کیا تھا یا غلطی سے گواہ کر دیا تھا تو یہ شہادت باطل ہو جائے گی۔

درمختار میں ہے:

تبطل شھادۃ الفروع بخروج اصلہ عن اھلیتھا کخرس وعمی، وبانکار اصلہ الشھادۃ کقولھم مالنا شھادۃ اولم نشھد اواشھدناھم وغلطنا اھ ملخصا۔ (۱۔ درمختار باب الشھادۃ علی الشھادۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۰۰)

اصل شاہد کے اہلیت سے نکل جانے کے سبب سے فروع کی شہادت باطل ہو جاتی ہے مثلاً شاہد گونگا یا نابینا ہو گیا یا اصل شاہد شہادت سے انکاری ہو، مثلاً اصول یوں کہیں ہم گواہ نہیں یا ہم نے ان کو گواہ نہیں کیا یا ہم نے ان کو گواہ کیا اور غلط کہا۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۴۱۱۔ ۴۰۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(21) الدرالمختار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۴۰۹ وغیرہ

(22) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الصوم، مطلب: ما قالہ السبکی من الاعتماد علی قول الخ، ج ۳، ص ۴۱۱

یہاں دو شخصوں نے فلاں رات میں چاند دیکھنے کی گواہی دی اور اس قاضی نے ہمارے سامنے حکم دے دیا اور دعوے کے شرائط بھی پائے جاتے ہیں تو یہاں کا قاضی بھی ان شہادتوں کی بنا پر حکم دیدے گا۔(23)

مسئلہ ۱۷: اگر کچھ لوگ آ کر یہ کہیں کہ فلاں جگہ چاند ہوا، بلکہ اگر شہادت بھی دیں کہ فلاں جگہ چاند ہوا، بلکہ اگر یہ شہادت دیں کہ فلاں فلاں نے دیکھا، بلکہ اگر یہ شہادت دیں کہ فلاں جگہ کے قاضی نے روزہ یا افطار کے لیے لوگوں سے کہا یہ سب طریقے ناکافی ہیں۔(24)

مسئلہ ۱۸: کسی شہر میں چاند ہوا اور وہاں سے متعدد جماعتیں دوسرے شہر میں آئیں اور سب نے اس کی خبر دی کہ

---

(23) الدرالمختار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۴۱۲

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

شہادۃ علی القضاء یعنی دوسرے کسی اسلامی شہر میں حاکم اسلام قاضی شرع کے حضور رویت ہلال پر شہادتیں گزریں اور اُس نے ثبوتِ ہلال کا حکم دیا، دو ۲ شاہدانِ عادل اس گواہی وحکم کے وقت حاضر دارالقضاء تھے، انہوں نے یہاں حاکم اسلام قاضی شرع یا وہ نہ ہو تو مفتی کے حضور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں ہمارے سامنے فلاں شہر کے فلاں حاکم کے حضور فلاں ہلال کی نسبت فلاں دن کی شام کو ہونے کی گواہیاں گزریں اور حاکم موصوف نے اُن گواہیوں پر ثبوت ہلال مذکور شام فلاں روز کا حکم دیا،

فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہے:

لوشهدوا ان قاضی بلد کذا شهد عنده اثنان برؤية الهلال فی ليلة كذا وقضى بشهادتهما جاز لهذا القاضی ان يحكم بشهادتهما لان قضاء القاضی حجة وقد شهدوا به۔ ۲؎

اگر گواہوں نے گواہی دی کہ فلاں شہر کے فلاں قاضی کے پاس فلاں رات میں چاند دیکھنے پر دو ۲ آدمیوں نے گواہی دی تو قاضی ان کی شہادت پر فیصلہ دے دیا ہے تو اس قاضی کے لیے ان دونوں کی شہادت کی وجہ سے فیصلہ دینا جائز ہے کیونکہ قضائے قاضی حجت ہے اور انہوں نے اس پر گواہی دی ہے۔(۲؎ فتح القدیر کتاب الصوم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲ / ۲۴۳)

اسی طرح فتاوی قاضیخاں وفتاوی خلاصہ وغیرہما میں ہے:

قلت وقيده فی التنوير تبعاً للذخيرة عن مجموع النوازل باستجماع شرائط الدعوی و وجهه العلامة الشامی بتوجيهين لنا فی كل منهما كلام حققناه فيما عليه علقناه فراجعه ثمه فانه من الفوائد المهمة۔

قلت تنویر میں ذخیرہ کی اتباع کرتے ہوئے مجموع النوازل کے حوالے سے نقل کرتے ہوئے یہ قید لگائی کہ دعوی کے تمام شرائط کا پایا جانا ضروری ہے اور علامہ شامی نے اس کی دو ۲ توجیہات بیان کی ہیں ان میں سے ہرایک پر ہمیں کلام ہے، اس کی پوری تفصیل ہم نے حاشیہ ردالمحتار میں بیان کردی ہے وہاں سے ملاحظہ کریں وُہ نہایت ہی اہم ہے۔(فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۴۱۲۔ ۴۱۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(24) الدرالمختار و ردالمحتار، کتاب الصوم، مطلب: ما قالہ السبکی من الاعتماد علی قول الخ، ج ۳، ص ۴۱۳

وہاں فلاں دن چاند ہوا ہے اور تمام شہر میں یہ بات مشہور ہے اور وہاں کے لوگوں نے رویت کی بنا پر فلاں دن سے روزے شروع کیے تو یہاں والوں کے لیے بھی ثبوت ہوگیا۔(25)

مسئلہ ۱۹: رمضان کی چاند رات کو اَبر تھا، ایک شخص نے شہادت دی اور اس کی بنا پر روزے کا حکم دے دیا گیا، اب عید کا چاند اگر بوجہ اَبر کے نہیں دیکھا گیا تو تیس روزے پورے کر کے عید کرلیں اور اگر مطلع صاف ہے تو عید نہ کریں، مگر جبکہ دو عادلوں کی گواہی سے رمضان ثابت ہوا ہو۔(26)

مسئلہ ۲۰: مطلع ناصاف ہے تو علاوہ رمضان کے شوال و ذی الحجہ بلکہ تمام مہینوں کے لیے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دیں اور سب عادل ہوں اور آزاد ہوں اور ان میں کسی پر تہمت زنا کی حد نہ قائم کی گئی ہو، اگرچہ توبہ کرچکا ہو اور یہ بھی شرط ہے کہ گواہ گواہی دیتے وقت یہ لفظ کہے میں گواہی دیتا ہوں۔

مسئلہ ۲۱: گاؤں میں دو شخصوں نے عید کا چاند دیکھا اور مطلع ناصاف ہے اور وہاں کوئی ایسا نہیں جس کے پاس شہادت دیں تو گاؤں والوں سے کہیں، اگر یہ عادل ہوں تو لوگ عید کرلیں۔(27)

مسئلہ ۲۲: تنہا امام یا قاضی نے عید کا چاند دیکھا تو انھیں عید کرنا یا عید کا حکم دینا جائز نہیں۔(28)

مسئلہ ۲۳: انتیسویں ۲۹ رمضان کو کچھ لوگوں نے یہ شہادت دی کہ ہم نے لوگوں سے ایک دن پہلے چاند دیکھا جس کے حساب سے آج تیس ۳۰ ہے تو اگر یہ لوگ یہیں تھے تو اب ان کی گواہی مقبول نہیں کہ وقت پر گواہی کیوں نہ دی اور اگر یہاں نہ تھے اور عادل ہوں تو قبول کرلی جائے۔(29)

مسئلہ ۲۴: رمضان کا چاند دکھائی نہ دیا، شعبان کے تیس ۳۰ دن پورے کر کے روزے شروع کر دیے، اٹھائیس ۲۸ ہی روزے رکھے تھے کہ عید کا چاند ہوگیا تو اگر شعبان کا چاند دیکھ کر تیس ۳۰ دن کا مہینہ قرار دیا تھا تو ایک روزہ رکھیں اور اگر شعبان کا بھی چاند دکھائی نہ دیا تھا، بلکہ رجب کی تیس ۳۰ تاریخیں پوری کر کے شعبان کا مہینہ شروع کیا تو دو روزے قضا کے رکھیں۔(30)

---

(25) ردالمحتار، کتاب الصوم، مطلب: ما قالہ السبکی من الاعتماد علی قول الحساب مردود، ج ۳، ص ۴۱۳

(26) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الصوم، مطلب: ما قالہ السبکی من الاعتماد علی قول الحساب مردود، ج ۳، ص ۴۱۳

(27) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الثاني في رؤیۃ الھلال، ج ۱، ص ۱۹۸

(28) الدرالمختار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۴۰۸، وغیرہ

(29) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الثاني في رؤیۃ الھلال، ج ۱، ص ۱۹۸

(30) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الثاني في رؤیۃ الھلال، ج ۱، ص ۱۹۹

مسئلہ ۲۵: دن میں ہلال دکھائی دیا زوال سے پہلے یا بعد، بہر حال وہ آئندہ رات کا قرار دیا جائے گا۔یعنی اب جو رات آئے گی اس سے مہینہ شروع ہوگا تو اگر تیسویں رمضان کے دن میں دیکھا تو یہ دن رمضان ہی کا ہے شوال کا نہیں اور روزہ پورا کرنا فرض ہے اور اگر شعبان کی تیسویں تاریخ کے دن میں دیکھا تو یہ دن شعبان کا ہے رمضان کا نہیں لہٰذا آج کا روزہ فرض نہیں۔ (31)

مسئلہ ۲۶: ایک جگہ چاند ہوا تو وہ صرف وہیں کے لیے نہیں، بلکہ تمام جہان کے لیے ہے۔مگر دوسری جگہ کے لیے اس کا حکم اُس وقت ہے کہ اُن کے نزدیک اُس دن تاریخ میں چاند ہونا شرعی ثبوت سے ثابت ہو جائے (32) یعنی دیکھنے کی گواہی یا قاضی کے حکم کی شہادت گزرے یا متعدد جماعتیں وہاں سے آکر خبر دیں کہ فلاں جگہ چاند ہوا ہے اور وہاں لوگوں نے روزہ رکھا یا عید کی ہے۔ (33)

---

(31) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الصوم، مطلب في اختلاف المطالع، ج ۳، ص ۴۱۷

(32) مجدِدِ اعظم، اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: کہ رویت ہلال کے ثبوت کے لیے شرع میں سات طریقے ہیں:

(۱) خود شہادتِ رویت یعنی چاند دیکھنے والوں کی گواہی۔

(۲) شہادۃ علی الشہادۃ۔یعنی گواہوں نے چاند خود نہ دیکھا بلکہ دیکھنے والوں نے ان کے سامنے گواہی دی اور اپنی گواہی پر انہیں گواہ کیا۔ انہوں نے اس گواہی کی گواہی دی۔ یہ وہاں ہے کہ گواہانِ اصل حاضری سے معذور ہوں۔

(۳) شہادۃ علی القضاء یعنی دوسرے کسی اسلامی شہر میں حاکم اسلام کے یہاں رویت ہلال پر شہادتیں گزریں اور اس نے ثبوتِ ہلال کا حکم دیا اور دو عادل گواہوں نے جو اس گواہی کے وقت موجود تھے، انہوں نے دوسرے مقام پر اس قاضیٔ اسلام کے روبرو گواہی گزرے اور قاضی کے حکم پر گواہی دی۔

(۴) کتاب القاضی الی القاضی یعنی قاضی شرع جسے سلطانِ اسلام نے مقدمات کا اسلامی فیصلہ کرنے کے لیے مقرر کیا ہو وہ دوسرے شہر کے قاضی کو، گواہیاں گزرنے کی شرعی طریقے پر اطلاع دے۔

(۵) استفاضہ یعنی کسی اسلامی شہر سے متعدد جماعتیں آئیں اور سب یک زبان اپنے علم سے خبر دیں کہ وہاں فلاں دن رویت ہلال کی بنا پر روزہ ہوا یا عید کی گئی۔

(۶) اکمالِ مدت یعنی ایک مہینے کے جب تیس ۳۰ دن کامل ہو جائیں تو دوسرے ماہ کا ہلال آپ ہی ثابت ہو جائے گا کہ مہینہ تیس ۳۰ سے زائد کا نہ ہونا یقینی ہے۔

(۷) اسلامی شہر میں حاکمِ شرع کے حکم سے انتیس ۲۹ کی شام کو مثلاً توپیں داغی گئیں یا فائر ہوئے تو خاص اس شہر والوں یا اس شہر کے گرداگرد دیہات والوں کے واسطے توپوں کی آوازیں سننا بھی ثبوت ہلال کے ذریعوں میں سے ایک ذریعہ ہے۔

(انظر: الفتاوی الرضویۃ، ج ۱۰، ص ۴۰۵۔ ۴۲۰، ملخصاً)

(33) الدرالمختار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۴۱۹

مسئلہ ۲۷: تار یا ٹیلیفون سے رویت ہلال نہیں ثابت ہوسکتی، نہ بازاری افواہ اور جنتریوں اور اخباروں میں چھپا ہونا کوئی ثبوت ہے۔ آج کل عموماً دیکھا جاتا ہے کہ انتیس ۲۹ رمضان کو بکثرت ایک جگہ سے دوسری جگہ تار بھیجے جاتے ہیں کہ چاند ہوا یا نہیں، اگر کہیں سے تار آ گیا بس لو عید آ گئی یہ محض ناجائز و حرام ہے۔

تار کیا چیز ہے؟ اولاً تو یہی معلوم نہیں کہ جس کا نام لکھا ہے واقعی اُسی کا بھیجا ہوا ہے اور فرض کرو اُسی کا ہو تو تمھارے پاس کیا ثبوت اور یہ بھی سہی تو تار میں اکثر غلطیاں ہوتی ہی رہتی ہیں، ہاں کا نہیں نہیں کا ہاں معمولی بات ہے اور مانا کہ بالکل صحیح پہنچا تو یہ محض ایک خبر ہے شہادت نہیں اور وہ بھی بیسوں واسطہ سے اگر تار دینے والا انگریزی پڑھا ہوا نہیں تو کسی اور سے لکھوائے گا معلوم نہیں کہ اُس نے کیا لکھوایا اُس نے کیا لکھا، آدمی کو دیا اُس نے تار دینے والے کے حوالہ کیا، اب یہاں کے تار گھر میں پہنچا تو اُس نے تقسیم کرنے والے کو دیا اُس نے اگر کسی اور کے حوالے کر دیا تو معلوم نہیں کتنے وسائط سے اُس کو ملے اور اگر اسی کو دیا جب بھی کتنے واسطے ہیں پھر یہ دیکھیے کہ مسلمان مستور جس کا عادل و فاسق ہونا معلوم نہ ہو اُس تک کی گواہی معتبر نہیں اور یہاں جن جن ذریعوں سے تار پہنچا اُن میں سب کے سب مسلمان ہی ہوں، یہ ایک عقلی احتمال ہے جس کا وجود معلوم نہیں ہوتا اور اگر یہ مکتوب الیہ (جسے خط پہنچا) صاحب بھی انگریزی پڑھے نہ ہوں تو کسی سے پڑھوائیں گے، اگر کسی کافر نے پڑھا تو کیا اعتبار اور مسلمان نے پڑھا تو کیا اعتماد کہ صحیح پڑھا۔ غرض شمار کیجیے تو بکثرت ایسی وجہیں ہیں جو تار کے اعتبار کو کھوتی ہیں فقہا نے خط کا تو اعتبار ہی نہ کیا اگرچہ کاتب کے دستخط تحریر پہچانتا ہو اور اُس پر اُس کی مہر بھی ہو کہ الخط یشبہ الخط والخاتم یشبہ الخاتم خط خط کے مشابہ ہوتا ہے اور مُہر مُہر کے۔ تو کجا تار (34)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(34) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

امورِ شرعیہ میں تار کی خبر محض نامعتبر، اور یہ طریقہ کہ تحقیق ہلال کیلئے تراشا گیا باطل و بے اثر، مسلمانوں کو ایسے علان پر عمل حرام، اور جو اس کی بنا پر مرتکب اعلان ہو سب سے زیادہ مبتلائے آثام۔ اس طریقے میں جو غلطیاں اور احکامِ شرع سے سخت بیگانگیاں ہیں۔ اُن کی تفصیل کو دفتر درکار، لہذا یہاں بقدرِ ضرورت و فہم مخاطب چند آسان تنبیہوں پر اقتصار۔

تنبیہ اول: شریعتِ مطہرہ نے دربارہ ہلال دوسرے شہر کی خبر کو شہادت کافیہ یا تواتر شرعی پر بنا فرمایا اور ان میں بھی کافی و شرعی ہونے کے لیے بہت قیود و شرائط لگائیں جس کے بغیر ہرگز گواہی و شہرت بکار آمد نہیں اور پُر ظاہر کہ تار نہ کوئی شہادتِ شرعیہ ہے نہ خبر متواتر، پھر اس پر اعتماد کیونکر حلال ہوسکتا ہے۔ فتح القدیر و درمختار و حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے: واللفظ للدر یلزم اھل المشرق برؤیۃ اھل المغرب اذا ثبت عندھم رؤیۃ اولئک بطریق موجب۔ اے در کے الفاظ یہ ہیں اہلِ مشرق پر اہلِ مغرب کی رویت کی وجہ سے لازم ہو جاتا ہے بشرطیکہ جب اس رویت کا ثبوت ان کے ہاں بطریق موجب ہو۔ (اے درمختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۹)

علامہ حلبی و علامہ طحطاوی و علامہ شامی حواشی در میں فرماتے ہیں:

←

....

بطریق موجب کان یتحمل اثنان الشہادۃ او یشہد اعلی حکم القاضی او یستفیض الخبر بخلاف ما اذا اخبر ان اہل بلدۃ کذا رأوہ لانہ حکایۃ۔ ۲؎

طریق موجب یہ ہے کہ شہادت لانے والے دو ہوں یا وہ قاضی کے فیصلہ پر گواہ ہوں یا خبر مشہور ہو بخلاف اس صورت کے جب دونوں نے یہ خبر دی ہو کہ فلاں اہل شہر نے دیکھا ہے کیونکہ یہ تو حکایت ہے۔

(۲؎ ردالمحتار، باب صدقۃ الفطر، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۲/۹۲)

جو یہاں تار کی خبر پر عمل چاہے اس پر لازم کہ شرعاً اس کا موجب و ملزم ہونا ثابت کرے مگر حاشا نہ ثابت ہوگا جب تک ہلال مشرق اور بدر مغرب سے نہ چمکے، پھر شرع مطہر پر بے اصل زیادت اور منصب رفیع فتوٰی پر جرأت کس لیے۔ والعیاذ باللہ سبحانہ وتعالٰی اور یہ خیال کہ تار میں خبر تو شہادت کافیہ کی آئی، محض نادانی کہ ہم تک تو نامعتبرہ طریقے سے پہنچی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زیادہ معتبر کس کی خبر، پھر جو حدیث نامعتبر راویوں کے ذریعہ سے آتی ہے کیوں پایہ اعتبار سے ساقط ہوجاتی ہے!

تنبیہ دوم: تار کی حالت خط سے زیادہ ردی وسقیم کہ اس میں کاتب کا خط تو پہچانا جاتا ہے، طرز عبارت شناخت میں آتا ہے، واقف کار دیگر قرائن سے اعانت پاتا ہے۔ بایں ہمہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ امور شرعیہ میں ان خطوط ومراسلات کا کچھ اعتبار نہیں کہ خط خط کے مشابہ ہوتا ہے اور بن بھی سکتا ہے تو یقین شرعی نہیں ہوسکتا کہ یہ اُسی شخص کا لکھا ہوا ہے۔ ائمہ دین کی عبارتیں لیجئے:

اشباہ(۱) میں ہے: لایعتمد علی الخط ولا یعمل بہ ا؎ (خط پر نہ اعتماد کیا جائے گا نہ عمل۔ت)

(ا؎ اشباہ والنظائر کتاب القضاء والشہادات والدعاوی ادارۃ القرآن وعلوم اسلامیہ کراچی ۱/۳۳۸)

ہدایہ(۲) میں ہے: الخط یشبہ الخط فلم یحصل العلم ۲؎ (خط دوسرے خط کے مشابہ ہوتا ہے لہذا اس سے علم حاصل نہ ہوگا۔ت) (۲؎ ہدایہ کتاب الشہادات فصل مایتحملہ الشاہد مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۱۵۷)

فتح القدیر(۳) میں ہے: الخط لاینطق وھو متشابہ ۳؎ (خط بولتا نہیں اور اس میں مشابہت ہوتی ہے۔ت) (۳؎ فتح القدیر)

درمختار(۴) میں ہے: لایعمل بالخط الخ ۴؎ (خط پر عمل نہیں کیا جاسکتا الخ۔ت)

(۴؎ درمختار کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۸۳)

فتاوٰی قاضیخاں(۵) میں ہے:

القاضی انما یقضی بالحجۃ والحجۃ ھی البینۃ او الاقرار اما الصک فلا یصلح حجۃ لان الخط یشبہ الخط۔ ۵؎

قاضی فیصلہ دلیل پر کرے اور دلیل گواہ ہیں یا اقرار پر فیصلہ کرے، اشٹام حجت نہیں کیونکہ خط دوسرے خط کے مشابہ ہوسکتا ہے۔

(۵؎ فتاوٰی قاضی خاں، فصل فی دعوی الوقف الخ، منشی نولکشور لکھنؤ ۴/۷۴۲)

کافی شرح وافی(۶) میں ہے:

الخط یشبه الخط وقد یزور ویفتعل ۔٦؎

(خط خط کے مشابہ ہوتا ہے اور یہ ان اشیاء میں سے ہے جن سے کسی کی طرف جھوٹ منسوب کیا جاتا اور جعلسازی کی جاتی ہے ۔ت)

(٦؎ کافی شرح وافی)

مختصر ظہیریہ (٧) پھر شرح الاشباہ للعلامۃ البیری (٨) پھر ردالمحتار میں ٩ ہے:

لایقضی القاضی بذلك عن المنازعة لان الخط مما یزور ویفتعل ۔١؎

قاضی جھگڑے کے وقت اس پر فیصلہ نہ کرے کیونکہ خط میں کسی کی طرف جھوٹ منسوب کیا جاسکتا ہے اور بنالیا جاتا ہے۔

(١؎ ردالمحتار، باب کتاب القاضی الی القاضی، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۴/ ۳۵۲)

عینی (١٠) شرح کنز میں ہے:

الخط یشبه الخط فلا یلزم حجة لانه یحتمل التزویر ۔٢؎

خط خط کے مشابہ ہوتا ہے لہذا وہ دلیل نہیں بن سکتا کیونکہ اس میں جعلسازی کا احتمال ہوتا ہے۔

(٢؎ عینی شرح کنز رمز الحقائق شرح کنز الدقائق کتاب الشہادۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ٢/ ٨٠)

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر (١١) میں ہے:

الشهادة والقضاء والرؤية لایحل الاعن علم ولا هنا لان الخط یشبه الخط ۔٣؎

شہادت اور قضا اور رؤیت یقین کے بغیر حلال نہیں اور یہاں حاصل نہیں کیونکہ خط، خط کے مشابہ ہوتا ہے۔

(٣؎ مجمع الانہر، کتاب الشہادت، داراحیاء التراث العربی بیروت ٢/ ١٩٢)

فتاوی عالمگیری (١١٢٢) میں ملتقط (١٣) سے ہے:

الکتاب یفتعل ویزور، الخط یشبه الخط والخاتم یشبه الخاتم ۔۴؎

خط میں جعل سازی اور من گھڑت بات بھی ہوسکتی ہے اور خط، خط کے مشابہ ہوتا ہے۔ اسی طرح مہر دوسری مہر کے مشابہ ہوسکتی ہے۔

(۴؎ فتاوی ہندیہ اسباب الثالث والعشرون فی کتاب القاضی الی القاضی نورانی کتب خانہ پشاور ٣/ ٣٨١)

غمز العیون (١۴) میں فتاوی امام اجل ظہیر الدین مرغینانی (١۵) سے ہے:

العلة فی عدم العمل بالخط کونه مما یزور ویفتعل ای من شانه ذلك و کونه من شانه ذلك یقتضی عدم العمل به وعدم الاعتماد علیه، وان لم یکن مزورا فی نفس الامر کما هو ظاهر ۔١؎

خط پر عمل کرنے کی علت یہ ہے کہ اس کے ذریعے جعلسازی کی جاسکتی ہے یعنی اس کی یہ صفت بن سکتی ہے اور اس صفت کا ہونا تقاضا کرتا ہے کہ اس پر عمل نہ کیا جائے اور نہ اعتماد کیا جائے اگرچہ نفس الامر میں اس میں جعلسازی نہ کی گئی ہو جیسا کہ ظاہر ہے۔

(١؎ غمز العیون مع الاشباہ والنظائر کتاب القضاء والشہادات الخ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ١/ ٣٣٩) ←

....

دیکھئے کس قدر روشن وواضح تصریحیں ہیں کہ خط پر اعتماد نہیں، نہ اس پر عمل نہ اس کے ذریعہ سے یقین حاصل ہو، نہ اس کی بنا پر حکم وگواہی حلال کہ خط خط کے مشابہ ہوتا ہے اور مُہر مُہر کے مانند ہوسکتی ہے، اور صاف ارشاد فرماتے ہیں کہ خط کا صرف اپنی ذات میں قابلِ تزویر ہونا ہی اس کی بے اعتباری کو کافی ہے اگرچہ یہ خاص خط واقع میں ٹھیک ہو، پھر یہ تار جس میں خبر بھیجنے والے کے دست وزبان کی کوئی علامت تک نام کو بھی نہیں اور اس میں خط کی بہ نسبت کذب وتزویر نہایت آسان کیونکر امورِ دینیہ کی بنا اُس پر حرام قطعی نہ ہوگی۔ سبحان اللہ ائمہ دین کی وُہ احتیاط کہ مُہر خط کو صرف گنجائش تزویر کے سبب لغو ٹھہرایا حالانکہ مُہر بنالینا اور خط میں خط ملادینا سہل نہیں شاید ہزار میں دوایک ایسا کرسکتے ہوں اور یہاں تو اصلاً دشواری نہیں جو چاہے تار گھر میں جائے اور جس کے نام سے چاہے تار دے آئے، وہاں نام ونسب کی کوئی تحقیقات نہیں ہوتی، نہ رجسٹری کی طرح شناخت کے گواہ لیے جاتے ہیں، علاوہ بریں تار والوں کے وجوبِ صدق پر کون سی وحی نازل ہے کہ اُن کی بات خواہی نخواہی واجب القبول ہوگی اور اس پر احکام شرعیہ کی بنا ہونے لگی ہزار افسوس ذلّتِ علم وقلّتِ علماء پر، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تنبیہ سوم: قطع نظر اس سے کہ خبر شہادت منگانے کے لیے جنہیں مراسلات بھیجے جائیں گے غالباً ان کا بیان حکایت واخبار محض سے کتنا جُدا ہوگا جس کی بے اعتباری تمام کتب مذہب میں مصرح۔ بالفرض اگر اصل خبر میں کوئی خلل شرعی نہ ہوتا ہم اس کا جامہ اعتبار تار میں آکر بکر تار تار کہ وُہ بیان ہم تک اصالتاً نہ پہنچا بلکہ نقل درنقل ہوکر آیا، صاحب خبر تو وہاں کے تار والے سے کہہ کر الگ ہوگیا اُس نے تار کو جنبش دی اور اس کے کھٹکوں سے جن کے اطوار مختلفہ کو اپنی اصطلاحوں میں علامتِ حروف قرار دے رکھا ہے اشاروں میں عبارت بتائی اب وہ بھی جُدا ہوگیا یہاں کے تار والے نے اُن کھٹکوں پر نظر کی، اور ضرباتِ معلومہ سے جو فہم میں آیا نقوش معرفہ میں لایا اب یہ بھی الگ رہا وہ کاغذ کا پرچہ کسی ہرکارے کے سپرد ہُوا کہ یہاں پہنچا کر چلتا بنا۔ سبحان اللہ اس نفیس روایت کا سلسلہ سند تو دیکھئے مجہول عن مجہول عن مجہول، نامقبول از نامقبول از نامقبول، اس قدر وسائط تولابدی ہیں پھر شاید کبھی نہ ہوتا ہو کہ معزز لوگ بذاتِ خود جاکر تار دیں، اب جس کے ہاتھ کہلا بھیجا مانیے وُہ جدا واسطہ، اس پر فارم کی حاجت ہُوئی تو تحریر کا قدم درمیان، آپ نہ آئے تو کسی انگریزی دان کی وساطت، اُدھر تار کا بابو اردو نہ لکھے تو یہاں مترجم کی جُدا ضرورت، اینہمہ فصل زائد ہُوا اور تار وصل نہیں، جب تو نقل درنقل کی گنتی ہی کیا ہے، وائے بے انصافی اس طریقہ تراشیدہ پر عمل کرنے والوں سے پُوچھا جائے ان سب وسائط کی عدالت وثقاہت سے کہاں تک آگاہ ہیں، حاش للہ نام بھی نہیں معلوم ہوتا، نام درکنار اصل شمار وسائط بتانا دشوار، سب جانے دیجئے اسلام پر بھی علم نہیں اکثر ہنود وغیر ہم کفاران خدمات پر معین، غرض کوئی موضوع سی حدیث اس نفیس سلسلے سے نہ آتی ہوگی، پھر ایسی خبر پر امور شرعیہ کی بنا کرنا استغفر اللہ علماء تو علماء میں نہیں جانتا کہ کسی عاقل کا کام ہو۔

تنبیہ چہارم: علماء تصریح فرماتے ہیں کہ دوسرے شہر سے بذریعہ خط خبر شہادت دینا صرف قاضیِ شرع سے خاص جسے سلطان نے مقدمات پر والی فرمایا ہو، یہاں تک کہ حَکَم کا خط مقبول نہیں، درمختار میں ہے: **القاضی یکتب الی القاضی وھو نقل الشھادۃ حقیقۃ ولا یقبل من محکم بل من قاض مولی من قبل الامام الخ ملتقطا۔** ا ے قاضی، دوسرے قاضی کی طرف لکھ سکتا ہے ←

....

اور یہ حقیقۃ نقلِ شہادت ہے اور یہ فیصل سے قبول نہیں بلکہ اس قاضی سے قبول ہے جسے حاکم نے مقرر کیا ہو الخ ملتقطا۔
(اے درمختار، باب کتاب القاضی الی القاضی، مطبع مجتبائی دہلی، ۲ / ۸۳ و ۸۴)

فتح میں ہے: ھذا النقل بمنزلۃ القضاء ولھذا لایصح الامن القاضی۔ ۲؎ یہ نقل بمنزلہ قضاء کے ہے لہذا یہ قاضی کے علاوہ کسی سے صحیح نہیں۔ (۲؎ فتح القدیر باب کتاب القاضی الی القاضی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶ / ۳۸۹)

غیر قضاۃ تو یہیں سے الگ ہوئے، رہے قاضی، ان کی نسبت صریح ارشاد کہ اس بارے میں نامہ قاضی کا قبول بھی اس وجہ سے ہے کہ صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے برخلاف قیاس اسکی اجازت پر اجماع فرمالیا ورنہ قاعدہ یہی چاہتا تھا کہ اس کا خط بھی انہی وجوہ سے جواوپر گزریں مقبول نہ ہو، اور پر ظاہر کہ جو حکم خلاف قیاس مانا جاتا ہے مورد سے آگے تجاوز نہیں کرسکتا، اور دوسری جگہ اس کا اجراء محض باطل وفاحش خطا، پھر حکم قبول خط سے گزر کر تار تک پہنچنا کیونکر روا۔ ائمہ دین تو یہاں تک تصریح فرماتے ہیں کہ اگر قاضی اپنا آدمی بھیجے بلکہ بذاتِ خود ہی آکر بیان کرے کہ میرے سامنے گواہیاں گزریں ہرگز نہ سُنیں گے کہ اجماع تو صرف دربارہ خط منعقد ہوا ہے، پیامِ ایلچی وخود بیانِ قاضی اس سے جدا ہے۔ امام محقق علی الاطلاق شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:

الفرق بین رسول القاضی و کتابہ حیث یقبل کتابہ ولا یقبل رسولہ، فلان غایۃ رسولہ ان یکون کنفسہ وقد منا انہ لوذکر مافی کتابہ لذلک القاضی بنفسہ لا یقبلہ، وکان القیاس فی کتابہ کذلک، الا انہ اجیز باجماع التابعین علی خلاف القیاس فاقتصر علیہ۔ اے

قاضی کے قاصد اور اس کے خط میں یہ فرق ہے کہ خط قبول کیا جائے گا لیکن قاصد مقبول نہیں، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ قاصد، قاضی کے قائم مقام ہے جبکہ ہم پہلے بیان کرچکے کہ اگر قاضی خود جاکر دوسرے قاضی کو خط والا مضمون بتائے تو دوسرا قاضی اسے قبول نہیں کرے گا، خط کے بارے میں قیاس کا تقاضا یہی ہے کہ قبول نہ ہو لیکن تابعین حضرات کے اجماع سے اس کو جائز ومقبول قرار دیا گیا جو کہ خلاف قیاس ہے اسی لیے اسی میں اجازت محصور رہے گی۔ (اے فتح القدیر شرح ہدایہ باب القاضی الی القاضی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶ / ۳۸۶)

سبحان اللہ! پھر تار بیچارے کی کیا حقیقت کہ اسے کتاب القاضی پر قیاس کریں اور جہاں خود بیان قاضی شرعاً بے اثر وہاں اس کے سر، بنائے احکام دھریں ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا (راستے کا تفاوت دیکھیں کہ کہاں سے کہاں تک ہے۔ت) اور جب شرعاً قاضی کا تار یوں بے اعتبار، تو اوروں کے تار کی جو ہستی ہے وہ ہماری تقریر صدر سے آشکار کہ مقبول الکتاب کا تار، ناچیز، تو مردود الکتاب کا تار کیا چیز، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ الملک العزیز۔

تنبیہ پنجم: قاضی شرع کا نامہ بھی صرف اُسی وقت مقبول جب دو مرد ثقہ یا ایک مرد دو عورتیں عادل دار القضاء سے یہاں آکر شہادت شرعیہ دیں کہ یہ خط بالیقین اُسی قاضی کا ہے اور اس نے ہمارے سامنے لکھا ہے ورنہ ہرگز قبول نہ ہوگی اگرچہ ہم اس قاضی کا خط پہچانتے ہوں اور اس کی مُہر بھی لگی ہو اور اُس نے خاص اپنے آدمی کے ہاتھ بھیجا ہو۔

←

ہدایہ میں ہے: لا یقبل الکتاب الابشھادۃ رجلین اورجل وامرأتین لان الکتاب یشبہ الکتاب فلا یثبت الابحجۃ تامۃ وھذا لانہ ملزم فلا بد من الحجۃ۔ [2]

خط نہیں قبول کیا جائے گا مگر دو مرد یا ایک مرد اور دو خواتین کی گواہی پر قبول ہوگا کیونکہ خط، خط کے مشابہ ہوسکتا ہے لہٰذا اس حجت کاملہ کے بغیر خط کا ثبوت نہ ہوگا اور یہ اس لیے کہ خط کی وجہ سے حکم لازم ہوتا ہے اور اس لیے حجت کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔

(۲؎ ہدایہ، باب القاضی الی القاضی، مطبع یوسفی لکھنؤ، ۳/۱۳۹)

فتاوٰی ہندیہ میں ملتقط سے ہے:

یجب ان یعلم ان کتاب القاضی الی القاضی صار حجۃ شرعا فی المعاملات بخلاف القیاس لان الکتاب قد یفتعل ویزور، والخط یشبہ الخط والخاتم یشبہ الخاتم ولکن جعلنہ حجۃ بالاجماع ولکن انما یقبلہ القاضی المکتوب الیہ عند وجود شرائطہ ومن جملۃ الشرائط البینۃ حتی ان القاضی المکتوب الیہ لایقبل کتاب القاضی مالم یثبت بالبینۃ انہ کتاب القاضی۔ [1]

یہ جان لینا ضروری ہے کہ قاضی کا خط دوسرے قاضی کی طرف معلامات میں شرعاً حجت ہے لیکن خلاف قیاس کیونکہ خط میں جلسازی اور جھوٹ لکھا جاسکتا ہے، اور خط، خط کے مشابہ، اسی طرح مہر دوسری مُہر کے مشابہ ہوسکتی ہے لیکن ہم نے اسے اجماع کی وجہ سے حجت مانا ہے لیکن جس قاضی کی طرف لکھا گیا ہو تب قبول کرے جب اسکی شرائط پائی جائیں، اور ان شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ اس پر گواہ ہوں حتی کہ قاضی دوسرے قاضی کے خط کو اس وقت تک قبول نہیں کرسکتا جب تک گواہ گواہی نہ دیں کہ یہ قاضی کا خط ہے۔

(۱؎ فتاوٰی ہندیہ الباب الثالث والعشرون فی کتاب القاضی الی القاضی نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۳۸۱)

عقود الدریہ میں فتاوٰی علامہ قاری الہدایہ سے ہے:

اذا شھدوا انہ خطہ من غیران یشاھدوا کتابتہ فلا یحکم بذلک۔ [2] جب وہ گواہی دیں کہ یہ اس کا خط مگر انہوں نے لکھتے ہوئے نہیں دیکھا تو ایسے خط پر فیصلہ نہ دیا جائے۔ (۲؎ عقود الدریہ الکتابۃ علٰی ثلاثۃ مراتب ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۱۹)

سبحان اللہ! یہ خطوط یا تار جو یہاں آتے ہیں اُن کے ساتھ کون سے دو گواہ عادل آکر گواہی دیتے ہیں کہ کہ فلاں نے ہمارے سامنے لکھا یا تار دیا مگر ہے یہ کہ ناواقفی کے ساتھ امور شرع میں بے جامداخلت سب کچھ کراتی ہے سأل اللہ توفیق الصواب وبہ نستعین فی کل باب (ہم اللہ تعالٰی سے توفیقِ صواب کا سوال کرتے ہیں اور ہر معاملہ میں اسی سے مدد چاہتے ہیں۔ت)

اے عزیز! اس زمانہ فتن میں لوگوں کو احکام شرع پر سخت جرأت ہے خصوصاً ان مسائل میں جنھیں حوادث جدیدہ سے تعلق ونسبت ہے جیسے تار برقی وغیرہ، سمجھتے ہیں کہ کتب ائمہ دین میں ان کا حکم نہ نکلے گا جو مخالفت شرع کا ہم پر الزام چلے گا مگر نہ جانا کہ علمائے دین شکر اللہ تعالٰی مساعیھم الجمیلۃ (اللہ تعالٰی ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے۔ت) نے کوئی حرف ان عزیزوں کے اجتہاد کو اٹھا نہیں رکھا ہے ←

....

تصریحاً تلویحاً تفریعاً تاصیلاً سب کچھ فرمادیا ہے زیادہ علم اسے ہے جسے زیادہ فہم ہے اور ان شاء اللہ العزیز زمانہ بندگانِ خدا سے خالی نہ ہوگا جو مشکل کی تسہیل، معضل کی تحصیل، صعب کی تذلیل، مجمل کی تفصیل سے ماہر ہوں۔ بحر سے صدف سے، صدف سے گوہر، بذر سے درخت، درخت سے ثمر نکالنے پر باذن اللہ تعالیٰ قادر ہوں۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۳۵۹-۳۶۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

آگے ٹیلیفون کے بارے مزید لکھتے ہیں:

ٹیلی فون دینے والا اگر سننے والے کے پیش نظر نہ ہو تو امورِ شرعیہ میں اس کا کچھ اعتبار نہیں اگرچہ آواز پہچانی جائے کہ آواز مشابہ آواز ہوتی ہے، اگر وہ کوئی شہادت دے معتبر نہ ہوگی، اور اگر کسی بات کا اقرار کرے سننے والے کو اس پر گواہی دینے کی اجازت نہیں، ہاں اگر وہ اس کے پیش نظر ہے جسے دوبدو آمنے سامنے سے تعبیر کرتے ہیں، یعنی اس کی دونوں آنکھیں اس کی دونوں آنکھوں کے سامنے ہوں، ایک دوسرے کو دیکھ رہا ہو، اور ٹیلی فون کا واسطہ صرف بوجہ آسانی آواز رسانی کے لیے ہو کہ اتنی دُور سے آواز پہنچنا دشوار تھا، تو اس صورت میں اس کی بات جس حد تک شرعاً معتبر ہوتی اب بھی معتبر ہوگی، مثلاً خود اپنی رؤیت کی شہادت ادا کرے تو مانی جائے گی اگر وہ مقبول الشہادۃ ہے، لیکن اتنی بات کہ فلاں جگہ رؤیت ہُوئی اگرچہ متصل آکر ادا کرے جب بھی معتبر نہیں کہ یہ محض حکایت ہے نہ کہ شہادت، اور یہ کہ فلاں نے مجھ سے کہا کہ فلاں جگہ ہُوئی، اور زیادہ مہمل کہ حکایت در حکایت ہے۔

تبیین الحقائق پھر فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

ولو سمع من وراء الحجاب لایسعه ان یشهد لاحتمال ان یکون غیرہ اذ النغمة تشبه النغمة الا اذا کان فی الداخل وحدہ ودخل وعلم الشاهد انه لیس فیه غیرہ ثم جلس علی المسلك ولیس له مسلك غیرہ فسمع اقرار الداخل ولایراہ لانه یحصل به العلم وینبغی للقاضی اذا فسر له ان لایقبله۔ ا ـ

اگر کسی نے پردے کے پیچھے سے سُنا تو سننے والا گواہی نہیں دے سکتا، ممکن ہے کوئی اور شخص ہو، کیونکہ آواز آواز سے مشابہ ہوسکتی ہے مگر اس صورت میں جب داخل ہونے والا اکیلا ہو اور شاہد جانتا اور علم رکھتا ہو کہ اس کے علاوہ دوسرا نہیں، پھر وُہ گواہ راستہ پر بیٹھتا ہے جبکہ اس راستہ کے علاوہ کوئی اور راستہ بھی نہیں، اور داخل ہونے والے کا اقرار سُنتا ہے اور اسے دیکھتا نہیں (تو اب گواہی قبول ہے) کیونکہ اب اسے یقین حاصل ہے، اور اگر گواہ پردے والے کی بات کی از خود تفسیر کرے تو قاضی کے لیے مناسب ہے کہ وُہ تفسیر قبول نہ کرے۔

(ا ـ فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی فی بیان تحمل الشہادۃ الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۴۵۲)

ذخیرہ پھر ہندیہ میں ہے:

کان الفقیه ابو اللیث یقول اذا اقرت المرأة من وراء الحجاب وشهد عنده اثنان انها فلانة لا یجوز لمن سمع اقرارها ان یشهد علی اقرارها الا اذا رأی شخصا یعنی حال ما اقرت لم یجوز له ان یشهد علی اقرارها، شرط رؤیة شخصها لا رؤیة وجهها۔ ا ـ

فقیہ ابواللیث فرمایا کرتے تھے کہ جب پردہ کے پیچھے عورت نے اقرار کیا اور دو آدمیوں نے گواہی دی کہ یہ فلاں عورت ہے تو ←

مسئلہ ۲۸: ہلال (چاند) دیکھ کر اُس کی طرف انگلی سے اشارہ کرنا مکروہ ہے(35)، اگرچہ دوسرے کو بتانے کے لیے ہو۔(36)

اقرار سننے والے کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس کے اقرار پر گواہی دے مگر اس صورت میں جب اس نے اس خاتون کو دیکھا ہو یعنی اقرار کرتے وقت تو اب اس کے لیے جائز ہے کہ اس کے اقرار پر گواہ بنے باقی شرط شخصیت کو دیکھنا ہے نہ کہ چہرے کو۔

(اے فتاوی ہندیہ الباب الثانی فی بیان تحمل الشہادۃ الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۴۵۳)

درمختار میں ہے:

شهدوا انه شهد عند قاضی مصر كذا شاهد ان برؤية الهلال فی ليلة كذا وقضى القاضی به ووجد استجماع شرائط الدعوى جاز لهذا القاضی ان يحكم بشهادتهما لان قضاء القاضی حجة وقد شهدوا به لا لو شهدوا برؤية غيرهم لانه حكاية اھ ۲ ۔ وتمام تحقيقه فی فتاونا. والله تعالىٰ اعلم. (۲؎ درمختار کتاب الصیام مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۹)

گواہوں نے گواہی دی کہ قاضی مصر کے پاس فلاں رات چاند دیکھنے پر دو گواہوں نے گواہی دی ہے اور قاضی نے اس پر فیصلہ دیا اور شرائط دعوٰی پائی جائیں تو اس قاضی کے لیے دو گواہوں کی شہادت پر فیصلہ دینا جائز ہے کیونکہ قضاءِ قاضی حجت ہے اور گواہوں نے اس قضاء پر ہی گواہی دی ہے، ہاں اس صورت میں فیصلہ نہیں دے سکتا جب انہوں نے یہ گواہی دی ہو کہ فلاں نے چاند دیکھا ہے کیونکہ یہ حکایت ہے اھ اس کی تمام تحقیق ہمارے فتاوٰی میں ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص۳۶۹۔۳۷۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

رؤیت ہلال کے بارے میں تار کے بارے میں تفصیلی معلومات کے لیے فتاوٰی رضویہ جلد 10 صفحہ 359 پر رسالہ ازکی الاھلال بابطال ما احدث الناس فی امر الہلال ملاحظہ فرمائیے۔

(35) کیونکہ یہ اہلِ جاہلیت کا عمل ہے۔

(36) ردالمحتار، کتاب الصوم، مطلب فی اختلاف المطالع، ج۳، ص۴۱۹

ان چیزوں کا بیان جن سے روزہ نہیں جاتا

حدیث ۱: صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس روزہ دار نے بھول کر کھایا یا پیا، وہ اپنے روزہ کو پورا کرے کہ اُسے اللہ (عزوجل) نے کھلایا اور پلایا۔(1)

حدیث ۲: ابوداود و ترمذی و ابن ماجہ و دارمی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس پر قے نے غلبہ کیا، اس پر قضا نہیں اور جس نے قصداً قے کی، اس پر روزہ کی قضا ہے۔(2)

---

(1) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب أکل الناسي وشربہ وجماعہ لایفطر، الحدیث: ۱۱۵۵، ص ۵۸۲

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱ـ یہ حکم فرض و نفل تمام روزوں کے لیے ہے کہ ان میں بھول کر کھا پی لینے سے روزہ نہیں جاتا۔ بھول یہ ہے کہ روزہ یاد نہ رہے اور کھانا پینا ارادۃً ہو اس میں نہ قضا ہے نہ کفارہ۔ خطا یہ ہے کہ روزہ یاد ہو مگر بغیر ارادہ پانی حلق سے اتر جائے جیسے کلی یا غرارہ کرتے وقت اس میں قضا ہے کفارہ نہیں۔ عمد یہ ہے کہ روزہ بھی یاد ہو کھانا پینا بھی ارادۃً ہو اس میں قضا بھی ہے کفارہ بھی، جماع بھی کھانے پینے کے حکم میں ہے لہذا اگر روزہ دار بھول کر صحبت کرلے تو بھی روزہ نہیں جائے گا، یہ ہی احناف کا مذہب ہے۔ فلیتم امر سے معلوم ہوتا ہے کہ نفلی روزہ شروع کردینے سے فرض ہوجاتا ہے اس کا پورا کرنا فرض ہے۔

۲ـ یعنی یہ بھول رب تعالیٰ کی رحمت ہے، اس نے چاہا کہ میرا بندہ کھاپی بھی لے اور اس کا روزہ بھی ہوجائے۔ خیال رہے کہ ہماری بھول چوک غفلت و کمزوری کی بنا پر ہوتی ہے مگر اس پر معافی دینا رب تعالیٰ کی طرف سے ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بھول تو شیطانی اثر سے ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَمَآ اَنْسٰنِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ" پھر اسے رب کی طرف منسوب کیوں فرمایا۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۲۹)

(2) جامع الترمذي، أبواب الصوم الخ، باب ماجاء فیمن استقاء عمدا، الحدیث: ۷۲۰، ج ۲، ص ۱۷۳

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱ـ اسی پر چاروں اماموں کا عمل ہے کہ اگر کوئی شخص روزہ یاد ہوتے ہوئے عمداً قے کرے تو روزہ جاتا رہے گا کیونکہ قے کا کچھ غیر محسوس حصہ حلق میں واپس لوٹ جاتا ہے جس کا احساس نہیں ہوتا جیسے سونا وضو توڑ دیتا ہے کہ اس میں اکثر ریح نکل جاتی ہے مگر احساس نہیں ہوتا، ہاں امام ابو یوسف نے عمد کے ساتھ منہ بھر قے ہونے کی پابندی لگائی ہے مگر قے کردینے سے صرف قضا واجب ہوگی کفارہ نہ ہوگا۔ قے کے پورے مسائل کتب فقہ میں ملاحظہ کیجئے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۳۳)

حدیث ۳: ترمذی انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، کہ ایک شخص نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی، میری آنکھ میں مرض ہے، کیا روزہ کی حالت میں سرمہ لگاؤں؟ فرمایا: ہاں۔(3)

حدیث ۴: ترمذی ابو سعید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں روزہ نہیں توڑتیں، پچھنا اور قے اور احتلام۔(4)

تنبیہ: اس باب میں ان چیزوں کا بیان ہے، جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ رہا یہ امر کہ اُن سے روزہ مکروہ بھی ہوتا ہے یا نہیں اس سے اس باب کو تعلق نہیں، نہ یہ کہ وہ فعل جائز ہے یا ناجائز۔

مسئلہ ۱: بھول کر کھایا یا پیا یا جماع کیا روزہ فاسد نہ ہوا۔ خواہ وہ روزہ فرض ہو یا نفل اور روزہ کی نیت سے پہلے یہ چیزیں پائی گئیں یا بعد میں، مگر جب یاد دلانے پر بھی یاد نہ آیا کہ روزہ دار ہے تو اب فاسد ہو جائے گا، بشرطیکہ یاد دلانے کے بعد یہ افعال واقع ہوئے ہوں مگر اس صورت میں کفارہ لازم نہیں۔(5)

---

(3) جامع الترمذي، ابواب الصوم، باب ماجاء في الكحل للصائم، الحديث: ۷۲۶، ج ۲، ص ۱۷۷

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ یہی تینوں اماموں کا مذہب ہے یعنی امام ابو حنیفہ، شافعی و مالک کہ روزہ دار کو سرمہ لگانا، آنکھ میں خشک یا پتلی اگرچہ چکنی ہو دوا ڈالنا ہر وقت جائز ہے یعنی سونے سے پہلے بھی اور بعد بھی اگر دوا کا رنگ یا مزا حلق میں محسوس ہو جب بھی مضر نہیں، امام احمد سونے سے پہلے سرمہ لگانا مکروہ فرماتے ہیں یہ حدیث ان تینوں آئمہ کی دلیل ہے۔

۲۔ یہ حدیث بہت طریقوں سے مختلف اسنادوں سے بہت کتب میں مروی ہے تمام اسنادیں ضعیف ہیں لیکن زیادتی اسناد اور عمل علماء کی وجہ سے قوی ہوگئی تمام اسنادیں بالتفصیل یہاں مرقات نے نقل فرمائیں اور اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب "جاء الحق" حصہ دوم میں دیکھو کہ تعدد اسناد اور عمل علماء سے حدیث ضعیف بھی قوی ہو جاتی ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۳۶)

(4) جامع الترمذي، ابواب الصوم، باب ماجاء في الصائم يذرعه القيئ، الحديث: ۷۱۹، ج ۲، ص ۱۷۲

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ اس کی تحقیق پہلے کی جا چکی ہے۔ قے سے مراد وہ قے ہے جو خود بخود ہو جائے لہذا یہ حدیث گزشتہ اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں قے کو روزہ ٹوٹنے کا سبب قرار دیا گیا کیونکہ وہاں وہ قے مراد تھی جو خود کی جائے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۴۱)

(5) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالا یفسده، ج ۳، ص ۴۱۹

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں:

یہ حکم فرض و نفل تمام روزوں کے لیے ہے کہ ان میں بھول کر کھا پی لینے سے روزہ نہیں جاتا۔ بھول یہ ہے کہ روزہ یاد نہ رہے اور کھانا پینا ارادۃً ہو اس میں نہ قضا ہے نہ کفارہ۔ خطا یہ ہے کہ روزہ یاد ہو مگر بغیر ارادہ پانی حلق سے اتر جائے جیسے کلی یا غرارہ کرتے وقت اس میں ←

مسئلہ ۲: کسی روزہ دار کو ان افعال میں دیکھے تو یاد دلانا واجب ہے، یاد نہ دلایا تو گنہگار ہوا، مگر جب کہ وہ روزہ دار بہت کمزور ہو کہ یاد دلائے گا تو وہ کھانا چھوڑ دے گا اور کمزوری اتنی بڑھ جائے گی کہ روزہ رکھنا دشوار ہوگا اور کھالے گا تو روزہ بھی اچھی طرح پورا کرلے گا اور دیگر عبادتیں بھی بخوبی ادا کرلے گا تو اس صورت میں یاد نہ دلانا بہتر ہے۔

بعض مشائخ نے کہا جوان کو دیکھے تو یاد دلادے اور بوڑھے کو دیکھے تو یاد نہ دلانے میں حرج نہیں۔ مگر یہ حکم اکثر کے لحاظ سے ہے کہ جوان اکثر قوی ہوتے ہیں اور بوڑھے اکثر کمزور اور اصل حکم یہ ہے کہ جوانی اور بڑھاپے کو کوئی دخل نہیں، بلکہ قوت وضعف (یعنی طاقت اور جسمانی کمزوری) کا لحاظ ہے، لہٰذا اگر جوان اس قدر کمزور ہو تو یاد نہ دلانے میں حرج نہیں اور بوڑھا قوی ہو تو یاد دلانا واجب۔ (6)

مسئلہ ۳: مکّھی یا دُھواں یا غبار حلق میں جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ خواہ وہ غبار آٹے کا ہو کہ چکّی پیسنے یا چھاننے میں اڑتا ہے یا غلّہ کا غبار ہو یا ہوا سے خاک اُڑی یا جانوروں کے کُھر یا ٹاپ سے غبار اُڑ کر حلق میں پہنچا، اگرچہ روزہ دار ہونا یاد تھا اور اگر خود قصداً دھواں پہنچایا تو فاسد ہوگیا جبکہ روزہ دار ہونا یاد ہو، خواہ وہ کسی چیز کا دھواں ہو اور کسی طرح پہنچایا ہو، یہاں تک کہ اگر کی بتی وغیرہ خوشبو سُلگتی تھی، اُس نے مونھ قریب کر کے دھوئیں کو ناک سے کھینچا روزہ جاتا رہا۔ یوہیں حقہ پینے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اگر روزہ یاد ہو اور حقہ پینے والا اگر پیے گا تو کفارہ بھی لازم آئے گا۔ (7)

قضا ہے کفارہ نہیں۔ عمد یہ ہے کہ روزہ بھی یاد ہو کھانا پینا بھی ارادۃً ہو اس میں قضا بھی ہے کفارہ بھی، جماع بھی کھانے پینے کے حکم میں ہے لہذا اگر روزہ دار بھول کر صحبت کرلے تو بھی روزہ نہیں جائے گا، یہ ہی احناف کا مذہب ہے۔ فلیتم امر سے معلوم ہوتا ہے کہ نفلی روزہ شروع کردینے سے فرض ہوجاتا ہے اس کا پورا کرنا فرض ہے۔

یعنی یہ بھول رب تعالٰی کی رحمت ہے، اس نے چاہا کہ میرا بندہ کھا پی بھی لے اور اس کا روزہ بھی ہوجائے۔ خیال رہے کہ ہماری بھول چوک غفلت وکمزوری کی بنا پر ہوتی ہے مگر اس پر معافی دینا رب تعالٰی کی طرف سے ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بھول تو شیطانی اثر سے ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے: "وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ" پھر اسے رب کی طرف منسوب کیوں فرمایا۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۳، ص۲۲۹)

(6) ردالمحتار، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالایفسدہ، ج۳، ص۴۲۰

(7) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

متون وشروح وفتاوٰی عامہ کتب مذہب میں جن پر مدار مذہب ہے علی الاطلاق تصریحات روشن ہیں کہ دُھواں یا غبار حلق یا دماغ میں آپ چلا جائے کہ روزہ دار نے بالقصد اسے داخل نہ کیا ہو تو روزہ نہ جائے گا اگرچہ اس وقت روزہ ہونا یاد تھا۔ (۱) وقایہ و(۲) نقایہ و(۳) اصلاح و(۴) ملتقی و(۵)

←

....

تنویر وغیرہا میں ہے: واللفظ للاصلاح دخل غبار اودخان او ذباب حلقه لم یفطر ا۔ اصلاح کے الفاظ یہ ہیں: حلق میں اگر غبار، دُھواں یا مکھی داخل ہوگئی تو روزہ نہ ٹوٹے گا۔ (ا۔ درمختار، باب یفسد الصوم مجتبائی دہلی، ۱/۱۴۹)

(۶) غرر متن درر میں ہے: دخل حلقه غبار اودخان او ذباب ولو ذاکرا لم یفسد ۲۔ روزہ دار کے حلق میں غبار، دُھواں یا مکھی چلی گئی حالانکہ اسے روزہ یاد تھا تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔

(۲۔ غرر مع درر الحکام باب موجب الافساد احمد کامل الکائنہ دار السعادۃ بیروت ۱/۲۰۲)

(۷) ہدایہ و (۸) ہدایہ و (۹) وافی و (۱۰) کافی میں ہے: واللفظ للکافی لودخل حلقه ذباب وهو ذاکر لصومه یفسد قیاسالوصول المفطر الی جوفه و کونه ممالایتغذی لاینافی الفساد کالتراب وفی الاستحسان لایفسد لانه لایمکن التحرز عنه فان الصائم لایجد بدا من ان یفتح فمه لیتکلم فصار کالغبار والدخان ا۔ کافی کی عبارت یہ ہے روزہ دار کے حلق میں مکھی چلی گئی حالانکہ اسے روزہ یاد تھا روزہ قیاساً فاسد ہوجائے گا___ اس لئے کہ روزہ توڑنے والی چیز اس کے حلق میں چلی گئی اور اس کا غذا والی چیز نہ ہونا فساد کے منافی نہیں جیسا کہ مٹی کا حکم ہے اور استحساناً روزہ فاسد نہ ہوگا کیونکہ اس سے بچنا ممکن نہیں ہے کیونکہ روزہ دار کو بات کرنے کے لئے مُنہ کھولنا پڑتا ہے تو مکھی کا حکم غبار اور دُھوئیں کی طرح ہے۔

(ا۔ ہدایۃ باب مایوجب القضاء والکفارۃ المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۱۹۸)

(۱۱) فتح القدیر میں ہے: قوله فاشبه الغبار والدخان اذا دخلا فی الحلق فانه لایستطاع الاحتراز عن دخولهما لدخولهما من الانف اذا طبق الفم وصار ایضا کبلل یبقی فی فیه بعد المضمضة۔ ۲۔ مصنف کا قول مکھی کا داخل ہونا غبار اور دھوئیں کی طرح ہے کیونکہ جب وہ حلق میں داخل ہوجائیں تو ان کے دخول سے بچنا ممکن نہیں ہوتا، منہ اگر بند بھی ہو تو وہ ناک کے ذریعے داخل ہوجائیں گے اور یہ اس تری کی مانند بھی ہے جو کُلی کے بعد منہ میں رہ جاتی ہے۔

(۲۔ فتح القدیر باب مایوجب القضاء والکفارۃ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۲۵۸)

(۱۲) نور الایضاح متن امداد الفتاح میں ہے: لایفسد الصوم لودخل حلقه دخان بلا صنعه او غبار ولو غبار الطاحون او ذباب او اثر طعم الادویة وهو ذاکر لصومه ۳۔ ان صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹتا جب حلق میں بلاقصد دُھواں داخل ہوجائے یا غبار خواہ وہ آٹے کی چکی کا ہو یا مکھی یا دوائیوں کے ذائقے کا اثر منہ میں داخل ہوجائے اگرچہ روزہ دار کو روزہ دار ہونا یاد ہو۔

(۳۔ نور الایضاح ما لایفسد الصوم مطبع علیمی، لاہور ص ۶۳)

(۱۳) خانیہ و (۱۴) خلاصہ و (۱۵) خزانۃ المفتین میں ہے: واللفظ للخانیة اذا دخل الدخان او الغبار او ریح العطر او الذباب حلقه لایفسد صومه ۴۔ خانیہ کی عبارت یہ ہے: حلق میں دھواں، غبار، عطر کی خوشبو یا مکھی داخل ہوجائے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ (۴۔ فتاوٰی قاضی خان الفصل فیما لایفسد الصوم منشی نولکشور لکھنؤ ۱/۹۸)

(۱۶) سراج الوہاج و (۱۷) ہندیہ میں ہے: لودخل حلقه غبار الطاحونة اوطعم الادویة اوغبار الهرس ←

....

واشباهه او الدخان او ماسطح من غبار التراب بالريح او بحوافر الدواب واشباه ذلك لم يفطره ١ ۔ اگر روزہ دار کے حلق میں چکی کا غبار، ادویات کا ذائقہ، گھوڑے کے دوڑنے یا اس کی ہم مثل کی غبار، دھواں، ہوا کے ذریعے اڑنے والی، چوپایوں اور اس کے ہم مثل کی وجہ سے اڑنے والی غبار چلی جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(١ ۔ فتاوٰی ہندیۃ الباب الرابع فیما یفسد الصوم نورانی کتب خانہ پشاور ١ / ٢٠٣)

(١٨) وجیز و(١٩) القروی و(٢٠) واقعات المفتین میں ہے: دخل الذباب اوالدخان اوالغبار حلقه او بقي بلل بعد المضمضة فابتلعه مع البزاق لم يفطر ٢ ۔ روزہ دار کے حلق میں مکھی، دھواں یا غبار چلی گئی یا کلی کے بعد تری منہ میں رہ گئی اور اسے وہ تھوک کے ساتھ نگل گیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ (٢ ۔ فتاوٰی القرویۃ کتاب الصوم دار الاشاعۃ العربیہ قندھار افغانستان ١ / ١٥)

ہاں اگر صائم اپنے قصد وارادہ سے اگر یا لوبان خواہ کسی شے کا دھواں یا غبار اپنے حلق یا دماغ میں عمداً بے حالت نسیان صوم داخل کرے، مثلاً بخور سلگائے اور اسے اپنے جسم سے متصل کر کے دھواں سونگھے کہ دماغ یا حلق میں جائے تو اس صورت میں روزہ فاسد ہوگا۔

(٢١) درمختار میں ہے: مفاده انه لو ادخل حلقه الدخان افطر اي دخان كان ولو عود او عنبر الوذا كرا لامكان التحرز عنه فليتنبه له كما بسطه الشرنبلالي ٣ ۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی روزہ دار نے بقصد اپنے حلق میں دھواں داخل کیا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا خواہ وہ دھواں عود یا عنبر کا ہو، اگر اسے روزہ یاد ہو کیونکہ اس سے بچنا ممکن ہے اس پر متنبہ رہنا چاہئے، جیسا کہ اس پر شرنبلالی نے تفصیلی گفتگو کی ہے۔

(٣ ۔ درمختار باب مایفسد الصوم مجتبائی دہلی ١ / ١٤٩)

علامہ شرنبلالی نے (٢٢) غنیۃ ذوی الاحکام و(٢٣) امداد الفتاح و(٢٤) مراقی الفلاح تینوں کتابوں میں فرمایا: وهذا لفظ المراقي وفيما ذكرنا اشارة الى انه من ادخل بصنعه دخانا حلقه باي صورة كان الادخال، فسد صومه سواء كان دخان عنبر او عود اوغيرهما حتى من تبخر ببخور فآواه الى نفسه واشتم دخانا ذاكرا لصومه افطر لامكان التحرز عن ادخال المفطر جوفه ودماغه وهذا مما يغفل عنه كثير من الناس فليتنبه له ولا يتوهم انه كشم الورد ومائه والمسك لوضوح الفرق بين هواء تطيب بريح المسك وشبهه وبين جوهر دخان وصل الى جوفه بفعله ١ ۔

مراقی الفلاح کی عبارت یہ ہے جو کچھ ہم نے ذکر کیا اس میں یہ اشارہ ہے کہ اگر کسی نے ارادۃً حلق میں دھواں داخل کیا خواہ ادخال کی کوئی صورت ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا خواہ وہ دھواں عنبر، عود یا ان کے ہم مثل کسی کا ہو حتی کہ جس نے دھونی سلگائی اور اپنے قریب کر کے اس کا دھواں سونگھا حالانکہ روزہ یاد تھا روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ اس صورت میں پیٹ اور دماغ کو روزہ توڑنے والی شے سے محفوظ رکھنا ممکن ہے، یہ ان چیزوں میں سے ہیں جن سے اکثر لوگ غافل ہیں، لہٰذا اس پر خصوصی توجہ دیجئے، یہ وہم نہ کیا جائے کہ یہ تو پھول اور کستوری سونگھنے کی طرح ہی ہے کیونکہ خوشبو کی مہک اور جوہر دخان میں جو ارادۃً جوف میں جائے بڑا واضح فرق ہے۔

(١ ۔ مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب فی بیان مالایفسد الصوم نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ٣٦١-٣٦٢)

مسئلہ ۴: بھری سنگی لگوائی (8) یا تیل یا سُرمہ لگایا تو روزہ نہ گیا، اگرچہ تیل یا سُرمہ کا مزہ حلق میں محسوس ہوتا ہو بلکہ تھوک میں سرمہ کا رنگ بھی دکھائی دیتا ہو، جب بھی نہیں ٹوٹا۔ (9)

مسئلہ ۵: بوسہ لیا مگر انزال نہ ہوا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔ یوہیں عورت کی طرف بلکہ اس کی شرم گاہ کی طرف نظر کی مگر ہاتھ نہ لگایا اور انزال ہوگیا، اگرچہ بار بار نظر کرنے یا جماع وغیرہ کے خیال کرنے سے انزال ہوا، اگرچہ دیر تک خیال جمانے سے ایسا ہوا ان سب صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹا۔ (10)

اسی طرح (۲۵) ردالمحتار میں امداد الفتاح اور (۲۶) طحطاویہ میں غنیۃ سے نقل فرما کر مقرر رکھا۔ (۲۷) مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے:

علی ھذا لو ادخل حلقه فسد صومه حتی ان من تبخر ببخور فاستشم دخانه فادخله حلقه ذاکرا لصومه افطر لانھم فرقوا بین الدخول والادخال فی مواضع عدیدۃ لان الادخال عمله والتحرز ممکن ویؤیده قول صاحب النھایة اذا دخل الذباب جوفه لایفسد صومه لم یوجد ماھو ضد الصوم وھو ادخال الشئی من الخارج الی الباطن وھذا مما یغفل عنه کثیر فلیتنبه له ۲؎۔

(۲؎ مجمع الانہر، باب موجب الفساد، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱/ ۲۴۵)

اس بناء پر اگر کسی روزہ دار نے مذکورہ اشیاء میں سے کسی چیز کو اپنے حلق میں داخل کیا تو اس کا روزہ فاسد ہو جائیگا حتی کہ جس نے بخور کے ساتھ دھونی دی اور اس کا دھواں سونگھا اور روزہ یاد ہوتے ہوئے حلق میں داخل کیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ فقہاء نے متعدد جگہ پر دخول اور ادخال میں فرق کیا ہے کیونکہ ادخال صائم کا اپنا عمل ہے جس سے بچنا ممکن ہے اس کی تائید صاحب نہایہ کا یہ قول کرتا ہے کہ جب مکھی پیٹ میں داخل ہوگئی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ کوئی ایسی چیز نہیں پائی گئی جو روزہ کی ضد ہو اور وہ خارج سے کسی شے کا باطن میں داخل کرنا ہے، اس سے بہت سے لوگ غافل ہیں لہٰذا اس پر توجہ چاہئے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۴۹۰۔ ۴۹۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

حالتِ روزہ میں دھونی لینے کے بارے میں تفصیلی معلومات کے لیے فتاوی رضویہ جلد 10 پر الاعلام بحال البخور فی الصیام ملاحظہ فرمائیے۔

(8) حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں:

فصد لینے والا پہلے نشتر سے عضو پر زخم لگاتا ہے، پھر سنگی کا چوڑا حصہ زخم پر رکھ کر اس کا باریک حصہ اپنے منہ میں لے کر زور سے چوستا ہے پھر اس سوراخ کو آٹے وغیرہ سے بند کر دیتا ہے جس سے عضو کا خون جمع ہوتا رہتا ہے خون نکل جانے کی وجہ سے فصد کرانے والا بہت کمزور ہو جاتا ہے بسا اوقات فوراً اسے کچھ کھانا پینا پڑتا ہے اور فصد لینے والے کے منہ بلکہ حلق میں بے اختیاری طور پر چوستے وقت کچھ خون پہنچ جاتا ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۳۸)

(9) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الصوم، ص ۱۷۹

وردالمحتار، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالا یفسدہ، مطلب: یکرہ السھر ... الخ، ج ۳، ص ۴۲۱.

(10) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الصوم، ص ۱۷۸

←

مسئلہ ۶: غسل کیا اور پانی کی خنکی (ٹھنڈک) اندر محسوس ہوئی یا کلی کی اور پانی بالکل پھینک دیا صرف کچھ تری موںھ میں باقی رہ گئی، تھوک کے ساتھ اُسے نگل گیا یا دوا کوٹی اور حلق میں اُس کا مزہ محسوس ہوا یا ہڑ چوسی اور تھوک نگل گیا، مگر تھوک کے ساتھ ہڑ (ایک دوا کا نام) کا کوئی جُز حلق میں نہ پہنچا یا کان میں پانی چلا گیا یا تنکے سے کان کھجایا اور اُس پر کان کا میل لگ گیا پھر وہی میل لگا ہوا تنکا کان میں ڈالا، اگرچہ چند بار کیا ہو یا دانت یا موںھ میں خفیف چیز بے معلوم سی رہ گئی کہ لعاب کے ساتھ خود ہی اُتر جائے گی اور وہ اُتر گئی یا دانتوں سے خون نکل کر حلق تک پہنچا، مگر حلق سے نیچے نہ اُترا تو ان سب صورتوں میں روزہ نہ گیا۔ (11)

مسئلہ ۷: روزہ دار کے پیٹ میں کسی نے نیزہ یا تیر بھونک دیا، اگرچہ اس کی بھال یا پیکان (تیر یا نیزے کی نوک) پیٹ کے اندر رہ گئی یا اس کے پیٹ میں جھلی تک زخم تھا، کسی نے کنکری ماری کہ اندر چلی گئی تو روزہ نہیں ٹوٹا اور اگر خود اس نے یہ سب کیا اور بھال یا پیکان یا کنکری اندر رہ گئی تو جاتا رہا۔ (12)

مسئلہ ۸: بات کرنے میں تھوک سے ہونٹ تر ہوگئے اور اُسے پی گیا یا موںھ سے رال ٹپکی، مگر تار ٹوٹا نہ تھا کہ

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اور مجرد خیال باندھنے سے تو روزہ اصلاً نہیں جاتا اگرچہ اسی حالت تصور ہی میں شہوت کے ساتھ انزال ہوجائے، ہاں لپٹانے یا بوسہ لینے یا ہاتھ لگانے کی حالت میں اگر انزال ہوتو روزہ فاسد ہوکر قضا لازم آئے گی اور ان افعال کے ختم کے بعد شہوت ہنوز باقی رہی اور اس حالت میں کہ یہ عورت کے جسم سے جدا ہے منی اُتری اور بشہوت نکل گئی تو اگرچہ غسل واجب ہوگا مگر روزہ نہ جائے گا کہ یہ انزال اُن افعال سے نہ ہوا بلکہ مجرد تصور سے ہوا،

فی الدر المختار انزل بفکر وان طال اونزع المجامع حال کونہ ناسیافی الحال عند ذکرہ و کذا عند طلوع الفجر وان امنی بعد النزع لانہ کالاحتلام لم یفطر اھ ملتقطا وبہ یعلم ماذکرنا بالاولی کما لایخفی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۱؎ درمختار باب مایفسد الصوم مجتبائی دہلی ۱/۱۴۹-۵۰)

درمختار میں ہے کہ اگر سوچنے سے انزال ہوگیا اگرچہ وہ سوچ طویل تھی یا نسیاناً جماع شروع کیا تھا، روزہ یاد آنے پر فوراً چھوڑ دیا، اسی طرح حکم ہے اگر اس نے طلوع فجر ہوتے ہی جماع چھوڑ دیا، اگر چھوڑنے کے بعد منی کا خروج ہوا اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا کیونکہ یہ احتلام کی طرح ہے اھ مختصراً۔ اس سے زیر بحث مسئلہ کا حکم بطریق اولیٰ معلوم ہوگیا جو نہایت ہی واضح ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۴۸۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(11) الدرالمختار، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالا یفسدہ، ج ۳، ص ۴۲۱
وفتح القدیر، کتاب الصوم، باب مایوجب القضاء والکفارۃ، ج ۲، ص ۲۵۷ ـ ۲۵۸

(12) الدرالمختار، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالا یفسدہ، ج ۳، ص ۴۲۳

اُسے چڑھا کر پی گیا یا ناک میں رینٹھ آگئی بلکہ ناک سے باہر ہوگئی مگر منقطع نہ ہوئی تھی کہ اُسے چڑھا کر نگل گیا یا کھنکار موںھ میں آیا اور کھا گیا اگرچہ کتنا ہی ہو، روزہ نہ جائے گا مگران باتوں سے احتیاط چاہیے۔(13)

مسئلہ ۹: مکھی حلق میں چلی گئی روزہ نہ گیا اور قصداً نگلی تو جاتا رہا۔(14)

مسئلہ ۱۰: بھولے سے جماع کر رہا تھا یاد آتے ہی اَلگ ہوگیا یا صبح صادق سے پیشتر جماع میں مشغول تھا صبح ہوتے ہی جدا ہوگیا روزہ نہ گیا، اگرچہ دونوں صورتوں میں جدا ہونے کے بعد انزال ہوگیا ہو اگرچہ دونوں صورتوں میں جدا ہونا یاد آنے اور صبح ہونے پر ہوا کہ جدا ہونے کی حرکت جماع نہیں اور اگر یاد آنے یا صبح ہونے پر فوراً الگ نہ ہوا اگرچہ صرف ٹھہر گیا اور حرکت نہ کی روزہ جاتا رہا۔(15)

مسئلہ ۱۱: بھولے سے کھانا کھا رہا تھا، یاد آتے ہی فوراً لقمہ پھینک دیا یا صبح صادق سے پہلے کھا رہا تھا اور صبح ہوتے ہی اُگل دیا، روزہ نہ گیا اور نگل لیا تو دونوں صورتوں میں جاتا رہا۔(16)

مسئلہ ۱۲: غیر سبیلین (17) میں جماع کیا تو جب تک انزال نہ ہو روزہ نہ ٹوٹے گا۔ یوہیں ہاتھ سے منی نکالنے میں اگرچہ یہ سخت حرام ہے کہ حدیث میں اسے ملعون فرمایا۔(18)

مسئلہ ۱۳: چوپایہ یا مُردہ سے جماع کیا اور انزال نہ ہوا تو روزہ نہ گیا اور انزال ہوا تو جاتا رہا۔ جانور کا بوسہ لیا یا اس کی فرج کو چھوا تو روزہ نہ گیا اگرچہ انزال ہوگیا ہو۔(19)

مسئلہ ۱۴: احتلام ہوا یا غیبت کی تو روزہ نہ گیا (20)، اگرچہ غیبت بہت سخت کبیرہ ہے۔

---

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الرابع فیما یفسد ومالا یفسد، ج۱، ص ۲۰۳

والدرالمختار وردالمحتار، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم الخ، مطلب فی حکم الاستمناء بالکف، ج ۳، ص ۴۲۸

(14) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الرابع فیما یفسد ومالا یفسد، ج۱، ص ۲۰۳

(15) الدرالمختار، کتاب الصوم، الباب الرابع فیما یفسد ومالا یفسدہ، ج ۳، ص ۴۲۴

(16) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الرابع فیما یفسد ومالا یفسد، ج۱، ص ۲۰۳

(17) یعنی آگے اور پیچھے کے مقام کے علاوہ

(18) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالا یفسدہ، ج ۳، ص ۴۲۶

(19) الدرالمختار، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالا یفسدہ، ج ۳، ص ۴۲۷

(20) الدرالمختار، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالا یفسدہ، ج ۳، ص ۴۲۱، ۴۲۸

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدددین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

بحرالرائق میں ہے: لو اصبح جنبا لا یضرہ کذافی المحیط ۲؎ اگر کسی نے حالتِ جنب میں صبح کی تو نقصان دہ نہیں، ←

قرآن مجید میں غیبت کرنے کی نسبت فرمایا: جیسے اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھانا۔(21)
اور حدیث میں فرمایا: غیبت زنا سے بھی سخت تر ہے۔(22) اگرچہ غیبت کی وجہ سے روزہ کی نورانیت جاتی رہتی ہے۔

مسئلہ ۱۵: جنابت (غسل فرض ہونے) کی حالت میں صبح کی بلکہ اگرچہ سارے دن جنب رہا روزہ نہ گیا (23) مگر اتنی دیر تک قصداً غسل نہ کرنا کہ نماز قضا ہو جائے گناہ و حرام ہے۔ حدیث میں فرمایا: کہ جنب جس گھر میں ہوتا ہے، اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔(24)

مسئلہ ۱۶: جِن یعنی پری سے جماع کیا تو جب تک انزال نہ ہو، روزہ نہ ٹوٹے گا۔(25) یعنی جب کہ انسانی شکل میں نہ ہو اور انسانی شکل میں ہو تو وہی حکم ہے جو انسان سے جماع کرنے کا ہے۔

مسئلہ ۱۷: تِل یا تِل کے برابر کوئی چیز چبائی اور تھوک کے ساتھ حلق سے اُتر گئی تو روزہ نہ گیا، مگر جب کہ اس کا مزہ حلق میں محسوس ہوتا ہو تو روزہ جاتا رہا۔(26)

❀❀❀❀❀

محیط میں اسی طرح ہے۔۔(۲۔ البحر الرائق، باب فی بیان مالایفسد الصوم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲ / ۲۷۳)

عالمگیریہ میں ہے:

ومن اصبح جنبا او احتلم فی النہار لم یضرہ کذا فی محیط السرخسی ۳۔

جس نے بحالتِ جنابت صبح کی یا دن کو احتلام ہو گیا تو یہ اسے نقصان دہ نہیں۔ محیط سرخسی میں اسی طرح ہے۔

(۳۔ الفتاوی الہندیہ الباب الثامن مایفسد الصوم نورانی کتب خانہ پشاور ۱ / ۲۰۰) (فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص۵۵۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(21) پ۲۶، الحجرات: ۱۲

(22) المعجم الاوسط للطبرانی، الحدیث: ۶۵۹۰، ج۵، ص ۶۳

(23) الدرالمختار، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالایفسدہ، ج ۳، ص ۴۲۸

(24) انظر: سنن ابی داود، کتاب الطہارۃ، باب فی الجنب یؤخر الغسل، الحدیث: ۲۲۷، ج ۱، ص ۱۰۹

(25) ردالمحتار، کتاب الصوم، مطلب فی جواز الافطار بالتحری، ج ۳، ص ۴۴۲

(26) فتح القدیر، کتاب الصوم، باب مایوجب القضاء والکفارۃ، ج ۲، ص ۲۵۹

روزہ توڑنے والی چیزوں کا بیان

حدیث ۱: بخاری و احمد و ابوداود و ترمذی و ابن ماجہ و دارمی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس نے رمضان کے ایک دن کا روزہ بغیر رخصت و بغیر مرض افطار کیا تو زمانہ بھر کا روزہ اس کی قضا نہیں ہوسکتا، اگرچہ رکھ بھی لے۔ (1) یعنی وہ فضیلت جو رمضان میں رکھنے کی تھی کسی طرح حاصل نہیں کرسکتا تو جب روزہ نہ رکھنے میں یہ سخت وعید ہے رکھ کر توڑ دینا تو اس سے سخت تر ہے۔

حدیث ۲: ابن خزیمہ و ابن حبان اپنی صحیح میں ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنا کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرماتے ہیں: میں سو رہا تھا، دو شخص حاضر ہوئے اور میرے بازو پکڑ کر ایک پہاڑ کے پاس لے گئے اور مجھ سے کہا چڑھیے۔ میں نے کہا: مجھ میں اس کی طاقت نہیں، انہوں نے کہا: ہم سہل کردیں گے، میں چڑھ گیا، جب بیچ پہاڑ پر پہنچا تو سخت آوازیں سنائی دیں، میں نے کہا: یہ کیسی آوازیں

---

(1) جامع الترمذي، أبواب الصوم، باب ماجاء في الافطار متعمدا، الحديث: ۷۲۳، ج ۲، ص ۱۷۵

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ یعنی بلاوجہ رمضان میں ایک روزہ بھی نہ رکھنے والا اس کے عوض عمر بھر روزہ رکھے تو وہ درجہ اور ثواب نہ پائے گا جو رمضان میں رکھنے سے پاتا اگرچہ شرعاً ایک روزہ سے اس کی قضا ہوجائے گی ادائے فرض اور ہے درجہ پانا کچھ اور۔ رخصت سے مراد شرعی اجازت ہے جیسے سفر یا عورت کا حمل یا بچہ کو دودھ پلانا وغیرہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ وقت پر عبادت کرلینا بہت بہتر ہے، نماز وغیرہ ساری عبادت کا یہی حال ہے۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جوانی کی عبادت بڑھاپے کی عبادت سے افضل ہے کہ عبادات کا اصل وقت جوانی ہے۔ شعر

کر جوانی میں عبادت کاہلی اچھی نہیں — جب بڑھاپا آگیا کچھ بات بن پڑتی نہیں

ہے بڑھاپا بھی غنیمت جب جوانی ہوچکی — یہ بڑھاپا بھی نہ ہوگا موت جس دم آگئی

وقت کی قدر کرو، اسے غنیمت جانو۔ ع! گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔

۲۔ یعنی اس حدیث کی اسناد میں حضرت ابوہریرہ سے روایت کرنے والے راوی ابوالمطوس ہیں ان سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے ابن خلف قرطبی نے فرمایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے مگر خیال رہے کہ ایک اسناد ضعیف ہونے سے متن حدیث کا ضعیف ہوجانا لازم نہیں، ترمذی کی اسناد میں ابوالمطوس ہیں باقی ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی و احمد نے مختلف اسنادوں سے یہ حدیث نقل کی، تعدد اسناد ضعیف حدیث کو قوی کردیتا ہے۔ (مرقات) (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۳۹)

ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ جہنمیوں کی آوازیں ہیں پھر مجھے آگے لے گئے، میں نے ایک قوم کو دیکھا کہ وہ لوگ اُلٹے لٹکائے گئے ہیں اور اُن کی باچھیں چیری جارہی ہیں، جن سے خون بہتا ہے۔ میں نے کہا: یہ کون لوگ ہیں؟ کہا: یہ وہ لوگ ہیں کہ وقت سے پہلے روزہ افطار کر دیتے ہیں۔ (2)

حدیث ۳: ابویعلیٰ باسنادِ حسن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ اسلام کے کڑے اور دین کے قواعد تین ہیں، جن پر اسلام کی بنا مضبوط کی گئی، جو اِن میں ایک کو ترک کرے وہ کافر ہے، اُس کا خون حلال ہے، کلمہ توحید کی شہادت اور نمازِ فرض اور روزہ رمضان۔ (3)

اور ایک روایت میں ہے، جو اِن میں سے ایک کو ترک کرے، وہ اللہ (عزوجل) کے ساتھ کفر کرتا ہے اور اس کا فرض و نفل کچھ مقبول نہیں۔ (4)

مسئلہ ۱: کھانے پینے، جماع کرنے سے روزہ جاتا رہتا ہے، جبکہ روزہ دار ہونا یاد ہو۔

مسئلہ ۲: حُقّہ، سگار، سگریٹ، چرٹ پینے سے روزہ جاتا رہتا ہے، اگرچہ اپنے خیال میں حلق تک دھواں نہ پہنچاتا ہو، بلکہ پان یا صرف تمباکو کھانے سے بھی روزہ جاتا رہے گا، اگرچہ پیک تھوک دی ہو کہ اس کے باریک اجزا ضرور حلق میں پہنچتے ہیں (4A)۔

مسئلہ ۳: شکر وغیرہ ایسی چیزیں جو مونھ میں رکھنے سے گھل جاتی ہیں، مونھ میں رکھی اور تھوک نگل گیا روزہ جاتا رہا۔ یوہیں دانتوں کے درمیان کوئی چیز چنے کے برابر یا زیادہ تھی اُسے کھا گیا یا کم ہی تھی (5)، مگر مونھ سے نکال کر پھر

---

(2) صحیح ابن خزیمۃ، أبواب صوم التطوع، باب ذکر تعلیق المفطرین قبل وقت الافطار الخ، الحدیث: ۱۹۸۶، ج ۳، ص ۲۳۷

(3) مسند أبي یعلی، مسند ابن عباس، الحدیث: ۲۳۴۵، ج ۲، ص ۳۷۸

(4) الترغیب والترھیب، کتاب الصوم، الترھیب من افطار شئ من رمضان من غیر عذر، الحدیث: ۳، ج ۲، ص ۶۶

(4A) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

پان جب مُنہ میں رکھا جائے گا اُس کا عرق ضرور حلق میں جائیگا، اور تمباکو جیسی کھائی جاتی ہے وہ اگر منہ میں ڈالی جائیگی تو یقیناً اس کا جرم لعاب کے ساتھ حلق میں جائے گا اور نسوار تو بہت باریک چیز ہے جب اوپر کو سُونگی جائے گی ضرور دماغ کو پہنچے گی اور ان طلب والوں کے مقاصد بھی یونہی بر آئیں گے اور فقہیات میں ایسا مظنون مثل متیقن ہے، یہ سب شیطانی وسوسے ہیں، ان چیزوں کے استعمال سے جو روزہ جائے اس کی فقط قضا نہیں بلکہ کفارہ بھی ضرور ہوگا (فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۴۸۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(5) مگر فتح القدیر میں فرمایا کہ اگر اتنی ہو کہ بغیر تھوک کے مدد کے حلق سے نیچے اتر سکتی ہے تو اس سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اور اگر اتنی خفیف ہو کہ لعاب کے ساتھ اتر سکتی ہے ورنہ نہیں تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ ۱۲ منہ

کھالی یا دانتوں سے خون نکل کر حلق سے نیچے اُترا اور خون تھوک سے زیادہ یا برابر تھا یا کم تھا، مگر اس کا مزہ حلق میں محسوس ہوا تو ان سب صورتوں میں روزہ جاتا رہا اور اگر کم تھا اور مزہ بھی محسوس نہ ہوا، تو نہیں۔(6)

مسئلہ ۴: روزہ میں دانت اکھڑوایا اور خون نکل کر حلق سے نیچے اُترا، اگرچہ سوتے میں ایسا ہوا تو اس روزہ کی قضا واجب ہے۔(7)

مسئلہ ۵: کوئی چیز پاخانہ کے مقام میں رکھی، اگر اس کا دوسرا سرا باہر رہا تو نہیں ٹوٹا، ورنہ جاتا رہا لیکن اگر وہ تر ہے اور اس کی رطوبت اندر پہنچی تو مطلقاً جاتا رہا، یہی حکم شرم گاہ زن (عورت کی شرمگاہ) کا ہے، شرمگاہ سے مراد اس باب میں فرج داخل (شرمگاہ کا اندرونی حصہ) ہے۔ یوہیں اگر ڈورے میں بوٹی باندھ کر نگل لی، اگر ڈورے کا دوسرا کنارہ باہر رہا اور جلد نکال لی کہ گلنے نہ پائی تو نہیں گیا اور اگر ڈورے کا دوسرا کنارہ بھی اندر چلا گیا یا بوٹی کا کچھ حصہ اندر رہ گیا تو روزہ جاتا رہا۔(8)

---

(6) الدرالمختار، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالا یفسدہ، ج ۳، ص ۴۲۲.

(7) ردالمحتار، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم الخ، مطلب: یکرہ السہر اذا خاف فوت الصبح، ج ۳، ص ۴۲۲

(8) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: اگر روزے کی حالت میں یعنی طلوع صبح صادق سے غروب شمس تک رمضان خواہ غیر رمضان میں دوا خشک یا تر خواہ کوئی چیز فرج میں اس طرح رکھی گئی کہ فرج داخل کے اندر بالکل غائب کردی تو روزہ جاتا رہا، اور اگر مثلاً دوا کسی کپڑے میں باندھ کر فرج میں اس طرح رکھی کہ کپڑے کا سرا فرج داخل سے باہر رہا اگرچہ فرج خارج میں غائب ہوجائے تو روزہ نہ جائے گا جب تک دوا کا کوئی حصہ کپڑے سے چھن کر فرج داخل کے اندر نہ گرے یا دوا ایسی تر ہو کہ کپڑے میں ٹپک کر فرج داخل میں لگے یا حرکت کے سبب کپڑا چڑھ جائے کہ بالکل فرج داخل کے اندر غائب ہوجائے، ان صورتوں میں روزہ جاتا رہے گا۔

فی تنویر الابصار والدر المختار (ادخل عودا) ونحوہ (فی مقعدتہ وطرفہ خارج) وان غیبہ فسد و کذا لو ابتلع خشبة اوخیطا ولوفیہ لقمة مربوطة الاان ینفصل منہا شئی ومفادہ ان استقرار الداخل فی الجوف شرط للفساد بدائع، ولو ادخلت قطنة ان غابت فسد وان بقی طرفہا فی فرجہا الخارج لا (لم یفطر) اھ ملتقطا

(ا۔ درمختار باب مایفسد الصوم مجتبائی دہلی ۱/۱۴۹)

تنویر الابصار اور درمختار میں ہے: کسی نے عود (کی لکڑی وغیرہ کو) دبر میں اس طرح داخل کیا کہ ایک کنارہ اس کا باہر ہو تو روزہ نہیں ٹوٹا، اور اگر سب اندر چڑھا لے تو ٹوٹ جائے گا اور یہی حکم ہے اس کا جو کوئی لکڑی نگل لے یا دھاگہ اگرچہ اس میں لقمہ بندھا ہوا ہو مگر اس صورت میں کہ جب لقمہ سے کچھ جدا ہو کر اندر رہ جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اس کا حاصل یہ ہے کہ پیٹ میں داخل ہونے والی چیز کا وہاں (پیٹ میں) استقرار (ٹھہرنا) فساد کے لیے شرط ہے بدائع، اگر عورت نے رُوئی داخل کی جو غائب ہوگئی تو روزہ فاسد ہوجائیگا، اور اگر اس کی ←

مسئلہ ٦: عورت نے پیشاب کے مقام میں روئی کا کپڑا رکھا اور بالکل باہر نہ رہا، روزہ جاتا رہا اور خشک انگلی پاخانہ کے مقام میں رکھی یا عورت نے شرمگاہ میں تو روزہ نہ گیا اور بھیگی تھی یا اس پر کچھ لگا تھا تو جاتا رہا، بشرطیکہ پاخانہ کے مقام میں اُس جگہ رکھی ہو جہاں عمل دیتے وقت حقنہ کا سرا رکھتے ہیں۔(9)

کوئی طرف فرج خارج میں نکلی ہوئی رہی تو روزہ فاسد نہ ہوگا (یعنی روزہ نہیں ٹوٹے گا) اھ اختصاراً۔

وفی ردالمحتار مادخل فی الجوف ان غاب فیہ فسد وھو المراد بالاستقرار وان لم یغب بل بقی طرف منہ فی الخارج اوکان متصلا بشئی خارج لایفسد لعدم استقرارہ ٢؎۔واللہ تعالٰی اعلم۔

(٢؎ ردالمحتار باب مایفسد الصوم مصطفی البابی مصر ٢ /١٠٧)

ردالمحتار میں ہے کہ جو کچھ جوف میں داخل ہُوا اگر وہ غائب ہوگیا تو روزہ فاسد ہوجائے گا، اور استقرار سے یہی مراد ہے اور اگر غائب نہ ہو بلکہ اس کی کوئی جانب خارج باقی رہ گئی یا خارج شئی سے متصل رہی تو عدمِ استقرار کی وجہ سے روزہ فاسد نہ ہوگا، واللہ تعالٰی اعلم۔

(فتاوی رضویہ، جلد ١٠، ص ٤٨١۔ ٤٨٢ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(9) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

بتی اور دوا کا حکم مسئلہ سابقہ میں گزرا، اور انگلی فرج میں داخل کرنے سے عورت کا روزہ صرف چار صورت میں فاسد ہوگا: ایک یہ کہ انگلی داخل کرنے سے اُسی حالت میں کہ انگلی فرج کو مس کررہی ہے عورت کو انزال ہوجائے لوجود معنی الفطر وھو الامناء عن مباشرۃ ٣؎۔ کما فی الھدایۃ وغیرھا (اس صورت میں معنی افطار پایا گیا اور وہ مباشرت کی وجہ سے منی کا خروج ہے، ہدایہ وغیرہ۔ت) (٣؎ ردالمحتار باب مایفسد الصوم مصطفی البابی مصر ٢ /١٠٩)

دوسرے یہ کہ انگلی پانی یا روغن کی مانند کسی شے سے ایسی تر ہو کہ اُس کی تری چھوٹ کر فرج داخل میں لگے۔ تیسرے یہ کہ خشک انگلی داخل کی وہ فرج کی رطوبت سے ایسی تر ہوگئی کہ اب اس سے چھوٹ کر دوسری چیز میں لگے، بعدہ انگلی باہر کرکے ایسی ہی تری کی حالت میں پھر اندر کی کہ تری چھوٹ کر فرج داخل میں لگی۔ چوتھے یہ کہ انگلی کٹی ہوئی جسم سے جدا تھی وہ فرج داخل کے اندر غائب کردی گئی کہ سرا باہر نہ رہا، یہ احکام بھی اُسی مسئلہ سے ظاہر ہیں ان میں برابر ہے خواہ انگلی مرد کی ہو یا عورت خود اپنی انگلی داخل کرے اگرچہ بدن صاف کرنے کو۔

درمختار میں ہے: ادخل اصبعہ الیابسۃ فی دبرہ اوفرجھا لم یفطر ولو مبتلۃ فسد اھ ١؎ ملتقطا اگر کسی نے انگلی دُبر میں دی یا عورت نے اپنی فرج میں داخل کی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، اور اگر انگلی تر تھی تو روزہ ٹوٹ جائے گا اھ اختصاراً۔

(١؎ درمختار باب مایفسد الصوم مجتبائی دہلی ١ /١٤٩)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ ولو مبتلۃ فسد لبقاء شئی من البلۃ فی الداخل ٢؎۔

←

....

قولہ اگر (انگلی) تر ہوئی تو ٹوٹ جائے گا، یہ اس لیے ہے کہ اس صورت میں داخل دبر وفرج میں کچھ تری باقی رہ جائے گی۔

(۲؎ ردالمحتار، باب مایفسد الصوم، مصطفی البابی مصر ۲/۱۰۸)

حاشیہ طحطاوی میں ہے:

ظاهر كلامه يقتضي ان الذي ادخل في فرجها الرجل والحكم واحد. ۳؎

ظاہر کلام کا تقاضا یہ ہے کہ فرج عورت میں انگلی داخل کرنے والا مرد ہو، حالانکہ (دونوں صورتوں میں خواہ مرد ہو یا عورت) حکم ایک ہے۔

(۳؎ حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار باب مایفسد الصوم دار المعرفۃ بیروت ۱/۴۵۱)

فتح القدیر میں ہے:

لو ادخل الاصبع في دبره اوفرجها الداخل لايفسد الصوم الاان تكون مبلولة بماء اودهن على المختار وقيل يجب عليه القضاء والغسل. ۴؎

اگر کسی نے مرد کی دبر یا عورت کی فرج داخل میں انگلی داخل کی تو مختار قول پر روزہ فاسد نہ ہوگا مگر اس صورت کہ جب وُہ پانی یا تیل کے ساتھ تر ہو۔ بعض نے کہا ہے کہ ایسی صورت میں روزہ کی قضاء اور غسل لازم ہوجائے گا۔

(۴؎ فتح القدیر باب مایوجب القضاء والکفارۃ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۲۶۷)

تنبیہ: فتح القدیر ومراقی الفلاح وفتاوٰی ظہیریہ وفتاوٰی ہندیہ وغیرہا عامہ کتب میں جو انگلی کی تری میں آب وروغن کا ذکر ہے محض تمثیل وتصویر ہے، نہ تخصیص وتقیید کہ اگر دودھ یا گھی لعاب دہن میں تر ہو جب بھی بداہۃً حکم یہی ہے کہ مدار صرف کسی تری کا خارج سے جوف میں جاکر رہ جانا ہے کما افادہ فی ردالمحتار (جیسا کہ ردالمحتار میں بیان ہُوا۔ت) ولہذا درمختار میں مطلق مبتلۃ (تر ہوئی۔ت) فرمایا، اور شک نہیں کہ فرج کی رطوبت جب انگلی سے لگ کر باہر آئی اب وُہ بھی رطوبتِ خارجہ ہوگئی، اب دوبارہ جو باہر سے جاکر فرج داخل کے اندر رہ جائے گی ضرور فسادِ صوم لائے گی جس طرح لعاب دہن اگر قبل خروج اُسے نگل جائے روزہ میں خلل نہیں، اور اگر دہن سے جُدا کردینے کے بعد کھائے گا روزہ جائے گا کمافی ردالمحتار عن البدائع ومثلہ فی کثیر من الکتب (جیسا کہ بدائع سے ردالمحتار میں اور اسی طرح اکثر کتب میں ہے۔ت)

رہا علماء کا فرمانا کہ اگر کان سے میل نکالا اور میل لگی ہوئی سلائی دوبارہ سہ بارہ کان میں کی تو بالاجماع روزہ نہ جائے گا۔

بزازیہ ونورالایضاح ودرمختار وغیرہا میں ہے: واللفظ للوجیز. اجمعوا انه لو حك اذنه بعود فاخرج العود وعلى راسه درن ثم ادخله ثانيا وثالثا كذلك انه لايفسد. ۱؎ وجیز کی عبارت یہ ہے فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر کسی نے عود (لکڑی) کے ساتھ اپنا کان کھرچا پھر لکڑی جب باہر نکالی تو اس کے سرے پر میل تھی اب اسی لکڑی کو دوبارہ یا سہ بارہ اسی طرح (کان میں) داخل کیا تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔ (۱؎ فتاوٰی بزازیہ علی حاشیہ فتاوٰی ہندیہ کتاب الصوم نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۹۸)

وہ اس مسئلہ سے جُدا ہے وہاں روزہ نہ ٹوٹنے کی وجہ یہ ہے کہ کان کریدنے میں سلائی دماغ تک نہیں جاتی تو میل جوف میں ←

مسئلہ ۷: مبالغہ کے ساتھ استنجا کیا، یہاں تک کہ حقنہ رکھنے کی جگہ تک پانی پہنچ گیا، روزہ جاتا رہا اور اتنا مبالغہ چاہیے بھی نہیں کہ اس سے سخت بیماری کا اندیشہ ہے۔ (10)

مسئلہ ۸: مرد نے پیشاب کے سوراخ میں پانی یا تیل ڈالا تو روزہ نہ گیا، اگرچہ مثانہ تک پہنچ گیا ہو اور عورت نے شرمگاہ میں ٹپکایا تو جاتا رہا۔ (11)

مسئلہ ۹: دماغ یا شکم کی جھلی تک زخم ہے، اس میں دوا ڈالی اگر دماغ یا شکم تک پہنچ گئی روزہ جاتا رہا، خواہ وہ دوا تر ہو یا خشک اور اگر معلوم نہ ہو کہ دماغ یا شکم تک پہنچی یا نہیں اور وہ دوا تر تھی، جب بھی جاتا رہا اور خشک تھی تو نہیں۔ (12)

مسئلہ ۱۰: حقنہ (13) لیا یا نتھنوں سے دوا چڑھائی یا کان میں تیل ڈالا یا تیل چلا گیا، روزہ جاتا رہا اور پانی کان میں چلا گیا یا ڈالا تو نہیں۔ (14)

مسئلہ ۱۱: کلی کر رہا تھا بلا قصد پانی حلق سے اُتر گیا یا ناک میں پانی چڑھایا اور دماغ کو چڑھ گیا روزہ جاتا رہا، مگر جبکہ روزہ ہونا بھول گیا ہو تو نہ ٹوٹے گا اگرچہ قصداً ہو۔ یوہیں کسی نے روزہ دار کی طرف کوئی چیز پھینکی، وہ اُس کے حلق میں چلی گئی روزہ جاتا رہا۔ (15)

داخل نہ ہُوا بخلاف یہاں کے کہ فرج داخل خود جوف ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے: حك اذنه بعود فخرج عليه درن مما في الصماخ ثم ادخله اي العود مرارا الى اذنه لايفسد صومه بالاجماع كما في البزازية لعدم وصول المفطر الى الدماغ ۲، والله تعالى اعلم. (۲۔ مراقی الفلاح مع حاشیہ طحطاوی باب فی مالایفسد الصوم، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ص ۳۶۲)

اگر کان کو لکڑی کے ساتھ کھجایا پھر جب لکڑی واپس نکالی تو اس پر کان کے اندر سے میل آئی پھر اس لکڑی کو کئی دفعہ کان میں داخل کیا تو بالاتفاق روزہ فاسد نہ ہوگا، جیسا کہ بزازیہ میں ہے کیونکہ کوئی چیز روزہ توڑنے والی دماغ تک نہیں پہنچی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۴۸۴۔ ۴۸۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(10) الدر المختار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم ومالا یفسدہ، ج ۳، ص ۴۲۴

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الرابع فیما یفسد ومالا یفسد، ج ۱، ص ۲۰۴

(12) المرجع السابق

(13) یعنی کسی دوا کی بتی یا پچکاری پیچھے کے مقام میں چڑھانا جس سے اجابت ہوجائے۔

(14) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الرابع فیما یفسد ومالا یفسد، ج ۱، ص ۲۰۴

(15) المرجع السابق، ص ۲۰۲

مسئلہ ۱۲: سوتے میں پانی پی لیا یا کچھ کھا لیا یا مونھ کھولا تھا اور پانی کا قطرہ یا اولا حلق میں جا رہا روزہ جاتا رہا۔(16)

مسئلہ ۱۳: دوسرے کا تھوک نگل گیا یا اپنا ہی تھوک ہاتھ پر لے کر نگل گیا روزہ جاتا رہا۔(17)

مسئلہ ۱۴: مونھ میں رنگین ڈورا رکھا جس سے تھوک رنگین ہوگیا پھر تھوک نگل لیا روزہ جاتا رہا۔(18)

مسئلہ ۱۵: ڈورا بٹا اسے تر کرنے کے لیے مونھ پر گزارا پھر دوبارہ، سہ بارہ۔ یوہیں کیا روزہ نہ جائے گا مگر جبکہ ڈورے سے کچھ رطوبت جُدا ہو کر مونھ میں رہی اور تھوک نگل لیا تو روزہ جاتا رہا۔(19)

مسئلہ ۱۶: آنسو مونھ میں چلا گیا اور نگل لیا، اگر قطرہ دو قطرہ ہے تو روزہ نہ گیا اور زیادہ تھا کہ اس کی نمکینی پورے مونھ میں محسوس ہوئی تو جاتا رہا۔ پسینہ کا بھی یہی حکم ہے۔(20)

مسئلہ ۱۷: پاخانہ کا مقام باہر نکل پڑا تو حکم ہے کہ کپڑے سے خوب پونچھ کر اُٹھے کہ تری بالکل باقی نہ رہے اور اگر کچھ پانی اُس پر باقی تھا اور کھڑا ہوگیا کہ پانی اندر کو چلا گیا تو روزہ فاسد ہوگیا۔ اسی وجہ سے فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ روزہ دار استنجا کرنے میں سانس نہ لے۔(21)

مسئلہ ۱۸: عورت کا بوسہ لیا یا چُھوا یا مباشرت کی یا گلے لگایا اور انزال ہوگیا تو روزہ جاتا رہا اور عورت نے مرد کو چھوا اور مرد کو انزال ہوگیا تو روزہ نہ گیا۔ عورت کو کپڑے کے اوپر سے چُھوا اور کپڑا اتنا دبیز ہے کہ بدن کی گرمی محسوس نہیں ہوتی تو فاسد نہ ہوا اگرچہ انزال ہوگیا۔(22)

مسئلہ ۱۹: قصداً بھر مونھ قے کی اور روزہ دار ہونا یاد ہے تو مطلقاً روزہ جاتا رہا اور اس سے کم کی تو نہیں اور بلا اختیار قے ہوگئی تو بھر مونھ ہے یا نہیں اور بہر تقدیر وہ لوٹ کر حلق میں چلی گئی یا اُس نے خود لوٹائی یا نہ لوٹی، نہ لوٹائی تو اگر بھر مونھ نہ ہو تو روزہ نہ گیا، اگرچہ لوٹ گئی یا اُس نے خود لوٹائی اور بھر مونھ ہے اور اُس نے لوٹائی، اگرچہ اس میں

---

(16) المرجع السابق والجوہرۃ النیرۃ، کتاب الصوم، ص ۱۷۸

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الرابع فیما یفسد وما لا یفسد، ج۱، ص ۲۰۳

(18) المرجع السابق

(19) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الصوم، ص ۱۸۱

(20) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الرابع فیما یفسد وما لا یفسد، ج۱، ص ۲۰۳

(21) المرجع السابق، ص ۲۰۴

(22) المرجع السابق، ص ۲۰۴۔۲۰۵

سے صرف چنے برابر حلق سے اُتری تو روزہ جاتا رہا ورنہ نہیں۔(23)

مسئلہ ۲۰: قے کے یہ احکام اُس وقت ہیں کہ قے میں کھانا آئے یا صفرا (کڑوا پانی) یا خون اور بلغم آیا تو مطلقاً روزہ نہ ٹوٹا۔(24)

مسئلہ ۲۱: رمضان میں بلا عذر جو شخص علانیہ قصداً کھائے تو حکم ہے کہ اُسے قتل کیا جائے۔(25)

❀❀❀❀❀

---

(23) الدر المختار، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالایفسدہ، ج ۳، ص ۴۵۰، وغیرہ

قَے کے بارے میں 7 پھیرے

روزہ میں خود بخود کتنی ہی قَے (اُلٹی) ہو جائے (خواہ بالٹی ہی کیوں نہ بھر جائے) اِس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔(دُرِّمختار ج ۳ ص ۳۹۲)

اگر روزہ یاد ہونے کے باوجود قصداً (یعنی جان بوجھ کر) قَے کی اور اگر وہ مُنہ بھر ہے (مُنہ بھر کی تعریف آگے آتی ہے) تو اب روزہ ٹوٹ جائے گا۔(دُرِّمختار ج ۳ ص ۳۹۲)

قصداً مُنہ بھر ہونے والی قَے سے بھی اس صُورت میں روزہ ٹوٹے گا جبکہ قے میں کھانا یا (پانی) یا صَفراء (یعنی کڑوا پانی) یا خُون آئے۔(اَیضاً)

اگر قے میں صِرف بَلغم نِکلا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔(اَیضاً ص ۳۹۴)

قصداً قَے کی مگر تھوڑی سی آئی، مُنہ بھر نہ آئی تو اب بھی روزہ نہ ٹوٹا۔(دُرِّمختار ج ۳ ص ۳۹۳)

مُنہ بھر سے کم قے ہوئی اور مُنہ ہی سے دوبارہ لوٹ گئی یا خُود ہی لوٹا دی، ان دونوں صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹے گا۔(اَیضاً)

مُنہ بھر قَے بِلا اختیار ہو گئی تو روزہ تو نہ ٹوٹا البتّہ اگر اِس میں سے ایک چنے کے برابر بھی واپس لوٹا دی تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔اور ایک چنے سے کم ہو تو روزہ نہ ٹوٹا۔(دُرِّمختار ج ۳ ص ۳۹۲)

مُنہ بھر قے کی تعریف

مُنہ بھر قَے کے مَعنٰی یہ ہیں، اِسے بِلا تکلُّف نہ روکا جا سکے۔(عالمگیری ج ۱ ص ۲۰۴)

(24) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الرابع فیما یفسد ومالا یفسد، ج ۱، ص ۲۰۴

(25) ردالمحتار، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالایفسدہ، مطلب فی الکفارۃ، ج ۳، ص ۴۹

اُن صورتوں کا بیان جن میں صرف قضا لازم ہے

مسئلہ ۱: یہ گمان تھا کہ صبح نہیں ہوئی اور کھایا پیا یا جماع کیا بعد کو معلوم ہوا کہ صبح ہو چکی تھی یا کھانے پینے پر مجبور کیا گیا یعنی اکراہِ شرعی (1) پایا گیا، اگرچہ اپنے ہاتھ سے کھایا ہو تو صرف قضا لازم ہے یعنی اُس روزہ کے بدلے میں ایک روزہ رکھنا پڑے گا۔(2)

مسئلہ ۲: بھول کر کھایا یا پیا یا جماع کیا تھا یا نظر کرنے سے انزال ہوا تھا یا احتلام ہوا یا قے ہوئی اور ان سب صورتوں میں یہ گمان کیا کہ روزہ جاتا رہا اب قصداً کھالیا تو صرف قضا فرض ہے۔(3)

مسئلہ ۳: کان میں تیل ٹپکایا یا پیٹ یا دماغ کی جھلّی تک زخم تھا، اس میں دوا ڈالی کہ پیٹ یا دماغ تک پہنچ گئی یا حقنہ لیا یا ناک سے دوا چڑھائی یا پتھر، کنکری، مٹی، روئی، کاغذ، گھاس وغیرہا ایسی چیز کھائی جس سے لوگ گھن کرتے ہیں یا رمضان میں بلا نیّتِ روزہ روزہ کی طرح رہا یا صبح کو نیّت نہیں کی تھی، دن میں زوال سے پیشتر نیّت کی اور بعد نیّت کھا لیا یا روزہ کی نیّت تھی مگر روزہ رمضان کی نیّت نہ تھی یا اس کے حلق میں مینھ کی بوند یا اولا جارہا یا بہت سا آنسو یا پسینہ نگل گیا یا بہت چھوٹی لڑکی سے جماع کیا جو قابلِ جماع نہ تھی یا مردہ یا جانور سے وطی کی یا ران یا پیٹ پر جماع کیا یا بوسہ لیا یا عورت کے ہونٹ چوسے یا عورت کا بدن چھوا اگرچہ کوئی کپڑا حائل ہو، مگر پھر بھی بدن کی گرمی محسوس ہوتی ہو۔

اور ان سب صورتوں میں انزال بھی ہو گیا یا ہاتھ سے منی نکالی یا مباشرت فاحشہ سے انزال ہو گیا یا ادائے رمضان کے علاوہ اور کوئی روزہ فاسد کر دیا، اگرچہ وہ رمضان ہی کی قضا ہو یا عورت روزہ دار سو رہی تھی، سوتے میں اس سے وطی کی گئی یا صبح کو ہوش میں تھی اور روزہ کی نیت کر لی تھی پھر پاگل ہو گئی اور اسی حالت میں اس سے وطی کی گئی یا یہ گمان کر کے کہ رات ہے، سحری کھالی یا رات ہونے میں شک تھا اور سحری کھالی حالانکہ صبح ہو چکی تھی یا یہ گمان کر کے کہ آفتاب ڈوب گیا ہے، افطار کر لیا حالانکہ ڈوبا نہ تھا یا دو شخصوں نے شہادت دی کہ آفتاب ڈوب گیا اور دو نے شہادت دی کہ دن ہے اور اُس نے روزہ افطار کر لیا، بعد کو معلوم ہوا کہ غروب نہیں ہوا تھا ان سب صورتوں میں صرف قضا لازم ہے، کفارہ

---

(1) اکراہِ شرعی یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو صحیح دھمکی دے کہ اگر تو روزہ نہ توڑے گا تو میں تجھے مار ڈالوں گا یا ہاتھ پاؤں توڑ دوں گا یا ناک، کان وغیرہ کوئی عضو کاٹ ڈالوں گا یا سخت مار ماروں گا۔ اور روزہ دار یہ سمجھتا ہو کہ یہ کہنے والا جو کچھ کہتا ہے، کر گزرے گا۔

(2) الدرالمختار، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالا یفسدہ، ج۳، ص۴۳۰، ۴۳۶، وغیرہ

(3) الدرالمختار، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالا یفسدہ، ج۳، ص۴۳۱

نہیں۔(4)

مسئلہ ۴: مسافر نے اقامت کی، حیض و نفاس والی پاک ہوگئی، مجنون کو ہوش ہوگیا، مریض تھا اچھا ہوگیا، جس کا روزہ جاتا رہا اگرچہ جبراً کسی نے توڑوا دیا یا غلطی سے پانی وغیرہ کوئی چیز حلق میں جا رہی۔ کافر تھا مسلمان ہوگیا، نابالغ تھا بالغ ہوگیا، رات سمجھ کر سحری کھائی تھی حالانکہ صبح ہو چکی تھی، غروب سمجھ کر افطار کر دیا حالانکہ دن باقی تھا ان سب باتوں میں جو کچھ دن باقی رہ گیا ہے، اُسے روزے کے مثل گزارنا واجب ہے اور نابالغ جو بالغ ہوا یا کافر تھا مسلمان ہوا اُن پر اس دن کی قضا واجب نہیں باقی سب پر قضا واجب ہے۔(5)

مسئلہ ۵: نابالغ دن میں بالغ ہوا یا کافر دن میں مسلمان ہوا اور وہ وقت ایسا تھا کہ روزہ کی نیت ہوسکتی ہے اور نیت کر بھی لی پھر وہ روزہ توڑ دیا تو اس دن کی قضا واجب نہیں۔(6)

مسئلہ ۶: بچہ کی عمر دس ۱۰ سال کی ہوجائے اور اس میں روزہ رکھنے کی طاقت ہو تو اس سے روزہ رکھوایا جائے نہ رکھے تو مار کر رکھوائیں، اگر پوری طاقت دیکھی جائے اور رکھ کر توڑ دیا تو قضا کا حکم نہ دیں گے اور نماز توڑے تو پھر پڑھوائیں۔(7)

مسئلہ ۷: حیض و نفاس والی عورت صبح صادق کے بعد پاک ہوگئی، اگرچہ ضحوہ کبریٰ سے پیشتر اور روزہ کی نیت کر لی تو آج کا روزہ نہ ہوا، نہ فرض نہ نفل اور مریض یا مسافر نے نیت کی یا مجنون تھا ہوش میں آکر نیت کی تو ان سب کا روزہ ہوگیا۔(8)

مسئلہ ۸: صبح سے پہلے یا بھول کر جماع میں مشغول تھا، صبح ہوتے ہی یا یاد آنے پر فوراً جدا ہوگیا تو کچھ نہیں اور اسی حالت پر رہا تو قضا واجب ہے کفارہ نہیں۔(9)

مسئلہ ۹: میت کے روزے قضا ہوگئے تھے تو اُس کا ولی اس کی طرف سے فدیہ ادا کر دے یعنی جب کہ وصیت

---

(4) الدرالمختار، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالایفسدہ، ج ۳، ص ۴۳۱۔۴۳۹، وغیرہ

(5) الدرالمختار، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالایفسدہ، ج ۳، ص ۴۴۰

(6) ردالمحتار، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالایفسدہ، مطلب فی جواز الافطار بالتحری، ج ۳، ص ۴۴۱

(7) ردالمحتار، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالایفسدہ، مطلب فی جواز الافطار بالتحری، ج ۳، ص ۴۴۲

(8) الدرالمختار، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالایفسدہ، ج ۳، ص ۴۴۱

(9) ردالمحتار، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالایفسدہ، مطلب یکرہ السہر الخ، ج ۳، ص ۴۲۵

کی اور مال چھوڑا ہو، ورنہ ولی پر ضروری نہیں کر دے تو بہتر ہے۔(10)

(10) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

حیث قال اعلم المذکور فیما رأیتہ من کتب ائمتنا فروعا واصولا انہ اذالم یوص بفدیۃ الصوم یجوز ان یتبرع منہ ولیہ وھو من لہ التصرف فی مالہ بوراثۃ او وصایۃ قالو اولولم یملک شیأ یستقرض الولی شئیا فیدفعہ للفقیر ثم یستو ھبہ منہ ثم یدفعہ لاخر وھکذا حتی یتم ا ۔

اس کے الفاظ یہ ہیں میرے مطالعہ کے مطابق ہمارے ائمہ کی کتب خواہ فروع یا اصول میں ہوں یہ مذکور ہے کہ جب میت نے فدیہ صوم کی وصیت نہ کی ہو تو اس کا ولی بطور نفل فدیہ دے سکتا ہے، اور ولی سے مراد وہ شخص ہے جو اس کے مال میں بطور وارث یا وصی ہونے کے اس سے تصرف کر سکتا ہو، فقہاء نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر ولی کسی شئے کا مالک نہ ہو تو کسی سے قرض لے کر فقیر کو دے اس سے بطور ہبہ واپس لے پھر فقیر کو دے، اسی طرح بار بار کیا جائے حتی کہ فدیہ پورا ہو جائے۔

(ا ۔ شفاء العلیل، رسالہ من رسائل ابن عابدین، الرسالۃ السابعۃ، سہیل اکیڈمی لاہور ا/۱۹۲)

اور فاضل سید علاء الدین شامی نے منۃ الجلیل میں اسے متون وشروح وحواشی کی طرف نسبت کیا حیث قال والمنصوص فی کلامھم متونا وشروحا وحواشی ان الذی یتولی ذٰلک انما ھو الولی وان المراد بالولی من لہ ولایۃ التصرف فی مالہ بوصایۃ اووراثۃ وان المیت لولم یملک شیأ یفعل لہ ذٰلک الوارث من مالہ ان شاء فان لم یکن للوارث مال یستوھب من الغیر اویستقرض لیدفعہ للفقیر ثم یستوھبہ من الفقیر وھکذا الی ان یتم المقصود ا ۔

اس کی عبارت یہ ہے متون، شروح اور حواشی میں یہ منصوص ہے یہ سارا کچھ ولی کر سکتا ہے، اور ولی سے مراد وہ شخص ہے جو میت کے مال میں اس کی وصیت یا وارث ہونے کی حیثیت سے تصرف کر سکتا ہو اور میت اگر کسی شے کا مالک نہ ہو تو وارث اپنے مال سے بھی یہ حیلہ کر سکتا ہے تا کہ کسی فقیر کو دے پھر فقیر سے بطور ہبہ واپس لے اسی طرح کرے یہاں تک کہ مقصود ہو جائے۔

(ا ۔ منۃ الجلیل، رسالہ من رسائل ابن عابدین، الرسالۃ الثامنۃ، سہیل اکیڈمی لاہور، ا/۲۱۲)

یہ ائمہ متقدمین سے لے کر ہمارے زمانے تک کے علمائے متاخرین کے نصوص ہیں جن میں سوا اُس طریقہ دور کے طریقہ دین کا اصلاً بتانہ دیا اور طریقہ دور میں جو سخت تکلیف ہے مخفی نہیں۔

وجیز امام کردری میں ہے:

ان لم یکن لہ مال یستقرض نصف صاع ویعطیہ المسکین ثم یتصدق بہ المسکین علی الوارث الی المسکین ثم الوارث الی المسکین ثم وثم حتی یتم لکل صلٰوۃ نصف صاع کما ذکرنا ۲ ۔

اگر وارث کے پاس مال نہ ہو تو وارث نصف صاع قرض لے اور کسی مسکین کو دے پھر وہ مسکین اس وارث پر صدقہ کرے پھر وارث، مسکین پر صدقہ کرے اسی طرح بار بار کیا جائے حتی کہ ہر ہر نماز کا فدیہ نصف صاع ہو جائے جیسے ہم ذکر کر آئے۔

(۲ ۔ الفتاوی البزازیۃ علی حاشیہ فتاوی ہندیۃ التاسع عشر فی الفوائت نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۶۹) ←

....

بعینہ اسی طرح نیم صاع، بحر الرائق وخلاصہ وہندیہ وطحطاوی علی نور الایضاح وابی السعود علی مسکین وملتقط و برجندی ودرمختار وغیرہا معتمدات اسفار میں ہے۔ اب فرض کیجئے کہ زید نے بہتر ۷۲ سال کی عمر میں وفات پائی، بارہ برس نکال کر ساٹھ ۶۰ رہے۔ ہر سال کے دن تین سو ساٹھ ۳۶۰ نہ رکھئے جس طرح کشف الغطاء میں اختیار کیا ہر سال قمری کبھی تین سو پچپن ۳۵۵ دن سے زائد نہیں ہوتا۔

ھذا العرفی الماخوذ بالاھلۃ اما الحقیقی فیکون اقل منہا بساعات کما فصل فی محلہ اقول و کذا لاحاجۃ بنا الی اخذ الشمسیۃ ثلثمائۃ وخمسۃ وستین یوما کما فعل فی احکام الجنائز قائلا ینبغی ان تحسب فدیۃ الصلوٰۃ بالسنۃ الشمسیۃ اخذا باحتیاط من غیر اعتبار ربع الیوم اھ ا ۔

یہ عرفی سال ہے جو چاند کی بنا پر ہوتا ہے، رہا حقیقی سال تو وہ اس سے کچھ ساعتیں کم ہوتا ہے جیسا کہ اس کی تفصیل اپنے مقام پر کی گئی ہے اقول اسی طرح ہمیں شمسی سال تین سو پینسٹھ دن کا لینے کی ضرورت نہیں جیسا کہ احکام جنائز میں یہ کہتے ہوئے لیا گیا ہے کہ فدیہ نماز میں احتیاطاً شمسی سال کا اعتبار کرنا چاہئے ماسوائے دن کے چوتھائی حصّہ کے اھ۔

(ا ۔ منحۃ الخالق بحوالہ احکام الجنائز حاشیہ بحر الرائق باب قضاء الفوائت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲ / ۹۰)

فان سن العمر اذا حسبت بالقمریات علمنا قطعا ان الایام لاتزید علی ما نحسب، والمقطوع بہ لا یحتاج الی الاحتیاط فان قیل لعلہم اخذوا الزائد لیقع عما یؤدعنہ من الصلوات التی عسٰی ان یکون المیت فرط فیہا قلت قالوا بعد ذٰلک ثم یحسب سن المیت فیطرح منہ اثنا عشرۃ سنۃ لمدۃ بلوغہ ان کان المیت ذکرا وتسع سنین ان کانت انثی الخ ۲ ۔ کما فی احکام الجنائز ایضا فاذا اتوا علی جمیع العمر فماذا عسٰی ان یکون شاذا یحتاط لہ۔

کیونکہ جب عمر کے سالوں کا اعتبار چاند کے اعتبار سے ہے تو یقیناً دن ہمارے حساب سے زائد نہ ہوں گے اور یقینی بات میں احتیاط کی محتاجی نہیں ہوتی، اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے زائد دن اس لیے لئے ہیں شاید میّت نے بعض نمازوں میں کوتاہی کی ہو تو اس کا فدیہ ہوجائے قلت اس کے بعد فقہاء نے فرمایا ہے پھر میّت کی عمر شمار کی جائے اس سے بلوغ کی مدت بارہ سال خارج کردی جائے اگر وہ مذکر ہو، اور اگر مؤنث ہے تو نو سال خارج کی جائے الخ جیسا کہ احکامِ جنائز میں بھی ہے تو جب وہ ساری عمر کی بات کررہے ہیں تو اس سے خارج کوئی نہیں رہا جس کے لیے احتیاط کی ضرورت ہو۔

(۲ ۔ منحۃ الخالق بحوالہ احکام الجنائز، حاشیہ بحر الرائق، باب قضاء الفوائت، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲ / ۹۰

تو یہی تین سو پچپن کافی ہیں پس ایک سال کی نمازوں کے دو ہزار ایک سو تیس (۲۱۳۰) فدیے ہوئے، اور تیس ۳۰ فدیے یعنی فدیے رمضان المبارک کے ملاکر دو ہزار ایک سو ساٹھ ۲۱۶۰، انہیں ساٹھ میں ضرب دینے سے ایک لاکھ انتیس ہزار چھ سو (۱۲۹۶۰۰) ہوتے ہیں، اتنی بار وارث وفقیر میں تصدق و ہبہ کی الٹ پھیر ہونی چاہئے تو فدیہ ادا ہو، یہ صرف صوم وصلوٰۃ کا فدیہ ہوا اور ہنوز اور بہت ←

....

فدیے وکفارے باقی ہیں مثلاً (۳) زکوٰۃ فرض کیجئے ہزاروں روپے زکوٰۃ کے اس پر مجتمع ہوگئے تھے اور نیم صاع کی قیمت دو ۲ آنے ہے تو آٹھ ہزار دور بہ نیت زکوٰۃ دینے لینے کو درکار ہیں (۴) قربانیاں، اگر فی قربانی ایک ہی روپیہ قیمت رکھے تو ساٹھ ۶۰ قربانیوں کے لیے چار سواسی ۴۸۰ دور ہوں۔ (۵) قسموں کے کفارے، ہر قسم کے لیے دس مسکین جدا جدا درکار ہیں ایک کو دس بار دینا کافی نہ ہوگا (۶) ہر سجدہ تلاوت کے لیے بھی احتیاطاً ایک فدیہ مثل ایک نماز کے ادا چاہیے وان لم یجب علی الصحیح کما فی التاتارخانیۃ (اگرچہ صحیح قول کے مطابق واجب نہیں جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے۔ت) (۷) صدقاتِ فطر اپنے اور اپنے اہل وعیال کے جس قدر ادا نہ ہوئے ہوں (۸) جتنے نوافل فاسد ہُوئے اور ان کی قضا نہ کی (۹) جو جو منتیں مانیں اور ادا نہ کیں (۱۰) زمین کا عشر یا خراج جو ادا سے رہ گیا وغیرہ وغیرہ اشیائے کثیرہ،

علی ماذکر بعضها فی ردالمحتار وزاد کثیرا فی شفاء العلیل وفصل جلها فی منة الجلیل فراجعها ان اردت التفصیل وافاد فی الدر المختار ضابطة کلیة ان ماکان عبادة بدنیة فان الوصی یطعم عنه بعد موته عن کل واجب کالفطرة والمالیة کالزکوٰة یخرج عنه القدر الواجب والمرکب کالحج یحج عنه رجلا من مال المیت بحر اھ[1]۔

ان میں سے بعض کا تذکرہ ردالمحتار میں ہے اس پر بہت سا اضافہ شفاء العلیل میں کیا اور منۃ الجلیل میں ان میں سے بڑی بڑی کی تفصیل ہے اگر تفصیل چاہتے ہو تو اس کی طرف رجوع کرو۔ درمختار میں یہ ضابطہ کلیہ بیان کیا جس کا حاصل یہ ہے ہر وہ عبادت جو بدنی ہو (جیسے نماز) تو وصی اس کے مرنے کے بعد میت کی طرف سے ہر واجب کے عوض صدقۃ الفطر کی مقدار فدیہ دے، اگر عبادت مالی ہو مثلاً زکوٰۃ تو وصی مقدار واجب میت کی طرف سے ادا کرے اور اگر مالی اور بدنی کا مرکب ہو جیسے حج تو کسی شخص کو بھیج کر میت کے مال سے حج کرائے کذا فی البحر اھ۔ (۱؎ الدرالمختار کتاب الصوم فصل فی العوارض مجتبائی دہلی ۱ / ۱۵۳)

قلت وکلام البحر اجمع وانفع حیث قال الصلوٰة کالصوم، ویؤدی عن کل وتر نصف صاع، وسائر حقوقه تعالٰی کذلك مالیا کان أو بدنیا عبادة محضة اوفیه معنی المؤنة کصدقة الفطر او عکسه کالعشر اومؤنة محضة کالنفقات اوفیه معنی العقوبة کالکفارات اھ[2] (ملخصا)

قلت بحر کا کلام بہت جامع اور نافع ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ نماز، روزے کی طرح ہے اور ہر وتر کے عوض نصف صاع ادا کیا جائے اور اللہ تعالٰی کے بقیہ حقوق کا معاملہ بھی اسی طرح ہے خواہ وُہ مالی ہوں یا بدنی، عبادت محضہ ہوں یا اس میں ذمہ داری کا پہلو بھی ہو مثلاً صدقۃ الفطر یا اس کا عکس ہو مثلاً عشر یا اس میں محض ذمہ داری ہو مثلاً نفقات یا اس میں معنی عقوبت ہو مثلاً کفارات اھ (ملخصا)۔

(۲؎ البحرالرائق فصل فی العوارض ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲ / ۲۸۵)

ان کے لیے کوئی حد معین نہیں کرسکتے اس قدر ہونا چاہیے کہ براءت ذمہ پر ظن حاصل ہو واللہ تعالٰی یقبل الحسنات ویقیل السیئات (اللہ تعالٰی حسنات کو قبول کرے اور برائیوں کو ختم کرے۔ت)

←

....

ان ہزاروں لاکھوں بار کے ہیر پھیر کی دقت دیکھئے اور اس ہندی طریقہ کی سہولت کہ ایک ہی دفعہ میں اُس کے اور اس کی سات پشت کے تمام انواع واقسام کے فدیے، کفارے، مواخذے دوحرف کہنے میں معا ادا ہوسکتے ہیں تو اوّل تا آخر تمام علمائے مذہب کا اس کلفت کے اختیار اور اس سہولت کے ترک پر اتفاق قرینہ واضحہ ہے کہ اُن کے نزدیک اُس آسانی کی طرف راہ نہ تھی ورنہ اسے چھوڑ کر اس مشقت پر اطباق نہ ہوتا بالجملہ دین سے فدیہ ادا کرنے کی دو ۲ صورتیں ہیں:

ایک وہ کہ درمختار کتاب الوصایا عبارت مذکورہ سابقاً میں ذکر فرمائی کہ مدیون سے دین وصول کرکے بعد قبضہ پھر اسے فدیہ میں دے دے۔

دوسری وہ کہ درمختار کتاب الزکوٰۃ میں مذکور ہوئی کہ مال فدیہ میں دے کر آتے میں واپس کرے اگر مدیون نہ دینا چاہے ہاتھ بڑھا کر لے لے کہ اپنا عین حق لیتا ہے،

حیث قال وحیلة الجواز ان یعطی مدیونه الفقیر زکوٰته ثم یاخذها عن دینه ولو امتنع المدیون مدیده واخذها لکونه ظفر بجنس حقه فان مانعه رفعه للقاضی اھ۔

اس کے الفاظ یہ ہیں مال موجود کی زکوٰۃ دَین سے ادا کرنے کی تدبیر یہ ہے کہ فقیر مقروض کو اپنی زکوٰۃ حوالہ کردے پھر اس سے دَین کے عوض زکوٰۃ کی رقم واپس لے لے، اگر مقروض نہ دے تو اس کا ہاتھ پکڑ کر چھین لے کیونکہ یہ اسے اس کے حق کی جنس ملی ہے پھر اگر مدیون فقیر مزاحمت کرے تو اس کو قاضی کے پاس لے جائے کہ وہ اس سے دِلوادے گا۔(اـ الدرالمختار کتاب الزکوٰۃ مجتبائی دہلی ۱/ ۱۳۰)

اسی طرح ذخیرہ وہندیہ واشباہ وغیرہا میں ہے باقی یہ صورت کہ جو دَین فقیر پر آتا تھا یا اب اس کے ہاتھ کچھ بیچ کر مدیون کرلیا یہ فدیہ میں چھوڑ دیا جائے اس کے جواز کا پتا کلماتِ علماء سے اصلاً نہیں چلتا بلکہ ظاہر عدم جواز مفہوم ہوتا ہے تو احتیاط اس میں ہے کہ جب تک مشائخ مذہب سے اُس کے جواز کے پتے کی تصریح نہ ملے ایسے امر پر اقدام نہ کیا جائے ھذا ما ظھر لی والعلم بالحق عند ربی (یہ مجھ پر ظاہر ہوا ہے اورحق کا علم میرے رب کے پاس ہے۔ت)

فائدہ: علماء نے حتی الامکان تقلیل دور پر نظر فرمائی ہے، علامہ شمس قہستانی نے تین صاع سے دَور فرض کیا کہ ہر بار میں ایک دن کامل کی نماز ادا ہو۔ احکام الجنائز میں چار ہزار بہتر ۴۰۷۲ درہم سے دَور رکھا کہ اُن اعصار وامصار کے حساب سے ہر دَور میں ایک سال کی نماز کا فدیہ ہو۔ ردالمحتار میں دَور یک سالہ ذکر کرکے کہا اس سے زیادہ قرض لے تو ہر بار میں زیادہ ساقط ہو،

ویشمل کل ذلك وما سواه ما فی منة الجلیل ومما تعارفه الناس ونص علیه اهل المذهب ان الواجب اذا کثر اداروا صرة مشتملة علی نقود اوغیرها کجواهر اوحلی اوساعة وبنوا الامر علی اعتبار القیمة الخ اھ۔

یہ تمام کو شامل ہے، اس کے علاوہ جو منۃ الجلیل میں ہے کہ جو لوگوں کے ہاں معروف ہے اسی پر اہلِ مذہب نے تصریح کی کہ جب واجب کثیر ہوں تو ایک تھیلی میں نقدی وغیرہ مثلاً جواہر، ہار، زیور ڈال کر دَور کریں تو فقہاء نے قیمت کا اعتبار کیا ہے الخ۔

(اـ منۃ الجلیل، رسالہ من رسائل ابن عابدین، الرسالۃ الثامنۃ، سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۲۱۲) ←

✲✲✲✲✲

یہ سب واضحات ہیں اور ہر فہیم بعد ادراک حساب حتی المقدور تخفیف دَور کر سکتا ہے یہاں تک کہ اگر ممکن ہو کہ جس قدر اموال تمام فدیوں ،کفاروں، مطالبوں کی بابت محسوب ہوئے سب دفعۃً تھوڑی دیر کے لیے کسی سے قرض مل سکیں تو دَور کی حاجت ہی نہ رہے گی کہ کوئی شے اُتنے اموال کے عوض فقیر کے ہاتھ بیچے، اور اگر کفارہ قسم بھی شامل ہے تو دس کے ہاتھ۔ پھر وہ اموال قرضہ گرفتہ فدیہ میں دے کر شئ مبیع کو ثمن میں لے لے اور حسب مقدرت فقراء کو کچھ دے کر اُن کا دل خوش کردے، ہنوز اس مسئلہ میں بہت تفاصیل باقی ہیں کہ بخیال طول ان کے ذکر سے عنان کشی ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص۵۳۹۔ ۵۴۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اُن صورتوں کا بیان جن میں کفارہ بھی لازم ہے

مسئلہ ۱: رمضان میں روزہ دار مکلف مقیم نے کہ ادائے روزہ رمضان کی نیت سے روزہ رکھا اور کسی آدمی کے ساتھ جو قابلِ شہوت ہے، اُس کے آگے یا پیچھے کے مقام میں جماع کیا، انزال ہوا ہو یا نہیں یا اس روزہ دار کے ساتھ جماع کیا گیا یا کوئی غذا یا دوا کھائی یا پانی پیا یا کوئی چیز لذّت کے لیے کھائی یا پی یا کوئی ایسا فعل کیا، جس سے افطار کا گمان نہ ہوتا ہو اور اس نے گمان کرلیا کہ روزہ جاتا رہا پھر قصداً کھا پی لیا، مثلاً فصد یا پچھنا لیا یا سُرمہ لگایا یا جانور سے وطی کی یا عورت کو چُھوا یا بوسہ لیا یا ساتھ لٹایا یا مباشرت فاحشہ کی، مگر ان سب صورتوں میں انزال نہ ہوا یا پاخانہ کے مقام میں خشک انگلی رکھی، اب ان افعال کے بعد قصداً کھالیا۔

تو ان سب صورتوں میں روزہ کی قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں اور اگر ان صورتوں میں کہ افطار کا گمان نہ تھا اور اس نے گمان کرلیا اگر کسی مفتی نے فتویٰ دے دیا تھا کہ روزہ جاتا رہا اور وہ مفتی ایسا ہو کہ اہلِ شہر کا اس پر اعتماد ہو، اُس کے فتویٰ دینے پر اُس نے قصداً کھالیا یا اُس نے کوئی حدیث سُنی تھی جس کے صحیح معنی نہ سمجھ سکا اور اُس غلط معنی کے لحاظ سے جان لیا کہ روزہ جاتا رہا اور قصداً کھالیا تو اب کفارہ لازم نہیں، اگرچہ مفتی نے غلط فتویٰ دیا یا جو حدیث اُس نے سُنی وہ ثابت نہ ہو۔ (1)

مسئلہ ۲: جس جگہ روزہ توڑنے سے کفارہ لازم آتا ہے اس میں شرط یہ ہے کہ رات ہی سے روزہ رمضان کی نیت کی ہو، اگر دن میں نیت کی اور توڑ دیا تو کفارہ لازم نہیں۔ (2)

مسئلہ ۳: مسافر بعد صبح کے ضحوہ کبریٰ سے پہلے وطن کو آیا اور روزہ کی نیت کرلی پھر توڑ دیا یا مجنون اس وقت ہوش میں آیا اور روزہ کی نیت کر کے پھر توڑ دیا تو کفارہ نہیں۔ (3)

مسئلہ ۴: کفارہ لازم ہونے کے لیے یہ بھی ضرور ہے کہ روزہ توڑنے کے بعد کوئی ایسا امر واقع نہ ہوا ہو، جو روزہ کے منافی ہو یا بغیر اختیار ایسا امر نہ پایا گیا ہو، جس کی وجہ سے روزہ افطار کرنے کی رخصت ہوتی، مثلاً عورت کو اُسی دن میں حیض یا نفاس آگیا یا روزہ توڑنے کے بعد اُسی دن میں ایسا بیمار ہوگیا جس میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے تو کفارہ

---

(1) الدرالمختار، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالایفسدہ، ج ۳، ص ۴۴۲۔۴۴۶

(2) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الصوم، ص ۱۸۰۔۱۸۱

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الرابع فیما یفسد ومالایفسد، ج ۱، ص ۲۰۶

ساقط ہے اور سفر سے ساقط نہ ہوگا کہ یہ اختیاری امر ہے۔ یوہیں اگر اپنے کو زخمی کرلیا اور حالت یہ ہوگئی کہ روزہ نہیں رکھ سکتا، کفارہ ساقط نہ ہوگا۔(4)

مسئلہ ۵: وہ کام کیا جس سے کفارہ واجب ہوتا ہے پھر بادشاہ نے اُسے سفر پر مجبور کیا کفارہ ساقط نہ ہوگا۔(5)

مسئلہ ۶: مرد کو مجبور کر کے جماع کرایا یا عورت کو مرد نے مجبور کیا پھر اثنائے جماع میں اپنی خوشی سے مشغول رہا یا رہی تو کفارہ لازم نہیں کہ روزہ تو پہلے ہی ٹوٹ چکا ہے۔(6) مجبوری سے مراد اکراہِ شرعی ہے، جس میں قتل یا عضو کاٹ ڈالنے یا ضربِ شدید (سخت مار) کی صحیح دھمکی دی جائے اور روزہ دار بھی سمجھے کہ اگر میں اس کا کہنا نہ مانوں گا تو جو کہتا ہے، کر گزرے گا۔

مسئلہ ۷: کفارہ واجب ہونے کے لیے بھر پیٹ کھانا ضرور نہیں، تھوڑا سا کھانے سے بھی واجب ہو جائے گا۔(7)

مسئلہ ۸: تیل لگایا یا غیبت کی پھر یہ گمان کرلیا کہ روزہ جاتا رہا یا کسی عالم ہی نے روزہ جانے کا فتویٰ دے دیا، اب اس نے کھا پی لیا جب بھی کفّارہ لازم ہے۔(8)

مسئلہ ۹: قے آئی یا بھول کر کھایا یا پیا یا جماع کیا اور ان سب صورتوں میں اسے معلوم تھا کہ روزہ نہ گیا پھر اس کے بعد کھالیا تو کفّارہ لازم نہیں اور اگر احتلام ہوا اور اسے معلوم تھا کہ روزہ نہ گیا پھر کھالیا تو کفّارہ لازم ہے۔(9)

مسئلہ ۱۰: لعاب تھوک کر چاٹ گیا یا دوسرے کا تھوک نگل گیا تو کفّارہ نہیں، مگر محبوب کا لذت یا معظّمِ دینی (بزرگ) کا تبرک کے لیے تھوک نگل گیا تو کفّارہ لازم ہے۔(10)

مسئلہ ۱۱: جن صورتوں میں روزہ توڑنے پر کفّارہ لازم نہیں ان میں شرط ہے، کہ ایک ہی بار ایسا ہوا ہو اور معصیت کا قصد نہ کیا ہو، ورنہ اُن میں کفّارہ دینا ہوگا۔(11)

---

(4) الجوهرة النيرة، كتاب الصوم، ص۱۸۱

(5) الفتاوى الهندية، كتاب الصوم، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد، ج۱، ص۲۰۶

(6) الجوهرة النيرة، كتاب الصوم، ص۱۸۰۔۱۸۱

(7) الجوهرة النيرة، كتاب الصوم، ص۱۸۰

(8) الدر المختار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، ج۳، ص۴۴۶

(9) رد المحتار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم الخ، مطلب في حكم الاستمناء بالكف، ج۳، ص۴۳۱، وغيره

(10) رد المحتار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، مطلب في جواز الافطار بالتحري، ج۳، ص۴۴۴

(11) الدر المختار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، ج۳، ص۴۴۰

مسئلہ ۱۲: کچا گوشت کھایا اگرچہ مردار کا ہو تو کفارہ لازم ہے، مگر جبکہ سڑا ہو یا اُس میں کیڑے پڑ گئے ہوں تو کفارہ نہیں۔(12)

مسئلہ ۱۳: مٹی کھانے سے کفارہ واجب نہیں، مگر گل ارمنی یا وہ مٹی جس کے کھانے کی اُسے عادت ہے، کھائی تو کفارہ واجب ہے اور نمک اگر تھوڑا کھایا تو کفارہ واجب ہے، زیادہ کھایا تو نہیں۔(13)

مسئلہ ۱۴: نجس شوربے میں روٹی بھگو کر کھائی یا کسی کی کوئی چیز غصب کر کے کھالی تو کفارہ واجب ہے اور تھوک میں خون تھا اگرچہ خون غالب ہو، نگل لیا یا خون پی لیا تو کفارہ نہیں۔(14)

مسئلہ ۱۵: کچی ہی کھائی یا پستہ یا اخروٹ مسلّم یا خشک یا بادام مسلّم نگل لیا یا چھلکے سمیت انڈا یا چھلکے کے ساتھ انار کھا لیا تو کفارہ نہیں اور خشک پستہ یا خشک بادام اگر چبا کر کھایا اور اس میں مغز بھی ہو تو کفارہ ہے اور مسلّم نگل لیا ہو تو نہیں، اگرچہ پھٹا ہو اور تر بادام مسلّم نگلنے میں بھی کفارہ ہے۔(15)

مسئلہ ۱۶: چنے کا ساگ کھایا تو کفارہ واجب، یہی حکم درخت کے پتوں کا ہے جبکہ کھائے جاتے ہوں ورنہ نہیں۔

مسئلہ ۱۷: خربزہ یا تربز کا چھلکا کھایا، اگر خشک ہو یا ایسا ہو کہ لوگ اس کے کھانے سے گھن کرتے ہوں تو کفارہ

---

(12) ردالمحتار، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالایفسدہ، مطلب فی جواز الافطار بالتحری، ج۳،ص۴۴۴۔۴۴۵

(13) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الصوم، ص۱۸۱

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الرابع فیما یفسد ومالایفسد، ج۱،ص۲۰۲، ۲۰۵

(14) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الصوم، ص۱۸۱

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدددین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

پانز دہم کاغذ یا کنکر یا خاک وغیرہا اشیا کو کہ نہ دوا ہیں نہ غذا، نہ مرغوب طبع، اگر تل بھر نہیں پیٹ بھر کھالے گا صرف قضا ہوگی کفارہ نہ آئے گا۔ یونہی روزہ توڑنا عمداً حقنہ وغیرہا اشیائے مذکورہ مابعد کو بھی شامل، مگر اس میں کفارہ نہیں۔ نیز کفارہ صرف ادا روزہ رمضان کے توڑنے میں ہے، جبکہ یہ نہ صاحب عذر تھا نہ اُس دن میں کوئی آسمانی عذر مثل حیض یا مرض پیدا ہوجائے، نہ ہی توڑنا کسی کے جبر واکراہ سے ہو اور روزے کی نیت رات سے کی ہو، درمختار میں ہے:

ثم انما یکفر ان نوی لیلا ولم یکن مکرھا ولم یطرأ مسقط کمرض وحیض[۱]۔

([۱] درمختار باب مایفسد الصوم ومالایفسد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۵۱)

پھر کفارہ تب ہوگا جب تک رات کو نیت کی ہو اور مجبور بھی نہ ہو اور کفارہ چھوڑنے کا کوئی عارضہ مثل مرض وحیض وغیرہ کے لاحق نہ ہوا ہو۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص۳۲۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(15) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الرابع فیما یفسد ومالایفسد، ج۱،ص۲۰۲، ۲۰۵

نہیں ورنہ ہے۔ کچے چاول، باجرا، مسور، مونگ کھائی تو کفارہ نہیں، یہی حکم کچے جَو کا ہے اور بھنے ہوئے ہوں تو کفارہ لازم۔(16)

مسئلہ ۱۸: تِل یا تِل کے برابر کھانے کی کوئی چیز باہر سے مونھ میں ڈال کر بغیر چبائے نگل گیا تو روزہ گیا اور کفارہ واجب۔(17)

مسئلہ ۱۹: دوسرے نے نوالہ چبا کر دیا، اُس نے کھا لیا یا اُس نے خود اپنے مونھ سے نکال کر کھا لیا تو کفارہ نہیں۔ بشرطیکہ اس کے چبائے ہوئے کو لذات یا تبرک نہ سمجھتا ہو۔

مسئلہ ۲۰: سحری کا نوالہ مونھ میں تھا کہ صبح طلوع ہوگئی یا بھول کر کھا رہا تھا، نوالہ مونھ میں تھا کہ یاد آ گیا اور نگل لیا تو دونوں صورتوں میں کفارہ واجب، مگر جب مونھ سے نکال کر پھر کھایا ہو تو صرف قضا واجب ہوگی کفارہ نہیں۔(18)

مسئلہ ۲۱: عورت نے نابالغ یا مجنون سے وطی کرائی یا مرد کو وطی کرنے پر مجبور کیا، تو عورت پر کفارہ واجب ہے مرد پر نہیں۔(19)

مسئلہ ۲۲: مُشک، زعفران، کافور، سرکہ کھایا یا خربزہ، تربز، ککڑی، کھیرا، باقلا کا پانی پیا تو کفارہ واجب ہے۔(20)

مسئلہ ۲۳: رمضان میں روزہ دار قتل کے لیے لایا گیا اُس نے پانی مانگا، کسی نے اُسے پانی پلا دیا پھر وہ چھوڑ دیا گیا تو اُس پر کفارہ واجب ہے۔(21)

مسئلہ ۲۴: باری سے بخار آتا تھا اور آج باری کا دن تھا۔ اُس نے یہ گمان کر کے کہ بخار آئے گا روزہ قصداً توڑ دیا تو اس صورت میں کفارہ ساقط ہے۔ (یعنی کفارہ نہیں) یوہیں عورت کو معین تاریخ پر حیض آتا تھا اور آج حیض آنے کا دن تھا، اُس نے قصداً روزہ توڑ دیا اور حیض نہ آیا تو کفارہ ساقط ہو گیا۔ یوہیں اگر یقین تھا کہ دشمن سے آج لڑنا ہے اور روزہ توڑ ڈالا اور لڑائی نہ ہوئی تو کفارہ واجب نہیں۔(22)

---

(16) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الرابع فیما یفسد وما لا یفسد، ج۱، ص۲۰۲، ۲۰۵

(17) الدرالمختار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج۳، ص۴۵۳

(18) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الرابع فیما یفسد وما لا یفسد، ج۱، ص۲۰۳

(19) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الرابع فیما یفسد وما لا یفسد، ج۱، ص۲۰۵، وغیرہ

(20) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الرابع فیما یفسد وما لا یفسد، ج۱، ص۲۰۵

(21) المرجع السابق، ص۲۰۶

(22) الدرالمختار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج۳، ص۴۴۸

مسئلہ ۲۵: روزہ توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ ممکن ہو تو ایک رقبہ یعنی باندی یا غلام آزاد کرے اور یہ نہ کر سکے مثلاً اس کے پاس نہ لونڈی غلام ہے، نہ اتنا مال کہ خریدے یا مال تو ہے مگر رقبہ میسر نہیں جیسے آج کل یہاں ہندوستان میں، تو پے در پے ساٹھ روزے رکھے، یہ بھی نہ کر سکے تو ساٹھ ۶۰ مساکین کو بھر بھر پیٹ دونوں وقت کھانا کھلائے اور روزے کی صورت میں اگر درمیان میں ایک دن کا بھی چھوٹ گیا تو اب سے ساٹھ ۶۰ روزے رکھے، پہلے کے روزے محسوب نہ ہوں گے اگرچہ اُنسٹھ ۵۹ رکھ چکا تھا، اگرچہ بیماری وغیرہ کسی عذر کے سبب چُھوٹا ہو، مگر عورت کو حیض آجائے تو حیض کی وجہ سے جتنے ناغے ہوئے یہ ناغے نہیں شمار کیے جائیں گے یعنی پہلے کے روزے اور حیض کے بعد والے دونوں مل کر ساٹھ ۶۰ ہو جانے سے کفارہ ادا ہو جائے گا۔(23)

مسئلہ ۲۶: اگر دو روزے توڑے تو دونوں کے لیے دو کفارے دے، اگرچہ پہلے کا ابھی کفارہ نہ ادا کیا ہو۔(24) یعنی جب کہ دونوں دو رمضان کے ہوں اور اگر دونوں روزے ایک ہی رمضان کے ہوں اور پہلے کا کفارہ ادا نہ کیا ہو تو ایک ہی کفارہ دونوں کے لیے کافی ہے۔(25)

کفارہ کے متعلق دیگر جزئیات کتاب الطلاق باب الظہار میں ان شاء اللہ تعالٰی معلوم ہوں گی۔

مسئلہ ۲۷: آزاد و غلام، مرد و عورت، بادشاہ و فقیر سب پر روزہ توڑنے سے کفارہ واجب ہوتا ہے، یہاں تک کہ باندی کو اگر معلوم تھا کہ صبح ہوگئی اُس نے اپنے آقا کو خبر دی کہ ابھی صبح نہ ہوئی اس نے اس کے ساتھ جماع کیا تو لونڈی پر کفارہ واجب ہوگا اور اُس کے مولٰی پر صرف قضا ہے کفارہ نہیں۔(26)

❁❁❁❁❁

---

(23) ردالمحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم و ما لا یفسدہ، مطلب فی الکفارۃ، ج ۳، ص ۴۴۷

والفتاوی الرضویۃ، ج ۱۰، ص ۵۹۵، وغیرہما

(24) ردالمحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم و ما لا یفسدہ، مطلب فی الکفارۃ، ج ۳، ص ۴۴۹

(25) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الصوم، ص ۱۸۲

(26) ردالمحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم و ما لا یفسدہ، مطلب فی الکفارۃ، ج ۳، ص ۴۴۷

روزہ کے مکروہات کا بیان

حدیث ۱ و ۲: بخاری و ابوداود و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بُری بات کہنا اور اُس پر عمل کرنا نہ چھوڑے، تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کچھ حاجت نہیں کہ اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے۔ (1) اور اسی کے مثل طبرانی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

حدیث ۳ و ۴: ابن ماجہ و نسائی و ابن خزیمہ و حاکم و بیہقی و دارمی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ انھیں روزہ سے سوا پیاس کے کچھ نہیں اور بہت سے رات میں قیام کرنے والے ایسے کہ انھیں جاگنے کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ (2) اور اُسی کے مثل طبرانی نے ابن عمر رضی

(1) صحیح البخاري، کتاب الصوم، باب من لم یدع قول الزور والعمل بہ في الصوم، الحدیث: ۱۹۰۳، ج۱، ص ۶۲۸

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔یہاں جھوٹی بات سے مراد ہر ناجائز گفتگو ہے، جھوٹ، بہتان، غیبت، چغلی، تہمت، گالی، لعن طعن وغیرہ جن سے بچنا فرض ہے اور برے کام سے مراد ہر ناجائز کام ہے آنکھ کان کا ہو یا ہاتھ پاؤں وغیرہ کا، چونکہ زبان کے گناہ دیگر اعضاء کے گناہوں سے زیادہ ہیں اس لیے ان کا علیحدہ ذکر فرمایا، یہ حدیث بہت جامع ہے۔دو جملہ میں ساری چیزیں بیان فرمادیں اگرچہ برے کام ہر حالت میں اور ہمیشہ ہی برے ہیں مگر روزے کی حالت میں زیادہ برے کہ ان کے کرنے میں روزے کی بے حرمتی اور ماہ رمضان کی بے ادبی ہے اس لیے خصوصیت سے روزے کا ذکر فرمایا ہر جگہ ایک گناہ کا عذاب ایک مگر مکہ مکرمہ میں ایک گناہ کا عذاب ایک لاکھ ہے، کیوں؟ اس زمین پاک کی بے ادبی کی وجہ سے۔

۲۔یہاں حاجت بمعنی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ضرورتوں سے پاک ہے بلکہ بمعنی توجہ، التفات، پرواہ یعنی اللہ تعالیٰ ایسے شخص کا روزہ قبول نہیں فرماتا قبول نہ ہونے سے روزہ گویا فاقہ بن جاتا ہے۔اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ یہ روزہ شرعاً تو درست ہوجائے گا کہ فرض ادا ہوجائے گا مگر قبول نہ ہوگا شرائط جواز تو صرف نیت ہے اور کھانا پینا صحبت چھوڑ دینا مگر شرائط قبول میں باتیں چھوڑنا ہے جو روزہ کا اصل مقصود ہے۔روزہ کا منشاء نفس کا زور توڑنا ہے جس کا انجام گناہ چھوڑنا ہے جب روزے میں گناہ نہ چھوٹے تو معلوم ہوا نفس نہ مرا۔صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ روزہ ہر عضو کا ہونا چاہیے، صرف حلال چیزوں یعنی کھانے پینے کو نہ چھوڑو بلکہ حرام چیزوں یعنی جھوٹ و غیبت کو بھی چھوڑو، مرقات نے فرمایا کہ ایسے بے باک روزے دار کو اصل روزہ کا ثواب ملے گا اور ان چیزوں کا گناہ۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۳، ص۲۲۵)

(2) سنن ابن ماجہ، أبواب ماجاء في الصیام، باب ماجاء في الغیبۃ والرفث للصائم، الحدیث: ۱۶۹۰، ج۲، ص ۳۲۰

←

اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔

حدیث ۵ و ٦: بیہقی ابو عبیدہ اور طبرانی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: روزہ سپر ہے، جب تک اسے پھاڑا نہ ہو۔ عرض کی گئی، کس چیز سے پھاڑے گا؟ ارشاد فرمایا: جھوٹ یا غیبت سے۔(3)

حدیث ۷: ابن خزیمہ و ابن حبان و حاکم ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: روزہ اس کا نام نہیں کہ کھانے اور پینے سے باز رہنا ہو، روزہ تو یہ ہے کہ لغو و بیہودہ باتوں سے بچا جائے۔(4)

حدیث ۸: ابو داود نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روزہ دار کو مباشرت کرنے کے بارے میں سوال کیا، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے انھیں اجازت دی پھر ایک دوسرے صاحب نے حاضر ہو کر یہی سوال کیا تو انھیں منع فرمایا اور جن کو اجازت دی تھی، بوڑھے تھے اور جن کو منع فرمایا: جوان تھے۔(5)

والسنن الکبریٰ، کتاب الصیام، باب الصائم الخ، الحدیث: ۸۳۱۲، ج ۴، ص ۴۴۹

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو روزے میں گالی گلوچ، جھوٹ، غیبت، بہتان وغیرہ گناہوں سے نہیں بچتے کہ یہ لوگ بھوک پیاس کی تکلیف تو اٹھاتے ہیں مگر روزہ کا ثواب حاصل نہیں کرتے، چونکہ روزے میں بمقابلہ بھوک کے پیاس کی تکلیف زیادہ ہوتی ہے اس لیے صرف پیاس کا ذکر فرمایا۔ خیال رہے کہ ایسے روزے سے فرض شرعی ادا ہو جائے گا ادا اور چیز ہے اس کے شرائط کچھ اور اور قبولیت دوسری چیز ہے اس کے شرائط بھی دوسرے۔

۲۔ یعنی وہ تہجد خواں جو حضور قلبی کے بغیر تہجد پڑھیں وہ جاگنے کی مشقت تو اٹھالیتے ہیں مگر اس کا ثواب نہیں پاتے۔ اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو مغصوب زمین میں نماز پڑھیں اور نماز میں ممنوعات سے بچیں نہیں اور سنن و مستحبات کا لحاظ نہ رکھیں اس فرمان کا منشاء یہ نہیں ہے کہ ایسے لوگ روزہ یا تہجد چھوڑ دیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ یہ برائیاں چھوڑ دیں اللہ تعالیٰ انہیں محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں مقبول عبادتوں کی توفیق دے، ہم کمزور ہیں نفس امارہ اور شیطان جیسے قوی دشمنوں میں گھرے ہیں، اے قوی و قادر ہمیں اپنی امان میں لے لے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۴۰)

(3) المعجم الاوسط، باب العین، الحدیث: ۴۵۳٦، ج ۳، ص ۲٦۴

(4) المستدرک للحاکم، کتاب الصوم، باب من أفطر في رمضان ناسیا الخ، الحدیث: ۱٦۱۱، ج ۲، ص ٦۷

(5) سنن ابی داود، کتاب الصیام، باب کراہیۃ للشاب، الحدیث: ۲۳۸۷، ج ۲، ص ۴۵۷

حدیث ۹: ابوداود و ترمذی عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، کہتے ہیں میں نے بے شمار بار نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو روزہ میں مسواک کرتے دیکھا۔ (6)

مسئلہ ۱: جھوٹ، چغلی، غیبت، گالی دینا، بیہودہ بات، کسی کو تکلیف دینا کہ یہ چیزیں ویسے بھی ناجائز و حرام ہیں روزہ میں اور زیادہ حرام اور ان کی وجہ سے روزہ میں کراہت آتی ہے۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی اس سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ تجھ جیسے روزہ دار کو بحالت روزہ بوس و کنار کی اجازت ہے یہ مسئلہ بتانا تھا۔

۲۔ اس تفریق سے مسئلہ فقہی واضح ہوا کہ بوڑھا یا بیمار یا کمزور یا بہت متقی جو بوس و کنار کے باوجود اپنے نفس پر قابو رکھے اسے اس کی اجازت ہے، دوسرے کے لیے نہیں تاکہ روزہ نہ توڑ بیٹھے، یہ حدیث صحیح ہے اس کی اسناد بہت جید و قوی ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۳۲)

(6) جامع الترمذي، ابواب الصوم، باب ماجاء في السواک للصائم، الحدیث: ۷۲۵، ج ۲، ص ۱۷۶

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اس حدیث کی وجہ سے امام ابوحنیفہ و مالک رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ روزے میں ہر وقت ہر قسم کی مسواک بلا کراہت جائز ہے زوال سے پہلے کرے یا بعد، تر مسواک کرے یا خشک، بہرحال بلا کراہت درست ہے۔ خیال رہے کہ یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ روزے دار کی منہ کی بو اللہ تعالٰی کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پیاری ہے کیونکہ وہاں لفظ خلوف ہے نہ کہ لفظ بخر۔ خلوف منہ کی وہ بو ہے جو معدہ خالی ہونے کی وجہ سے منہ میں پیدا ہوجاتی ہے وہ مسواک سے نہیں جاتی جیسا کہ بارہا کا مشاہدہ ہے۔ رہا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا طور والا واقعہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیات سے ہے کہ آپ نے روزہ میں مسواک کرلی، پھر توریت لینے بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوئے تو ارشاد ہوا اے موسیٰ دس روزے اور رکھو تاکہ پھر وہ ہی مہک پیدا ہو جو مسواک سے جاتی رہی ہے ورنہ مسواک سے روزے کی قضا اور پھر دس روزے رکھنے کا حکم کسی امام کے ہاں نہیں، امام شافعی کے ہاں زوال کے بعد روزے میں مسواک مکروہ ہے اور امام احمد کے ہاں آخری دن میں مکروہ مگر مذہب حنفی بہت قوی ہے۔ چنانچہ دارقطنی میں حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزے دار کا بہترین مشغلہ مسواک ہے۔ طبرانی میں حضرت عبدالرحمن ابن غنم سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت معاذ ابن جبل سے پوچھا کیا میں روزے میں مسواک کرسکتا ہوں فرمایا ہاں پوچھا دن کے کس حصہ میں فرمایا ہر حصہ میں۔ خیال رہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو رب تعالٰی کو ایسی ہی پیاری ہے جیسے غازی کے قدم کی گرد وغبار، اگر غازی اپنے قدموں پر ویسے ہی خاک ڈال لے تو ثواب ملتا نہیں اور اگر وہ قدموں کی دھول جھاڑ دے تو ثواب گھٹتا نہیں، ایسے ہی اگر وہ روزہ دار بہ تکلف منہ میں بو پیدا کرلے تو ثواب ملتا نہیں اور اگر مسواک کرے تو ثواب گھٹتا نہیں اسی لیے بیہقی، ابن حبان، طبرانی وغیرہ میں عام صحابہ کا یہ عمل بیان ہوا کہ وہ حضرات روزے میں ہر وقت مسواک کرلیتے تھے۔ اس کی پوری تحقیق یہاں مرقاۃ میں دیکھو۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۳۵)

مسئلہ ۲: روزہ دار کو بلا عذر کسی چیز کا چکھنا یا چبانا مکروہ ہے۔ چکھنے کے لیے عذر یہ ہے کہ مثلاً عورت کا شوہر یا باندی غلام کا آقا بدمزاج ہے کہ نمک کم و بیش ہوگا تو اس کی ناراضی کا باعث ہوگا اس وجہ سے چکھنے میں حرج نہیں، چبانے کے لیے یہ عذر ہے کہ اتنا چھوٹا بچہ ہے کہ روٹی نہیں کھا سکتا اور کوئی نرم غذا نہیں جو اُسے کھلائی جائے، نہ حیض و نفاس والی یا کوئی اور بے روزہ ایسا ہے جو اُسے چبا کر دیدے، تو بچہ کے کھانے کے لیے روٹی وغیرہ چبانا مکروہ نہیں۔(7)

---

(7) الدرالمختار، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالایفسدہ، ج۳،ص ۴۵۳، وغیرہ

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

نورالایضاح ومراقی الفلاح میں ہے:

کرہ للصائم ذوق شئی لمافیہ من تعرض الصوم للفساد وکرہ مضغہ بلا عذر کالمراۃ اذا وجدت من یمضغ الطعام لصبیھا کمفطرۃ لحیض، اما اذا لم تجدہ امنہ فلا باس بمضغھا لصیانۃ الولد وللمرأۃ ذوق الطعام اذاکان زوجھا سئی الخلق لتعلم ملوحتہ وان کان حسن الخلق فلا یحل لھا و کذا الامۃ قلت کذا الاجیر ا ۔

روزہ دار کے لئے کسی شئے کا چکھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ روزہ کو فاسد کرنے کے درپے ہونا ہے۔ اسی طرح طعام کا چبانا بھی بلا عذر مکروہ ہے جیسے خاتون بچے کے لئے کسی دوسرے کو چبانے والا پالے (مثلاً حائضہ عورت کو پائے تو چبانا مکروہ ہے) عورت کو اگر چبانے کے سوا چارہ نہ ہو تو بچے کی حفاظت کے لئے ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں، اور خاتون کے لئے طعام کا چکھنا بھی جائز ہے جبکہ خاوند بدخلق ہوتا کہ وہ نمک وغیرہ چکھ سکے اور شوہر حسن اخلاق والا ہے تو پھر چکھنا جائز نہیں۔ اور لونڈی کا حکم اسی طرح ہے۔ میں کہتا ہوں اجیر بھی اسی حکم میں ہے۔ ۱

(ا۔ مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فیما یکرہ للصائم نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۷۱)

حاشیہ طحطاوی میں ہے:

قولہ کذا الاجیر ای للطبخ ۲۔ قولہ کذا الاجیر یعنی کھانے پکانے کا مزدور۔

(۲۔ حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فیما یکرہ للصائم نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۷۱)

کنز و بحر و نہر و ہندیہ وغیرہا میں ہے:

واللفظ للاولین کرہ ذوق شئی و مضغہ بلا عذر لما فیہ من تعریض الصوم للفساد ولا یفسد صومہ لعدم الفطر صورۃ ومعنی قید بقولہ بلا عذر لان الذوق بعذر لا یکرہ کما قال فی الخانیۃ فیمن کان زوجھا سئی الخلق او سیدھا لا باس بان تذوق بلسانھا والمضغ بعذر بان لم تجد المرأۃ من یمضغ لصبیھا الطعام من حائض او نفساء اوغیرھما من لا یصوم ولم تجد طبیخا ولا لبنا حلیبا لا باس بہ للضرورۃ الا تری انہ یجوز لھا الافطار اذا خافت علی الولد فالمضغ اولی ا ۔ (ملخصا)

←

چکھنے کے وہ معنی نہیں جو آج کل عام محاورہ ہے یعنی کسی چیز کا مزہ دریافت کرنے کے لیے اُس میں سے تھوڑا کھا

پہلی دونوں کتب کی عبارت یہ ہے بلا عذر شئی کا چکھنا اور چبانا مکروہ ہے کیونکہ یہ فسادِ صوم کے درپے ہونا ہے، اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا کیونکہ صورۃ ومعنیً افطار نہیں پایا گیا بلا عذر کی قید اس لئے لگائی کہ عذر کی صورت میں چکھنا مکروہ نہیں، جیسا کہ خانیہ میں اس عورت ولونڈی کے بارے میں ہے جس کا خاوند یا مولی بدخلق ہو، اگر ایسا عذر ہو تو زبان کے ساتھ چکھنے میں حرج نہیں اور چبانے میں عذر یہ ہے مثلاً کوئی خاتون نہیں جو بچے کے لئے طعام چبادے مثلاً حائضہ یا نفاس والی کوئی عورت یا جو روزہ دار نہ ہوں، اور نہ روٹی پکی ہوئی اور نہ دودھ میسر ہو تو اب ضرورت کے پیش نظر کوئی حرج نہیں، کیا آپ نہیں جانتے کہ جب کسی خاتون کو بچے کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو روزہ چھوڑ سکتی ہے، تو چبانا تو بطریق اولی جائز ہوگا۔ (۱؎ بحر الرائق باب مایفسد الصوم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲ /۸۰-۲۷۹)

فتح القدیر میں ہے:

الذوق لیس بافطار بل یحتمل ان یصیر ایاہ اذقد یسبق شئی منہ الی الحلق فان من حام حول الحمی یوشك ان یقع فیہ انتہت،۲؎ مختصرات۔

چکھنا افطار نہیں بلکہ اس میں یہ احتمال ہوتا ہے کہ کہیں کوئی شے حلق میں چلی جائے (یعنی افطار کا سبب ہے) کیونکہ جو محفوظ جگہ کے قریب جاتا ہے قریب ہے کہ اس میں داخل ہو جائے۔ گزشتہ عبارتیں اختصار کے ساتھ ختم ہوگئیں۔

(۲؎ فتح القدیر باب مایوجب القضاء والکفارۃ نوریہ رضویہ سکھر ۲ /۲۶۸)

دیکھو کنیز مولی یا عورت شوہر کے لئے یا نان پز مزدوری پر روزے میں کھانا پکائے تو اسے نمک چکھنا جائز نہیں بتاتے جبکہ مولی وشوہر ومستاجر خوش خلق وحلیم ہوں کہ نمک کی کمی بیشی پر سختی نہ کریں گے اور کج خلق و بدمزاج ہوں تو روا رکھتے ہیں، اور بچے کو کوئی چیز چبا کر دینے میں شرط لگاتے ہیں کہ جب کوئی حیض یا نفاس والی عورت خواہ کوئی بے روزہ دار ایسا نہ ملے جو چبا سکے، نہ بچے کو دودھ وغیرہ اشیاء جن میں چبانے کی حاجت نہ ہو دے سکے اور ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ چکھنے چبانے سے روزہ جاتا نہیں بلکہ احتمال ہے کہ شاید حلق میں چلا جائے، لہذا بے ضرورت ناجائز ہوا مگر یہ نہیں فرماتے کہ سرے سے پکانا ہی حلال نہیں۔ ابھی گزر چکا کہ غلام وکنیز ایسے احکام میں اطاعت مولی نہ کریں، پھر زن واجیر تو دوسرے درجے میں ہیں، اور پُر ظاہر کہ نمک ہرگز حلق میں چلے جانے کا سبب کُلی یا اغلبی کیسا، سبب مساوی بھی نہیں، ہاں احتمال قریب ہے۔ ولہذا محقق علی الاطلاق نے بلفظِ احتمال ہی تعبیر فرمایا، اب پکانے کی ان اجازتوں کا منشا دو۲ حال سے خالی نہیں یا تو مرو ہی ہے کہ دخولِ دخان جبکہ شرعاً دائرہ مفطرات سے خارج ہو چکا مدار کار حقیقۃً قصدِ ادخال پر رہا، بغیر اس کے جب افطار ہی نہیں تو اس کے قرب وتعریض میں کراہت کیوں ہو، یا اگر قصد سبب اغلب قصد مسبب ٹھہراؤ تو واجب کہ دخول دخان کے لئے طبخ وغیرہ کی سببیت اُس سے بھی اضعف ونادرتر ہو جو دخول شوربا کے لئے ذوق کی اور فی الواقع تجربہ بھی اس کی ندرت کا گواہ، دھواں جب حلق میں جاتا ہے اس کی تلخی محسوس ہوتی اور طبیعت کی دافعہ فوراً دفع کرتی ہے، اور جب دماغ میں جاتا اس کی سوزش معلوم ہوتی اور دماغ کو اذیت دیتی ہے، یہ حالت کھانا پکانے والوں کو شاذ ونادر واقع ہوتی ہے نہ کہ ہر وقت یا ہر روز، تو دھوئیں سے دُور جدا کھڑا ہونا اور بھی زیادہ سبب شاذتر ہوگا، اُسکے قصد کو قصدِ مسبب کہنا کیونکر ممکن، لاجرم یہاں اگر ہوگا تو وہی محض دخول جسے تمام کُتب میں تصریحاً فرمایا کہ ہرگز مفسدِ صوم نہیں، ←

لینا کہ یوں ہوتو کراہت کیسی روزہ ہی جاتا رہے گا، بلکہ کفارہ کے شرائط پائے جائیں تو کفارہ بھی لازم ہوگا۔ بلکہ چکھنے سے مراد یہ ہے کہ زبان پر رکھ کر مزہ دریافت کرلیں اور اُسے تھوک دیں اس میں سے حلق میں کچھ نہ جانے پائے۔

مسئلہ ۳: کوئی چیز خریدی اور اس کا چکھنا ضروری ہے کہ نہ چکھے گا تو نقصان ہوگا، تو چکھنے میں حرج نہیں ورنہ مکروہ ہے۔(8)

مسئلہ ۴: بلا عذر چکھنا جو مکروہ بتایا گیا یہ فرض روزہ کا حکم ہے نفل میں کراہت نہیں، جبکہ اس کی حاجت ہو۔(9)

مسئلہ ۵: عورت کا بوسہ لینا اور گلے لگانا اور بدن چھونا مکروہ ہے، جب کہ یہ اندیشہ ہو کہ انزال ہوجائے گا یا جماع

بالجملہ اصول وفروع شرعیہ پر نظر ظاہر اسی طرف منجر کہ اسباب علی الاطلاق ساقط النظر، ولہذا جس طرح رمضان مبارک میں (۱) نہانا، (۲) دریا میں جانا حرام نہ ہُوا حالانکہ اس کے سبب کان میں پانی بھی چلا جاتا ہے۔ (۳) دن کو کھانا پکانا اور (۴) کاموں کے لیے آگ جلانا حرام نہ ہوا۔ مسلمان (۵) نانبائیوں، (۶) حلوائیوں، (۷) لوہاروں، (۸) سناروں وغیرہم کی دُکانیں قطعاً معطل کردینا واجب نہ ہو حالانکہ ان میں دُھوئیں سے ملابست ہے۔ (۹) جزاروں، (۱۰) قصابوں، (۱۱) شکر سازوں، حلوائیوں کا بازار ہڑتال کردینا لازم نہ ہوا کہ کثرتِ مگس کا موجب ہے۔ دن کو (۱۲) چکی پیسنا، (۱۳) غلہ پھٹکنا، (۱۴) باہر نکلنا گلیوں میں چلنا حرام نہ ہوا۔ حالانکہ وہ غالباً غبار سے خالی نہیں ہوتیں۔ یونہی (۱۵) کو مساجد بلکہ گھروں میں بھی جھاڑوں دینا خصوصاً صدر اوّل میں فرش کچے ہوتے تھے۔ (۱۶) عطاروں کا دوائیں کوٹنا، (۱۷) مزارعوں کا غلہ ہوا پر اڑا کر صاف کرنا۔ (۱۸) معماروں کا مٹی کی دیوار گرانا۔ (۱۹) مسافروں کا خوب چلتی ہوئی ریگستان میں سفر کرنا۔ (۲۰) فوج صائمین کا گھوڑوں پر سوار نرم زمینوں سے گزرنا کہ غالباً دخول غبار کے اسباب ہیں ان کی حرمت بھی کہیں مذکور نہیں بلکہ فوجی مجاہدوں کا روزہ احادیث سے ثابت اور بے ضرورت کلی کا جواز تو صراحتاً منصوص، بہرحال اس قدر تو قطعی یقینی اسباب غیر غالبہ کلیۃً نا ملحوظ، لہذا علمائے کرام نے بخور کے سبب فسادِ صوم ہونے کی یہی تصویر فرمائی کہ اگر دان پر محتوی ہوجائے یعنی ایسا جھک جائے کہ گویا وہ اس کے جسم کے اندر اور اس کا بدن اُس پر مشتمل ہے اور شرنبلالیہ وامداد ومراقی وطحطاوی وشامی ومجمع الانہر میں تو اس پر بھی قناعت نہ فرمائی کہ فآ واہ الی نفسہ ا۔ بخور دان کو اپنے بدن کے متصل کرلیا بلکہ صراحتاً اس پر زیادت کی واشتم دخانہ ۲۔ قریب کرکے اس کا دھواں اُوپر کو سونگھا، یہ خاص قصد او خال اور اس کا مفطر ہونا بے مقال اور صورتِ سوال پر حکمِ افطار باطل خیال ھکذا ینبغی التحقیق واللہ سبحانہ ولی التوفیق والحمد اللہ رب العالمین (تحقیق کا حق یہی تھا اللہ سبحانہ ہی توفیق کا مالک ہے والحمد للہ رب العالمین۔ ت) (۱۔ مراقی الفلاح مع حاشیہ طحطاوی باب فی بیان مالا یفسد الصو،نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ص۳۶۱) (۲۔ غنیۃ ذوی الاحکام حاشیہ دررالحکام باب موجب الافساد مطبعہ کامل الکائنہ دار سعادت مصر ۱/ ۲۰۲) (فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۵۰۳۔ ۵۰۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(8) الدرالمختار، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالا یفسدہ، ج ۳، ص ۴۵۳

(9) ردالمحتار، کتاب الصوم، باب مایفسد مالا یفسدہ، ج ۳، ص ۴۵۳

میں مبتلا ہوگا اور ہونٹ اور زبان چوسنا روزہ میں مطلقاً (10) مکروہ ہے۔ یوہیں مباشرت فاحشہ۔(11)

مسئلہ ٦: گلاب یا مشک وغیرہ سونگھنا داڑھی مونچھ میں تیل لگانا اور سُرمہ لگانا مکروہ نہیں، مگر جبکہ زینت کے لیے سُرمہ لگایا یا اس لیے تیل لگایا کہ داڑھی بڑھ جائے، حالانکہ ایک مُشت (ایک مٹھی) داڑھی ہے تو یہ دونوں باتیں بغیر روزہ کے بھی مکروہ ہیں اور روزہ میں بدرجہ اَولیٰ۔(12)

مسئلہ ٧: روزہ میں مسواک کرنا مکروہ نہیں، بلکہ جیسے اور دنوں میں سنّت ہے روزہ میں بھی مسنون ہے۔ مسواک خشک ہو یا تر اگرچہ پانی سے تر کی ہو، زوال سے پہلے کرے یا بعد کسی وقت مکروہ نہیں۔(13) اکثر لوگوں میں مشہور ہے کہ دوپہر بعد روزہ دار کے لیے مسواک کرنا مکروہ ہے، یہ ہمارے مذہب کے خلاف ہے۔

مسئلہ ٨: فصد کھلوانا، پچھنے لگوانا مکروہ نہیں جب کہ ضعف کا اندیشہ نہ ہو اور اندیشہ ہو تو مکروہ ہے، اُسے چاہیے کہ غروب تک مؤخر کرے۔(14)

مسئلہ ٩: روزہ دار کے لیے کلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے۔ کلی میں مبالغہ کرنے کے یہ معنی ہیں کہ بھر مونھ پانی لے اور وضو و غسل کے علاوہ ٹھنڈ پہنچانے کی غرض سے کلی کرنا یا ناک میں پانی چڑھانا یا ٹھنڈ کے لیے نہانا بلکہ بدن پر بھیگا کپڑا لپیٹنا مکروہ نہیں۔ ہاں اگر پریشانی ظاہر کرنے کے لیے بھیگا کپڑا لپیٹا تو مکروہ ہے کہ عبادت میں دل تنگ ہونا اچھی بات نہیں۔(15)

---

(10) یعنی چاہے انزال و جماع کا ڈر ہو یا نہ ہو۔

(11) ردالمحتار، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالا یفسدہ، مطلب: فیما یکرہ للصائم، ج ٣، ص ٤٥٤

(12) الدرالمختار، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالا یفسدہ، ج ٣، ص ٤٥٥

(13) البحرالرائق، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالا یفسدہ، ج ٢، ص ٤٩١

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

مسواک مطلقاً جائز ہے اگرچہ بعد زوال، اور منجن ناجائز وحرام نہیں بلکہ اطمینان کافی ہو کہ اس کا کوئی جز و حلق میں نہ جائے گا، مگر بے ضرورت صحیحہ کراہت ضرور ہے۔ درمختار میں ہے:

کرہ لہ ذوق شئی ا۔ (ا۔ الدرالمختار باب مایفسد الصوم مجتبائی دہلی ١ / ١٥٢)

(روزہ دار کو شے کا چکھنا مکروہ ہے۔ت) واللہ تعالیٰ اعلم (فتاوی رضویہ، جلد ٦، ص ٤٣٩ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(14) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الثالث، فیما یکرہ للصائم ومالا یکرہ، ج ١، ص ١٩٩۔ ٢٠٠

(15) المرجع السابق، ص ١٩٩، وردالمحتار، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالا یفسدہ، مطلب فی حدیث التوسعۃ علی العیال والاکتحال یوم عاشوراء، ج ٣، ص ٤٥٩ وغیرہما

مسئلہ ۱۰: پانی کے اندر (16) ریاح خارج کرنے سے روزہ نہیں جاتا، مگر مکروہ ہے اور روزہ دار کو استنجے میں مبالغہ کرنا بھی مکروہ ہے۔ (17) یعنی اور دِنوں میں حکم یہ ہے کہ استنجا کرنے میں نیچے کو زور دیا جائے اور روزہ میں یہ مکروہ ہے۔

مسئلہ ۱۱: مونھ میں تھوک اکٹھا کر کے نگل جانا بغیر روزہ کے بھی ناپسند ہے اور روزہ میں مکروہ۔ (18)

مسئلہ ۱۲: رمضان کے دنوں میں ایسا کام کرنا جائز نہیں، جس سے ایسا ضعف آجائے کہ روزہ توڑنے کا ظن غالب ہو۔ لہٰذا نانبائی کو چاہیے کہ دوپہر تک روٹی پکائے پھر باقی دن میں آرام کرے۔ (19) یہی حکم معمار و مزدور اور مشقت کے کام کرنے والوں کا ہے کہ زیادہ ضعف کا اندیشہ ہو تو کام میں کمی کر دیں کہ روزے ادا کر سکیں۔

مسئلہ ۱۳: اگر روزہ رکھے گا تو کمزور ہو جائے گا، کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکے گا تو حکم ہے کہ روزہ رکھے اور بیٹھ کر نماز پڑھے۔ (20) جب کہ کھڑا ہونے سے اتنا ہی عاجز ہو جو باب صلاۃ المریض میں گزرا۔

مسئلہ ۱۴: سحری کھانا اور اس میں تاخیر کرنا مستحب ہے، مگر اتنی تاخیر مکروہ ہے کہ صبح ہو جانے کا شک ہو جائے۔ (21)

مسئلہ ۱۵: افطار میں جلدی کرنا مستحب ہے، مگر افطار اس وقت کرے کہ غروب کا غالب گمان ہو، جب تک گمان غالب نہ ہو افطار نہ کرے، اگرچہ مؤذن نے اذان کہہ دی ہے اور اَبر کے دنوں میں افطار میں جلدی نہ چاہیے۔ (22)

---

(16) مثلاً نہر، ندی، تالاب وغیرہ میں نہاتے وقت۔

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الثالث فیما یکرہ للصائم ومالا یکرہ، ج۱، ص۱۹۹

(18) المرجع السابق، وغیرہ

(19) الدرالمختار، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالا یفسدہ، ج۳، ص۴۶۰

(20) المرجع السابق، ص۴۶۱

(21) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الثالث، فیما یکرہ للصائم ومالا یکرہ، ج۱، ص۲۰۰

(22) ردالمحتار، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم الخ، مطلب فی حدیث التوسعۃ علی العیال الخ، ج۳، ص۴۵۹

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

جب آفتاب تمام وکمال ڈوبنے پر یقین ہوجائے فوراً روزہ کی افطار سنّت ہے، حدیث میں فرمایا: **لاتزال امتی بخیر ما عجلوا الفطر واخروا السحور** ا۔ ہمیشہ میری اُمت خیر سے رہے گی جب تک افطار میں جلدی اور سحری میں دیر کریں۔

(ا۔ مسند احمد بن حنبل روایات ابوذر دارالفکر بیروت ۵ / ۱۴۷)

مگر اتنی جلدی جائز نہیں کہ غروب مشکوک ہو اور افطار کرے یا سحری میں اتنی دیر لگائے کہ صبح کا شک پڑ جائے اور تارے کی سند نہیں ←

مسئلہ ۱۶: ایک عادل کے قول پر افطار کر سکتا ہے، جب کہ اس کی بات سچی مانتا ہو اور اگر اس کی تصدیق نہ کرے تو اس کے قول کی بنا پر افطار نہ کرے۔ یوہیں مستور کے کہنے پر بھی افطار نہ کرے اور آج کل اکثر اسلامی مقامات میں افطار کے وقت توپ چلنے کا رواج ہے، اس پر افطار کر سکتا ہے، اگرچہ توپ چلانے والے فاسق ہوں جب کہ کسی عالم محقق توقیت داں محتاط فی الدین کے حکم پر چلتی ہو۔(23)

آج کل کے عام علما بھی اس فن سے ناواقف محض ہیں اور جنتریاں کہ شائع ہوتی ہیں اکثر غلط ہوتی ہیں ان پر عمل جائز نہیں۔ یوہیں سحری کے وقت اکثر جگہ نقارہ بجتا ہے، انھیں شرائط کیساتھ اس کا بھی اعتبار ہے اگرچہ بجانے والے کیسے

بعض تارے دن سے چمک آتے ہیں ہاں، سیاروں کے سوا جو کواکب ہیں وہ اکثر ہمارے بلد میں غروب آفتاب کے بعد چمکتے ہیں اگر ان ستاروں میں سے کوئی ستارہ چمک آتا ہے اور پھر وہ افطار نہیں کر دیتا اور دو ۲ منٹ کی دیر بتاتا ہے تو یہ رافضیوں کا طریقہ ہے، اور بہت محرومی و بے برکتی ہے، اُسے توبہ کرنی چاہیے واللہ تعالیٰ اعلم اس صورت میں مسلمان اس پر نہ رہیں جب غروب پر یقین ہوجائے افطار کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔(فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۶۲۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

افطار میں جلدی کرنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلَّم نے فرمایا، اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ بیشک مجھے اپنے بندوں میں سے افطاری میں جلدی کرنے والے پسند ہیں۔

(ابن خزیمہ، جماع ابواب وقت الافطار باب ذکر حب اللہ عزوجل المعجلین للافطار، رقم ۲۰۶۲، ج ۳، ص ۲۷۶)

حضرتِ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلَّم نے فرمایا، میری امت اس وقت تک میری سنت پر قائم رہے گی جب تک افطاری کرنے کے لئے ستاروں کے نکلنے کا انتظار نہ کرے۔(الاحسان بترتیب ابن حبان، کتاب الصوم، باب الافطار وتعجیلہ، رقم ۳۵۰۱، ج ۵، ص ۲۰۹)

حضرتِ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلَّم نے فرمایا، جب تک لوگ افطاری میں جلدی کرتے رہیں گے، خیر پر قائم رہیں گے۔

(صحیح البخاری، کتاب الصیام، باب تعجیل الافطار، رقم ۱۹۵۷، ج ۱، ص ۶۴۵)

حضرتِ سیدنا یَعلی بن مُرّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلَّم نے فرمایا، تین کام اللہ عزوجل پسند فرماتا ہے، افطاری میں جلدی کرنا، سحری میں تاخیر کرنا اور نماز میں ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھنا۔ (المعجم الکبیر، رقم ۶۷۶، ج ۲۲، ص ۲۶۳)

(23) ردالمحتار، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالا یفسدہ، مطلب فی جواز الافطار التحری، ج ۳، ص ۴۳۹، وغیرہ

ہی ہوں۔

مسئلہ ۱۷: سحری کے وقت مرغ کی اذان کا اعتبار نہیں کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ صبح سے بہت پہلے اذان شروع کر دیتے ہیں، بلکہ جاڑے کے دنوں میں تو بعض مرغ دو بجے سے اذان کہنا شروع کر دیتے ہیں، حالانکہ اس وقت صبح ہونے میں بہت وقت باقی رہتا ہے۔ یوہیں بول چال سُن کر اور روشنی دیکھ کر بولنے لگتے ہیں۔

مسئلہ ۱۸: صبح صادق کو رات کا مطلقاً چھٹا یا ساتواں حصہ سمجھنا غلط ہے، رہا یہ کہ صبح کس وقت ہوتی ہے اُسے ہم حصہ سوم باب الاوقات میں بیان کر آئے وہاں سے معلوم کریں۔

سحری و اِفطار کا بیان

حدیث ۱: بخاری ومسلم وترمذی ونسائی وابن ماجہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سحری کھاؤ کہ سحری کھانے میں برکت ہے۔ (1)

(1) صحیح البخاري، کتاب الصوم، باب برکۃ السحور من غیر ایجاب، الحدیث: ۱۹۲۳، ج۱، ص ۶۳۳

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ یہ حکم استحبابی ہے نہ کہ وجوبی کیونکہ روزہ کے لیے سحری مستحبہ ہے واجب یا فرض نہیں۔ صبح سے پہلے کے وقت کو سحر کہتے ہیں اور اس وقت کھانے یا پینے کو سحری یعنی آخر رات کی غذا، سحری کا وقت آدھی رات سے شروع ہوجاتا ہے مگر سنت یہ ہے کہ رات کے آخری چھٹے حصے میں کھائی جائے۔

۲۔ سحور سین کے پیش سے بھی ہے اور زبر سے بھی مگر زبر سے زیادہ فصیح ہے، بعض نے فرمایا کہ سحور سین کے پیش سے سحری کھانا، اور سین کے زبر سے اس وقت کی غذا۔ (مرقات واشعہ) سحری کا کھانا مبارک ہے اور اس کھانے کے استعمال میں برکت ہے کیونکہ یہ سنت ہے اور سنت مبارکہ ہے، نیز اس کھانے سے روزے میں مدد ملتی ہے، نیز اس کھانے کی وجہ سے مسلمانوں اور عیسائیوں وکفار کے روزوں میں فرق ہوجاتا ہے۔ خیال رہے کہ علماء سے روشنائی، دوپہری میں قدرے آرام کرنا، روزوں میں سحری کھانا سب مبارک ہیں کہ ان کا تعلق عبادات سے ہے جب عبادت کے تعلق سے عادت مبارک بن جاتی ہے تو دنیا دین ہوجاتی ہے تو حضرات انبیاء واولیاء سے جس چیز کو نسبت ہوجائے وہ بھی یقیناً مبارک ہو جاتی ہے، دیکھو شب قدر مبارک، ماہ رمضان مبارک ہے کیونکہ انہیں عبادتوں سے تعلق ہے، عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے متعلق فرمایا تھا: "وَّجَعَلَنِیْ مُبَارَکًا" مجھے اللہ نے مبارک بنایا یہ حضرات بذات خود مبارک ہیں اور ان کیطرف منسوب چیزیں ان کی وجہ سے مبارک۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۳، ص ۲۰۸)

سحری کرنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، بیشک اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے سحری کرنے والوں پر برکت نازل کرتے ہیں۔

(مجمع الزوائد، رقم ۴۸۴۲، ج ۳، ص ۳۵۹)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، سحری سے دن کے روزوں پر مدد حاصل کرو اور دن کے قیلولہ (یعنی آرام) سے رات کے قیام پر مدد حاصل کرو۔ (ابن خزیمہ، کتاب الصیام، باب الامر بالاستعانۃ علی الصوم بالسحور، رقم ۱۹۳۹، ج ۳، ص ۲۱۴)

←

حدیث ۲: مسلم و ابوداود و ترمذی و نسائی و ابن خزیمہ عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور اہلِ کتاب کے روزوں میں فرق سحری کا لقمہ ہے۔(2)

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ سحری تناول فرما رہے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بیشک یہ برکت ہے جو اللہ عزوجل نے تمہیں عطا فرمائی ہے لہذا اسے نہ چھوڑا کرو۔ (نسائی، کتاب الصوم، باب فضل السحور، ج ۴،ص ۱۴۵)

حضرتِ سیدنا ابوسَعِید خُدْری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا، سحری ساری کی ساری برکت ہے لہذا اسے نہ چھوڑا کرو اگر چہ تم میں سے کوئی پانی کا ایک گھونٹ ہی پی لیا کرے کیونکہ اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے سحری کرنے والوں پر رحمت نازل کرتے ہیں۔ (مسند احمد، رقم ۱۱۰۸۶، ج ۴،ص ۲۶)

حضرتِ سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے مجھے رمضان میں سحری کرنے کے لئے بلایا اور ارشاد فرمایا، مبارک ناشتے کی طرف آؤ۔

(ابن خزیمہ، کتاب الصیام، باب ذکر اللیل، رقم ۱۹۳۸، ج ۳،ص ۲۱۴)

حضرتِ سیدنا سَلْمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا، برکت تین چیزوں میں ہے جماعت، ثَرید اور سحری میں۔ (الترغیب والترہیب، کتاب الصوم، رقم ۳، ج ۲،ص ۸۹)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافِعِ رنج و مَلال، صاحبِ جود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا، تین شخص ایسے ہیں اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ان پر کھانے کا حساب نہیں ہوگا جبکہ کھانا حلال ہو، روزہ دار، سحری کرنے والا اور اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والا۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الصوم، باب الترغیب فی السحور، رقم ۹، ج ۲،ص ۹۰)

حضرتِ سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ خاتَمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، مَحبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق و امین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا، کھجور بہترین سحری ہے۔ اور فرمایا کہ اللہ عزوجل سحری کرنے والوں پر رحم فرماتا ہے۔ (طبرانی کبیر، رقم ۶۶۸۹، ج ۷،ص ۱۵۹)

(2) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل السحور الخ، الحدیث: ۱۰۹۶، ص ۵۵۲

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ اکلہ الف کے پیش اور کاف کے جزم سے، بمعنی لقمے یا نوالے اور الف کے زبر سے بمعنی کھانا یعنی سحری کے نوالے یا سحری کھانا مسلمان اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق کا باعث ہیں کیونکہ ان کے ہاں رات کو سوتے کے بعد کھانا حرام ہو جاتا ہے، اسلام میں بھی پہلے یہی حکم تھا اب پو پھٹنے تک کھانا پینا حلال کر دیا گیا، سحری کھاتے میں اللہ کی دعوت کا قبول کرنا ہے اور اس کی اس نعمت کا شکریہ۔ ←

حدیث ۳: طبرانی نے کبیر میں سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: تین چیزوں میں برکت ہے، جماعت اور ثرید اور سحری میں۔ (3)

حدیث ۴: طبرانی اوسط میں اور ابن حبان صحیح میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ (عزوجل) اور اُس کے فرشتے، سحری کھانے والوں پر دُرود بھیجتے ہیں۔ (4)

حدیث ۵: ابن ماجہ وابن خزیمہ وبیہقی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سحری کھانے سے دن کے روزہ پر استعانت کرو اور قیلولہ سے رات کے قیام پر۔ (5)

حدیث ۶: نسائی باسناد حسن ایک صحابی سے راوی، کہتے ہیں میں حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سحری تناول فرما رہے تھے، ارشاد فرمایا: یہ برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں دی تو اسے نہ چھوڑنا۔ (6)

حدیث ۷: طبرانی کبیر میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخصوں پر کھانے میں انشاء اللہ تعالیٰ حساب نہیں، جبکہ حلال کھایا۔ روزہ دار اور سحری کھانے والا اور سرحد پر گھوڑا باندھنے والا۔ (7)

حدیث ۸ تا ۱۰: امام احمد ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سحری کُل کی کُل برکت ہے اُسے نہ چھوڑنا، اگرچہ ایک گھونٹ پانی ہی پی لے کیونکہ سحری کھانے والوں پر اللہ (عزوجل) اور اس کے فرشتے دُرود بھیجتے ہیں۔ (8) نیز عبداللہ بن عمرو سائب بن یزید و ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی اسی قسم کی روایتیں آئیں۔

اُکلہ فرمانے میں اس جانب اشارہ ہے کہ سحری تھوڑی کھانا بہتر ہے اتنی زیادہ کہ دوپہر تک کھٹی ڈکاریں آئیں بہتر نہیں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۸۷)

(3) المعجم الکبیر، الحدیث: ۶۱۲۷، ج ۶، ص ۲۵۱

(4) الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الصوم، باب السحور، الحدیث: ۳۴۵۸، ج ۵، ص ۱۹۴

(5) سنن ابن ماجہ، أبواب ماجاء في الصیام، باب ماجاء في السحور، الحدیث: ۱۶۹۳، ج ۲، ص ۳۲۱

(6) السنن الکبری للنسائي، کتاب الصیام، باب فضل السحور، الحدیث: ۲۴۷۲، ج ۲، ص ۷۹

(7) المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۲۰۱۲، ج ۱۱، ص ۲۸۵

(8) المسند للامام أحمد بن حنبل، مسند أبي سعید الخدري، الحدیث: ۱۱۰۸۶، ج ۴، ص ۲۶

حدیث ۱۱: بخاری ومسلم وترمذی سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ہمیشہ لوگ خیر کے ساتھ رہیں گے، جب تک افطار میں جلدی کریں گے۔ (9)

حدیث ۱۲: ابن حبان صحیح میں انھیں سے راوی، کہ فرمایا: میری اُمت میری سنت پر رہے گی، جب تک افطار میں ستاروں کا انتظار نہ کرے۔ (10)

حدیث ۱۳: احمد وترمذی وابن خزیمہ وابن حبان ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: میرے بندوں میں مجھے زیادہ پیارا وہ ہے، جو افطار میں جلدی کرتا ہے۔ (11)

---

(9) صحیح البخاري، کتاب الصوم، باب تعجیل الافطار، الحدیث: ۱۹۵۷، ج۱، ص۶۴۵

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ افطار جلدی کرنے کی دوصورتیں ہیں: ایک یہ کہ افطار نماز مغرب سے پہلے کیا جائے، نماز پہلے پڑھ لینا بعد میں افطار کرنا اس حدیث کے خلاف ہے۔ (مرقات) دوسرے یہ کہ آفتاب ڈوبنے کا یقین ہوجانے پر افطار کرلیا جائے پھر دیر نہ لگائی جائے۔ خیال رہے کہ افطار کے وقت بھی تین ہیں: وقت مستحب، وقت مباح اور وقت مکروہ۔ وقت مستحب تو وہ ہے جو ابھی عرض کیا گیا کہ سورج کا آخری کنارہ چھپتے ہی روزہ افطار کیا جائے۔ وقت مباح تارے گتھنے سے کچھ پہلے تک دیر لگانا اور تارے گتھے جانے پر افطار کرنا مکروہ۔ اس کراہت کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت یہودی روزہ افطارتے ہیں، اس میں ان سے مشابہت ہے اور جلدی افطارنے میں اپنے عجز بندگی کا اظہار بھی ہے اور اللہ کی دی ہوئی اجازت کا جلدی قبول کرنا بھی۔ (مرقاۃ) اسی مرقات میں ہے کہ بعض علماء نے فرمایا نفس پر مشقت ڈالنے اور مغرب وعشاء کو ملانے کے لیے دیر سے افطار کرنا بہتر ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ سنت رسول اللہ سیدھا راستہ ہے اور اس کی مخالفت گمراہی ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام افطار میں جلدی اور سحری میں دیر کرتے تھے، نفس کشی کے لیے سنت کی مخالفت نہ کرو کہ یہ نفس کشی نہیں بلکہ رہبانیت ہے، ہماری نفس کشی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہے اور اللہ کی دی ہوئی اجازت کا جلدی قبول کرنا بھی۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۳، ص۲۱۰)

(10) الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الصوم، باب الافطار وتعجیلہ، الحدیث: ۳۵۰۱، ج۵، ص۲۰۹

(11) جامع الترمذي، أبواب الصوم، باب ماجاء في تعجیل الافطار، الحدیث: ۷۰۰، ج۲، ص۱۶۴

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ یعنی یہود ونصاریٰ یا روافض سے بہتر مسلمان اہل سنت ہیں کہ وہ لوگ روزہ دیر سے کھولتے ہیں اور سنی مسلمان جلد افطار لیتے ہیں سورج ڈوب چکنے کے بعد دیر نہیں لگاتے کیونکہ جلدی افطار سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت صحابہ بلکہ سنت انبیاء علیہم السلام ہے اور جلدی افطار میں رب تعالیٰ کی رحمت کی طرف جلدی کرنا ہے اپنی حاجت مندی کا اظہار ہے۔ (ترمذی)

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۳، ص۲۱۵)

حدیث ۱۴: طبرانی اوسط میں یعلی بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ فرمایا: تین چیزوں کو اللہ (عزوجل) محبوب رکھتا ہے۔ افطار میں جلدی کرنا اور سحری میں تاخیر اور نماز میں ہاتھ پر ہاتھ رکھنا۔(12)

حدیث ۱۵: ابوداود و ابن خزیمہ و ابن حبان ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: یہ دین ہمیشہ غالب رہے گا، جب تک لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے کہ یہود و نصاریٰ تاخیر کرتے ہیں۔(13)

حدیث ۱۶: امام احمد و ابوداود و ترمذی و ابن ماجہ و دارمی سلمان بن عامر ضبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب تم میں کوئی روزہ افطار کرے تو کھجور یا چھوہارے سے افطار کرے کہ وہ برکت ہے اور اگر نہ ملے تو پانی سے کہ وہ پاک کرنے والا ہے۔(14)

حدیث ۱۷: ابوداود و ترمذی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نماز سے پہلے تر کھجوروں سے روزہ افطار فرماتے، تر کھجوریں نہ ہوتیں تو چند خشک کھجوروں سے اور اگر یہ بھی نہ ہوتیں تو چند چلّو پانی

---

(12) المعجم الاوسط، الحدیث: ۷۴۷۰، ج۵، ص۳۲۰

(13) سنن أبي داود، کتاب الصیام، باب ما یستحب من تعجیل الفطر، الحدیث: ۲۳۵۳، ج۲، ص۴۴۶

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی مسلمانوں کا جلدی روزہ افطار تے رہنا دین کے غلبے کا سبب ہے۔ معلوم ہوا کہ سنتوں بلکہ مستحبات کی پابندی مسلمانوں کی شوکت اور دین کے ظہور و دبدبہ کا باعث ہے، پھر فرائض کا کیا پوچھنا، ہندوستان کے مسلمان اذان اور گائے کی قربانی پر کفار سے لڑتے رہے، کیوں؟ غلبۂ اسلام کو قائم رکھنے کے لیے۔ خیال رہے کہ یہاں جلدی سے مراد وقت جواز میں جلدی ہے جب سورج ڈوب جائے پھر دیر نہ لگائے، بلاوجہ دیر لگانا سنت کے خلاف ہے اور اتنی دیر کہ تارے گتھ جائیں مکروہ تحریمی۔

۲۔ یعنی دیر سے افطار کرنے میں اہل کتاب سے مشابہت ہے۔ مرقاۃ و اشعہ نے فرمایا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلام کی درستی سارے کفار کی مخالفت سے وابستہ ہے ان سے مشابہت میں دین کی کمزوری ہے۔ افسوس ان مسلمانوں پر جو محض عیسائیوں کی مشابہت کے لیے داڑھیاں منڈائیں، کھڑے ہو کر پیشاب کریں، ننگے سر پھریں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰى اَوْلِيَآءَ" اور فرماتا ہے: "وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ"۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو بہت دیر کر کے روزہ افطارنے کو دین سمجھتے ہیں، سورج ڈوبتے ہی فوراً روزہ افطارنا چاہیئے اسی لیے رب تعالیٰ نے فرمایا: "ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ"۔ فِي الَّيْلِ نہ فرمایا یعنی روزے کو رات میں بالکل داخل نہ کرو رات آتے ہی روزہ ختم کرو۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۳، ص۲۲۱)

(14) جامع الترمذي، أبواب الصوم باب ما جاء ما یستحب علیہ الافطار، الحدیث: ۶۹۵، ج۲، ص۱۶۲

پیتے۔(15) ابوداود نے روایت کی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) افطار کے وقت یہ دُعا پڑھتے۔

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ. (16)

(15) جامع الترمذي، ابواب الصوم، باب ماجاء مایستحب علیہ الافطار، الحدیث: ۶۹۶، ج ۲، ص ۱۶۲

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔اس سے دو مسئلے ہوئے: ایک یہ کہ روزہ دار افطار پہلے کرے نماز مغرب کے بعد افطار کرنا سنت کے خلاف ہے۔دوسرے یہ کہ چند کھجوریں افطار کے وقت کھانا مسنون ہے تین یا پانچ بعض روایات میں تین خرمے کا ذکر ہے۔مرقات نے فرمایا کہ حضرت عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ عنہما کبھی بعد نماز مغرب افطار کرتے تھے یا تو بیان جواز کے لیے تاکہ لوگ نماز سے پہلے افطار کو فرض نہ سمجھ لیں یا اس لیے کہ اتفاقًا اس وقت افطارنے کے لیے کچھ موجود نہ ہوتا۔بہر حال نماز سے پہلے افطار سنت ہے اور نماز کے بعد افطار جائز مگر خلاف سنت،ہاں اگر کچھ موجود نہ ہو تو بعد نماز افطار کرلے یا حضرت عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں افطار سے مراد کھانا تناول کرنا ہے یعنی افطار تو نماز سے پہلے کرلیتے تھے اور کھانا بعد نماز کھاتے تھے،بہرحال حدیث واجب التاویل ہے۔

۲۔اس ترتیب سے پتہ لگا کہ تر کھجور پر روزہ افطارنا بہت اچھا ہے،پھر اگر یہ نہ ملیں تو خشک چھواروں پر افطار کرنا،ہمارے رمضان شریف میں کثرت سے بازار میں کھجوریں آجاتی ہیں اور عام طور پر لوگ خریدتے ہیں،مسجدوں میں بھیجتے ہیں ان سب کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

۳۔غرضکہ روٹی چاول یا کسی پر تکلف چیز پر روزہ افطار نہ فرماتے تھے،پنجاب میں بعض روزہ داروں کو دیکھا گیا کہ سگریٹ سے روزہ افطارتے ہیں،نعوذباللہ روزہ دار کے منہ میں پہلے پاکیزہ چیز جانی چاہئیے سگریٹ گندی بدبودار چیز بھی ہے اور اس سے روزہ افطارنا مضرصحت بھی ہے۔یہاں مرقات نے فرمایا کہ بہتر یہ ہے کہ آگ سے پکی چیز سے روزہ نہ افطارے بلکہ گرمی میں پانی سے سردی میں کھجور سے افطارے،جب آگ کی پکی چیز سے روزہ نہ افطارنا چاہئیے تو خود آگ سے روزہ افطارنا کتنا برا ہوگا،بعض لوگ کہتے ہیں کہ مکہ والے ہمیشہ آب زمزم سے روزہ افطاریں یہ غلط ہے سنت کے خلاف ہے،سنت ہے کھجور یا چھوارے سے افطارنا اگر یہ نہ لیں تو پانی سے افطارنا۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۱۷)

(16) سنن أبي داود، کتاب الصیام، باب القول عند الافطار، الحدیث: ۲۳۵۸، ج ۲، ص ۴۴۷

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

فی الواقع اس کا محل بعد افطار ہے، ابوداؤد عن معاذ بن زہرۃ انہ بلغہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا افطر اللھم لک صمت وعلی رزقک ا۔فحمل افطر علی معنی ارادۃ الافطار وصرف عن الحقیقۃ من دون حاجۃ الیہ وذالایجوز وھکذا فی افطرت.

ابوداؤد میں حضرت معاذ بن زہرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افطار کے وقت یہ دُعا پڑھتے: اے اللہ! میں نے تیری رضا کی خاطر روزہ رکھا، تیرے رزق پر افطار کیا تو یہاں افطر سے مراد ارادہ افطار لینا اور حقیقی معنی سے بے ضرورت اعراض کرنا ہے ←

حدیث ۱۸: نسائی و ابن خزیمہ زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ فرمایا: جو روزہ دار کا روزہ افطار کرائے یا غازی کا سامان کر دے تو اوسے بھی اتنا ہی ملے گا۔ (17)

حدیث ۱۹: طبرانی کبیر میں سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس نے حلال کھانے یا پانی سے روزہ افطار کرایا۔ فرشتے ماہِ رمضان کے اوقات میں اس کے لیے استغفار کرتے ہیں اور جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام شبِ قدر میں اُس کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ (18)

اور ایک روایت میں ہے، جو حلال کمائی سے رمضان میں روزہ افطار کرائے، رمضان کی تمام راتوں میں فرشتے اس پر دُرود بھیجتے ہیں اور شبِ قدر میں جبرئیل اس سے مصافحہ کرتے ہیں۔ (19)

اور ایک روایت میں ہے، جو روزہ دار کو پانی پلائے گا، اللہ تعالیٰ اُسے میرے حوض سے پلائے گا کہ جنت میں داخل ہونے تک پیاسا نہ ہوگا۔ (20)

حالانکہ یہ جائز نہیں اور اسی طرح کا معاملہ افطرت میں ہے۔ (۱۔ سنن ابی داود باب القول عند الافطار آفتاب عالم پریس لاہور ۱ / ۳۲۲)

مولانا علی قاری علیہ الباری مرقاۃ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں:

(کان اذا افطر قال) ای دعا وقال ابن الملک ای قرأ بعد الافطار ۲۔ الخ. واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲۔ مرقاۃ شرح مشکوۃ کتاب الصوم مسائل متفرقہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۴ / ۲۵۸)

(جب افطار کرتے تو کہتے) یعنی دُعا کرتے ابن الملک نے کہا کہ افطار کے بعد یہ دُعا پڑھتے تھے الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۶۴۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

افطار کی دُعا کے وقت کے بارے میں تفصیلی معلومات کے لیے فتاویٰ رضویہ جلد 10 پر العروس المعطار فی زمن دعوۃ الافطار ملاحظہ فرمائیے۔

(17) شعب الایمان، باب فی الصیام، فصل فیمن فطر صائما، الحدیث: ۳۹۵۳، ج ۳، ص ۴۱۸

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اس لیے کہ روزہ دار کو افطار کرانے یا غازی کو سامان دینے میں نیکی پر مدد کرنا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی"۔ چونکہ روزہ دار نفس و شیطان سے جہاد کرتا ہے اس لیے اسے غازی کے ساتھ ذکر فرمایا۔ خیال رہے کہ روزہ افطار کرانے سے ثواب روزہ مل جائے گا مگر اس سے روزہ ادا نہ ہوگا وہ تو رکھنے سے ہی ادا ہوگا، ثواب مل جانا اور ہے فرض ادا ہونا کچھ اور۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۱۸)

(18) المعجم الکبیر، الحدیث: ۶۱۶۲، ج ۶، ص ۲۶۱

(19) کنز العمال، کتاب الصوم، الحدیث: ۲۳۶۵۳، ج ۸، ص ۲۱۵

(20) شعب الایمان، باب فی الصیام، فضائل شھر رمضان، الحدیث: ۳۶۰۸، ج ۳، ص ۳۰۵۔۳۰۶

بیان اُن وجوہ کا جن سے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے

حدیث ۱: صحیحین میں اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی، کہتی ہیں حمزہ بن عمرو اسلمی بہت روزے رکھا کرتے تھے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا، کہ سفر میں روزہ رکھوں؟ ارشاد فرمایا: چاہو رکھو، چاہے نہ رکھو۔ (1)

حدیث ۲: صحیح مسلم میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہتے ہیں سولھویں رمضان کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہم جہاد میں گئے۔ ہم میں بعض نے روزہ رکھا اور بعض نے نہ رکھا تو نہ روزہ داروں نے غیر روزہ داروں پر عیب لگایا اور نہ انھوں نے ان پر۔ (2)

---

(1) صحيح البخاري، كتاب الصوم، باب الصوم في السفر والافطار، الحديث: ۱۹۴۳، ج۱، ص ۶۴۰

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ آپ صائم الدھر یعنی ہمیشہ کے روزہ دار تھے چاہتے تھے کہ سفر میں بھی کبھی روزہ نہ چھوڑیں تب یہ سوال کیا سفر میں روزہ رکھنا گناہ تو نہیں شاید آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سن چکے تھے کہ سفر میں روزہ اچھا نہیں اس لیے یہ سوال کیا۔

۲۔ اس جواب سے اشارۃً معلوم ہو رہا ہے کہ اگرچہ مسافر کو روزہ رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہے مگر عام حالات میں روزہ رکھ لینا بہتر تاکہ عام مسلمانوں کی موافقت بھی ہوجائے اور رمضان کے بعد قضاء گراں بھی نہ پڑے کیونکہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھنے کا ذکر پہلے فرمایا۔ خیال رہے کہ اگرچہ مسافر کو روزہ نہ رکھنے کا اختیار ہے مگر ماہ رمضان کی بے حرمتی کرنے کا اختیار نہیں لہذا بازاروں میں علانیہ نہ کھائے پیئے، نہ سگریٹ پیتا پھرے بلکہ چھپ کر کچھ کھائے پیئے حیض و نفاس والی عورتوں کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ چھپ کر کھائیں پئیں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۳، ص ۲۴۷)

(2) صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب جواز الصوم والفطر في الشهر رمضان الخ، الحديث: ۱۱۱۶، ص ۵۶۴

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر کوئی درمیان رمضان میں سفر کرے تو اسے افطار جائز نہیں اس پر روزہ ہی فرض ہے، افطار کی اجازت صرف اسے ہے جسے بحالت سفر رمضان شروع ہو۔ اس حدیث میں ان کی کھلی تردید ہے، دیکھو سولہ رمضان کو سفر شروع ہوا اور بعض صحابہ نے روزے نہ رکھے۔

۲۔ یہ حدیث بظاہر ان علماء کی دلیل ہے جو سفر میں روزہ رکھنے نہ رکھنے کو یکساں کہتے ہیں کسی کو ترجیح نہیں دیتے مگر یہ استدلال ضعیف سا ہے کیونکہ یہاں عیب لگانے کی نفی ہے ترک مستحب پر نہ عیب لگایا جاتا ہے نہ اعتراض ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ اس غزوہ میں ←

حدیث ۳: ابوداود و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ انس بن مالک کعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے مسافر سے آدھی نماز معاف فرمادی (یعنی چار رکعت والی دو پڑھے گا) اور مسافر اور دُودھ پلانے والی اور حاملہ سے روزہ معاف فرما دیا۔ (3) (کہ اُن کو اجازت ہے کہ اُس وقت نہ رکھیں بعد میں وہ مقدار پوری کرلیں)۔

مسئلہ ۱: سفر و حمل اور بچہ کو دودھ پلانا اور مرض اور بڑھاپا اور خوف ہلاک و اکراہ و نقصانِ عقل اور جہاد یہ سب روزہ نہ رکھنے کے لیے عذر ہیں، ان وجوہ سے اگر کوئی روزہ نہ رکھے تو گنہگار نہیں۔ (4)

مسئلہ ۲: سفر سے مراد سفر شرعی ہے یعنی اتنی دُور جانے کے ارادہ سے نکلے کہ یہاں سے وہاں تک تین دن کی

حالات معمول پر نہوں گے ورنہ بحالت جنگ روزہ نہ رکھنا بہتر ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۳،ص۲۴۸)

(3) جامع الترمذي، أبواب الصوم، باب ماجاء في الرخصة في الافطار للحبلى والمرضع، الحدیث: ۷۱۵، ج۲،ص۱۷۰

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یہ انس ابن مالک وہ مشہور انس نہیں جو ابوطلحہ انصاری کے سوتیلے بیٹے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم ہیں وہ تو انصاری نجاری خزرجی ہیں، بہت سی احادیث کے راوی ہیں بلکہ یہ انس ابن مالک عبداللہ ابن کعب کی اولاد سے ہیں اسی لیے کعبی کہلاتے ہیں، ان سے بہت ہی کم احادیث یعنی صرف یہ ہی مروی ہے۔ (مرقات) اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ بیس صحابہ کے نام انس ہیں جن میں سے دو کے نام انس ابن مالک ہیں: ایک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص بہت سی احادیث کے راوی، دوسرے یہ، ان کا قیام بصرہ میں رہا۔

۲۔ اس طرح کہ مسافر پر نماز میں قصر واجب ہے صرف جائز نہیں جیسا کہ ہم مسافر کے باب میں ثابت کرچکے ہیں اور اپنی کتاب "جاء الحق" حصہ دوم میں بہت دلائل سے بیان کرچکے ہیں۔

۳۔ یعنی ان تین شخصوں سے روزہ کا فوری وجوب معاف ہوچکا ہے اگر چاہیں تو قضا کردیں۔ خیال رہے کہ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت پر بھی روزے کی قضاء ہی واجب ہے وہ فدیہ نہیں دے سکتیں، یہ ہی ہم احناف کا مذہب ہے یہ دونوں اس حکم میں مسافر کی طرح ہیں، نیز ان دونوں عورتوں کو قضاء کی اجازت جب ہے جب کہ انہیں روزہ سے اپنے بچہ پر خوف ہو۔ اشعہ نے فرمایا کہ مالدار عورت جس کا بچہ دودھ پیتا ہو وہ بچہ کے لیے دودھ پلائی رکھے اور خود روزہ رکھے۔

روایت ہے حضرت سلمہ ابن محبق سے ۱۔ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کے پاس سواری ہو جو اسے بحالت سیری منزل تک پہنچادے ۲۔ وہ رمضان کے روزے رکھے جہاں پائے ۳۔ (ابوداؤد) ۴۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۳،ص۲۵۳)

(4)۔ الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الصوم، فصل في العوارض، ج۳،ص۴۶۲

مسافت ہو، اگرچہ وہ سفر کسی ناجائز کام کے لیے ہو۔(5)

مسئلہ ۳: دن میں سفر کیا تو اُس دن کا روزہ افطار کرنے کے لیے آج کا سفر عذر نہیں۔ البتہ اگر توڑے گا تو کفارہ لازم نہ آئے گا مگر گنہگار ہوگا اور اگر سفر کرنے سے پہلے توڑ دیا پھر سفر کیا تو کفارہ بھی لازم اور اگر دن میں سفر کیا اور مکان پر کوئی چیز بھول گیا تھا، اُسے لینے واپس آیا اور مکان پر آکر روزہ توڑ ڈالا تو کفارہ واجب ہے۔(6)

مسئلہ ۴: مسافر نے ضحوۂ کبریٰ سے پیشتر اقامت کی اور ابھی کچھ کھایا نہیں تو روزہ کی نیت کر لینا واجب ہے۔(7)

مسئلہ ۵: حمل والی اور دودھ پلانے والی کو اگر اپنی جان یا بچہ کا صحیح اندیشہ ہے، تو اجازت ہے کہ اس وقت روزہ نہ رکھے، خواہ دودھ پلانے والی بچہ کی ماں ہو یا دائی اگرچہ رمضان میں دودھ پلانے کی نوکری کی ہو۔(8)

مسئلہ ۶: مریض کو مرض بڑھ جانے یا دیر میں اچھا ہونے یا تندرست کو بیمار ہو جانے کا گمان غالب ہو یا خادم و خادمہ کو ناقابل برداشت ضعف کا غالب گمان ہو تو ان سب کو اجازت ہے کہ اس دن روزہ نہ رکھیں۔(9)

---

(5) الدرالمختار، کتاب الصوم، فصل في العوارض، ج ۳، ص ۴۶۳

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں:

اگرچہ مسافر کو روزہ رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہے مگر عام حالات میں روزہ رکھ لینا بہتر تاکہ عام مسلمانوں کی موافقت بھی ہوجائے اور رمضان کے بعد قضاء گراں بھی نہ پڑے کیونکہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھنے کا ذکر پہلے فرمایا۔ خیال رہے کہ اگرچہ مسافر کو روزہ نہ رکھنے کا اختیار ہے مگر ماہ رمضان کی بے حرمتی کرنے کا اختیار نہیں لہذا بازاروں میں علانیہ نہ کھائے پیئے، نہ سگریٹ پیتا پھرے بلکہ چھپ کر کچھ کھائے پیئے، حیض ونفاس والی عورتوں کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ چھپ کر کھائیں پئیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۴۷)

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الخامس في الاعذار التي تبیح الافطار، ج ۱، ص ۲۰۶۔ ۲۰۷

(7) الجوھرۃ النیرۃ، کتاب الصوم، ص ۱۸۶

(8) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الصوم، فصل في العوارض، ج ۳، ص ۴۶۳

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں:

خیال رہے کہ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت پر بھی روزے کی قضاء ہی واجب ہے وہ فدیہ نہیں دے سکتیں، یہ ہی ہم احناف کا مذہب ہے یہ دونوں اس حکم میں مسافر کی طرح ہیں، نیز ان دونوں عورتوں کو قضاء کی اجازت جب ہے جب کہ انہیں روزہ سے اپنے بچہ پر خوف ہو۔ اشعہ نے فرمایا کہ مالدار عورت جس کا بچہ دودھ پیتا ہو وہ بچہ کے لیے دودھ پلائی رکھے اور خود روزہ رکھے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۵۳)

(9) الجوھرۃ النیرۃ، کتاب الصوم، ص ۱۸۳

←

مسئلہ ۷: ان صورتوں میں غالب گمان کی قید ہے محض وہم ناکافی ہے۔ غالب گمان کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) اس کی ظاہر نشانی پائی جاتی ہے یا

(۲) اس شخص کا ذاتی تجربہ ہے یا

(۳) کسی مسلمان طبیب حاذق مستور یعنی غیر فاسق نے اُس کی خبر دی ہو اور اگر نہ کوئی علامت ہو نہ تجربہ نہ اس قسم کے طبیب نے اُسے بتایا، بلکہ کسی کافر یا فاسق طبیب کے کہنے سے افطار کرلیا تو کفارہ لازم آئے گا۔ (10) آج کل کے اکثر اطبا اگر کافر نہیں تو فاسق ضرور ہیں اور نہ سہی تو حاذق طبیب فی زمانہ نایاب سے ہو رہے ہیں، ان لوگوں کا کہنا کچھ قابلِ اعتبار نہیں نہ ان کے کہنے پر روزہ افطار کیا جائے۔ ان طبیبوں کو دیکھا جاتا ہے کہ ذرا ذرا سی بیماری میں روزہ کو منع کردیتے ہیں، اتنی بھی تمیز نہیں رکھتے کہ کس مرض میں روزہ مُضر ہے کس میں نہیں۔

مسئلہ ۸: باندی کو اپنے مالک کی اطاعت میں فرائض کا موقع نہ ملے تو یہ کوئی عذر نہیں۔ فرائض ادا کرے اور اتنی دیر کے لیے اُس پر اطاعت نہیں۔ مثلاً فرض نماز کا وقت تنگ ہو جائے گا تو کام چھوڑ دے اور فرض ادا کرے اور اگر اطاعت کی اور روزہ توڑ دیا تو کفارہ دے۔ (11)

مسئلہ ۹: عورت کو جب حیض و نفاس آگیا تو روزہ جاتا رہا اور حیض سے پورے دس دن رات میں پاک ہوئی تو بہرحال کل کا روزہ رکھے اور کم میں پاک ہوئی تو اگر صبح ہونے کو اتنا عرصہ ہے کہ نہا کر خفیف سا وقت بچے گا تو بھی روزہ رکھے اور اگر نہا کر فارغ ہونے کے وقت صبح چمکی تو روزہ نہیں۔ (12)

مسئلہ ۱۰: حیض و نفاس والی کے لیے اختیار ہے کہ چھپ کر کھائے یا ظاہراً، روزہ کی طرح رہنا اس پر ضروری

والدر المختار، کتاب الصوم، فصل في العوارض، ج ۳، ص ۴۶۳

(10) ردالمحتار، کتاب الصوم، فصل في العوارض، ج ۳، ص ۴۶۴

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

جو ایسا مریض ہے کہ روزہ نہیں رکھ سکتا روزہ سے اُسے ضرر ہوگا، مرض بڑھے گا یا دن کھنچیں گے، اور یہ بات تجربہ سے ثابت ہو یا مسلم طبیب حاذق کے بیان سے جو فاسق نہ ہو تو جتنے دنوں یہ حالت رہے اگرچہ پُورا مہینہ وہ روزہ ناغہ کرسکتا ہے اور بعد صحت اس کی قضا رکھے، جتنے روزے چُھوٹے ہوں ایک سے تیس تک۔ اپنے بدلے دوسرے کو روزہ رکھوانا محض باطل و بے معنی ہے، بدنی عبادت ایک کے کئے دوسرے پر سے نہیں اُتر سکتی، نہ مرد کے بدلے مرد کے رکھے سے نہ عورت کے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۵۲۰ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(11) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الصوم، فصل في العوارض، ج ۳، ص ۴۶۴

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الخامس في الاعذار التي تبیح الافطار، ج ۱، ص ۲۰۷

نہیں۔(13) (جوہرہ) مگر چھپ کر کھانا اَولیٰ ہے خصوصاً حیض والی کے لیے۔

مسئلہ ۱۱: بھوک اور پیاس ایسی ہو کہ ہلاک کا خوف صحیح یا نقصانِ عقل کا اندیشہ ہو تو روزہ نہ رکھے۔(14)

مسئلہ ۱۲: روزہ توڑنے پر مجبور کیا گیا تو اسے اختیار ہے اور صبر کیا تو اجر ملے گا۔(15)

مسئلہ ۱۳: سانپ نے کاٹا اور جان کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں روزہ توڑ دیں۔(16)

مسئلہ ۱۴: جن لوگوں نے ان عذروں کے سبب روزہ توڑا، اُن پر فرض ہے کہ ان روزوں کی قضا رکھیں اور ان قضا روزوں میں ترتیب فرض نہیں۔ لہٰذا اگر ان روزوں کے پہلے نفل روزے رکھے تو یہ نفلی روزے ہو گئے، مگر حکم یہ ہے کہ عذر جانے کے بعد دوسرے رمضان کے آنے سے پہلے قضا رکھ لیں۔

حدیث میں فرمایا: جس پر اگلے رمضان کی قضا باقی ہے اور وہ نہ رکھے اس کے اس رمضان کے روزے قبول نہ ہوں گے۔(17) اور اگر روزے نہ رکھے اور دوسرا رمضان آگیا تو اب پہلے اس رمضان کے روزے رکھ لے، قضا نہ رکھے، بلکہ اگر غیر مریض و مسافر نے قضا کی نیت کی جب بھی قضا نہیں بلکہ اُسی رمضان کے روزے ہیں۔(18)

مسئلہ ۱۵: خود اس مسافر کو اور اُس کے ساتھ والے کو روزہ رکھنے میں ضرر نہ پہنچے تو روزہ رکھنا سفر میں بہتر ہے ورنہ نہ رکھنا بہتر۔(19)

---

(13) الجوهرة النيرة، كتاب الصوم، ص۱۸٦

(14) الفتاوى الهندية، كتاب الصوم، الباب الخامس في الاعذار التي تبيح الافطار، ج۱، ص۲۰۷

(15) ردالمحتار، كتاب الصوم، فصل في العوارض، ج۳، ص٤٦٢

(16) المرجع السابق

(17) المسند للامام أحمد بن حنبل، مسند أبي هريرة، الحديث: ۸٦۲۹، ج۳، ص۲٦٦

(18) الدرالمختار، كتاب الصوم، فصل في العوارض، ج۳، ص٤٦٥

(19) الدرالمختار، كتاب الصوم، فصل في العوارض، ج۳، ص٤٦٥

اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

جو اپنے گھر سے تین منزل کامل یا زیادہ کی راہ کا ارادہ کرکے چلے خواہ کسی نیت اچھی یا بُری سے جاتا ہو، وہ جب تک مکان کو پلٹ کر نہ آئے یا بیچ میں کہیں ٹھہرنے کی جگہ پندرہ دن قیام کی نیت نہ کر لے مسافر ہے، ایسے شخص کو جس دن کی صبح صادق مسافرت کے حال میں آئے اُس دن کا روزہ ناغہ کرنا اور پھر کبھی اس کی قضا رکھ لینا جائز ہے، پھر اگر روزہ اسے نقصان نہ کرے نہ اُس کے رفیق کو اُس کے روزہ سے ایذا ہو جب تو روزہ رکھنا ہی بہتر ہے ورنہ قضا کرنا بہتر ہے،

فی الدر المختار لمسافر سفر اشرعيا ولو بمعصية الفطر، ويندب الصوم ان لم يضره فأن شق عليه او ←

مسئلہ ۱۶: اگر یہ لوگ اپنے اُسی عذر میں مر گئے، اتنا موقع نہ ملا کہ قضا رکھتے تو ان پر یہ واجب نہیں کہ فدیہ کی وصیت کر جائیں پھر بھی وصیت کی تو تہائی مال میں جاری ہوگی اور اگر اتنا موقع ملا کہ قضا روزے رکھ لیتے، مگر نہ رکھے تو

علی رفیقه فالفطر افضل لموافقة الجماعة. یجب علی مقیم اتمام صوم یوم من رمضان سافر فی ذلك الیوم اھ ا ملتقطا

درمختار میں ہے وہ مسافر جس کا سفر شرعی (مقدار کے برابر) ہو خواہ گناہ کی خاطر ہو روزہ چھوڑ سکتا ہے اور اگر اسے روزہ تکلیف نہ دے تو روزہ رکھنا مستحب ہے، اور اگر روزہ مشکل ہو یا اس کے ساتھی پر مشکل ہو تو پھر جماعت کی موافقت میں افطار افضل ہے۔ مقیم پر اس روزہ رمضان کا اتمام لازم ہے جس دن اس نے سفر شروع کیا اھ مختصراً۔

(اے درمختار باب مایفسد الصوم فصل فی العوارض مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۵۲ تا ۱۵۴)

یونہی غازی اگر یقینا جانے کہ اب دشمن سے مقابلہ ہونے والا ہے اور روزہ رکھوں گا تو ضعف کا اندیشہ ہے تو وہ بھی ناغہ کرے اگرچہ سفر میں نہ ہو۔

فی ردالمحتار عن النهر عن الخلاصة الغازی اذا کان یعلم یقیناً انه یقاتل العدو فی رمضان ویخاف الضعف ان لم یفطر افطر ۲ے

ردالمحتار میں نہر سے خلاصہ سے ہے کہ غازی کو جب یقین ہو کہ رمضان میں دشمن سے مقابلہ ہوگا اور اگر روزہ رکھا تو کمزور ہو جائے گا تو روزہ نہ رکھے۔ (۲ے ردالمحتار، باب مایفسد الصوم فصل فی العوارض، مصطفی البابی مصر، ۲/ ۱۲۶)

مگر یہ اجازت بلا سفر صرف اُسی کو مل سکتی ہے جو حمایت یا اعانتِ دینِ اسلام میں لڑتا ہو، باقی ملکی لڑائیاں یا معاذاللہ کفر کی حمایت یا کافر کی طرف ہو کر اگرچہ دوسرے کافر ہی سے لڑنا، یہ سب گناہ ہیں۔ گناہ پر طاقت کے لیے روزہ قضا کرنے کی اجازت ممکن نہیں۔

فی مستامن فتح القدیر. فرع نفیس فی المبسوط لو غار قوم من اهل الحرب علی اهل الدار التی فیهم المسلم المستامن لا یحل له قتال هؤلاء الکفار الا ان خاف علی نفسه لان القتال لما کان تعریضا لنفسه علی الهلاك لا یحل الا لذلك او لاعلاء کلمة الله تعالیٰ وهو اذا لم یخف علی نفسه لیس قتاله لهؤلاء الا اعلاء لکفر. اے

فتح القدیر کے باب المستامن میں ہے کہ مبسوط میں نہایت نفیس جزئیہ ہے کہ اگر اہلِ حرب میں سے کچھ لوگوں نے کسی ایسے علاقے پر حملہ کر دیا جس میں کسی مسلمان نے پناہ لے رکھی تھی تو اس مسلمان کے لیے ان کفار کے ساتھ لڑائی کرنا جائز نہ ہوگا، البتہ اس صورت میں جب اسے اپنی جان کا خوف ہو، کیونکہ قتال میں اپنے آپ کو ہلاکت پر پیش کرنا ہوتا ہے اور یہ جائز نہیں مگر اس صورت میں جب اپنی جان کا خوف ہو یا کلمۃ اللہ تعالیٰ کی سربلندی کے لیے ہو، اور جب اسے اپنے نفس کا خوف نہیں تو اب اس کا قتال سوائے کفر کی بلندی کے کچھ نہ ہوگا۔

(اے فتح القدیر باب المستامن مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۲۶۷)

ہاں جب یہ لوگ سفر میں ہوں تو بوجہ سفر اجازت ہوگی اگرچہ وہ سفر جانب سقر ہو۔ کما قدمنا عن الدر المختار والخلاف فیه معروف بیننا وبین الشافعی رضی الله تعالیٰ عن الجمیع. والله تعالیٰ اعلم.

←

وصیّت کرجانا واجب ہے اور عمداً نہ رکھے ہوں تو بدرجہ اَولیٰ وصیّت کرنا واجب ہے اور وصیّت نہ کی، بلکہ ولی نے اپنی طرف سے دے دیا تو بھی جائز ہے مگر ولی پر دینا واجب نہ تھا۔(20)

مسئلہ ۱۷: ہر روزہ کا فدیہ بقدر صدقہ فطر ہے اور تہائی مال میں وصیّت اس وقت جاری ہوگی، جب اس میت کے وارث بھی ہوں اور اگر وارث نہ ہوں اور سارے مال سے فدیہ ادا ہوتا ہو تو سب فدیہ میں صرف کر دینا لازم ہے۔ یوہیں اگر وارث صرف شوہر یا زوجہ ہے تو تہائی نکالنے کے بعد ان کا حق دیا جائے، اس کے بعد جو کچھ بچے اگر فدیہ میں صرف ہوسکتا ہے تو صرف کر دیا جائے گا۔(21)

جیسا کہ ہم نے دُرمختار کے حوالے سے پیچھے بیان کیا ہے اور اس میں ہمارے اور امام شافعی (اللہ تعالیٰ ان تمام سے راضی ہو) کے درمیان مشہور اختلاف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۳۴۷۔۳۴۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(20) الدرالمختار، کتاب الصوم، فصل في العوارض، ج ۳، ص ۴۶۶

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الخامس في الاعذار التي تبیح الافطار، ج ۱، ص ۲۰۷

(21) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الصوم، فصل في العوارض، ج ۳، ص ۴۶۷

نَماز کا فِدیہ

جن کے رشتے دار فوت ہوئے ہوں وہ اس مضمون کا ضرور مُطالعہ فرمائیں۔

میِّت کی عُمر معلوم کر کے اِس میں سے نو سال عورت کیلئے اور بارہ سال مَرد کیلئے نابالغی کے نکال دیجئے۔ باقی جتنے سال بچے ان میں حساب لگایئے کہ کتنی مدّت تک وہ (یعنی مرحومہ یا مرحوم) بے نمازی رہا یا بے روزہ رہا، یا کتنی نمازیں یا روزے اس کے ذمّہ قضا کے باقی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ اندازہ لگالیجئے۔ بلکہ چاہیں تو نابالغی کی عمر کے بعد بقیہ تمام عُمر کا حساب لگالیجئے۔ اب فی نماز ایک ایک صدقۂ فطر خیرات کیجئے۔ ایک صدقۂ فطر کی مقدار تقریباً دو کلو 80 گرام کم گیہوں یا اس کا آٹا یا اس کی رقم ہے۔ اور ایک دن کی چھ نمازیں ہیں پانچ فرض اور ایک وتر واجب۔ مَثَلاً دو کلو 80 گرام کم گیہوں کی رقم 12 روپے ہو تو ایک دن کی نمازوں کے 72 روپے ہوئے اور 30 دن کے 2160 روپے اور بارہ ماہ کے تقریباً 25920 روپے ہوئے۔ اب کسی میِّت پر 50 سال کی نمازیں باقی ہیں تو فدیہ ادا کرنے کیلئے 1296000 روپے خیرات کرنے ہوں گے۔ ظاہر ہے ہر کوئی اِتنی رقم خیرات کرنے کی اِستطاعت (طاقت) نہیں رکھتی، اس کیلئے عُلمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السّلام نے شَرعی حیلہ ارشاد فرمایا ہے۔ مَثَلاً وہ 30 دن کی تمام نمازوں کے فدیہ کی نیت سے 2160 روپے کسی فقیر یا فقیرنی کی مِلک کردے، یہ 30 دن کی نمازوں کا فدیہ ادا ہوگیا۔ اب وہ فقیر یا فقیرنی یہ رقم اُس دینے والے ہی کو ہبہ کر دے (یعنی تحفے میں دیدے) یہ قبضہ کرنے کے بعد پھر فقیر یا فقیرنی کو 30 دن کی نمازوں کے فدیے کی نیت سے قبضہ میں دے کر اس کا مالک بنادے۔ اس طرح لَوٹ پھیر کرتے رہیں یوں ساری نمازوں کا فدیہ ادا ہو جائے گا۔ 30 دن کی رقم کے ذریعے ہی حیلہ کرنا شرط نہیں وہ تو سمجھانے کیلئے مثال دی ہے۔ بالفرض 50 سال کے فِدیوں کی رقم موجود ہو تو ایک ہی بار لَوٹ پھیر کرنے میں کام ہوجائے گا نیز فطرہ کی رقم کا ←

مسئلہ ۱۸: وصیّت کرنا صرف اتنے ہی روزوں کے حق میں واجب ہے جن پر قادر ہوا تھا، مثلاً دس قضا ہوئے تھے اورعذر جانے کے بعد پانچ پر قادر ہوا تھا کہ انتقال ہوگیا تو پانچ ہی کی وصیت واجب ہے۔(22)

مسئلہ ۱۹: ایک شخص کی طرف سے دوسرا شخص روزہ نہیں رکھ سکتا۔(23)

مسئلہ ۲۰: اعتکاف واجب اور صدقہ فطر کا بدلہ اگر ورثہ ادا کر دیں تو جائز ہے اور اُن کی مقدار وہی بقدر صدقہ فطر ہے اورزکاۃ دینا چاہیں توجتنی واجب تھی اُس قدر نکالیں۔(24)

مسئلہ ۲۱: شیخ فانی یعنی وہ بوڑھا جس کی عمر ایسی ہوگئی کہ اب روز بروز کمزور ہی ہوتا جائے گا، جب وہ روزہ رکھنے سے عاجز ہو یعنی نہ اب رکھ سکتا ہے نہ آئندہ اُس میں اتنی طاقت آنے کی اُمید ہے کہ روزہ رکھ سکے گا، اُسے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور ہر روزہ کے بدلے میں فدیہ یعنی دونوں وقت ایک مسکین کو بھر پیٹ کھانا کھلانا اس پر واجب ہے یا ہر روزہ کے بدلے میں صدقہ فطر کی مقدار مسکین کو دیدے۔(25)

حساب بھی گیہوں کے موجودہ بھاؤ سے لگانا ہوگا۔ اِسی طرح روزوں کا فِدیہ بھی فی روزہ ایک صَدَقۂ فطر ہے نمازوں کا فِدیہ ادا کرنے کے بعد روزوں کا بھی اِسی طریقے سے فِدیہ ادا کر سکتے ہیں۔ غریب وامیر سبھی فِدیہ کا حیلہ کر سکتے ہیں۔ اگر وُرثا اپنے مرحومین کیلئے یہ عمل کریں تو یہ میّت کی زبردست امداد ہوگی، اِس طرح مرنے والا بھی اِن شاء اللہ عزوجل فرض کے بوجھ سے آزاد ہوگا اور وُرثا بھی اَجر وثواب کے مُستحق ہوں گے۔ بعض اسلامی بہنیں مسجد وغیرہ میں ایک قرآنِ پاک کانُسخہ دے کر اپنے من کو منالیتی ہیں کہ ہم نے مرحوم کی تمام نمازوں کا فِدیہ ادا کر دیا یہ ان کی غَلَط فہمی ہے۔(تفصیل کیلئے دیکھئے: فتاوٰی رضویہ، ج ۸، ص ۱۶۷)

<u>مرحومہ کے فِدیہ کا ایک مسئلہ</u>

عورت کی عادتِ حیض اگر معلوم ہوتو اس قدر دن اور نہ معلوم ہوتو ہر مہینے سے تین دن نو برس کی عمر سے مُستثنیٰ کریں (یعنی نو برس کی عمر کے بعد سے لیکر وفات تک ہر مہینے سے تین دن حیض کے سمجھ کر نکال دیں اور بقیہ جتنے دن بنیں ان کے حساب سے فدیہ ادا کر دیں۔) مگر جتنی بار حَمل رہا ہو مدّتِ حَمل کے مہینوں سے ایامِ حَیض کا اِستِثناء نہ کریں۔(چونکہ اس مدت میں حیض نہیں آتا اِس لئے حیض کے دن کم نہ کریں) عورت کی عادت دربارۂ نِفاس اگر معلوم ہوتو ہر حَمل کے بعد اُتنے دن مُستثنیٰ کریں (یعنی کم کر دیں) اور نہ معلوم ہوتو کچھ نہیں کہ نِفاس کے لئے جانبِ اَقل (یعنی کم سے کم) میں شرعاً کچھ تقدیر (مقدار مقرّر) نہیں ممکن ہے کہ ایک ہی منٹ آ کر فوراً پاک ہو جائے۔(یعنی اگر نِفاس کی مدت یاد نہیں تو دن کم نہ کرے)(ماخوذ از فتاوٰی رضویہ ج ۸، ص ۱۵۴)

(22) الدرالمختار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۳، ص ۴۶۷

(23) انظر: فتح القدیر، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۲، ص ۲۷۹

(24) الدرالمختار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۳، ص ۴۷۱

(25) الدرالمختار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۳، ص ۴۷۱، وغیرہ

مسئلہ ۲۲: اگر ایسا بوڑھا گرمیوں میں بوجہ گرمی کے روزہ نہیں رکھ سکتا، مگر جاڑوں (سردیوں) میں رکھ سکے گا تو اب افطار کرلے اور اُن کے بدلے کے جاڑوں میں رکھنا فرض ہے۔(26)

مسئلہ ۲۳: اگر فدیہ دینے کے بعد اتنی طاقت آگئی کہ روزہ رکھ سکے، تو فدیہ صدقہ نفل ہو کر رہ گیا ان روزوں کی قضار کھے۔(27)

مسئلہ ۲۴: یہ اختیار ہے کہ شروع رمضان ہی میں پورے رمضان کا ایک دم فدیہ دے دے یا آخر میں دے اور اس میں تملیک (مالک بنا دینا) شرط نہیں بلکہ اباحت بھی کافی ہے اور یہ بھی ضرور نہیں کہ جتنے فدیے ہوں اتنے ہی مساکین کو دے بلکہ ایک مسکین کو کئی دن کے فدیے دے سکتے ہیں۔(28)

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:
شیخ فانی کی عمر اسی یا نوے سال لکھی ہے اور حقیقۃً بنائے حکم اس کی حالت پر ہے اگر سو برس کا بوڑھا روزہ پر قادر رہے شیخ فانی نہیں اور اگر وہ ستر برس میں بوجہ ضعف بینہ بڑھاپے سے ایسا زار ونزار ہو جائے کہ روزہ کی طاقت نہ رہے تو شیخ فانی ہے۔ غرض شیخ فانی وہ ہے جسے بڑھاپے نے ایسا ضعیف کر دیا ہو، اور جب اُس ضعف کی علت بڑھاپا ہوگا تو اُس کے زوال کی اُمید نہیں اُسے روزے کے عوض فدیہ کا حکم ہے باقی نماز وطہارت کے بارہ میں پیر جوان سب کا ایک حکم ہے، جو جس وقت جس حالت میں جتنی بات سے معذور ہوگا بقدر ضرورت تا وقت اُسے تخفیف دی جائے گی۔

قال تعالیٰ لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا۔(۱ـ القرآن ۲/۲۸۶)
(اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے اللہ ہر کسی کو اس کی طاقت کے مطابق ہی حکم دیتا ہے۔ت) واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص۵۴۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(26) ردالمحتار، کتاب الصوم، فصل في العوارض، ج ۳، ص ۴۷۲

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:
بعض جاہلوں نے یہ خیال کرلیا ہے کہ روزہ کا فدیہ ہر شخص کے لئے جائز ہے جبکہ روزے میں اسے کچھ تکلیف ہو، ایسا ہرگز نہیں، فدیہ صرف شیخ فانی کے لیے رکھا ہے جو بہ سبب پیرانہ سالی حقیقۃً روزہ کی قدرت نہ رکھتا ہو، نہ آئندہ طاقت کی امید کہ عمر جتنی بڑھے گی ضعف بڑھے گا اُس کے لیے فدیہ کا حکم ہے، اور جو شخص روزہ خود رکھ سکتا ہو اور ایسا مریض نہیں جس کے مرض کو روزہ مضر ہو، اس پر خود روزہ رکھنا فرض ہے اگرچہ تکلیف ہو۔ بھوک پیاس گرمی خشکی کی تکلیف تو گویا لازم روزہ ہے اور اسی حکمت کے لیے روزہ کا حکم فرمایا گیا ہے، اس کے ڈر سے اگر روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہو تو معاذ اللہ روزے کا حکم ہی بیکار و معطل ہو جائے، (فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص۵۲۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(27) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الخامس في الاعذار التي تبیح الافطار، ج ۱، ص ۲۰۷

(28) الدرالمختار، کتاب الصوم، فصل في العوارض، ج ۳، ص ۴۷۲، وغیرہ

مسئلہ ۲۵: قسم (29) یا قتل (30) کے کفارہ کا اس پر روزہ ہے اور بڑھاپے کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتا تو اس روزہ کا فدیہ نہیں اور روزہ توڑنے یا ظہار (31) کا کفارہ اس پر ہے، تو اگر روزہ نہ رکھ سکے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے۔ (32)

مسئلہ ۲۶: کسی نے ہمیشہ روزہ رکھنے کی منت مانی اور برابر روزے رکھے تو کوئی کام نہیں کرسکتا جس سے بسر اوقات ہو تو اُسے بقدر ضرورت افطار کی اجازت ہے اور ہر روزے کے بدلے میں فدیہ دے اور اس کی بھی قوت نہ ہو تو استغفار کرے۔ (33)

مسئلہ ۲۷: نفل روزہ قصداً شروع کرنے سے لازم ہو جاتا ہے کہ توڑے گا تو قضا واجب ہوگی اور یہ گمان کر کے کہ اس کے ذمہ کوئی روزہ ہے، شروع کیا بعد کو معلوم ہوا کہ نہیں ہے، اب اگر فوراً توڑ دیا تو کچھ نہیں اور یہ معلوم کرنے کے بعد نہ توڑا تو اب نہیں توڑ سکتا، توڑے گا تو قضا واجب ہوگی۔ (34)

مسئلہ ۲۸: نفل روزہ قصداً نہیں توڑا بلکہ بلا اختیار ٹوٹ گیا، مثلاً اثنائے روزہ میں حیض آ گیا، جب بھی قضا واجب ہے۔ (35)

مسئلہ ۲۹: عیدین یا ایام تشریق میں روزہ نفل رکھا تو اس روزہ کا پورا کرنا واجب نہیں، نہ اُس کے توڑنے سے قضا واجب، بلکہ اس روزہ کا توڑ دینا واجب ہے اور اگر ان دنوں میں روزہ رکھنے کی منت مانی تو منت پوری کرنی واجب ہے مگر ان دنوں میں نہیں بلکہ اور دنوں میں۔ (36)

مسئلہ ۳۰: نفل روزہ بلا عذر توڑ دینا ناجائز ہے، مہمان کے ساتھ اگر میزبان نہ کھائے گا تو اسے ناگوار ہوگا یا مہمان اگر کھانا نہ کھائے تو میزبان کو اذیت ہوگی تو نفل روزہ توڑ دینے کے لیے یہ عذر ہے، بشرطیکہ یہ بھروسہ ہو کہ اس کی قضا رکھ لے گا اور بشرطیکہ ضحوہ کبریٰ سے پہلے توڑے بعد کو نہیں۔ زوال کے بعد ماں باپ کی ناراضی کے سبب توڑ سکتا ہے

---

(29) قسم کے کفارے میں تین روزے ہیں۔

(30) یعنی قتل خطا کے کفارے میں دو ماہ کے روزے ہیں۔

(31) ظہار کے کفارے میں دو ماہ کے روزے ہیں۔ (النتف في الفتاوی، کتاب الصوم، ص ۹۳ـ۹۴)

(32) الفتاوی الهندية، کتاب الصوم، الباب الخامس في الاعذار التي تبيح الافطار، ج۱، ص ۲۰۷

(33) ردالمحتار، کتاب الصوم، فصل في العوارض، ج۳، ص ۴۷۲

(34) الدرالمختار، کتاب الصوم، فصل في العوارض، ج۳، ص ۴۷۳

(35) المرجع السابق، ص ۴۷۴

(36) ردالمحتار، کتاب الصوم، فصل في العوارض، ج۳، ص ۴۷۴

اور اس میں بھی عصر کے قبل تک توڑ سکتا ہے بعد عصر نہیں۔(37)

مسئلہ ۳۱: کسی نے یہ قسم کھائی کہ اگر تو روزہ نہ توڑے تو میری عورت کو طلاق ہے، تو اُسے چاہیے کہ اس کی قسم سچی کر دے یعنی روزہ توڑ دے اگرچہ روزہ قضا ہو(38) اگرچہ بعد زوال ہو۔

مسئلہ ۳۲: اُس کی کسی بھائی نے دعوت کی تو ضحوہ کبریٰ کے قبل روزہ نفل توڑ دینے کی اجازت ہے۔(39)

مسئلہ ۳۳: عورت بغیر شوہر کی اجازت کے نفل اور منّت وقسم کے روزے نہ رکھے اور رکھ لیے تو شوہر تڑوا سکتا ہے مگر توڑے گی تو قضا واجب ہوگی، مگر اس کی قضا میں بھی شوہر کی اجازت درکار ہے یا شوہر اور اُس کے درمیان جدائی ہو جائے یعنی طلاق بائن دیدے یا مر جائے ہاں اگر روزہ رکھنے میں شوہر کا کچھ حرج نہ ہو مثلاً وہ سفر میں ہے یا بیمار ہے یا احرام میں ہے تو ان حالتوں میں بغیر اجازت کے بھی قضا رکھ سکتی ہے، بلکہ اگر وہ منع کرے جب بھی اور ان دنوں میں بھی بے اس کی اجازت کے نفل نہیں رکھ سکتی۔ رمضان اور قضائے رمضان کے لیے شوہر کی اجازت کی کچھ ضرورت نہیں بلکہ اس کی ممانعت پر بھی رکھے۔(40)

---

(37) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الصوم، فصل في العوارض، ج ۳، ص ۴۷۵۔ ۴۷۷

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الخامس في الاعذار التي تبیح الافطار، ج ۱، ص ۲۰۸

(38) الدرالمختار، کتاب الصوم، فصل في العوارض، ج ۳، ص ۴۷۶

(39) الدرالمختار، کتاب الصوم، فصل في العوارض، ج ۳، ص ۴۷۷

(40) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الصوم، فصل في العوارض، ج ۳، ص ۴۷۷

عورت کا شوہر کی موجودگی میں اُس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا

حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: کسی عورت کے لئے جائز نہیں کہ اپنے شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر روزہ رکھے اور نہ ہی شوہر کی مرضی کے بغیر کسی کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت دے۔(صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب لاتأذن المرأۃ في بیت ۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۵۱۹۵، ص ۴۴۹)

سیدنا امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے: سوائے (ماہِ) رمضان المبارک کے (یعنی اس ماہ میں عورت شوہر کی اجازت کے بغیر بھی روزہ رکھ سکتی ہے)۔(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرہ، الحدیث: ۹۷۴۰، ج ۳، ص ۴۵۱)

سرکارِ ابد قرار، شافعِ روزِ شمار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: عورت رمضان المبارک کے علاوہ شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر کسی دن کا روزہ نہ رکھے۔

(جامع الترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء فی کراھیۃ ۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۷۸۲، ص ۱۷۲۴)

شاہِ ابرار، ہم غریبوں کے غمخوار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو عورت شوہر کی اجازت کے بغیر روزہ رکھے ←

مسئلہ ۳۴: باندی غلام بھی علاوہ فرائض کے مالک کی اجازت بغیر نہیں رکھ سکتے۔ ان کا مالک چاہے تو تڑوا سکتا ہے۔ پھر اُس کی قضا مالک کی اجازت پر یا آزاد ہونے کے بعد رکھیں۔ البتہ غلام نے اگر اپنی عورت سے ظہار کیا تو کفارہ کے روزے بغیر مولیٰ کی اجازت کے رکھ سکتا ہے۔(41)

مسئلہ ۳۵: مزدور یا نوکر اگر نفل روزہ رکھے تو کام پورا ادا نہ کر سکے گا تو مستاجر یعنی جس کا نوکر ہے یا جس نے مزدوری پر اُسے رکھا ہے، اُس کی اجازت کی ضرورت ہے اور کام پورا کر سکے تو کچھ ضرورت نہیں۔(42)

مسئلہ ۳۶: لڑکی کو باپ اور ماں کو بیٹے اور بہن کو بھائی سے اجازت لینے کی کچھ ضرورت نہیں اور ماں باپ اگر بیٹے کو روزہ نفل سے منع کر دیں، اس وجہ سے کہ مرض کا اندیشہ ہے تو ماں باپ کی اطاعت کرے۔(43)

❁❁❁❁❁

پھر اس کا شوہر اس کے ساتھ کسی کام (یعنی ہم بستری وغیرہ) کا ارادہ کرے لیکن وہ منع کر دے تو اللہ عزوجل اس عورت پر تین کبیرہ گناہ لکھتا ہے۔ (المعجم الاوسط، الحدیث: ۲۳۳، ج۱، ص۱۶)

رسولِ انور، صاحبِ کوثر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: عورت پر شوہر کے حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے پھر اگر اس نے ایسا کیا تو بھوکی پیاسی رہے گی اور اس کا روزہ قبول نہ ہوگا۔

(مجمع الزوائد، کتاب النکاح، باب حق الزوج علی المرأۃ، الحدیث: ۷۶۳۸، ج۴، ص۵۶۳)

(41) المرجع السابق، ص۴۷۸

(42) ردالمحتار، کتاب الصوم، فصل في العوارض، ج۳، ص۴۷۸

(43) المرجع السابق، ص۴۷۸

روزہ نفل کے فضائل

(۱) عاشورا یعنی دسویں محرم کا روزہ اور بہتر یہ ہے کہ نویں کو بھی رکھے

حدیث ۱: صحیحین میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عاشورا کا روزہ خود رکھا اور اس کے رکھنے کا حکم فرمایا۔(1)

حدیث ۲: مسلم و ابو داود و ترمذی و نسائی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: رمضان کے بعد افضل روزہ محرم کا روزہ ہے اور فرض کے بعد افضل نماز صلاۃ اللیل ہے۔(2)

---

(1) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب ای یوم یصام فی عاشوراء، الحدیث: ۱۱۳۴، ص ۵۷۳

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا پہلے وجوبی حکم دیا اور فرضیت رمضان کے بعد استحبابی۔ واقعہ یہ ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد ہجرت یہود مدینہ کو روزہ رکھتے پایا ان سے اس کی وجہ پوچھی وہ بولے کہ اس دن اللہ تعالٰی نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات دی کہ اسے غرق کیا، سرکار نے فرمایا "نَحْنُ اَحَقُّ بِمُوْسٰی مِنْکُمْ" بمقابلہ تمہارے موسیٰ علیہ السلام کا ہم پر زیادہ حق ہے یہ فرما کر عاشورہ کا روزہ مسلمانوں پر فرض کر دیا، پھر روزہ رمضان سے اس کی فرضیت تو منسوخ ہوگئی مگر حضور استحبابًا خود بھی یہ روزہ رکھتے رہے اور صحابہ کو بھی حکم دیتے رہے تب وہ واقعہ پیش آیا جو یہاں مذکور ہے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۶۹)

(2) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل صوم المحرم، الحدیث: ۱۱۶۳، ص ۵۹۱

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا ظاہر یہ ہے کہ محرم سے مراد عاشورہ کا دن ہے نہ کہ سارا ماہ محرم ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے روزے زیادہ رکھا کرتے، چونکہ عاشورہ کا دن محرم میں واقع اور عاشورہ میں بڑے اہم واقعات ہو چکے ہیں: آدم علیہ السلام کی توبہ کی قبولیت، نوح علیہ السلام کی کشتی کا جودی پہاڑ پر ٹھہرنا، یعقوب علیہ السلام کا اپنے فرزند یوسف علیہ السلام سے ملنا، فرعون کا غرق اور موسیٰ علیہ السلام کی نجات، ایوب علیہ السلام کی شفا، یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے باہر آنا وغیرہ عاشورہ ہی کے دن ہوئے، بعد میں شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ اور قیامت کا آنا اسی دن میں ہونے والا تھا اس لیے سارے محرم کو اللہ کا مہینہ فرمایا گیا یعنی اللہ کے محبوبوں کا مہینہ کہ جو اللہ کے بندوں کا ہو جائے وہ اللہ کا ہو جاتا ہے اور جس دن یا جس مہینہ میں کوئی اہم کام ہوا ہو اس میں عبادتیں کرنا بہتر ہے لہذا ربیع الثانی کی گیارہویں، ربیع الاول کی بارھویں، رجب کی ستائیسویں افضل تاریخیں ہیں اور ان میں عبادات، روزہ، نوافل، میلاد شریف وغیرہ کرنا بہت بہتر ہے۔ یہ حدیث ←

حدیث ۳: صحیحین میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، فرماتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کسی دن کے روزہ کو اور دن پر فضیلت دے کر جستجو فرماتے نہ دیکھا مگر یہ عاشورا کا دن اور یہ رمضان کا مہینہ۔(3)

حدیث ۴: صحیحین میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے، یہود کو عاشورا کے دن روزہ دار پایا، ارشاد فرمایا: یہ کیا دن ہے کہ تم روزہ رکھتے ہو؟ عرض کی، یہ عظمت والا دن ہے کہ اس میں موسیٰ علیہ الصلاۃ والسّلام اور اُن کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے نجات دی اور فرعون اور اُس کی قوم کو ڈبو

بہت سے صوفیانہ و عالمانہ مسائل کا ماخذ ہے۔صوفیائے کرام بہت سے اعمال کی زکوۃ عاشورہ کے دن ادا کرتے ہیں۔اس کی تحقیق ہماری کتاب"جاء الحق"حصہ اول میں دیکھیے۔

۲۔فرض سے مراد نماز پنجگانہ ہے مع سنن مؤکدہ اور وتر کے،اور رات کی نماز سے مراد تہجد ہے یعنی فرائض وتر اور سنن مؤکدہ کے بعد درجہ نماز تہجد کا ہے کیوں نہ ہو کہ اس نماز میں مشقت بھی زیادہ ہے اور خصوصی حضور بھی غالب، یہ نماز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی،رب تعالیٰ فرماتا ہے:"وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ"۔رب تعالیٰ نے تہجد پڑھنے والوں کے بڑے فضائل بیان فرمائے:"تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ"اور فرماتا ہے:"وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا"وغیرہ۔فقیر کی وصیت ہے کہ ہر مسلمان ہمیشہ تہجد پڑھے اور اس نماز کا ثواب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ کردیا کرے بلکہ انہی کی طرف سے ادا کیا جائے ان شاء اللہ! وہاں سے بہت کچھ ملے گا۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح،ج۳،ص۲۶۷)

(3) صحیح البخاري، کتاب الصوم، باب صوم یوم عاشوراء، الحدیث:۲۰۰۶، ج۱،ص۶۵۷

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔یعنی اس کو بہت بہتر بھی سمجھتے ہوں اور مبالغہ سے اس کی جستجو بھی کرتے ہوں اور سال بھر تک اس کا انتظار فرماتے ہوں یعنی آپ کا انتظار اور تلاش کرنا اتفاقًا نہ تھا بلکہ ان کو سب سے افضل بیان کرنا تھا۔

۲۔یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنوں میں عاشورے کے دن کو بہت افضل جانتے تھے اور مہینوں میں رمضان کے مہینہ کو۔عاشورے کی افضلیت کے وجوہ ابھی عرض کئے گئے۔ماہ رمضان نزول قرآن کا مہینہ ہے،اس میں شب قدر ہزار مہینوں سے افضل ہے اس کا آخری عشرہ اعتکاف کا زمانہ ہے،اس مہینہ میں جبریل امین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن کریم کا دور فرمایا کرتے تھے،نیز اس مہینہ میں دوزخ بند رہتی ہے جنت کے دروازے کھلے رہتے ہیں،شیطان قید ہوجاتے ہیں اس لیے یہ مہینہ دوسرے مہینوں سے افضل ہے۔خیال رہے کہ قریش عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے اور ہجرت سے پہلے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی عمل تھا ہجرت کے بعد اسلام میں اس دن کا روزہ فرض ہوا،پھر رمضان کی فرضیت سے اس روزے کی فرضیت تو منسوخ ہوگئی مگر سنیت اور استحباب اب بھی باقی ہے۔یہاں مرقات نے فرمایا کہ صوم عاشورہ کا افضل اور یوم عرفہ کا افضل یعنی نویں ذی الحجہ کہ وہ حج کا دن ہے لہذا یہ حدیث عرفہ کی افضلیت کی حدیث کے خلاف نہیں۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح،ج۳،ص۲۶۸)

دیا، لہٰذا موسیٰ علیہ السّلام نے بطور شکر اُس دن کا روزہ رکھا تو ہم بھی روزہ رکھتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: موسیٰ علیہ الصلاۃ والسّلام کی موافقت کرنے میں بہ نسبت تمھارے ہم زیادہ حق دار اور زیادہ قریب ہیں تو حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے خود بھی روزہ رکھا اور اُس کا حکم بھی فرمایا۔(4)

حدیث ۵: صحیح مسلم میں ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مجھے اللہ (عزوجل) پر گمان ہے کہ عاشورا کا روزہ ایک سال قبل کے گناہ مٹا دیتا ہے۔(5)

❁❁❁❁❁

(4) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب صوم یوم عاشوراء، الحدیث: ۱۲۸۔(۱۱۳۰)، ص۵۷۱

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس روز اللہ عزوجل کوئی خاص نعمت عطا فرمائے اس کی یادگار قائم کرنا درست و محبوب ہے کہ وہ نعمت خاصہ یاد آئیگی اور اس کا شکر ادا کرنے کا سبب ہوگا۔ خود قرآن عظیم میں ارشاد فرمایا:

(وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ) (پ ۱۳، ابراہیم: ۵) خدا کے انعام کے دنوں کو یاد کرو۔

اور ہم مسلمانوں کے لیے ولادت اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر کون سا دن ہوگا، جس کی یادگار قائم کریں کہ تمام نعمتیں انہیں کے طفیل میں ہیں اور یہ دن عید سے بھی بہتر کہ انہیں کے صدقہ میں تو عید عید ہوئی اسی وجہ سے پیر کے دن روزہ رکھنے کا سبب ارشاد فرمایا: کہ ((فِيْهِ وُلِدْتُ)) (صحیح مسلم، کتاب الصیام، الحدیث: ۱۹۸۔(۱۱۶۲)، ص۵۹۱) اس دن میری ولادت ہوئی۔

(5) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثۃ ایام من کل شھر الخ، الحدیث: ۱۱۶۲، ص۵۸۹

(۲) عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کا روزہ

حدیث ۶ تا ۱۰: صحیح مسلم وسنن ابی داود وترمذی ونسائی وابن ماجہ میں ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مجھے اللہ (عزوجل) پر گمان ہے، کہ عرفہ کا روزہ ایک سال قبل اور ایک سال بعد کے گناہ مٹا دیتا ہے۔ (1) اور اس کے مثل سہل بن سعد و ابوسعید خدری و عبداللہ بن عمرو زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی۔

(1) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثۃ ایام من کل شھر الخ، الحدیث: ۱۱۶۲، ص ۵۸۹

حکیم الامت کے مدنی پھول

۹۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عاشورے کے روزے سے نویں بقرعید کا روزہ افضل ہے کیونکہ عاشورہ کا روزہ تو ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے اور عرفہ کا روزہ دو سال کا مگر عاشورہ کا دن عرفے کے دن سے بعض اعتبار سے افضل ہے۔ لہٰذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں جس میں عاشورے کے دن کی افضلیت بیان کی گئی۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۷۲)

عرفہ کے دن روزہ رکھنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم سے عرفہ (یعنی نو ذوالحجہ) کے دن کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ روزہ اگلے پچھلے ایک ایک سال کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔
جبکہ ایک روایت میں ہے کہ مجھے اللہ عزوجل سے امید ہے کہ عرفہ کا روزہ اگلے اور پچھلے ایک ایک سال کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔
(مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثۃ الخ، رقم ۱۱۶۲، ص ۵۹۰)

حضرتِ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جو عرفہ کے دن روزہ رکھتا ہے اس کے پے در پے دو سالوں کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔
(الترغیب والترہیب، کتاب الصوم، باب الترغیب فی صیام یوم عرفۃ، رقم ۴، ج ۲، ص ۶۸)

حضرتِ سیدنا سَعِید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرتِ سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عرفہ کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ہم یہ روزہ رکھا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی حیات ظاہری میں ہم اسے دو سال کے روزوں کے برابر سمجھتے تھے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الصوم، باب الترغیب فی صیام یوم عرفۃ، رقم ۸، ج ۲، ص ۶۹)

حضرتِ سیدنا ابو سَعِید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، ←

حدیث ۱۱: ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بیہقی وطبرانی روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرفہ کے روزہ کو ہزار دن کے برابر بتاتے۔ (2) مگر حج کرنے والے پر جو عرفات میں ہے، اُسے عرفہ کے دن کا روزہ مکروہ ہے۔ کہ ابو داود و نسائی و ابن خزیمہ و ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے عرفہ کے دن عرفہ میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔ (3)

سلطانِ بحر و برصلّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلّم نے فرمایا، جس نے عرفہ کے دن روزہ رکھا، اس کے ایک اگلے اور ایک پچھلے سال کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں اور جس نے عاشورہ کا روزہ رکھا اس کے ایک سال کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔

(مجمع الزوائد، کتاب الصیام، باب صیام یوم عرفۃ، رقم ۵۱۴۲، ج ۳، ص ۴۳۶)

حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرفہ کے دن ام المؤمنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ مجھے پینے کے لئے کچھ دیجئے۔ تو ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا، اے لڑکے! اسے شہد پلاؤ۔ پھر دریافت فرمایا، اے مسروق! تم نے روزہ نہیں رکھا؟ تو میں نے عرض کیا، نہیں! مجھے خوف ہوا کہ کہیں آج عید الاضحیٰ کا دن نہ ہو۔ تو ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا، عرفہ تو وہ دن ہے جس دن حاکمِ اسلام کسی کو امیرِ حج مقرر کرے اور قربانی کا دن وہ ہے جس دن حاکم اسلام قربانی کرے۔ پھر فرمایا، اے مسروق! کیا تم نے نہیں سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عرفہ کے روزے کو ایک ہزار دن کے برابر سمجھتے تھے۔ (مجمع الزوائد، کتاب الصیام، باب صیام یوم عرفۃ، رقم ۵۱۴۳، ج ۳، ص ۴۳۶)

ایک اور روایت میں ہے کہ ام المومنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال،، دافعِ رنج وملال، صاحب جُودونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلّم فرمایا کرتے تھے کہ عرفہ کا روزہ ایک ہزار دن کے روزوں کے برابر ہے۔ (شعب الایمان، باب فی الصیام تخصیص یوم عرفۃ، رقم ۳۷۶۴، ج ۳، ص ۳۵۷)

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدددین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:
ہاں پہلی سے نویں تک کے روزے بہت افضل ہیں اس پر قربانی ہو یا نہ ہو، اور سب نفلی روزوں میں بہتر روزہ عرفہ کے دن کا ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۶، ص ۳۳۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) المعجم الاوسط، باب المیم، الحدیث: ۶۸۰۲، ج ۵، ص ۱۲۷

(3) سنن ابی داود، کتاب الصیام، باب فی صوم یوم عرفۃ بعرفۃ، الحدیث: ۲۴۴۰، ج ۲، ص ۴۷۹

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی حاجی کو نویں بقرعید کے دن عرفات شریف میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا گیا تاکہ حاجی اس دن دعا مانگے، نمازوں کے جمع کرنے اور حج کے دیگر کاموں سے عاجز نہ ہو جائے اور روزے کی وجہ سے اس کے اخلاق اپنے ساتھیوں کے ساتھ خراب نہ ہو جائیں، یہ ممانعت بھی تنزیہی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے بارہا اس دن روزہ رکھا ہے، حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ اگر سردی میں ایسا موقع آئے تو میں روزہ رکھ لیتا ہوں گرمیوں میں نہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۹۰)

(۳) شوال میں چھ دن کے روزے جنھیں لوگ شش عید کے روزے کہتے ہیں

حدیث ۱۲ و ۱۳: مسلم و ابو داود و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و طبرانی (1) ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر ان کے بعد چھ دن شوال میں رکھے تو ایسا ہے جیسے دہر کا روزہ رکھا۔ (2) اور اسی کے مثل ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی۔

---

(1) شوال کے چھ روزے رکھنے کا ثواب

حضرت سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلَّم نے فرمایا، جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو یہ اس کے لیے ساری زندگی روزے رکھنے کے برابر ہے۔ (مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صوم ستۃ ایام من شوال، رقم ۱۱۶۴، ص ۵۹۲)

حضرتِ سیدنا ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلَّم نے فرمایا، اللہ عزوجل نے ایک نیکی کو دس گنا کر دیا لہٰذا رمضان کا مہینہ دس مہینوں کے برابر ہے اور عید الفطر کے بعد چھ دن پورے سال کے برابر ہیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ رمضان کے روزے دس مہینوں کے روزوں کے برابر ہیں اور اس کے بعد چھ دن کے روزے دو مہینوں کے برابر ہیں تو یہ پورے سال کے روزے ہو گئے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الصوم، باب الترغیب فی صوم ست من شوال، رقم ۲، ج ۲، ص ۶۷)

حضرتِ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلَّم نے فرمایا، جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو وہ گناہوں سے ایسے نکل جائے گا جیسے اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔ (مجمع الزوائد، کتاب الصیام، باب فی من صام رمضان وستۃ ایام من شوال، رقم ۵۱۰۲، ج ۳، ص ۴۲۵)

(2) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صوم ستۃ ایام من شوال اتباعا لرمضان، الحدیث: ۱۱۶۴، ص ۵۹۲

حکیم الامت کے مدنی پھول

۲۔ مسلسل یا متفرق مگر متفرق افضل، اس طرح کہ عید کے سویرے ایک روزہ رکھ لے، باقی پانچ روزے پورے مہینے میں کچھ فاصلہ کرتے ہوئے رکھ لے۔

۳۔ کیونکہ سال میں دن تقریباً تین سو ساٹھ ہوتے ہیں اور ہر نیکی کا ثواب دس گناہ تو رمضان کے تیس روزے تین سو بن گئے اور یہ چھ روزے ساٹھ ہو گئے۔ خیال رہے کہ یہ حدیث اس روایت کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ ہر مہینہ میں تین روزے عمر بھر کے ←

حدیث ۱۴ و ۱۵: نسائی و ابن ماجہ و ابن خزیمہ و ابن حبان ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور امام احمد و طبرانی و بزار جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے عیدالفطر کے بعد چھ روزے رکھ لیے تو اُس نے پورے سال کا روزہ رکھا، کہ جو ایک نیکی لائے گا اُسے دس ملیں گی تو ماہِ رمضان کا روزہ دس مہینے کے برابر ہے اور ان چھ دنوں کے بدلے میں دو مہینے تو پورے سال کے روزے ہو گئے۔(3)

حدیث ۱۶: طبرانی اوسط میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر اُس کے بعد چھ دن شوال میں رکھے تو گناہوں سے ایسے نکل گیا، جیسے آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔(4)

❀❀❀❀❀

روزے ہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ان روزوں کا بھی یہی ثواب ہوا اور ان کا بھی یہی، ثواب ایک لیکن اس کے حاصل کرنے کے ذریعے بہت۔ ۴ے مرقات نے فرمایا کہ یہ حدیث قریباً تیس صحابہ سے مروی ہے، ترمذی نے اسے حسن فرمایا، باقی انتیس اسنادیں اس کی نہایت صحیح ہیں۔ چنانچہ اسے طبرانی، بزاز، ابن ماجہ، نسائی، ابن خزیمہ، ابن حبان، احمد، بیہقی وغیرہ کتب نے ابوہریرہ، جابر، ثوبان، براء ابن عازب، ابن عباس، سعد ابن سعید، ابو ایوب انصاری اور حضرت عائشہ صدیقہ سے روایتیں کیں، اس حدیث کو ضعیف کہنا سخت غلطی ہے۔

(مراٰۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۷۵)

(3) السنن الکبری للنسائي، کتاب الصیام، باب صیام ستۃ ایام من شوال، الحدیث: ۲۸۶۰۔۲۸۶۱، ج ۲، ص ۱۶۲۔۱۶۳

(4) المعجم الاوسط، باب المیم، الحدیث: ۸۶۲۲، ج ۶، ص ۲۳۴

(۴) شعبان کا روزہ اور پندرھویں شعبان کے فضائل

حدیث ۱۷: طبرانی و ابن حبان معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: شعبان کی پندرھویں شب میں اللہ عزوجل تمام مخلوق کی طرف تجلّی فرماتا ہے اور سب کو بخش دیتا ہے، مگر کافر اور عداوت والے کو۔ (1)

(1) الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الحظر والاباحۃ، باب ماجاء فی التباغض الخ، الحدیث: ۵۶۳۶، ج۷، ص ۴۷۰

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

قوت القلوب شریف میں ہے:

یستحب احیاء خمس عشرۃ لیلۃ (الی قولہ) لیلۃ النصف من شعبان وقد کانوا یصلون فی ھذہ اللیلۃ مائۃ رکعۃ بالف مرۃ قل ھو اللہ احد عشرا فی کل رکعۃ ویسمون ھذہ الصلوۃ صلوۃ الخیر ویتعرفون برکتھا ویجتمعون فیھا وربما صلوھا جماعۃ۔ (اے قوت القلوب فصل الخرون فی ذکر احیاء اللیالی مطبوعہ دار صادر بیروت ۱ / ۶۲)

پندرہ راتوں میں شب بیداری مستحب ہے (آگے چل کر فرمایا) ان میں ایک شعبان المعظم کی پندرہویں رات ہے کہ اس میں شب بیدار رہنا مستحب ہے کہ اس میں مشائخ کرام سو رکعت ہزار مرتبہ قل ھو اللہ احد کے ساتھ ادا کرتے ہر رکعت میں دس دفعہ قل ھو اللہ احد پڑھتے، اس نماز کا نام انہوں نے صلٰوۃ الخیر رکھا تھا، اس کی برکت مسلمہ تھی، اس رات (یعنی پندرہ شعبان) میں اجتماع کرتے اور احیانا نماز کو باجماعت ادا کرتے تھے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۶، ص ۳۳۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

محبوبِ ربُّ العزت، محسنِ انسانیت عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل (یعنی اس کی رحمت اور اس کا امر) شعبان کی پندرہویں رات آسمانِ دنیا پر جلوہ فگن ہوتا ہے پس والدین کے نافرمان اور کینہ پرور شخص کے علاوہ ہر مسلمان کو بخش دیتا ہے۔ (شعب الایمان، باب فی الصیام، ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان، الحدیث: ۳۸۲۹، ج ۳، ص ۳۸۱)

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل شعبان کی پندرہویں شب آسمانِ دنیا پر اپنی شایانِ شان تجلّی فرماتا ہے اور مشرک اور کینہ رکھنے والے کے علاوہ ہر مؤمن کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ (المرجع السابق، الحدیث: ۳۸۲۷)

صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ہمارا رب عزوجل پندرہ شعبان کی رات آسمانِ دنیا پر (اپنی شایانِ شان) نزول فرماتا ہے تو شرک اور کینہ پرور کے علاوہ تمام اہلِ زمین کی مغفرت فرما دیتا ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الادب، باب ماجاء فی الشحناء، الحدیث: ۱۲۹۵۷، ج ۸، ص ۱۲۵)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل شعبان کی پندرہویں شب اپنی مخلوق پر ←

حدیث ۱۸ و ۱۹: بیہقی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: میرے پاس جبرئیل آئے اور یہ کہا: یہ شعبان کی پندرھویں رات ہے، اس میں اللہ تعالیٰ جہنم سے اتنوں کو آزاد فرماتا ہے جتنے بنی کلب (2) کے بکریوں کے بال ہیں، مگر کافر اور عداوت والے اور رشتہ کاٹنے والے اور کپڑا لٹکانے والے اور والدین کی نافرمانی کرنے والے اور شراب کی مداومت کرنے والے کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتا۔(3) امام احمد نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جو روایت کی، اس میں قاتل کا بھی ذکر ہے۔

حدیث ۲۰: بیہقی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل شعبان کی پندرھویں شب میں تجلی فرماتا ہے، استغفار کرنے والوں کو بخش دیتا ہے اور طالبِ رحمت پر رحم فرماتا ہے اور عداوت والوں کو جس حال پر ہیں، اسی پر چھوڑ دیتا ہے۔(4)

حدیث ۲۱: ابن ماجہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب شعبان کی پندرھویں رات آجائے تو اُس رات کو قیام کرو اور دن میں روزہ رکھو کہ رب تبارک وتعالیٰ غروبِ آفتاب سے آسمان دنیا پر خاص تجلی فرماتا ہے اور فرماتا ہے: کہ ہے کوئی بخشش چاہنے والا کہ اسے بخش دوں، ہے کوئی روزی طلب کرنے والا کہ اُسے روزی دُوں، ہے کوئی مبتلا کہ اُسے عافیت دُوں، ہے کوئی ایسا، ہے کوئی ایسا اور یہ اس وقت تک فرماتا

تجلی فرماتا ہے تو مشرک اور بغض وکینہ رکھنے والے کے علاوہ تمام مخلوق کی مغفرت فرمادیتا ہے۔ (المعجم الکبیر، الحدیث: ۲۱۵، ج ۲۰، ص ۱۰۹)

دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَرصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عزوجل شعبان کی پندرھویں شب اپنی مخلوق پر نظرِ رحمت فرماتا ہے تو کینہ پرور اور قاتل کے علاوہ اپنے تمام بندوں کو بخش دیتا ہے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، الحدیث: ۶۶۵۳، ج ۲، ص ۵۸۹)

(2) حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں:

قبیلہ بنی کلب جن کے پاس بہت بکریاں ہیں ان بکریوں کے جسم پر جس قدر بال ہیں اتنے گناہ گاروں کی مغفرت ہوتی ہے۔ اسی سے معلوم ہوا کہ شب برات میں عبادات کرنا، قبرستان جانا سنت ہے۔ خیال رہے کہ اس رات کو بھی شب قدر کہتے ہیں یعنی تمام سال کے انتظامی امور کے فیصلے کی رات۔ قدر بمعنی اندازہ، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ"۔ اور ستائیسویں رمضان کو بھی شب قدر کہتے ہیں یعنی تنگی کی رات، قدر بمعنی تنگی، اس میں فرشتے اتنے نازل ہوتے ہیں کہ زمین تنگ ہوجاتی ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا"۔ شب برات کے فضائل واعمال ہماری کتاب "مواعظ نعیمیہ" اور "اسلامی زندگی" میں دیکھو۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۲، ص ۷۱۸)

(3) شعب الایمان، باب في الصیام، ماجاء في لیلۃ النصف من شعبان، الحدیث: ۳۸۳۷، ج ۳، ص ۳۸۳

(4) شعب الایمان، باب في الصیام، ماجاء في لیلۃ النصف من شعبان، الحدیث: ۳۸۳۵، ج ۳، ص ۳۸۲

ہے کہ فجر طلوع ہوجائے۔(5)

حدیث ۲۲: اُم المومنین صدیقہ فرماتی ہیں: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شعبان سے زیادہ کسی مہینے میں روزہ رکھتے میں نے نہ دیکھا۔(6)

❀❀❀❀❀

(5) سنن ابن ماجہ، أبواب اقامۃ الصلوات الخ، باب ماجاء في ليلۃ النصف من شعبان، الحديث:۱۳۸۸، ج۲، ص۱۶۰

(6) جامع الترمذي، أبواب الصوم، باب ماجاء في وصال شعبان برمضان، الحديث:۷۳۶، ج۲، ص۱۸۲

ہر مہینے میں تین روزے خصوصاً ایام بیض تیرہ، چودہ، پندرہ۔

(۵) ہر مہینے میں تین روزے خصوصاً ایام بیض تیرہ، چودہ، پندرہ

حدیث ۲۳ و ۲۴: بخاری و مسلم و نسائی ابوہریرہ اور مسلم ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے تین باتوں کی وصیت فرمائی، ان میں ایک یہ ہے کہ ہر مہینے میں تین روزے رکھوں۔ (1)

حدیث ۲۵ و ۲۶: صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مہینے میں تین دن کے روزے ایسے ہیں جیسے دہر (ہمیشہ) کا روزہ۔ (2) اسی کے مثل قرہ بن ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی۔

حدیث ۲۷ و ۲۸: امام احمد و ابن حبان ابن عباس اور بزار مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: رمضان کے روزے اور ہر مہینے میں تین دن کے روزے سینہ کی خرابی کو دُور کرتے ہیں۔ (3)

حدیث ۲۹: طبرانی میمونہ بنت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرماتے ہیں: جس سے

---

(1) صحیح البخاري، کتاب الصوم، باب صیام البیض ثلاث عشرۃ الخ، الحدیث: ۱۹۸۱، ج۱، ص۶۵۱

ایام بیض میں روزہ رکھنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا عبد الملک بن قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ خاتم المرسلین، رحمۃ للعٰلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوب ربّ العٰلمین، جنابِ صادق و امین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم ہمیں ایامِ بیض یعنی تیرہ چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے رکھنے کا حکم دیا کرتے تھے اور فرماتے کہ یہ پوری زندگی کے روزوں کی طرح ہیں۔

(سنن ابی داود، کتاب الصوم، باب فی صوم الثلاث من کل شھر، رقم ۲۴۴۹، ج ۲، ص ۴۸۲)

ایک اور روایت میں ہے کہ سرورِ کونین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم ہمیں ایامِ بیض کے تین روزے رکھنے کا حکم دیا کرتے اور فرمایا کرتے، یہ ایک مہینے کے روزوں کے برابر ہے۔ (سنن النسائی، کتاب الصیام، باب کیف یصوم ثلاثۃ ایام من کل شھر، ج ۴، ص ۲۲۴)

حضرتِ سیدنا جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، محبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، ہر مہینے میں تین دن کے روزے یعنی تیرھویں چودھویں اور پندرھویں تاریخ کے روزے ساری زندگی کے روزوں کے برابر ہیں۔ (سنن نسائی، کتاب الصیام، باب کیف یصوم ثلاثۃ ایام من کل شہر، ج ۴، ص ۲۲۱)

(2) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب النھی عن صوم الدھر الخ، الحدیث: ۱۸۷۔(۱۱۵۹)، ۱۹۷۔(۱۱۶۲)، ص ۵۸۷، ۵۹۰

(3) مسند البزار، مسند علی بن طالب، الحدیث: ۶۸۸، ج ۲، ص ۲۷۱

ہوسکے، ہر مہینے میں تین روزے رکھے کہ ہر روزہ دس گناہ مٹاتا ہے اور گناہ سے ایسا پاک کر دیتا ہے جیسا پانی کپڑے کو۔(4)

حدیث ۳۰: امام احمد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مہینے میں تین روزے رکھنے ہوں تو تیرہ، چودہ، پندرہ کو رکھو۔(5)

حدیث ۳۱: نسائی نے ام المومنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی، کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چار چیزوں کو نہیں چھوڑتے تھے۔ عاشورا اور عشرہ ذی الحجہ اور ہر مہینے میں تین دن کے روزے اور فجر کے پہلے دو رکعتیں۔(6)

حدیث ۳۲: نسائی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایام بیض میں بغیر روزہ کے نہ ہوتے، نہ سفر میں، نہ حضر میں۔(7)

---

(4) المعجم الکبیر، الحدیث: ۶۰، ج ۲۵، ص ۳۵

(5) جامع الترمذي، أبواب الصوم، باب ماجاء في صوم ثلاثۃ ایام من کل شھر الخ، الحدیث: ۷۶۱، ج ۲، ص ۱۹۳

حکیم الامت کے مدنی پھول

انہی دنوں کو عربی میں ایام بیض یعنی چمک دار دن کہا جاتا ہے جن کی راتیں روشن ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان تاریخوں میں اکثر روزے رکھتے تھے جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۸۵)

(6) سنن النسائي، کتاب الصیام، باب کیف یصوم ثلاثۃ ایام من کل شھر الخ، الحدیث: ۲۴۱۳، ص ۳۹۵

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات شریف تک یہ تینوں قسم کے روزے رکھے لہذا یہ سب سنت ہیں، بقرعید کے دس دن سے مراد نو دن ہیں ورنہ دسویں بقرعید کو روزہ حرام ہے یہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثری عمل مراد ہے نہ کہ ہمیشہ کا لہذا یہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ کی اس گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں جس میں آپ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ کو بقرعید کے عشرہ میں روزہ رکھتے نہ دیکھا، بقرعید کا عشرہ بہت ہی بہترین زمانہ ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ رمضان کے آخری عشرہ کی راتیں بہترین ہیں کہ ان سب میں شب قدر ہے اور بقرعید کے پہلے عشرہ کے دن افضل ہیں کہ ان میں عرفہ کا دن ہے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۹۷)

(7) سنن النسائي، کتاب الصیام، باب صوم النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بأبي ھو وامي الخ، الحدیث: ۲۳۴۲، ص ۳۸۶

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یہاں مرقات نے فرمایا ایام بیض کے متعلق علماء کے نو قول ہیں جن میں سے زیادہ قوی قول یہ ہے کہ وہ چاند کی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں راتیں ہیں، انہیں ایام بیض یا تو اس لیے کہتے ہیں کہ ان کی راتیں اجیالی ہیں اور یا اس لیے کہ ان کے روزے دنوں کو نورانی اور اجیالا کرتے ہیں اور یا اس لیے کہ آدم علیہ السلام کے اعضاء جنت سے آکر سیاہ پڑ گئے تھے، رب تعالیٰ نے انہیں ان تین روزوں کا حکم دیا ہر روزے سے آپ کا تہائی جسم چمکیلا ہوا حتی کہ تین روزوں کے بعد سارا جسم نہایت حسین ہوگیا۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۹۸)

(۶) پیر اور جمعرات کے روزے

حدیث ۳۳ تا ۳۵: سنن ترمذی میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: پیر اور جمعرات کو اعمال پیش ہوتے ہیں تو میں پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل اس وقت پیش ہو کہ میں روزہ دار ہوں۔(1) اسی کے مثل اسامہ بن زید و جابر رضی اللہ تعالیٰ عنھم سے مروی۔

---

(1) جامع الترمذي، أبواب الصوم، باب ماجاء في صوم يوم الاثنين والخميس، الحديث: ۷۴۷، ج ۲، ص ۱۸۷۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ اس طرح کہ اعمال لکھنے والے فرشتے بندوں کے ہفتہ بھر کے اعمال ان دو دنوں میں رب تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں۔خیال رہے کہ اعمال کا اٹھانا یعنی آسمانوں پر پہنچانا اور ہے اور رب تعالیٰ کی بارگاہ میں پیشی کچھ اور، اعمال کا اٹھانا تو روزانہ چوبیس گھنٹے میں دو بار ہوتا ہے کہ دن کے اعمال رات سے پہلے، اور رات کے اعمال دن سے پہلے وہاں پہنچائے جاتے ہیں مگر پیشی ہفتہ میں دو بار لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں روزانہ دو بار اعمال اٹھانے کا ذکر ہے۔(مرقات) یا اس کے معنی یہ ہیں کہ اعمال لکھنے والے فرشتے اعمال نامے ان فرشتوں پر پیش کرتے ہیں جو اعمال ناموں کی نقل اپنے رجسٹروں میں کرتے ہیں۔(اشعہ) تب تو یہ حدیث بالکل صاف ہے۔

۲۔ تاکہ روزے کی برکت سے رحمت الٰہی کا دریا جوش مارے۔خیال رہے کہ سال بھر کے اعمال کی تفصیلی پیشی شعبان میں ہوتی ہے کیونکہ وہ اللہ کے ہاں سال کا آخری مہینہ ہے اور رمضان سال کا شروع مہینہ جیسے دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے۔غرضکہ فرشی سال اور ہے جس کی ابتدا محرم سے انتہاء بقرعید پر، عرشی سال کچھ اور۔(ازمرقات)(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۸۴)

پیر اور جمعرات کا روزہ رکھنے کی فضیلت

حضرتِ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم! جب آپ روزے رکھتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم افطار نہ کریں گے (یعنی مسلسل روزے رکھیں گے) اور جب آپ روزے نہیں رکھتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ سوائے دو دن کے کبھی روزے نہ رکھیں گے، اور دو دن ایسے ہیں کہ اگر آپ کے روزوں میں آجائیں تو ٹھیک ورنہ آپ ان دنوں کا روزہ ضرور رکھتے ہیں۔ دریافت فرمایا، وہ کونسے دن ہیں؟ میں نے عرض کیا، پیر اور جمعرات ۔ فرمایا، یہ وہ دن ہیں جن میں ربُّ العالمین کی بارگاہ میں اعمال پیش کیے جاتے ہیں لہذا میں پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال روزے کی حالت میں پیش کئے جائیں۔

(سنن نسائی، کتاب الصیام، باب صوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۴، ص ۲۰۲)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، ←

حدیث ۳۶: ابن ماجہ انھیں سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پیر اور جمعرات کو روزے رکھا کرتے تھے، اس کے بارے میں عرض کی گئی تو فرمایا: ان دونوں دِنوں میں اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کی مغفرت فرماتا ہے، مگر وہ دو شخص جنھوں نے باہم جدائی کر لی ہے، ان کی نسبت ملائکہ سے فرماتا ہے: انھیں چھوڑو، یہاں تک کہ صلح کر لیں۔ (2)

فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، ہر پیر اور جمعرات کے دِن اعمال پیش کئے جاتے ہیں تو اللہ عزوجل ان میں مشرک کے علاوہ ہر شخص کی بخشش فرمادیتا ہے ماسوائے اس شخص کے جو اپنے بھائی سے بغض رکھتا ہے تو اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ جب تک یہ دونوں صلح نہ کرلیں انہیں چھوڑ دو۔

ایک اور روایت میں ہے کہ پیر اور جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں تو ہر اس بندے کی مغفرت کردی جاتی ہے جو اللہ عزوجل کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا ماسوائے اس شخص کے جو اپنے کسی بھائی کے ساتھ قطع تعلق کرتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ جب تک یہ صلح نہ کرلیں انہیں چھوڑ دو جب تک یہ صلح نہ کرلیں انہیں چھوڑ دو، جب تک یہ صلح نہ کرلیں انہیں چھوڑ دو۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب النھی عن الشحناء والتھاجر، رقم ۲۵۶۵، ص ۱۳۸۷)

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا گیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ہر پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے ہیں۔ فرمایا، اللہ عزوجل پیر اور جمعرات کے دن ہر مسلمان کی مغفرت فرمادیتا ہے مگر آپس میں جدائی رکھنے والوں کے بارے میں اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ ان دونوں کو چھوڑ دو یہاں تک کہ صلح کرلیں۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الصیام، باب صیام یوم الاثنین والخمیس، رقم ۱۷۴۰، ج ۲، ص ۳۴۴)

حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، پیر اور جمعرات کے دن اعمال پیش کئے جاتے ہیں تو مغفرت چاہنے والے کی مغفرت کردی جاتی ہے اور توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کی جاتی ہے جبکہ آپس میں کینہ رکھنے والوں کو توبہ کرنے تک مغفرت سے محروم کردیا جاتا ہے۔

(المعجم الاوسط، من اسمہ محمد، رقم ۷۴۱۹، ج ۵، ص ۳۰۵)

(2) سنن ابن ماجہ، أبواب ماجاء في الصیام، باب صیام یوم الاثنین والخمیس، الحدیث: ۱۷۴۰، ج ۲، ص ۳۴۴

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر جمعرات اور پیر کے دن نفلی روزے رکھتے تھے اس کی وجہ اگلی حدیث میں آرہی ہے۔ پیر کو یوم الاثنین غالبًا اس لیے کہتے ہیں کہ یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا دن ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر بعض نے کہا کہ عرب میں ہفتہ اتوار سے شروع ہوتا ہے لہذا اتوار اپہلا دن ہوا اور پیر دوسرا اور جمعرات پانچواں مگر علماء کا قول یہ ہے کہ ہفتہ سنیچر سے شروع ہوتا ہے۔ (مرقات) احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہفتہ کا پہلا دن جمعہ ہے کہ اس دن ہی پیدائش عالم کی ابتداء پڑی۔ واللہ اعلم! (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۸۳)

حدیث ۳۷: ترمذی شریف میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کو خیال کر کے روزہ رکھتے تھے۔ (3)

حدیث ۳۸: صحیح مسلم شریف میں ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے پیر کے دن روزے کا سبب دریافت کیا گیا، فرمایا: اسی میں میری ولادت ہوئی اور اسی میں مجھ پر وحی نازل ہوئی۔ (4)

❁❁❁❁❁

---

(3) جامع الترمذي، أبواب الصوم، باب ماجاء في صوم يوم الاثنين والخميس، الحديث: ۷۴۵، ج ۲، ص ۱۸۶

(4) صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب استحباب صيام ثلاثة ايام من كل شهر الخ، الحديث: ۱۹۸۔ (۱۱۶۲)، ص ۵۹۱

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یا تو پوچھا گیا کہ اس دن میں روزہ رکھنا کیسا ہے اور اس کا کیا ثواب ہے یا یہ کہ یارسول اللہ آپ ہر پیر کو روزہ کیوں رکھتے ہیں اس میں کیا خصوصیت ہے۔ (مرقات ولمعات)

۲۔ یعنی پیر کے دن دنیا کو دو نعمتیں ملیں: ایک میری تشریف آوری اور دوسرے نزول قرآن کی ابتداء کہ غار حرا میں پہلی وحی "اِقْرَاْ بِاسْمِ" الآیہ پیر کے دن ہی آئی لہذا اس دن روزہ رکھنا بہت ہی بہتر ہے۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ وقت اور جگہ اشرف واقعات کی وجہ سے اشرف ہو جاتے ہیں۔ (مرقات) دوسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کریمہ اللہ تعالیٰ کی بڑی ہی نعمت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نعمتوں میں شمار کیا، رب تعالیٰ نے صرف اس نعمت پر مَنّ فرما کر احسان جتایا کہ فرمایا: "لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ" الآیہ۔ تیسرے یہ کہ اہم واقعات کی یادگاریں منانا سنت سے ثابت ہے۔ چوتھے یہ کہ یادگاریں کھیل کود نہ ہونا چاہیے بلکہ عبادتیں ہوں اس لیے میلاد شریف، عید معراج، عرس وغیرہ کا ثبوت ہوتا ہے۔ پانچویں یہ کہ امام مالک کے ہاں پیر کا دن جمعہ سے بھی افضل ہے، ان کی دلیل یہ حدیث بھی ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۷۳)

(۷) بعض اور دنوں کے روزے

حدیث ۳۹: ابویعلیٰ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو چہار شنبہ اور پنج شنبہ کو روزے رکھے، اس کے لیے دوزخ سے براءت لکھ دی جائے گی۔ (1)

(1) مسند أبي يعلى، مسند عبداللہ بن عمر، الحدیث: ۵۶۱۰، ج ۵، ص ۱۱۵

بدھ، جمعرات اور جمعہ کا روزہ رکھنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا مسلم قُرشی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے ساری زندگی روزے رکھنے کے بارے میں سوال کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، نہیں، تمہارے اہل خانہ کا بھی تم پر حق ہے، رمضان کا روزہ رکھو اور اس کے بعد والے مہینے کے روزے اور ہر بدھ اور جمعرات کے روزے رکھا کرو تو گویا تم نے ساری زندگی روزے بھی رکھے اور افطار بھی کیا۔ (جامع الترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء فی صوم الاربعاء والخمیس، رقم ۷۴۸، ج ۲، ص ۱۸۷)

حضرتِ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، جس نے بدھ جمعرات اور جمعہ کا روزہ رکھا اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں موتی، یاقوت اور زبرجد کا ایک محل بنائے گا اور اس کے لئے جہنم سے آزادی لکھ دی جائے گی۔ (المعجم الاوسط، من اسمہ احمد، رقم ۲۵۴، ج ۱، ص ۸۷)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، جس نے بدھ، جمعرات اور جمعہ کا روزہ رکھا اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں ایک ایسا محل بنائے گا جس کا باہر اندر سے اور اندرونی حصہ باہر سے نظر آئے گا۔ (المعجم الاوسط، من اسمہ احمد، رقم ۲۵۳، ج ۱، ص ۸۷)

حضرتِ سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، جس نے بدھ، جمعرات اور جمعہ کا روزہ رکھا اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں ایک ایسا محل بنائے گا جس کا باہر اندر سے اور اندرونی حصہ باہر سے نظر آئے گا۔ (طبرانی کبیر، رقم ۷۹۸۱، ج ۸، ص ۲۵۰)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس نے بدھ، جمعرات اور جمعہ کا روزہ رکھا اس کے لئے جہنم سے آزادی لکھ دی جائے گی۔

(مسند ابی یعلی الموصلی، مسند عبداللہ بن عمر، رقم ۵۶۱۰، ج ۵، ص ۱۱۵)

حضرتِ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال،، دافِعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، جس نے بدھ، جمعرات اور جمعہ کے دن روزہ رکھا پھر جمعہ کے دن ←

حدیث ۴۴۰ تا ۴۴۲: طبرانی اوسط میں انھیں سے راوی، کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے چہار شنبہ و پنجشنبہ و جمعہ کو روزے رکھے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک مکان بنائے گا، جس کا باہر کا حصہ اندر سے

تھوڑا یا زیادہ صدقہ دیا تو اس کا ہر گناہ معاف کر دیا جائے گا، یہاں تک کہ وہ گناہوں سے ایسا پاک ہوجائے گا جیسا اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔ (شعب الایمان، باب فی الصیام، رقم ۳۸۷۲، ج ۳، ص ۳۹۷)

ہر دوسرے دن روزہ رکھنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ خاتم المرسلین، رحمۃ للعٰلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوب رب العٰلمین، جنابِ صادق و امین صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ، مجھے خبر ملی ہے کہ تم دن میں روزہ رکھتے ہو اور رات میں قیام کرتے ہو، ایسا مت کرو کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری آنکھوں کا تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے، روزہ رکھو اور افطار بھی کرو اور ہر مہینے میں تین روزے رکھو یہ ساری زندگی روزہ رکھنے کے برابر ہے۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ میں اس سے زیادہ کی طاقت ہے۔ فرمایا، تو پھر حضرتِ سیدنا داؤد علیہ السلام کے روزے رکھو کہ ایک دن روزہ رکھو ایک دن افطاری کرو (یعنی نہ رکھو)۔ حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے کہ کاش! میں رخصت اختیار کر لیتا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کے روزے سے بڑھ کر کوئی روزہ نہیں، آدھی زندگی روزہ رکھو یعنی ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن افطار کرو۔

جبکہ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا، ایک دن روزہ رکھو تمہیں باقی دنوں کا ثواب بھی ملے گا۔ تو میں نے عرض کیا، میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا، دو دن روزہ رکھو تمہیں باقی دنوں کا ثواب بھی ملے گا۔ میں نے عرض کیا، میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا، تین دن روزے رکھو تمہیں باقی دنوں کا بھی ثواب ملے گا۔ میں نے عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا، چار دن روزے رکھو تمہیں باقی دنوں کا ثواب بھی ملے گا۔ میں نے عرض کیا، میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا، اللہ عزوجل کے سب سے پسندیدہ روزے رکھو جو کہ حضرتِ سیدنا داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں، آپ علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کیا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب النھی عن صوم الدھر لمن تضرر بہ، رقم ۱۱۵۹، ص ۵۸۸)

اور ایک روایت میں ہے کہ ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن افطاری کرو اور یہ سب سے افضل روزے ہیں اور حضرتِ سیدنا داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں۔ تو میں نے عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ روزوں کی طاقت رکھتا ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے افضل کچھ نہیں۔ (صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب النھی عن صوم الدھر ...... الخ، رقم ۱۱۵۹، ص ۵۸۴)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مخزنِ جود و سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، محبوبِ ربّ العزت، محسنِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے فرمایا، اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے پسندیدہ روزے حضرتِ سیدنا داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں اور اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے پسندیدہ نماز حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کی نماز ہے، ←

دکھائی دے گا اور اندر کا باہر سے۔(2)

اور انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے، کہ جنت میں موتی اور یاقوت و زبرجد کا محل بنائے گا اور اس کے لیے دوزخ سے برأت لکھ دی جائے گی۔(3)

اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے، کہ جو ان تین دنوں کے روزے رکھے پھر جمعہ کو تھوڑا یا زیادہ تصدق کرے تو جو گناہ کیا ہے، بخش دیا جائے گا اور ایسا ہو جائے گا جیسے اُس دن کہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔(4) مگر خصوصیت کے ساتھ جمعہ کے دن روزہ رکھنا مکروہ ہے۔

حدیث ۴۳: مسلم و نسائی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: راتوں میں سے جمعہ کی رات کو قیام کے لیے اور دنوں میں جمعہ کے دن کو روزہ کے لیے خاص نہ کرو، ہاں کوئی کسی قسم کا روزہ رکھتا تھا اور جمعہ کا دن روزہ میں واقع ہو گیا تو حرج نہیں۔(5)

آپ علیہ السلام آدھی رات آرام فرماتے اور تہائی رات نماز پڑھتے اور رات کے چھٹے حصے میں آرام فرماتے اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔ (صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب النھی عن صوم الدھر لمن تضرر بہ، ۔۔۔۔۔۔ الخ، رقم ۱۱۵۹، ص ۵۸۷)

(2) المعجم الاوسط، الحدیث: ۲۵۳، ج ۱، ص ۸۷

(3) المعجم الاوسط، الحدیث: ۲۵۴، ج ۱، ص ۸۷

(4) شعب الایمان، باب فی الصیام، صوم شوال والاربعاء والخمیس والجمعۃ، الحدیث: ۳۸۷۲، ج ۳، ص ۳۹۷

(5) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب کراھیۃ افراد یوم الجمعۃ الخ، الحدیث: ۱۴۸۔(۱۱۴۴)، ص ۵۷۶

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اس طرح کہ صرف اسی رات میں عبادت کو لازم کرلو یا سمجھ لو دوسری راتوں میں بالکل ہی غافل رہو بلکہ اور راتوں میں بھی عبادت کیا کرو، اس توجیہ پر حدیث بالکل صاف ہے یعنی جمعہ کی رات میں عبادت کرنا منع نہیں بلکہ اور راتوں میں بالکل عبادت نہ کرنا مناسب نہیں کہ یہ غفلت کی دلیل ہے، چونکہ جمعہ کی رات ہی زیادہ عظمت والی ہے، اندیشہ تھا کہ لوگ اس کو نفلی عبادتوں سے خاص کرلیں گے اس لیے اسی رات کا نام لیا گیا۔

۲۔ کیونکہ جمعہ ہفتہ بھر کی عید ہے صرف عید میں روزہ رکھنا کیسا۔ لمعات میں امام مالک علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ کوئی فقیہ صرف جمعہ کے روزے کو منع نہیں کرتا بلکہ بعض فقہاء ارادۃً جمعہ ہی کا روزہ رکھتے ہیں۔ (اشعہ) خلاصہ یہ کہ تمام فقہاء کے ہاں یہ حدیث خلاف اولیٰ کے لیے ہے کیوں کہ آگے صراحۃً حدیث میں آرہا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کو بہت کم افطار کرتے، روزہ ہی رکھتے تھے۔

۳۔ مثلاً کوئی شخص ہر گیارہویں یا بارہویں تاریخ کو روزہ رکھنے کا عادی ہو اور اتفاق سے اس دن جمعہ آجائے تو رکھ لے اب خلاف اولیٰ بھی نہیں، بعض لوگ مخصوص تاریخوں میں خاص عبادتیں کرنے کو منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنی طرف سے عبادت یا دن مقرر کرنا ←

حدیث ۴۴: بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و ابن خزیمہ انھیں سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جمعہ کے دن کوئی روزہ نہ رکھے، مگر اس صورت میں کہ اس کے پہلے یا بعد ایک دن اور روزہ رکھے۔(6) اور ابن خزیمہ کی روایت میں ہے، جمعہ کا دن عید ہے، لہٰذا عید کے دن کو روزہ کا دن نہ کرو، مگر یہ کہ اس کے قبل یا بعد روزہ رکھو۔(7)

حدیث ۴۵: صحیح بخاری و مسلم میں محمد بن عباد سے ہے کہ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے، میں نے ان سے پوچھا، کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمعہ کے روزہ سے منع فرمایا؟ کہا: ہاں، اس گھر کے رب کی قسم۔(8)

❀❀❀❀❀

حرام ہے اور ان دو حدیثوں کی آڑ پکڑتے ہی، الحمدللہ اس جملے نے ان کے خیال کو باطل کر دیا، صاف بتا دیا کہ جمعہ کا روزہ مقرر کرنے کی وجہ سے حرام نہیں ہوا بلکہ اسکی وجوہ کچھ اور ہیں جو پہلے عرض کی گئیں ورنہ یہ تاریخوں کا مقرر کرنا کیوں درست ہوتا۔ اس کی پوری بحث اس جگہ مرقات میں ملاحظہ فرمائیے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۸۰)

(6) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب کراھیۃ افراد یوم الجمعۃ الخ، الحدیث: ۱۱۴۴، ص ۵۷۶

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی نفلی روزہ صرف جمعہ کا نہ رکھے یا جمعرات جمعہ یا جمعہ ہفتہ دو دن روزے رکھے، اس کی تحقیق آگے آرہی ہے۔

۲۔ فتح القدیر میں ہے کہ امام ابوحنیفہ و امام محمد کے ہاں صرف جمعہ کا روزہ جائز ہے یہ ممانعت تنزیہی ہے وہ بھی بعض صورتوں میں جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے۔ نفلی روزہ صرف جمعہ کا نہ رکھنا بہتر اس کی وجہ اللہ رسول ہی جانتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ چونکہ یہ دن غسل کرنے، کپڑے بدلنے، خطبہ سننے، نماز جمعہ پڑھنے وغیرہ عبادات کا ہے ممکن ہے روزے کی وجہ سے بندہ یہ کام بخوبی انجام نہ دے سکے جیسے حاجی کے لیے عرفے کے دن روزہ رکھنا بہتر نہیں کہ وہ اس دن روزہ رکھ کر آج کے کام اچھی طرح نہ کر سکے گا۔ شارحین نے اور بہت سی وجہیں بیان کی ہیں لیکن یہ وجہ زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے۔ بعض نے فرمایا کہ یہود کے ہاں ہفتہ کا دن افضل ہے اور عیسائیوں کے ہاں اتوار بہتر، وہ لوگ ان دنوں میں روزے رکھتے ہیں اگر مسلمان اپنے افضل دن یعنی صرف جمعہ کا روزہ رکھیں تو ان سے مشابہت ہو جائے گی۔ واللہ اعلم! (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۷۹)

(7) صحیح ابن خزیمۃ، کتاب الصیام، باب الدلیل علی ان یوم الجمعۃ یوم عید الخ، الحدیث: ۲۱۶۱، ج ۳، ص ۳۱۵

(8) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب کراھیۃ افراد یوم الجمعۃ الخ، الحدیث: ۱۱۴۳، ص ۵۷۵

منّت کے روزہ کا بیان

شرعی منت جس کے ماننے سے شرعاً اس کا پورا کرنا واجب ہوتا ہے، اس کے لیے مطلقاً چند شرطیں ہیں:

(۱) ایسی چیز کی منّت ہو کہ اس کی جنس سے کوئی واجب ہو، عیادتِ مریض اور مسجد میں جانے اور جنازہ کے ساتھ جانے کی منت نہیں ہوسکتی۔

(۲) وہ عبادت خود بالذات مقصود ہو کسی دوسری عبادت کے لیے وسیلہ نہ ہو، لہٰذا وضو و غسل و نظرِ مصحف کی منت صحیح نہیں۔

(۳) اس چیز کی منّت نہ ہو جو شرع نے خود اس پر واجب کی ہو، خواہ فی الحال یا آئندہ مثلاً آج کی ظہر یا کسی فرض نماز کی منّت صحیح نہیں کہ یہ چیزیں تو خود ہی واجب ہیں۔

(۴) جس چیز کی منّت مانی وہ خود بذاتہٖ کوئی گناہ کی بات نہ ہو اور اگر کسی اور وجہ سے گناہ ہو تو منت صحیح ہو جائے گی، مثلاً عید کے دن روزہ رکھنا منع ہے، اگر اس کی منّت مانی تو منّت ہو جائے گی اگرچہ حکم یہ ہے کہ اُس دن نہ رکھے، بلکہ کسی دوسرے دن رکھے کہ یہ ممانعت عارضی ہے یعنی عید کے دن ہونے کی وجہ سے، خود روزہ ایک جائز چیز ہے۔

(۵) ایسی چیز کی منت نہ ہو جس کا ہونا محال ہو، مثلاً یہ منت مانی کہ کل گزشتہ میں روزہ رکھوں گا یہ منت صحیح نہیں۔ (1)

مسئلہ ۱: منت صحیح ہونے کے لیے کچھ یہ ضرور نہیں کہ دل میں اس کا ارادہ بھی ہو، اگر کہنا کچھ چاہتا تھا زبان سے منت کے الفاظ جاری ہو گئے منت صحیح ہوگئی یا کہنا یہ چاہتا تھا کہ اللہ (عزوجل) کے لیے مجھ پر ایک دن کا روزہ رکھنا ہے اور زبان سے ایک مہینہ نکلا مہینے بھر کا روزہ واجب ہوگیا۔ (2)

مسئلہ ۲: ایامِ منہیہ یعنی عید و بقرعید اور ذی الحجہ کی گیارھویں بارھویں تیرھویں کے روزے رکھنے کی منت مانی اور انھیں دنوں میں رکھ بھی لیے تو اگرچہ یہ گناہ ہوا مگر منت ادا ہوگئی۔ (3)

مسئلہ ۳: اس سال کے روزے کی منت مانی تو ایامِ منہیہ چھوڑ کر باقی دنوں میں روزے رکھے اور ان دنوں کے

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب السادس في النذر، ج۱، ص۲۰۸

(2) ردالمحتار، کتاب الصوم، مطلب في الکلام علی النذر، ج۳، ص۴۸۲

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب السادس في النذر، ج۱، ص۲۰۹

(3) الدرالمختار کتاب الصوم، فصل في العوارض، ج۳، ص۴۸۱۔ ۴۸۳، وغیرہ

بدلے کے اور دنوں میں رکھے اور اگر ایام منہیہ میں بھی رکھ لیے تو منت پوری ہوگئی مگر گنہگار رہوا۔ یہ حکم اُس وقت ہے کہ ایام منہیہ سے پہلے منت مانی اور اگر ایام منہیہ گزرنے کے بعد مثلاً ذی الحجہ کی چودھویں شب میں اس سال کے روزے کی منت مانی تو ختم ذی الحجہ تک روزہ رکھنے سے منت پوری ہوگئی کہ یہ سال ختم ذی الحجہ پر ختم ہو جاتا ہے اور رمضان سے پہلے اس سنہ کے روزے کی منت مانی تھی تو رمضان کے بدلے کے روزے اس کے ذمہ نہیں۔

اور اگر منت میں پے در پے روزہ کی شرط یا نیت کی جب بھی جن دنوں میں روزہ کی ممانعت ہے، اُن میں روزہ نہ رکھے۔ مگر بعد میں پے در پے ان دنوں کی قضا رکھے اور اگر ایک دن بھی بے روزہ رہا تو اس دن کے پہلے جتنے روزے رکھے تھے، ان سب کا اعادہ کرے اور اگر ایک سال کے روزے کی منت کی تو سال بھر روزہ رکھنے کے بعد پینتیس ۳۵ یا چونتیس ۳۴ دن کے اور رکھے یعنی ماہِ رمضان اور پانچ دن ایام ممنوعہ کے بدلے کے، اگرچہ ان دنوں میں بھی اُس نے روزے رکھے ہوں کہ اس صورت میں یہ ناکافی ہیں۔ البتہ اگر یوں کہا کہ ایک سال کے روزے پے در پے رکھوں گا تو اب ان پینتیس ۳۵ دنوں کے روزوں کی ضرورت نہیں، مگر اس صورت میں اگر پے در پے نہ ہوں گے تو سرے سے پھر رکھنے ہوں گے، مگر ایام ممنوعہ میں نہ رکھے بلکہ سال پورا ہونے پر پانچ دن علی الاتصال رکھ لے۔ (4)

مسئلہ ۴: منّت کے الفاظ میں یمین (قسم) کا بھی احتمال ہے، لہٰذا یہاں چھ صورتیں ہوں گی:

(۱) ان لفظوں سے کچھ نیت نہ کی نہ منت کی نہ یمین کی۔

(۲) فقط منت کی نیت کی یعنی یمین ہونے نہ ہونے کسی کا ارادہ نہ کیا۔

(۳) منت کی نیت کی اور یہ کہ یمین نہیں۔

(۴) یمین کی نیت کی اور یہ کہ منت نہیں۔

(۵) منت اور یمین دونوں کی نیت کی۔

(۶) فقط یمین کی نیت کی اور منت ہونے یا نہ ہونے کسی کی نہیں۔

پہلی تین صورتوں میں فقط منت ہے کہ پوری نہ کرے تو قضا دے اور چوتھی صورت میں یمین ہے کہ اگر پوری نہ کی تو کفارہ دینا ہوگا۔ پانچویں اور چھٹی صورتوں میں منت اور یمین دونوں ہیں، پوری نہ کرے تو منّت کی قضا دے اور یمین کا کفارہ۔ (5)

مسئلہ ۵: اس مہینے کے روزے کی منت مانی اور اس میں ایام منہیہ ہیں تو اُن میں روزے نہ رکھے، بلکہ اُن کے

---

(4) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الصوم، مطلب في الکلام علی النذر، ج۳، ص ۴۸۲۔ ۴۸۴

(5) تنویر الابصار، کتاب الصوم، ج۳، ص ۴۸۴

بدلے کے بعد میں رکھے اور رکھ لیے تو گنہگار ہوا مگر منت پوری ہوگئی اور اس صورت میں پورے ایک مہینے کے روزے واجب نہیں، بلکہ منت ماننے کے وقت سے اُس مہینے میں جتنے دن باقی ہیں اُن دنوں میں روزے واجب ہیں اور اگر وہ مہینہ رمضان کا تھا تو منت ہی نہ ہوئی کہ رمضان کے روزے تو خود ہی فرض ہیں۔ ہاں اگر ماہ رمضان کے روزوں کی منت مانی اور رمضان آنے سے پہلے انتقال ہوگیا تو ایک ماہ تک مسکین کو کھانا کھلانے کی وصیت واجب ہے۔

اور اگر کسی معیّن مہینے کی منت مانی، مثلاً رجب یا شعبان کی تو پورے مہینہ کا روزہ ضرور ہے، وہ مہینہ انتیس کا ہو تو انتیس روزے اور تیس کا ہو تو تیس اور ناغہ نہ کرے پھر اگر کوئی روزہ چھوٹ گیا تو اس کو بعد میں رکھ لے پورے مہینے کے لوٹانے کی ضرورت نہیں۔(6)

مسئلہ ۶: ایک مہینے کے روزے کی منت مانی تو پورے تیس ۳۰ دن کے روزے واجب ہیں، اگرچہ جس مہینے میں رکھے وہ انتیس ہی کا ہو اور یہ بھی ضرور ہے کہ کوئی روزہ ایام منہیہ میں نہ ہو کہ اس صورت میں اگر ایام منہیہ میں روزے رکھے تو گنہگار تو ہوا ہی، وہ روزے بھی ناکافی ہیں اور پے در پے کی شرط لگائی یا دل میں نیت کی تو یہ بھی ضرور ہے کہ ناغہ نہ ہونے پائے اگر ناغہ ہوا، اگرچہ ایام منہیہ میں تو اب سے ایک مہینے کے علی الاتصال روزے رکھے یعنی یہ ضرور ہے کہ ان تیس دنوں میں کوئی دن ایسا نہ ہو، جس میں روزہ کی ممانعت ہے اور پے در پے کی نہ شرط لگائی، نہ نیت میں ہے تو متفرق طور پر تیس روزے رکھ لینے سے بھی منت پوری ہوجائے گی۔

اور اگر عورت نے ایک ماہ پے در پے روزے رکھنے کی منت مانی تو اگر ایک مہینہ یا زیادہ طہارت کا زمانہ اُسے ملتا ہے تو ضرور ہے کہ ایسے وقت شروع کرے کہ حیض آنے سے پیشتر تیس دن پورے ہوجائیں، ورنہ حیض آنے کے بعد اب سے تیس پورے کرنے ہوں گے اور اگر مہینہ پورا ہونے سے پہلے اُسے حیض آجایا کرتا ہے تو حیض سے پہلے جتنے روزے رکھ چکی ہے، انھیں حساب کرلے جو باقی رہ گئے، انھیں حیض ختم ہونے کے بعد متصلاً بلاناغہ پورا کرلے۔(7)

مسئلہ ۷: پے در پے روزے کی منت مانی تو ناغہ کرنا جائز نہیں اور متفرق طور پر مثلاً دس ۱۰ روزے کی منت مانی تو لگاتار رکھنا جائز ہے۔(8)

مسئلہ ۸: منت دو قسم ہے۔

ایک معلق کہ میرا فلاں کام ہوجائے گا یا فلاں شخص سفر سے آجائے تو مجھ پر اللہ (عزوجل) کے لیے اتنے روزے

---

(6) ردالمحتار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۴۸۴، ۴۸۶، وغیرہ

(7) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الصوم، مطلب فی صوم الست من شوال، ج ۳، ص ۴۸۶، وغیرہما

(8) البحرالرائق، کتاب الصوم، فصل فی النذر، ج ۲، ص ۵۱۹

یا نماز یا صدقہ وغیر ہا ہے۔

دوسری غیر معلّق جو کسی چیز کے ہونے، نہ ہونے پر موقوف نہیں بلکہ یہ کہ اللہ (عزوجل) کے لیے میں اپنے اوپر اتنے روزے یا نماز یا صدقہ وغیر ہا واجب کرتا ہوں۔ غیر معلّق میں اگرچہ وقت یا جگہ وغیرہ معیّن کرے، مگر منت پوری کرنے کے لیے یہ ضرور نہیں کہ اس سے پیشتر یا اس کے غیر میں نہ ہو سکے، بلکہ اگر اس وقت سے پیشتر روزے رکھ لیے یا نماز پڑھ لی وغیرہ وغیرہ تو منت پوری ہوگئی۔

مسئلہ ۹: اس رجب کے روزے کی منت مانی اور جمادی الآخرہ میں روزے رکھ لیے اور یہ مہینہ اُنتیس کا ہوا، اگر یہ رجب بھی اُنتیس کا ہو تو پوری ہوگئی ایک اور روزہ کی ضرورت نہیں اور تیس کا ہوا تو ایک روزہ اور رکھے۔ (9)

مسئلہ ۱۰: اس رجب کے روزہ کی منت مانی اور رجب میں بیمار رہا تو دوسرے دنوں میں ان کی قضا رکھے اور قضا میں اختیار ہے کہ لگا تار روزے ہوں یا ناغہ دے کر۔ (10)

مسئلہ ۱۱: معلّق میں شرط پائی جانے سے پہلے منت پوری نہیں کر سکتا، اگر پہلے ہی روزے رکھ لیے بعد میں شرط پائی گئی تو اب پھر رکھنا واجب ہوگا، پہلے کے روزے اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتے۔ (11)

مسئلہ ۱۲: ایک دن کے روزے کی منت مانی تو اختیار ہے کہ ایام منہیہ کے سوا جس دن چاہے روزہ رکھ لے۔ یوہیں دو دن، تین دن میں بھی اختیار ہے، البتہ اگر ان میں پے در پے کی نیت کی تو پے در پے رکھنا واجب ہوگا، ورنہ اختیار ہے کہ ایک ساتھ رکھے یا ناغہ دے کر اور متفرق کی نیت کی اور پے در پے رکھ لیے جب بھی جائز ہے۔ (12)

مسئلہ ۱۳: ایک ساتھ دس ۱۰ روزوں کی منّت مانی اور پندرہ روزے رکھے، بیچ میں ایک دن افطار کیا اور یہ یاد نہیں کہ کون سے دن روزہ نہ تھا تو لگا تار پانچ دن اور رکھ لے۔ (13)

مسئلہ ۱۴: مریض نے ایک ماہ روزہ رکھنے کی منت مانی اور صحت نہ ہوئی مر گیا تو اُس پر کچھ نہیں اور اگر ایک دن کے لیے بھی اچھا ہو گیا تھا اور روزہ نہ رکھا تو پورے مہینے بھر کے فدیہ کی وصیّت کرنا واجب ہے اور اس دن روزہ رکھ لیا جب بھی باقی دنوں کے لیے وصیّت چاہیے۔ یوہیں اگر تندرست نے منّت مانی اور مہینہ پورا ہونے سے پہلے مر گیا تو اس

(9) ردالمحتار، کتاب الصوم، مطلب في صوم الست من شوال، ج۳، ص۴۸۷

(10) الدرالمختار، کتاب الصوم، ج۳، ص۴۸۹

(11) المرجع السابق ص۴۸۸

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب السادس في النذر، ج۱، ص۲۰۹

(13) المرجع السابق

پر بھی وصیت کرنا واجب ہے اور اگر رات میں منت مانی تھی اور رات ہی میں مر گیا جب بھی وصیت کر دینی چاہیے۔(14)

مسئلہ ۱۵: یہ منت مانی کہ جس دن فلاں شخص آئے گا، اس دن اللہ (عزوجل) کے لیے مجھ پر روزہ رکھنا واجب ہے تو اگر ضحوہ کبریٰ سے پیشتر آیا اور اُس نے کچھ کھایا پیا نہیں ہے تو روزہ رکھ لے اور اگر رات میں آیا تو کچھ نہیں۔ یوہیں اگر زوال کے بعد آیا یا کھانے کے بعد آیا یا منت ماننے والی عورت تھی اور اُس دن اُسے حیض تھا تو ان صورتوں میں بھی کچھ نہیں اور اگر یہ کہا تھا کہ جس دن فلاں آئے گا، اُس دن کا اللہ (عزوجل) کے لیے مجھے ہمیشہ روزہ رکھنا ہے اور کھانا کھانے کے بعد آیا تو اُس دن کا روزہ تو نہیں، مگر آئندہ ہر ہفتہ میں اُس دن کا روزہ اُس پر واجب ہو گیا، مثلاً پیر کے دن آیا تو ہر پیر کو روزہ رکھے۔(15)

مسئلہ ۱۶: یہ منت مانی کہ جس دن فلاں آئے گا، اُس روز کا روزہ مجھ پر ہمیشہ ہے اور دوسری منت یہ مانی کہ جس دن فلاں کو صحت ہو جائے اس دن کا روزہ مجھ پر ہمیشہ ہے۔ اتفاقاً جس دن وہ آیا، اُسی دن وہ اچھا بھی ہو گیا تو ہر ہفتہ میں صرف اُسی ایک دن کا روزہ رکھنا اس پر ہمیشہ واجب ہوا۔(16)

مسئلہ ۱۷: آدھے دن کے روزے کی منت مانی تو یہ منت صحیح نہیں۔(17)

(14) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الصوم، مطلب في صوم الست من شوال، ج ۳، ص ۴۸۸

(15) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب السادس في النذر، ج ۱، ص ۲۰۸، ۲۰۹، وغیرہ

(16) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب السادس في النذر، ج ۱، ص ۲۰۹

(17) المرجع السابق

اعتکاف کا بیان

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

(وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ) (1)

عورتوں سے مباشرت نہ کرو، جب کہ تم مسجدوں میں اعتکاف کیے ہوئے ہو۔

حدیث ۱: صحیحین میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان کے آخرعشرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے۔ (2)

---

(1) پ ۲، البقرۃ: ۱۸۷

اعتکاف پرانی عبادت ہے

پچھلی اُمتوں میں بھی اعتکاف کی عبادت موجود تھی۔ چُنانچِہ پارہ پہلا سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۲۵ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان عالی شان ہے:

وَعَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآىٕفِیْنَ وَالْعٰكِفِیْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ﴿۱۲۵﴾

ترجمۂ کنزُ الایمان: اور ہم نے تاکید فرمائی ابراہیم واسمٰعیل (عَلَیْہِمَا السَّلَام) کو کہ میرا گھر خوب ستھرا کرو طواف والوں اور اعتکاف والوں اور رُکوع وسجود والوں کیلئے۔ (پ ۱ البقرہ ۱۲۵)

(2) صحیح مسلم، کتاب الاعتکاف، باب اعتکاف العشر الاواخر من رمضان، الحدیث: ۱۱۷۲، ص ۵۹۷

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اس ہمیشگی سے معلوم ہوا کہ اعتکاف سنت مؤکدہ ہے اور چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم امت کو صراحۃً نہ دیا بلکہ رغبت دی معلوم ہوا کہ یہ اعتکاف واجب نہیں کیونکہ وجوب کے لیے حکم دینا ضروری ہے، لہذا یہ حدیث احناف کی دلیل ہے کہ رمضان کا اعتکاف سنت مؤکدہ ہے، پھر سارے مدینہ منورہ میں صرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابہ ہی اعتکاف کرتے تھے سب مسلمان نہ کرتے تھے، معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۳۲۴)

اعتکاف کرنے کا ثواب

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، بندے کا اپنے بھائی کی حاجت روائی کے لئے چلنا اس کے لئے دس سال اعتکاف کرنے سے بہتر ہے اور جو اللہ عزوجل کی رضا کے لئے ایک دن اعتکاف کرتا ہے اللہ عزوجل اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں بنا دیتا ہے اور ان میں سے دو خندقوں کا درمیانی فاصلہ مشرق ومغرب کے فاصلے سے زیادہ ہے۔ (الترغیب والترہیب، کتاب الصوم، باب الترغیب فی الاعتکاف، رقم ۲، ج ۲، ص ۹۶)

حدیث ۲: ابو داود انھیں سے راوی، کہتی ہیں: معتکف پر سنت (یعنی حدیث سے ثابت) یہ ہے کہ نہ مریض کی عیادت کو جائے نہ جنازہ میں حاضر ہو، نہ عورت کو ہاتھ لگائے اور نہ اس سے مباشرت کرے اور نہ کسی حاجت کے لیے جائے، مگر اس حاجت کے لیے جاسکتا ہے جو ضروری ہے اور اعتکاف بغیر روزہ کے نہیں اور اعتکاف جماعت والی مسجد میں کرے۔(3)

حدیث ۳: ابن ماجہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معتکف کے بارے میں فرمایا: وہ گناہوں سے باز رہتا ہے اور نیکیوں سے اُسے اُس قدر ثواب ملتا ہے جیسے اُس نے تمام نیکیاں کیں۔(4)

حدیث ۴: بیہقی امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رمضان میں دس ۱۰ دنوں کا اعتکاف کرلیا تو ایسا ہے جیسے دو ۲ حج اور دو ۲ عمرے کیے۔(5)

مسئلہ ۱: مسجد میں اللہ (عزوجل) کے لیے نیّت کے ساتھ ٹھہرنا اعتکاف ہے اور اس کے لیے مسلمان، عاقل اور جنابت وحیض ونفاس سے پاک ہونا شرط ہے۔ بلوغ شرط نہیں بلکہ نابالغ جو تمیز رکھتا ہے اگر بہ نیّت اعتکاف مسجد میں ٹھہرے تو یہ اعتکاف صحیح ہے، آزاد ہونا بھی شرط نہیں لہٰذا غلام بھی اعتکاف کرسکتا ہے، مگر اسے مولیٰ سے اجازت لینی ہوگی اور مولیٰ کو بہر حال منع کرنے کا حق حاصل ہے۔(6)

---

(3) سنن أبي داود، کتاب الصیام، باب المعتکف یعود المریض، الحدیث: ۲۴۷۳، ج ۲، ص ۴۹۲

(4) سنن ابن ماجہ، أبواب ماجاء في الصیام، باب في ثواب الاعتکاف، الحدیث: ۱۷۸۱، ج ۲، ص ۳۶۵

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی اعتکاف کا فوری فائدہ تو یہ ہے کہ یہ معتکف کو گناہوں سے باز رکھتا ہے۔ عکف کے معنی ہیں روکنا، باز رکھنا، کیونکہ اکثر گناہ غیبت، جھوٹ اور چغلی وغیرہ لوگوں سے اختلاط کے باعث ہوتی ہے معتکف گوشہ نشین ہے اور جو اس سے ملنے آتا ہے وہ بھی مسجد و اعتکاف کا لحاظ رکھتے ہوئے بری باتیں نہ کرتا ہے نہ کراتا ہے۔

۲۔ یعنی معتکف اعتکاف کی وجہ سے جن نیکیوں سے محروم ہوگیا جیسے زیارت قبور، مسلمانوں سے ملاقات، بیمار کی مزاج پرسی، نماز جنازہ میں حاضری اسے ان سب نیکیوں کا ثواب اسی طرح ملتا ہے جیسے یہ کام کرنے والوں کو ثواب ملتا ہے، ان شاء اللہ غازی، حاجی، طالب علم دین کا بھی یہ ہی حال ہے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۳۴)

(5) شعب الایمان، باب في الاعتکاف، الحدیث، ۳۹۶۶، ج ۳، ص ۴۲۵

(6) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۴۹۲۔ ۴۹۴

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب السابع في الاعتکاف، ج ۱، ص ۲۱۱

مسئلہ ۲: مسجد جامع ہونا اعتکاف کے لیے شرط نہیں بلکہ مسجد جماعت میں بھی ہوسکتا ہے۔ مسجد جماعت وہ ہے جس میں امام و مؤذن مقرر ہوں، اگرچہ اس میں پنجگانہ جماعت نہ ہوتی ہو اور آسانی اس میں ہے کہ مطلقاً ہر مسجد میں اعتکاف صحیح ہے اگرچہ وہ مسجد جماعت نہ ہو، خصوصاً اس زمانہ میں کہ بہتیری مسجدیں ایسی ہیں جن میں نہ امام ہیں نہ مؤذن۔ (7)

مسئلہ ۳: سب سے افضل مسجد حرم شریف میں اعتکاف ہے پھر مسجد نبوی میں علی صاحبہا الصلاۃ والتسلیم پھر مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) میں پھر اُس میں جہاں بڑی جماعت ہوتی ہو۔ (8)

مسئلہ ۴: عورت کو مسجد میں اعتکاف مکروہ ہے، بلکہ وہ گھر میں ہی اعتکاف کرے مگر اس جگہ کرے جو اُس نے نماز پڑھنے کے لیے مقرر کر رکھی ہے جسے مسجدِ بیت کہتے ہیں اور عورت کے لیے یہ مستحب بھی ہے کہ گھر میں نماز پڑھنے

اعتکاف کی تعریف

شیخ طریقت، امیر اَہلسنت، بانیٔ دعوتِ اسلامی، حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رَضَوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ اپنی کتاب فیضان رمضان میں تحریر فرماتے ہیں:

مسجد میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی رضا کیلئے بہ نیتِ اِعتکاف ٹھہرنا اِعتکاف ہے۔ اس کیلئے مسلمان کا عاقِل اور جَنابت اور حَیض ونفاس سے پاک ہونا شرط ہے۔ بُلوغ شرط نہیں نابالغ بھی جو تمیز رکھتا ہے اگر بہ نیتِ اعتکاف مسجد میں ٹھہرے تو اُس کا اعتکاف صحیح ہے۔

(عالمگیری ج ۱ ص ۲۱۱)

اعتکاف کے لفظی معنی

اِعتکاف کے لُغوی معنیٰ ہیں، دھرنا مارنا مطلب یہ کہ مُعتکِف اللہ ربُّ العزّت عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہِ عظمت میں اُس کی عبادت پر کمر بستہ ہو کر دھرنا مار کر پڑا رہتا ہے۔ اس کی یہی دُھن ہوتی ہے کہ کسی طرح اس کا پروردگار عَزَّ وَجَلَّ اس سے راضی ہو جائے۔

اب تو غنی کے در پر بستر جما دیئے ہیں

حضرتِ سیِّدُنا عطاء خُراسانی قدس سرہ النُّورانی فرماتے ہیں، مُعتکِف کی مِثال اس شخص کی سی ہے جو اللہ تعالیٰ کے در پر آپڑا ہو اور یہ کہہ رہا ہو، یا اللہ ربُّ العزّت عَزَّ وَجَلَّ جب تک تُو میری مغفرت نہیں فرمادے گا میں یہاں سے نہیں ٹلوں گا۔

(شُعَبُ الایمان ج ۳ ص ۴۲۶ حدیث ۳۹۷۰)

ہم سے فقیر بھی اب پھیری کو اٹھتے ہوں گے ۔۔۔ اب تو غنی کے در پر بستر جما دیئے ہیں

(حدائقِ بخشش)

(7) ردالمحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۴۹۳

(8) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ص ۱۸۸

کے لیے کوئی جگہ مقرر کر لے اور چاہیے کہ اس جگہ کو پاک صاف رکھے اور بہتر یہ کہ اس جگہ کو چبوترہ وغیرہ کی طرح بلند کرلے۔ بلکہ مرد کو بھی چاہیے کہ نوافل کے لیے گھر میں کوئی جگہ مقرر کرلے کہ نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے۔(9)

مسئلہ ۵: اگر عورت نے نماز کے لیے کوئی جگہ مقرر نہیں کر رکھی ہے تو گھر میں اعتکاف نہیں کرسکتی، البتہ اگر اس وقت یعنی جب کہ اعتکاف کا ارادہ کیا کسی جگہ کو نماز کے لیے خاص کرلیا تو اس جگہ اعتکاف کرسکتی ہے۔(10)

مسئلہ ٦: خنثیٰ (ہیجڑا) مسجد بیت میں اعتکاف نہیں کرسکتا۔(11)

---

(9) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۴۹۴

(10) المرجع السابق

(11) الدرالمختار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۴۹۴

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اعتکاف عشرہ اخیرہ کی سنتِ مؤکدہ علیٰ وجہ الکفایہ ہے، جس پر حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مواظبت ومداومت فرمائی پورے عشرہ اخیرہ کا اعتکاف ہے، ایک روز بھی کم ہو تو سنت ادا نہ ہوگی، ہاں اعتکاف نفل کے لیے کوئی حد مقرر نہیں، ایک ساعت کا بھی ہوسکتا ہے، اگرچہ بے روزہ ہو۔ ولہذا اچاہیے کہ جب نماز کو مسجد میں آئے نیتِ اعتکاف کرلے کہ یہ دوسری عبادت مفت حاصل ہوجائے گی،

درمختار میں ہے:

سنة مؤكدة فی العشر الاخیر من رمضان ای سنة كفاية كما فی البرهان وغيره اھ

رمضان کے آخری عشرہ میں سنتِ مؤکدہ ہے یعنی سنتِ کفایہ ہے، جیسا کہ برہان وغیرہ میں ہے۔

(اے درمختار باب الاعتکاف مجتبائی دہلی ۱/۱۵٦)

اسی میں ہے:

واقله نفلا ساعة من ليل اونهار عند محمد، وهو ظاهر الرواية عن الامام لبناء النفل على المسامحة وبه يفتى والساعة فی عرف الفقهاء جزء من الزمان لا جزء من اربعة وعشرين كما يقوله المنجمون كما فی غرر الاذكار وغيره اھ

امام محمد کے نزدیک کم سے کم نفلی اعتکاف دن و رات میں ایک گھڑی کا بھی ہوسکتا ہے اور امام اعظم سے بھی ظاہر الروایت میں ہے کیونکہ نفل کی بناء آسانی پر ہے اور اسی پر فتوی ہے، عرف فقہا میں ساعت کا مفہوم زمانے کا ایک جز ہے نہ کہ چوبیس گھنٹوں میں سے ایک گھنٹہ جو کہ اہل توقیت کا مؤقف ہے، جیسا کہ غرر الاذکار وغیرہ میں ہے۔(اے درمختار باب الاعتکاف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۵۷-۱۵٦)

فتح القدیر میں ہے:

الاعتكاف ينقسم الى واجب وهو المنذور تنجيزا اوتعليقا والى سنة مؤكدة وهو اعتكاف العشر ←

مسئلہ ۷: اعتکاف تین قسم ہے۔

(۱) واجب، کہ اعتکاف کی منت مانی یعنی زبان سے کہا، محض دل میں ارادہ سے واجب نہ ہوگا۔

(۲) سنت مؤکدہ، کہ رمضان کے پورے عشرہ اخیرہ یعنی آخر کے دس دن میں اعتکاف کیا جائے یعنی بیسویں رمضان کو سورج ڈوبتے وقت بہ نیت اعتکاف مسجد میں ہو اور تیسویں کے غروب کے بعد یا انتیس کو چاند ہونے کے بعد نکلے۔ اگر بیسویں تاریخ کو بعد نماز مغرب نیت اعتکاف کی تو سنت مؤکدہ ادا نہ ہوئی اور یہ اعتکاف سنت کفایہ ہے کہ اگر سب ترک کریں تو سب سے مطالبہ ہوگا اور شہر میں ایک نے کرلیا تو سب بری الذمہ۔

(۳) ان دو ۲ کے علاوہ اور جو اعتکاف کیا جائے وہ مستحب وسنت غیر مؤکدہ ہے۔ (12)

مسئلہ ۸: اعتکاف مستحب کے لیے نہ روزہ شرط ہے، نہ اس کے لیے کوئی خاص وقت مقرر، بلکہ جب مسجد میں اعتکاف کی نیت کی، جب تک مسجد میں ہے معتکف ہے، چلا آیا اعتکاف ختم ہوگیا۔ (13) یہ بغیر محنت ثواب مل رہا ہے کہ فقط نیت کر لینے سے اعتکاف کا ثواب ملتا ہے، اسے تو نہ کھونا چاہیے۔ مسجد میں اگر دروازہ پر یہ عبارت لکھ دی جائے کہ اعتکاف کی نیت کرلو، اعتکاف کا ثواب پاؤ گے تو بہتر ہے کہ جو اس سے ناواقف ہیں انھیں معلوم ہو جائے اور جو جانتے ہیں اُن کے لیے یاددہانی ہو۔

مسئلہ ۹: اعتکاف سنت یعنی رمضان شریف کی پچھلی دس تاریخوں میں جو کیا جاتا ہے، اُس میں روزہ شرط ہے، لہٰذا اگر کسی مریض یا مسافر نے اعتکاف تو کیا مگر روزہ نہ رکھا تو سنت ادا نہ ہوئی بلکہ نفل ہوا۔ (14)

مسئلہ ۱۰: منت کے اعتکاف میں بھی روزہ شرط ہے، یہاں تک کہ اگر ایک مہینے کے اعتکاف کی منت مانی اور یہ

الاواخر من رمضان والی مستحب وھو ماسواھما ۲ ۔

اعتکاف واجب، سنتِ مؤکدہ اور مستحب پر منقسم ہے، واجب جس کی نذر مانی گئی ہو خواہ فی الفور یا معلق ہو، اور سنتِ مؤکدہ وہ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف ہے، اور مستحب جوان مذکورہ دونوں صورتوں کے علاوہ ہے۔

(۲۔ فتح القدیر باب الاعتکاف مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲ / ۳۰۵)

ردالمحتار میں ہے:

المسنون ھو اعتکاف العشر بتمامہ ۳ ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (۳۔ ردالمحتار باب الاعتکاف مصطفی البابی مصر ۲ / ۱۴۳)

سنت اعتکاف ذہ رمضان کا پورا عشرہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت) (فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۶۵۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(12) المرجع السابق، ص ۴۹۵، والفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب السابع فی الاعتکاف، ج ۱، ص ۲۱۱

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب السابع فی الاعتکاف، ج ۱، ص ۲۱۱، وغیرہ

(14) ردالمحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۴۹۶

کہا کہ روزہ نہ رکھے گا جب بھی روزہ رکھنا واجب ہے اور اگر رات کے اعتکاف کی منت مانی تو یہ منت صحیح نہیں کہ رات میں روزہ نہیں ہوسکتا اور اگر یوں کہا کہ ایک دن رات کا مجھ پر اعتکاف ہے تو یہ منت صحیح ہے اور اگر آج کے اعتکاف کی منت مانی اور کھانا کھا چکا ہے تو منت صحیح نہیں۔ (15) یوہیں اگر ضحوہ کبریٰ کے بعد منت مانی اور روزہ نہ تھا تو یہ منت صحیح نہیں کہ اب روزہ کی نیت نہیں کرسکتا، بلکہ اگر روزہ کی نیت کرسکتا ہو مثلاً ضحوہ کبریٰ سے قبل جب بھی منت صحیح نہیں کہ یہ روزہ نفل ہوگا اور اس اعتکاف میں روزہ واجب درکار۔

مسئلہ ۱۱: یہ ضرور نہیں کہ خاص اعتکاف ہی کے لیے روزہ ہو بلکہ روزہ ہونا ضروری ہے، اگرچہ اعتکاف کی نیت سے نہ ہو مثلاً اس رمضان کے اعتکاف کی منت مانی تو وہی رمضان کے روزے اس اعتکاف کے لیے کافی ہیں اور اگر رمضان کے روزے تو رکھے مگر اعتکاف نہ کیا تو اب ایک ماہ کے روزے رکھے اور اس کے ساتھ اعتکاف کرے اور اگر یوں نہ کیا یعنی روزے رکھ کر اعتکاف نہ کیا اور دوسرا رمضان آگیا تو اس رمضان کے روزے اس اعتکاف کے لیے کافی نہیں۔

یوہیں اگر کسی اور واجب کے روزے رکھے تو یہ اعتکاف ان روزوں کے ساتھ بھی ادا نہیں ہوسکتا، بلکہ اب اس کے لیے خاص اعتکاف کی نیت سے روزے رکھنا ضروری ہے اور اگر اس صورت میں کہ رمضان کے اعتکاف کی منت مانی تھی نہ روزے رکھے، نہ اعتکاف کیا اب ان روزوں کی قضا رکھ رہا ہے تو ان قضا روزوں کے ساتھ وہ اعتکاف کی منت بھی پوری کرسکتا ہے۔ (16)

مسئلہ ۱۲: نفلی روزہ رکھا تھا اور اُس دن کے اعتکاف کی منت مانی تو یہ منت صحیح نہیں کہ اعتکاف واجب کے لیے نفلی روزہ کافی نہیں اور یہ روزہ واجب ہو نہیں سکتا۔ (17)

مسئلہ ۱۳: ایک مہینے کے اعتکاف کی منت مانی تو یہ منت رمضان میں پوری نہیں کرسکتا بلکہ خاص اُس اعتکاف کے لیے روزے رکھنے ہوں گے۔ (18)

---

(15) الدرالمختار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج۳، ص۴۹۶

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب السابع فی الاعتکاف، ج۱، ص۲۱۱

(16) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج۳، ص۴۹۷

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب السابع فی الاعتکاف، ج۱، ص۲۱۱

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب السابع فی الاعتکاف، ج۱، ص۲۱۱

(18) المرجع السابق

مسئلہ ۱۴: عورت نے اعتکاف کی منت مانی تو شوہر منت پوری کرنے سے روک سکتا ہے اور اب بائن ہونے یا موتِ شوہر کے بعد منت پوری کرے۔ یوہیں لونڈی غلام کو ان کا مالک منع کر سکتا ہے، یہ آزاد ہونے کے بعد پوری کریں۔(19)

مسئلہ ۱۵: شوہر نے عورت کو اعتکاف کی اجازت دے دی اب روکنا چاہے تو نہیں روک سکتا اور مولیٰ نے باندی غلام کو اجازت دیدی جب بھی روک سکتا ہے اگرچہ اب روکے گا تو گنہگار ہوگا۔(20)

مسئلہ ۱۶: شوہر نے ایک مہینے کے اعتکاف کی اجازت دی اور عورت لگاتار پورے مہینے کا اعتکاف کرنا چاہتی ہے تو شوہر کو اختیار ہے کہ یہ حکم دے کہ تھوڑے تھوڑے کر کے ایک مہینہ پورا کر لے اور اگر کسی خاص مہینے کی اجازت دی ہے تو اب اختیار نہ رہا۔(21)

مسئلہ ۱۷: اعتکاف واجب میں معتکف کو مسجد سے بغیر عذر نکلنا حرام ہے، اگر نکلا تو اعتکاف جاتا رہا اگرچہ بھول کر نکلا ہو۔ یوہیں اعتکافِ سنت بھی بغیر عذر نکلنے سے جاتا رہتا ہے۔ یوہیں عورت نے مسجد بیت میں اعتکاف واجب یا مسنون کیا تو بغیر عذر وہاں سے نہیں نکل سکتی، اگر وہاں سے نکلی اگرچہ گھر ہی میں رہی اعتکاف جاتا رہا۔(22)

مسئلہ ۱۸: معتکف کو مسجد سے نکلنے کے دو عذر ہیں۔

ایک حاجت طبعی کہ مسجد میں پوری نہ ہو سکے جیسے پاخانہ، پیشاب، استنجا، وضو اور غسل کی ضرورت ہو تو غسل، مگر غسل و وضو میں یہ شرط ہے کہ مسجد میں نہ ہو سکیں یعنی کوئی ایسی چیز نہ ہو جس میں وضو و غسل کا پانی لے سکے اس طرح کہ مسجد میں پانی کی

کوئی بوند نہ گرے کہ وضو و غسل کا پانی مسجد میں گرانا ناجائز ہے اور لگن وغیرہ موجود ہو کہ اس میں وضو اس طرح کر سکتا ہے کہ کوئی چھینٹ مسجد میں نہ گرے تو وضو کے لیے مسجد سے نکلنا جائز نہیں، نکلے گا تو اعتکاف جاتا رہے گا۔ یوہیں اگر مسجد میں وضو و غسل کے لیے جگہ بنی ہو یا حوض ہو تو باہر جانے کی اب اجازت نہیں۔

دوم حاجت شرعی مثلاً عید یا جمعہ کے لیے جانا یا اذان کہنے کے لیے منارہ پر جانا، جبکہ منارہ پر جانے کے لیے باہر

---

(19) المرجع السابق

(20) المرجع السابق

(21) المرجع السابق

(22) المرجع السابق، ص ۲۱۲، وردالمحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۵۰۱

ہی سے راستہ ہو اور اگر منارہ کا راستہ اندر سے ہو تو غیر مؤذن بھی منارہ پر جا سکتا ہے مؤذن کی تخصیص نہیں۔(23)

مسئلہ ۱۹: قضائے حاجت کو گیا تو طہارت کر کے فوراً چلا آئے ٹھہرنے کی اجازت نہیں اور اگر معتکف کا مکان مسجد سے دُور ہے اور اس کے دوست کا مکان قریب تو یہ ضرور نہیں کہ دوست کے یہاں قضائے حاجت کو جائے، بلکہ اپنے مکان پر بھی جا سکتا ہے اور اگر اس کے خود دو مکان ہیں ایک نزدیک دوسرا دُور تو نزدیک والے مکان میں جائے کہ بعض مشائخ فرماتے ہیں دُور والے میں جائے گا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔(24)

مسئلہ ۲۰: جمعہ اگر قریب کی مسجد میں ہوتا ہے تو آفتاب ڈھلنے کے بعد اس وقت جائے کہ اذان ثانی سے پیشتر سنتیں پڑھ لے اور اگر دُور ہو تو آفتاب ڈھلنے سے پہلے بھی جا سکتا ہے، مگر اس انداز سے جائے کہ اذان ثانی کے پہلے سنتیں پڑھ سکے زیادہ پہلے نہ جائے۔

اور یہ بات اس کی رائے پر ہے جب اس کی سمجھ میں آجائے کہ پہنچنے کے بعد صرف سنتوں کا وقت باقی رہے گا، چلا جائے اور فرض جمعہ کے بعد چار یا چھ رکعتیں سنتوں کی پڑھ کر چلا آئے اور ظہر احتیاطی پڑھنی ہے تو اعتکاف والی مسجد میں آکر پڑھے اور اگر پچھلی سنتوں کے بعد واپس نہ آیا، وہیں جامع مسجد میں ٹھہرا رہا، اگرچہ ایک دن رات تک وہیں رہ گیا یا اپنا اعتکاف وہیں پورا کیا تو بھی وہ اعتکاف فاسد نہ ہوا مگر یہ مکروہ ہے اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ جس مسجد میں اعتکاف کیا، وہاں جمعہ نہ ہوتا ہو۔(25)

مسئلہ ۲۱: اگر ایسی مسجد میں اعتکاف کیا جہاں جماعت نہیں ہوتی تو جماعت کے لیے نکلنے کی اجازت ہے۔(26)

مسئلہ ۲۲: اعتکاف کے زمانہ میں حج یا عمرہ کا احرام باندھا تو اعتکاف پورا کر کے جائے اور اگر وقت کم ہے کہ اعتکاف پورا کریگا تو حج جاتا رہے گا تو حج کو چلا جائے پھر سرے سے اعتکاف کرے۔(27)

مسئلہ ۲۳: اگر وہ مسجد گر گئی یا کسی نے مجبور کر کے وہاں سے نکال دیا اور فوراً دوسری مسجد میں چلا گیا تو اعتکاف

---

(23) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۵۰۱

(24) ردالمحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۵۰۱

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب السابع في الاعتکاف، ج ۱، ص ۲۱۲

(25) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۵۰۲

(26) ردالمحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۵۰۳، ۵۰۵

(27) ردالمحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۵۰۳

فاسد نہ ہوا۔(28)

مسئلہ ۲۴: اگر ڈوبنے یا جلنے والے کے بچانے کے لیے مسجد سے باہر گیا یا گواہی دینے کے لیے گیا یا جہاد میں سب لوگوں کا بلاوا ہوا اور یہ بھی نکلا یا مریض کی عیادت یا نمازِ جنازہ کے لیے گیا، اگر چہ کوئی دوسرا پڑھنے والا نہ ہو تو ان سب صورتوں میں اعتکاف فاسد ہو گیا۔(29)

مسئلہ ۲۵: عورت مسجد میں معتکف تھی، اسے طلاق دی گئی تو گھر چلی جائے اور اسی اعتکاف کو پورا کرلے۔(30)

مسئلہ ۲۶: اگر منت مانتے وقت یہ شرط کرلی کہ مریض کی عیادت اور نماز جنازہ اور مجلس علم میں حاضر ہوگا تو یہ شرط جائز ہے۔ اب اگر ان کاموں کے لیے جائے تو اعتکاف فاسد نہ ہوگا، مگر خالی دل میں نیّت کر لینا کافی نہیں بلکہ زبان سے کہہ لینا ضروری ہے۔(31)

مسئلہ ۲۷: پاخانہ پیشاب کے لیے گیا تھا، قرض خواہ نے روک لیا اعتکاف فاسد ہو گیا۔(32)

مسئلہ ۲۸: معتکف کو وطی کرنا اور عورت کا بوسہ لینا یا چھونا یا گلے لگانا حرام ہے۔ جماع سے بہر حال اعتکاف فاسد ہو جائے گا، انزال ہو یا نہ ہو قصداً ہو یا بھولے سے مسجد میں ہو یا باہر رات میں ہو یا دن میں، جماع کے علاوہ اوروں میں اگر انزال ہو تو فاسد ہے ورنہ نہیں، احتلام ہو گیا یا خیال جمانے یا نظر کرنے سے انزال ہوا تو اعتکاف فاسد نہ ہوا۔(33)

مسئلہ ۲۹: معتکف نے دن میں بھول کر کھالیا تو اعتکاف فاسد نہ ہوا، گالی گلوچ یا جھگڑا کرنے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا مگر بے نور و بے برکت ہوتا ہے۔(34)

---

(28) الفتاوی الهندیۃ، کتاب الصوم، الباب السابع في الاعتکاف، ج۱، ص۲۱۲

(29) المرجع السابق

(30) الفتاوی الهندیۃ، کتاب الصوم، الباب السابع في الاعتکاف، ج۱، ص۲۱۲

(31) الفتاوی الهندیۃ، کتاب الصوم، الباب السابع في الاعتکاف، ج۱، ص۲۱۲
ورد المحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج۳، ص۵۰۶ وغیرہما

(32) الفتاوی الهندیۃ، کتاب الصوم، الباب السابع في الاعتکاف، ج۱، ص۲۱۲

(33) الفتاوی الهندیۃ، کتاب الصوم، الباب السابع في الاعتکاف، ج۱، ص۲۱۳، وغیرہ

(34) الفتاوی الهندیۃ، کتاب الصوم، الباب السابع في الاعتکاف، ج۱، ص۲۱۳، وغیرہ

مسئلہ ۳۰: معتکف نکاح کر سکتا ہے اور عورت کو رجعی طلاق دی ہے تو رجعت بھی کر سکتا ہے، مگر ان امور کے لیے اگر مسجد سے باہر ہوگا تو اعتکاف جاتا رہے گا۔(35) مگر جماع اور بوسہ وغیرہ سے اس کو رجعت حرام ہے، اگرچہ رجعت ہو جائے گی۔

مسئلہ ۳۱: معتکف نے حرام مال یا نشہ کی چیز رات میں کھائی تو اعتکاف فاسد نہ ہوا۔(36) مگر اس حرام کا گناہ ہوا توبہ کرے۔

مسئلہ ۳۲: بے ہوشی اور جنون اگر طویل ہوں کہ روزہ نہ ہو سکے تو اعتکاف جاتا رہا اور قضا واجب ہے، اگرچہ کئی سال کے بعد صحت ہو اور اگر معتوہ یعنی بوہرا ہو گیا، جب بھی اچھے ہونے کے بعد قضا واجب ہے۔(37)

مسئلہ ۳۳: معتکف مسجد ہی میں کھائے پیے سوئے ان امور کے لیے مسجد سے باہر ہوگا تو اعتکاف جاتا رہے گا۔(38) مگر کھانے پینے میں یہ احتیاط لازم ہے کہ مسجد آلودہ نہ ہو۔

مسئلہ ۳۴: معتکف کے سوا اور کسی کو مسجد میں کھانے پینے سونے کی اجازت نہیں اور اگر یہ کام کرنا چاہے تو اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں جائے اور نماز پڑھے یا ذکر الٰہی کرے پھر یہ کام کر سکتا ہے۔(39)

مسئلہ ۳۵: معتکف کو اپنی یا بال بچوں کی ضرورت سے مسجد میں کوئی چیز خریدنا یا بیچنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ چیز مسجد میں نہ ہو یا ہو تو تھوڑی ہو کہ جگہ نہ گھیرے اور اگر خرید وفروخت بقصد تجارت ہو تو ناجائز اگرچہ وہ چیز مسجد میں نہ ہو۔(40)

مسئلہ ۳۶: معتکف اگر بہ نیت عبادت سکوت کرے یعنی چپ رہنے کو ثواب کی بات سمجھے تو مکروہِ تحریمی ہے اور اگر چپ رہنا ثواب کی بات سمجھ کر نہ ہو تو حرج نہیں اور بری بات سے چپ رہا تو یہ مکروہ نہیں، بلکہ یہ تو اعلیٰ درجہ کی چیز

---

(35) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب السابع فی الاعتکاف، ج۱، ص۲۱۳

درالمختار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج۳، ص۵۰۶

(36) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب السابع فی الاعتکاف، ج۱، ص۲۱۳

(37) المرجع السابق

معتوہ: (بوہرہ، بوہرا) جس کی عقل ٹھیک نہ ہو تدبیر مختل ہو کبھی عاقلوں کی سی بات کرے کبھی پاگلوں کی (طرح) مگر مجنوں کی طرح لوگوں کو محض بے وجہ مارتا گالیاں دیتا اینٹیں پھینکتا نہ ہو۔ (فتاوی رضویہ، ج۲، ص۵۲۹) و (ردالمحتار، ج۴، ص۴۳۸)

(38) الدرالمختار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج۳، ص۵۰۶، وغیرہ

(39) ردالمحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج۳، ص۵۰۶

(40) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج۳، ص۵۰۶

ہے کیونکہ بری بات زبان سے نہ نکالنا واجب ہے اور جس بات میں نہ ثواب ہو نہ گناہ یعنی مباح بات بھی معتکف کو مکروہ ہے، مگر بوقت ضرورت اور بے ضرورت مسجد میں مباح کلام نیکیوں کو ایسے کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔ (41)

مسئلہ ۳۷: معتکف نہ چپ رہے، نہ کلام کرے تو کیا کرے۔ یہ کرے قرآن مجید کی تلاوت، حدیث شریف کی قراءت اور درود شریف کی کثرت، علم دین کا درس و تدریس، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و دیگر انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سیر و اذکار اور اولیا و صالحین کی حکایت اور امورِ دین کی کتابت۔ (42)

مسئلہ ۳۸: ایک دن کے اعتکاف کی منت مانی تو اس میں رات داخل نہیں۔ طلوع فجر سے پیشتر مسجد میں چلا جائے اور غروب کے بعد چلا آئے اور اگر دو دن یا تین دن یا زیادہ دنوں کی منت مانی یا دو یا تین یا زیادہ راتوں کے اعتکاف کی منت مانی تو ان دونوں صورتوں میں اگر صرف دن یا صرف راتیں مراد لیں تو نیت صحیح ہے، لہٰذا پہلی صورت میں منت صحیح ہے اور صرف دنوں میں اعتکاف واجب ہوا اور اس صورت میں اختیار ہے کہ اتنے دنوں کا لگاتار اعتکاف کرے یا متفرق طور پر۔ اور دوسری صورت میں منت صحیح نہیں کہ اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے اور رات میں روزہ ہو نہیں سکتا اور اگر دونوں صورتوں میں دن اور رات دونوں مراد ہیں۔ یا کچھ نیت نہ کی تو دونوں صورتوں میں دن اور رات دونوں کا اعتکاف واجب ہے اور علی الاتصال اتنے دنوں میں اعتکاف ضروری ہے، تفریق نہیں کرسکتا۔

نیز اس صورت میں یہ بھی ضرور ہے کہ دن سے پہلے جو رات ہے، اس میں اعتکاف ہو، لہٰذا غروب آفتاب سے

---

(41) الدرالمختار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۵۰۷

(42) المرجع السابق، ص ۵۰۸

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

رمضان المبارک میں ہر عمل نیک کا ثواب باقی مہینوں کے عمل سے اکثر واوفر ہے، رمضان کا نفل اور مہینوں کے فرض اور اس کا فرض اور مہینوں کے ستر فرض کے برابر ہے۔ اور اللہ عزوجل کا فضل اوسع واکبر ہے۔ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہر مبارک کی نسبت فرمایا:

من تقرب فیه بخصلة من الخیر کان کمن ادی فریضة فیما سواه. ومن ادی فیه فریضة کان کمن ادی سبعین فریضة فیما سواه، ا۔ الحدیث رواه ابن خزیمة والبیهقی، واللہ تعالیٰ اعلم.

(ا۔ صحیح ابن خزیمہ باب فضائل شھر رمضان حدیث ۱۸۸۷ المکتب الاسلامی بیروت ۳ / ۹۲-۱۹۱)

جس نے رمضان میں کوئی نفلی نیکی کا کام کیا اسے اس شخص جیسا ثواب ملے گا جس نے رمضان کے علاوہ میں فرض ادا کیا، اور جس نے اس میں فرض ادا کیا وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے رمضان کے علاوہ میں ستر فرض ادا کئے، الحدیث اسے ابن خزیمہ اور بیہقی نے روایت کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۳۱۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

پہلے جائے اعتکاف میں چلا جائے اور جس دن پورا ہو غروب آفتاب کے بعد نکل آئے اور اگر دن کی منت مانی اور کہتا یہ ہے کہ میں نے دن کہہ کر رات مراد لی، تو یہ نیت صحیح نہیں دن اور رات دونوں کا اعتکاف واجب ہے۔(43)

مسئلہ ۳۹: عید کے دن کے اعتکاف کی منت مانی تو کسی اور دن میں جس دن روزہ رکھنا جائز ہے، اس کی قضا کرے اور اگر یمین کی نیت تھی تو کفارہ دے اور عید ہی کے دن کرلیا تو منت پوری ہوگئی مگر گنہگار ہوا۔(44)

مسئلہ ۴۰: کسی دن یا کسی مہینے کے اعتکاف کی منت مانی تو اس سے پیشتر بھی اس منت کو پورا کرسکتا ہے یعنی جبکہ معلق نہ ہو اور مسجد حرم شریف میں اعتکاف کرنے کی منت مانی تو دوسری مسجد میں بھی کرسکتا ہے۔(45)

مسئلہ ۴۱: ماہِ گزشتہ کے اعتکاف کی منت مانی تو صحیح نہیں۔ منت مان کر معاذ اللہ مرتد ہوگیا تو منت ساقط ہوگئی پھر مسلمان ہوا تو اُس کی قضا واجب نہیں۔(46)

مسئلہ ۴۲: ایک مہینے کے اعتکاف کی منت مانی اور مرگیا تو ہر روز کے بدلے بقدر صدقہ فطر کے مسکین کو دیا جائے یعنی جبکہ وصیّت کی ہو اور اس پر واجب ہے کہ وصیّت کر جائے اور وصیّت نہ کی، مگر وارثوں نے اپنی طرف سے فدیہ دے دیا، جب بھی جائز ہے۔ مریض نے منت مانی اور مرگیا تو اگر ایک دن کو بھی اچھا ہوگیا تھا تو ہر روز کے بدلے صدقہ فطر کی قدر دیا جائے اور ایک دن کو بھی اچھا نہ ہوا تو کچھ واجب نہیں۔(47)

مسئلہ ۴۳: ایک مہینے کے اعتکاف کی منت مانی تو یہ بات اس کے اختیار میں ہے کہ جس مہینے کا چاہے اعتکاف کرے، مگر لگا تار اعتکاف میں بیٹھنا واجب ہے اور اگر یہ کہے کہ میری مراد ایک مہینے کے صرف دن تھے، راتیں نہیں تو یہ قول نہیں مانا جائے گا۔ دن اور رات دونوں کا اعتکاف واجب ہے اور تیس دن کہا تھا جب بھی یہی حکم ہے۔ ہاں اگر منت مانتے وقت یہ کہا تھا کہ ایک مہینے کے دنوں کا اعتکاف ہے، راتوں کا نہیں تو صرف دنوں کا اعتکاف واجب ہوا اور اب یہ بھی اختیار ہے کہ متفرق طور پر تیس دن کا اعتکاف کرلے اور اگر یہ کہا تھا کہ ایک مہینے کی راتوں کا اعتکاف ہے

---

(43) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ص ۱۹۰

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب السابع في الاعتکاف، ج ۱، ص ۲۱۳۔ ۲۱۴

والدرالمختار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۵۱۰

(44) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب السابع في الاعتکاف، ج ۱، ص ۲۱۴

(45) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب السابع في الاعتکاف، ج ۱، ص ۲۱۴

(46) المرجع السابق

(47) المرجع السابق

دِنوں کا نہیں تو کچھ نہیں ہے۔(48)

مسئلہ ۴۴: اعتکاف نفل اگر چھوڑ دے تو اس کی قضا نہیں، کہ وہیں تک ختم ہوگیا اور اعتکاف مسنون کہ رمضان کی پچھلی دس تاریخوں تک کے لیے بیٹھا تھا، اسے توڑا تو جس دن توڑا فقط اس ایک دن کی قضا کرے، پورے دس دنوں کی قضا واجب نہیں اور منّت کا اعتکاف توڑا تو اگر کسی معین مہینے کی منت تھی تو باقی دنوں کی قضا کرے، ورنہ اگر علی الاتصال واجب ہوا تھا تو سرے سے اعتکاف کرے اور علی الاتصال واجب نہ تھا تو باقی کا اعتکاف کرے۔(49)

مسئلہ ۴۵: اعتکاف کی قضا صرف قصداً توڑنے سے نہیں بلکہ اگر عذر کی وجہ سے چھوڑا مثلاً بیمار ہوگیا یا بلا اختیار چھوٹا مثلاً عورت کو حیض یا نفاس آیا یا جنون و بے ہوشی طویل طاری ہوئی، ان میں بھی قضا واجب ہے اور ان میں اگر بعض فوت ہو تو کُل کی قضا کی حاجت نہیں، بلکہ بعض کی قضا کر دے اور کُل فوت ہوا تو کُل کی قضا ہے اور منّت میں علی الاتصال واجب ہوا تھا اور تو علی الاتصال (مسلسل بلا ناغہ) کُل کی قضا ہے۔(50)

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى اٰلَائِهٖ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَفْضَلِ اَنْبِيَائِهٖ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاَوْلِيَائِهٖ وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

❁❁❁❁❁

---

(48) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ص۱۹۰، ۱۹۱

والدر المختار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج۳، ص۵۱۰

(49) ردالمحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج۳، ص۴۹۹، ۵۰۱، ۵۰۳

(50) ردالمحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج۳، ص۵۰۳

فقہ حنفی کی عالم بنانے والی کتاب

فیضانِ شریعت

شرح

بہارِ شریعت

جلد ششم

مصنف

حضرت مولانا محمد امجد علی رحمۃ اللہ علیہ
اعظمی رضوی سنی حنفی قادری برکاتی

شارح

علامہ ابوتراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ
اردو بازار ○ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

باراول	....	مئی 2017
پرنٹرز	....	آر۔آر پرنٹرز
سرورق	....	النافع گرافکس
تعداد	....	-/600
ناشر	....	چوہدری غلام رسول۔میاں جواد رسول میاں شہزاد رسول
قیمت	....	=/ روپے

جلد ششم

ملنے کے پتے

فیصل مسجد اسلام آباد Ph: 051-2254111
E-mail: millat_publication@yahoo.com

اسلام بک ڈپو
۱۲۔گنج بخش روڈ لاہور فون 042-37112941 0323-8836776

دوکان نمبر 5- مکہ سنٹر نیو اردو بازار لاہور 0321-4146464
Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ ٥ غزنی سٹریٹ
اردو بازار ٥ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

فہرست

میقات کا بیان

احرام کا بیان

طواف و سعی صفا و مروہ و عمرہ کا بیان

قِران کا بَیان

تَمتّع کا بیان

جُرم اور اُن کے کفارے کا بیان

مُحصر کابیان

حج فوت ہونے کابیان

حجِ بدل کابیان

ھَدی کابیان

حج کی مَنّت کابیان

فضائلِ مدینہ طیبہ

حج کا بیان

حصہ ششم کی اصطلاحات

1- اشہرِحج: حج کے مہینے یعنی شوال المکرم وذوالقعدہ دو ۲ نوں مکمل اور ذوالحجہ کے ابتدائی دس ۱۰ دن۔

(رفیق الحرمین، ص ۳۲)

2- احرام: جب حج یا عمرہ یا دو ۲ نوں کی نیت کر کے تلبیہ پڑھتے ہیں، تو بعض حلال چیزیں بھی حرام ہوجاتی ہیں اس لئے اس کو احرام کہتے ہیں۔ اور مجازاً ان بغیر سلی چادروں کو بھی احرام کہا جاتا ہے جن کو احرام کی حالت میں استعمال کیا جاتا ہے۔ (ایضا)

3- تلبیہ: وہ وِرْد جو عمرہ اور حج کے دوران حالت احرام میں کیا جاتا ہے۔ یعنی لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ الخ پڑھنا۔

(ایضا، ص ۳۴)

4- اِضطِباع: احرام کی اوپر والی چادر کو سیدھی بغل سے نکال کر اس طرح الٹے کندھے پر ڈالنا کہ سیدھا کندھا کھلا رہے۔ (ایضا، ص ۳۴)

5- رَمَل: طواف کے ابتدائی تین ۳ پھیروں میں اکڑ کر شانے ہلاتے ہوئے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے ہوئے قدرے تیزی سے چلنا۔ (ایضا، ص ۳۴)

6- طواف: خانہ کعبہ کے گرد سات ۷ چکر یا پھیرے لگانا ایک چکر کو شوط کہتے ہیں جمع اشواط۔ (ایضا، ص ۳۴)

7- مَطاف: جس جگہ میں طواف کیا جاتا ہے۔ (ایضا)

8- طوافِ قُدوم: مکہ معظّمہ میں داخل ہونے پر پہلا طواف یہ افراد یا قِران کی نیت سے حج کرنے والوں کے لئے سنتِ مؤکدہ ہے۔ (ایضا)

9- طوافِ زِیارۃ: اسے طواف افاضہ بھی کہتے ہیں۔ یہ حج کا رکن ہے۔ اس کا وقت ۱۰ ذوالحجہ کی صبح صادق سے بارہ ۱۲ ذوالحجہ کے غروب آفتاب تک ہے مگر دس ۱۰ ذوالحجہ کو کرنا افضل ہے۔ (ایضا)

10- طوافِ وداع: حج کے بعد مکہ مکرمہ سے رخصت ہوتے ہوئے کیا جاتا ہے۔ یہ ہر آفاقی حاجی پر واجب ہے۔

(ایضا)، ص ۳۵)

11- طوافِ عمرہ: یہ عمرہ کرنے والوں پر فرض ہے۔ (ایضا)

12- اِستِلام: حجرِ اسود کو بوسہ دینا یا ہاتھ یا لکڑی سے چھو کر ہاتھ یا لکڑی کو چوم لینا یا ہاتھوں سے اس کی طرف اشارہ کر

کے انہیں چوم لینا۔ (ایضا)

13- سَعْی: صفا اور مروہ کے مابین سات ۷ پھیرے لگانا (صفا سے مروہ تک ایک پھیرا ہوتا ہے یوں مروہ پر سات ۷ چکر پورے ہوں گے۔ (ایضا)

14- رَمْی: جمرات (یعنی شیطانوں) پر کنکریاں مارنا۔ (ایضا)

15- حَلْق: احرام سے باہر ہونے کے لئے حدودِ حرم ہی میں پورا سر منڈوانا۔ (ایضا)

16- قَصْر: چوتھائی (۱/۴) سر کا ہر بال کم از کم انگلی کے ایک پورے کے برابر کتروانا۔ (ایضا)

17- مسجدُ الحرام: وہ مسجد جس میں کعبہ مشرفہ واقع ہے۔ (ایضا)

18- بابُ السَّلام: مسجد الحرام کا وہ دروازہ مبارکہ جس سے پہلی بار داخل ہونا افضل ہے اور یہ جانب مشرق واقع ہے۔ (ایضا)

19- کعبہ: اسے بیت اللہ عَزَّ وَجَلَّ بھی کہتے ہیں یعنی اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا گھر یہ پوری دنیا کے وسط میں واقع ہے اور ساری دنیا کے لوگ اسی کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے ہیں اور مسلمان پروانہ وار اس کا طواف کرتے ہیں۔ (ایضا، ص۳۶)

20- رکنِ اَسْوَد: جنوب و مشرق کے کونے میں واقع ہے اسی میں جنتی پتھر حجرِ اسود نصب ہے۔ (ایضا)

21- رکنِ عِراقی: یہ عراق کی سمت شمال مشرقی کونہ ہے۔ (ایضا)

22- رکن شامی: یہ ملک شام کی سمت شمال مغربی کونہ ہے۔ (ایضا)

23- رکنِ یَمانی: یہ یمن کی جانب مغربی کونہ ہے۔ (ایضا)

24- بابُ الکعبہ: رکن اسود اور رکن عراقی کے بیچ کی مشرقی دیوار میں زمین سے کافی بلند سونے کا دروازہ ہے۔ (ایضا)

25- مُلْتَزَم: رکن اسود اور باب الکعبہ کی درمیانی دیوار۔ (ایضا، ص۳۶، ۳۷)

26- مُسْتَجَار: رکن یمانی اور شامی کے بیچ میں مغربی دیوار کا وہ حصہ جو ملتزم کے مقابل یعنی عین پیچھے کی سیدھ میں واقع ہے۔ (ایضا، ص۳۷)

27- مُسْتَجَاب: رکن یمانی اور رکن اسود کے بیچ کی جنوبی دیوار یہاں ستر ۷۰ ہزار فرشتے دعا پر امین کہنے کے لئے مقرر ہیں۔ اسی لئے سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نے اس مقام کا نام مستجاب (یعنی دعا کی مقبولیت کا مقام) رکھا ہے۔ (ایضا)

28- حَطِیم: کعبہ معظمہ کی شمالی دیوار کے پاس نصف دائرے کی شکل میں فصیل (یعنی باؤنڈری) کے اندر کا حصہ حطیم

کعبہ شریف ہی کا حصہ ہے اور اس میں داخل ہونا عین کعبۃ اللہ شریف میں داخل ہونا ہے۔(ایضاً)

29- میزابِ رَحمت: سونے کا پرنالہ یہ رکنِ عراقی وشامی کی شمالی دیوار پر چھت پر نصب ہے اس سے بارش کا پانی حطیم میں نچھاور ہوتا ہے۔(ایضاً،ص ۳۷۔۳۸)

30- مَقامِ اِبراھیم: دروازہ کعبہ کے سامنے ایک قبہ میں وہ جنتی پتھر جس پر کھڑے ہوکر حضرت سیدنا ابراھیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے کعبہ شریف کی عمارت تعمیر کی اور یہ حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زندہ معجزہ ہے کہ آج بھی اس مبارک پتھر پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدمین شریفین کے نقش موجود ہیں۔(ایضاً،ص ۳۸)

31- بِیرِ زَم زَم: مکہ معظمہ کا وہ مقدس کنواں جو حضرت سیدنا اسماعیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے عالم طفولیت میں آپ کے ننھے ننھے مبارک قدموں کی رگڑ سے جاری ہوا تھا۔ اس کا پانی دیکھنا، پینا اور بدن پر ڈالنا ثواب اور بیماریوں کے لئے شفا ہے۔ یہ مبارک کنواں مقام ابراہیم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے جنوب میں واقع ہے۔(ایضاً)

32- بابُ الصَّفا: مسجد الحرام کے جنوبی دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔جس کے نزدیک کوہ صفا ہے۔(ایضاً)

33- کوہِ صَفا: کعبہ معظمہ کے جنوب میں واقع ہے اور یہیں سے سعی شروع ہوتی ہے۔(رفیق الحرمین،ص ۳۹)

34- کوہ مَروہ: کوہ صفا کے سامنے واقع ہے۔ صفا سے مروہ تک پہنچنے پر سعی کا ایک پھیرا ختم ہوجاتا ہے اور ساتواں پھیرا یہیں مروہ پر ختم ہوتا ہے۔(ایضاً)

35- مِیلَینِ اَخضَرَین: یعنی دو ۲ سبز نشان صفا سے جانب مروہ کچھ دور چلنے کے بعد تھوڑے فاصلے پر دو ۲ نوں طرف کی دیواروں اور چھت میں سبز لائٹیں لگی ہوئی ہیں۔ نیز ابتدا اور انتہا پر فرش بھی سبز ماربل کا پٹا بنا ہوا ہے۔ ان دو ۲ نوں سبز نشانوں کے درمیان دوران سعی مردوں کو دوڑنا ہوتا ہے۔(ایضاً)

36- مَسْعٰی: میلین اخضرین کا درمیانی فاصلہ جہاں دوران سعی مرد کو دوڑنا سنت ہے۔(ایضاً)

37- مِیقات: اس جگہ کو کہتے ہیں کہ مکہ معظمہ جانے والے آفاقی کو بغیر احرام وہاں سے آگے جانا جائز نہیں، چاہے تجارت یا کسی بھی غرض سے جاتا ہو۔ یہاں تک کہ مکہ مکرمہ کے رہنے والے بھی اگر میقات کی حدود سے باہر (مثلاً طائف یا مدینہ منورہ) جائیں تو انہیں بھی اب بغیر احرام مکہ پاک آنا ناجائز ہے۔(ایضاً)

38- ذُوالحُلَیفہ: مدینہ شریف سے مکہ پاک کی طرف تقریباً دس کلومیٹر پر ہے جو مدینہ منورہ کی طرف سے آنے والوں کے لئے میقات ہے۔ اب اس جگہ کا نام بیارِ علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہے۔(ایضاً،ص ۴۰)

39- ذاتِ عِرق: عراق کی جانب سے آنے والوں کے لئے میقات ہے۔(ایضاً)

40- یَلَمْلَم: پاک وہندوالوں کے لئے میقات ہے۔ (ایضا)

41- جُحْفَہ: ملک شام کی طرف سے آنے والوں کیلئے میقات ہے۔ (ایضا)

42- قَرْنُ الْمَنازِل: نجد (موجودہ ریاض) کی طرف آنے والوں کے لئے میقات ہے۔ یہ جگہ طائف کے قریب ہے۔

(ایضا،ص ۴۰)

43- مِیقاتی: وہ شخص جو میقات کی حدود کے اندر رہتا ہو۔ (ایضا)

44- آفاقی: وہ شخص جو میقات کی حدود سے باہر رہتا ہو۔ (ایضا)

45- تَنْعِیم: وہ جگہ جہاں سے مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران عمرے کے لئے احرام باندھتے ہیں اور یہ مقام مسجد الحرام سے تقریباً سات 7 کلومیٹر جانب مدینہ منورہ ہے اب یہاں مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا بنی ہوئی ہے۔ اس جگہ کو لوگ چھوٹا عمرہ کہتے ہیں۔ (ایضا،ص ۴۰۔۴۱)

46- جعرانہ: مکہ مکرمہ سے تقریبا چھبیس ۲۶ کلومیٹر دور طائف کے راستے پر واقع ہے۔ یہاں سے بھی دوران قیام مکہ شریف عمرہ کا احرام باندھا جاتا ہے۔ اس مقام کو عوام بڑا عمرہ کہتے ہیں۔ (ایضا،ص ۴۱)

47- حَرَم: مکہ معظّمہ کے چاروں طرف میلوں تک اس کی حدود ہیں اور یہ زمین حرمت وتقدس کی وجہ سے حرم کہلاتی ہے۔ ہر جانب اس کی حدود پر نشان لگے ہیں حرم کے جنگل کا شکار کرنا نیز خودرو درخت اور تر گھاس کاٹنا، حاجی، غیر حاجی سب کے لئے حرام ہے۔ جو شخص حدود حرم میں رہتا ہو اسے حَرمی یا اہل حرم کہتے ہیں۔

(رفیق الحرمین،ص ۴۱)

48- حِل: حدود حرم سے باہر میقات تک کی زمین کو حِل کہتے ہیں۔ اس جگہ وہ چیزیں حلال ہیں جو حرم میں حرام ہیں۔ جو شخص زمینِ حل کا رہنے والا ہو اسے حِلّی کہتے ہیں۔ (ایضا،ص ۴۲)

49- مِنٰی: مسجد الحرام سے پا۵نچ کلومیٹر پر وہ وادی جہاں حاجی صاحبان قیام کرتے ہیں مِنٰی حرم میں شامل ہے۔ (ایضا)

50- جَمرات: منی میں تین ۳ مقامات جہاں کنکریاں ماری جاتی ہیں پہلے کا نام جمرۃ العقبۃ ہے۔ اسے بڑا شیطان بھی بولتے ہیں۔ دوسرے کو جمرۃ الوسطٰی (منجھلا شیطان) اور تیسرا کو جمرۃ الاولی (چھوٹا شیطان) کہتے ہیں۔ (ایضا)

51- عَرَفات: مِنٰی سے تقریبا گیا ۱۱رہ کلومیٹر دور میدان جہاں ۹ ذوالحجہ کو تمام حاجی صاحبان جمع ہوتے ہیں۔ عرفات حرم سے خارج ہے۔ (ایضا)

52- جَبَلِ رَحمت: عرفات کا وہ مقدس پہاڑ جس کے قریب وقوف کرنا افضل ہے۔ (ایضا،ص ۴۲)

53- مُزْدَلِفَہ: مِنٰی سے عرفات کی طرف تقریباً پا۵نچ کلومیٹر پر واقع میدان جہاں عرفات سے واپسی پر رات بسر کرتے

ہیں۔سنت اور صبح صادق اور طلوع آفتاب کے درمیان کم از کم ایک لمحہ وقوف واجب ہے۔(ایضا،ص ۴۲۔۴۳)

54- مُحَسِّر: مزدلفہ سے ملا ہوا میدان، یہیں اصحاب فیل پر عذاب نازل ہوا تھا۔لھذا یہاں سے گزرتے وقت تیزی سے گزرنا سنت ہے۔(ایضا،ص ۴۳)

55- بطنِ عُرَنہ: عرفات کے قریب ایک جنگل جہاں حاجی کا وقوف درست نہیں۔(ایضا)

56- مَدْعٰی: مسجد حرام اور مکہ مکرمہ کے قبرستان جنت المعلی کے مابین جگہ جہاں دعا مانگنا مستحب ہے۔(ایضا)

57- دَم: یعنی ایک بکرا (اس میں نر، مادہ، دنبہ، بھیڑ، نیز گائے یا اونٹ کا ساتواں حصہ سب شامل ہیں)۔

(ایضا،ص ۲۲۸)

71- حجِ تَمَتُّع : مکہ معظمہ میں پہنچ کر اشہرالحج (یکم شوال سے دس ذی الحجہ) میں عمرہ کرکے وہیں سے حج کا احرام باندھے۔اسے تمتع کہتے ہیں اور اس حج کرنے والے کو مُتَمَتِّع کہتے ہیں۔(ماخوذ از فتاوی رضویہ، ج ۱۰،ص ۸۱۴)

72- حجِ افراد: جس میں صرف حج کیا جاتا ہے۔اسے حج افراد کہتے ہیں اور اس حج کرنے والے کو مُفرِد کہتے ہیں۔

(ماخوذ از فتاوی رضویہ، ج ۱۰،ص ۸۱۳)

73- زادِراہ: توشہ اور سواری، اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ چیزیں اُس کی حاجت یعنی مکان ولباس اور خانہ داری کے سامان وغیرہ اور قرض سے اتنی زائد ہوں کہ سواری پر جائے اور وہاں سے سواری پر واپس آئے اور جانے سے واپسی تک عیال کا نفقہ اور مکان کی مرمت کے لیے کافی مال چھوڑ جائے۔(ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۶،ص ۱۰۱۰)

74- جنایت: اس سے مراد وہ فعل ہے جو حَرَم یا اِحْرام کی وجہ سے منع ہو۔جیسے احرام کی حالت میں شکار کرنا، حرم میں کسی جانور کو قتل کرنا۔(ماخوذ از درمختار، ج ۳،ص ۶۵۰)

75- ذی الحلیفہ: مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک مقام کا نام ہے، یہی اصح ہے (مرقاۃ)

اعلام

1- قُطب نما: وہ آلہ جس سے قطب کی سمت معلوم کی جاتی ہے۔

2- شُبری: حجاز مقدس کا ایک قسم کا مَحْمل (کجاوا)۔

3- پارہ: ایک رقیق اور ہر وقت متحرک رہنے والی دھات جو سفید اور بھاری ہوتی ہے۔

4- مَشْعَرِ حرام: مزدلفہ کے قریب ایک پہاڑ کا نام ہے جسے جبل قُزَح بھی کہتے ہیں۔

5- صَنْدل: ایک قسم کی خوشبودار لکڑی

6- بیلے: یاسمین، چنبیلی کی قسم کا ایک پھول

7- چمیلی: (چنبیلی) ایک سفید یا زرد رنگ کا خوشبودار پھول۔
8- بجوہی: چنبیلی جیسے خوشبودار پھول جو اس سے ذرا چھوٹے ہوتے ہیں۔
9- خمیرہ تمباکو: ایک قسم کا خوشبودار پینے کا تمباکو
10- گھونس: چوہے کی طرح کا ایک جانور جو چوہے سے ذرا بڑا ہوتا ہے۔
11- بجو: ایک قسم کا گوشت خور جانور جو دن بھر بلوں میں رہتا ہے اور رات کو باہر نکلتا ہے اسکی آنکھیں چھوٹی ہوتی ہیں۔
12- تیندوا: بھیڑیے اور چیتے کے باہم اختلاط سے پیدا ہوتا ہے اس کا مزاج چیتے جیسا اور عادات کتے جیسی ہوتی ہیں۔
13- گُلِ بَنَفشہ: بنفشہ کا پھول جو ہلکا نیلا یا اودے رنگ کا ہوتا ہے اور بطور دوا استعمال کیا جاتا ہے۔
14- گاؤزبان: ایک بُوٹی جس کے پتوں پر گائے کی زبان کی طرح کے ابھار ہوتے ہیں۔
15- مُلیٹھی: ایک درخت کی جڑ جو کھانسی اور گلے کی سوزش کے لیے استعمال ہوتی ہے۔
16- ہَلیلہ سیاہ: سیاہ ہَڑ ایک قسم کا کسیلا (تُرش) پھل کا نام جسے خشک کر کے بطور دوا استعمال کرتے ہیں۔
17- پیپرمنٹ: سَت پودینہ (پودینہ کا عرق) کی گولیاں
18- کھنبی (کھمبی): ایک قسم کی سفید نباتات جو اکثر برسات میں ازخود پیدا ہو جاتی ہے اور اسے تل کر کھاتے ہیں۔
19- زَنجبیل: سونٹھ (سوکھی ادرک)
20- سُتلی: سَن (ایک پودا کا نام جس کی چھال سے رسیاں بنتی ہیں) کی باریک ڈوری، رسی۔
21- چیڑ: ایک اونچا جنگلی درخت جس کی لکڑی، عمارت، سامان آرائش، اور صندوق وغیرہ بنانے میں کام آتی ہے۔
22- عِطر دانہ: وہ صندوقچی یا برتن جس میں عطر کی شیشیاں رکھی جاتی ہیں۔
23- ہَمیانی: روپیہ پیسہ رکھنے کی پتلی تھیلی خصوصا وہ تھیلی جو حالت سفر میں کمر سے باندھی جاتی ہے
24- سینی: دھات کا بنا ہوا خوان (تھال)
25- ہَرتال: نورہ (بال صفا پوڈر)
26- قِندِیل: ایک قسم کا فانوس جس میں چراغ جلا کر لٹکاتے ہیں۔
27- شُقدُف: یعنی دو چار پائیاں جو اونٹ کے دونوں طرف لٹکاتے ہیں ہر ایک میں ایک شخص بیٹھتا ہے۔
28- تِلیں: تِل کی جمع ایک قسم کا تخم جس سے تیل نکلتا ہے۔
29- سُونڈیاں: سونڈی کی جمع ایک چھوٹا کیڑا جو اناج میں لگ جاتا ہے۔ پتوں کا رس چوسنے والا کیڑا
30- بَڑیاں: بڑی کی جمع مونگ یا اُڑد (ماش) کی دال کی ٹکیاں جن سے سالن پکاتے ہیں

31- ملاگیری: صندل کے رنگ سے مشابہ ایک رنگ جو خوشبودار ہوتا ہے۔

32- کیسر: زرد رنگ کا ایک نہایت خوشبودار پھول

33- جاوتری: جاپھل (ایک پھل جو دواؤں اور کھانوں میں استعمال ہوتا ہے) کا پوست۔

34- کھلی: تِلہن (غلہ جس سے تیل نکالا جائے) یا سرسوں کا پھوک

35- نارنگی: ایک خوش رنگ پھل جو عموماً کھٹ مٹھا ہوتا ہے (سنگترے سے چھوٹا)

36- کاہو: ایک قسم کا ساگ اور اس کا بیج جو بہت چھوٹا ہوتا ہے اور اکثر اس کا تیل دماغ کی خشکی کو دور کرنے کے لیے دوا کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

37- کامران: ایک جگہ کا نام ہے۔

38- جَنَّتُ المَعْلٰی: جنت البقیع کے بعد مکہ مکرمہ میں جَنَّتُ المعلٰی دنیا کا سب سے افضل ترین قبرستان ہے یہاں ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور کئی صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنھم اور اولیاء وصالحین رحمھم اللہ تعالیٰ کے مزارات مقدسہ ہیں۔

39- وادی مُحَصَّب: جَنَّتُ المعلٰی کہ مکہ معظمہ کا قبرستان ہے اس کے پاس ایک پہاڑ ہے اور دوسرا پہاڑ اس پہاڑ کے سامنے مکہ کو جاتے ہوئے داہنے ہاتھ پر نالہ کے پیٹ سے جدا ہے ان دونوں پہاڑوں کے بیچ کا نالہ وادی ئ محصب ہے۔

40- مَسْجِدُ الجِن: یہ مسجد جَنَّتُ المعلٰی کے قریب واقع ہے۔ سرکارمدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے نماز فجر میں قرآن پاک کی تلاوت سن کر یہاں جنات مسلمان ہوئے تھے۔

41- جَبَلِ ثَور: یہ وہ مقدس پہاڑ ہے جس کے غار میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے رفیق خاص سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہجرت کے وقت تین رات قیام پذیر رہے۔ یہ غار مبارک مکہ مکرمہ کی دائیں جانب مَسفلہ (ایک محلہ خانہ کعبہ کے حصہ دیوار مستجار کی جانب واقع ہے) کی طرف کم وبیش چار کلومیٹر پر واقع ہے۔

42- جَبَل اَبِی قُبَیس: یہ مقدس پہاڑ بیت اللہ شریف کے بالکل سامنے کوہ صفا کے قریب واقع ہے۔

43- بابُ الحَزْ وَرَہ: مسجد الحرام میں ایک دروازے کا نام ہے۔

44- جَمرہ: منیٰ اور مکہ کے بیچ میں تین ستون بنے ہوئے ہیں ان کو جمرہ کہتے ہیں، پہلا جو منیٰ سے قریب ہے جمرہ اولی کھلاتا ہے اور بیچ کا جمرہ وسطی اور اخیر کا مکہ معظمہ سے قریب ہے جمرۃ العُقبٰی کھلاتا ہے۔

❁❁❁❁❁

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

حج کا بیان

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

﴿اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۶﴾ فِیْہِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰھِیْمَ وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۷﴾ (1)

بے شک پہلا گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے، برکت والا اور ہدایت تمام جہان کے لیے، اُس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں، مقام ابراہیم اور جو شخص اس میں داخل ہو با امن ہے اور اللہ (عزوجل) کے لیے لوگوں پر

---

(1) پ ۴، آل عمران: ۹۶۔۹۷

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہود نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ بیت المقدس ہمارا قبلہ ہے کعبہ سے افضل اور اس سے پہلا ہے انبیاء کا مقام ہجرت وقبلۂ عبادت ہے مسلمانوں نے کہا کہ کعبہ افضل ہے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور اس میں بتایا گیا کہ سب سے پہلا مکان جس کو اللہ تعالیٰ نے طاعت وعبادت کے لئے مقرر کیا نماز کا قبلہ حج اور طواف کا موضع بنایا جس میں نیکیوں کے ثواب زیادہ ہوتے ہیں وہ کعبہ معظمہ ہے جو شہر مکہ معظمہ میں واقع ہے حدیث شریف میں ہے کہ کعبہ معظمہ بیت المقدس سے چالیس سال قبل بنایا گیا

(مزید یہ کہ)

جو اس کی حرمت وفضیلت پر دلالت کرتی ہیں ان نشانیوں میں سے بعض یہ ہیں کہ پرند کعبہ شریف کے اوپر نہیں بیٹھتے اور اس کے اوپر سے پرواز نہیں کرتے بلکہ پرواز کرتے ہوئے آتے ہیں تو اِدھر اُدھر ہٹ جاتے ہیں اور جو پرند بیمار ہو جاتے ہیں وہ اپنا علاج یہی کرتے ہیں کہ ہوائے کعبہ میں ہو کر گزر جائیں اسی سے انہیں شفا ہوتی ہے اور وُحوش ایک دوسرے کو حرم میں ایذا نہیں دیتے حتی کہ کتے اس سرزمین میں ہرن پر نہیں دوڑتے اور وہاں شکار نہیں کرتے اور لوگوں کے دل کعبہ معظمہ کی طرف کھنچتے ہیں اور اس کی طرف نظر کرنے سے آنسو جاری ہوتے ہیں اور ہر شب جمعہ کو ارواحِ اَولیاء اس کے گرد حاضر ہوتی ہیں اور جو کوئی اس کی بے حرمتی کا قصد کرتا ہے برباد ہو جاتا ہے انہیں آیات میں سے مقام ابراہیم وغیرہ وہ چیزیں ہیں جن کا آیت میں بیان فرمایا گیا۔ (مدارک وخازن واحمدی)

بیت اللہ کا حج ہے، جو شخص باعتبار راستہ کے اس کی طاقت رکھے اور جو کفر کرے تو اللہ (عزوجل) سارے جہان سے بے نیاز ہے۔

اور فرماتا ہے:

﴿وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ﴾ (2)

حج وعمرہ کو اللہ (عزوجل) کے لیے پورا کرو۔

حدیث ۱: صحیح مسلم شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور فرمایا: اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا لہٰذا حج کرو۔ ایک شخص نے عرض کی، کیا ہر سال یارسول اللہ (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے سکوت فرمایا (یعنی خاموش رہے)۔ انھوں نے تین بار یہ کلمہ کہا۔ ارشاد فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو تم پر واجب ہو جاتا اور تم سے نہ ہوسکتا پھر فرمایا: جب تک میں کسی بات کو بیان نہ کروں تم مجھ سے سوال نہ کرو، اگلے لوگ کثرتِ سوال اور پھر انبیا کی مخالفت سے ہلاک ہوئے، لہٰذا جب میں کسی بات کا حکم دوں تو جہاں تک ہوسکے اُسے کرو اور جب میں کسی بات سے منع کروں تو اُسے چھوڑ دو۔ (3)

---

(2) پ ۲، البقرۃ: ۱۹۶۔

(3) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرۃ فی العمر، الحدیث: ۱۳۳۷، ص ۶۹۸۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یہ خطبہ حج فرض ہونے کے سال مدینہ منورہ میں تھا، ۸ھ میں فتح مکہ ہوئی تو بعض لوگوں نے حج کیا، ۹ھ میں حضرت ابوبکر صدیق نے لوگوں کو حج کرایا اور ۱۰ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج فرمایا، ابن ہمام فرماتے ہیں کہ حج کی فرضیت ۵ھ یا ۶ھ یا ۹ھ میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنے عرصہ تک حج نہ کرنا اس لیے تھا کہ آپ کو اپنی زندگی اور اپنے حج کرنے کا علم تھا۔ حق یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے بھی دو یا تین حج کیے ہیں جیسا کہ ترمذی، ابن ماجہ و حاکم نے حضرت جابر وغیرہم سے روایت کی۔ (مرقات)

۲۔ اگر حج کی فرضیت فتح مکہ سے پہلے ۵ھ یا ۶ھ میں ہوئی تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ جب تمہیں مکہ معظمہ پہنچنا میسر ہوجائے تو حج کرنا فرض تو ابھی ہوگیا ہے مگر اس کی ادا جب لازم ہوگی اور اگر فتح مکہ کے بعد ۹ھ میں فرض ہوا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس سال ہی حج کرو۔

۳۔ یہ عرض کرنے والے حضرت اقرع ابن حابس تھے، وہ سمجھے یہ کہ ہر رمضان میں روزے فرض ہوتے ہیں تو چاہیے کہ بقرعید میں حج فرض ہو کہ پھر یہ سوچا کہ اس میں لوگوں کو بہت دشواری ہوگی کیونکہ روزے تو اپنے گھر میں ہی رکھ لیے جاتے ہیں مگر حج کے لیے مکہ معظمہ جانا پڑتا ہے اور اطراف عالم سے ہر سال بیت اللہ شریف پہنچنا بہت مشکل ہوگا اس لیے آپ نے یہ سوال کیا اور بار بار کیا تاکہ مسئلہ واضح ہوجائے۔

←

....

۴؎ اس سوال پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاموشی اس لیے تھی کہ سائل سوال سے باز آجائے تاکہ ہم کو جواب کی ضرورت نہ ہو مگر سائل شوق کی زیادتی سے یہ اشارہ نہ سمجھ سکا۔

۵؎ یعنی پورا جواب تو کیا معنی، اگر ہم صرف ہاں کہہ دیتے تب بھی ہر سال حج فرض ہو جاتا۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اللہ تعالٰی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو احکام شرعیہ کا مالک بنایا ہے کہ آپ کی ہاں اور نہ میں تاثیر ہے جس کے قوی دلائل موجود ہیں کیوں نہ ہو کہ آپ کا کلام وحی الٰہی ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے: "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى" ۔ اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب "سلطنت مصطفی" میں ملاحظہ فرمایئے۔ دوسرے یہ کہ بزرگوں سے اعمال اور وظیفوں میں قید یا پابندی نہ لگوانی چاہیے بلا قید عمل کرنا چاہیے۔

۶؎ یعنی ہمارے احکام میں کیوں، کیسے اور کب کہہ کر قید نہ لگائیں ہم شرعی احکام کی تبلیغ ہی کے لیے تو بھیجے گئے ہیں ضروری چیزیں ہم خود بیان فرما دیں گے۔ (لمعات)

۷؎ اس طرح کہ انہوں نے زیادہ پوچھ پوچھ کر پابندیاں لگوالیں، پھر ان پابندیوں پر عمل نہ کرسکے یا انہوں نے عمل تو کیا مگر بہت مشکل سے جیسے ذبح گائے کا واقعہ ہوا۔

۸؎ یعنی میرے احکام پر عمل کرنا فرض ہے اور ممنوعات سے بچنا لازم، یہ دونوں کام بقدر طاقت ہیں اگر نماز کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکو تو بیٹھ کر پڑھ لو، اگر جان پر بن جائے تو مردار کھالو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جیسے وجوب و فرضیت کے لیے امر ضروری ہے ایسے ہی حرمت و ممانعت کے لیے نہی لازم، جس چیز کا حکم بھی نہ ہو اور ممانعت بھی نہ ہو وہ جائز ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے: "وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا" ۔ بعض جو کہتے ہیں کہ جو کام حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے نہ کیا ہو وہ حرام ہے غلط ہے قرآن شریف کے بھی خلاف ہے اور اس قسم کی احادیث کے بھی۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۴، ص ۱۲۱)

قدرت کے باوجود حج نہ کرنا

حضرت سیدنا علی المرتضی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ شاہِ ابرار، ہم غریبوں کے غمخوار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جو زادِ راہ اور اللہ عزوجل کے گھر تک پہنچانے والی سواری کا مالک ہو پھر بھی حج نہ کرے تو خواہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا

ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے۔ (پ4، اٰل عمران:97)

(جامع الترمذی، ابواب الحج، باب ماجاء من التغلیظ فی ترک الحج، الحدیث: ۸۱۲، ص ۱۷۲۸)

مذکورہ حدیثِ پاک اگرچہ ضعیف ہے جیسا کہ علامہ نووی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے شرح المہذب میں کہا ہے، البتہ! حضرت سیدنا ←

....

عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیثِ پاک صحیح سند سے مروی ہے،
اسی لئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ ان شہروں میں ان لوگوں کو (امیر بنا کر) بھیجوں جو جا کر استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے والوں کو تلاش کر کے ان پر جزیہ لازم کریں کیونکہ وہ مسلمان نہیں۔
(تفسیر ابن کثیر، سورۂ آلِ عمران، تحت الآیۃ: ۹۷، ج۲، ص۷۳)
ایسی باتیں چونکہ اپنی رائے سے نہیں کہی جاسکتیں، لہٰذا یہ مرفوع حدیث کے حکم میں ہے، اسی وجہ سے میں نے اسے صحیح حدیث قرار دیا ہے، اس حدیثِ پاک کو سیدنا امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی روایت کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:
حضرت سیدنا ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ انور، صاحبِ کوثر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جسے کوئی ظاہری حاجت، سخت مرض یا ظالم بادشاہ نہ روکے پھر بھی وہ حج نہ کرے تو چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی۔
(شعب الایمان، باب فی المناسک، الحدیث: ۳۹۷۹، ج۳، ص۴۳۰)
حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: میں کسی بندے کے جسم کو صحت مند بناؤں اور اس کی روزی میں وسعت عطا کروں پھر اس پر پانچ سال گزر جائیں اور وہ میری بارگاہ میں حاضر نہ ہو تو بے شک وہ محروم ہے۔
(صحیح ابن حبان، کتاب الحج، باب فی فضل الحج والعمرۃ، الحدیث: ۳۶۹۵، ج۶، ص۶)
حضرت علی بن منذر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے چند دوستوں نے بتایا کہ حضرت حسن بن حی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ حدیثِ پاک بہت پسند تھی اور وہ اسی حدیثِ پاک سے استدلال کرتے ہوئے خوشحال شخص کے لئے یہ پسند کرتے تھے کہ وہ مسلسل پانچ سال حج ترک نہ کرے۔
حضرت سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ارشاد فرمایا: جو شخص حج نہ کرے نہ ہی اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرے وہ موت کے وقت مہلت مانگے گا۔ ان سے کہا گیا: مہلت تو کفار مانگیں گے۔ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: یہ بات اللہ عزوجل کی کتاب میں ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:
وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنِیْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِیْبٍۙ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ﴿10﴾
ترجمۂ کنز الایمان: اور ہمارے دیے میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرو قبل اس کے کہ تم میں کسی کو موت آئے پھر کہنے لگے اے میرے رب! تو نے مجھے تھوڑی مدت تک کیوں مہلت نہ دی کہ میں صدقہ دیتا اور نیکوں میں ہوتا۔ (پ28، المنٰفقون: 10)
(المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۲۴۳۵، ۱۲/ ۳۶، ص۹۰)

....

حج ادا نہ کرنے والے کی محرومی :

حضرت سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے :میرا ایک مال دار پڑوسی مر گیا اس نے حج ادا نہیں کیا تھا تو میں نے اس پر نماز (جنازہ) نہ پڑھی ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الحج، باب فی الرجل یموت ولم یحج وہو موسر، الحدیث: ۴، ج ۴، ص ۳۹۲)

حج مبرور کی فضیلت

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے دریافت کیا گیا: کونسا عمل افضل ہے؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر ایمان لانا ۔عرض کی گئی: پھر کون سا؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنا ۔عرض کی گئی: پھر کون سا؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: حج مبرور ۔(یعنی وہ حج جس میں احرام باندھنے سے کھولنے تک کوئی صغیرہ گناہ بھی سرزد نہ ہو ۔)

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب من قال ان الایمان ھو العمل، الحدیث: ۲۶، ص ۴)

مخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے حج کیا پھر اس میں کوئی فحش کام کیا نہ کوئی گناہ کیا تو وہ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک ہو گیا جیسے اس دن تھا جب اس کی ماں نے اسے جنا تھا ۔

(صحیح البخاری، ابواب المحصر، باب قول اللہ عزوجل (فلا رفث) الحدیث: ۱۸۱۹/ ۱۸۲۰، ص ۱۴۲، خرج بدلہ رجع وبدون ذنوبہ)

حج کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، جس نے حج کیا اور کوئی جھگڑا یا گناہ نہ کیا تو وہ اپنے گناہوں سے ایسے نکل جائے گا جیسا اس دن تھا جب اُسکی ماں نے اسے جنا تھا ۔(بخاری، کتاب الحج، باب فضل حج المبرور، رقم ۱۵۲۱، ج ۱، ص ۵۱۲)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم سے عرض کیا گیا، سب سے افضل عمل کونسا ہے؟ فرمایا اللہ عزوجل اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ عرض کیا گیا، اس کے بعد؟ فرمایا، اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنا ۔عرض کیا گیا، پھر کونسا؟ فرمایا حج مبرور کرنا ۔

(بخاری، کتاب الحج، باب فضل حج المبرور، رقم ۱۵۱۹، ج ۱، ص ۵۱۲)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، ایک عمرہ اگلے عمرہ کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور کی جزاء جنت ہی ہے۔

(بخاری، کتاب العمرۃ، باب وجوب العمرۃ، رقم ۱۷۷۳، ج ۱، ص ۵۸۶)

حضرتِ سیدنا ابن شماسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرتِ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ←

آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ پرنزع کا عالم طاری تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ دیر تک روتے رہے پھر فرمایا کہ جب اللہ عزوجل نے میرے دل میں اسلام کے لئے جگہ بنائی تو میں نبی کریم صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا دایاں ہاتھ بڑھایئے تاکہ میں آپ کی بیعت کرلوں۔ جب آپ نے اپنا دستِ اقدس بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عمرو! کیا ہوا؟، میں نے عرض کیا، حضور! میرا ارادہ ہے کہ میں ایک شرط لگالوں۔ فرمایا، کونسی شرط لگانا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا، میری شرط یہ ہے کہ میری مغفرت ہوجائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عمرو کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام پچھلے گناہوں کو مٹادیتا ہے اور ہجرت پچھلے گناہوں کو مٹادیتی ہے اور حج پچھلے گناہوں کو مٹادیتا ہے۔

(مسلم، کتاب الایمان، باب کون الاسلام یھدم ما قبلہ، رقم ۱۲۱، ص ۷۴)

حضرتِ سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم! اسلام کیا ہے؟ فرمایا، (اسلام یہ ہے کہ) تیرا دل جھک جائے اور مسلمان تیری زبان اور ہاتھوں سے محفوظ رہیں۔ اس نے عرض کیا، کونسا اسلام افضل ہے؟ فرمایا، ایمان۔ اس نے عرض کیا، ایمان کیا ہے؟ فرمایا، تُو اللہ عزوجل اور اس کے ملائکہ اور اسکی کتابوں اور اس کے رسولوں اور موت کے بعد اٹھنے پر یقین رکھے۔

اس نے عرض کیا، کونسا ایمان افضل ہے؟ فرمایا، ہجرت۔ اس نے عرض کیا، ہجرت کیا ہے؟ فرمایا، یہ کہ تو برائی کو چھوڑ دے۔ اس نے عرض کیا ،کونسی ہجرت افضل ہے؟ فرمایا جہاد اس نے عرض کیا، جہاد کیا ہے؟ فرمایا، جب کفار سے جنگ ہو تو ان سے قتال کرو۔ پھر اس نے عرض کیا ،کون سا جہاد افضل ہے؟ ارشاد فرمایا، جس میں مجاہد کی ٹانگ کاٹ دی جائے اور خون بہادیا جائے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اور یہاں دو عمل ہیں جو دیگر تمام اعمال سے افضل ہیں سوائے اس کے جو ان کی مثل عمل کرے۔ (۱) حج مبرور (۲) مبرور عمرہ۔

(مسند احمد، حدیث زید بن خالد الجھنی، رقم ۱۷۰۲۴، ج ۶، ص ۵۸)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نُور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا، اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے افضل عمل وہ ایمان ہے جس میں شک نہ ہو، اور وہ جنگ ہے جس میں خیانت نہ ہو اور حج مبرور۔

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ایک مبرور حج ایک سال کے گناہوں کو مٹادیتا ہے۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب السیر، باب فضل الجھاد، رقم ۴۵۷۸، ج ۷، ص ۵۹)

حضرتِ سیدنا ماعز رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم سے سوال کیا گیا کہ سب سے افضل عمل کونسا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا، ایک اللہ عزوجل پر ایمان لانا پھر حج مبرور کرنا تمام اعمال پر ایسی فضیلت رکھتے ہیں جیسے سورج طلوع ہونے اور غروب کے درمیان ہوتا ہے۔ (مسند احمد، حدیث ماعز رضی اللہ عنہ، رقم ۱۹۰۳۲، ج ۷، ص ۴۳)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا، حج ←

....

اور عمرہ کے بعد دیگرے کرو کیونکہ یہ دونوں اعمال فقر اور گناہوں کو ایسے دور کر دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کے زنگ کو دور کر دیتی ہے اور حج مبرور کا ثواب جنت کے سوا کچھ نہیں۔

(سنن ترمذی، کتاب الحج، باب ماجاء فی ثواب الحج والعمرۃ، رقم ۸۱۰، ج۲، ص۲۱۸)

حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، حج مبرور کا ثواب جنت سے کم کچھ نہیں۔ عرض کیا گیا، مبرور سے کیا مراد ہے؟ فرمایا، ایسا حج جس میں کھانا کھلایا جائے اور اچھی گفتگو کی جائے۔ (المعجم الاوسط، من اسمہ موسیٰ، رقم ۸۴۰۵، ج۶، ص۱۷۳)

ایک روایت میں ہے کہ فرمایا، جس میں کھانا کھلایا جائے اور سلام عام کیا جائے۔

(مسند امام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبداللہ، رقم ۱۴۵۸۸، ج۵، ص۹۰)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن جراد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، حج کیا کرو کیونکہ حج گناہوں کو اس طرح دھو دیتا ہے جیسے پانی میل کو دھو دیتا ہے۔

(المعجم الاوسط، من اسمہ قیس، رقم ۴۹۹۷، ج۳، ص۳۱۶)

حضرتِ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال،، دافعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُودو نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا، حاجی کے اونٹ کے ہر قدم چلنے اور ہاتھ رکھنے کے بدلے اللہ عزوجل حاجی کے لئے ایک نیکی لکھتا ہے یا اس کا ایک گناہ مٹاتا یا ایک درجہ بلند فرماتا ہے۔

(شعب الایمان، کتاب المناسک فضل الحج والعمرۃ، رقم ۴۱۱۶، ج۳، ص۴۷۹)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خاتَمُ المُرسَلین، رَحمَۃٌ لِّلعٰلمین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، محبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق وامین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا، جو بیت الحرام کا قصد کرے پھر اپنی سواری پر سوار ہو تو اسکی سواری کے ہر قدم کے بدلے اللہ عزوجل اس کے لئے ایک نیکی لکھے گا اور ایک گناہ مٹا دے گا اور اس کا ایک درجہ بلند فرمائے گا پھر جب وہ بیت الحرام پہنچے اور اس کا طواف کرے اور صفا ومروہ کے درمیان سعی کرے پھر حلق یا تقصیر کرائے تو اپنے گناہوں سے اس طرح نکل جائے گا جیسے اس دن تھا جس دن اسکی ماں نے اسے جنا تھا لہذا! اب وہ اپنے اعمال کی ابتداء نئے سرے سے کرے۔

(شعب الایمان، باب فی المناسک، فضل الحج والعمرۃ، رقم ۴۱۱۵، ج۳، ص۴۷۸)

حضرتِ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، محبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: حاجی اپنے اہل خانہ کے چار سو افراد کی شفاعت کرے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ اپنے اہل خانہ سے چار سو افراد کی شفاعت کریگا اور اپنے گناہوں سے ایسے نکل جائے گا جیسے اس دن تھا ←

....

جب اُکی ماں نے اسے جنا تھا۔ (مسند بزار، رقم ۳۱۹۶، ج ۸، ص ۱۶۹)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجوَر، سلطانِ بحر و بر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، حاجی اور جس کے لئے حاجی دعائے مغفرت کرے اسکی مغفرت کردی جاتی ہے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الحج، باب الترغیب فی الحج والعمرۃ، رقم ۲۳، ج ۲، ص ۱۰۸)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یا اللہ عزوجل! حاجی اور جس کے لیے حاجی استغفار کرے دونوں کی مغفرت فرمادے۔ (ابن خزیمہ، کتاب المناسک، باب استحباب دعاء الحاج، رقم ۲۵۱۶، ج ۴، ص ۱۳۲)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، حج اور عمرہ کرنے والے اللہ عزوجل کے مہمان ہیں اگر دعا کریں تو انکی دعا قبول فرمائے اور اگر مغفرت طلب کریں تو اللہ عزوجل انکی مغفرت فرمائے۔

(ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب فضل دعاء الحاج، رقم ۲۸۹۲، ج ۳، ص ۴۱۰)

حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ ربِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، حجاج اور عمرہ کرنے والے اللہ عزوجل کے مہمان ہیں اگر دعا کریں تو انکی دعا قبول فرمائے اور اگر اللہ عزوجل سے کچھ مانگیں تو وہ انہیں عطا فرمائے۔ (الترغیب والترہیب، کتاب الحج، باب الترغیب فی الحج والعمرۃ، رقم ۲۰، ج ۲، ص ۱۰۷)

حضرتِ سیدنا ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبیِّ مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، اللہ عزوجل کے نبی حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام نے عرض کیا، یا الٰہی عزوجل! تیرے پاس اپنے اُن بندوں کے لئے کیا ہے جو تیرے گھر کی زیارت کرنے آتے ہیں؟ فرمایا، ہر مہمان کا میزبان پر حق ہوتا ہے اور اے داؤد! میرے مہمان کا مجھ پر حق ہے کہ میں دنیا میں انہیں عافیت عطا فرماؤں اور جب آخرت میں ان سے ملوں تو ان کی مغفرت فرمادوں۔

(المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ محمد، رقم ۶۰۳۷، ج ۴، ص ۲۹۷)

حضرتِ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، جو مسلمان اللہ عزوجل کی راہ میں کلمہ طیبہ کا وِرد کرتے ہوئے یا تلبیہ کہتے ہوئے جہاد کرنے یا حج کرنے کے لئے چلے تو سورج غروب ہوتے وقت اس کے گناہوں کو اپنے ساتھ لے جائے گا وہ گناہوں سے پاک ہوجائے گا۔

(المعجم الاوسط، من اسمہ محمد، رقم ۶۱۶۵، ج ۴، ص ۳۴۷)

مکہ سے پیدل چل کر حج کرنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا زاذان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ، حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما شدید بیمار ہوئے تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو بلایا ←

حدیث ۲: صحیحین میں انھیں سے مروی، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی گئی، کون عمل افضل ہے؟ فرمایا: اللہ (عزوجل) ورسول (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) پر ایمان۔ عرض کی گئی پھر کیا؟ فرمایا: اللہ (عزوجل) کی راہ میں جہاد۔ عرض کی گئی پھر کیا؟ فرمایا: حجِ مبرور۔ (4)

حدیث ۳: بخاری ومسلم وترمذی ونسائی وابن ماجہ انھیں سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس نے حج کیا اور رفث (فحش کلام) نہ کیا اور فسق نہ کیا تو گناہوں سے پاک ہوکر ایسا لوٹا جیسے اُس دن کہ ماں کے

اور جمع کر کے فرمایا کہ میں نے سرکارِ مدینہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ ٖالہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو مکہ سے حج کے لئے پیدل چل کر جائے اور مکہ لوٹنے تک پیدل ہی چلے تو اللہ عزوجل اس کے ہر قدم کے عوض سات سو نیکیاں لکھتا ہے اور ان میں ہر نیکی حرم میں کی گئی نیکیوں کی طرح ہے۔ ان سے پوچھا گیا، حرم کی نیکیاں کیا ہیں؟ فرمایا، ان میں سے ہر نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔

(المستدرک، کتاب المناسک، باب فضیلۃ الحج ماشیا، رقم ۱۷۳۵، ج ۲، ص ۱۱۴)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلّی اللہ تعالٰی علیہ ٖالہ وسلّم نے فرمایا، حضرتِ سیدنا آدم علیہ السلام ہند سے ایک ہزار مرتبہ بیت اللہ شریف پیدل تشریف لائے اور ایک مرتبہ بھی سواری پر سوار نہ ہوئے۔

(صحیح ابن خزیمہ، کتاب المناسک، باب عدد حج آدم صلوات اللہ علیہ، رقم ۲۷۹۲، ج ۴، ص ۲۴۵)

(4) صحیح البخاري، کتاب ال ایمان، باب من قال ان الایمان ھوالعمل، الحدیث: ۲۶، ج ۱، ص ۲۱۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ افضل سے مراد درجہ اور ثواب میں زیادہ، چونکہ ایمان عقائد کا نام ہے اور عقیدہ دل کا عمل ہے اس لیے ایمان کو اعمال میں داخل کیا گیا، نحوی لوگ جاننے پہچاننے اور ماننے کو افعال قلوب کہتے ہیں، چونکہ سارے اعمال کی صحت وقبولیت ایمان پر موقوف ہے اس لیے ایمان کا سب سے پہلے ذکر کیا گیا۔

۲۔ اللہ کی راہ کا جہاد وہ جنگ ہے جس میں محض رب کو راضی کرنا اور اسلام کی اشاعت منظور ہو، مال، ملک، عزت حاصل کرنے کے لیے جنگ کرنا فتنہ ہے جہاد نہیں۔ شعر

جنگ شاہاں فتنہ وغارت گری است ۔ جنگ مؤمن سنت پیغمبری است

چونکہ حج بدنی و مالی عبادات کا مجموعہ ہے اس لیے اس کا بھی بڑا درجہ ہے۔ حج مقبول و مبرور وہ ہے جو لڑائی جھگڑے گناہ وریاء سے خالی ہو اور صحیح ادا کیا جائے۔ خیال رہے کہ بعض احادیث میں ایمان کے بعد نماز کا ذکر ہے مگر یہاں جہاد کا ذکر آیا اس لیے کہ جہاد فی سبیل اللہ اکثر نمازی ہی کرتے ہیں یا بعض ہنگامی حالات میں جہاد نماز سے افضل ہوجاتا ہے، دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق میں زیادہ مشغولیت کی بنا پر پانچ نمازیں قضاء فرمادیں لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ ہنگامی حالات اور ہوتے ہیں معمول پر پہنچنے کے بعد دوسرے حالات۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۱۲۲)

پیٹ سے پیدا ہوا۔(5)

حدیث ۴: بخاری ومسلم وترمذی ونسائی وابن ماجہ انھیں سے راوی، عمرہ سے عمرہ تک اُن گناہوں کا کفارہ ہے جو درمیان میں ہوئے اور حجِ مبرور کا ثواب جنت ہی ہے۔(6)

حدیث ۵: مسلم وابن خزیمہ وغیرہما عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: حج ان گناہوں کو دفع کر دیتا ہے جو پیشتر ہوئے ہیں۔(7)

حدیث ۶ و ۷: ابن ماجہ اُم المومنین اُم سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: حج کمزوروں کے لیے جہاد ہے۔(8)

اور اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ابن ماجہ نے روایت کی، کہ میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) عورتوں پر جہاد ہے؟ فرمایا: ہاں ان کے ذمہ وہ جہاد ہے جس میں لڑنا نہیں حج و عمرہ۔(9)

---

(5) صحیح البخاري، کتاب الحج، باب فضل الحج المبرور، الحدیث: ۱۵۲۱، ج۱، ص۵۱۲۔
والترغیب والترھیب، کتاب الحج، الترغیب في الحج والعمرۃ... إلخ، الحدیث: ۲، ج۲، ص۱۰۳۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ حج کے بیان میں رفث سے مراد ہوتا ہے بیوی سے صحبت یا صحبت کے اسباب پر عمل یا صحبت کی گفتگو اور فسق سے مراد ہوتا ہے ساتھیوں سے لڑائی جھگڑا یعنی جو رضائے الٰہی کے لیے حج کرے اور حج کو فحش باتوں، لڑائی جھگڑوں سے پاک وصاف رکھے تو گناہ صغیرہ سے تو یقینا اور کبیرہ سے احتمالاً بالکل صاف ہوجائے گا حقوق العباد تو ادا ہی کرنا پڑیں گے۔ حق یہ ہے کہ تاجر حاجی کو بھی ثواب ملے گا مگر مخلص حاجی سے کم۔(مرقات) (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۴، ص۱۲۳)

(6) صحیح البخاري، کتاب العمرۃ، باب وجوب العمرۃ وفضلھا، الحدیث: ۱۷۷۳، ج۱، ص۵۸۶۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ علماء فرماتے ہیں کہ دو عمروں کے درمیان کے گناہ صغیرہ معاف ہوجاتے ہیں اور حج مقبول میں گناہ کبیرہ کی معافی کی بھی قوی امید ہے۔

۲۔ یعنی حج مقبول کی جزاء تو یقینا ہے اس کے علاوہ دنیا میں غنا، دعا کی قبولیت بھی عطا ہوجائے تو رب کا کرم ہے حصر ایک جانب میں ہے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۴، ص۱۲۴)

(7) صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب کون الاسلام یھدم ما قبلہ... إلخ، الحدیث: ۱۲۱، ص۷۴۔

(8) سنن ابن ماجہ، أبواب المناسک، باب الحج جھاد النساء، الحدیث: ۲۹۰۲، ج۳، ص۴۱۴۔

(9) سنن ابن ماجہ، أبواب المناسک، باب الحج جھاد النساء، الحدیث: ۲۹۰۱، ج۳، ص۴۱۳۔

اور صحیحین میں انھیں سے مروی، کہ فرمایا: تمہارا جہاد حج ہے۔(10)

حدیث ۸: ترمذی و ابن خزیمہ و ابن حبان عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: حج و عمرہ محتاجی اور گناہوں کو ایسے دور کرتے ہیں، جیسے بھٹی لوہے اور چاندی اور سونے کے میل کو دور کرتی ہے اور حج مبرور کا ثواب جنت ہی ہے۔(11)

حدیث ۹: بخاری و مسلم و ابوداود و نسائی و ابن ماجہ وغیرہم ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، کہ حضورِ اقدس

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ بلکہ ان کے جہاد میں سفر تھکن اور مشقت ہے جنگ نہیں، اسی مناسبت سے حج کو جہاد فرمایا، اس حدیث کی بنا پر بعض شوافع نے عمرہ کو واجب فرمایا کہ علی وجوب کے لیے آتا ہے اس کی بحث پہلے ہو چکی ہے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۱۴۹)

(10) صحیح البخاري، کتاب الجهاد، باب جهاد النساء، الحدیث: ۲۸۷۵، ج ۲، ص ۲۷۴.

(11) جامع الترمذي، أبواب الحج، باب ماجاء في ثواب الحج والعمرة، الحدیث: ۸۱۰، ج ۲، ص ۲۱۸.

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ یعنی ایک سفر میں حج و عمرہ دونوں ادا کرلو خواہ قران کرو یا تمتع، یہ تو باہر والے کے لیے ہوا یا اے مکہ والو حج کے بعد عمرہ بھی کرلو کیونکہ مکہ والوں کو زمانہ حج میں عمرہ منع ہے۔ بہرحال یہ حدیث سارے ہی مسلمانوں کے لیے ہے مکی ہوں یا غیر مکی اور اس پر یہ اعتراض نہیں کہ مکہ والے اس پر کیسے عمل کریں۔

۲۔ خبث، خ، ب کے زبر سے بھی پڑھا گیا ہے اور خ کے پیش ب کے زبر سے بھی مگر دوسری قرأت زیادہ موزون ہے یعنی قران یا تمتع یا حج و عمرہ ملا کر کرنے سے دل کی اور ظاہری فقیری بھی بفضلہٖ تعالٰی دور ہوتی ہے اور گناہ بھی معاف ہوتے ہیں اس کا تجربہ بھی ہے۔ خیال رہے کہ گناہ وفقر دور کرنا رب کا کام ہے مگر یہاں اسے حج و عمرہ کی طرف نسبت کیا گیا ہے کہ یہ اس کا سبب ہے لہذا کہہ سکتے ہیں کہ اللہ رسول غنی کردیتے ہیں، رب فرماتا ہے: "اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ"۔

۳۔ حج مبرور کی تعریف پہلے ہو چکی کہ یہ وہ ہے جو حلال کمائی اور صحیح طریقہ سے ادا کیا جائے، اخلاص کے ساتھ اور مرتے دم تک کوئی ایسی حرکت نہ ہو جس سے حج باطل ہو جائے یعنی مقبول کا بدلہ صرف دنیاوی غذا اور گناہوں کی معافی یا دوزخ سے نجات یا تخفیف عذاب نہ ہوگا، بلکہ جنت ضرور ملے گی۔

۴۔ منذری کی روایت میں ہے کہ جو حج کے لیے اخلاص سے جائے تو اس کی بخشش بھی ہوگی اور اس کی شفاعت بھی قبول ہوگی اور حاجی گھر واپس آنے تک اللہ کی امان میں رہتا ہے، حج میں ایک درہم خرچ کرنا دوسرے مقامات پر دس لاکھ درہم خرچ کرنے سے افضل ہے۔
(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۱۴۰)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان میں عمرہ میرے ساتھ حج کی برابر ہے۔(12)

(12) صحیح البخاري، کتاب جزاء الصید، باب حج النساء، الحدیث: ۱۸۶۳، ج۱، ص ۶۱۴۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱؎ یعنی ماہ رمضان میں کسی وقت عمرہ دن یا رات میں اس کا ثواب حج کے برابر ہے۔ معلوم ہوا کہ جگہ اور وقت کا اثر عبادت پر پڑتا ہے۔ اعلیٰ جگہ اور اعلیٰ وقت میں عبادت بھی اعلیٰ ہوتی ہے۔(مرقات) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے عمرہ ذیقعدہ میں ہوئے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۴،ص ۱۲۵)

رمضان میں عمرہ کرنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلّم نے فرمایا، رمضان میں عمرہ کرنا ایک حج یا میرے ساتھ ایک حج کرنے کے برابر ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل العمرۃ فی رمضان، رقم ۱۲۵۶، ص ۶۵۶)

ایک روایت میں ہے کہ جب سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کرنے کا ارادہ فرمایا تو ایک صحابی کی زوجہ نے ان سے کہا کہ مجھے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج ادا کراؤ۔ انہوں نے جواب دیا، میرے پاس اتنی استطاعت نہیں کہ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کراسکوں۔ تو زوجہ نے کہا، اپنے فلاں اونٹ پر حج کرادو۔ اس صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا، وہ تو اللہ عزوجل کی راہ میں وقف ہے۔ پھر وہ صحابی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری زوجہ نے آپ کی بارگاہ میں سلام عرض کیا ہے اور آپ پر رحمتِ خداوندی کے لئے دعا گو ہے، وہ مجھ سے تقاضا کرتی رہی کہ میں اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کراؤں، مگر میں نے اسے جواب دیا کہ میرے پاس اتنی استطاعت نہیں کہ تمہیں حج کراؤں تو اس نے کہا کہ اپنے فلاں اونٹ پر حج کرادو تو میں نے کہا کہ وہ تو اللہ عزوجل کی راہ میں وقف ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر تم اسے اس اونٹ پر حج کرادیتے تو بھی وہ اللہ کی راہ ہی میں ہوتا۔ پھر انہوں نے عرض کیا، اس نے مجھے کہا ہے کہ میں آپ سے پوچھوں کہ کیا شے آپ کے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری طرف سے اسے سلام اور اللہ عزوجل کی رحمت و برکت کی دعا پہنچا دینا اور اسے بتانا کہ رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب العمرۃ، رقم ۱۹۹۰، ج ۲، ص ۲۹۷)

حضرتِ سیدتنا ام مَعْقِل رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلّم! میں ایک بوڑھی اور بیمار عورت ہوں کیا کوئی ایسا عمل ہے جو میرے حج کا بدل ہوجائے؟ ارشاد فرمایا، رمضان میں ایک عمرہ کرنا ایک حج کے برابر ہے۔

(ابوداؤد، کتاب المناسک، باب العمرۃ، رقم ۱۹۸۸، ج ۲، ص ۲۹۶)

حضرت سیدنا ابوطُلَیْق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، ←

حدیث ۱۰: بزار نے ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: حاجی اپنے گھر والوں میں سے چار سو کی شفاعت کریگا اور گناہوں سے ایسا نکل جائے گا، جیسے اُس دن کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ (13)

حدیث ۱۱ و ۱۲: بیہقی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ میں نے ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوفرماتے سُنا: جو خانہ کعبہ کے قصد سے آیا اور اُونٹ پر سوار ہوا تو اُونٹ جو قدم اُٹھاتا اور رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کے لیے نیکی لکھتا ہے اور خطا کو مٹاتا ہے اور درجہ بلند فرماتا ہے، یہاں تک کہ جب کعبہ معظمہ کے پاس پہنچا اور طواف کیا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی پھر سر منڈایا یا بال کتروائے تو گناہوں سے ایسا نکل گیا، جیسے اس دن کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ (14) اور اسی کے مثل عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی۔

حدیث ۱۳: ابن خزیمہ و حاکم ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو مکہ سے پیدل حج کو جائے یہاں تک کہ مکہ واپس آئے اُس کے لیے ہر قدم پر سات سو نیکیاں حرم شریف کی نیکیوں کے مثل لکھی جائیں گی۔ کہا گیا، حرم کی نیکیوں کی کیا مقدار ہے؟ فرمایا: ہر نیکی لاکھ نیکی ہے۔ (15) تو اس حساب سے ہر قدم پر سات کرور نیکیاں ہوئیں وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ.

حدیث ۱۴ تا ۱۶: بزار نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: حج و عمرہ کرنے والے اللہ (عزوجل) کے وفد ہیں، اللہ (عزوجل) نے انھیں بُلایا، یہ حاضر ہوئے، انھوں نے اللہ (عزوجل) سے سوال کیا، اُس نے انھیں دیا۔ (16) اسی کے مثل ابن عُمر و ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی۔

محبوبِ ربِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا، کونسا عمل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے؟ ارشاد فرمایا، رمضان میں عمرہ کرنا۔ (طبرانی کبیر، رقم ۸۱۶، ج ۲۲، ص ۳۲۴)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیدنا اُنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ حضرت سیدتنا ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض کیا، ابوطلحہ اور اس کے بیٹے حج کے لئے چلے گئے اور مجھے گھر چھوڑ گئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے ام سلیم! رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔ (الاحسان بترتیب ابن حبان، کتاب الحج، باب فضل الحج والعمرۃ، رقم ۳۶۹۱، ج ۲، ص ۵)

(13) مسند البزار، مسند أبي موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ، الحدیث: ۳۱۹۶، ج ۸، ص ۱۲۹.

(14) شعب الایمان، باب في المناسک، باب فضل الحج والعمرۃ، الحدیث: ۴۱۱۵، ج ۳، ص ۴۷۸.

(15) المستدرک للحاکم، کتاب المناسک، باب فضیلۃ الحج ماشیا، الحدیث: ۱۷۳۵، ج ۲، ۱۱۴.

(16) الترغیب والترھیب، کتاب الحج، الترغیب في الحج والعمرۃ۔۔۔ إلخ، الحدیث: ۲۰، ج ۲، ص ۱۰۷.

حدیث ۱۷: بزار وطبرانی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: حاجی کی مغفرت ہوجاتی ہے اور حاجی جس کے لیے استغفار کرے اُس کے لیے بھی۔(17)

حدیث ۱۸: اصبہانی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: حج فرض جلد ادا کرو کہ کیا معلوم کیا پیش آئے۔(18)

اور ابو داود و دارمی کی روایت میں یوں ہے: جس کا حج کا ارادہ ہو تو جلدی کرے۔(19)

حدیث ۱۹: طبرانی اوسط میں ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ داود علیہ السّلام نے عرض کی، اے اللہ! (عزوجل) جب تیرے بندے تیرے گھر کی زیارت کو آئیں تو انھیں تو کیا عطا فرمائے گا؟ فرمایا: ہر زائر کا اُس پر حق ہے جس کی زیارت کو جائے، اُن کا مجھ پر یہ حق ہے کہ دنیا میں انھیں عافیت دوں گا اور جب مجھ سے ملیں گے تو اُن کی مغفرت فرمادونگا۔(20)

حدیث ۲۰: طبرانی کبیر میں اور بزار ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہتے ہیں میں مسجد منیٰ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک انصاری اور ایک ثقفی نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوکر سلام عرض کیا پھر کہا، یا رسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہم کچھ پوچھنے کے لیے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں؟ ارشاد فرمایا: اگر تم چاہو تو میں بتادوں کہ کیا پوچھنے حاضر ہوئے ہو اور اگر چاہو تو میں کچھ نہ کہوں، تمھیں سوال کرو۔ عرض کی، یا رسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہمیں بتادیجیے۔ ارشاد فرمایا: تو اس لیے حاضر ہوا ہے کہ گھر سے نکل کر بیت الحرام کے قصد سے جانے کو دریافت کرے اور یہ کہ اس میں تیرے لیے کیا ثواب ہے اور طواف کے بعد دو رکعتیں پڑھنے کو اور یہ کہ اس میں تیرے لیے کیا ثواب ہے اور صفا ومروہ کے درمیان سعی کو اور یہ کہ اس میں تیرے لیے کیا ثواب ہے اور عرفہ کی شام کے وقوف کو اور تیرے لیے اس میں کیا ثواب ہے اور جمار کی رَمی کو اور اس میں تیرے لیے کیا ثواب ہے اور قربانی کرنے کو اور اس میں تیرے لیے کیا ثواب ہے اور اس کے ساتھ طواف اِفاضہ (طوافِ زیارت) کو۔

اُس شخص نے عرض کی، قسم ہے! اس ذات کی جس نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو حق کے ساتھ بھیجا، اِسی

---

(17) مجمع الزوائد، باب دعاء الحجاج والعمار، الحدیث: ۵۲۸۷، ج۳، ص۴۸۳۔

(18) الترغیب والترھیب، کتاب الحج، الترغیب فی الحج والعمرۃ۔۔۔ إلخ، الحدیث: ۲۶، ج۲، ص۱۰۹۔

(19) سنن أبي داود کتاب المناسک، باب ۵، الحدیث: ۱۷۳۲، ج۲، ص۱۹۷۔

(20) المعجم الاوسط للطبراني، باب المیم، الحدیث: ۶۰۳۷، ج۴، ص۲۹۷۔

لیے حاضر ہوا تھا کہ ان باتوں کو حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے دریافت کروں۔ ارشاد فرمایا: جب تو بیت الحرام کے قصد سے گھر سے نکلے گا تو اونٹ کے ہر قدم رکھنے اور ہر قدم اُٹھانے پر تیرے لیے حسنہ لکھا جائے گا اور تیری خطا مٹا دی جائے گی اور طواف کے بعد کی دو رکعتیں ایسی ہیں جیسے اولادِ اسماعیل میں کوئی غلام ہو، اُس کے آزاد کرنے کا ثواب اور صفا و مروہ کے درمیان سعی ستر غلام آزاد کرنے کے مثل ہے۔

اور عرفہ کے دن وقوف کرنے کا حال یہ ہے کہ اللہ عزوجل آسمان دنیا کی طرف خاص تجلّی فرماتا ہے اور تمھارے ساتھ ملائکہ پر مباہات فرماتا ہے، ارشاد فرماتا ہے: میرے بندے دُور دُور سے پراگندہ سر میری رحمت کے امیدوار ہو کر حاضر ہوئے، اگر تمھارے گناہ ریتے کی گنتی اور بارش کے قطروں اور سمندر کے جھاگ برابر ہوں تو میں سب کو بخش دوں گا، میرے بندو! واپس جاؤ تمھاری مغفرت ہوگئی اور اس کی جس کی تم شفاعت کرو۔

اور جمروں پر رَمی کرنے میں ہر کنکری پر ایک ایسا کبیرہ مٹا دیا جائے گا جو ہلاک کرنے والا ہے اور قربانی کرنا تیرے رب کے حضور تیرے لیے ذخیرہ ہے اور سر منڈانے میں ہر بال کے بدلے میں حسنہ لکھا جائے گا اور ایک گناہ مٹایا جائے گا، اس کے بعد خانہ کعبہ کے طواف کا یہ حال ہے کہ تو طواف کر رہا ہے اور تیرے لیے کچھ گناہ نہیں ایک فرشتہ آئے گا اور تیرے شانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر کہے گا کہ زمانہ آئندہ میں عمل کر اور زمانہ گذشتہ میں جو کچھ تھا معاف کر دیا گیا۔ (21)

حدیث ۲۱: ابو یعلی ابوہُریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو حج کے لیے نکلا اور مر گیا۔ قیامت تک اُس کے لیے حج کرنے والے کا ثواب لکھا جائے گا اور جو عمرہ کے لیے نکلا اور مر گیا اس کے لیے قیامت تک عمرہ کرنے والے کا ثواب لکھا جائے گا اور جو جہاد میں گیا اور مر گیا اُس کے لیے قیامت تک غازی کا ثواب لکھا جائے گا۔ (22)

---

(21) الترغیب والترھیب، کتاب الحج، الترغیب فی الحج والعمرۃ۔۔۔ إلخ، الحدیث: ۳۲، ج ۲، ص ۱۱۰۔

(22) مسند أبي یعلی، مسند أبي ھریرۃ رضی اللہ عنہ، الحدیث: ۶۳۲۷، ج ۵، ص ۴۴۱۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ یعنی جاتے ہوئے مر گیا، حج یا عمرہ یا غزوہ نہ کر سکا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

۲۔ اس کی تائید اس آیت سے ہے "وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْۢ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ یُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ" جو اپنے گھر سے مہاجر ہو کر نکلا پھر اسے موت آگئی تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ کرم پر ثابت ہو گیا مگر جو حج فرض ہونے کے بعد برسوں حج کو نہ گیا، پھر بڑھاپے میں گیا اور راہ میں مر گیا تو وہ ضرور اس دیر لگانے کا گنہگار ہے۔ یہ حدیث اس کے لیے ہے جو بلا عذر حج میں ←

حدیث ۲۲: طبرانی و ابویعلی و دارقطنی و بیہقی اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو اس راہ میں حج یا عمرہ کے لیے نکلا اور مرگیا اُس کی پیشی نہیں ہوگی، نہ حساب ہوگا اور اس سے کہا جائے گا تو جنت میں داخل ہو جا۔(23)

حدیث ۲۳: طبرانی جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ گھر اسلام کے ستونوں میں سے ایک ستون ہے، پھر جس نے حج کیا یا عمرہ وہ اللہ (عزوجل) کے ضمان میں ہے اگر مرجائے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے جنت میں داخل فرمائے گا اور گھر کو واپس کردے تو اجر و غنیمت کے ساتھ واپس کریگا۔(24)

حدیث ۲۴ و ۲۵: دارمی ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے حج کرنے سے نہ حاجتِ ظاہرہ مانع ہوئی، نہ بادشاہ ظالم، نہ کوئی ایسا مرض جو روک دے، پھر بغیر حج کیے مرگیا تو چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔(25) اِسی کی مثل ترمذی نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

دیر نہ لگائے کیونکہ حج فوراً ادا کرنا چاہیے اور ہوسکتا ہے کہ یہ شخص بھی دیر لگانے کا گنہگار ہو مگر اس کا یہ حج ہو جائے اللہ تعالیٰ کریم ہے۔(مرقات)(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۴،ص ۱۵۴)

(23) المعجم الاوسط، باب المیم، الحدیث: ۵۳۸۸، ج ۴،ص ۱۱۱.

(24) المعجم الاوسط، باب المیم، الحدیث: ۹۰۳۳، ج ۶،ص ۳۵۲.

(25) سنن الدارمي، کتاب المناسک، باب من مات ولم یحج، الحدیث: ۱۷۸۵، ج ۲،ص ۴۵.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ جیسے فقیری یعنی توشہ وسواری پر قدرت نہ ہونا کہ ہر دونوں چیزیں وجوب حج کی شرطیں ہیں۔

۲۔ یا تو خود اپنے ملک کا بادشاہ ظالم ہو کہ ظلماً حج کو جانے کی اجازت نہ دیتا ہو یا راستہ میں کسی سلطان کی حکومت ہو وہ حجاج کو گزرنے نہ دیتا ہو یا مکہ معظمہ کا بادشاہ ظالم ہو کہ حجاج کو داخل نہ ہونے دے۔ان تینوں صورت میں راستہ کا امن مفقود ہے اور راستہ کا امن وجوب ادائے حج کی شرط ہے۔ظالم کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر بادشاہ حجاج کو مہربانی و محبت سے روکے تو اس کا اعتبار نہیں حج فرض ہوگا۔(مرقات)

۳۔ بیماری سے وہ بیماری مراد ہے جو سفر سے مانع ہو۔تندرستی بعض کے نزدیک شرط وجوب ہے اور بعض کے ہاں شرط ادا، پہلی صورت میں بیمار کی طرف سے حج بدل کرانا لازم ہوگا دوسری صورت میں نہیں، ہمارے امام صاحب کا ہاں شرط ادا ہے کہ اگر کسی کے پاس مال سخت بیماری یا معذوری کی حالت میں آیا اس پر حج فرض نہیں۔(مرقات)

۴۔ یعنی اس کی موت یہود و نصاریٰ کی سی ہے کہ وہ لوگ کتاب اللہ پڑھتے تھے مگر عمل نہ کرتے تھے ایسے ہی یہ قرآن شریف پڑھتا رہا اور حج کی آیت پر بلا عذر عمل نہ کیا لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بدعملی فسق ہے کفر نہیں، پھر اس کی موت کو یہودیوں عیسائیوں کی موت کیوں فرمایا۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۴،ص ۱۵۰)

حدیث ۲۶: ترمذی و ابن ماجہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، ایک شخص نے عرض کی، کیا چیز حج کو واجب کرتی ہے؟ فرمایا: توشہ اور سواری۔ (26)

حدیث ۲۷: شرح سنّت میں انھیں سے مروی، کسی نے عرض کی، یا رسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) حاجی کو کیسا ہونا چاہیے؟ فرمایا: پراگندہ سر، میلا کچیلا۔ دوسرے نے عرض کی، یا رسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) حج کا کونسا عمل افضل ہے؟ فرمایا: بلند آواز سے لبیک کہنا اور قربانی کرنا۔ کسی اور نے عرض کی، سبیل کیا ہے؟ فرمایا: توشہ اور سواری۔ (27)

---

(26) جامع الترمذي، أبواب الحج، باب ماجاء في ایجاب الحج بالزاد والراحلۃ، الحدیث: ۸۱۳، ج ۲، ص ۲۱۹۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ توشہ سے مراد اپنا سفر کا سامان نان ونفقہ و دیگر خرچ ہے اور اپنے بال بچوں کے گھر کا خرچ اس کی واپسی تک اور سواری میں وہ ساری سواریاں داخل ہیں جن سے مکہ معظمہ کا راستہ طے ہو جیسے ہم پاکستانیوں کے لیے کراچی تک ریل پھر کراچی سے جدہ تک جہاز اور جدہ سے مکہ معظمہ تک لاری بس، یہ سواریاں مختلف فاصلوں کے لیے مختلف ہیں، یہ حدیث امام مالک کے خلاف ہے کہ ان کے ہاں پیدل چلنے کی طاقت رکھنے والے پر پیدل حج فرض ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۱۴۱)

(27) شرح السنۃ للبغوي، کتاب الحج، باب وجوب الحج... إلخ، الحدیث: ۱۸۴۰، ج ۴، ص ۹۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ سوال یہ تھا کہ کامل حاجی کون ہے؟ فرمایا جس پر دو علامتیں ہوں پراگندگی بال سر میلا کیونکہ بحالت احرام بال ٹوٹنے کے اندیشہ سے سر کم دھوتے ہیں اور بو والا کیونکہ بحالت احرام خوشبو لگانا منع ہے اور بسا اوقات پسینہ اور لوگوں کے اژدہام سے کچھ بُو سی محسوس ہونے لگی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حاجی بحالت حج دنیاوی تکلفات سے ایک دم کنارہ کش ہو جاتا ہے۔

۲۔ یعنی ارکان حج کے بعد کون سا عمل حج میں بہتر ہے، زیادہ کون سی صفات ہیں جن سے حج افضل ہو جاتا ہے، ارکان تو سب ہی ادا کرتے ہیں۔ شعر

حاجی تو سارے کہلادیں حج کرے کوئی ایک ہزاروں میں تو ہے نہیں لاکھوں میں جا دیکھ

۳۔ یعنی احرام باندھتے ہی بلند آواز سے تلبیہ کہتے رہنا اور دسویں ذوالحجہ کو قربانی دینا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اس سے سارے اعمال حج مراد ہیں کیونکہ شور مچانا، تلبیہ کہنا اول عمل ہے اور قربانی آخر عمل، درمیان کے اعمال ان میں خود ہی آگئے یعنی تلبیہ سے قربانی تک سارے عمل افضل ہیں۔

۴۔ یعنی رب تعالیٰ نے جو فرمایا: "وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا" کہ بیت اللہ کا حج اس پر فرض ہے جو وہاں تک راستہ کی طاقت رکھتا ہو، راستہ سے کیا مراد ہے۔

←

حدیث ۲۸: ابوداود و ابن ماجہ اُم المومنین اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جو مسجد اقصیٰ سے مسجد حرام تک حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر آیا، اُس کے اگلے اور پچھلے گناہ سب بخش دیے جائیں گے یا اُس کے لیے جنت واجب ہوگی۔ (28)

❀❀❀❀❀

۵۔ بعض اماموں نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا کہ فرضیت حج کے لیے صحت وتندرستی ضروری نہیں اگر مدقوق مریض یا بہت بوڑھے کے پاس مال آیا جو سواری پر بیٹھتا تو کیا حرکت بھی نہیں کرسکتا اس پر بھی حج فرض ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے تندرستی کا ذکر نہ فرمایا مگر یہ استدلال کچھ ضعیف سا ہے اس لیے کہ یہاں تو راستہ کے امن کا بھی ذکر نہیں حالانکہ اگر امن نہ ہو تو بالاتفاق حج فرض نہیں، اگر کہا جائے کہ سواری میں راستہ کا امن بھی داخل ہے تو جواب یہ ہے کہ سواری میں اس پر بیٹھ سکنے کی طاقت بھی داخل ہے لہذا یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں، ہاں جو پہلے سے مالدار تھا مگر حج نہ کیا پھر بیمار یا بہت بوڑھا ہوگیا تو اس پر حج فرض ہے۔
(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۴، ص ۱۴۲)

(28) سنن أبي داود، کتاب المناسک، باب في المواقیت، الحدیث: ۱۷۴۱، ج ۲، ص ۲۰۱.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اس طرح کہ پہلے بیت المقدس کی زیارت کرے، پھر وہاں سے حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ معظمہ حاضر ہوکر حج یا عمرہ کرے۔
۲۔ یہ شک راوی کا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مغفرت کا وعدہ فرمایا یا جنت کی عطاء کا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس قدر دور سے احرام بندھے گا اسی قدر زیادہ ثواب ملے گا۔ خیال رہے کہ اشھر حرم سے پہلے حج کا احرام باندھنا ہمارے ہاں مکروہ ہے۔ امام شافعی کے ہاں وہ احرام عمرہ کا ہوجائے گا یا بندھے گا ہی نہیں مگر میقات سے پہلے حج کا احرام باندھ لینا حتی کہ اپنے گھر سے ہی احرام باندھ کر نکلنا افضل ہے بشرطیکہ احرام کی پابندیاں پوری کرسکے اشھر حج یعنی حج کے مہینہ شوال، ذیقعدہ اور دس دن ذی الحجہ کے ہیں کل دو ماہ دس دن۔
۳۔ حاکم نے مستدرک میں عبداللہ ابن سلمہ مری سے روایت کیا۔ حضرت علی سے کسی نے اس آیت کے متعلق پوچھا "وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ" کہ حج وعمرہ کا پورا کرنا کیا ہے فرمایا یہ ہے کہ تم اپنے گھر سے احرام باندھ کر نکلو، مشکوۃ کی اس حدیث کو بیہقی وغیرہ نے بھی روایت کیا، امام نووی نے فرمایا کہ یہ حدیث قوی نہیں، دیگر محدثین نے فرمایا حسن ہے، غرضکہ یہ حدیث حسن لغیرہ ہے اور دونوں کلاموں میں تعارض نہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۴، ص ۱۴۷)

مسائلِ فقہیّہ

حج نام ہے احرام باندھ کر نویں ذی الحجہ کو عرفات میں ٹھہرنے اور کعبہ معظمہ کے طواف کا اور اس کے لیے ایک خاص وقت مقرر ہے کہ اس میں یہ افعال کیے جائیں تو حج ہے ۹ ہجری میں فرض ہوا، اس کی فرضیت قطعی ہے، جو اس کی فرضیت کا انکار کرے کافر ہے مگر عمر بھر میں صرف ایک بار فرض ہے۔ (1)

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الاول في تفسیر الحج وفرضیتہ...إلخ، ج۱، ص۲۱۶.
والدرالمختار معہ ردالمحتار، کتاب الحج، ج۳، ص۵۱۶-۵۱۸.

حج

اعلانِ نبوت کے بعد مکہ مکرمہ میں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دو یا تین حج کیے۔

(سنن الترمذی، کتاب الحج، باب کم حج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث:۸۱۵، ج۲، ص۲۲۰)

لیکن ہجرت کے بعد مدینہ منورہ سے ۱۰ھ میں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک حج فرمایا جو حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے جس کا مفصل تذکرہ گزر چکا۔ حج کے علاوہ ہجرت کے بعد آپ نے چار عمرے بھی ادا فرمائے۔

(سنن الترمذی، کتاب الحج، باب کم اعتمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث:۸۱۷، ج۲، ص۲۲۱)

فرض ہے کہ حج کی ضروری معلومات حاصل کرے

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں!

حدیث پاک میں ہے: "ہر مسلمان پر علم طلب کرنا فرض ہے"۔ (مشکوۃ ص ۲۹) اس کی شرح میں یہ بھی ہے کہ جس پر حج فرض ہو گیا اس پر یہ بھی فرض ہے کہ حج کی اس قدر ضروری معلومات حاصل کرے جس سے اُس کا حج درست ہو جائے۔ عموماً حجاج طواف و سعی وغیرہ میں پڑھی جانے والی عربی دعاؤں میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں۔ اگرچہ یہ بھی اچھا ہے جب کہ دُرست پڑھ سکتے ہوں، مگر یہ یاد رہے کہ اگر کوئی یہ دعائیں نہ بھی پڑھے تو گناہ نہیں مگر مسائل نہ سیکھنے کی وجہ سے احرام وغیرہ میں ایسی غلطیاں کرنا جن پر کفارے لازم ہو جائیں یہ گناہ ہے لہٰذا شیطان لاکھ سستی دلائے رفیق الحرمین اوّل تا آخر پوری پڑھیں۔ پیش کیے ہوئے مسائل پر غور کریں، سمجھ میں نہ آئے تو علماء سے پوچھیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ! رفیق الحرمین میں کثیر تعداد میں حج و عمرہ کے مسائل کے ساتھ ساتھ عربی دُعائیں بھی ترجمے کے ساتھ شامل ہیں۔ اگر سفرِ مدینہ میں رفیق الحرمین آپ کے ساتھ ہوئی تو اِن شَآءَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ! حج کی کسی اور کتاب کی حاجت نہ رہے گی۔ ہاں! جو اس سے بھی زیادہ مسائل سیکھنا چاہے وہ بہارِ شریعت حصہ ۶ سفرِ مدینہ میں ساتھ لے لے۔

←

....
....

اللہ عَزَّ وَجَلَّ آپ کے حج وزیارت کو آسان کرے اور قبول فرمائے امین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم !
بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم ، شیخین کریمین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اور تمام سرکاروں رِضْوَانُ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں میرا سلام عرض کیجئے گا۔ میری اور تمام اُمت کی مغفرت کی دعا کے لیے مدنی التجا ہے۔

طالبِ غمِ مدینہ وبقیع ومغفرت

چھپّن اِصطِلاحات

حاجی صاحِبان مندرجہ ذیل اِصطِلاحات اور اَسمائے مقامات وغیرہ ذِہن نشین کرلیں تو اس طرح آگے مُطالَعہ کرتے ہوئے اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ آسانی پائیں گے۔

مدینہ(۱) اَشْھُرِ حج: حج کے مہینے یعنی شَوّالُ الْمُکَرَّم وذُوالْقَعدہ دونوں مکمل اور ذُوالْحِجّہ کے اِبتدائی دس دن۔

مدینہ(۲) اِحرام: جب حج یا عُمرہ یا دونوں کی نیّت کر کے تَلْبِیَہ پڑھتے ہیں تو بعض حلال چیزیں بھی حرام ہوجاتی ہیں، اِس لئے اِس کو اِحرام کہتے ہیں اور مجازاً اُن بغیر سِلی چادروں کو بھی اِحرام کہا جاتا ہے جن کو اِحرام کی حالت میں استعمال کیا جاتا ہے۔

مدینہ(۳) تَلْبِیَہ: وہ وِرد جو عُمرہ اور حج کے دَوران حالتِ اِحرام میں کیا جاتا ہے، یعنی لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ اِلَخ پڑھنا۔

مدینہ(۴) اِضْطِباع: اِحرام کی اُوپر والی چادر کو سیدھی بغل سے نکال کر اِس طرح اُلٹے کندھے پر ڈالنا کہ سیدھا کندھا کھلا رہے۔

مدینہ(۵) رَمَل: طواف کے اِبتدائی تین پھیروں میں اَکڑ کر شانے ہلاتے ہوئے چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھاتے ہوئے قدرے تیزی سے چلنا۔

مدینہ(۶) طواف: خانہ کعبہ کے گرد سات چکر یا پھیرے لگانا ایک چکر کو شَوط کہتے ہیں، جمع اَشْواط۔

مدینہ(۷) مَطاف: جس جگہ میں طواف کیا جاتا ہے۔

مدینہ(۸) طوافِ قُدُوم: مَکَّۃُ الْمُعَظَّمہ میں داخل ہونے پر پہلا طواف یہ اِفراد یا قِران کی نیّت سے حج کرنے والوں کے لئے سنّتِ مؤکدہ ہے۔

مدینہ(۹) طوافِ زِیارۃ: اِسے طوافِ اِفاضہ بھی کہتے ہیں۔ یہ حج کا رُکن ہے۔ اِس کا وَقت 10 ذُوالْحِجّہ کی صبح صادق سے بارہ ذُوالْحِجّہ کے غُروبِ آفتاب تک ہے مگر 10 ذُوالْحِجّہ کو کرنا اَفضل ہے۔

مدینہ(۱۰) طوافِ وَداع: حج کے بعد مَکَّۃُ الْمُکَرَّمہ سے رُخصت ہوتے ہوئے کیا جاتا ہے۔ یہ ہر آفاقی حاجی پر واجب ہے۔

مدینہ(۱۱) طوافِ عُمرہ: یہ عُمرہ کرنے والوں پر فرض ہے۔

مدینہ(۱۲) اِستِلام: حَجرِ اَسود کو بوسہ دینا یا ہاتھ یا لکڑی سے چھو کر ہاتھ یا لکڑی کو چوم لینا یا ہاتھوں سے اُس کی طرف اِشارہ کر کے اُنہیں چوم لینا۔

مدینہ(۱۳) سَعی: صَفا اور مَروَہ کے مابَین سات پھیرے لگانا (صَفا سے مروہ تک ایک پھیرا ہوتا ہے یوں مروہ پر سات چکر پورے ہوں گے)۔

مدینہ(۱۴) رَمیِ جَمرات: (یعنی شیطانوں) پر کنکریاں مارنا۔

مدینہ(۱۵) حَلْق: اِحرام سے باہر ہونے کے لئے حُدُودِ حرم ہی میں پُورا سَر منڈوانا۔ ←

....

مدینہ(۱۶) قَصر: چوتھائی (1/4) سر کا ہر بال کم اَزکم اُنگلی کے ایک پَورے کے برابر کتروانا۔

مدینہ(۱۷) مَسجِدُ الحَرام: وہ مسجد جس میں کعبۂ مشرّفہ واقع ہے۔

مدینہ(۱۸) بابُ السَّلام: مسجدُ الحرام کا وہ دروازۂ مبارَکہ جس سے پہلی بار داخل ہونا افضل ہے اور یہ جانبِ مشرق واقع ہے۔

مدینہ(۱۹) کَعبہ: اِسے "بَیتُ اللہ" بھی کہتے ہیں یعنی اللہ عزَّوَجَلَّ کا گھر یہ پوری دُنیا کے وَسْط میں واقع ہے اور ساری دُنیا کے لوگ اِسی کی طرف رُخ کرکے نَماز ادا کرتے ہیں اور مسلمان پروانہ وار اِس کا طواف کرتے ہیں۔

کعبۂ مشرّفہ کے چار کونوں کے نام:

مدینہ(۲۰) رُکنِ اَسوَد: جُنُوب ومشرق کے کونے میں واقع ہے اِسی میں جنّتی پتھر حَجَرِ اَسوَد نصب ہے۔

مدینہ(۲۱) رُکنِ عراقی: یہ عراق کی سمت شمال مشرقی کونہ ہے۔

مدینہ(۲۲) رُکنِ شامی: یہ مُلکِ شام کی سمت شمال مغربی کونہ ہے۔

مدینہ(۲۳) رُکنِ یَمانی: یہ یَمن کی جانب مغربی کونہ ہے۔

مدینہ(۲۴) بابُ الکعبہ: رُکنِ اَسوَد اور رُکنِ عراقی کے بیچ کی مشرقی دیوار میں زمین سے کافی بُلند سونے کا دروازہ ہے۔

مدینہ(۲۵) مُلتَزَم: رُکنِ اَسوَد اور بابُ الکعبہ کی درمیانی دیوار۔

مدینہ(۲۶) مُستَجار: رُکنِ یَمانی اور شامی کے بیچ میں مغربی دیوار کا وہ حصہ جو مُلتَزَم کے مقابل یعنی عَین پیچھے کی سیدھ میں واقع ہے۔

مدینہ(۲۷) مُستَجاب: رُکنِ یَمانی اور رُکنِ اَسوَد کے بیچ کی جُنُوبی دیوار یہاں ستّر ہزار فرشتے دُعا پر اٰمین کہنے کے لئے مقرر ہیں۔ اِسی لئے سیِّدی اعلیٰ حضرت مولٰینا شاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اِس مقام کا نام مستجاب (یعنی دُعا کی مقبولیّت کا مقام) رکھا ہے۔

مدینہ(۲۸) حَطِیم: کعبۂ مُعظّمہ کی شمالی دیوار کے پاس نِصف دائرے کی شکل میں فَصِیل (یعنی باؤنڈری) کے اندر کا حصّہ۔ حطیم کعبہ شریف ہی کا حصّہ ہے اور اُس میں داخل ہونا عَین کعبۃُ اللہ شریف میں داخل ہونا ہے۔

مدینہ(۲۹) مِیزابِ رَحمت: سونے کا پرنالہ ( ) یہ رُکنِ عراقی وشامی کی شمالی دیوار پر چھت پر نَصب ہے اِس سے بارِش کا پانی حطیم میں نچھاور ہوتا ہے۔

مدینہ(۳۰) مقامِ اِبراھیم عَلَیہِ السَّلام: دروازۂ کعبہ کے سامنے ایک قُبّہ میں وہ جنّتی پتھر جس پر کھڑے ہوکر حضرتِ سیِّدُنا ابراہیم خلیل اللہ علٰی نَبِیِّنا وَعَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام نے کعبہ شریف کی عمارت تعمیر کی اور یہ حضرتِ سیِّدُنا ابراہیم خلیل اللہ عَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کا زندہ مُعجِزہ ہے کہ آج بھی اس مُبارَک پتھر پر آپ عَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کے قَدمَینِ شریفین کے نَقش موجود ہیں۔

مدینہ(۳۱) بِیرِ زَم زَم: مکّۂ مُعظّمہ کا وہ مقدّس کنواں جو حضرتِ سیِّدُنا اِسمٰعیل علٰی نَبِیِّنا وَعَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کے عالمِ طفولیّت میں آپ کے ننھے ننھے مُبارَک قدموں کی رَگڑ سے جاری ہوا تھا۔ اِس کا پانی دیکھنا، پینا اور بدن پر ڈالنا ثواب اور بیماریوں کے لئے شفا ہے۔ ←

....

یہ مُبارَک کنواں مقامِ ابراہیم (عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام) سے جُنُوب میں واقِع ہے۔

مدینہ(۳۲) بابُ الصَّفا: مسجِدُ الحرام کے جُنُوبی دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جس کے نزدیک کوہِ صفا ہے۔

مدینہ(۳۳) کوہِ صَفا: کعبۂ مُعَظَّمہ کے جُنُوب میں واقِع ہے اور یہیں سے سَعْی شُروع ہوتی ہے۔

مدینہ(۳۴) کوہِ مَروَہ: کوہِ صَفا کے سامنے واقِع ہے۔ صَفا سے مروہ تک پہنچنے پر سَعْی کا ایک پھیرا ختم ہوجاتا ہے اور ساتواں پھیرا یہیں مروہ پر خَتم ہوتا ہے۔

مدینہ(۳۵) مِیْلَیْنِ اَخْضَرَیْن: یعنی دو سَبز نِشان صَفا سے جانِب مروہ کچھ دُور چلنے کے بعد تھوڑے تھوڑے فاصلے پر دونوں طرف کی دیواروں اور چھت میں سَبز لائٹیں لگی ہوئی ہیں۔ نیز اِبتِدا اور اِنتِہا پر فرش پر بھی سَبز ماربل کا پٹّا بنا ہوا ہے۔ اِن دونوں سَبز نشانوں کے دَرمیان دَورانِ سَعْی مردوں کو دوڑنا ہوتا ہے۔

مدینہ(۳۶) مَسْعٰی: مِیْلَیْنِ اَخْضَرَیْن کا دَرمیانی فاصلہ جہاں دَورانِ سَعْی مرد کو دوڑنا سُنَّت ہے۔

مدینہ(۳۷) مِیقات: اُس جگہ کو کہتے ہیں کہ مَکّۂ مُعَظَّمہ جانے والے آفاقی کو بِغیر اِحرام وہاں سے آگے جانا جائز نہیں، چاہے تجارت یا کسی بھی غرض سے جاتا ہو، یہاں تک کہ مَکّۂ مکرَّمہ کے رہنے والے بھی اگر مِیقات کی حُدُود سے باہر (مَثَلاً طائِف یا مدینۂ مُنَوَّرہ) جائیں تو اُنھیں بھی اَب بِغیر اِحرام مَکّۂ پاک آنا ناجائز ہے۔

میقات پانچ ہیں

مدینہ(۳۸) ذُوالْحُلَیْفَہ: مدینہ شریف سے مَکّۂ پاک کی طرف تقریباً دس کلومیٹر پر ہے جو مدینۂ مُنَوَّرہ کی طرف سے آنے والوں کے لئے مِیقات ہے۔ اَب اِس جگہ کا نام اَبیارِ علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ الْکَرِیم ہے۔

مدینہ(۳۹) ذاتِ عِرْق: عراق کی جانب سے آنے والوں کے لئے مِیقات ہے۔

مدینہ(۴۰) یَلَمْلَم: پاک و ہندوالوں کیلئے مِیقات ہے۔

مدینہ(۴۱) جُحْفَہ: مُلکِ شام کی طرف سے آنے والوں کیلئے مِیقات ہے۔

مدینہ(۴۲) قَرْنُ الْمَنازِل: نجد (موجودہ رِیاض) کی طرف آنے والوں کے لئے مِیقات ہے۔ یہ جگہ طائِف کے قریب ہے۔

مدینہ(۴۳) مِیقاتی: وہ شخص جو مِیقات کی حُدُود کے اَندر رہتا ہو۔

مدینہ(۴۴) آفاقی: وہ شخص جو مِیقات کی حُدُود سے باہر رہتا ہو۔

مدینہ(۴۵) تَنْعِیم: وہ جگہ جہاں سے مَکّۂ مکرَّمہ میں قِیام کے دَوران عُمرے کے لئے اِحرام باندھتے ہیں اور یہ مقام مسجِدُ الحرام سے تقریباً سات کلومیٹر جانِب مدینۂ مُنَوَّرہ ہے، اب یہاں مسجِدِ عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا بنی ہوئی ہے۔ اِس جگہ کو لوگ چھوٹا عُمرہ کہتے ہیں۔

مدینہ(۴۶) جِعِرّانہ: مَکّۂ مکرَّمہ سے تقریباً چھبّیس کلومیٹر دُور طائِف کے راستے پر واقِع ہے۔ یہاں سے بھی دَورانِ قِیامِ مَکّہ شریف ←

مسئلہ ۱: دکھاوے کے لیے حج کرنا اور مالِ حرام سے حج کو جانا حرام ہے۔ حج کو جانے کے لیے جس سے اجازت لینا واجب ہے بغیر اُس کی اجازت کے جانا مکروہ ہے مثلاً ماں باپ اگر اُس کی خدمت کے محتاج ہوں اور ماں باپ نہ ہوں تو دادا، دادی کا بھی یہی حکم ہے۔ یہ حج فرض کا حکم ہے اور نفل ہو تو مطلقاً والدین کی اطاعت کرے۔ (2)

عُمرہ کا اِحرام باندھا جاتا ہے۔ اِس مقام کو عوام بڑا عُمرہ کہتے ہیں۔

مدینہ (۴۷) حَرَم: مَکَّۂ مُعَظَّمہ کے چاروں طرف میلوں تک اِس کی حُدُود ہیں اور یہ زمین حُرمت و تقدُّس کی وجہ سے حَرَم کہلاتی ہے۔ ہر جانب اِس کی حُدُود پر نشان لگے ہیں، حرم کے جنگل کا شکار کرنا نیز خودرَو دَرَخت اور تَر گھاس کاٹنا، حاجی، غیرِ حاجی سب کے لئے حرام ہے۔ جو شخص حُدُودِ حَرَم میں رہتا ہو اُسے حَرَمی یا اہلِ حَرَم کہتے ہیں۔

مدینہ (۴۸) حِل: حُدُودِ حَرَم سے باہَر مِیقات تک کی زمین کو حِل کہتے ہیں۔ اِس جگہ وہ چیزیں حلال ہیں جو حَرَم میں حرام ہیں۔ جو شخص زمینِ حِل کا رہنے والا ہو اُسے حِلّی کہتے ہیں۔

مدینہ (۴۹) مِنٰی: مسجدُ الحرام سے پانچ کلومیٹر پر وہ وادی جہاں حاجی صاحبان قیام کرتے ہیں۔ مِنٰی حرم میں شامل ہے۔

مدینہ (۵۰) جَمَرات: مِنٰی میں تین مقامات جہاں کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ پہلے کا نام جَمْرَۃُ الْاُخریٰ یا جَمْرَۃُ الْعَقَبہ ہے۔ اِسے بڑا شیطان بھی بولتے ہیں۔ دوسرے کو جَمْرَۃُ الْوُسطیٰ (مَنجھلا شیطان) اور تیسرے کو جَمْرَۃُ الْاُولیٰ (چھوٹا شیطان) کہتے ہیں۔

مدینہ (۵۱) عَرَفات: مِنٰی سے تقریباً گیارہ کلومیٹر دُور میدان جہاں ۹ ذُوالحِجّہ کو تمام حاجی صاحبان جمع ہوتے ہیں۔ عَرَفات حَرَم سے خارج ہے۔

مدینہ (۵۲) جَبَلِ رَحمت: عرفات کا وہ مقدَّس پہاڑ جس کے قریب وُقوف کرنا افضل ہے۔

مدینہ (۵۳) مُزدَلِفہ: مِنٰی سے عَرَفات کی طرف تقریباً پانچ کلومیٹر پر واقع میدان جہاں عرفات سے واپسی پر رات بسر کرتے ہیں۔ سُنَّت اور صبحِ صادِق اور طلوعِ آفتاب کے دَرمیان کم اَزکم ایک لمحہ وُقوف واجب ہے۔

مدینہ (۵۴) مُحَسِّر: مزدلفہ سے ملا ہوا میدان، یہیں اَصحابِ فیل پر عذاب نازِل ہوا تھا۔ لہٰذا یہاں سے گزرتے وقت تیزی سے گزرنا سُنَّت ہے۔

مدینہ (۵۵) بَطْنِ عُرَنہ: عَرَفات کے قریب ایک جنگل جہاں حاجی کا وُقوف دُرُست نہیں۔

مدینہ (۵۶) مُدَّعٰی: مسجدِ حرام اور مَکَّۂ مکرمہ کے قبرستان جَنَّۃُ المَعْلٰی کے مابَین جگہ جہاں دعا مانگنا مُستحب ہے۔

(2) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، مطلب فیمن حج بمال حرام، ج ۳، ص ۵۱۹۔

مالِ حرام سے حج

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدددین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اگر اس کے پاس مال حلال کبھی اتنا نہ ہوا جس سے حج کر سکے اگرچہ رشوت کے ہزار ہا روپے ہوئے تو اس پر حج فرض ہی نہ ہوا کہ ←

....

مال رشوت مثل مغصوب ہے وہ اس کا مالک ہی نہیں، اور اگر مال حلال اس قدر اس کے پاس ہے یا کسی موسم میں ہوا تھا تو اس پر حج فرض ہے مگر رشوت وغیرہ حرام مال کا اس میں صرف کرنا حرام ہے اور وہ حج قابل قبول نہ ہوگا اگرچہ فرض ساقط ہو جائے گا، حدیث میں ارشاد ہوا جو مال حرام لے کر حج کو جاتا ہے جب وہ لبیک کہتا ہے فرشتہ جواب دیتا ہے:

لالبیک ولا سعدیک حتی ترد ما فی یدیک وحجک مردود علیک ا۔

(ا۔ ارشاد الساری الی مناسک لملا علی قاری باب المتفرقات دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۲۳)

نہ تیری حاضری قبول نہ تیری خدمت قبول، اور تیرا حج تیرے منہ پر مردود، جب تک تو یہ حرام مال جو تیرے ہاتھ میں ہے واپس نہ دے۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۶، ص ۳۳۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اعلٰی حضرت کا دُوسرا سفرِ حج: والدہ سے اِجازت کیسے لی؟

(فرمایا کہ) ماں کی محبت! وہ تین شبانہ روز (یعنی دن رات) کی سخت تکلیف یاد تھی، مکان میں قدم رکھتے ہی پہلا لفظ مجھ سے یہ فرمایا کہ حجِ فرض اللہ تعالیٰ نے ادا فرما دیا، اب میری زندگی بھر دوبارہ ارادہ نہ کرنا! اُن کا یہ فرمانا مجھے یاد تھا اور ماں باپ کی مُمانعت کے ساتھ حجِ نفل جائز نہیں۔ یوں خُود اَدا کرنے سے مجبور تھا۔ یہاں سے ننھے میاں (برادر خورد) (یعنی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چھوٹے بھائی مولانا محمد رضا خان علیہ رحمۃ اللہ المنان) اور حامد رضا خاں (خلفِ اکبر) (یعنی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے شہزادے) مع متعلقین بارادہ حج روانہ ہوئے۔ لکھنؤ تک اِن لوگوں کو پہنچا کر مَیں واپس آ گیا لیکن طبیعت میں ایک قسم کا اِنتشار رہا۔ ایک ہفتہ یہاں رہا، طبیعت سخت پریشان رہی۔ ایک روز عصر کے وقت زیادہ اضطراب ہوا اور دل وہاں (یعنی حرمین طیبین) کی حاضری کے لیے زیادہ بے چین ہوا۔ بعدِ مغرب مولوی نذیر احمد صاحب کو اسٹیشن بھیجا کہ جا کر بمبئی تک سیکنڈ کلاس رِزَرْو (Reserve یعنی مخصوص) کروالیں کہ نماز وں کا آرام رہے۔ انہوں نے اسٹیشن ماسٹر سے گاڑی مانگی، اُس نے پوچھا: کس ٹرین سے ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا: اِسی شب کے دس بجے والی گاڑی سے۔ وہ بولا: یہ گاڑی نہیں مل سکتی، اگر آپ کو اِس سے جانا تھا تو چوبیس گھنٹے پیشتر (یعنی پہلے) اِطلاع دیتے۔ بیچارے مایوس ہو کر لوٹنا چاہتے تھے کہ ایک ٹکٹ کلکٹر (TicketCollector یعنی ٹکٹ وصول کرنے والا) جو قریب رہتا تھا، مل گیا۔ اُس نے کہا: تم گھبراؤ مت! میں چلتا ہوں اور اسٹیشن ماسٹر سے جا کر کہتا ہوں۔ اسٹیشن ماسٹر نے اس کی بات سن کر ایک سو تریسٹھ روپے پانچ آنے لے کر سیکنڈ کلاس کا کمرہ رِزَرْو کر دیا۔

عشا کی نماز سے اوّل وقت فارغ ہولیا۔ شِکْرَم (یعنی چار پہیوں والی مخصوص گاڑی) بھی آ گئی۔ صرف والدہ ماجدہ سے اِجازت لینا باقی رہ گئی جو نہایت اہم مَسْئَلہ تھا اور گویا اِس کا یقین تھا کہ وہ اِجازت نہ دیں گی کس طرح عرض کروں اور بغیر اِجازتِ والدہ حجِ نفل کو جانا حرام۔ آخر کار اندر مکان میں گیا، دیکھا کہ حضرت والدہ ماجدہ چادر اوڑھے آرام فرماتی ہیں۔ میں نے آنکھیں بند کر کے قدموں پر سر رکھ دیا، وہ گھبرا کر اُٹھ بیٹھیں اور فرمایا: کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: حضور! مجھے حج کی اجازت دے دیجئے۔ پہلا لفظ جو فرمایا یہ تھا کہ: خدا حافظ! ←

مسئلہ ۲: لڑکا خوبصورت اَمرد ہوتو جب تک داڑھی نہ نکلے، باپ اُسے جانے سے منع کرسکتا ہے۔(3)

مسئلہ ۳: جب حج کے لیے جانے پر قادر ہو حج فوراً فرض ہوگیا یعنی اُسی سال میں اوراب تاخیر گناہ ہے اور چند سال تک نہ کیا تو فاسق ہے اوراس کی گواہی مردود مگر جب کریگا ادا ہی ہے قضا نہیں۔(4)

یہ (یعنی والدہ کا یوں بآسانی اجازت دے دینا) اُنہیں دعاؤں کا اثر تھا۔ میں اُلٹے پیروں باہر آیا اور فوراً سوار ہوکر اسٹیشن پہنچا۔ چلتے وقت جس لگن (یعنی برتن) میں میں نے وُضو کیا تھا، والدہ ماجدہ نے اس کا پانی میری واپسی تک نہ پھینکنے دیا کہ اُس کے وضو کا پانی ہے۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت ص ۱۸۲)

(3) الدرالمختار کتاب الحج، ج ۳، ص ۵۲۰۔

(4) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدددین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

یونہی قول اصح وارجح پر حج کا وجوب، تو جس سال استطاعت ہو اسی سال جائے ورنہ گنہگار ہوگا، اور اگر زکوۃ یا حج بعد وجوب بلا عذر صحیح تین سال تک ادا نہ کرے تو فاسق ہے نہ کہ بائیس سال۔

تنویر الابصار کتاب الزکوۃ میں ہے:

افتراضها فوری وعلیه الفتوی فیاثم بتاخیرها وترد شهادته ۲۔

زکوۃ کی فرضیت فوری ہوتی ہے اور اسی پر فتوی ہے تاخیر کرنے والا گنہگار ہے اوراس کی گواہی مردود ہے۔

(۲۔ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الزکوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۳۰)

ردالمحتار میں ہے:

فی البدائع عن المنتقی بالنون اذا لم یؤد حتی مضی حولان فقد اساء واثم ۳۔

بدائع میں بحوالہ منتقی ہے کہ کسی نے زکوۃ ادا نہیں کی یہاں تک کہ اگلا سال ختم ہوگیا تو برا کیا اور گنہگار ہوا۔

(۳۔ ردالمحتار کتاب الزکوۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۱۳)

درمختار کتاب الحج میں ہے:

فرض علی الفور فی العام الاول عند الثانی واصح الروایتین عن الامام ومالك واحمد فیفسق وترد شهادته بتاخیرہ ای سنینا لان تاخیرہ صغیرۃ وبارتکابه مرۃ لایفسق الا بالاصرار، بحر ۴۔

(۴۔ درمختار کتاب الحج مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۶۰۔۱۵۹)

حج کی فرضیت علی الفور ہوتی ہے اور پہلے ہی سال ادا کرنا چاہئے امام ابویوسف کے نزدیک، اور امام ابوحنیفہ سے منقول دوروایتوں میں سے اصح روایت کے مطابق اور امام مالک واحمد کے مطابق چند سال مؤخر کرنے سے فاسق قرار دیا جائے گا اوراس کی شہادت مردود ہوگی کیونکہ تاخیر حج گناہ صغیرہ ہے اس کے مرتکب کو اس پر اصرار کے بغیر فاسق قرار نہیں دیا جائے گا، بحر۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۶، ص ۵۵۷۔ ۵۵۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور) ←

مسئلہ ۴: مال موجود تھا اور حج نہ کیا پھر وہ مال تلف ہوگیا تو قرض لے کر جائے اگرچہ جانتا ہو کہ یہ قرض ادا نہ ہوگا مگر نیت یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ قدرت دے گا تو ادا کر دوں گا۔ پھر اگر ادا نہ ہوسکا اور نیت ادا کی تھی تو امید ہے کہ مولیٰ عزوجل اس پر مؤاخذہ نہ فرمائے۔(5)

مسئلہ ۵: حج کا وقت شوال سے دسویں ذی الحجہ تک (یعنی دو مہینے اور دس دن تک) ہے کہ اس سے پیشتر (پہلے) حج کے افعال نہیں ہوسکتے، سوا احرام کے کہ احرام اس سے پہلے بھی ہوسکتا ہے اگرچہ مکروہ ہے۔(6)

(5) الدرالمختار، کتاب الحج، ج ۳، ص ۵۲۱۔

(6) الدرالمختار، کتاب الحج، ج ۳، ص ۵۴۳۔

حج کے عشرے میں عمل کرنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَرصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلّم نے فرمایا، حج کے دس دنوں میں کیا گیا عمل اللہ عزوجل کو بقیہ دنوں میں کئے جانے والے عمل سے زیادہ محبوب ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا راہِ خدا عزوجل میں جہاد کرنا بھی؟ ارشاد فرمایا ہاں! راہِ خدا عزوجل میں جہاد کرنا بھی، سوائے اس شخص کے جو اپنی جان و مال کے ساتھ نکلے اور ان دونوں میں سے کچھ بھی واپس نہ لائے۔

(بخاری، کتاب العیدین، باب فضل العمل ۔۔۔۔۔۔ الخ، رقم ۹۶۹، ج ۱، ص ۳۳۳)

ایک روایت میں ہے، اللہ عزوجل کے نزدیک کوئی نیک عمل قربانی کے دس دنوں میں کئے جانے والے عمل سے زیادہ پاکیزہ اور ثواب والا نہیں۔ (کنز العمال، کتاب الفضائل، باب الاکمال، رقم ۳۵۱۸۲، ج ۱۲، ص ۱۴۱)

حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلّم نے فرمایا، اللہ عزوجل کے نزدیک کوئی دن، عشرۂ حج سے افضل نہیں۔ تو ایک شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ دس دن افضل ہیں یا راہِ خدا عزوجل میں جہاد کے دس دن؟ فرمایا، یہ دس دن راہِ خدا عزوجل میں جہاد کے دس دنوں سے افضل ہیں سوائے اس شخص کے جس کا چہرہ خاک آلود ہوگیا ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ فرمایا ایامِ دنیا میں سے افضل دن حج کے دس دن ہیں۔ عرض کیا گیا، کیا راہِ خدا عزوجل میں جہاد کرنے کے دس دن بھی نہیں؟ فرمایا، راہِ خدا عزوجل میں جہاد کے دس دن بھی نہیں مگر وہ شخص کہ جس کا چہرہ خاک آلود ہوگیا ہو۔

(ابو یعلی الموصلی مسند جابر بن عبداللہ، رقم ۲۰۸۶، ج ۲، ص ۲۹۹)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلّم نے فرمایا، اللہ عزوجل کے نزدیک حج کے ان دس دنوں سے افضل اور پسندیدہ کوئی دن نہیں لہذا ان دنوں میں سُبْحَانَ اللہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ، اور اَللہُ اَکْبَرُ کی کثرت کیا کرو۔

←

....

❁❁❁❁❁

ایک روایت میں ہے کہ ان دنوں میں سُبْحَانَ اللہِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ. لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ اور ذکر اللہ کی کثرت کیا کرو اور ان میں سے ایک دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے اور ان دنوں میں عمل کو سات سو گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔

(شعب الایمان، باب فی الصیام، فصل تخصیص ایام العشر ۔۔۔۔۔۔الخ، رقم ۳۷۵۸، ج ۳، ص ۳۵۶)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا، حج کے دس ایام میں اللہ کی عبادت اس کے نزدیک دیگر ایام کی نسبت زیادہ محبوب ہے اور ان میں سے ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے اور ان میں سے ہر رات کا قیام شب قدر میں قیام کے برابر ہے۔

(ترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء فی العمل فی ایام العشر، رقم ۷۵۸، ج ۲، ص ۱۹۲)

حضرتِ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حج کے دس دنوں میں سے ہر دن کو ہزار دنوں کے برابر اور عرفہ کے دن کو دس ہزار دنوں کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ (شعب الایمان، باب فی الصیام، تخصیص یوم عرفۃ بالذکر، رقم ۳۷۶۶، ج ۳، ص ۳۵۸)

امام اوزاعی علیہ الرحمۃ بنی مخزوم کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا، ان دس دنوں میں عمل کرنا راہِ خدا عزوجل میں دن میں روزہ رکھنے اور رات میں حفاظت کرتے ہوئے جہاد کرنے کے برابر ہے سوائے اس شخص کے جسے رتبۂ شہادت مل جائے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الحج، باب فی الوقوف بعرفۃ وفضل یوم عرفۃ، رقم ۸، ج ۲، ص ۱۲۸)

حج واجب ہونے کے شرائط

مسئلہ ٦: حج واجب ہونے کی آٹھ شرطیں ہیں، جب تک وہ سب نہ پائی جائیں حج فرض نہیں:

اسلام

لہٰذا اگر مسلمان ہونے سے پیشتر استطاعت تھی پھر فقیر ہوگیا اور اسلام لایا تو زمانہ کفر کی استطاعت کی بنا پر اسلام لانے کے بعد حج فرض نہ ہوگا، کہ جب استطاعت تھی اس کا اہل نہ تھا اور اب کہ اہل ہوا استطاعت نہیں اور مسلمان کو اگر استطاعت تھی اور حج نہ کیا تھا اب فقیر ہوگیا تو اب بھی فرض ہے۔(1)

مسئلہ ٧: حج کرنے کے بعد معاذ اللہ مُرتد ہوگیا(2) پھر اسلام لایا تو اگر استطاعت ہو تو پھر حج کرنا فرض ہے، کہ

(1) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، مطلب فیمن حج بمال حرام، ج ٣، ص ٥٢١.

مفسّرِ شہیر، خلیفہ اعلیٰ حضرت، صدر الافاضل، سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی تفسیر خزائن العرفان میں سورہ آلِ عمران کی آیت مبارکہ ۹۷ کے تحت فرماتے ہیں: مسئلہ: اس آیت میں حج کی فرضیت کا بیان ہے اور اس کا کہ استطاعت شرط ہے۔ حدیث شریف میں سیّد عالم صلَّی اللہ علیہ وآلہ وسلَّم نے اس کی تفسیر زاد و راحلہ سے فرمائی۔ زاد یعنی توشہ، کھانے پینے کا انتظام اس قدر ہونا چاہیے کہ جا کر واپس آنے تک اس کے لئے کافی ہو اور یہ واپسی کے وقت تک اہل وعیال کے نفقہ کے علاوہ ہونا چاہیے۔ راہ کا امن بھی ضروری ہے کیونکہ بغیر اس کے استطاعت ثابت نہیں ہوتی۔ اس (ومن کفر) سے اللہ تعالیٰ کی ناراضی ظاہر ہوتی ہے اور یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ فرضِ قطعی کا منکر کافر ہے۔

(2) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

کافر مرتد وہ کہ کلمہ گو ہو کر کفر کرے اس کی بھی دو قسم ہیں: مجاہر و منافق۔

مرتد مجاہر وہ کہ پہلے مسلمان تھا پھر علانیہ اسلام سے پھر گیا کلمہ اسلام کا منکر ہوگیا چاہے دہریہ ہوجائے یا مشرک یا مجوسی یا کتابی کچھ بھی ہو۔

مرتد منافق وہ کہ کلمہ اسلام اب بھی پڑھتا ہے اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا ہے پھر اللہ عزوجل یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی نبی کی توہین کرتا یا ضروریات دین میں سے کسی شئے کا منکر ہے، جیسے آجکل کے وہابی، رافضی، قادیانی، نیچری، چکڑالوی، جھوٹے صوفی کہ شریعت پر ہنستے ہیں، حکم دنیا میں سب سے بدتر مرتد ہیں اس سے جزیہ نہیں لیا جاسکتا، اس کا نکاح کسی مسلم کافر مرتد اس کے ہم مذہب یا مخالف مذہب، غرض انسان حیوان کسی سے نہیں ہوسکتا، جس سے ہوگا محض زنا ہوگا، مرتد مرد ہو خواہ عورت، مرتدوں میں سے سب سے بدتر مرتد منافق ہے، یہی وہ ہے کہ اس کی صحبت ہزار کافر کی صحبت سے زیادہ مضر ہے کہ یہ مسلمان بن کر کفر سکھاتا ہے، خصوصاً وہابیہ خصوصاً دیوبندیہ کہ اپنے آپ کو خاص اہلسنت کہتے، حنفی بنتے، چشتی نقشبندی بنتے، نماز روزہ ہمارا سا کرتے، ہماری کتابیں پڑھتے پڑھاتے اور ←

مرتد ہونے سے حج وغیرہ سب اعمال باطل ہو گئے۔(3) یوہیں اگر اثنائے حج (دوران حج) میں مرتد ہو گیا تو احرام باطل ہو گیا اور اگر کافر نے احرام باندھا تھا، پھر اسلام لایا تو اگر پھر سے احرام باندھا اور حج کیا تو ہوگا ورنہ نہیں۔

دارالحرب میں ہو تو یہ بھی ضروری ہے کہ جانتا ہو کہ اسلام کے فرائض میں حج ہے۔

لہٰذا جس وقت استطاعت تھی یہ مسئلہ معلوم نہ تھا اور جب معلوم ہوا اس وقت استطاعت نہ ہو تو فرض نہ ہوا اور جاننے کا ذریعہ یہ ہے کہ دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں نے جن کا فاسق ہونا ظاہر نہ ہو، اُسے خبر دیں اور ایک عادل نے خبر دی، جب بھی واجب ہو گیا اور دارالاسلام میں ہے تو اگرچہ حج فرض ہونا معلوم نہ ہو فرض ہو جائے گا کہ دارالاسلام میں فرائض کا علم نہ ہونا عذر نہیں۔(4)

بلوغ

نابالغ نے حج کیا یعنی اپنے آپ جبکہ سمجھ وال (سمجھ دار) ہو یا اُس کے ولی نے اس کی طرف سے احرام باندھا ہو جب کہ ناسمجھ ہو، بہر حال وہ حج نفل ہوا، حجۃ الاسلام یعنی حجِ فرض کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔

مسئلہ ۸: نابالغ نے حج کا احرام باندھا اور وقوفِ عرفہ سے پیشتر بالغ ہو گیا تو اگر اسی پہلے احرام پر رہ گیا حج نفل ہوا حجۃ الاسلام نہ ہوا اور اگر سرے سے احرام باندھ کر وقوفِ عرفہ کیا تو حجۃ الاسلام ہوا۔(5)

اللہ و رسول کو گالیاں دیتے ہیں، یہ سب سے بدتر زہر قاتل ہیں، ہوشیار خبردار! مسلمانو! اپنا دین بچائے ہوئے رہو

فاللہ خیر حفظا وھو ارحم الراحمین ا۔(ا۔ القرآن الکریم ۱۲/ ۶۴)

(تو اللہ سب سے بہتر نگہبان اور وہ ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۴، ص ۳۲۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الاول فی تفسیر الحج و فرضیتہ ... إلخ، ج۱، ص۲۱۷۔

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الاول فی تفسیر الحج و فرضیتہ ... إلخ، ج۱، ص۲۱۸۔

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الاول فی تفسیر الحج و فرضیتہ ... إلخ، ج۱، ص۲۱۷۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں:

فقہاء فرماتے ہیں کہ اگرچہ نابالغ بچہ کا حج ثواب کے لحاظ سے تو ہو جائے گا مگر اس سے حجۃ الاسلام ادا نہ ہوگا، بالغ ہونے پر پھر حج کرنے پڑے گا لیکن اگر فقیر یا غلام حج کرے تو ان کا حجۃ الاسلام ادا ہو جائے گا کہ امیری یا آزادی کے بعد انہیں دوبارہ حج کرنا ضروری نہیں کہ ہر شخص مکہ معظمہ پہنچ کر وہاں کا ہی مانا جاتا ہے، مکہ کا فقیر یا غلام حج اسلام کر سکتا ہے مگر معظمہ کے چھوٹے بچوں کے حج سے حجۃ الاسلام ادا نہیں ہوتا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچوں کی نیکیوں کا ثواب ماں باپ کو بھی ملتا ہے لہذا انہیں نماز روزہ کا پابند بناؤ۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۴، ص۷۱۸)

عاقل ہونا

مجنون پر فرض نہیں۔

مسئلہ ۹: مجنون تھا اور وقوف عرفہ سے پہلے جنون جاتا رہا اور نیا احرام باندھ کر حج کیا تو یہ حج حجۃ الاسلام ہوگیا ورنہ نہیں۔ بوہرا بھی مجنون کے حکم میں ہے۔(6)

مسئلہ ۱۰: حج کرنے کے بعد مجنون ہوا پھر اچھا ہوا تو اس جنون کا حج پر کوئی اثر نہیں یعنی اب اسے دوبارہ حج کرنے کی ضرورت نہیں، اگر احرام کے وقت اچھا تھا پھر مجنون ہوگیا اور اسی حالت میں افعال ادا کیے پھر برسوں کے بعد ہوش میں آیا تو حج فرض ادا ہوگیا۔(7)

آزاد ہونا

باندی غلام پر حج فرض نہیں اگرچہ مدبر یا مکاتب یا اُم ولد (8) ہوں۔ اگرچہ اُن کے مالک نے حج کرنے کی اجازت دیدی ہو اگرچہ وہ مکہ ہی میں ہوں۔(9)

مسئلہ ۱۱: غلام نے اپنے مولیٰ کے ساتھ حج کیا تو یہ حج نفل ہوا حجۃ الاسلام نہ ہوا۔ آزاد ہونے کے بعد اگر شرائط پائے جائیں تو پھر کرنا ہوگا اور اگر مولیٰ کے ساتھ حج کو جاتا تھا، راستہ میں اس نے آزاد کردیا تو اگر احرام سے پہلے آزاد ہوا، اب احرام باندھ کر حج کیا تو حجۃ الاسلام ادا ہوگیا اور احرام باندھنے کے بعد آزاد ہوا تو حجۃ الاسلام نہ ہوگا، اگرچہ نیا احرام باندھ کر حج کیا ہو۔(10)

---

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الاول في تفسیر الحج وفرضیتہ ... إلخ، ج۱، ص۲۱۷۔
وردالمحتار، کتاب الحج، مطلب في قولھم یقدم حق العبد علی حق الشرع، ج۳، ص۵۳۵۔

(7) لباب المناسک للسندي والمسلک المتقسط فی المنسک المتوسط للقاري، (باب شرائط الحج)، ص۳۹۔

(8) مدبر: یعنی وہ غلام جس کی نسبت مولیٰ نے کہا کہ تو میرے مرنے کے بعد آزاد ہے۔
مکاتب: یعنی وہ غلام جس کا آقا مال کی ایک مقدار مقرر کرکے یہ کہہ دے کہ اتنا ادا کردے تو آزاد ہے اور غلام اسے قبول بھی کرلے۔
ام ولد: یعنی وہ لونڈی جس کے بچہ پیدا ہوا اور مولیٰ نے اقرار کیا کہ یہ میرا بچہ ہے۔
نوٹ: تفصیلی معلومات کے لئے دیکھیں: بہارِ شریعت حصہ 9، مدبر، مکاتب اور ام ولد کا بیان

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الاول في تفسیر الحج وفرضیتہ ... إلخ، ج۱، ص۱۷

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الاول في تفسیر الحج وفرضیتہ ... إلخ، ج۱، ص۱۷۔

تندرست ہو

کہ حج کو جاسکے، اعضا سلامت ہوں، انکھیارا ہو، اپاہج اور فالج والے اور جس کے پاؤں کٹے ہوں اور بوڑھے پر کہ سواری پر خود نہ بیٹھ سکتا ہو حج فرض نہیں۔ یوہیں اندھے پر بھی واجب نہیں اگرچہ ہاتھ پکڑ کر لے چلنے والا اُسے ملے۔ ان سب پر یہ بھی واجب نہیں کہ کسی کو بھیج کر اپنی طرف سے حج کرادیں یا وصیت کر جائیں اور اگر تکلیف اُٹھا کر حج کرلیا تو صحیح ہوگیا اور حجۃ الاسلام ادا ہوا یعنی اس کے بعد اگر اعضا درست ہوگئے تو اب دوبارہ حج فرض نہ ہوگا وہی پہلا حج کافی ہے۔(11)

مسئلہ ۱۲: اگر پہلے تندرست تھا اور دیگر شرائط بھی پائے جاتے تھے اور حج نہ کیا پھر اپاہج وغیرہ ہوگیا کہ حج نہیں کر سکتا تو اس پر وہ حج فرض باقی ہے۔ خود نہ کر سکے تو حج بدل کرائے۔(12)

---

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الاول فی تفسیر الحج وفرضیتہ... الخ، ج۱، ص۲۱۸، وغیرہ۔

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدددین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب مصحح ظاہر الروایۃ میں تو ایسی تندرستی جو اس سفر مبارک کے قابل ہو شرط وجوب ہے کہ بغیر اس پر حج سرے سے واجب ہی نہ ہوتا، نہ خود جانا نہ دوسرے کو بھیجنا، اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے مذہب مصحح میں اگرچہ تندرستی مذکور شرط وجوب نہیں، شرط وجوب ادا ہے کہ وہ نہ ہو تو خود جانا لازم نہیں مگر اپنے عوض اپنے روپے سے اپنی حیات میں یا بعد موت حج کرانا واجب ہے مگر مال جملہ حاجات سے فاضل، جانے آنے کے قابل باتفاق فقہائے کرام شرط وجوب ہے کہ بے اس کے حج واجب ہی نہیں ہوتا،

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص۶۹۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مزید ارشاد فرماتے ہیں:

زندگی میں جو کوئی حج بدل اپنی طرف سے بوجہ عجز ومجبوری کرائے اس حج کی صحت کے لیے شرط ہے کہ وہ مجبوری آخر عمر تک مستمر رہے، اگر حج کے بعد مجبوری جاتی رہی اور بذاتِ خود حج کرنے پر قدرت پائی تو اس سے پہلے جتنے حج بدل اپنی طرف سے کرائے ہوں سب ساقط ہوگئے حج نفل کا ثواب رہ گیا فرض ادا نہ ہوا، اب اس پر فرض ہے کہ خود حج کرے پھر اگر غفلت کی اور وقت گزر گیا اور اب دوبارہ مجبوری لاحق ہوئی تو از سرِ نو حج بدل کرانا ضرور ہے، ہاں اگر کسی کی معذوری ایسی ہو جو عادۃً اصلاً زوال پذیر نہیں اور اس نے حج بدل کرلیا اور اس کے بعد محض قدرت الٰہی مثلاً کسی ولی کی کرامت سے وہ عذر نا قابل الزوال زائل ہوگیا مثلاً اندھے نے حجِ بدل کرایا تھا پھر رب العزۃ نے اسے آنکھیں دے دیں تو اس کا وہ حج بدل ساقط نہ ہوا وہی کافی ہے، خود اگر حج کرے سعادت ہے ورنہ فرض ادا ہوگیا۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص۶۶۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(12) المرجع السابق۔

سفر خرچ کا مالک ہو اور سواری پر قادر ہو

خواہ سواری اس کی مِلک ہو یا اس کے پاس اتنا مال ہو کہ کرایہ پر لے سکے۔

مسئلہ ۱۳: کسی نے حج کے لیے اس کو اتنا مال مُباح کر دیا کہ حج کرلے تو حج فرض نہ ہوا کہ اِباحت سے مِلک نہیں ہوتی اور فرض ہونے کے لیے مِلک درکار ہے، خواہ مباح کرنے والے کا اس پر احسان ہو جیسے غیر لوگ یا نہ ہو جیسے ماں، باپ اولاد۔ یوہیں اگر عاریۃً (13) سواری مِل جائے گی جب بھی فرض نہیں۔ (14)

مسئلہ ۱۴: کسی نے حج کے لیے مال ہبہ کیا تو قبول کرنا اس پر واجب نہیں۔ دینے والا اجنبی ہو یا ماں، باپ، اولاد وغیرہ مگر قبول کرلے گا تو حج واجب ہو جائے گا۔ (15)

مسئلہ ۱۵: سفر خرچ اور سواری پر قادر ہونے کے یہ معنی ہیں کہ یہ چیزیں اُس کی حاجت سے فاضل ہوں یعنی مکان ولباس وخادم اور سواری کا جانور اور پیشہ کے اوزار اور خانہ داری کے سامان اور دَین سے اتنا زائد ہو کہ سواری پر مکہ معظمہ جائے اور وہاں سے سواری پر واپس آئے اور جانے سے واپسی تک عیال کا نفقہ اور مکان کی مرمت کے لیے کافی مال چھوڑ جائے اور جانے آنے میں اپنے نفقہ اور گھر اہل وعیال کے نفقہ میں قدرِ متوسط کا اعتبار ہے نہ کمی ہو نہ اِسراف۔ عیال سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا نفقہ اُس پر واجب ہے، یہ ضروری نہیں کہ آنے کے بعد بھی وہاں اور یہاں کے خرچ کے بعد کچھ باقی بچے۔ (16)

مسئلہ ۱۶: سواری سے مراد اس قسم کی سواری ہے جو عرفاً اور عادتاً اُس شخص کے حال کے موافق ہو، مثلاً اگر متمول (مالدار) آرام پسند ہو تو اُس کے لیے شقدف (17) درکار ہوگا۔ یوہیں توشہ میں اُس کے مناسب غذائیں چاہیے،

---

(13) عاریۃً یعنی عارضی طور پر دی ہوئی چیز۔

(14) المرجع السابق، ص ۲۱۷۔

(15) المرجع السابق

(16) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الاول فی تفسیر الحج وفرضیتہ ... إلخ، ج ۱، ص ۲۱۷۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں:

توشہ سے مراد اپنا سفر کا سامان نان ونفقہ دیگر خرچ ہے اور اپنے بال بچوں کے گھر کا خرچ اس کی واپسی تک اور سواری میں وہ ساری سواریاں داخل ہیں جن سے مکہ معظمہ کا راستہ طے ہو جیسے ہم پاکستانیوں کے لیے کراچی تک ریل پھر کراچی سے جدہ تک جہاز اور جدہ سے مکہ معظمہ تک لاری بس، یہ سواریاں مختلف فاصلوں کے لیے مختلف ہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۴، ص ۱۴۱)

(17) شقدف: یعنی چارپائی جو اونٹ کے اوپر رکھتے ہیں۔

معمولی کھانا میسر آنا فرض ہونے کے لیے کافی نہیں، جب کہ وہ اچھی غذا کا عادی ہے۔(18)

مسئلہ ۱۷: جو لوگ حج کو جاتے ہیں، وہ دوست احباب کے لیے تحفہ لایا کرتے ہیں یہ ضروریات میں نہیں یعنی اگر کسی کے پاس اتنا مال ہے کہ جو ضروریات بتائے گئے اُن کے لیے اور آنے جانے کے اخراجات کے لیے کافی ہے مگر کچھ بچے گا نہیں کہ احباب وغیرہ کے لیے تحفہ لائے جب بھی حج فرض ہے، اس کی وجہ سے حج نہ کرنا حرام ہے۔(19)

مسئلہ ۱۸: جس کی بسر اوقات تجارت پر ہے اور اتنی حیثیت ہوگئی کہ اس میں سے اپنے جانے آنے کا خرچ اور واپسی تک بال بچوں کی خوراک نکال لے تو اتنا باقی رہے گا، جس سے اپنی تجارت بقدر اپنی گزر کے کرسکے تو حج فرض ہے ورنہ نہیں اور اگر وہ کاشتکار ہے تو ان سب اخراجات کے بعد اتنا بچے کہ کھیتی کے سامان ہل بیل وغیرہ کے لیے کافی ہو تو حج فرض ہے اور پیشہ والوں کے لیے ان کے پیشہ کے سامان کے لائق بچنا ضروری ہے۔(20)

مسئلہ ۱۹: سواری میں یہ بھی شرط ہے کہ خاص اُس کے لیے ہو اگر دو شخصوں میں مشترک ہے کہ باری باری دونوں تھوڑی تھوڑی دُور سوار ہوتے ہیں تو یہ سواری پر قدرت نہیں اور حج فرض نہیں۔ یوہیں اگر اتنی قدرت ہے کہ ایک منزل کے لیے مثلاً کرایہ پر جانور لے پھر ایک منزل پیدل چلے وعلیٰ ہذا القیاس (اسی پر قیاس کر لیجیے) تو یہ سواری پر قدرت نہیں۔(21)

آجکل جو شقدف اور شبری کا رواج ہے کہ ایک شخص ایک طرف سوار ہوتا ہے اور دوسرا دوسری طرف اگر یوں دو شخصوں میں مشترک ہو تو حج فرض ہوگا کہ سواری پر قدرت پائی گئی اور پیدل چلنا نہ پڑا۔

مسئلہ ۲۰: مکہ معظمہ یا مکہ معظمہ سے تین دن سے کم کی راہ والوں کے لیے سواری شرط نہیں، اگر پیدل چل سکتے ہوں تو ان پر حج فرض ہے اگرچہ سواری پر قادر نہ ہوں اور اگر پیدل نہ چل سکیں تو اُن کے لیے بھی سواری پر قدرت شرط ہے۔(22)

---

(18) لباب المناسک والمسالک المتقسط، (باب شرائط الحج)، ص۴۶، ۴۷.

(19) ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب فیمن حج بمال حرام، ج۳، ص۵۲۸.

(20) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الاول في تفسیر الحج وفرضیتہ... إلخ، ج۱، ص۲۱۸.

(21) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الاول في تفسیر الحج وفرضیتہ... إلخ، ج۱، ص۲۱۷.

(22) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الاول في تفسیر الحج وفرضیتہ... إلخ، ج۱، ص۲۱۷.
وردالمحتار، کتاب الحج، فیمن حج بمال حرام، ج۳، ص۵۲۵.

مسئلہ ۲۱: میقات (22A) سے باہر کا رہنے والا جب میقات تک پہنچ جائے اور پیدل چل سکتا ہو تو سواری اُس کے لیے شرط نہیں، لہٰذا اگر فقیر ہو جب بھی اُسے حجِ فرض کی نیت کرنی چاہیے نفل کی نیت کریگا تو اُس پر دوبارہ حج کرنا فرض ہوگا اور مطلق حج کی نیت کی یعنی فرض یا نفل کچھ معین نہ کیا تو فرض ادا ہوگیا۔ (23)

مسئلہ ۲۲: اس کی ضرورت نہیں کہ محمل وغیرہ آرام کی سواریوں کا کرایہ اس کے پاس ہو، بلکہ اگر کجاوے پر بیٹھنے کا کرایہ پاس ہے تو حج فرض ہے، ہاں اگر کجاوے پر بیٹھ نہ سکتا ہو تو محمل وغیرہ کے کرایہ سے قدرت ثابت ہوگی۔ (24)

مسئلہ ۲۳: مکّہ اور مکّہ سے قریب والوں کو سواری کی ضرورت ہو تو خچر یا گدھے کے کرایہ پر قادر ہونے سے بھی سواری پر قدرت ہو جائے گی اگر اس پر سوار ہو سکیں بخلاف دور والوں کے کہ اُن کے لیے اونٹ کا کرایہ ضروری ہے کہ دُور والوں کے لیے خچر وغیرہ سوار ہونے اور سامان لادنے کے لیے کافی نہیں اور یہ فرق ہر جگہ ملحوظ رہنا چاہیے۔ (25)

مسئلہ ۲۴: پیدل کی طاقت ہو تو پیدل حج کرنا افضل ہے۔ حدیث میں ہے: جو پیدل حج کرے، اُس کے لیے ہر قدم پر سات سو ۷۰۰ نیکیاں ہیں۔ (26)

(22A) حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں:

میقات وہ جگہ کہلاتی ہے جہاں سے حاجی یا عمرہ کرنے والے کو بغیر احرام آگے بڑھنا حرام ہے۔ مکہ مکرمہ کے چار راستے ہیں، ان چاروں راستوں کے لیے یہ چار حدود ہیں۔ چنانچہ مدینہ والوں کے لیے مقام ذوالحلیفہ میقات ہے جو مدینہ طیبہ سے قریبًا تین میل ہے جسے اب بیر علی کہتے ہیں فقیر نے زیارت کی ہے بعض روافض کہتے ہیں کہ یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کنوئیں میں جنات سے جنگ کی تھی اس لیے اسے بیر علی کہا جاتا ہے مگر یہ محض جھوٹ ہے۔ (مرقات) اب شام کے لوگ مدینہ منورہ کے راستے جاتے ہیں لہذا ان کا میقات بھی یہ ہی ہے ان کے پرانے راستے پر جحفہ میقات تھا، جحفہ مکہ معظمہ سے پچاس ۵۰ کوس جانب شام ہے۔ جحفہ کے معنی ہیں سیلاب کا بہاؤ، یہاں ایک دفعہ زبردست سیلاب آیا تھا اس لیے جحفہ نام ہوا، اصلی نام مہیعہ ہے اسے ایک شخص مہیعہ نامی نے آباد کیا تھا۔ (مرقات)

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۱۳۲)

(23) ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب فیمن حج بمال حرام، ج ۳، ص ۵۲۵۔

(24) الدرالمختار و ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب فیمن حج بمال حرام، ج ۳، ص ۵۲۵۔

(25) ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب فیمن حج بمال حرام، ج ۳، ص ۵۲۶۔

(26) ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب فیمن حج بمال حرام، ج ۳، ص ۵۲۶۔

مکہ سے پیدل چل کر حج کرنے کا ثواب

حضرت سیدنا زاذان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ، حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما شدید بیمار ہوئے تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور جمع کر کے فرمایا کہ میں نے سرکارِ مدینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو مکّہ سے حج کے لئے پیدل چل کر جائے ←

مسئلہ ۲۵: فقیر نے پیدل حج کیا پھر مالدار ہو گیا تو اُس پر دوسرا حج فرض نہیں۔(27)

مسئلہ ۲۶: اتنا مال ہے کہ اس سے حج کرسکتا ہے مگر اُس مال سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو نکاح نہ کرے بلکہ حج کرے کہ حج فرض ہے یعنی جب کہ حج کا زمانہ آگیا ہو اور اگر پہلے نکاح میں خرچ کر ڈالا اور مجرد رہنے (یعنی شادی نہ کرنے) میں خوفِ معصیت تھا تو حرج نہیں۔(28)

مسئلہ ۲۷: رہنے کا مکان اور خدمت کا غلام اور پہننے کے کپڑے اور برتنے کے اسباب ہیں تو حج فرض نہیں یعنی لازم نہیں کہ انھیں بیچ کر حج کرے اور اگر مکان ہے مگر اس میں رہتا نہیں غلام ہے مگر اس سے خدمت نہیں لیتا تو بیچ کر

اور مکہ لوٹنے تک پیدل ہی چلے تو اللہ عزوجل اس کے ہر قدم کے عوض سات سو نیکیاں لکھتا ہے اور ان میں ہر نیکی حرم میں کی گئی نیکیوں کی طرح ہے۔ان سے پوچھا گیا،حرم کی نیکیاں کیا ہیں؟ فرمایا،ان میں سے ہر نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔

(المستدرک، کتاب المناسک، باب فضیلۃ الحج ماشیا، رقم ۱۷۳۵، ج ۲، ص ۱۱۴)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سیدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، حضرتِ سیدنا آدم علیہ السلام ہند سے ایک ہزار مرتبہ بیت اللہ شریف پیدل تشریف لائے اور ایک مرتبہ بھی سواری پر سوار نہ ہوئے۔

(صحیح ابن خزیمہ، کتاب المناسک، باب عدد حج آدم صلوات اللہ علیہ، رقم ۲۷۹۲، ج ۴، ص ۲۴۵)

زیارتِ بیت اللہ شریف کا انوکھا شوق:

حضرت سیدنا ذوالنون مصری علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں کہ اُمِ داب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کا شمار بلند پایہ صالحات و عابدات میں ہوتا ہے۔اُن کی عمر نوّے (90) برس ہو چکی تھی۔ ہر سال مدینہ منورہ زادھا اللہ تعالیٰ شرفاً وتعظیماً سے مکہ معظمہ زادھا اللہ تعالیٰ شرفاً وتکریماً پیدل چل کر حج کرنے آتی تھیں۔اُن کی بینائی چلی گئی۔ جب حج کا موسم آیا، عورتیں ان کے پاس ان کی زیارت کے لئے حاضر ہوئیں، ان کو آپ کی بینائی چلے جانے کا بہت غم ہوا، آپ نے گریہ وزاری کرتے ہوئے اپنے سر کو آسمان کی طرف بلند کر کے بارگاہِ ربُّ العزّت میں یوں عرض کی: یا اللہ عَزَّ وَجَلَّ! تیری عزت کی قسم! میری آنکھوں کا نور چلا گیا تو کیا ہوا؟ تیری بارگاہ میں حاضری کے شوق کے انوار تو ابھی باقی ہیں۔ پھر احرام باندھ کر لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ کہتے ہوئے اپنی رفقاء کے ساتھ چل پڑیں۔آپ ان کے ساتھ چلتے ہوئے کبھی آگے نکل جاتیں۔حضرت سیدنا ذوالنون مصری علیہ رحمۃ اللہ الولی فرماتے ہیں کہ مجھے اس کے حال پر بڑا تعجب ہوا تو ہاتفِ غیبی سے آواز آئی: اے ذوالنون! کیا تم اس بڑھیا پر تعجب کرتے ہو جسے اپنے مولیٰ عَزَّ وَجَلَّ کے گھر کا شوق تھا پس اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے لطف وکرم فرماتے ہوئے اسے اپنے گھر کی طرف چلا دیا اور اس کی طاقت عطا فرمائی۔ (اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق ص ۲۸۶)

(27) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الاول فی تفسیر الحج وفرضیتہ... إلخ، ج ۱، ص ۲۱۷.

(28) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الاول فی تفسیر الحج وفرضیتہ... إلخ، ج ۱، ص ۲۱۷.

والدر المختار، کتاب الحج، ج ۳، ص ۵۲۸.

حج کرے اور اگر اس کے پاس نہ مکان ہے نہ غلام وغیرہ اور روپیہ ہے جس سے حج کرسکتا ہے مگر مکان وغیرہ خریدنے کا ارادہ ہے اور خریدنے کے بعد حج کے لائق نہ بچے گا تو فرض ہے کہ حج کرے اور باتوں میں اُٹھانا گناہ ہے یعنی اس وقت کہ اُس شہر والے حج کو جارہے ہوں اور اگر پہلے مکان وغیرہ خریدنے میں اُٹھادیا تو حرج نہیں۔(29)

مسئلہ ۲۸: کپڑے جنھیں استعمال میں نہیں لاتا انھیں بیچ ڈالے تو حج کرسکتا ہے تو بیچے اور حج کرے اور اگر مکان بڑا ہے جس کے ایک حصہ میں رہتا ہے باقی فاضل پڑا ہے تو یہ ضرور نہیں کہ فاضل کو بیچ کر حج کرے۔(30)

مسئلہ ۲۹: جس مکان میں رہتا ہے اگر اُسے بیچ کر اُس سے کم حیثیت کا خرید لے تو اتنا روپیہ بچے گا کہ حج کرلے تو بیچنا ضرور نہیں مگر ایسا کرے تو افضل ہے، لہٰذا مکان بیچ کر حج کرنا اور کرایہ کے مکان میں گزر کرنا تو بدرجہ اَولیٰ ضرور نہیں۔(31)

مسئلہ ۳۰: جس کے پاس سال بھر کے خرچ کا غلہ ہو تو یہ لازم نہیں کہ بیچ کر حج کو جائے اور اس سے زائد ہے تو اگر زائد کے بیچنے میں حج کا سامان ہوسکتا ہے تو فرض ہے ورنہ نہیں۔(32)

مسئلہ ۳۱: دینی کتابیں اگر اہلِ علم کے پاس ہیں جو اُسکے کام میں رہتی ہیں تو انھیں بیچ کر حج کرنا ضروری نہیں اور بے علم کے پاس ہوں اور اتنی ہیں کہ بیچے تو حج کرسکے گا تو اُس پر حج فرض ہے۔ یوہیں طب اور ریاضی وغیرہ کی کتابیں اگرچہ کام میں رہتی ہوں اگر اتنی ہوں کہ بیچ کر حج کرسکتا ہے تو حج فرض ہے۔(33)

---

(29) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الاول في تفسیر الحج وفرضیتہ... إلخ، ج۱،ص۲۱۷.

(30) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الاول في تفسیر الحج وفرضیتہ... إلخ، ج۱،ص۲۱۷۔۲۱۸.

(31) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الاول في تفسیر الحج وفرضیتہ... إلخ، ج۱،ص۲۱۸.

(32) لباب المناسک للسندي، المسلک المتقسط في المنسک المتوسط للقاري، (باب شرائط الحج)، ص۴۵.

(33) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الاول في تفسیر الحج وفرضیتہ... إلخ، ج۱،ص۲۱۸.

ورد المحتار، کتاب الحج، مطلب فیمن حج بمال حرام، ج۳،ص۵۲۸.

کیا بہت ساری کتابیں حاجتِ اصلیہ میں شامل ہیں؟

اس میں تفصیل یہ ہے کہ

☆ فقہ، تفسیر اور حدیث کی کتابیں اہلِ علم (یعنی جسے پڑھنے، پڑھانے یا تصحیح کے لئے ان کتابوں کی ضرورت ہو) کے لئے حاجتِ اصلیہ میں سے ہیں اور دوسروں کے لئے حاجتِ اصلیہ میں سے نہیں۔ اگر ایک کتاب کے ایک سے زائد نسخے ہوں تو وہ اہلِ علم کے لئے بھی حاجتِ اصلیہ میں سے نہیں ہیں۔

←

وقت

یعنی حج کے مہینوں میں تمام شرائط پائے جائیں اور اگر دُور کا رہنے والا ہو تو جس وقت وہاں کے لوگ جاتے ہوں اس وقت شرائط پائے جائیں اور اگر شرائط ایسے وقت پائے گئے کہ اب نہیں پہنچے گا تو فرض نہ ہوا۔ یوہیں اگر عادت کے موافق سفر کرے تو نہیں پہنچے گا اور تیزی اور رَواروی (جلدی) کرکے جائے تو پہنچ جائے گا جب بھی فرض نہیں اور یہ بھی ضرور ہے کہ نمازیں پڑھ سکے، اگر اتنا وقت ہے کہ نمازیں وقت میں پڑھے گا تو نہ پہنچے گا اور نہ پڑھے تو پہنچ جائے گا تو فرض نہیں۔ (34)

وجوبِ ادا کے شرائط

یہاں تک وجوب کے شرائط کا بیان ہوا اور شرائطِ ادا کہ وہ پائے جائیں تو خود حج کو جانا ضروری ہے اور سب نہ پائے جائیں تو خود جانا ضروری نہیں بلکہ دوسرے سے حج کراسکتا ہے یا وصیت کر جائے مگر اس میں یہ بھی ضرور ہے کہ حج کرانے کے بعد آخر عمر تک خود قادر نہ ہو ورنہ خود بھی کرنا ضرور ہوگا۔ وہ شرائط یہ ہیں:

1- راستہ میں امن ہونا یعنی اگر غالب گمانِ سلامتی ہو تو جانا واجب اور غالب گمان یہ ہو کہ ڈاکے وغیرہ سے جان ضائع ہو جائے گی تو جانا ضرور نہیں، جانے کے زمانے میں امن ہونا شرط ہے پہلے کی بدامنی قابلِ لحاظ نہیں۔ (35)

مسئلہ ۳۲: اگر بدامنی کے زمانے میں انتقال ہوگیا اور وجوب کی شرطیں پائی جاتی تھیں تو حجِ بدل کی وصیت ضروری ہے اور امن قائم ہونے کے بعد انتقال ہوا تو بطریق اولیٰ وصیت واجب ہے۔ (36)

مسئلہ ۳۳: اگر امن کے لیے کچھ رشوت دینا پڑے جب بھی جانا واجب ہے اور یہ اپنے فرائض ادا کرنے کے

☆ کفار اور بدمذہبوں کے رد اور اہلِ سنت کی تائید میں لکھی گئیں اور فرض علوم پر مشتمل کتابیں، عالم اور غیر عالم دونوں کی حاجتِ اصلیہ میں سے ہیں۔

☆ عالم اگر بدمذہبوں کی کتابیں ان کے رد کے لئے رکھے تو یہ اس کی حاجتِ اصلیہ میں سے ہیں۔ غیر عالم کو تو ان کا دیکھنا ہی جائز نہیں۔

☆ قرآن مجید غیر حافظ کے لئے حاجتِ اصلیہ میں سے ہے حافظِ قرآن کے لئے نہیں۔ (جبکہ اس کا حفظِ قرآن مضبوط ہو)

☆ طب کی کتابیں طبیب کے لئے حاجتِ اصلیہ میں سے ہیں جبکہ ان کو مطالعہ میں رکھے یا دیکھنے کی ضرورت پڑتی ہو۔

(الدر المختار ورد المحتار، کتاب الزکوۃ، مطلب فی ثمن المبیع وفاۃ، ج ۳، ص ۲۱۷، بہارِ شریعت، ج ۱ حصہ ۵، ص ۸۸۲)

(34) ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب في تولهم يقدم حق العبد على حق الشرع، ج ۳، ص ۵۳۴۔

(35) المرجع السابق، ص ۵۳۰۔ والفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الاول، ج ۱، ص ۲۱۸۔

(36) ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب في تولهم يقدم حق العبد على حق الشرع، ج ۳، ص ۵۳۰۔

لیے مجبور ہے لہٰذا اس دینے والے پر مؤاخذہ نہیں۔ (37)

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:
ردالمحتار میں ہے:

قوله قولان هما مبنيان على ان وجود الزوج اوالمحرم شرط وجوب ام شرط وجوب الاداء والذی اختاره فی الفتح انه مع الصحة وأمن الطريق شرط وجوب الاداء فيجب الايصاء ان منع المرض وخوف الطريق اولم يوجد زوج ولا محرم ويجب عليها التزوج عند فقد المحرم وعلى الاول لا يجب شيئ من ذلك كما فی البحر وفی النهر وصحح الاول فی البدائع ورجح الثانی فی النهاية تبعا لقاضی خاں واختاره فی الفتح اھ

(اـ ردالمحتار کتاب الحج مصطفی البابی مصر ۲ / ۱۵۸)

قولہ قولان، یہ دونوں اس بنا پر ہیں کہ خاوند یا محرم کا ہونا نفس وجوب کے لیے شرط ہے یا وجوب ادا کے لیے، فتح میں جو مختار ہے وہ یہ ہے کہ صحت اور راہ پر امن ہو تو وجوب ادا کے لیے شرط ہے، اگر مرض یا راستہ کا خوف مانع ہے تو حج کے بارے میں وصیت لازم ہوگی یا خاوند اور محرم نہیں تو محرم کی عدم موجودگی میں نکاح کرنا ضروری ہوگا، اور پہلے قول پر ان میں سے کوئی چیز بھی واجب نہیں جیسا کہ بحر اور نہر میں ہے، بدائع نے اول کو صحیح بتایا اور نہایہ نے قاضی خاں کی اتباع میں دوسرے کو ترجیح دی ہے، اور فتح میں بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۷۰۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(37) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، مطلب فی قولھم یقدم حق العبد علی حق الشرع، ج ۳، ص ۵۳۰.

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:
مگر مواضع ضرورت مستثنیٰ رہتے ہیں، الضرورات تبیح المحظورات ۲ـ (ضرورتیں (مجبوریاں) ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں۔ ت) اور حرج بیّن وضرورت ومشقت شدیدہ کا بھی لحاظ فرمایا گیا ہے۔ (۲ـ الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الخامسۃ ۱ / ۱۱۸)

ماجعل عليكم فی الدين من حرج ۳ـ لا ضرر ولا ضرار ۴ـ يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر ۵ـ

اللہ تعالیٰ نے دین اسلام میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی، نہ تو کسی سے نقصان اٹھاؤ اور نہ کسی کو نقصان پہنچاؤ اللہ تعالیٰ تم پر آسانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے وہ تمہیں کسی تنگی میں ڈالنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ (۳ـ القرآن الکریم ۲۲ / ۷۸) (۴ـ مسند امام احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱ / ۳۱۳) (۵ـ القرآن الکریم ۲ / ۱۸۵)

ہاں مجرد تحصیل منفعت کے لئے کوئی ممنوع مباح نہیں ہوسکتا مثلاً جائز نوکری تیس روپیہ ماہوار کی ملتی ہو اور ناجائز ڈیڑھ سو روپیہ مہینہ کی تو اس ایک سو بیس روپے ماہانہ نفع کے لئے ناجائز کا اختیار حرام ہے۔

فتاوی امام قاضی خاں میں ہے:

رجل اخر نفسه من النصارى لضرب الناقوس كل يوم بخمسة دراهم ويعطى فی عمل اخر كل يوم درهم ←

مسئلہ ۳۴: راستہ میں چونگی وغیرہ لیتے ہوں تو یہ امن کے منافی نہیں اور نہ جانے کے لیے عذر نہیں۔(38) یوہیں ٹیکہ کہ آج کل حجاج کو لگائے جاتے ہیں یہ بھی عذر نہیں۔

2- عورت کو مکہ تک جانے میں تین دن یا زیادہ کا راستہ ہو تو اُس کے ہمراہ شوہر یا محرم ہونا شرط ہے، خواہ وہ عورت جوان ہو یا بوڑھیا اور تین دن سے کم کی راہ ہو تو بغیر محرم اور شوہر کے بھی جاسکتی ہے۔(39)

علیہ ان یطلب الرزق من موضع اٰخر ۶۔

ایک شخص نے عیسائیوں کے ہاں اجرت پر بگل بجانے کی ملازمت اختیار کی اس شرط پر کہ اسے یومیہ پانچ درہم ملیں گے، اور کسی دوسرے (جائز کام پر) ہر روز اسے ایک درہم دیئے جانے کا وعدہ ہوا تو پھر اس پر لازم ہے کہ وہ دوسری جگہ رزق حلال تلاش کرے لہٰذا تھوڑی اجرت پر جائز کام کرے اور زیادہ پر حرام کام نہ کرے)(۶۔ فتاوٰی قاضی خاں، کتاب الحظر والاباحۃ مطبع نولکشور دہلی ۴/۷۸۰)

اس سوال کے ورود پر ہم نے ایک رسالہ جلی النص فی اماکن الرخص (۱۳۳۷ھ) (مقامات رخصت میں واضح اور ظاہر نص کا بیان۔ت) تحقیقات جلیلہ پر مشتمل لکھا ان تمام مباحث کی تنقیح وتشریح اس میں ہے تصویر کھنچوانے میں معصیت بوجہ اعانت معصیت ہے پھر اگر بخوشی ہو تو بلاشبہ خود کھینچے ہی کی مثل ہے یونہی اگر اسے کھنچوانا مقصود نہیں بلکہ دوسرا مقصد مباح مثلاً کوئی جائز سفر، مگر قانوناً تصویر دینی ہوگی تو اگر وہ مقصد ضرورت وحاجت صحیحہ موجب حرام وضرورت مشقت شدیدہ تک نہ پہنچا جب بھی ناجائز کہ منفعت کے لئے ناجائز جائز نہیں ہوسکتا، ہر اگر یہ حالت ہے تو ایسی صورت میں فعل کی نسبت فاعل پر مقتصر رہتی ہے اور یہ اس نیت سے بری اور اپنے اوپر سے دفع حرج وضرر کا قاصد ہونے کے سبب لا تزر وازرۃ وزر اخرٰی ۱۔ (کوئی شخص کسی دوسرے کا شخص کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ت) اور انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرء مانوی ۲۔(یاد رکھو اعمال کا دارومدار ارادوں پر ہے اور ہر آدمی کے لئے وہی کچھ ہے جس کا اس نے ارادہ کیا ہے۔ت) کا فائدہ پاتا ہے۔(۱۔ القرآن الکریم ۶/۱۶۴)

(۲۔ صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲)

فتح القدیر میں ہے:

ماذکر انہ لایتوصل الی الحج الا بارشاءھم فتکون الطاعۃ سبب المعصیۃ فیہ نظر بل الاثم فی مثلہ علی الاخذلا المعطی علی ماعرف من تقسیم الرشوۃ فی کتاب القضاء ۳۔

(۳۔ فتح القدیر کتاب الحج مقدمۃ یکرہ الخروج الی الحج مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۳۲۹)

جو کچھ ذکر کیا گیا یہ ہے کہ ادائیگی حج کا سوائے رشوت دینے کے اور کوئی ذریعہ نہیں، تو پھر (اس صورت میں) طاعت گناہ کا سبب ہوجائے گی، اس پر اعتراض اور اشکال ہے وہ یہ ہے کہ اس نوع کے مسائل میں رشوت لینے والے کو گناہ ہوگا نہ کہ دینے والے کو جیسا کہ کتاب القضاء میں تقسیم رشوت کے عنوان سے معلوم ہوا۔(فتاوٰی رضویہ، جلد ۲۱، ص ۱۹۷۔۱۹۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

38) الدرالمختار، کتاب الحج، ج۳، ص۵۳۱۔

39) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوٰی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: ←

محرم سے مراد وہ مرد ہے جس سے ہمیشہ کے لیے اُس عورت کا نکاح حرام ہے، خواہ نسب کی وجہ سے نکاح حرام ہو، جیسے باپ، بیٹا، بھائی وغیرہ یا دُودھ کے رشتہ سے نکاح کی حرمت ہو، جیسے رضاعی بھائی، باپ، بیٹا وغیرہ یا سُسرالی رشتہ سے حُرمت آئی (A39)، جیسے خُسر، شوہر کا بیٹا وغیرہ۔

حج کی فرضیت میں عورت مرد کا ایک حکم ہے، جو راہ کی طاقت رکھتا ہو اُس پر فرض ہے مرد ہو یا عورت، جو ادا نہ کرے گا عذاب جہنم کا مستحق ہوگا۔ عورت میں اتنی بات زیادہ ہے کہ اُسے بغیر شوہر یا محرم کے ساتھ لیے، سفر کو جانا حرام، اس میں کچھ حج کی خصوصیت نہیں، کہیں ایک دن کے راستہ پر بے شوہر یا محرم جائے گی تو گنہگار ہوگی، ہاں جب فرض ادا ہو جائے تو بار بار عورت کو مناسب نہیں کہ وُہ جس قدر پردے کے اندر ہے اُس قدر بہتر ہے۔ حدیث میں اس قدر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امہات المومنین کو حج کرا کر فرمایا ھذہ ثم حصر البیوت یہ ایک حج ہو گیا اس کے بعد گھر کی چٹائیاں۔ پھر یہ بھی اولویت کا ارشاد ہے نہ کہ عورت کو دُوسرا حج ناجائز ہے، ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کے بعد پھر حج کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۷۵۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

یہ ظاہر الروایہ ہے۔ مگر ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط صفحہ 57 پر تحریر فرماتے ہیں: امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ سے عورت کو بغیر شوہر یا محرم کے ایک دن کا سفر کرنے کی کراہیت بھی مروی ہے۔ فتنہ و فساد کے زمانے کی وجہ سے اسی قول (ایک دن) پر فتویٰ دینا چاہیے۔ (المسلک المتقسط، ص ۵۷۔ ردالمحتار، کتاب الحج، ج ۳، ص ۵۳۳)

بہارِ شریعت حصہ 4، نماز مسافر کا بیان، صفحہ 101 پر ہے کہ عورت کو بغیر محرم کے تین دن یا زیادہ کی راہ جانا، ناجائز ہے بلکہ ایک دن کی راہ جانا بھی۔ (عالمگیری وغیرہ) لہٰذا اسی پر عمل کرنا چاہیے۔

(39A) فرضیت حج کے دیگر شروط میں ایک شرط یہ ہے کہ سفر حج میں عورت کے ساتھ محرم ہو۔ درمختار ج 2، شروط حج کے ضمن میں ص 157، پر ہے:

(و) مع (زوج او محرم) ترجمہ: (دوران حج) عورت کے ساتھ شوہر یا کسی محرم کا ہونا (شرط) ہے۔ ردالمحتار ج 2، کتاب الحج، مطلب فی قولھم یقدم حق العبد علی حق الشرع، ص 157، میں ہے

والمحرم من لا یجوز له مناکحتھا علی التابید بقرابة او رضاع او صھریة۔

ترجمہ: محرم وہ رشتہ دار ہے جس سے قرابت، رضاعت یا مصاہرت کے سبب ہمیشہ کے لیے نکاح ناجائز ہو۔ چونکہ ساس سے داماد کا نکاح کسی بھی وقت جائز نہیں اس بناء پر داماد ساس کے لیے محرم ہوتا ہے، تاہم فتنہ کا زمانہ ہونے کی وجہ سے فقہاء کرام نے جوان عورت کے لیے سسرالی رشتہ اور دودھ کے رشتہ سے احتیاط کرنے کے لیے فرمایا ہے، اس لئے جوان عورت کو اپنے داماد کے ساتھ سفر کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اس کے برخلاف اگر معمر خاتون ہے تو ان کو فریضۂ حج کی ادائیگی کے لے اپنے داماد کے ساتھ جانے میں کوئی قباحت نہیں۔ جیسا کہ ردالمحتار ج 2، کتاب الحج میں ہے

مطلب فی قولھم یقدم حق العبد علی حق الشرع، ص 158، میں ہے:

لا تسافر باخیھا رضاعا فی زماننا اھ ای لغلبة الفساد قلت و یؤیدہ کراھة الخلوة بھا کالصھرة الشابة ←

شوہر یا محرم جس کے ساتھ سفر کرسکتی ہے اُس کا عاقل بالغ غیر فاسق ہونا شرط ہے۔ مجنون یا نابالغ یا فاسق کے ساتھ نہیں جاسکتی آزاد یا مسلمان ہونا شرط نہیں، البتہ مجوسی جس کے اعتقاد میں محارم سے نکاح جائز ہے اُس کے ہمراہ سفر نہیں کرسکتی۔ مراہق و مراہقہ یعنی لڑکا اور لڑکی جو بالغ ہونے کے قریب ہوں بالغ کے حکم میں ہیں یعنی مراہق کے ساتھ جاسکتی ہے اور مراہقہ کو بھی بغیر محرم یا شوہر کے سفر کی ممانعت ہے۔(40)

مسئلہ ۳۵: عورت کا غلام اس کا محرم نہیں کہ اُس کے ساتھ نکاح کی حرمت ہمیشہ کے لیے نہیں کہ اگر آزاد کردے تو اُس سے نکاح کرسکتی ہے۔(41)

مسئلہ ۳۶: باندیوں کو بغیر محرم کے سفر جائز ہے۔(42)

مسئلہ ۳۷: اگرچہ زنا سے بھی حرمتِ نکاح ثابت ہوتی ہے، مثلاً جس عورت سے معاذ اللہ زنا کیا اُس کی لڑکی سے نکاح نہیں کرسکتا، مگر اُس لڑکی کو اُس کے ساتھ سفر کرنا جائز نہیں۔(43)

مسئلہ ۳۸: عورت بغیر محرم یا شوہر کے حج کو گئی تو گنہگار ہوئی، مگر حج کرے گی تو حج ہو جائے گا یعنی فرض ادا ہو جائے گا۔(44)

فینبغي استثناء الصهرة الشابة هنا ایضاً لان السفر کالخلوۃ.

ترجمہ: ہمارے زمانہ میں فساد کا غلبہ ہونے کی وجہ سے عورت اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ سفر نہ کرے، اس کے ساتھ خلوت وتنہائی میں رہنا مکروہ ہونے سے اس مسئلہ کی تائید ہوتی ہے جس طرح جوان ساس کے ساتھ خلوت (داماد کے لیے) مکروہ ہے۔

(40) الجوهرة النيرة، کتاب الحج، ص ۱۹۳. والدر المختار، کتاب الحج، ج ۳، ص ۵۳۱.

والفتاوی الهندية، کتاب المناسک، الباب الاول في تفسير الحج وفرضيته... إلخ، ج ۱، ص ۲۱۸۔۲۱۹.

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں:

مراہقہ ہونے کی عمریں مختلف ہیں۔تندرست لڑکیاں جلد اور کمزور لڑکیاں دیر سے اس حد کو پہنچتی ہیں اس لیے لڑکی کے بلوغ کی عمر نو برس سے پندرہ برس تک کی عمر ہے اور لڑکے کے لیے بارہ برس سے پندرہ برس تک، جیسی تندرستی وصحت ویسے ہی بلوغ۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۶، ص ۲۱۷)

(41) الجوهرة النيرة، کتاب الحج، ص ۱۹۳.

(42) الجوهرة النيرة، کتاب الحج، ص ۱۹۳. هكذا في الجوهرة النيرة لكن في شرح اللباب والفتوى: على أنه يكره في زماننا. (انظر: رد المحتار، کتاب الحج، ج ۳، ص ۵۳۲).

(43) رد المحتار، کتاب الحج، مطلب في قولهم يقدم حق العبد على حق الشرع، ج ۳، ص ۵۳۱.

(44) الجوهرة النيرة، کتاب الحج، ص ۱۹۳.

مسئلہ ۳۹: عورت کے نہ شوہر ہے، نہ محرم تو اس پر یہ واجب نہیں کہ حج کے جانے کے لیے نکاح کرلے اور جب محرم ہے تو حج فرض کے لیے محرم کے ساتھ جائے اگرچہ شوہر اجازت نہ دیتا ہو۔ نفل اور منت کا حج ہو تو شوہر کو منع کرنے کا اختیار ہے۔ (45)

مسئلہ ۴۰: محرم کے ساتھ جائے تو اس کا نفقہ عورت کے ذمہ ہے، لہٰذا اب یہ شرط ہے کہ اپنے اور اُس کے دونوں کے نفقہ پر قادر ہو۔ (46)

3- جانے کے زمانے میں عورت عدت میں نہ ہو، وہ عدت وفات کی ہو یا طلاق کی، بائن کی ہو یا رجعی کی۔ (47)

4- قید میں نہ ہو مگر جب کسی حق کی وجہ سے قید میں ہو اور اُس کے ادا کرنے پر قادر ہو تو یہ عذر نہیں اور بادشاہ اگر حج کے جانے سے روکتا ہو تو یہ عذر ہے۔ (48)

صحت ادا کے شرائط

صحت ادا کے لیے نو شرطیں ہیں کہ وہ نہ پائی جائیں تو حج صحیح نہیں:

1- اسلام، کافر نے حج کیا تو نہ ہوا۔

2- احرام، بغیر احرام حج نہیں ہوسکتا۔

3- زمان یعنی حج کے لیے جو زمانہ مقرر ہے اُس سے قبل افعال حج نہیں ہوسکتے، مثلاً طواف قدوم وسعی کہ حج کے مہینوں سے قبل نہیں ہوسکتے اور وقوف عرفہ نویں کے زوال سے قبل یا دسویں کی صبح ہونے کے بعد نہیں ہوسکتا اور طواف زیارت دسویں سے قبل نہیں ہوسکتا۔

4- مکان، طواف کی جگہ مسجد الحرام شریف ہے اور وقوف کے لیے عرفات و مُزدلفہ، کنکری مارنے کے لیے منیٰ، قربانی کے لیے حرم، یعنی جس فعل کے لیے جو جگہ مقرر ہے وہ وہیں ہوگا۔

5- تمیز۔

6- عقل، جس میں تمیز نہ ہو جیسے نا سمجھ بچہ یا جس میں عقل نہ ہو جیسے مجنون۔ یہ خود وہ افعال نہیں کرسکتے جن میں نیت کی ضرورت ہے، مثلاً احرام یا طواف، بلکہ ان کی طرف سے کوئی اور کرے اور جس فعل میں نیت شرط نہیں، جیسے

---

(45) المرجع السابق۔

(46) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، مطلب فی قولھم یقدم حق العبد علی حق الشرع، ج ۳، ص ۵۳۲

(47) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، مطلب فیمن حج بمال حرام، ج ۳، ص ۵۳۴۔

(48) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، مطلب فی قولھم یقدم حق العبد علی حق الشرع، ج ۳، ص ۵۲۴۔

وقوفِ عرفہ وہ یہ خود کر سکتے ہیں۔

7- فرائضِ حج کا بجالانا مگر جب کہ عذر ہو۔

8- احرام کے بعد اور وقوف سے پہلے جماع نہ ہونا اگر ہو گا حج باطل ہو جائے گا۔

9- جس سال احرام باندھا اُسی سال حج کرنا، لہٰذا اگر اُس سال حج فوت ہو گیا تو عمرہ کر کے احرام کھول دے اور سالِ آئندہ جدید احرام سے حج کرے اور اگر احرام نہ کھولا بلکہ اُسی احرام سے حج کیا تو حج نہ ہوا۔

حج فرض ادا ہونے کے شرائط

حج فرض ادا ہونے کے لیے نو شرطیں ہیں:

1- اسلام۔

2- مرتے وقت تک اسلام ہی پر رہنا۔

3- عاقل۔

4- بالغ ہونا۔

5- آزاد ہونا۔

6- اگر قادر ہو تو خود ادا کرنا۔

7- نفل کی نیت نہ ہونا۔

8- دوسرے کی طرف سے حج کرنے کی نیت نہ ہونا۔

(فاسد نہ کرنا۔(49)ان میں بہت باتوں کی تفصیل مذکور ہو چکی بعض کی آئندہ آئے گی۔

حج کے فرائض

مسئلہ ۱۴۱: حج میں یہ چیزیں فرض ہیں:

1- احرام، کہ یہ شرط ہے۔

2- وقوفِ عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کے آفتاب ڈھلنے سے دسویں کی صبح صادق سے پیشتر تک کسی وقت عرفات میں ٹھہرنا۔

3- طوافِ زیارت کا اکثر حصہ، یعنی چار پھیرے پچھلی دونوں چیزیں یعنی وقوف و طواف رُکن ہیں۔

4- نیت۔

5- ترتیب یعنی پہلے احرام باندھنا پھر وقوف پھر طواف۔

---

(49) لباب المناسک (باب شرائط الحج) ص ۲۶۔

6- ہر فرض کا اپنے وقت پر ہونا، یعنی وقوف اُس وقت ہونا جو مذکور ہوا اس کے بعد طواف اس کا وقت وقوف کے بعد سے آخر عمر تک ہے۔

7- مکان یعنی وقوف زمینِ عرفات میں ہونا سوا بطنِ عرنہ کے اور طواف کا مکان مسجد الحرام شریف ہے۔(50)

حج کے واجبات

حج کے واجبات یہ ہیں:

1- میقات سے احرام باندھنا، یعنی میقات سے بغیر احرام نہ گزرنا اور اگر میقات سے پہلے ہی احرام باندھ لیا تو جائز ہے۔

2- صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا اس کو سعی کہتے ہیں۔

3- سعی کو صفا سے شروع کرنا اور اگر مروہ سے شروع کی تو پہلا پھیرا شمار نہ کیا جائے، اُس کا اعادہ کرے۔

4- اگر عذر نہ ہو تو پیدل سعی کرنا، سعی کا طواف معتدبہ کے بعد یعنی کم سے کم چار پھیروں کے بعد ہونا۔

5- دن میں وقوف کیا تو اتنی دیر تک وقوف کرے کہ آفتاب ڈوب جائے خواہ آفتاب ڈھلتے ہی شروع کیا ہو یا بعد

---

(50) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی فروض الحج وواجباتہ، ج۳، ص۵۳۶۔

مسجدُ الحرام میں وہ گیارہ مقامات جہاں رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے نماز ادا فرمائی:

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں دعائے عرفات کے بارے میں لکھتے ہیں:

(۱) بیتُ اللہ شریف کے اَندر۔ (۲) مقامِ ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے۔ (۳) مطاف کے کنارے پر حَجرِ اَسوَد کی سیدھ میں۔ (۴) حَطیم اور بابُ الکعبہ کے دَرمیان رُکنِ عراقی کے قریب۔ (۵) مقامِ حُفرہ پر جو بابُ الکعبہ اور حَطیم کے دَرمیان دیوارِ کعبہ کی جَڑ میں ہے۔ اِس مقام کو مقامِ اِمامتِ جبرائیل علیہ السلام بھی کہتے ہیں۔ شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اِسی مقام پر سیّدُنا جبرائیل علیہ السلام کو پانچ نمازوں میں اِمامت کا شَرَف بخشا، اِسی مُبارَک مقام پر سیّدُنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے تعمیرِ کعبہ کے وَقت مٹّی کا گارا بنایا تھا۔ (۶) بابُ الکعبہ کی طرف رُخ کر کے۔ (دروازۂ کعبہ کی سیدھ میں نَماز ادا کرنا تمام اَطراف کی سیدھ سے افضل ہے۔) (۷) میزابِ رَحمت کی طرف رُخ کر کے۔ (کہا جاتا ہے کہ مزارِ پُر انوار میں بھی سرکارِ عالی وَقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اِسی جانب رُخ کر کے تشریف فرما ہیں) (۸) تمام حَطیم میں خُصوصاً میزابِ رَحمت کے نیچے۔ (۹) رُکنِ اَسوَد اور رُکنِ یَمانی کے درمیان۔ (۱۰) رُکنِ شامی کے قریب اِس طرح کہ بابِ عُمرہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی پُشتِ اَقدس کے پیچھے ہوتا۔ خواہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حَطیم کے اَندر ہو کر نماز ادا فرماتے یا باہر۔ (۱۱) حضرت سیّدُنا آدم صَفِیُّ اللہ علیہ السلام کے مُصلّے پر، جو رُکنِ یَمانی کے دائیں یا بائیں طرف ہے اور ظاہر تر یہ ہے کہ مصلّیٔ آدم علیہ السلام مُستجار پر ہے۔

میں، غرض غروب تک وقوف میں مشغول رہے اور اگر رات میں وقوف کیا تو اس کے لیے کسی خاص حد تک وقوف کرنا واجب نہیں مگر وہ اُس واجب کا تارک ہوا کہ دن میں غروب تک وقوف کرتا۔

6- وقوف میں رات کا کچھ جز آجانا۔

7- عرفات سے واپسی میں امام کی متابعت کرنا یعنی جب تک امام وہاں سے نہ نکلے یہ بھی نہ چلے، ہاں اگر امام نے وقت سے تاخیر کی تو اُسے امام کے پہلے چلا جانا جائز ہے اور اگر بھیڑ وغیرہ کسی ضرورت سے امام کے چلے جانے کے بعد ٹھہر گیا ساتھ نہ گیا جب بھی جائز ہے۔

8- مزدلفہ میں ٹھہرنا۔

9- مغرب وعشا کی نماز کا وقت عشا میں مزدلفہ میں آکر پڑھنا۔

10- تینوں جمروں پر دسویں، گیارہویں، بارھویں تینوں دن کنکریاں مارنا یعنی دسویں کو صرف جمرۃ العقبہ پر اور گیارہویں بارھویں کو تینوں پر رَمی کرنا۔

11- جمرہ عقبہ کی رَمی پہلے دن حلق سے پہلے ہونا۔

12- ہر روز کی رَمی کا اسی دن ہونا۔

13- سر مونڈانا یا بال کتروانا۔

14- اور اُس کا ایامِ نحر اور

15- حرم شریف میں ہونا اگرچہ منٰی میں نہ ہو۔

16- قِران اور تمتع والے کو قربانی کرنا اور

17- اس قربانی کا حرم اور ایامِ نحر میں ہونا۔

18- طواف افاضہ کا اکثر حصہ ایام نحر میں ہونا۔ عرفات سے واپسی کے بعد جو طواف کیا جاتا ہے اُس کا نام طواف افاضہ ہے اور اُسے طواف زیارت بھی کہتے ہیں۔ طواف زیارت کے اکثر حصہ سے جتنا زائد ہے یعنی تین پھیرے ایام نحر کے غیر میں بھی ہوسکتا ہے۔

19- طواف حطیم کے باہر سے ہونا۔

20- دہنی طرف سے طواف کرنا یعنی کعبہ معظمہ طواف کرنے والے کی بائیں جانب ہو۔

21- عذر نہ ہو تو پاؤں سے چل کر طواف کرنا، یہاں تک کہ اگر گھسٹتے ہوئے طواف کرنے کی منت مانی جب بھی طواف میں پاؤں سے چلنا لازم ہے اور طواف نفل اگر گھسٹتے ہوئے شروع کیا تو ہو جائے گا مگر افضل یہ ہے کہ چل کر طواف

کرے۔

22- طواف کرنے میں نجاست حکمیہ سے پاک ہونا، یعنی جنب (51) و بے وُضو نہ ہونا، اگر بے وضو یا جنابت میں طواف کیا تو اعادہ کرے۔

23- طواف کرتے وقت ستر چھپا ہونا یعنی اگر ایک عضو کی چوتھائی یا اس سے زیادہ حصہ کھلا رہا تو دَم واجب ہوگا اور چند جگہ سے کھلا رہا تو جمع کریں گے، غرض نماز میں ستر کھلنے سے جہاں نماز فاسد ہوتی ہے یہاں دَم واجب ہوگا۔

24- طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا، نہ پڑھی تو دَم واجب نہیں۔

25- کنکریاں پھینکنے اور ذبح اور سر مُنڈانے اور طواف میں ترتیب یعنی پہلے کنکریاں پھینکے پھر غیر مُفرِد قربانی کرے پھر سر منڈائے پھر طواف کرے۔

26- طواف صدر یعنی میقات سے باہر کے رہنے والوں کے لیے رخصت کا طواف کرنا۔ اگر حج کرنے والی حیض یا نفاس سے ہے اور طہارت سے پہلے قافلہ روانہ ہو جائے گا تو اس پر طواف رخصت نہیں۔

27- وقوف عرفہ کے بعد سر مُنڈانے تک جماع نہ ہونا۔

28- احرام کے ممنوعات، مثلاً سلا کپڑا پہننے اور مونھ یا سر چھپانے سے بچنا۔ (52)

مسئلہ ۴۲: واجب کے ترک سے دَم لازم آتا ہے خواہ قصداً ترک کیا ہو یا سہواً خطا کے طور پر ہو یا نسیان کے، وہ شخص اس کا واجب ہونا جانتا ہو یا نہیں، ہاں اگر قصداً کرے اور جانتا بھی ہے تو گنہگار بھی ہے مگر واجب کے ترک سے حج باطل نہ ہوگا، البتہ بعض واجب کا اس حکم سے اِستثنا ہے کہ ترک پر دَم لازم نہیں، مثلاً طواف کے بعد کی دونوں رکعتیں یا کسی عذر کی وجہ سے سر نہ منڈانا یا مغرب کی نماز کا عشا تک مؤخر نہ کرنا یا کسی واجب کا ترک، ایسے عذر سے ہو جس کو شرع نے معتبر رکھا ہو یعنی وہاں اجازت دی ہو اور کفارہ ساقط کر دیا ہو۔

---

(51) یعنی جس پر جماع یا احتلام یا شہوت کے ساتھ منی خارج ہونے کی وجہ سے غسل فرض ہو گیا ہے۔

(52) لباب المناسک للسندی، (فصل فی واجباتہ) ص ۶۸ ـ ۷۳۔

والفتاوی الرضویۃ، ج۱۰ ص ۷۸۹ـ ۷۹۱، وغیرہ۔

اسلامی بہنوں کا اِحرام

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علّامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

اسلامی بہنیں حسب معمول سلے ہوئے کپڑے پہنیں، دستانے اور موزے بھی پہن سکتی ہیں، وہ سر بھی ڈھانپیں مگر چہرے پر چادر نہیں اوڑھ سکتیں، غیر مردوں سے چہرہ چھپانے کے لئے ہاتھ کا پنکھا یا کوئی کتاب وغیرہ سے ضرورتاً آڑ کریں۔

حج کی سنتیں

1- طواف قدوم یعنی میقات کے باہر سے آنے والا مکہ معظمہ میں حاضر ہوکر سب میں پہلا جو طواف کرے اُسے طواف قدوم کہتے ہیں۔ طواف قدوم مفرد اور قارن کے لیے سنت ہے، متمتع کے لیے نہیں۔

2- طواف کا حجرِ اسود سے شروع کرنا۔

3- طواف قدوم یا طواف فرض میں رَمَل کرنا۔

4- صفا و مروہ کے درمیان جو دو میل اخضر ہیں، اُن کے درمیان دوڑنا۔

5- امام کا مکّہ میں ساتویں کو اور

6- عرفات میں نویں کو اور

7- منیٰ میں گیارہویں کو خطبہ پڑھنا۔

8- آٹھویں کی فجر کے بعد مکّہ سے روانہ ہونا کہ منیٰ میں پانچ نمازیں پڑھ لی جائیں۔

9- نویں رات منیٰ میں گزارنا۔

10- آفتاب نکلنے کے بعد منیٰ سے عرفات کو روانہ ہونا۔

11- وقوف عرفہ کے لیے غسل کرنا۔

12- عرفات سے واپسی میں مزدلفہ میں رات کو رہنا اور

13- آفتاب نکلنے سے پہلے یہاں سے منیٰ کو چلا جانا۔

14- دس اور گیارہ کے بعد جو دونوں راتیں ہیں اُن کو منیٰ میں گزارنا اور اگر تیرھویں کو بھی منیٰ میں رہا تو بارھویں کے بعد کی رات کو بھی منیٰ میں رہے۔

15- ابطح یعنی وادی محصّب میں اُترنا، اگرچہ تھوڑی دیر کے لیے ہو اور اِن کے علاوہ اور بھی سنتیں ہیں (52A)، جن کا

(52A) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

ان کے سوا آٹھویں تاریخ مکہ معظمہ سے منیٰ، نویں کو بعد طلوع شمس منیٰ سے عرفات جانا، وہاں نہانا، مزدلفہ میں رات بسر کرنا، دسویں کو وہاں سے قبل طلوع شمس منیٰ کو جانا۔ وہاں ایام رمی جمار میں راتوں کو رہنا، مکہ معظمہ کو یہاں سے جاتے وادی محصب عہ ا میں اترنا وغیر ذلک کہ یہ سب سنن موکدہ ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(عہ ا: یہ وادی مکہ معظمہ کی آبادی سے ملی ہوئی ہے۔ مقبرہ مکہ مکرمہ یعنی جنت المعلی کے متصل دو کوہ ہیں ان کے مقابل منیٰ کو ←

ذکر اثنائے بیان میں آئے گا۔ نیز حج کے مستحبات ومکروہات کا بیان بھی موقع موقع سے آئے گا۔
اب حرمین طیبین کی روانگی کا قصد کرو اور آداب سفر ومقدماتِ حج جو لکھے جاتے ہیں اُن پر عمل کرو۔

آدابِ سفر ومقدماتِ حج کا بیان

1- جس کا قرض آتا یا امانت پاس ہو ادا کردے، جن کے مال ناحق لیے ہوں واپس دے یا معاف کرالے (52B)، پتا نہ چلے تو اتنا مال فقیروں کو دیدے۔

جاتے ہوئے بائیں ہاتھ پر بطن وادی سے اوپر کچھ پہاڑیاں ہیں ان کو بیچوں اور پہاڑیوں کے درمیان جتنی وادی رہی وہ وادی محصب ہے جب منٰی سے رمی جمار کرکے مکہ معظمہ جائیں یہاں ٹھہرنا ضرور اور بلا عذر اس کا ترک برا، افضل طریقہ اس کا تکملہ میں آئے گا اور زیادہ نہ ہوسکے تو اسی قدر کافی کہ سواری روک کر کچھ دیر دعاء کرلیں ۱۲ منہ) (فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۷۹۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(52B) ادائے قرض میں بلا مہلت لیے تاخیر گناہ ہے

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُم الْعَالِیَہ اپنی کتاب فیضان رمضان میں لکھتے ہیں؛

مسلمانو! ڈر جاؤ!! حُقُوقُ الْعِباد کا معاملہ نہایت ہی سخت ہے۔ اگر ہم نے کسی بندے کا حق دبالیا۔ یا اُس کو گالی دے دی، آنکھیں دکھا کر ڈرایا، دھمکایا، غصہ اور ڈانٹ ڈپٹ کی جس سے اُس کا دِل دُکھا۔ اَلْغَرَض کسی طرح بھی بے اجازت شرعی اُس کی دِل آزاری کی یا قرضہ دبا لیا بلکہ بغیر صحیح مجبوری کے قرض کی ادائیگی میں تاخیر ہی کی۔ یہ سب بندوں کی حق تلفیاں ہیں۔ یاد رکھئے! اگر آپ نے کسی سے قرض لیا اور ادائیگی کیلئے رقم پاس نہیں ہے مگر گھر کے اسباب، فرنیچر وغیرہ بیچ کر قرض ادا کیا جاسکتا ہے تو یہ بھی کرنا پڑے گا۔ قرض ادا کرنے کی ممکن صُورت ہونے کے باوُجود قرضدار سے مہلت لئے بغیر آپ قرض کی ادائیگی میں جب تک تاخیر کرتے رہیں گے گنہگار ہوتے رہیں گے۔ اب خواہ آپ جاگ رہے ہوں یا سو رہے ہوں ایک ایک لمحے کا گُناہ لکھا جاتا رہے گا۔ گویا ادائیگی قرض تک مُسلسل آپ کے گُناہوں کا میٹر چلتا رہے گا۔ اَلْاَمَان وَالْحَفِیْظ۔ جب قرض کی ادائیگی میں تاخیر کا یہ وَبال ہے تو جو کوئی پورا قرضہ ہی دبالے اُس کا کیا حال ہوگا!

تین پیسے کا وبال

میرے آقا اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولیٰنا شاہ امام اَحمد رَضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن سے قرضے کی ادائیگی میں سُستی اور جُھوٹے حِیل (ح۔ی۔ل) و حُجّت کرنے والے شخص زید کے بارے میں اِستِفسار ہوا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: زید فاسق وفاجر، مرتکِبِ کبائر، ظالم، کذّاب، مُستحقِ عذاب ہے اس سے زیادہ اور کیا اَلقاب اپنے لئے چاہتا ہے! اگر اِس حالت میں مرگیا اور دَین (قرض) لوگوں کا اِس پر باقی رہا، اِس کی نیکیاں اُن (قرض خواہوں) کے مُطالبہ میں دی جائیں گی۔ کیونکر دی جائیں گی (یعنی کس طرح دی جائیں گی۔ یہ بھی سُن لیجئے) تقریباً تین پیسہ دَین (قرض) کے عِوض (یعنی بدلے) سات سو نمازیں باجماعت (دینی پڑیں گی)۔ ←

2- نماز، روزہ، زکاۃ جتنی عبادات ذمہ پر ہوں ادا کرے اور تائب ہو اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا پکا ارادہ کرے۔

3- جس کی بے اجازت سفر مکروہ ہے جیسے ماں، باپ، شوہر اُسے رضامند کرے، جس کا اس پر قرض آتا ہے اُس وقت نہ دے سکے تو اُس سے بھی اجازت لے، پھر حجِ فرض کسی کے اجازت نہ دینے سے روک نہیں سکتا، اجازت میں کوشش کرے نہ ملے جب بھی چلا جائے۔

4- اس سفر سے مقصود صرف اللہ (عزوجل) و رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہوں، ریا و سُمعہ و فخر سے جُدا رہے۔

5- عورت کے ساتھ جب تک شوہر یا محرم بالغ قابلِ اطمینان نہ ہو، جس سے نکاح ہمیشہ کو حرام ہے سفر حرام ہے، اگر کرے گی حج ہو جائے گا مگر ہر قدم پر گناہ لکھا جائے گا۔

6- توشہ مالِ حلال سے لے ورنہ قبولِ حج کی امید نہیں اگرچہ فرض اُتر جائے گا، اگر اپنے مال میں کچھ شُبہہ ہو تو قرض لے کر حج کو جائے اور وہ قرض اپنے مال سے ادا کر دے۔

7- حاجت سے زیادہ توشہ لے کہ رفیقوں کی مدد اور فقیروں پر تصدق کرتا چلے، یہ حجِ مبرور کی نشانی ہے۔

8- عالم کتب فقہ بقدرِ کفایت ساتھ لے اور بے علم کسی عالم کے ساتھ جائے۔ یہ بھی نہ ملے تو کم از کم یہ رسالہ ہمراہ ہو۔

9- آئینہ، سرمہ، کنگھا، مسواک ساتھ رکھے کہ سُنّت ہے۔

10- اکیلا سفر نہ کرے کہ منع ہے۔ رفیق دیندار صالح ہو کہ بددین کی ہمراہی سے اکیلا بہتر، رفیق اجنبی کنبہ والے سے بہتر ہے۔

11- حدیث میں ہے، جب تین آدمی سفر کو جائیں اپنے میں ایک کو سردار بنالیں۔ (53) اس میں کاموں کا انتظام رہتا ہے، سردار اُسے بنائیں جو خوش خلق عاقل دیندار ہو، سردار کو چاہیے کہ رفیقوں کے آرام کو اپنی آسائش پر مقدم رکھے۔

12- چلتے وقت سب عزیزوں دوستوں سے ملے اور اپنے قصور معاف کرائے اور اب اُن پر لازم کہ دل سے معاف کر دیں۔ حدیث میں ہے: جس کے پاس اس کا مسلمان بھائی معذرت لائے واجب ہے کہ قبول کرلے، ورنہ حو

جب اس (قرضہ دبا لینے والے) کے پاس نیکیاں نہ رہیں گی اُن (قرضخواہوں) کے گناہ اِس (مقروض) کے سر پر رکھے جائیں گے اور آگ میں پھینک دیا جائے گا۔ (مُلخصاً فتاویٰ رضویہ ج ۲۵ ص ۶۹)

مت دبا قرضہ کسی کا نابکار
روئے گا دوزخ میں ورنہ زار زار

(فیضان رمضان صفحہ ۲۸۸)

(53) سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب في القوم يسافرون... إلخ، الحديث: ٢٦٠٨، ج ٣، ص ٥١.

ضِ کوثر پر آنا نہ ملے گا۔

13- وقتِ رُخصت سب سے دعا کرائے کہ برکت پائے گا کہ دوسروں کی دعا کے قبول ہونے کی زیادہ امید ہے اور یہ نہیں معلوم کہ کس کی دعا مقبول ہو۔ لہٰذا سب سے دعا کرائے اور وہ لوگ حاجی یا کسی کو رُخصت کریں تو وقت رخصت یہ دعا پڑھیں:

اَسْتَوْدِعُ اللہَ دِیْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَخَوَاتِیْمَ عَمَلِكَ. (54)

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی کو رخصت فرماتے تو یہ دعا پڑھتے اور اگر چاہے اس پر اتنا اضافہ کرے۔

وَغَفَرَ ذَنْبَكَ وَیَسَّرَ لَكَ الْخَیْرَ حَیْثُمَا کُنْتَ زَوَّدَكَ اللہُ التَّقْوٰی وَجَنَّبَكَ الرَّدٰی. (55)

14- اُن سب کے دین، جان، مال، اولاد، تندرستی، عافیت خدا کو سونپے۔

15- لباسِ سفر پہن کر گھر میں چار رکعت نفل اَلْحَمْدُ و قُلْ سے پڑھ کر باہر نکلے۔ وہ رکعتیں واپس آنے تک اُس کے اہل و مال کی نگہبانی کریں گی۔ نماز کے بعد یہ دُعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ بِكَ انْتَشَرْتُ وَاِلَیْكَ تَوَجَّھْتُ وَبِكَ اعْتَصَمْتُ وَعَلَیْكَ تَوَکَّلْتُ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ ثِقَتِیْ وَاَنْتَ رِجَائِیْ اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ مَا اَھَمَّنِیْ وَمَا لَا اَھْتَمُّ بِهٖ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ عَزَّ جَارُكَ وَلَا اِلٰهَ غَیْرُكَ اَللّٰھُمَّ زَوِّدْنِی التَّقْوٰی وَاغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَ وَجِّھْنِیْ اِلَی الْخَیْرِ اَیْنَمَا تَوَجَّھْتُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَّعْثَاءِ السَّفَرِ وَکَاٰبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَالْحَوْرِ بَعْدَ الْکَوْرِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِی الْاَھْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ. (56)

16- گھر سے نکلنے کے پہلے اور بعد کچھ صدقہ کرے۔

---

(54) ترجمہ: اللہ کے سپرد کرتا ہوں تیرے دین اور تیری امانت کو اور تیرے عمل کے خاتمہ کو۔

(55) ترجمہ: اور تیرے گناہ کو بخش دے اور تیرے لئے خیر میسر کرے، تو جہاں ہو اور تقویٰ کو تیرا توشہ کرے اور تجھے ہلاکت سے بچائے۔

(56) ترجمہ: اے اللہ (عزوجل)! تیری مدد سے میں نکلا اور تیری طرف متوجہ ہوا اور تیرے ساتھ میں نے اعتصام کیا اور تجھی پر توکل کیا، اے اللہ (عزوجل)! تو میرا اعتماد ہے اور تو میری امید ہے۔ الٰہی تو میری کفایت کر اُس چیز سے جو مجھے فکر میں ڈالے اور اُس سے جس کی میں فکر نہیں کرتا اور اُس سے جس کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ تیری پناہ لینے والا باعزت ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ الٰہی! تقویٰ کو میرا زادِ راہ کر اور میرے گناہوں کو بخش دے اور مجھے خیر کی طرف متوجہ کر جدھر میں توجہ کروں۔ الٰہی! میں تیری پناہ مانگتا ہوں سفر کی تکلیف سے اور واپسی کی برائی سے اور آرام کے بعد تکلیف سے اور اہل و مال و اولاد میں بُری بات دیکھنے سے۔

17- جدھر سفر کو جائے جمعرات یا ہفتہ یا پیر کا دن ہو اور صبح کا وقت مبارک ہے اور اہلِ جمعہ کو روز جمعہ قبلِ جمعہ سفر اچھا نہیں۔

18- دروازہ سے باہر نکلتے ہی یہ دعا پڑھے:

بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ وَتَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ نَّزِلَّ اَوْ نُزَلَّ اَوْ نَضِلَّ اَوْ نُضَلَّ اَوْ نَظْلِمَ اَوْ نُظْلَمَ اَوْ نَجْھَلَ اَوْ یُجْھَلَ عَلَیْنَا اَحَدٌ. (57)

اور درود شریف کی کثرت کرے۔

19- سب سے رخصت کے بعد اپنی مسجد سے رخصت ہو، وقتِ کراہت نہ ہو تو اس میں دو رکعت نفل پڑھے۔

20- ضروریاتِ سفر اپنے ساتھ لے (57A) اور سمجھدار اور واقف کار سے مشورہ بھی لے، پہننے کے کپڑے وافر ہوں

---

(57) ترجمہ: اللہ (عزوجل) کے نام کے ساتھ اور اللہ (عزوجل) کی مدد سے اور اللہ (عزوجل) پر توکل کیا میں نے اور گناہ سے پھرنا اور نیکی کی قوت نہیں مگر اللہ (عزوجل) سے، اے اللہ! (عزوجل) ہم تیری پناہ مانگتے ہیں اس سے کہ لغزش کریں یا ہمیں کوئی لغزش دے یا گمراہ ہوں یا گمراہ کیے جائیں یا ظلم کریں یا ہم پر ظلم کیا جائے یا جہالت کریں یا ہم پر کوئی جہالت کرے۔

(57A) مدنی مشورے

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

پیارے حاجیو! اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کو سفرِ حج مبارک کرے۔ آپ ضروریاتِ سفر کا روانگی سے تین چار دن پہلے ہی انتظام کرلیجئے، نیز کسی تجربہ کار حاجی سے مشورہ بھی کرلیں۔ یوں تو ضروریاتِ زندگی کی ہر چیز حجازِ مقدس میں مل جاتی ہے لیکن اپنے وطن سے لے جانے میں آپ کو کافی مالی بچت رہے گی، کیوں کہ پاکستانی سو کا نوٹ وہاں پر سترہ ریال کا رہ جاتا ہے۔ (یہ ۱۴۱۰ھ کا حساب ہے اس میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے) وہاں حج کے موسم میں اَشیائے ضروریاتِ زندگی کا دام بڑھا دیا جاتا ہے حتیٰ کہ بعض جگہ ایک چائے دو ریال (یعنی تقریباً بارہ روپے پاکستانی) کی ملتی ہے اس لئے سگِ مدینہ عُفِیَ عنہ کے مشورے اور فہرستِ اَشیاء خُصوصاً متوسط الحال حُجاج کے لئے اِنْ شَآءَاللہ عَزَّوَجَلَّ بے حد مفید ثابت ہوگی، لیکن یہ یاد رہے کہ جتنا سامان ہلکا ہوگا اُسی قدر دورانِ سفر سہولت رہے گی۔ اب کچھ اَشیاء کے نام بطورِ مشورہ عرض کئے دیتا ہوں، ہو سکے تو انہیں ساتھ لے جائیے، اِنْ شَآءَاللہ عَزَّوَجَلَّ سفر میں ان کی بہت قدر ہوگی۔ پھل یا پکے ہوئے کھانے کے ڈبے، مٹھائی وغیرہ کھانے کی اشیاء کی گورنمنٹ کی طرف سے مُمانعت ہے۔

سامانِ سفر کی فہرست

(۱) پنج سورہ (۲) اپنے پیر و مرشد کا شجرہ (۳) بہارِ شریعت کا چھٹا حصہ اور رفیق الحرمین (۴) قلم اور پیڈ (۵) ڈائری (۶) قبلہ نما (یہ حجازِ مقدس ہی میں خریدیں، منیٰ، عرفات وغیرہ میں قبلہ سمت معلوم کرنے میں بہت مدد دے گا) (۷) کتب، پاسپورٹ، ٹکٹ، ٹراولر چیک، ←

اور متوسط الحال شخص کو چاہیے کہ موٹے اور مضبوط کپڑے لے اور بہتر یہ کہ ان کو رنگ لے اور اگر خیال ہو کہ جاڑوں کا زمانہ آجائے گا تو کچھ گرم کپڑے بھی ساتھ رکھے اور جاڑوں کا موسم ہو اور خیال ہو کہ واپسی تک گرمی آجائے گی تو کچھ گرمیوں کے کپڑے بھی لے لے۔ بچھانے کے واسطے اگر چھوٹا سا روئی کا گدا بھی ہو تو بہت اچھا ہے کہ جہاز میں بلکہ اونٹ پر بچھانے کے لیے بہت آرام دیتا ہے بلکہ وہاں پہنچ کر بھی اس کی حاجت پڑتی ہے۔ کیونکہ ہندوستانی آدمی عموماً چار پائیوں پر سونے کے عادی ہوتے ہیں۔ چٹائی وغیرہ پر سونے میں تکلیف ہوتی ہے اور گدے کی وجہ سے کچھ تلافی ہو جائے گی اور صابون بھی ساتھ لے جائے کہ اکثر اپنے ہاتھ سے کپڑے دھونے

ہیلتھ سرٹیفکیٹ وغیرہ رکھنے کے لئے گلے میں لٹکانے والا چھوٹا سا بیگ (۸) احرام کے کپڑے (۹) احرام کے تہبند پر باندھنے کے لئے جیب والا بیلٹ (۱۰) عطر (۱۱) جائنماز (۱۲) تسبیح (۱۳) حسب ضرورت ملبوسات (موسم کے مطابق) (۱٤) اوڑھنے کے لئے کمبل یا چادر (۱۵) تکیہ (۱٦) عمامہ شریف مع سربند و ٹوپی (۱۷) بچھانے کے لئے چٹائی یا چادر (۱۸) آئینہ، تیل، کنگھا، مسواک، سرمہ، سوئی دھاگہ، قینچی سفر میں ساتھ لینا سنّت ہے۔ (۱۹) تولیہ (۲۰) صابن (۲۱) منجن (۲۲) سیفٹی ریزر (۲۳) لوٹا (۲٤) گلاس (۲۵) پلیٹ (۲٦) پیالہ (۲۷) دسترخوان (۲۸) گلے میں لٹکانے والی پانی کی بوتل (۲۹) چمچ (۳۰) چھری (۳۱) دردِ سر اور نزلہ وغیرہ کے لئے ٹکیاں (۳۲) دستی سامان کے لئے مضبوط ہینڈ بیگ (۳۳) لگیج کروانے کے لئے بڑا بیگ (اس پر کوئی علامتی نشان ضرور لگالیں مثلاً ☆) (۳٤) ہاتھ کا پنکھا (اس کی قدر آپ کو عرفات شریف میں ہوگی، اِن شَاءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ) (۳۵) گرمی میں اپنے اوپر پانی چھڑکنے کے لئے اسپریئر (۳٦) حسب ضرورت کھانے پکانے کے برتن (۳۷) آپ کے ملک کے ٹکٹ لگے ہوئے لفافے (آپ اپنے گھر یا کسی اسلامی بھائی کا ایڈریس لکھ کر آپ سے پہلے واپس ہونے والے حاجی صاحب کو دے دیں گے تو وہ وطن جا کر پوسٹ کر دیں گے اس طرح آپ کا خط اِن شَاءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ کم خرچ میں گھر پہنچ جائے گا)

ہیلتھ سرٹیفکیٹ

تمام حاجی صاحبان قانون کے مطابق تمام سفری کاغذات بہت پہلے سے تیار کروالیں۔ مثلاً ہیلتھ سرٹیفکیٹ یہ آپ کو حاجی کیمپ میں ہیضہ، چیچک وغیرہ کا ٹیکہ لگوانے کے بعد ملے گا اگر اس میں کسی قسم کی کمی ہوئی تو آپ کو جہاز پر سوار ہونے سے روکا جاسکتا ہے یا جدہ شریف کے ائیر پورٹ پر بھی رکاوٹ پیش آسکتی ہے۔

سامان کہاں جمع کروائیں؟

حاجی کیمپ میں واقع پی آئی اے کے دفتر میں اپنا تمام سامان (سوائے پاسپورٹ، ٹکٹ اور ضروری کاغذات) جہاز کی روانگی سے آٹھ گھنٹے قبل جمع کروا دیجئے، یہاں سے آپ کا سامان آپ کے جہاز میں پہنچا دیا جائے گا اور آپ کو بھی پرواز سے تقریباً تین گھنٹے پہلے پی آئی اے کی بسیں حاجی کیمپ سے ائیر پورٹ پہنچا دیں گی۔ آپ چاہیں تو پرائیویٹ سواری پر بھی ائیر پورٹ جاسکتے ہیں، مگر احتیاط اسی میں ہے کہ آپ پرواز سے تین گھنٹے قبل ائیر پورٹ پر پہنچ جائیں، وہاں پاسپورٹ وغیرہ کی جانچ پڑتال کرانے کے بعد آپ جہاز پر سوار ہو جائیے۔

پڑتے ہیں کہ وہاں دھوبی میسر نہیں آتے۔
اور ایک دیسی کمل بھی ہونا چاہیے کہ یہ اُونٹ کے سفر میں بہت کام دیتا ہے جہاں چاہو بچھالو بلکہ بعض مرتبہ جہاز پر بھی کام دیتا ہے اور شقدف پر ڈالنے کے لیے بوری کا ٹاٹ لے لیا جائے، چاقو اور سُتلی اور سُوا ہونا بھی ضروری ہے۔
اور کچھ تھوڑی سی دوائیں بھی رکھ لے کہ اکثر حجاج کو ضرورت پڑتی ہے، مثلاً کھانسی، بخار، زکام، پیچش، بدہضمی کہ ان سے کم لوگ بچتے ہیں۔ لہٰذا گلِ بنفشہ، خطمی، گاؤزبان، ملیٹھی کہ یہ بخار، زکام، کھانسی میں کام دیں گی، پیچش کے لیے چاروں تخم یا کم از کم اسپغول ہو اور بدہضمی کے لیے آلوئے بخارا، نمک سلیمانی ہو اور کوئی چورن بھی ساتھ ہو کہ اکثر اس کی ضرورت پڑتی ہے۔ مثلاً بادیان، پودینہ خشک، ہلیلہ سیاہ، نمک سیاہ کہ انھیں کا چورن بنالے کافی ہوگا، اور عرق کافور و پیپر منٹ ہو تو یہ بہت امراض میں کام دیتے ہیں۔
دوائیں ضرور ہوں کہ ان کی اکثر ضرورت پڑتی ہے اور میسر نہیں آتیں اگر تم کو خود ضرورت نہ ہوئی اور جس کو ضرورت پڑی اور تم نے دیدی وہ اُس کسم پرسی کی حالت میں تمھارے لیے کتنی دعائیں دے گا
اور برتنوں کی قسم سے اپنی حیثیت کے موافق ساتھ رکھے، ایک دیگچی ایسی جس میں کم از کم دو ۲ آدمیوں کا کھانا پک جائے یہ تو ضروری ہے کیونکہ اگر تنہا بھی ہے جب بھی بدو کو کھانا دینا ہوگا اور اگر چند قسم کے کھانے کھانا چاہتا ہو تو اسی انداز سے پکانے کے برتن ساتھ ہوں اور پیالے رکابیاں بھی اُسی انداز سے ہوں اور ہر شخص کو ایک مشکیزہ بھی ساتھ رکھنا ضروری ہے۔ اولاً تو جہاز پر بھی پانی لینے میں آسانی ہوگی، دوم اونٹ پر بغیر اس کے کام نہیں چل سکتا کیونکہ پانی صرف منزل پر ملتا ہے پھر درمیان میں ملنا دشوار ہے بلکہ نہیں ملتا، اگر مشکیزہ ساتھ ہوا تو اس میں پانی لے کر اُونٹ پر رکھ لو گے کہ پینے کے بھی کام آئے گا اور وضو و طہارت کے لیے بھی اگر تمھارے پاس خود نہ ہوا تو کس سے مانگو گے اور شاید ہی کوئی دے اِلَّا مَا شَآءَ اللہ۔
اور ڈول رسّی بھی ساتھ ہو کیونکہ بعض منزلوں پر بعض وقت خود بھرنا پڑتا ہے اور اکثر جگہ پانی بیچنے والے آجاتے ہیں اور جہاز کا نل بعض مرتبہ بند ہو جاتا ہے اس وقت اگر میٹھا پانی حاجت سے زیادہ نہ ہوا تو وضو وغیرہ دیگر ضروریات میں سمندر سے پانی نکال کر کام چلا سکتے ہو۔
کچھ تھوڑے سے پھٹے پرانے کپڑے بھی ساتھ رکھو کہ جہاز پر استنجا سکھانے میں کام دیں گے۔
لوہے کا چولھا بھی ساتھ رکھو کہ جہاز پر اس کی سخت ضرورت پڑتی ہے۔ اگر کوئلے والا چولھا ہو تو بمبئی سے حسب ضرورت کوئلے بھی خرید لو اور لکڑی والا چولھا ہو تو لکڑی لے جانے کی حاجت نہیں۔ اس لیے کہ لکڑی جہاز والے کی

طرف سے ضرورت کے لائق ملا کرتی ہے مگر اس صورت میں کلہاڑی کی حاجت پڑے گی کیونکہ جہاز پر موٹی موٹی لکڑیاں ملتی ہیں۔ انھیں چیرنے کی ضرورت پڑے گی۔ اور بمبئی سے کچھ لیمو ضرور لے لو کہ جہاز پر اکثر متلی آتی ہے۔ اُس وقت اس سے بہت تسکین ہوتی ہے، اگر جہاز پر سوار ہونے سے پہلے معمولی مسہل لے لی جائے تو چکر کم آئے گا۔

اور مٹی یا پتھر کی کوئی چیز بھی ہو کہ اگر تیمم کرنا پڑے تو کام دے کہ جہاز میں کس چیز پر تیمم کرو گے اور کچھ نہ ہو تو مٹی کا کوئی برتن ہی ہو جس پر روغن نہ کیا ہو کہ وہ اور کام میں بھی آئے گا اور اُس پر تیمم بھی ہو سکے گا۔ بعض حجاج کپڑے پر جس پر غبار کا نام بھی نہیں ہوتا تیمم کرلیا کرتے ہیں نہ یہ تیمم ہوا نہ اس تیمم سے نماز جائز۔

ایک اوگالدان ہونا چاہیے کہ جہاز میں اگر قے کی ضرورت محسوس ہو تو کام دے گا ورنہ کہاں قے کریں گے اور اس کے علاوہ تھوکنے کے لیے بھی کام دے گا۔ اس کے لیے بمبئی میں خاص اسی مطلب کے اوگالدان ٹین کے ملتے ہیں وہاں سے خرید لے اور ایک پیشاب کا برتن بھی ہو اس کی ضرورت بعض مرتبہ جہاز پر بھی پڑتی ہے۔ مثلاً چکر آتا ہے پاخانہ تک جانا دشوار ہے یہ ہوگا تو جہاں ہے وہیں پردہ کرکے فراغت کر سکے گا اور اونٹ پر شب میں بعض مرتبہ اترنے میں خطرہ ہوتا ہے یہ ہوگا تو اس کام کے لیے اترنے کی حاجت نہ ہوگی اس کے لیے بمبئی میں ٹین کا برتن جو خاص اِسی کام کے لیے ہوتا ہے خرید لے۔ چائے بھی تھوڑی ساتھ ہو تو آرام دے گی کہ جہاز پر اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ سمندر کی مرطوب ہَوا کے اثر کو دفع کرتی ہے نیز بدو بہت شوق سے پیتے ہیں، اگر تم انھیں چائے پلاؤ گے تو تم سے بہت خوش رہیں گے اور آرام پہنچائیں گے۔ اس کی پیالیاں تام چینی کی زیادہ مناسب ہیں کہ ٹوٹنے کا اندیشہ نہیں بلکہ کھانے پینے کے برتن بھی اسی کے ہوں تو بہتر ہے۔

تھوڑی موم بتیاں بھی ہوں کہ جہاز پر رات میں پاخانہ پیشاب کو جانے میں آرام دیں گی۔ پانی رکھنے کے لیے ٹین کے پیپے ہونے چاہیے کہ جہاز پر کام دیں گے اور منزل پر بھی۔ اچار چٹنی اگر ساتھ ہوں تو نہایت بہتر کہ ان کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔

اسباب رکھنے کے لیے ایک چیڑ کا بڑا صندوق ہونا چاہیے اور اس میں ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ بعض مرتبہ جہاز میں مسافروں کی کثرت ہوتی ہے اور جگہ نہیں ملتی اگر یہ ہوگا تو تیسرے درجے کے مسافر کو بیٹھنے بلکہ تھوڑی تکلیف کے ساتھ اس پر لیٹ رہنے کی جگہ مل جائے گی۔ اپنے صندوق اور بوری اور دیگر اسباب پر نام لکھ لو کہ اگر دوسرے کے سامان میں مل جائیں تو تلاش کرنے میں آسانی ہوگی۔

احرام کے کپڑے یعنی تہبند اور چادر یہیں سے یا بمبئی سے لے لے کیونکہ احرام جہاز ہی پر باندھنا ہوگا اور بہتر یہ

کہ دو جوڑے ہوں کہ اگر میلا ہوا تو بدل سکیں گے۔ مستورات ساتھ ہوں تو اُن کے احرام کی حالت میں مونھ چھپانے کو کھجور کے پنکھے جو خاص اسی کام کے لیے بنتے ہیں بمبئی سے خرید لے کہ احرام میں عورتوں کو کسی ایسی چیز سے مونھ چھپانا جو چہرہ سے چپٹی ہو حرام ہے۔ کفن بھی ساتھ ہو کہ موت کا وقت معلوم نہیں یا اتنا تو ہوگا کہ وہ کپڑا اس زمین پاک پر پہنچ جائے گا اور اسے زمزم میں غوطہ دے لو گے اور گرمی کا موسم ہو تو پنکھا بھی ساتھ ہو۔

اس کے بیان کرنے کی حاجت نہیں کہ کھانے کے لیے کیا لے جائے کیونکہ اس میں ہر شخص کی مختلف حالت ہے اور لوگوں کو معلوم ہے کہ ہمیں کن چیزوں کی ضرورت ہوگی اور ہم کس طرح بسر کر سکتے ہیں پھر بھی اس کے متعلق بعض خاص باتیں عرض کر دیتا ہوں۔ آٹا زیادہ نہ لے کیونکہ سمندر کی ہوا سے بہت جلد خراب ہو جاتا ہے اور اس میں سونڈیاں پڑ جاتی ہیں صرف اِتنا لے کہ جہاز پر کام دیدے یا کچھ زائد بلکہ گیہوں لے لے کہ اس کو جدہ یا مکہ معظمہ یا مدینہ طیبہ میں جہاں چاہے پسوا سکتا ہے اور چاول ضرور ساتھ لے کہ اکثر کھچڑی پکانی پڑتی ہے اور آلو بھی ہوں کہ متواتر دال دِقت سے کھائی جاتی ہے اور استطاعت ہو تو بکرے، مرغیاں، انڈے ساتھ رکھ لے۔

جہاز پر بعض مرتبہ گوشت مل جاتا ہے مگر اس میں خیال کرلے کہ کسی کافر یا مُرتد کا ذبح کیا ہوا تو نہیں۔ (58)

---

(58) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

جن، مرتد، مشرک، مجوسی، مجنون، ناسمجھ اور اس شخص کا جو قصداً تکبیر ترک کرے ذبیحہ حرام و مردار ہے۔ اور ان کے غیر کا حلال جبکہ رگیں ٹھیک کٹ جائیں، اگرچہ ذابح عورت یا سمجھ والا بچہ یا گونگا یا بے ختنہ ہو، اور اگر ذبیحہ صید ہو تو یہ بھی شرط ہے کہ ذبح حرم میں نہ ہو، ذابح احرام میں نہ ہو،

فی الدرالمختار شرط کون الذابح مسلما حلالا او کتابیا ولو مجنونا اوامرأة اوصبیا یعقل التسمیة والذبح ویقدر اواقلف اواخرس لاوثنی ومجوسی ومرتد وجنی وتارك تسمیة عمدا ا ـ اھ ملخصا فی ردالمحتار . قوله مجنونا المراد به المعتوه کما فی العنایة عن النهایة لان المجنون لاقصد له ولانیة لان التسمیة شرط بالنص وهی بالقصد ۲ ـ الخ والله تعالٰی اعلم۔ (۱ ـ درمختار کتاب الذبائح مطبع مجتبائی دہلی ۲ / ۲۲۸)

(۲ ـ ردالمحتار کتاب الذبائح داراحیاء التراث العربی بیروت ۵ / ۱۸۸)

درمختار میں ہے ذبح کرنے والے مسلمان کا حالت احرام میں نہ ہونا، یا کتابی ہو اگرچہ مجنون ہو یا عورت ہو یا بچہ عقلمند ہو جو بسم اللہ وذبح کو سمجھتا ہو اور قادر ہو، بے سنت ہو یا گونگا ہو، بت پرست، مجوسی، مرتد، جن اور قصداً بسم اللہ کو ترک کرنے والا نہ ہو اھ ملخصا، ردالمحتار میں ہے اس کا قول مجنون ہو سے مراد معتوہ (نیم پاگل) ہے کیونکہ مکمل مجنون کا قصد نہیں ہوتا اور نہ نیت ہوتی جیسا کہ عنایہ میں نہایہ سے ہے کیونکہ قصد کے بغیر بسم اللہ کی شرط پوری نہیں ہوتی جبکہ بسم اللہ پڑھنا نص سے ثابت ہے الخ، واللہ تعالٰی اعلم۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۲۰، ص ۲۴۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مسالے پسے ہوئے ہوں اور پیاز لہسن بھی ہوں، بڑیاں بھی ہوں تو بہتر ہے، مدینہ طیبہ کے راستے میں کئی منزلیں ایسی آتی ہیں جہاں دال نہیں گلتی، اس کے متعلق بھی کچھ انتظام کرلے، نیز مدینہ طیبہ جانے کے لیے مکہ معظمہ سے بھنے ہوئے چنے لے لے یا یہیں سے لیتا جائے کہ بعض مرتبہ اتنا موقع نہیں ملتا کہ دوسرے وقت کے لیے کھانا پکا یا جائے ایسے وقت کام دیں گے۔ گھی حسب حیثیت زیادہ لے کہ بدوؤں کو زیادہ گھی دینا پڑتا ہے اور زیادہ گھی سے وہ خوش بھی ہوتے ہیں۔ مسور کی دال ضرور لے کہ جلد گلتی ہے اور بعض دفعہ ایسا ہی موقع ہوتا ہے کہ جلد کھانا تیار ہو جائے۔

21- خوشی خوشی گھر سے جائے اور ذکرِ الٰہی بکثرت کرے اور ہر وقت خوفِ خدا دل میں رکھے، غضب سے بچے، لوگوں کی بات برداشت کرے، اطمینان ووقار کو ہاتھ سے نہ دے، بیکار باتوں میں نہ پڑے۔

22- گھر سے نکلے تو یہ خیال کرے جیسے دنیا سے جارہا ہے۔ چلتے وقت یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَّعْثَآءِ السَّفَرِ وَكَاٰبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِی الْمَالِ وَالْاَھْلِ وَالْوَلَدِ۔

واپسی تک مال واہل وعیال محفوظ رہیں گے۔

23- اسی وقت آیۃ الکرسی اور قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ سے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ تک تَبَّتْ کے سوا پانچ سورتیں سب مع بسم اللہ پڑھے پھر آخر میں ایک بار بسم اللہ شریف پڑھ لے، راستہ بھر آرام سے رہے گا۔

24- نیز اس وقت ﴿اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍ﴾ (59) ایک بار پڑھ لے، بالخیر واپس آئیگا۔

25- ریل وغیرہ جس سواری پر سوار ہو، بسم اللہ تین بار کہے پھر اَللّٰهُ اَكْبَرُ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور سُبْحٰنَ اللهِ ہر ایک تین تین بار، لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ ایک بار پھر کہے: ﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ﴿۱۳﴾ وَاِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۴﴾﴾ (60) اُس کے شر سے بچے۔

26- جب دریا میں سوار ہو یہ کہے:

---

(59) پ۲۰، القصص: ۸۵۔

ترجمہ: بے شک جس نے تم پر قرآن فرض کیا تجھے واپسی کی جگہ کی طرف واپس کرنے والا ہے۔

(60) پ۲۵، الزخرف: ۱۳۔۱۴۔

ترجمہ: پاک ہے وہ جس نے ہمارے لیے اسے مسخر کیا اور ہم اس کو فرمانبردار نہیں بنا سکتے تھے اور ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

(بِسۡمِ اللّٰہِ مَجۡرٖىہَا وَمُرۡسٰىہَا ؕ اِنَّ رَبِّیۡ لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۴۱﴾ (وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدۡرِہٖ ٭ۖ وَالۡاَرۡضُ جَمِیۡعًا قَبۡضَتُہٗ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ وَ السَّمٰوٰتُ مَطۡوِیّٰتٌۢ بِیَمِیۡنِہٖ ؕ سُبۡحٰنَہٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ ﴿۶۷﴾ (61) ڈوبنے سے محفوظ رہے گا۔

27- جہاز پر سوار ہونے میں کوشش کرے کہ پہلے سوار ہو جائے کیونکہ جو پہلے پہنچ گیا اچھی اور کشادہ جگہ لے سکتا ہے اور جو جگہ یہ لے گا پھر اس کو کوئی ہٹا نہ سکے گا اور اُترنے میں جلدی نہ کرے کہ اس میں بعض مرتبہ کوئی سامان رہ جاتا ہے۔

28- تیسرے درجہ میں سفر کرنے والا جہاز پر بچھانے کو چٹائی ضرور لے لے ورنہ بستر اکثر خراب ہو جاتا ہے۔ چند ہمراہی ہوں تو بعض نیچے کے کمرہ میں جگہ لیں اور بعض اُوپر کے، کہ اگر گرمی معلوم ہوئی تو نیچے والے اُوپر کے درجہ میں آکر بیٹھ سکیں گے اور سردی معلوم ہوئی تو یہ اُن کے پاس چلے جائیں گے۔

29- جب بمبئی سے روانہ ہوں گے قبلہ کی سمت بدلتی رہے گی اس کے لیے ایک نقشہ دیا جاتا ہے، اس سے سمت قبلہ معلوم کرسکو گے۔ قُطب نما پاس رکھا جائے، جدھر وہ قُطب بتائے اسی طرف اس دائرہ کا خط شمال کر دیا جائے پھر جس سمت کو قبلہ لکھا ہے اُس طرف مونھ کر کے نماز پڑھیں۔

30- جدہ میں جہاز کنارہ پر نہیں کھڑا ہوتا جیسے بمبئی میں گودی بنی ہے وہاں نہیں ہے بلکہ وہاں کشتیوں پر سوار ہو کر کنارے پہنچتے ہیں، یہ بات ضرور خیال میں رکھے کہ جس کشتی میں اپنا سامان ہو اُسی میں خود بھی بیٹھے اگر ایسا نہ کیا بلکہ سامان کسی میں اُترا اور اپنے آپ دوسری پر بیٹھا تو سامان ضائع ہو جانے کا خوف ہے یا کم از کم تلاش کرنے میں دقت ہوگی، کشتی والے بطور انعام کچھ مانگتے ہیں انھیں دیدیا جائے۔

31- اب یہاں سے سامان کی حفاظت میں پوری کوشش کرے، ہر کام میں نہایت چُستی و ہوشیاری رکھے۔ کشتی سے اُترنے کے بعد چونگی خانہ میں جسے کُمرُک کہتے ہیں سامان کی تفتیش ہوتی ہے اس میں فقط یہ دیکھتے ہیں کہ کوئی چیز تجارت کی غرض سے تو نہیں لایا ہے۔ اگر تجارتی سامان پائیں گے اُس کی چونگی لیں گے اور تجارتی سامان نہ ہو تو چاہے کتنی ہی کھانے پینے اور دیگر ضرورت کی چیزیں ہوں اُن سے کچھ تعرض (62) نہ کریں گے۔

---

(61) اس دعا میں پہلی آیت سورہ ھود (آیت:۴۱) کی ہے، جب کہ دوسری آیت سورہ زمر (آیت:۶۷) کی ہے۔

ترجمہ: اللہ (عزوجل) کے نام کی مدد سے اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے بے شک میرا رب بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ اور انھوں نے اللہ (عزوجل) کی قدر جیسی چاہیے نہ کی اور زمین پوری قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہے اور آسمان اس کے ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہیں، پاک اور برتر ہے اُس سے جسے اُس کا شریک بتاتے ہیں۔

(62) یہ اس زمانہ میں تھا اب اس زمانہ حکومت سعودیہ میں ایسا نہیں۔

32- مکہ معظمہ میں جتنے معلّم ہیں اُن سب کے جدہ میں وکیل رہتے ہیں جب تم کشتی سے اُترو گے پھاٹک پر حکومت کا آدمی ہوگا کشتی کا کرایہ جو مقرر ہے وصول کرلے گا اور وہ تم سے پوچھے گا معلّم کون ہے جس معلّم کا نام لوگے اس کا وکیل تمھیں اپنے ساتھ لے گا اور وہ تمھارے سامان کو اُٹھوا کر اپنے یہاں یا کسی کرایہ کے مکان میں لے جائے گا اس وقت تمھیں چاہیے کہ اپنے سامان کے ساتھ خود جاؤ اور اگر تم کئی شخص ہو اور سامان زیادہ ہے تو بعض یہاں سامان کی نگرانی کریں بعض سامان کی گاڑی کے ساتھ جائیں۔ اس لیے کہ بعض مرتبہ سامان گاڑی سے گر جاتا ہے اور گاڑی والے خیال بھی نہیں کرتے اس میں ان کا کیا نقصان ہے کوئی ضرورت کی چیز گر گئی تو تمھیں کو تکلیف ہوگی۔

33- جدہ میں پانی اکثر اچھا نہیں ملتا کچھ خفیف کھاری ہوتا ہے، پانی خرید و تو چکھ لیا کرو۔

34- مکہ معظمہ کے لیے اونٹ کا کرایہ کرنا اُسی وکیل کا کام ہے اور اُس زمانہ میں حکومت کی طرف سے کرایہ مقرر ہو جاتا ہے جس سے کمی بیشی نہیں ہوتی۔ شقدف، شبری جس کی تمھیں خواہش ہو اُس کے موافق وکیل اونٹ کرایہ کردے گا اور کرایہ پیشگی ادا کرنا ہوگا اور اُسی اونٹ کے کرایہ میں دریا کے کنارے سے مکان تک اسباب لانے کی مزدوری اور مکان کا کرایہ اور وکیل کا محنتانہ سب کچھ جوڑ لیا جاتا ہے تمھیں کسی چیز کے دینے کی ضرورت نہیں، ہاں اگر تم پیدل جانا چاہو گے تو یہ تمام مصارف تم سے وکیل وصول کریگا۔

35- شبری کی پوری قیمت لے لی جاتی ہے۔ اب وہ تمھاری ہوگئی مکہ معظمہ پہنچ کر جو چاہو کرو اگر وہ مضبوط ہے تو مدینہ طیبہ کے سفر میں بھی کام دے گی۔ شقدف کا کرایہ لیا جاتا ہے کہ مکہ معظمہ پہنچ کر اب تمھیں اس سے سروکار نہیں ہاں اگر تم چاہو تو جدہ میں شقدف خرید بھی سکتے ہو جو پورے سفر میں تمھیں کام دے گا پھر جدہ پہنچ کر تھوڑے داموں پر فروخت بھی ہوسکتا ہے۔ شقدف میں زیادہ آرام ہے کہ آدمی سو بھی سکتا ہے اور شبری میں بیٹھا رہنا پڑتا ہے مگر اس میں سامان زیادہ رکھا جاسکتا ہے اور شقدف میں بہت کم۔

36- اگر اسباب زیادہ ہو تو مکہ معظمہ تک اس کے لیے الگ اونٹ کرلو اور جو چیزیں ضرورت سے زیادہ ہوں چاہو تو یہیں جدہ ہی میں وکیل کے سُپرد کردو جب تم آؤ گے وکیل وہ چیز تمھارے حوالہ کردے گا اور اس کا کرایہ مثلاً فی بوری یا فی صندوق آٹھ آنے یا کم و بیش کے حساب سے لے لے گا اگرچہ تمھاری واپسی چار پانچ مہینے کے بعد ہو۔

37- اگر جہاز کا ٹکٹ واپسی کا ہے تو اُسے باحتیاط رکھو اور اُس کا نمبر بھی لکھ لو کہ شاید ٹکٹ ضائع ہو جائے تو نمبر سے کام چل جائے گا اگرچہ دقت ہوگی اور تم کو اطمینان ہو تو ٹکٹ وکیل کے پاس رکھ سکتے ہو۔

38- کرایہ کے اونٹ وغیرہ پر جو کچھ بار کرو اُس کے مالک کو دکھا لو اور اس سے زیادہ بے اس کی اجازت کے کچھ نہ

رکھو۔

39- جانور کے ساتھ نرمی کرو، طاقت سے زیادہ کام نہ لو، بے سبب نہ مارو، نہ کبھی مونھ پر مارو، حتی الوسع اس پر نہ سوؤ کہ سوتے کا بوجھ زیادہ ہوتا ہے کسی سے بات وغیرہ کرنے کو کچھ دیر ٹھہرنا ہو تو اُتر لو اگر ممکن ہو۔

40- صبح وشام اُتر کر کچھ دُور پیادہ چل لینے میں دینی ودنیوی بہت فائدے ہیں۔

41- بدوؤں اور سب عربیوں سے بہت نرمی کے ساتھ پیش آئے، اگر وہ سختی کریں ادب سے تحمل کرے اس پر شفاعت نصیب ہونے کا وعدہ فرمایا ہے۔ خصوصاً اہلِ حرمین، خصوصاً اہلِ مدینہ، اہلِ عرب کے افعال پر اعتراض نہ کرے، نہ دل میں کدورت لائے، اس میں دونوں جہاں کی سعادت ہے۔

اے کہ جمال عیب خویشتنید — طعنہ بر عیب دیگراں مکنید (63)

42- جو عربی نہیں جانتا اُسے بعض تُند خُو جمال وغیرہم گالیاں بلکہ مغلظات تک دیتے ہیں ایسا اتفاق ہو تو شُنیدہ کو محض نا شنیدہ (یعنی سنی کو ان سنی) کر دیا جائے اور قلب پر بھی میل نہ لایا جائے۔ یوہیں عوام اہلِ مکہ کہ سخت خُو وتُند مزاج ہیں اُن کی سختی پر نرمی لازم ہے۔

43- جمال یعنی اونٹ والوں کو یہاں کے سے کرایہ والے نہ سمجھے بلکہ اپنا مخدوم جانے اور کھانے پینے میں اُن سے بُخل نہ کرے کہ وہ ایسوں ہی سے ناراض ہوتے ہیں اور تھوڑی بات میں بہت خوش ہو جاتے ہیں اور امید سے زیادہ کام آتے ہیں۔

44- قبولِ حج کے لیے تین شرطیں ہیں:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾ (64)

حج میں نہ فحش بات ہو، نہ ہماری نافرمانی، نہ کسی سے جھگڑا لڑائی۔

تو ان باتوں سے نہایت ہی دُور رہنا چاہیے، جب غصہ آئے یا جھگڑا ہو یا کسی معصیت کا خیال ہو فوراً سر جھکا کر قلب کی طرف متوجہ ہو کر اس آیت کی تلاوت کرے اور دو ایک بار لاحول شریف پڑھے، یہ بات جاتی رہے گی یہی نہیں کہ اسی کی طرف سے ابتدا ہو یا اس کے رُفقا (ساتھی) ہی کے ساتھ جدال بلکہ بعض اوقات امتحاناً راہ چلتوں کو پیش کر دیا جاتا ہے کہ بے سبب اُلجھتے بلکہ سب دشتم ولعن وطعن کو تیار ہوتے ہیں، اسے ہر وقت ہوشیار رہنا

---

(63) یعنی جو شخص اپنا عیب اٹھائے ہے، وہ دوسروں کے عیب پر طعنہ نہ دے۔

(64) پ ۲، البقرۃ: ۱۹۷.

چاہیے، مبادا (ایسا نہ ہو) ایک دو کلے میں ساری محنت اور روپیہ برباد ہو جائے۔

45- کمزور اور عورتوں کو اونٹ پر چڑھنے کے لیے ایک سیڑھی جدہ میں لے لی جائے تو چڑھنے اُترنے میں آسانی ہوگی۔ جدہ سے مکہ معظمہ دو دن کا راستہ ہے صرف ایک منزل راستہ میں پڑتی ہے جس کو بحرہ کہتے ہیں، اب جب یہاں سے روانہ ہو تو اِن تمام باتوں پر لحاظ رکھو جو لکھی جا چکیں اور جو آئندہ بیان ہوں گی۔

46- اونٹ پر عموماً دو شخص سوار ہوتے ہیں۔ شقدف اور شبری میں دونوں طرف بوجھ برابر رہنا ضرور ہے اگر ایک جانب کا آدمی ہلکا ہو تو اُدھر اسباب رکھ کر وزن برابر کرلیں۔ یوں بھی وزن برابر نہ ہو تو ہلکا آدمی اپنے شقدف یا شبری میں کنارہ بیرونی سے قریب ہو جائے اور بھاری آدمی اونٹ کی پیٹھ سے نزدیک ہو جائے۔

47- بعض مرتبہ کسی جانب کا پلہ جھک جاتا ہے اس کا خیال رکھو جب ایسا ہو تو فوراً اس طرح بیٹھ جاؤ کہ درست ہو جائے۔ کیونکہ اس کی وجہ سے اونٹ کو بھی تکلیف ہوتی ہے اور شبری ہو تو گرنے کا قوی اندیشہ ہے۔ اس کے درست کرنے کو اونٹ والا میزان میزان کہہ کر تمھیں متنبہ کریگا۔ تمھیں چاہیے کہ فوراً درست کرلو ورنہ اونٹ والا ناراض ہوگا۔

48- راہ میں کہیں چڑھائی آتی ہے کہیں اُتار، جب چڑھائی ہو خوب آگے اونٹ کی گردن کے قریب دونوں آدمی ہو جائیں اور جب اُتار ہو خوب پیچھے دُم کے نزدیک ہو جائیں۔ جب راہ ہموار آئے پھر بیچ میں ہو جائیں یہ نشیب و فراز کبھی آدمی کے سوتے میں آتے ہیں یا اُسے اس طرف التفات نہیں ہوتا، اس وقت جمال جگاتا اور متنبہ کرتا ہے اوّل اوّل یا گدّام گدّام کہے تو آگے کو سرک کر بیٹھ جاؤ اور اگر وراء وراء کہے تو پیچھے ہٹ جاؤ، اور بعض بدو ایک آدھ لفظ ہندی سیکھے ہوئے فیثو فیثو کہتے ہیں یعنی پیچھے پیچھے اور کبھی غلطی سے آگے کہنا ہوتا ہے اور فیثو کہتے ہیں۔ دیکھ کر صحیح بات پر فوراً عمل کیا جائے اور اُس جگانے پر ناراض نہ ہونا چاہیے کہ ایسا نہ ہو تو معاذ اللہ گر جانے کا احتمال ہے۔

49- جب منزل پر پہنچو تو اُترنے میں تاخیر مت کرو کہ دیر کرنے میں اونٹ والے ناراض ہوتے اور پریشان کرتے ہیں اور روانگی کے وقت بالکل تیار رہو۔ تمام ضروریات سے پہلے ہی فارغ ہولو۔

50- اُترنے اور چڑھنے کے وقت خصوصیت کے ساتھ بہت ہوشیاری اور دیکھ بھال کی ضرورت ہے کہ ان دو وقتوں میں سامان کے ضائع ہونے اور چھوٹ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے اور اس وقت بعض دفعہ چور بھی آجاتے ہیں جن کو وہاں کی زبان میں حرامی کہتے ہیں۔

51- منزلوں پر سودا بیچنے والے اور پانی لے کر بکثرت بدو آجاتے ہیں اُن سے بھی احتیاط رکھو کہ بعض اُن میں کے موقع

پا کر کوئی چیز اُٹھا لے جاتے ہیں۔

52- جس منزل میں اُترے، وہاں یہ دعا پڑھ لے:

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ اَللّٰهُمَّ اَعْطِنَا خَيْرَ هٰذَا الْمَنْزِلِ وخَيْرَ مَا فِيْهِ وَاكْفِنَا شَرَّ هٰذَا الْمَنْزِلِ وشَرَّ مَا فِيْهِ اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْنِيْ مَنْزِلًا مُّبَارَكًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ (65)

ہر نقصان سے بچے گا اور بہتر یہ ہے کہ وہاں دو رکعت نماز پڑھے۔

53- منزل میں راستہ سے بچ کر اُترے کہ وہاں سانپ وغیرہ موذیوں کا گزر ہوتا ہے۔

54- جب منزل سے کُوچ کرے دو رکعت نماز پڑھ کر روانہ ہو۔ حدیث میں ہے، روزِ قیامت وہ منزل اُس کے حق میں اس امر کی گواہی دے گی۔

نیز انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی منزل میں اُترتے دو رکعت نماز پڑھ کر وہاں سے رخصت ہوتے۔(66)

55- راستہ پر پیشاب وغیرہ باعثِ لعنت ہے۔

56- منزل میں متفرق ہو کر نہ اُتریں بلکہ ایک جگہ رہیں۔

57- اکثر رات کو قافلہ چلتا رہتا ہے اِس حالت میں اگر سوؤ تو غافل ہو کر نہ سوؤ، بلکہ بہتر یہ ہے کہ دونوں آدمیوں میں جو ایک اونٹ پر سوار ہیں باری باری سے ایک سوئے ایک جاگتا رہے کہ ایسے وقت کہ دونوں غافل سو جائیں بعض مرتبہ چوری ہو جاتی ہے۔ شبری کے نیچے سے چور بوری کاٹ لے جاتے ہیں اور شقدف بھی بغل کی جانب سے چاک کر کے مال نکال لے جاتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ہر موقع اور ہر محل پر ہوشیاری رکھو اور اللہ عزوجل پر اعتماد، پھر انشاء اللہ العزیز الجلیل نہایت امن و امان کے ساتھ رہو گے۔

58- راستہ میں قضائے حاجت کے لیے دُور نہ جاؤ کہ خطرہ سے خالی نہیں اور ایک چھتری اپنے ساتھ ضرور رکھو اگرچہ سردی کا زمانہ ہو کہ قضائے حاجت کے وقت اس سے فی الجملہ پردہ ہو جائے گا اور بہتر یہ کہ تین چار لکڑیاں جن کے نیچے لوہا لگا ہو اور ایک موٹی بڑی چادر ساتھ رکھو کہ منزل پر لکڑیاں گاڑ کر چادر سے گھیر دو گے تو نہایت پردہ کے

---

(65) ترجمہ: اللہ کے کلماتِ تامہ کی پناہ مانگتا ہوں اس کے شر سے جسے اس نے پیدا کیا الٰہی تو ہم کو اس منزل کی خیر عطا کر اور اس کی خیر جو کچھ اس میں ہے اور اس کے شر سے اور جو کچھ اس میں ہے اس کے شر سے ہمیں بچا۔ الٰہی تو ہم کو برکت والی منزل میں اُتار اور تو بہتر اُتارنے والا ہے۔

(66) المستدرک، کتاب المناسک، کان لا ینزل منزلا إلا ودعہ برکعتین، الحدیث: ۱۶۷۷، ج۲، ص۹۲.

ساتھ رفع ضرورت کرسکو گے اور عورتیں ساتھ ہوں تو ایسا انتظام ضرور ہے کہ خوف کی وجہ سے وہ دُور نہ جاسکیں گی اور نزدیک میں سخت بے پردگی ہوگی۔

59- مکہ معظمہ سے جب مدینہ طیبہ کے لیے اونٹ کرایہ کریں تو ایک معلّم کے جتنے حجاج ہیں وہ سب متفق ہوکر یہ شرط کرلیں کہ نماز کے اوقات میں قافلہ ٹھہرانا ہوگا، اس صورت میں نماز جماعت کے ساتھ بآسانی ادا کرسکیں گے کہ جب یہ شرط ہوگی تو اونٹ والوں کو وقتِ نماز میں قافلہ روکنا پڑے گا اور اگر کسی وجہ سے نہ روک سکیں گے تو چند بدو حجاج کی حفاظت کریں گے کہ یہ باطمینان نماز ادا کرلیں پھر وہ اونٹ تک پہنچادیں گے۔

اور اگر شرط نہ کی تو صرف مغرب کے لیے قافلہ روکیں گے باقی نمازوں کے لیے نہیں اور اس صورت میں یہ کرے کہ نماز پڑھنے کے وقت اونٹ سے کچھ آگے نکل جائے اور نماز ادا کرکے پھر شامل ہوجائے اور قافلہ سے دُور نہ ہو کہ اکثر خطرہ ہوتا ہے اور بعض مرتبہ ایسا بھی کرنا پڑتا ہے کہ سنت یا فرض پڑھنے تک قافلہ سب آگے نکل گیا تو باقی کے لیے پھر آگے بڑھ جائے ورنہ قافلہ سے زیادہ فاصلہ ہوجائے گا اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ فرض و وتر اور صبح کی سنت سواری پر جائز نہیں۔ اُن کو اُتر کر پڑھے باقی سنتیں یا نفل اونٹ کی پیٹھ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

تنبیہ: خبردار! خبردار! نماز ہرگز نہ ترک کرنا کہ یہ ہمیشہ بہت بڑا گناہ ہے اور اس حالت میں اور سخت تر کہ جن کے دربار میں جاتے ہو راستہ میں انھیں کی نافرمانی کرتے چلو، تو بتاؤ کہ تم نے اُن کو راضی کیا یا ناراض۔ میں نے خود بہت سے حجاج کو دیکھا ہے کہ نماز کی طرف بالکل التفات نہیں کرتے، تھوڑی تکلیف پر نماز چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ شرعِ مُطہّر نے جب تک آدمی ہوش میں ہے نماز ساقط نہیں کی۔

60- سفرِ مدینہ طیبہ میں بعض مرتبہ قافلہ نہ ٹھہرنے کے باعث مجبوری ظہر و عصر ملا کر پڑھنی ہوتی ہے اس کے لیے لازم ہے کہ ظہر کے فرضوں سے فارغ ہونے سے پہلے ارادہ کرلے کہ اسی وقت عصر پڑھوں گا اور فرض ظہر کے بعد فوراً عصر کی نماز پڑھے یہاں تک کہ بیچ میں ظہر کی سنتیں بھی نہ ہوں اسی طرح مغرب کے بعد عشا بھی انھیں شرطوں سے جائز ہے اور اگر ایسا موقع ہو کہ عصر کے وقت ظہر یا عشا کے وقت مغرب پڑھنی ہو تو صرف اتنی شرط ہے کہ ظہر و مغرب کے وقت میں وقت نکلنے سے پہلے ارادہ کرلے کہ ان کو عصر و عشا کے ساتھ پڑھوں گا۔

61- جب وہ بستی نظر پڑے جس میں ٹھہرنا یا جانا چاہتا ہے یہ کہے:

اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَرَبَّ الْاَرَضِیْنَ السَّبْعِ وَمَا اَقْلَلْنَ وَرَبَّ الشَّیٰطِیْنِ وَمَا اَضْلَلْنَ وَرَبَّ الْاَرْیَاحِ وَمَا ذَرَیْنَ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ خَیْرَ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ وَخَیْرَ اَھْلِھَا وَخَیْرَ مَا

فِيْهَا وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَشَرِّ اَهْلِهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا ۔ (67) یا صرف پچھلی دعا پڑھے، ہر بلا سے محفوظ رہے گا۔

62- جس شہر میں جائے وہاں کے سُنّی عالموں اور باشرع فقیروں کے پاس ادب سے حاضر ہو، مزارات کی زیارت کرے، فضول سیر وتماشے میں وقت نہ کھوئے۔

63- جس عالم کی خدمت میں جائے وہ مکان میں ہو تو آواز نہ دے باہر آنے کا انتظار کرے، اُس کے حضور بے ضرورت کلام نہ کرے، بے اجازت لیے مسئلہ نہ پوچھے، اُس کی کوئی بات اپنی نظر میں خلافِ شرع معلوم ہو تو اعتراض نہ کرے اور دل میں نیک گمان رکھے مگر یہ سُنّی عالم کے لیے ہے، بدمذہب کے سایہ سے بھاگے۔

64- ذکرِ خدا سے دل بہلائے کہ فرشتہ ساتھ رہے گا، نہ کہ شعر ولغویات سے کہ شیطان ساتھ ہوگا۔

65- رات کو زیادہ چلے کہ سفر جلد طے ہوتا ہے۔

66- ہر سفر خصوصاً سفرِ حج میں اپنے اور اپنے عزیزوں، دوستوں کے لیے دعا سے غافل نہ رہے کہ مسافر کی دعا قبول ہے۔

67- جب کسی مشکل میں مدد کی ضرورت ہو تین بار کہے:

يَا عِبَادَ اللهِ اَعِيْنُوْنِيْ (68) اے اللہ (عزوجل) کے نیک بندو! میری مدد کرو۔

(67) ترجمہ: اے اللہ (عزوجل)! ساتوں آسمانوں کے رب اور ان کے جن کو آسمانوں نے سایہ کیا اور ساتوں زمینوں کے رب اور ان کے جن کو زمینوں نے اُٹھایا اور شیطانوں کے رب اور ان کے جن کو انھوں نے گمراہ کیا اور ہواؤں کے رب اور اُن کے جن کو ہواؤں نے اُڑایا۔ اے اللہ (عزوجل)! ہم تجھ سے اس بستی کی اور بستی والوں کی اور جو کچھ اس میں ہے اُن کی بھلائی کا سوال کرتے اور اس بستی کے اور بستی والوں کے شر سے اور جو کچھ اس میں ہے اُس کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔

(68) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اور سنئے ابن السنی عبداللہ بن مسعود اور بزار عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا انفلتت دابۃ احدکم بارض فلاۃ فلیناد یا عباد اللہ احبسوا فان للہ تعالی عبادا فی الارض تحبسہ ا۔

جب تم میں کسی کا جانور جنگل میں چھوٹ جائے تو چاہیے یوں ندا کرے اے خدا کے بندو! روک لو کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے زمین میں ہیں جو اسے روک لیں گے۔ (ا۔ المعجم الکبیر مروی از عبداللہ ابن مسعود حدیث ۱۰۵۱۸ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۰/ ۲۶۷) (المطالب العالیہ بزوائد المسانید الثمانیہ ۳/ ۲۳۹ کشف الاستار عن زوائد البزار ۴/ ۳۴) (مجمع الزوائد ۱۰/ ۱۳۲) (الاذکار للنووی ص ۱۰۱)

بزار کی روایت میں ہے یوں کہے: اعینوا یا عباد اللہ مدد کرو اے خدا کے بندو! سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان لفظوں کے بعد رحمکم اللہ ۲؎ (اللہ تم پر رحم کرے۔ت) اور زیادہ فرماتے رواہ ابن شیبۃ فی مصنفہ (اسے ابن شیبہ نے اپنی ←

غیب سے مدد ہوگی یہ حکم حدیث میں ہے۔

68- جب سواری کا جانور بھاگ جائے اور پکڑ نہ سکو یہی پڑھو فوراً کھڑا ہو جائے گا۔

مصنف میں روایت کیا۔ت) (۲۔ المصنف لابن ابی شیبہ ما یدعو بہ الرجل حدیث ۹۷۶۹ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۰/ ۳۹۰)

امام نووی رحمہ اللہ تعالٰی اذکار میں فرماتے ہیں: ہمارے بعض اساتذہ نے کہ عالم کبیر تھے ایسا ہی کیا، چھوٹا ہوا جانور فوراً رک گیا، اور فرماتے ہیں: ایک بار ہمارا ایک جانور چھوٹ گیا، لوگ عاجز آگئے ہاتھ نہ لگا، میں نے یہی کلمہ کہا فوراً رک گیا جس کا اس کہنے کے سوا کوئی سبب نہ تھا[۳] نقلہ سیدی علی القاری فی الحرز الثمین (ملا علی قاری نے اسے حرز ثمین میں نقل کیا۔ت)

(۳۔ الاذکار للنووی باب ما یقول اذا انفلتت دابتہ مطبوعہ دار الکتاب العربیۃ بیروت ص ۲۰۱)

امام طبرانی سیدنا عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور پر نور سید العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا اضل احدکم شیئا واراد عونا وھو بارض لیس بھا انیس فلیقل یاعباد اللہ اعینونی یاعباد اللہ اعینونی یاعباد اللہ اعینونی فان للہ عبادا لایراھم[۴]۔ جب تم میں سے کوئی شخص سنسان جگہ میں بہکے بھولے یا کوئی چیز گم کردے اور مدد مانگنی چاہے تو یوں کہے: اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، کہ اللہ کے کچھ بندے عہ ہیں جنہیں یہ نہیں دیکھتا۔ (۴۔ المعجم الکبیر ما سند عتبہ بن غزوان حدیث ۲۹۰ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۰/ ۱۱۷ و ۱۱۸)

عہ: جن کے سید و مولا و سند و ملاذ حضور پر نور سیدنا عبدالقادر جیلانی ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

کما نص علیہ سیدنا الخضر علیہ الصلوۃ والسلام رواہ ونقلہ فی البھجۃ والزبدۃ والتحفۃ وغیرھا ۱۲ منہ (م)

جیسا کہ سیدنا خضر علیہ السلام نے اس کی تصریح کی اور بہجۃ الاسرار، الزبدۃ اور التحفہ وغیرہا میں اس کو روایت کیا اور نقل کیا ۱۲ منہ

عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: قد جرب ذلک[۱] رواہ الطبرانی ایضاً

بالیقین یہ بات آزمائی ہوئی ہے (اسے طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔ت)

(۱۔ المعجم الکبیر ما سند عتبہ بن غزوان حدیث ۲۹۰ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۰/ ۱۱۸)

فاضل علی قاری علامہ میرک سے وہ بعض علمائے ثقات سے ناقل ھذا حدیث حسن یہ حدیث حسن ہے۔ اور فرمایا مسافروں کو اس کی ضرورت ہے، اور فرمایا مشائخ کرام قدست اسرارہم سے مروی ہوا انہ مجرب قرن بہ النجاح[۲]۔

(۲۔ حرز ثمین حواشی حصن حصین عاوالرکوب فی البحر افضل المطابع انڈیا ص ۲۶)

یہ مجرب ہے اور مراد ملنی اس کے ساتھ مقرون۔ ذکرہ فی الحرز الثمین (اس کو حرز ثمین میں ذکر کیا ہے۔ت) ان احادیث میں جن بندگان خدا کو وقت حاجت پکارنے اور ان سے مدد مانگنے کا صاف حکم ہے وہ ابدال ہیں کہ ایک قسم ہے اولیائے کرام سے قدس اللہ تعالٰی اسرارھم وافاض علینا انوارھم یہی قول اظہر واشہر ہے کما نص علیہ فی الحرز الوصین (جیسا کہ حرز الوصین میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔ت)

اور ممکن کہ ملائکہ یا مسلمان صالح جن، مراد ہوں۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۷، ص ۵۸۸۔ ۵۹۰ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

69- جب جانور شوخی کرے یہ دعا پڑھے:

(اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ﴿۸۳﴾) (69)

70- یَاصَمَدُ ۱۳۴ بار روز پڑھے، بھوک پیاس سے بچے گا۔

71- اگر دشمن یا رہزن کا ڈر ہو اِیلٰف پڑھے، ہر بلا سے امان ہے۔

72- جب رات کی تاریکی پریشان کرنے والی آئے، یہ دعا پڑھے:

یَا اَرْضُ! رَبِّيْ وَرَبُّكِ اللهُ اَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا فِيْكِ وَشَرِّ مَا خَلَقَ فِيْكِ وَشَرِّ مَا دَبَّ عَلَيْكِ وَ اَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ شَرِّ اَسَدٍ وَّ اَسْوَدَ وَمِنَ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ وَمِنْ سَاكِنِ الْبَلَدِ وَمِنْ وَّالِدٍ وَّمَا وَلَدَ. (70)

73- جب کہیں دشمنوں سے خوف ہو، یہ پڑھ لے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ. (71)

74- جب غم و پریشانی لاحق ہو، یہ دعا پڑھے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ. (72) اور ایسے وقت لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ اور حَسْبُنَا اللهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ کی کثرت کرے۔

---

(69) پ ۳، آل عمران: ۸۳۔

ترجمہ: کیا اللہ (عزوجل) کے دین کے سوا کچھ اور تلاش کرتے ہیں اور اسی کے فرماں بردار ہیں، خوشی اور ناخوشی سے وہ جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور اُسی کی طرف تم کو لوٹنا ہے۔

(70) ترجمہ: اے زمین میرا اور تیرا پروردگار اللہ (عزوجل) ہے، اللہ (عزوجل) کی پناہ مانگتا ہوں تیرے شر سے اور اُس کے شر سے جو تجھ میں پیدا کی اور جو تجھ پر چلی اور اللہ (عزوجل) کی پناہ شیر اور کالے اور سانپ اور بچھو اور اس شہر کے بسنے والے سے اور شیطان اور اس کی اولاد سے۔

(71) ترجمہ: اے اللہ! (عزوجل) میں تجھ کو ان کے سینوں کے مقابل کرتا ہوں اور اُن کی بُرائیوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

(72) ترجمہ: اللہ (عزوجل) کے سوا کوئی معبود نہیں جو عظمت والا حلم والا ہے۔ اللہ (عزوجل) کے سوا کوئی معبود نہیں جو بڑے عرش کا مالک ہے۔ اللہ (عزوجل) کے سوا کوئی معبود نہیں جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے اور بزرگ عرش کا مالک ہے۔

75- اگر کوئی چیز گم ہوجائے تو یہ کہے:

يَا جَامِعَ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ إِنَّ اللهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ٥ اِجْمَعْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ ضَالَّتِيْ. (73)

انشاء اللہ تعالیٰ مل جائے گی۔

76- ہر بلندی پر چڑھتے اللہ اکبر کہے اور ڈھال میں اُترتے سبحان اللہ۔

77- سوتے وقت ایک بار آیۃ الکرسی ہمیشہ پڑھے کہ چور اور شیطان سے امان ہے۔

78- نمازیں دونوں سرکاروں میں وقت شروع ہوتے ہی ہوتی ہیں، معاشروع وقت پر فوراً اذان اور تھوڑی دیر بعد تکبیر و جماعت ہوجاتی ہے، جو شخص کچھ فاصلہ پر ٹھہرا ہو اتنی گنجائش نہیں پاتا کہ اذان سُن کر وضو کرے پھر حاضر ہو کر جماعت یا پہلی رکعت مل سکے اور وہاں کی بڑی برکت یہی طواف و زیارت اور نمازوں کی تکبیر اول ہے۔ لہٰذا اوقات پہچان رکھیں، اذان سے پہلے وضو طیار رہے، اذان سُنتے ہی فوراً چل دیں تو تکبیر اول ملے گی اور اگر صف اول چاہیں، جس کا ثواب بے نہایت ہے جب تو اذان سے پہلے حاضر ہوجانا لازم ہے۔

79- واپسی میں بھی وہی طریقے ملحوظ رکھے، جو یہاں تک بیان ہوئے۔

80- مکان پر آنے کی تاریخ و وقت سے پیشتر اطلاع دیدے، بے اطلاع ہرگز نہ جائے خصوصاً رات میں۔

81- لوگوں کو چاہیے کہ حاجی کا استقبال کریں اور اس کے گھر پہنچنے سے قبل دعا کرائیں کہ حاجی جب تک اپنے گھر میں قدم نہیں رکھتا اس کی دعا قبول ہے۔

82- سب سے پہلے اپنی مسجد میں آکر دو رکعت نفل پڑھے۔

83- دو رکعت گھر میں آکر پڑھے پھر سب سے بکشادہ پیشانی ملے۔

84- عزیزوں دوستوں کے لیے کچھ نہ کچھ تحفہ ضرور لائے اور حاجی کا تحفہ تبرکاتِ حرمین شریفین سے زیادہ کیا ہے اور دوسرا تحفہ دعا کا کہ مکان میں پہنچنے سے پہلے استقبال کرنے والوں اور سب مسلمانوں کے لیے کرے۔ (74)

❁❁❁❁❁

---

(73) ترجمہ: اے لوگوں کو اُس دن جمع کرنے والے جس میں شک نہیں، بے شک اللہ (عزوجل) وعدہ کا خلاف نہیں کرتا، میرے اور میری گم چیز کے درمیان جمع کردے۔

(74) انظر: الفتاوی الرضویۃ، ج۹ص ۷۲۶۔ ۷۳۱، وغیرہ۔

میقات کا بیان

میقات اُس جگہ کو کہتے ہیں کہ مکہ معظمہ کے جانے والے کو بغیر احرام وہاں سے آگے جانا جائز نہیں اگرچہ تجارت وغیرہ کسی اور غرض سے جاتا ہو۔(1)

مسئلہ ۱: میقات پانچ ہیں:

1- ذُوالحلیفہ: یہ مدینہ طیبہ کی میقات ہے۔ اس زمانہ میں اس جگہ کا نام ابیارِ علی ہے۔ ہندوستانی یا اور ملک والے حج سے پہلے اگر مدینہ طیبہ کو جائیں اور وہاں سے پھر مکہ معظمہ کو تو وہ بھی ذُوالحلیفہ سے احرام باندھیں۔

2- ذاتِ عرق: یہ عراق والوں کی میقات ہے۔

3- جحفہ: یہ شامیوں کی میقات ہے مگر جحفہ اب بالکل معدوم سا ہوگیا ہے وہاں آبادی نہ رہی، صرف بعض نشان پائے

---

(1) الھدایۃ، کتاب الحج، ج۱، ص ۱۳۳۔۱۳۴، وغیرہ۔

<u>عَرب شریف میں کام کرنے والوں کے لئے</u>

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

سُوال: اگر مَکّۂ مکرمہ میں کام کرنے والے یا وہاں کے باشندے طائف شریف جائیں تو اب واپسی میں انہیں حج یا عُمرے کا اِحرام باندھنا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: یہ قاعدہ ذِہن نشین کر لیجئے کہ اہلِ مَکّہ اگر کسی کام سے حُدُودِ حَرم سے باہر مگر میقات کے اندر (مَثَلاً جدّہ شریف) جائیں تو اُنہیں واپسی کے لئے اِحرام کی حاجت نہیں اور اگر میقات سے باہر (مَثَلاً مدینہ پاک، طائف، ریاض وغیرہ) جائیں تو اب بغیر اِحرام کے واپس آنا جائز نہیں۔ (عالمگیری، درمختار)

سُوال: اگر کوئی شخص جدّہ شریف میں کام کرتا ہو تو اپنے وطن مَثَلاً پاکستان سے کام کے لیے جدّہ شریف آیا تو کیا اِحرام لازمی ہے؟

جواب: اگر نیت ہی جدّہ شریف جانے کی ہے تو اب اِحرام کی حاجت نہیں بلکہ اب جدّہ شریف سے مَکّۂ مُعَظَّمہ بھی بغیر اِحرام کے جاسکتا ہے۔ لہٰذا جو شخص حَرم میں بغیر اِحرام جانا چاہتا ہو وہ حیلہ کرسکتا ہے بشرطیکہ واقعی اُس کا اِرادہ پہلے مَثَلاً جدّہ شریف جانے کا ہو اور مَکّۂ مُعَظَّمہ حج و عُمرہ کے اِرادے سے نہ جاتا ہو۔ مَثَلاً تجارت کے لئے جدّہ شریف جاتا ہے اور وہاں سے فارغ ہو کر مَکّۂ مکرّمہ کا اِرادہ کیا۔ اگر پہلے ہی سے مَکّۂ پاک کا اِرادہ ہے تو بغیر اِحرام نہیں جاسکتا۔ جو شخص دوسرے کی طرف سے حج بدل کو جاتا ہے اُسے یہ حیلہ جائز نہیں۔

(دُرِّمختار، رَدُّالمحتار)

جاتے ہیں اس کے جاننے والے اب کم ہوں گے، لہٰذا اہلِ شام رابغ سے احرام باندھتے ہیں کہ جحفہ رابغ کے قریب ہے۔

4- قَرن: یہ نجد والوں کی میقات ہے، یہ جگہ طائف کے قریب ہے۔

5- یَلَملَم: اہلِ یمن کے لیے(2)۔

مسئلہ ۲: یہ میقاتیں اُن کے لیے بھی ہیں جن کا ذکر ہوا اور انکے علاوہ جو شخص جس میقات سے گزرے اُس کے لیے وہی میقات ہے اور اگر میقات سے نہ گزرا تو جب میقات کے محاذی آئے اس وقت احرام باندھ لے، مثلاً

---

(2) ذُوالحلیفہ:

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں:

چنانچہ مدینہ والوں کے لیے مقام ذوالحلیفہ میقات ہے جو مدینہ طیبہ سے قریبًا تین میل ہے جسے اب بیر علی کہتے ہیں فقیر نے زیارت کی ہے بعض روافض کہتے ہیں کہ یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کنوئیں میں جنات سے جنگ کی تھی اس لیے اسے بیر علی کہا جاتا ہے مگر یہ محض جھوٹ ہے۔(مرقات)(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۱۳۲)

ذاتِ عرق:

عرق کے لغوی معانی ہیں کنارہ دریا، چونکہ عراق کا علاقہ دجلہ وفرات کے کناروں پر ہے اس لیے اسے عراق کہتے ہیں عراق کی لمبائی عبادان سے موصل تک ہے اور چوڑائی قادسیہ سے حلوان تک۔ذات عرق، قرن منازل کے مقابل واقع ہے، عراق کے مشہور مقامات بصرہ، بغداد، کربلا، نجف، موصل ہیں۔اگرچہ عراق وشام عہد فاروقی میں فتح ہوئے مگر چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ یہ علاقے فتح ہوں گے اور یہاں سے حجاج آیا کریں گے اسی لیے ان کے میقات مقرر فرمادیئے، ان پر عمل عہد فاروقی سے ہوا، جن روایات میں ہے کہ ان دونوں میقاتوں کو حضرت عمر نے مقرر فرمایا وہاں عملی تقرر مراد ہے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۱۳۳)

یلَملَم

یلملم یاالملم بھی ایک پہاڑ ہے، ہندی اور پاکستانیوں کا میقات بھی یہ ہی ہے جو کامران سے نکل کر سمندر میں آتا ہے وہاں ہی ہم لوگ احرام باندھتے ہیں کیونکہ ہم لوگ براستہ عدن مکہ معظمہ جاتے ہیں، عدن یمن کا مشہور شہر ہے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۱۳۲)

جحفہ:

شام اور مصر سے آنے والوں کے لیے میقات ہے۔ یہ رابغ شہر کے قریب وادی رابغ میں واقع ہے اور مکہ سے تقریبًا 183 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔

قَرن:

یعنی موجودہ ریاض۔

ہندیوں کی میقات کوہِ یلملم کی محاذات ہے اور محاذات میں آنا اُسے خود معلوم نہ ہو تو کسی جاننے والے سے پوچھ کر معلوم کرے اور اگر کوئی ایسا نہ ملے جس سے دریافت کرے تو تحری کرے اگر کسی طرح محاذات کا علم نہ ہو تو مکہ معظمہ جب دو منزل باقی رہے احرام باندھ لے۔(3)

مسئلہ ۳: جو شخص دو میقاتوں سے گزرا، مثلاً شامی کہ مدینہ منورہ کی راہ سے ذُوالحلیفہ آیا اور وہاں سے جحفہ کو تو افضل یہ ہے کہ پہلی میقات پر احرام باندھے اور دوسری پر باندھا جب بھی حرج نہیں۔ یوہیں اگر میقات سے نہ گزرا اور محاذات میں دو میقاتیں پڑتی ہیں تو جس میقات کی محاذاۃ پہلے ہو، وہاں احرام باندھنا افضل ہے۔(4)

مسئلہ ۴: مکہ معظمہ جانے کا ارادہ نہ ہو بلکہ میقات کے اندر کسی اور جگہ مثلاً جدہ جانا چاہتا ہے تو اُسے احرام کی ضرورت نہیں پھر وہاں سے اگر مکہ معظمہ جانا چاہے تو بغیر احرام جاسکتا ہے، لہٰذا جو شخص حرم میں بغیر احرام جانا چاہتا ہے وہ یہ حیلہ کرسکتا ہے بشرطیکہ واقعی اُس کا ارادہ پہلے مثلاً جدہ جانے کا ہو۔ نیز مکہ معظمہ حج اور عمرہ کے ارادہ سے نہ جاتا ہو، مثلاً تجارت کے لیے جدہ جاتا ہے اور وہاں سے فارغ ہو کر مکہ معظمہ جانے کا ارادہ ہے اور اگر پہلے ہی سے مکہ معظمہ کا ارادہ ہے تو اب بغیر احرام نہیں جاسکتا۔ جو شخص دوسرے کی طرف سے حجِ بدل کو جاتا ہواُسے یہ حیلہ جائز نہیں۔(5)

مسئلہ ۵: میقات سے پیشتر احرام باندھنے میں حرج نہیں بلکہ بہتر ہے بشرطیکہ حج کے مہینوں میں ہو اور شوال سے

---

(3) الفتاوی الهندیة، کتاب المناسک، الباب الثاني في المواقیت، ج۱،ص۲۲۱۔
والدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، مطلب في المواقیت، ج۳،ص۵۴۸۔۵۵۱۔

(4) الفتاوی الهندیة المرجع السابق۔ والدرالمختار کتاب الحج، مطلب في المواقیت، ج۳،ص۵۵۰۔۔

(5) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، مطلب في المواقیت، ج۳،ص۵۵۲۔

حَرَم کی وَضاحت

میرے شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علّامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں؛

عُموماً عوامُ النّاس بلکہ خواص بھی صِرف مسجدِ حرام کو ہی حَرَم شریف کہتے ہیں، اِس میں کوئی شک نہیں کہ مسجدِ حرام شریف حرمِ محترم ہی میں داخِل ہے مگر حرم شریف مَکّۂ مکرّمہ سمیت اُس کے اِردگرد میلوں تک پھیلا ہوا ہے اور ہر طرف اس کی حدیں بنی ہوئی ہیں۔ مَثَلاً جدّہ شریف سے مَکّۂ مکرّمہ آتے ہوئے مَکّۂ مُعظّمہ سے قبل تئیس کلومیٹر پہلے پولیس چوکی آتی ہے، یہاں سڑک کے اُوپر بورڈ پر جلی حُروف میں لِلْمُسْلِمِیْنَ فَقَط (یعنی صِرف مسلمانوں کے لئے) لکھا ہوا ہے۔ اسی سڑک پر جب مزید آگے بڑھتے ہیں تو ہِرشُمیس یعنی حُدَیبیہ کا مقام ہے، حرم شریف کی حد یہاں سے شُروع ہوجاتی ہے۔

پہلے ہو تو منع ہے۔(6)

مسئلہ ۶: جو لوگ میقات کے اندر کے رہنے والے ہیں مگر حرم سے باہر ہیں اُن کے احرام کی جگہ حل یعنی بیرون حرم ہے، حرم سے باہر جہاں چاہیں احرام باندھیں اور بہتر یہ کہ گھر سے احرام باندھیں اور یہ لوگ اگر حج یا عمرہ کا ارادہ نہ رکھتے ہوں تو بغیر احرام مکہ معظمہ جاسکتے ہیں۔(7)

مسئلہ ۷: حرم کے رہنے والے حج کا احرام حرم سے باندھیں اور بہتر یہ کہ مسجد الحرام شریف میں احرام باندھیں اور عمرہ کا بیرون حرم سے اور بہتر یہ کہ تنعیم سے ہو۔(8)

مسئلہ ۸: مکہ والے اگر کسی کام سے بیرونِ حرم جائیں تو انھیں واپسی کے لیے احرام کی حاجت نہیں اور میقات سے باہر جائیں تو اب بغیر احرام واپس آنا انھیں جائز نہیں۔(9)

❁❁❁❁❁

(6) المرجع السابق.

(7) الھدایۃ، کتاب الحج، ج۱، ص ۱۳۴، وغیرہ.

(8) الدرالمختار، کتاب الحج، مطلب في المواقیت، ج۳، ص ۵۵۴، وغیرہ.

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثاني في المواقیت، ج۱، ص۲۲۱.

وردالمحتار، کتاب الحج، مطلب في المواقیت، ج۳، ص ۵۵۴.

احرام کا بیان

﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۗ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ۗ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۚ وَاتَّقُوْنِ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾﴾ (1)

حج کے چند مہینے معلوم ہیں، جس نے اُن میں حج (اپنے اوپر) لازم کیا (احرام باندھا) تو نہ فحش ہے، نہ فسق، نہ جھگڑنا حج میں اور جو کچھ بھلائی کرو اللہ (عزوجل) اسے جانتا ہے اور توشہ لو، بے شک سب سے اچھا توشہ تقویٰ ہے اور مجھی سے ڈرو، اے عقل والو!۔

اور فرماتا ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۗ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۗ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ﴿۱﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَاۤ اٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ۗ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا﴾ (2)

اے ایمان والو! عقود پورے کرو، تمھارے لیے چوپائے جانور حلال کیے گئے، سوا اُن کے جن کا تم پر بیان ہوگا مگر حالتِ احرام میں شکار کا قصد نہ کرو، بیشک اللہ (عزوجل) جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے۔ اے ایمان والو! اللہ (عزوجل) کے شعائر اور ماہِ حرام اور حرم کی قربانی اور جن جانوروں کے گلوں میں ہار ڈالے گئے (قربانی کی علامت کے لیے) اُن کی بے حُرمتی نہ کرو اور نہ اُن لوگوں کی جو خانہ کعبہ کا قصد اپنے رب کے فضل اور رضا طلب کرنے کے لیے کرتے ہیں اور جب احرام کھولو، اُس وقت شکار کرسکتے ہو۔

حدیث ۱: صحیحین میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی، میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو احرام کے لیے احرام سے پہلے اور احرام کھولنے کے لیے طواف سے پہلے خوشبو لگاتی جس میں مُشک تھی، اُس کی چمک حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی مانگ میں اِحرام کی حالت میں گویا میں اب دیکھ رہی ہوں۔ (3)

---

(1) پ۲، البقرۃ: ۱۹۷۔

(2) پ۶، المآئدۃ: ۱-۲۔

(3) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب استحباب الطیب قبیل الاحرام فی البدن... إلخ، الحدیث: ۳۳۔ (۱۱۸۹)، ۴۵۔ (۱۱۹۰)، (۱۱۹۱)، ←

حدیث ۲: ابوداود زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احرام باندھنے کے لیے غسل فرمایا۔(4)

حدیث ۳: صحیح مسلم شریف میں ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہتے ہیں ہم حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ساتھ حج کو نکلے، اپنی آواز حج کے ساتھ خوب بلند کرتے۔(5)

ص ۶۰۷، ۶۰۹۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ یعنی جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حج یا عمرہ کے احرام کا ارادہ فرماتے تو میں خوشبو تیار رکھتی، آپ غسل فرما کر بغیر سلے کپڑے پہن کر خوشبو ملتے، پھر نفل پڑھ کر تلبیہ کہتے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ حجۃ الوداع میں بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں اور اس سے پہلے عمروں میں بھی تب ہی ماضی استمراری فرمارہی ہیں۔

۲۔ بقرعید کے دن حاجی جمرہ عقبہ کی رمی کرکے کچھ حلال ہوجاتا ہے، پھر طواف زیارت کرکے پورا حلال ہوجاتا ہے کہ اسے اپنی عورت سے صحبت بھی جائز ہوجاتی ہے، فرماتی ہیں کہ میں ناقص حل پر ہی خوشبو حضور کو لگادیتی تھی، اس کے بعد آپ زیارت کرتے تھے۔

۳۔ یعنی احرام باندھتے وقت جو خوشبو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم استعمال کرتے تھے وہ بعینہٖ آپ کی مانگ شریف میں بعد احرام بھی باقی رہتی تھی گویا میں تصور میں اب بھی اسے دیکھ رہی ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بحالت احرام خوشبو لگانا حرام ہے مگر احرام سے پہلے کی خوشبو کا بقا جائز ہے خواہ خوشبو کا جرم باقی رہے یا اثر، یہ ہی امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے اور یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے۔ امام مالک و شافعی کے ہاں پہلی خوشبو کا بقا بھی حرام ہے بلکہ اس میں بھی فدیہ واجب ہے یہ حدیث ان کے صراحۃً خلاف ہے، حضرت عبداللہ ابن عمر نے جو اس کے خلاف فرمایا تھا انہیں حضرت عائشہ کی یہ حدیث نہ پہنچی تھی، یہ حدیث سن کر انہوں نے اپنا فتویٰ واپس لے لیا تھا۔ (مرقات) لہذا امام شافعی رضی اللہ عنہ کا اس حدیث سے استدلال درست نہیں، مذہب حنفی بہت قوی ہے۔

۴۔ امام مالک کی دلیل وہ حدیث ہے جو بخاری، مسلم شریف میں ہے کہ ایک شخص خوشبو میں لتھڑا ہوا احرام باندھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور انور نے اس سے فرمایا کہ خوشبو دھو ڈال، اپنا جبہ اتار دے، پھر عمرہ کے ارکان ادا کر، وہ فرماتے ہیں کہ احرام میں خوشبو لگی رہنا، حضور انور کی خصوصیات سے ہے، ورنہ اس شخص کو خوشبو دھونے کا حکم کیوں دیتے مگر یہ استدلال کمزور ہے کیونکہ اس شخص نے بعد احرام خوشبو لگائی تھی۔ (ابن ہمام و مرقات) (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۱۵۵)

(4) جامع الترمذي، أبواب الحج، باب ماجاء في الاغتسال عند الاحرام، الحديث: ۸۳۱، ج ۲، ص ۲۲۸۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ یعنی آپ نے سلے کپڑے اتار دیئے اور غسل کرکے بغیر سلے کپڑے پہنے، پھر نفل پڑھ کر تلبیہ کہا۔ معلوم ہوا کہ احرام کے وقت غسل سنت ہے اگرچہ وضو بھی جائز ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۱۶۲)

(5) صحيح مسلم، كتاب الحج، باب جواز التمتع في الحج والقران، الحديث: ۴۷، ص ۶۵۴۔

حدیث ۴: ترمذی و ابن ماجہ و بیہقی سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان لبیک کہتا ہے تو دہنے بائیں جو پتھر یا درخت یا ڈھیلا ختم زمین تک ہے لبیک کہتا ہے۔ (6)

حدیث ۵ و ۶: ابن ماجہ و ابن خزیمہ و ابن حبان و حاکم زید بن خالد جہنی سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جبریل نے آکر مجھ سے یہ کہا کہ اپنے اصحاب کو حکم فرما دیجیے کہ لبیک میں اپنی آوازیں بلند کریں کہ یہ حج کا شعار ہے۔ (7) اسی کے مثل سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی۔

حدیث ۷: طبرانی اوسط میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ لبیک کہنے والا جب لبیک کہتا ہے تو اُسے بشارت دی جاتی ہے، عرض کی گئی جنت کی بشارت دی جاتی ہے؟ فرمایا: ہاں۔ (8)

حدیث ۸: امام احمد و ابن ماجہ جابر بن عبداللہ اور طبرانی و بیہقی عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: محرم جب آفتاب ڈوبنے تک لبیک کہتا ہے تو آفتاب ڈوبنے کے ساتھ اُس کے گناہ غائب ہوجاتے ہیں اور ایسا ہوجاتا ہے جیسا اُس دن کہ پیدا ہوا۔ (9)

حدیث ۹: ترمذی و ابن ماجہ و ابن خزیمہ امیر المومنین صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا، کہ حج کے افضل اعمال کیا ہیں؟ فرمایا: بلند آواز سے لبیک کہنا اور قربانی

---

(6) جامع الترمذي، أبواب الحج، باب ماجاء في فضل التلبية والنحر، الحديث: ۸۲۹، ج۲، ص۲۲۶۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ اس طرح کہ حاجی کے قریب کے درخت و پتھر اور کنکر تلبیہ کہتے ہیں۔ ان سے سن کر ان کے قریب کے کنکر پتھر وغیرہ ان سے سن کر ان کے قریب کے یہاں تک کہ ساری دنیا کے کنکر پتھر ڈھیلے تلبیہ کا شور مچاتے ہیں۔ یہ تلبیہ بزبان قال کہتے ہیں صرف زبان حال سے نہیں، اللہ نے پتھر لکڑیوں میں احساس بھی دیا ہے، گویائی بھی بخشی ہے جس سے وہ رب تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ بلکہ بزرگانِ دین نے ان کی تسبیح وغیرہ سنی بھی ہیں۔ (مرقات) مولانا فرماتے ہیں۔ شعر

نطق آب و نطق خاک و نطق گل — ہست محسوس حواس اہل دل

فلسفی کو منکر حنانہ است — از حواس اولیاء بیگانہ است

ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں کا تلبیہ سنتے تھے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۴، ص۱۶۵)

(7) سنن ابن ماجہ، أبواب المناسک، باب رفع الصوت بالتلبية، الحديث: ۲۹۲۳، ج۳، ص۴۲۳۔

(8) المعجم الاوسط، باب المیم، الحديث: ۷۷۷۹، ج۵، ص۴۱۰۔

(9) سنن ابن ماجہ، أبواب المناسک، باب الظلال للمحرم، الحديث: ۲۹۲۵، ج۳، ص۴۲۴۔

کرنا۔(10)

حدیث ۱۰: امام شافعی خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب لبیک سے فارغ ہوتے تو اللہ (عزوجل) سے اُس کی رضا اور جنت کا سوال کرتے اور دوزخ سے پناہ مانگتے۔(11)

حدیث ۱۱: ابوداود و ابن ماجہ اُم المومنین اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، کہتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ: جو مسجدِ اقصیٰ سے مسجد الحرام تک حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر آیا اُس کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے یا اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔(12)

---

(10) جامع الترمذي، ابواب الحج، باب ماجاء في فضل التلبية والنحر، الحديث: ۸۲۸، ج ۲، ص ۲۲۶.

(11) المسند للامام الشافعي، كتاب المناسك، ص ۳.

(12) سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب في المواقيت، الحديث: ۱۷۴۱، ج ۲، ص ۲۰۱.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اس طرح کہ پہلے بیت المقدس کی زیارت کرے، پھر وہاں سے حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ معظمہ حاضر ہو کر حج یا عمرہ کرے۔

۲۔ یہ شک راوی کا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مغفرت کا وعدہ فرمایا یا جنت کی عطاء کا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس قدر دور سے احرام بندھے گا اسی قدر زیادہ ثواب ملے گا۔ خیال رہے کہ اشھر حرم سے پہلے حج کا احرام باندھنا ہمارے ہاں مکروہ ہے۔ امام شافعی کے ہاں وہ احرام عمرہ کا ہو جائے گا یا بندھے گا ہی نہیں مگر میقات سے پہلے حج کا احرام باندھ لینا حتی کہ اپنے گھر سے ہی احرام باندھ کر نکلنا افضل ہے بشرطیکہ احرام کی پابندیاں پوری کر سکے اشھر حج یعنی حج کے مہینہ شوال، ذیقعدہ اور دس دن ذی الحجہ کے ہیں کل دو ماہ دس دن۔

۳۔ حاکم نے مستدرک میں عبداللہ ابن سلمہ مری سے روایت کیا۔ حضرت علی سے کسی نے اس آیت کے متعلق پوچھا "وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ" کہ حج و عمرہ کا پورا کرنا کیا ہے فرمایا یہ ہے کہ تم اپنے گھر سے احرام باندھ کر نکلو، مشکوۃ کی اس حدیث کو بیہقی وغیرہ نے بھی روایت کیا، امام نووی نے فرمایا کہ یہ حدیث قوی نہیں، دیگر محدثین نے فرمایا حسن ہے، غرضکہ یہ حدیث حسن لغیرہ ہے اور دونوں کلاموں میں تعارض نہیں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۴، ص ۱۴۷)

تلبیہ پڑھنے کا ثواب

حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو مُحرِم (یعنی احرام باندھنے والا) دن کی ابتداء سے غروبِ آفتاب تک تلبیہ پڑھتا ہے تو سورج غروب ہوتے وقت اس کے گناہوں کو ساتھ لے جاتا ہے اور وہ شخص گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسا اس دن تھا جس دن اسکی ماں نے اسے جنا تھا۔ (ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب الظلال للمحرم، رقم ۲۹۲۵، ج ۳، ص ۴۲۴)

امام طبرانی علیہ الرحمۃ نے حضرت سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی طرح کی ایک روایت نقل کی ہے۔ ←

....

✿✿✿✿✿

حضرتِ سیدنا زید بن خالد جُہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَرصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا، میرے پاس جبرئیل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو حکم دیجئے کہ تلبیہ پڑھتے وقت اپنی آوازوں کو بلند کیا کریں کیونکہ بلند آواز سے تلبیہ پڑھنا حج کے شعار میں سے ہے۔

(ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب رفع الصوت بالتلبیہ، رقم ۲۹۲۳، ج ۳، ص ۴۲۳)

اس روایت کو ابوداؤد نے اور ترمذی نے اسے صحیح قرار دیکر حضرتِ سیدنا خلاّد بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا۔ (جامع الترمذی، کتاب الحج، باب، ماجاء فی رفع الصوات بالتلبیۃ، رقم ۸۳۰، ج ۲، ص ۲۲۷)

حضرتِ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا، جو مسلمان اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے یا حج کرنے کیلئے تہلیل یا تلبیہ پڑھتے ہوئے چلے تو سورج اس کے گناہوں کو غروب ہوتے وقت ساتھ لے جاتا ہے اور وہ مسلمان گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے۔ (طبرانی اوسط، رقم ۶۱۶۵، ج ۴، ص ۳۳۷)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا، جو شخص بلند آواز کے ساتھ تلبیہ پڑھتا ہے سورج اس کے گناہوں کو ساتھ لے کر غروب ہوتا ہے۔

(شعب الایمان، باب فی المناسک فصل فی الاحرام والتلبیۃ، رقم ۴۰۲۹، ج ۳، ص ۴۴۹)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا، ''لبیک (یعنی تلبیہ) کہنے والا جب بلند آواز کے ساتھ لبیک کہتا ہے تو اسے بشارت دی جاتی ہے۔'' عرض کی گئی، ''جنت کی بشارت دی جاتی ہے؟'' فرمایا، ''ہاں۔'' (طبرانی اوسط، رقم ۷۷۷۹، ج ۵، ص ۴۱۱)

حضرتِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم کی بارگاہِ اقدس میں عرض کیا گیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے فرمایا، بلند آواز سے تلبیہ پڑھنا اور قربانی کرنا۔

(ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب رفع الصوت بالتلبیہ، رقم ۲۹۲۴، ج ۳، ص ۴۲۳)

احرام کے احکام

1- یہ تو پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ہندیوں کے لیے میقات (جہاں سے احرام باندھنے کا حکم ہے) کوہِ یلملم کی محاذات ہے۔ یہ جگہ کامران سے نکل کر سمندر میں آتی ہے، جب جدہ دو تین منزل رہ جاتا ہے جہاز والے اطلاع دیدیتے ہیں، پہلے سے احرام کا سامان طیار رکھیں (1)۔

---

(1) ہوائی جہاز والے کب احرام باندھیں؟

ہوائی جہاز سے کراچی تا جدہ شریف تقریباً چار گھنٹے کا سفر ہے اور دورانِ پرواز میقات کا پتا نہیں چلتا، لہٰذا کراچی والے اپنے گھر سے تیاری کر کے چلیں، اگر وقتِ مکروہ نہ ہو تو اِحرام کے نفل بھی گھر پر ہی پڑھ لیں اور اِحرام کی چادریں بھی گھر ہی سے پہن لیں، البتہ گھر سے اِحرام کی نیت نہ کریں، طیارہ میں نیت کر لیجئے گا کیونکہ نیت کرنے سے پابندیاں شروع ہو جائیں گی ہوسکتا ہے کہ کسی وجہ سے پرواز میں تاخیر ہو جائے، پھر ایئر پورٹ پر آپ خوشبودار پھولوں کے گجرے وغیرہ بھی تو نہیں پہن سکیں گے۔() اِس لئے آسانی اِسی میں ہے کہ آپ اِحرام کی چادروں میں ملبوس ہوائی اڈّہ پر تشریف لائیں یا روزمرہ کے لباس ہی میں آ جائیں۔ ایئر پورٹ پر بھی حمام ہ وُضُوخانہ اور جائے نماز کا اِہتمام ہوتا ہے۔ آپ یہیں اِحرام زیبِ تن فرما کر نوافل ادا کریں پھر اِحرام کی نیت کر لیں، مگر آسانی اِس میں ہے کہ جب آپ کا طیارہ فضا میں ہموار ہو جائے اس وقت نیت کریں۔ (نیت اور میقات وغیرہ کی تفصیل آگے آ رہی ہے)

اِحرام میں مُفید اِحتیاطیں

مدینہ(۱) مُحرِم کو چاہئے کہ اُوپر کی چادر دُرست کرنے میں یہ اِحتیاط رکھے کہ اپنے یا کسی دوسرے مُحرِم کے سَر یا چہرے پر نہ پڑے۔

مدینہ(۲) اکثر مُحرِم حضرات اِحرام کا تہبند ناف کے نیچے سے باندھتے ہیں اور پھر اُوپر کی چادر بے اِحتیاطی کی وجہ سے پیٹ پر سے سَرک جاتی ہے جس سے ناف کے نیچے کا کچھ حصّہ سب کے سامنے ظاہر ہوتا رہتا ہے اور وہ اس کی پرواہ نہیں کرتے، اِسی طرح بعض مُحرِم چلتے یا بیٹھتے وَقت اِحتیاط نہیں کرتے جس کی وجہ سے بسا اَوقات اُن کی ران وغیرہ دوسروں پر ظاہر ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اِس مسئلہ کو یاد رکھیں کہ ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنوں سمیت جسم کا سارا حصّہ مرد کا ستر ہے اور اِس میں سے تھوڑا سا حصّہ بھی دوسروں کے آگے کھولنا حرام ہے اور کسی کے اُس کھلے ہوئے حصّے کو دیکھنا بھی حرام۔

نوٹ: یہ ستر کے مسائل صِرف اِحرام کے ساتھ مخصوص نہیں۔ اِحرام کے علاوہ بھی دوسروں کے آگے اپنا ستر کھولنا یا دوسروں کے ستر کی طرف نظر کرنا حرام ہے۔

ضروری تنبیہ

جو باتیں اِحرام میں ناجائز ہیں اگر وہ کسی مجبوری کے سبب یا بھولے سے سَرزَد ہو جائیں تو گناہ نہیں مگر اُن پر جو جُرمانہ مقرّر ہے ←

2- جب وہ جگہ قریب آئے، مسواک کریں اور وضو کریں اور خوب مَل کر نہائیں، نہ نہا سکیں تو صرف وضو کریں یہاں تک کہ حیض ونفاس والی اور بچے بھی نہائیں اور باطہارت احرام باندھیں یہاں تک کہ اگر غسل کیا پھر بے وضو

وہ بہر حال ادا کرنا ہوگا یہ باتیں چاہے سوتے میں سرزد ہوں یا جبراً کوئی کروائے ہر صورت میں جُرمانہ ہے۔

جدّہ تا مکہ مُعظّمہ

جدّہ شریف کے ہَوائی اَڈّہ پر پہنچ کر اپنا دستی سامان لئے لبّیک پڑھتے ہوئے دھڑکتے دل سے ہوائی جہاز سے اُتریئے اور کسٹم شیڈ سے مُتّصل کاؤنٹر پر اپنا پاسپورٹ اور ہیلتھ سرٹیفکیٹ چیک کروا کر شیڈ میں جمع شدہ سامان میں سے اپنا سامان شناخت کر کے علیحدہ کرلیں، کسٹم کروانے کے بعد مع سامان اپنے مُعلّم کی بس میں لبّیک پڑھتے ہوئے مَکّۂ مُعظّمہ کی طرف روانہ ہوجائیں۔ یاد رکھیے! سفر پھر سفر ہے کئی قسم کی پریشانیاں درپیش آسکتی ہیں۔ بس وغیرہ کا بھی اِنتظار کرنا پڑتا ہے۔ ہر موقع پر صَبر و رضا کا پیکر بن کر رہیں۔ فُضول شور و غُل کرنے سے مسائل حل ہونے کے بجائے مزید اُلجھنے کا خطرہ رہتا ہے اور صَبر کا ثواب بھی برباد ہوجاتا ہے۔

سفر کے تیس مدنی پھول

مدینہ(۱) چلتے وَقت عزیزوں، دوستوں سے قُصور مُعاف کروائیں اور جن سے مُعافی طلب کی جائے اُن پر لازم ہے کہ دل سے مُعاف کردیں۔ حدیثِ مُبارک میں ہے کہ جس کے پاس اُس کا (اسلامی) بھائی معذرت لائے، واجب ہے کہ قبول کرلے (یعنی مُعاف کردے) ورنہ حوضِ کوثر پر آنا نہ ملے گا۔ (اَنوارُ البِشارۃ)

مدینہ(۲) والدین سے اِجازت لے لیں، حج اگر فرض ہوچکا ہے تو والدین کی اِجازت نہ بھی ہو تب بھی جانا ہوگا، ہاں عُمرہ یا نَفلی حج کے لئے والدین سے اِجازت لئے بغیر سفر نہ کریں۔ یہ بات غَلَط مشہور ہے کہ جب تک والدین نے حج نہیں کیا اولاد بھی حج نہیں کرسکتی۔

مدینہ(۳) کسی کی اَمانت پاس ہو یا قرضہ ہو تو لوٹا دیں، جن کے مال ناحق لئے ہوں واپس کردیں یا مُعاف کروالیں، پتا نہ چلے تو اُتنا مال فُقَراء کو دے دیں۔

مدینہ(٤) نماز، روزہ، زکوٰۃ، جتنی عبادات ذِمّے ہوں ادا کریں اور تاخیر کے گناہ کی توبہ بھی کریں۔ اِس سفرِ مُبارک کا مقصد صِرف اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اُس کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خوشنودی ہو۔

مدینہ(٥) حاجی کو چاہیے کہ توشہ مالِ حلال سے لے ورنہ حج قبول ہونے کی اُمید نہیں اگرچہ فرض اُتر جائے گا۔

مدینہ(٦) حاجت سے زائد توشہ لیں اور اپنے رفیقوں اور فقیروں پر تصدُّق کرتے چلیں یہ حجِ مبرور کی نشانی ہے۔ (اَنوارُ البِشارۃ)

مدینہ(٧) کرائے کی گاڑی پر جو کچھ سامان بار کرنا ہو، پہلے سے دِکھادیں اور اس سے زائد بغیر اِجازتِ مالک گاڑی میں نہ رکھیں۔ (ایضاً)

حکایت

سیِّدُنا عبداللہ بن مبارک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو سفر پر روانہ ہوتے وَقت کسی نے دوسرے کو پہنچانے کے لئے خط پیش کیا، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: سَواری والے سے اِجازت لے لو کیونکہ میں نے اُس کو سارا سامان دکھادیا ہے اور یہ خط زائد شے ہے۔ ←

ہو گیا اور احرام باندھ کر وضو کیا تو فضیلت کا ثواب نہیں اور پانی ضرر کرے تو اُس کی جگہ تیمم نہیں، ہاں اگر نمازِ احرام کے لیے تیمم کرے تو ہو سکتا ہے۔

مدینہ(۸) حدیثِ پاک میں ہے کہ جب تین آدمی سفر کو جائیں تو اپنے میں سے ایک کو اَمیر بنالیں۔ اس سے کاموں میں انتظام رہتا ہے۔

مدینہ(۹) اَمیر اُسے بنائیں جو خوش اَخلاق اور سُنّتوں کا پابند ہو۔

مدینہ(۱۰) اَمیر کو چاہیے کہ ہمسفر اِسلامی بھائیوں کی خدمت کرے اور اُن کے آرام کا پورا خیال رکھے۔

مدینہ(۱۱) جب سفر پر جانے لگیں تو اِس طرح رُخصت ہوں جیسے دُنیا سے رُخصت ہوتے ہوں۔

مدینہ(۱۲) وَقتِ رُخصت سب سے دُعائیں لیں کہ برکتیں حاصل ہوں گی۔

مدینہ(۱۳) کوئی اِسلامی بہن اپنے شوہر یا قابلِ اِطمینان مَحرم (یعنی جس کے ساتھ ہمیشہ کے لئے نِکاح حرام ہو) کے بغیر ہرگز سفر نہ کرے، ورنہ جب تک گھر لوٹ کر آئے گی قدم قدم پر گناہ لکھا جائے گا۔ (یہ حکم صِرف سفرِ حج کے لئے ہی نہیں، ہر سفر کے لئے ہے)

مدینہ(۱٤) لباسِ سفر پہن کر اگر وَقتِ مکروہ نہ ہو تو گھر میں چار رَکعت نَفل اَلْحَمْد و قُل سے پڑھ کر باہر نکلیں۔ وہ رَکعتیں واپسی تک اہل و مال کی نگہبانی کریں گی۔

مدینہ(۱۵) گھر سے نکلتے وقت اٰیَۃُ الْکُرْسِی اور قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْکٰفِرُوْن سے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاس تک تَبَّتْ کے سوا پانچ سُورتیں، سب بِسْمِ الله کے ساتھ پڑھیں، آخر میں بھی بِسْمِ الله شریف پڑھیں۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ راستہ بھر آرام رہے گا۔

مدینہ(۱٦) مکروہ وقت نہ ہو تو اپنی مسجد میں دو رَکعت نَفل ادا کریں۔

مدینہ(۱۷) ریل یا بس وغیرہ میں بِسْمِ الله اَللّٰهُ اَکْبَرْ، اَلْحَمْدُ لِلّٰه اور سُبْحٰنَ الله سب تین تین بار، لَآ اِلٰهَ اِلَّا الله ایک بار، پھر یہ قُرآنی دُعا پڑھیں اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ سواری ہر قسم کے حادِثے سے محفوظ رہے گی۔ دُعا یہ ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ﴿۱۳﴾ وَاِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ (پ ۲۵ زخرف ۱۳۔۱٤)

پاکی ہے اُسے جس نے اِس سواری کو ہمارے بس میں کر دیا اور یہ ہمارے بُوتے (یعنی طاقت) کی نہ تھی اور بے شک ہمیں اپنے رب (عزوجل) کی طرف پلٹنا ہے۔ (کنزالایمان)

مدینہ(۱۸) جب بحری جہاز میں سوار ہوں تو یہ قُرآنی دُعا پڑھیں تو ڈوبنے سے اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ محفوظ رہیں گے۔ دُعا یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۴۱﴾ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۶۷﴾

الله (عَزَّوَجَلَّ) کے نام پر اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا بیشک میرا رب (عَزَّوَجَلَّ) ضرور بخشنے والا مہربان ہے اور انہوں نے الله (عَزَّوَجَلَّ) کی قدر نہ کی جیسا کہ اس کا حق تھا اور وہ قیامت کے دن سب زمینوں کو سمیٹ دے گا اور اس کی قدرت سے سب آسمان لپیٹ دیئے جائیں گے اور ان کے شرک سے پاک اور برتر ہے۔ (کنزالایمان)

3- مرد چاہیں تو سر مونڈا لیں کہ احرام میں بالوں کی حفاظت سے نجات ملے گی ورنہ کنگھا کر کے خوشبودار تیل ڈالیں۔

4- غسل سے پہلے ناخن کتریں، خط بنوائیں، موئے بغل و زیرِ ناف دُور کریں بلکہ پیچھے کے بھی کہ ڈھیلا لیتے وقت بالوں کے ٹوٹنے اُکھڑنے کا قصہ نہ رہے۔

5- بدن اور کپڑوں پر خوشبو لگائیں کہ سنت ہے، اگر خوشبو ایسی ہے کہ اُس کا جرم (یعنی تہ) باقی رہے گا جیسے مشک وغیرہ تو کپڑوں میں نہ لگائیں۔

(اس دُعا میں پہلی آیت سورۂ ہُود کی ہے جب کہ دوسری آیت سورۂ زُمر کی ہے)

مدینہ(۱۹) جب کسی منزل پر اُتریں تو دو رَکعت نفل پڑھیں (اگر وقتِ مکروہ نہ ہو تو) کہ سنت ہے۔

مدینہ(۲۰) منزل پر اُتریں تو وقتاً فوقتاً یہ دُعا پڑھیں۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر نقصان سے بچیں گے۔ دُعا یہ ہے:

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ

ترجمہ: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کلمات تامہ کی پناہ مانگتا ہوں

اُس شر سے جسے اُس نے پیدا کیا۔

مدینہ(۲۱) یَا صَمَدُ ۱۳۴ بار روزانہ پڑھیں بھوک اور پیاس سے امن رہے گا۔

مدینہ(۲۲) جب دُشمن کا خوف ہو سورۂ لِاِیْلٰف پڑھ لیں۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر بلا سے اَمان ملے گی۔

مدینہ(۲۳) دَورانِ سفر ذِکر و دُرود کی کثرت کریں فرِشتہ ساتھ رہے گا فُضُول باتیں یا گانے باجے کا سلسلہ رہا تو شیطان ساتھ رہے گا۔

مدینہ(۲۴) سفر میں اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا سے غافل نہ رہیں کہ مسافر کی دُعا قبول ہوتی ہے۔

مدینہ(۲۵) جب کسی مشکل میں مدد کی ضرورت پڑے تو حدیثِ پاک میں ہے کہ اِس طرح تین بار پکاریں:

اَعِيْنُوْنِيْ يَا عِبَادَ اللّٰه

یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندو! میری مدد کرو۔ (حِصنِ حَصین)

مدینہ(۲۶) بَدؤوں بلکہ تمام عَربوں سے بے حدنَرمی کا برتاؤ کریں، اگر وہ سختی بھی کریں تو آپ اَدَباً برداشت کرلیں کہ جو اَہلِ عَرب کی سختیوں پر صَبر کرے گا، اُس کی ہمارے پیارے آقا مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم شفاعت فرمائیں گے۔ اَہلِ مکّہ و مدینہ بلکہ تمام اَہلِ عَرب کے اَفعال پر اِعتِراض نہ کریں بلکہ دِل میں بھی کدُورت نہ لائیں، اِس میں دونوں جہاں کی سَعادت ہے۔ ہاں! اگر کسی میں عقیدے کی خَرابی ہے تو بے شک اُس سے نفرت اور سخت نفرت کریں۔

مدینہ(۲۷) سفر سے واپسی میں بھی گزشتہ آدابِ سفر کو مَلحُوظِ خاطر رکھیں۔

مدینہ(۲۸) وطن پہنچ کر سب سے پہلے اپنی مسجد میں مکروہ وَقت نہ ہو تو دو رَکعت نفل ادا کریں۔

مدینہ(۲۹) دو رَکعت گھر آکر بھی (مکروہ وقت نہ ہو تو) ادا کریں۔

مدینہ(۳۰) پھر سب سے پُرتپاک طریقے سے ملاقات کریں۔

6- مرد سلے کپڑے اور موزے اُتار دیں ایک چادر نئی یا دُھلی اوڑھیں (1A) اور ایسا ہی ایک تہبند باندھیں یہ کپڑے سفید اور نئے بہتر ہیں اور اگر ایک ہی کپڑا پہنا جس سے سارا ستر چھپ گیا جب بھی جائز ہے۔ بعض عوام یہ کرتے ہیں کہ اسی وقت سے چادر داہنی بغل کے نیچے کرکے دونوں پلو بائیں مونڈھے پر ڈال دیتے ہیں یہ خلافِ سنت ہے، بلکہ سنت یہ ہے کہ اس طرح چادر اوڑھنا طواف کے وقت ہے اور طواف کے علاوہ باقی وقتوں میں عادت کے موافق چادر اوڑھی جائے یعنی دونوں مونڈھے اور پیٹھ اور سینہ سب چھپا رہے۔

7- جب وہ جگہ آئے اور وقت مکروہ نہ ہو تو دو رکعت بہ نیت احرام پڑھیں، پہلی میں فاتحہ کے بعد قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ دوسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھے۔

8- حج تین طرح کا ہوتا ہے ایک یہ کہ نرا حج کرے، اُسے افراد کہتے ہیں اور حاجی کو مُفرِد۔ اس میں بعد سلام یوں کہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْهُ لِیْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ نَوَیْتُ الْحَجَّ وَاَحْرَمْتُ بِهٖ مُخْلِصًا لِلّٰهِ تَعَالٰی. (1B)

دوسرا یہ کہ یہاں سے نرے عمرے کی نیت کرے، مکہ معظمہ میں حج کا احرام باندھے اسے تمتع کہتے ہیں اور حاجی کو متمتع۔ اس میں یہاں بعد سلام یوں کہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَةَ فَیَسِّرْهَا لِیْ وَتَقَبَّلْهَا مِنِّیْ نَوَیْتُ الْعُمْرَةَ وَاَحْرَمْتُ بِهَا مُخْلِصًا لِلّٰهِ تَعَالٰی.

تیسرا یہ کہ حج و عمرہ دونوں کی یہیں سے نیت کرے اور یہ سب سے افضل ہے اسے قِران کہتے ہیں اور حاجی کو قارِن۔ اس میں بعد سلام یوں کہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَةَ وَالْحَجَّ فَیَسِّرْهُمَا لِیْ وَتَقَبَّلْهُمَا مِنِّیْ نَوَیْتُ الْعُمْرَةَ وَالْحَجَّ وَاَحْرَمْتُ بِهِمَا مُخْلِصًا لِلّٰهِ تَعَالٰی.

اور تینوں صورتوں میں اس نیت کے بعد لبیک بآواز کہے لبیک یہ ہے:

(1A) فتاویٰ عالمگیری کتاب المناسک میں ہے:

وَیَلْبَسُ ثَوْبَیْنِ إِزَارًا وَرِدَاءً جَدِیْدَیْنِ أَوْ غَسِیْلَیْنِ، وَالْجَدِیْدُ أَفْضَلُ، كَذَا فِیْ فَتَاوٰی قَاضِیْ خَانْ

(فتاویٰ عالمگیری کتاب المناسک، الباب الثالث فی الاحرام)

(1B) ترجمہ: اے اللہ (عزوجل)! میں حج کا ارادہ کرتا ہوں اُسے تو میرے لیے میسر کر اور اُسے مجھ سے قبول کر، میں نے حج کی نیت کی اور خاص اللہ (عزوجل) کے لیے میں نے احرام باندھا (بعد والی دونوں نیتوں کا بھی ترجمہ یہی ہے۔ اتنا فرق ہے کہ حج کی جگہ دوسری میں عمرہ ہے اور تیسری میں حج و عمرہ دونوں)۔

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ(2)

جہاں جہاں وقف کی علامتیں بنی ہیں وہاں وقف کرے۔ لبیک تین بار کہے اور درود شریف پڑھے پھر دعا مانگے۔ ایک دعا یہاں پر یہ منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَضَبِكَ وَالنَّارِ. (3)

اور یہ دعا بھی بزرگوں سے منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ اَحْرَمَ لَكَ شَعْرِیْ وَبَشَرِیْ وَعَظْمِیْ وَدَمِیْ مِنَ النِّسَآءِ وَالطِّيْبِ وَكُلِّ شَیْءٍ حَرَّمْتَهٗ عَلَى الْمُحْرِمِ اَبْتَغِیْ بِذَالِكَ وَجْهَكَ الْكَرِيْمَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهٗ بِيَدَيْكَ وَالرَّغْبَاءُ اِلَيْكَ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ لَبَّيْكَ ذَا النَّعْمَآءِ وَالْفَضْلِ الْحَسَنِ لَبَّيْكَ مَرْغُوْبًا وَّمَرْهُوْبًا اِلَيْكَ لَبَّيْكَ اِلٰهَ الْخَلْقِ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ حَقًّا حَقًّا تَعَبُّدًا وَّرِقًّا لَبَّيْكَ عَدَدَ التُّرَابِ وَالْحَصٰى لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ ذَا الْمَعَارِجِ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ مِنْ عَبْدٍ اَبَقَ اِلَيْكَ. لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ فَرَّاجَ الْكُرُوْبِ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ اَنَا عَبْدُكَ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ غَفَّارَ الذُّنُوْبِ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰى اَدَآءِ فَرْضِ الْحَجِّ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لَكَ وَاٰمَنُوْا بِوَعْدِكَ وَاتَّبَعُوْا اَمْرَكَ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّفْدِكَ الَّذِيْنَ رَضِيْتَ عَنْهُمْ وَاَرْضَيْتَهُمْ وَقَبِلْتَهُمْ. (4)

---

(2) ترجمہ: میں تیرے پاس حاضر ہوا، اے اللہ (عزوجل)! میں تیرے حضور حاضر ہوا، تیرے حضور حاضر ہوا، تیرا کوئی شریک نہیں میں تیرے حضور حاضر ہوا بیشک تعریف اور نعمت اور ملک تیرے ہی لیے ہے تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔

(3) ترجمہ: اے اللہ (عزوجل)! میں تیری رضا اور جنت کا سائل ہوں اور تیرے غضب اور جہنم سے تیری ہی پناہ مانگتا ہوں۔

(4) ترجمہ: اے اللہ (عزوجل)! تیرے لیے احرام باندھا، میرے بال اور بشرہ نے اور میری ہڈی اور میرے خون نے عورتوں اور خوشبو سے اور ہر اس چیز سے جس کو تو نے محرم پر حرام کیا اس سے میں تیرے وجہ کریم کا طالب ہوں، میں تیرے حضور حاضر ہوا اور کل خیر تیرے ہاتھ میں ہے اور رغبت وعمل صالح تیری طرف ہے، میں تیرے حضور حاضر ہوا اے نعمت اور اچھے فضل والے! میں تیرے حضور حاضر ہوا تیری طرف رغبت کرتا ہوا اور ڈرتا ہوا، تیرے حضور حاضر ہوا اے مخلوق کے معبود! بار بار حاضر ہوں حق سمجھ کر عبادت اور بندگی جان کر خاک اور کنکریوں کی گنتی کے موافق، لبیک بار بار حاضر ہوں اے بلندیوں والے! بار بار حاضری ہے بھاگے ہوئے غلام کی تیرے حضور، لبیک لبیک اے سختیوں کے دُور کرنے والے! لبیک لبیک میں تیرا بندہ ہوں۔ لبیک لبیک اے گناہوں کے بخشنے والے! لبیک اے اللہ (عزوجل) حج فرض کے ادا کرنے پر میری مدد کر اور اس کو میری طرف سے قبول کر اور مجھ کو ان لوگوں میں کر جنھوں نے تیری بات قبول کی اور تیرے وعدہ پر ایمان لائے اور تیرے امر کا اتباع کیا اور مجھ کو اپنے اس وفد میں کردے جن سے تو راضی ہے اور جن کو تو نے راضی کیا اور جن کو تو نے مقبول بنایا۔

اور لبیک کی کثرت کریں، جب شروع کریں تین بار کہیں۔

مسئلہ ۱: لبیک کے الفاظ جو مذکور ہوئے اُن میں کمی نہ کی جائے، زیادہ کرسکتے ہیں بلکہ بہتر ہے مگر زیادتی آخر میں ہو درمیان میں نہ ہو۔ (5)

مسئلہ ۲: جو شخص بلند آواز سے لبیک کہہ رہا ہے تو اُس کو اس حالت میں سلام نہ کیا جائے کہ مکروہ ہے اور اگر کرلیا تو ختم کرکے جواب دے، ہاں اگر جانتا ہو کہ ختم کرنے کے بعد جواب کا موقع نہ ملے گا تو اس وقت جواب دے سکتا ہے۔ (6)

مسئلہ ۳: احرام کے لیے ایک مرتبہ زبان سے لبیک کہنا ضروری ہے اور اگر اس کی جگہ سُبْحٰنَ اللہِ، یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ یا کوئی اور ذکرِ الٰہی کیا اور احرام کی نیت کی تو احرام ہوگیا مگر سنت لبیک کہنا ہے۔ (7) گونگا ہو تو اُسے چاہیے کہ ہونٹ کو جنبش دے۔

مسئلہ ۴: احرام کے لیے نیت شرط ہے اگر بغیر نیت لبیک کہا احرام نہ ہوا۔ یوہیں تنہا نیت بھی کافی نہیں جب تک لبیک یا اس کے قائم مقام کوئی اور چیز نہ ہو۔ (8)

مسئلہ ۵: احرام کے وقت لبیک کہے تو اس کے ساتھ ہی نیت بھی ہو یہ بارہا معلوم ہوچکا ہے کہ نیت دل کے ارادہ کو کہتے ہیں۔ دل میں ارادہ نہ ہو تو احرام ہی نہ ہوا اور بہتر یہ کہ زبان سے بھی کہے، مثلاً قِران میں لَبَّیْكَ بِالْعُمْرَةِ وَالْحَجِّ اور تمتع میں لَبَّیْكَ بِالْعُمْرَةِ اور اِفراد میں لَبَّیْكَ بِالْحَجِّ کہے۔ (9)

---

(5) الجوهرة النيرة، كتاب الحج، ص۱۹۵.

(6) اگر کوئی شخص احرام کی حالت میں بلند آواز کے ساتھ تلبیہ پڑھ رہا ہو تو اسے سلام کرنا مکروہ ہے، اگر اس شخص کو سلام کیا جائے تو وہ تلبیہ ختم کرکے سلام کا جواب دے، اور اگر معلوم ہوجائے کہ تلبیہ ختم کرنے تک سلام کرنے والا گزر جائے گا تو ایسی صورت میں اسی وقت جواب دیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ مناسک ملا علی قاری میں ہے:

(ولورد السلام فی خلالها جاز)يعني وجاز ان لايرد في خلالها ؛ بل يؤخره حتى يرده بعد فراغها ان لم يفته الجواب بالتاخير عنها.(ويكره لغيره ان يسلم عليه)اى حال تلبيته جهرا.

(المسلك المتقسط في المنسك المتوسط على لباب المناسك، فصل وشرط التلبية ان تكون باللسان، ص114)

(7) الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب الثالث في الاحرام، ج۱، ص۲۲۲، وغيره.

(8) الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب الثالث في الاحرام، ج۱، ص۲۲۲.

(9) الدرالمختار وردالمحتار، كتاب الحج، فصل في الاحرام، ج۳، ص۵۶۰.

مسئلہ ۶: دوسرے کی طرف سے حج کو گیا تو اُس کی طرف سے حج کرنے کی نیت کرے اور بہتر یہ کہ لبیک میں یوں کہے لَبَّیْكَ عَنْ فُلَانٍ یعنی فلاں کی جگہ اُس کا نام لے اور اگر نام نہ لیا مگر دل میں ارادہ ہے جب بھی حرج نہیں۔(10)

مسئلہ ۷: سونے والے یا مریض یا بیہوش کی طرف سے کسی اور نے احرام باندھا تو وہ مُحرم ہوگیا جس کی طرف سے احرام باندھا گیا مُحرِم کے احکام اس پر جاری ہوں گے، کسی ممنوع کا ارتکاب کیا تو کفارہ وغیرہ اسی پر لازم آئے گا، اس پر نہیں جس نے اس کی طرف سے احرام باندھ دیا اور احرام باندھنے والا خود بھی مُحرِم ہے اور جرم کیا تو ایک ہی جزا واجب ہوگی دو نہیں کہ اس کا ایک ہی احرام ہے۔ مریض اور سونے والے کی طرف سے احرام باندھنے میں یہ ضرور ہے کہ احرام باندھنے کا انھوں نے حکم دیا ہو اور بیہوش میں اس کی ضرورت نہیں۔(11)

مسئلہ ۸: تمام افعالِ حج ادا کرنے تک بے ہوش رہا اور احرام کے وقت ہوش میں تھا اور اپنے آپ احرام باندھا تھا تو اُس کے ساتھ والے تمام مقامات میں لے جائیں اور اگر احرام کے وقت بھی بے ہوش تھا انھیں لوگوں نے احرام باندھ دیا تھا تو لے جانا بہتر ہے ضرور نہیں۔(12)

مسئلہ ۹: احرام کے بعد مجنون ہوا تو حج صحیح ہے اور جرم کریگا تو جزا لازم۔(13)

مسئلہ ۱۰: ناسمجھ بچہ نے خود احرام باندھا یا افعالِ حج ادا کیے تو حج نہ ہوا بلکہ اس کا ولی اُس کی طرف سے بجالائے مگر طواف کے بعد کی دو رکعتیں کہ بچہ کی طرف سے ولی نہ پڑھے گا، اس کے ساتھ باپ اور بھائی دونوں ہوں تو باپ ارکان ادا کرے سمجھ وال بچہ خود افعالِ حج ادا کرے، رمی وغیرہ بعض باتیں چھوڑ دیں تو ان پر کفارہ وغیرہ لازم نہیں۔ یوہیں ناسمجھ بچہ کی طرف سے اس کے ولی نے احرام باندھا اور بچہ نے کوئی ممنوع کام کیا تو باپ پر بھی کچھ لازم نہیں۔(14)

مسئلہ ۱۱: بچہ کی طرف سے احرام باندھا تو اُس کے سلے ہوئے کپڑے اُتار لینے چاہیے، چادر اور تہبند پہنائیں

---

(10) المسلک المتقسط، (باب الاحرام)، ص۱۰۱۔

(11) ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب في مضاعفة الصلاة بمكة ج ۳، ص ۶۲۶۔

(12) الدرالمختار، وردالمحتار، کتاب الحج، مطلب في مضاعفة الصلاة بمكة ج ۳، ص ۶۲۶۔

(13) ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب في مضاعفة الصلاة بمكة ج ۳، ص ۶۲۸۔

(14) المرجع السابق، والفتاوی الهندیة، کتاب المناسک، فصل في المتفرقات، ج ۱، ص ۲۳۶۔
والمسلک المتقسط، (باب الاحرام، فصل في احرام الصبي)، ص ۱۰۱۔

اور اُن تمام باتوں سے بچائیں جو مُحرِم کے لیے ناجائز ہیں اور حج کو فاسد کر دیا تو قضا واجب نہیں اگرچہ وہ بچہ سمجھ وال ہو۔(15)

مسئلہ ۱۲: لبیک کہتے وقت نیت قِران کی ہے تو قِران ہے اور اِفراد کی ہے تو اِفراد، اگرچہ زبان سے نہ کہا ہو۔ حج کے ارادہ سے گیا اور احرام کے وقت نیت حاضر نہ رہی تو حج ہے اور اگر نیت کچھ نہ تھی تو جب تک طواف نہ کیا ہو اُسے اختیار ہے حج کا احرام قرار دے یا عمرے کا اور طواف کا ایک پھیرا بھی کر چکا تو یہ احرام عمرہ کا ہوگیا۔ یوہیں طواف سے پہلے جماع کیا یا روک دیا گیا (جس کو احصار کہتے ہیں) تو عمرہ قرار دیا جائے یعنی قضا میں عمرہ کرنا کافی ہے۔(16)

مسئلہ ۱۳: جس نے حجۃ الاسلام نہ کیا ہو اور حج کا احرام باندھا، فرض و نفل کی نیت نہ کی تو حجۃ الاسلام ادا ہوگیا۔(17)

مسئلہ ۱۴: دو حج کا احرام باندھا تو دو حج واجب ہوگئے اور دو عمرے کا تو دو عمرے۔ احرام باندھا اور حج یا عمرہ کسی خاص کو معین نہ کیا پھر حج کا احرام باندھا تو پہلا عمرہ ہے اور دوسرا عمرہ کا باندھا تو پہلا حج ہے اور اگر دوسرے احرام میں بھی کچھ نیت نہ کی تو قِران ہے۔(18)

مسئلہ ۱۵: لبیک میں حج کہا اور نیت عمرہ کی ہے یا عمرہ کہا اور نیت حج کی ہے، تو جو نیت ہے وہ ہے لفظ کا اعتبار نہیں اور لبیک میں حج کہا اور نیت دونوں کی ہے تو قِران ہے۔(19)

مسئلہ ۱۶: احرام باندھا اور یاد نہیں کہ کس کا باندھا تھا تو دونوں واجب ہیں یعنی قِران کے افعال بجالائے کہ پہلے عمرہ کرے پھر حج مگر قِران کی قربانی اس کے ذمہ نہیں۔ اگر دو چیزوں کا احرام باندھا اور یاد نہیں کہ دونوں حج ہیں یا عمرے یا حج و عمرہ تو قِران ہے اور قربانی واجب۔ حج کا احرام باندھا اور یہ نیت نہیں کہ کس سال کریگا تو اس سال کا مراد لیا جائے گا۔(20)

مسئلہ ۱۷: منت و نفل یا فرض و نفل کا احرام باندھا تو نفل ہے۔(21)

---

(15) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، فصل في المتفرقات، ج۱، ص۲۳۶.

(16) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثالث في الاحرام، ومما يتصل بذلك مسائل، ج۱، ص۲۲۳.

(17) المرجع السابق۔

(18) المرجع السابق۔

(19) المرجع السابق۔

(20) المرجع السابق۔

(21) المرجع السابق۔

مسئلہ ۱۸: اگر یہ نیت کی کہ فلاں نے جس کا احرام باندھا اُسی چیز کا میرا احرام ہے اور بعد میں معلوم ہوگیا کہ اُس نے کس چیز کا احرام باندھا ہے تو اُس کا بھی وہی ہے اور معلوم نہ ہوا تو طواف کے پہلے پھیرے سے پیشتر جو چاہے معین کرلے اور طواف کا ایک پھیرا کرلیا تو عمرہ کا ہوگیا۔ یوہیں طواف سے پہلے جماع کیا یا روک دیا گیا یا وقوفِ عرفہ کا وقت نہ ملا تو عمرہ کا ہے۔(22)

مسئلہ ۱۹: حج بدل یا منت یا نفل کی نیت کی تو جو نیت کی وہی ہے اگرچہ اُس نے اب تک حج فرض نہ کیا ہو اور اگر ایک ہی حج میں فرض و نفل دونوں کی نیت کی تو فرض ادا ہوگا اور اگر یہ گمان کرکے احرام باندھا کہ یہ حج مجھ پر لازم ہے یعنی فرض ہے یا منت، بعد کو ظاہر ہوا کہ لازم نہ تھا تو اس حج کو پورا کرنا ضروری ہوگیا۔ فاسد کریگا تو قضا لازم ہوگی، بخلاف نماز کہ فرض سمجھ کر شروع کی تھی بعد کو معلوم ہوا کہ فرض پڑھ چکا ہے تو پوری کرنا ضرور نہیں فاسد کریگا تو قضا نہیں۔(23)

مسئلہ ۲۰: لبیک کہنے کے علاوہ ایک دوسری صورت بھی احرام کی ہے اگرچہ لبیک نہ کہنا بُرا ہے کہ ترک سنت ہے وہ یہ کہ بَدَنہ (یعنی اُونٹ یا گائے) کے گلے میں ہار ڈال کر حج یا عمرہ یا دونوں یا دونوں میں ایک غیر معین کے ارادے سے ہانکتا ہوا لے چلا تو محرم ہوگیا اگرچہ لبیک نہ کہے، خواہ وہ بَدَنہ نفل کا ہو یا نذر کا یا شکار کا بدلہ یا کچھ اور۔ اگر دوسرے کے ہاتھ بَدَنہ بھیجا پھر خود گیا تو جب تک راستہ میں اُسے پا نہ لے مُحرِم نہ ہوگا، لہٰذا اگر میقات تک نہ پایا تو لبیک کے ساتھ احرام باندھنا ضرور ہے۔ ہاں اگر تمتع یا قِران کا جانور ہے تو پالینا شرط نہیں مگر اس میں یہ ضرور ہے کہ حج کے مہینوں میں تمتع یا قِران کا بَدَنہ بھیجا ہو اور انھیں مہینوں میں خود بھی چلا ہو پیشتر سے بھیجنا کام نہ دے گا اور اگر بکری کو ہار پہنا کر بھیجا یا لے چلا یا اونٹ گائے کو ہار نہ پہنایا بلکہ نشانی کے لیے کوہان چیر دیا یا جھول اڑھا دیا تو مُحرِم نہ ہوا۔(24)

مسئلہ ۲۱: چند شخص بَدَنہ میں شریک ہیں، اُسے لیے جاتے ہیں سب کے حکم سے ایک نے اُسے ہار پہنایا، سب مُحرِم ہوگئے اور بغیر اُن کے حکم کے اُس نے پہنایا تو یہ مُحرِم ہوا وہ نہ ہوئے۔(25)

مسئلہ ۲۲: ہار پہنانے کے معنی یہ ہیں کہ اُون یا بال کی رسّی میں کوئی چیز باندھ کر اُس کے گلے میں لٹکا دیں کہ

(22) المسلک المتقسط، (باب الاحرام)، ص۱۰۷۔

(23) المرجع السابق۔

(24) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثالث فی الاحرام، ومما یتصل بذالک مسائل، ج۱، ص۲۲۲۔

والدرالمختار، کتاب الحج، فصل فی الاحرام، ج۳، ص۵۶۴۔۵۶۶۔

(25) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثالث فی الاحرام، ومما یتصل بذالک مسائل، ج۱، ص۲۲۲۔

لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ حرم شریف میں قربانی کے لیے ہے تا کہ اُس سے کوئی تعرض نہ کرے اور راستے میں تھک گیا اور ذبح کر دیا تو اُسے مالدار شخص نہ کھائے۔(26)

مسئلہ ۲۴: اس صورت میں بھی سنت یہی ہے کہ بدنہ کو ہار پہنانے سے پیشتر لبیک کہے۔(27)

۞۞۞۞۞

(26) ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب فیما یعیر بہ محرما، ج۳، ص ۵۶۴.

(27) المسلک المتقسط للقاری، (باب الاحرام)، ص ۱۰۵.

وہ باتیں جو احرام میں حرام ہیں

یہ احرام تھا اس کے ہوتے ہی یہ کام حرام ہو گئے:

(۱) عورت سے صحبت۔

(۲) بوسہ۔(۳) مساس۔(۴) گلے لگانا۔(۵) اُس کی اندام نہانی پر نگاہ جب کہ یہ چاروں باتیں بشہوت ہوں۔

(۶) عورتوں کے سامنے اس کام کا نام لینا۔

(۷) فحش۔(۸) گناہ ہمیشہ حرام تھے اب اور سخت حرام ہو گئے۔

(۹) کسی سے دنیوی لڑائی جھگڑا۔

(۱۰) جنگل کا شکار۔(۱۱) اُس کی طرف شکار کرنے کو اشارہ کرنا۔(۱۲) یا کسی طرح بتانا۔(۱۳) بندوق یا بارود یا اُس کے ذبح کرنے کو چھری دینا۔(۱۴) اس کے انڈے توڑنا۔(۱۵) پَر اُکھیڑنا۔(۱۶) پاؤں یا بازو توڑنا۔(۱۷) اُس کا دودھ دوہنا۔(۱۸) اُس کا گوشت۔یا(۱۹) انڈے پکانا، بھوننا۔(۲۰) بیچنا۔(۲۱) خریدنا۔(۲۲) کھانا۔

(۲۳) اپنا یا دوسرے کا ناخن کترنا یا دوسرے سے اپنا کتروانا۔

(۲۴) سر سے پاؤں تک کہیں سے کوئی بال کسی طرح جدا کرنا۔

(۲۵) مونھ، یا(۲۶) سر کسی کپڑے وغیرہ سے چھپانا۔

(۲۷) بستہ یا کپڑے کی بُقچی یا گٹھری سر پر رکھنا۔

(۲۸) عمامہ باندھنا۔

(۲۹) بُرقع (۳۰) دستانے پہننا۔

(۳۱) موزے یا جُرابیں وغیرہ جو وسطِ قدم کو چھپائے (جہاں عربی جوتے کا تسمہ ہوتا ہے) پہننا اگر جوتیاں نہ ہوں تو موزے کاٹ کر پہنیں کہ وہ تسمہ کی جگہ نہ چھپے۔

(۳۲) سلا کپڑا پہننا۔

(۳۳) خوشبو بالوں، یا(۳۴) بدن، یا(۳۵) کپڑوں میں لگانا(1)۔

---

(1) خوشبو کی تعریف

عربی زبان میں خوشبو کے لئے ''طیب'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔لغوی طور پر اس سے مراد وہ شے ہے جس سے خوشبو حاصل کی جائے۔ ←

(۳۶) ملاگیری یا کسم، کیسر غرض کسی خوشبو کے رنگے کپڑے پہننا جب کہ ابھی خوشبو دے رہے ہوں۔
(۳۷) خالص خوشبو مشک، عنبر، زعفران، جاوتری، لونگ، الائچی، دارچینی، زنجبیل وغیرہ کھانا۔

چنانچہ علامہ ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی لسان العرب (ج ۱ ص ۵۶۴ مطبوعہ دارالفکر بیروت) اور علامہ مرتضٰی زبیدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الہادی تاج العروس (ج ۳، ص ۲۸۴ مطبوعہ دارالھدایہ بیروت) میں بیان فرماتے ہیں: اَلطِّیْبُ ما یطیّب به وقد تطیّب بالشّیء وطیب فلان فلانا بالطیب یعنی طیب وہ شے ہے جس سے خوشبودار ہوا جائے۔ (کہا جاتا ہے) وہ شے کے ساتھ خوشبودار ہوا اور فلاں نے فلاں کو خوشبودار کیا۔

جبکہ فقہاء کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نے اس کی تعریف مختلف الفاظ میں ذکر کی ہے۔ چنانچہ علامہ سید ابن عابدین شامی قُدِّسَ سِرُّہُ السامی ردالمحتار (ج ۳، ص ۵۷۳، مطبوعہ مدینۃ الاولیاء ملتان) میں علامہ عمر بن نجیم مصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی النھر الفائق (ج ۲، ص ۱۱۵، مطبوعہ باب المدینہ کراچی) میں، علامہ زین ابن نجیم مصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی البحرالرائق (ج ۳، ص ۳، مطبوعہ کوئٹہ) میں علامہ ابن ھُمَام عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ السَّلَام فتح القدیر (ج ۲، ص ۴۳۸، مطبوعہ کوئٹہ) میں، علامہ سید احمد طحطاوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح (ص ۶۰۹، مطبوعہ باب المدینہ کراچی) میں، علامہ محمود عینی حنفی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی البنایۃ (ج ۴، ص ۲۴۰، مطبوعہ کوئٹہ) میں اور علامہ ابوبکر حداد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الجَوَاد الجوھرۃ النیرۃ (ص ۲۰۷ مطبوعہ پشاور) میں اس کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں: الطیب جسم له رائحة طيبة مستلذة كالزعفران والبنفسج والياسمين یعنی خوشبو ایک ایسا جسم ہے جس کے لئے ایسی پاکیزہ بو ہو جس سے لذت حاصل کی جاتی ہے جیسا کہ زعفران، بنفشہ اور یاسمین۔

جبکہ علامہ علاؤالدین انصاری اَندر پتی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی نے فتاویٰ تاتارخانیہ (ج ۲، ص ۵۰۳، مطبوعہ باب المدینہ کراچی) میں اس کی تعریف یوں بیان فرمائی ہے کہ اَلطِّیْبُ عِبَارَۃٌ عن عَیْنٍ له رائحة طيبة یعنی خوشبو ایک ایسے عین (ذات) سے عبارت ہے جس کے لیے عمدہ بو ہو۔

جبکہ علامہ مُلّا علی قاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ البَارِی شرح اللُّباب (ص ۳۱۰، مطبوعہ باب المدینہ کراچی) میں فرماتے ہیں: الطیب ما تطیب به ویکون له رائحة مستلذة ویُتّخذُ منه الطیبُ یعنی خوشبو وہ شے ہے جس سے خوشبودار ہوا جائے اور اس کے لیے مرغوب بو ہو اور اس سے خوشبو بنائی جاتی ہو۔

جبکہ حاشیۃ الطحطاوی علی الدُّرالمختار (ج ۱، ص ۵۲۰، مطبوعہ کوئٹہ) اور فتاویٰ عالمگیری (ج ۱، ص ۲۴۰ مطبوعہ دارالفکر بیروت) میں یوں مذکور ہے کہ الطیب کلُّ شئ له رائحة مستلذّة ویعدّہ العقلاء طیبا یعنی خوشبو ہر وہ شے ہے جس کے لئے مرغوب بو ہو اور عقلاء اس کو خوشبو شمار کرتے ہوں۔

ان تمام تعریفات سے جو مستفاد ہوا وہ درج ذیل ہے:

(۱) خوشبو وہ شے یا جسم ہے، جسے عرف عام میں خوشبو کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، اور عقلِ سلیم رکھنے والے بھی اسے خوشبو شمار کرتے ہوں۔ (۲) بالذات خوشبو نہ ہو، مگر اس سے خوشبو بنائی جاتی ہو۔ مثلاً زیتون اور تل کا تیل، جیسا کہ علامہ ملا علی قاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ البَارِی کی تعریف سے مستفاد ہوا۔

←

(۳۸) ایسی خوشبو کا آنچل میں باندھنا جس میں فی الحال مہک ہو جیسے مُشک، عنبر، زعفران۔
(۳۹) سر یا داڑھی کو خطمی یا کسی خوشبودار یا ایسی چیز سے دھونا جس سے جوئیں مر جائیں۔

خوشبو کی اقسام

اولاً یاد رہے کہ جسم، لباس اور منہ ان میں سے ہر ایک کے لئے اپنی اپنی نوعیت کے اعتبار سے علیحدہ علیحدہ خوشبو ہوتی ہے۔ بعض خوشبوئیں ایسی ہیں کہ جن کو جسم پر استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ باڈی اسپرے، خوشبودار تیل، مہندی، خوشبودار پاؤڈر وغیرہ۔ بعض کا استعمال لباس پر ہوتا ہے جیسا کہ عام عطریات اور کستوری وغیرہ اور بعض منہ کے لئے بطورِ خوشبو استعمال کی جاتی ہیں جیسے الائچی وغیرہ۔

خوشبو کا حکم

علامہ شمس الدین سرخسی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی المبسوط (ج ۴، ص ۱۲۲، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت) میں فرماتے ہیں: واعلم ان المحرم ممنوع من استعمال الدهن والطيب لقوله صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ: الحج الشعث التفل، وقال: يأتون شعثا غبرا من كل فج عميق واستعمال الدهن والطيب يزيل هذا الوصف وما يكون صفة العبادة يكره ازالته یعنی جان لیجئے کہ مُحرم کو تیل (خوشبودار) اور خوشبو کے استعمال سے منع کیا گیا ہے، رسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمانِ عالیشان کی بناء پر کہ ''حاجی بکھرے بال والا اور بو والا ہوتا ہے۔'' اور فرمایا: لوگ دور دراز راستے سے پراگندہ سر، غبار آلود چہرے والے ہو کر آتے ہیں اور تیل اور خوشبو کا استعمال اس وصف کو زائل کر دیتا ہے اور جو چیز عبادت کی صفت ہو اس کا زائل کرنا مکروہ ہے۔

خوشبو کے استعمال سے مراد

حضرت علامہ ملا علی قاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی شرح اللُّباب (ص ۳۱۲) میں فرماتے ہیں: المراد بالالصاق اللصوق والتعلق بحسب الريح لا بالتصاق جزء الطيب ولهذا لو ربط بثوبه مسكا او نحوه يجب الجزاء ولو ربط العود لم يجب لوجود الالصاق في الاول دون الثاني یعنی الصاقِ خوشبو سے مراد اس کا (کپڑے یا جسم پر) بو کے اعتبار سے چمٹنا یا متعلق ہونا ہے، نہ کہ اجزائے خوشبو کے اعتبار سے، اسی وجہ سے اگر کسی نے اپنے کپڑے میں مشک یا اس کی مثل (خوشبو دینے والی کوئی شے) باندھی تو کفارہ واجب ہوگا اور اگر عود باندھی ہو تو نہیں۔ پہلی صورت میں الصاق کے پائے جانے اور دوسری میں نہ پائے جانے کی وجہ سے۔

چند امورِ ضروریہ

(۱) عود میں جزاء واجب نہ ہونے کی علت یہ ہوسکتی ہے کہ عود کو جب تک جلایا نہ جائے عموماً وہ خوشبو نہیں دیتی لہٰذا یہ خوشبو شمار نہیں ہوتی بخلاف مشک کے کہ اس کا لباس پر باندھنا بھی خوشبو میں شامل ہے۔ خود ملا علی قاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی، شرح اللباب (ص ۳۲۲) میں فرماتے ہیں: وان ربط العود فلا شيء عليه وان وجد رائحته كذا في البحر الزاخر وغيره لكن فيه ان العود ليس له رائحة الا بالنار ولو فرض وجود عود له رائحة بالحك مثلا فلا شك ان حكمه كالعنبر وغيره لان العلة هي الرائحة هذا یعنی اگر کسی نے عود کو باندھا تو کوئی کفارہ نہیں اگرچہ اس کی خوشبو پائی جائے جیسا کہ اَلْبحر الزَّاخر وغیرہ میں ہے۔ لیکن اس میں سے

(۴۰) وسمہ یا مہندی کا خضاب لگانا۔

یہ (اشکال) ہے کہ عود کے لیے آگ کے بغیر خوشبو ہوتی ہی نہیں اور اگر ایسی عود کا وجود فرض کرلیا جائے کہ جسے رگڑنے کے ذریعے خوشبو حاصل ہوسکتی ہو تو بے شک اس کا حکم عنبر وغیرہ کی طرح ہوگا کیونکہ علت تو یہی خوشبو ہے۔

(۲) جسم یا لباس پر خوشبو کا عین لگے بغیر صرف بُو سے ''کفارہ'' کے لئے ایک قید اور ضروری ہے کہ اگر خوشبو کا انتفاع (نفع لینا) دھوئیں کے ذریعے ہو، بایں صورت کہ اس کا عین بطورِ خوشبو استعمال نہ کیا جاتا ہو، تو اس صورت میں انتفاع کی نیت وقصد ضروری ہے، ورنہ بے نیت و قصد صرف جسم یا لباس میں بو بس جانے سے کچھ نہیں۔

علامہ ابن نُجیم مصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی البحرالرائق (ج ۳، ص ۴) میں فرماتے ہیں: ولافرق بين ان يلتزق بثوبه عينه اورائحته فلذا صرحوا انه لو بخر ثوبه بالبخور فتعلق به كثير فعليه دم وان كان قليلا فصدقة لانه انتفاع بالطيب بخلاف ما اذا دخل بيتا قد اجمر فيه فتعلق بثيابه رائحة فلا شئى عليه لانه غير منتفع بعينه یعنی اس میں کوئی فرق نہیں کہ محرم کے کپڑے کے ساتھ خوشبو کا عین متعلق ہو یا اس کی بو، اسی وجہ سے علماء نے صراحت کی کہ اگر کسی نے اپنے کپڑوں کو خوشبو سے دھونی دی اور اس کی وجہ سے کثیر خوشبو متعلق ہوگئی تو ''دم'' ہوگا اور اگر قلیل ہو تو ''صَدَقہ'' کیونکہ یہ خوشبو سے نفع اٹھانا ہے، بخلاف اگر کوئی ایسے کمرے میں داخل ہوا جس میں دھونی دی گئی ہو اور اس کے کپڑے میں بو بس جائے تو کچھ نہیں کیونکہ یہ اس کے عین کے ساتھ نفع اٹھانا نہیں۔

یہی عبارت علامہ سید احمد طحطاوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی نے حاشیۃ الطحطاوی علی الدر (ج ۱، ص ۵۲۰)، علامہ محمد بن سعید عبدالغنی علیہ رحمۃ اللہِ الغنی نے ارشاد الساری (ص ۳۱۲) اور علامہ شامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی نے ردُّ المحتار (ج ۳ ص ۴۹۶) میں نقل فرمائی۔

مبسوط للسرخسی (ج ۴، ص ۱۲۳) میں ہے: عن محمد رحمه الله ان المحرم اذا دخل بيتا قد اجمر فيه فطال مكثه حتى علق ثوبه لا يلزمه شيء ولو اجمر ثيابه بعد الاحرام فعليه الجزاء لان الاجمار اذا كان فى البيت فعين الطيب لم يتصل بثوبه ولا ببدنه انما نال رائحته فقط بخلاف ما اذا اجمر ثيابه فان عين الطيب قد علق بثيابه یعنی امام محمد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الصَّمَد سے مروی ہے کہ اگر مُحرِم (احرام والا) ایسے کمرے میں داخل ہو جسے دھونی دی گئی ہو اور وہاں کافی دیر ٹھہرا رہا یہاں تک کہ بو اس کے کپڑوں میں بس گئی تو اس پر کچھ لازم نہیں اور اگر اپنے کپڑوں کو احرام کی نیت کے بعد دھونی دی تو کفارہ واجب ہے کیونکہ دھونی دینا جب کمرے میں ہو تو عین خوشبو نہ تو اس کے بدن سے متعلق ہوئی ہے اور نہ ہی کپڑوں سے بلکہ اس نے تو صرف بو پائی ہے بخلاف اپنے کپڑوں کو دھونی دینے کے کہ اس صورت میں عین خوشبو اس کے کپڑوں میں بس گئی ہے۔

علامہ سید احمد طحطاوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی حاشیۃ الطحطاوی علی الدر (جلد ۱، ص ۵۱۹) میں فرماتے ہیں: ولا بأس ان يجلس فى حانوت عطار او موضع يتبخر فيه الا انه يكره ان كان الجلوس هناك لاشتمام الرائحة یعنی عطر فروش کی دکان یا ایسی جگہ جہاں دھونی دی جارہی ہو بیٹھنے میں حرج نہیں، لیکن اگر وہاں بیٹھنا خوشبو سونگھنے کی نیت سے ہو تو مکروہ ہے۔ ←

(۴۱) گوند وغیرہ سے بال جمانا۔

واضح ہوا کہ علماء نے جہاں یہ فرمایا کہ ''خوشبو میں قصد اور عدم قصد برابر ہیں'' وہاں مراد خوشبو کا عین یا اس کی ذات کا لگنا ہے، جبکہ خوشبو کے اثر یعنی بو کے لئے اس کا قصد یا خوشبو کا عادۃً اسی طرح استعمال کیا جانا ضروری ہے جیسا کہ عود کی دھونی بے قصد خوشبو بس جائے تو کچھ نہیں۔ یہ فرق واضح رہے کہ خطا کا مقام ہے۔

بدن پر استعمال ہونے والی اشیاء

مَلِکُ العلماء ابوبکر کاسانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی بَدَائِعُ الصَّنَائِع (ج ۲،ص ۱۹۰ مطبوعہ کوئٹہ) میں علامہ سید احمد طحطاوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی حاشیۃ الطحطاوی علی الدر (ج ۱،ص ۵۲۰) میں اور فتاویٰ عالمگیری (ج ۱،ص ۲۴۰) میں ہے:

قال اصحابنا ان الاشیاء التی تستعمل فی البدن علی ثلاثۃ انواع نوع ھو طیب محض معد للتطیب بہ کالمسك والکافور والعنبر وغیر ذلك وتجب بہ الکفارۃ علی ای وجہ استعمل حتی قالوا لوداوی عینہ بطیب تجب علیہ الکفارۃ لان العین عضو کامل استعمل فیہ الطیب فتجب الکفارۃ ونوع لیس بطیب بنفسہ ولا فیہ معنی الطیب ولا یصیر طیبا بوجہ کالشحم فسواء اکل اوادھن اوجعل فی شقاق الرجل لا تجب الکفارۃ ونوع لیس بطیب بنفسہ لکنہ اصل الطیب یستعمل علی وجہ الطیب ویستعمل علی وجہ الادام کالزیت والشیرج فیعتبر فیہ الاستعمال فان استعمل استعمال الادھان فی البدن یعطی لہ حکم الطیب وان استعمل فی مأکول اوشقاق رجل لا یعطی لہ حکم الطیب کالشحم اھ

یعنی ہمارے اصحاب نے فرمایا: بدن پر استعمال ہونے والی اشیاء تین قسم کی ہیں، خوشبوئے محض کہ جو خوشبو حاصل کرنے کے لیے ہی تیار کی گئی، جیسے مشک، کافور، عنبر وغیرہ، اس میں کفارہ واجب ہوگا، خواہ کسی طور پر اسے استعمال کیا گیا ہو۔ حتی کہ فقہاء نے فرمایا کہ اگر کسی نے خوشبو سے اپنی آنکھ کا علاج کیا، تو اس پر کفارہ واجب ہوگا، کیونکہ آنکھ ایک مکمل عُضو ہے اور اس میں خوشبو کو استعمال کیا گیا ہے، لہٰذا کفارہ لازم ہوگا۔ دوسری قسم وہ کہ جو بذاتِ خود خوشبو نہ ہو، نہ ہی اس میں خوشبو والا معنیٰ پایا جاتا ہو جیسا کہ چربی تو اس میں کھانا یا بطورِ تیل استعمال کرنا یا پیروں کی پھٹن پر لگانا سب برابر ہے اور اس میں کوئی کفارہ واجب نہیں۔ تیسری نوع وہ کہ جو بذاتِ خود تو خوشبو نہیں، لیکن خوشبو کی اصل ہے کہ بطورِ خوشبو بھی استعمال ہوتی ہے اور بطورِ سالن بھی۔ جیسے زیتون اور تل کا خالص تیل۔ اس میں اس کا استعمال مُعتبر ہے (چنانچہ) اگر بطورِ تیل بدن پر استعمال ہو، تو اس کے خوشبو ہونے کا حکم دیا جائے گا اور اگر کسی کھانے والی شے یا پیروں کی پھٹن میں استعمال ہو، تو چربی کی طرح خوشبو کا حکم نہ دیا جائے گا۔ اھ

اس عبارت سے چند اُمور واضح ہوئے:

(۱) خالص خوشبوئیں یعنی جو صرف خوشبو ہی کے لئے مستعمل (استعمال ہوتی) ہوں اور اس کے علاوہ ان کا کوئی اور استعمال نہ ہو جیسے مرۃ جہ عطریات وغیرہ اس میں نیت کی شرط نہیں اس کو جس طرح بھی استعمال کیا جائے کفارہ لازم آئے گا۔ ←

(۴۲) زیتون، یا (۴۳) تِل کا تیل اگرچہ بے خوشبو ہو بالوں یا بدن میں لگانا۔

(۲) جو مِنْ وَجہ (ایک وجہ سے) خوشبو اور مِنْ وَجہٍ خوشبو نہیں، اگر اسے بدن پر بطورِ خوشبو استعمال کیا جائے، تو اس میں بھی نیت کی حاجت نہیں، اگر کوئی اپنے بدن پر اس کا استعمال بھول کر بھی کر لے تب بھی کفارہ لازم ہوگا۔ جیسے زیتون کا خالص تیل ......اور...... اگر بطورِ دوا استعمال کیا تو خوشبو کا حکم نہیں۔

خوشبو میں آگ کا عمل

یہ اَمر بھی قابلِ توجّہ ہے کہ اگر خوشبو کو کسی شے کے ساتھ مخلوط کر دیا (ملا دیا) گیا ہو خواہ وہ شے ماکولات (کھانے والی اشیاء) میں سے ہو یا مشروبات (پینے والی) میں سے یا ان کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے مستعمل ہو، اس کے احکام میں تفصیل ہے۔ اگر خوشبو کو کسی شئے میں ڈال کر عملِ نار کر لیا گیا ہو تو اس کے استعمال سے مطلقاً کوئی شئے واجب نہیں اور کوئی کراہیت بھی نہیں اگرچہ مہک آ رہی ہو۔

(۲) وہ شے جس میں خوشبو ملائی گئی اگر ماکولات میں سے ہے اور اس میں آگ کا عمل بھی نہیں کیا گیا تو خوشبو غالب ہونے کی صورت میں کفارہ واجب ہوگا اور مغلوب ہو تو کفارہ واجب نہیں لیکن اگر خوشبو (مہک) آتی ہو، تو مکروہ ہے۔

(۳) اگر ٹھوس خوشبو کو مشروبات میں بغیر عملِ نار کے ملایا گیا، تو مطلقاً خوشبو کا حکم دیا جائے گا۔ لیکن اگر خوشبو غالب ہو تو ''دم'' ورنہ ''صدقہ'' واجب ہوگا۔ ہاں اگر خوشبو غالب نہ ہونے کی صورت میں بھی مشروب کو تین مرتبہ پیا، تو ''دم'' لازم ہوگا۔

علامہ ابن عابدین شامی قُدِّسَ سِرُّہُ السّامی ردالمحتار (ج ۳، ص ۵۷۶) میں فرماتے ہیں:

اعلم ان خلط الطیب بغیرہ علی وجوہ لانہ اما ان یخلط بطعام مطبوخ او لا ففی الاول لاحکم للطیب سواء کان غالبا اومغلوبا وفی الثانی الحکم للغلبۃ ان غلب الطیب وجب الدم وان لم تظھر رائحتہ کما فی الفتح والا فلاشیء علیہ غیر انہ اذا وجدت معہ الرائحۃ کرہ وان خلط بمشروب فالحکم فیہ للطیب سواء غلب غیرہ ام لاغیر انہ فی غلبۃ الطیب یجب الدم وفی غلبۃ الغیر تجب الصدقۃ الاان یشرب مرارا فیجب الدم۔

خلاصہ وہی ہے جو اوپر گزرا۔

غلبہ کا اعتبار

غلبہ کا اعتبار اجزاء کی کثرت سے ہوگا نہ کہ خوشبو سے۔

شرح اللباب (ص ۳۱۷) میں ہے:

فان کان الغالب الملح ای اجزائہ لا طعمہ ولا لونہ فلاشیء علیہ

یعنی اگر نمک غالب ہو یعنی اس کے اجزاء نہ کہ اس کا رنگ اور اس کا ذائقہ اھ۔

علامہ ابن عابدین شامی قُدِّسَ سِرُّہُ السّامی ردالمحتار (ج ۳، ص ۵۷۶) میں فرماتے ہیں:

والظاھر انہ ان وجد من المخالط رائحۃ الطیب کما قبل الخلط فھو غالب والا فمغلوب ←

(۴۴) کسی کا سر مونڈنا اگرچہ اُس کا احرام نہ ہو۔

یعنی ظاہر یہ ہے کہ اگر مخالط (ملائی گئی شے) میں خوشبو کی مہک ویسی پائی جیسی ملنے سے پہلے تھی، تو خوشبو غالب ہے، ورنہ مغلوب۔
علامہ شامی قُدِّسَ سِرُّہٗ السَّامی نے یہ بات علامہ ابن امیر حاج حلبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی کے حوالے سے نقل کی لیکن البحرالرائق میں اس عبارت کے تحت علامہ شامی قُدِّسَ سِرُّہٗ السَّامی مِنْحۃُ الخالِق میں فرماتے ہیں: ان هذا الفرق ینافیه ما قدمناه عن الفتح من انه اذا كان الطيب غالب يجب الجزاء وان لم تظهر رائحته فانه يقتضي ان المناط كثرة الاجزاء لا وجود الرائحة تأمل یعنی یہ فرق اس کے منافی (نفی کرنے والا) ہے جو ہم نے فتح القدیر کے حوالے سے پہلے ذکر کیا کہ ''اگر خوشبو غالب ہے، تو جزاء واجب ہوگی اگرچہ مہک ظاہر نہ ہو۔'' کیونکہ یہ قول اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ مدار کثرت اجزاء پر ہے نہ کہ وجود پر، غور کر لیجئے۔
(منحۃ الخالق علی ھامش البحرالرائق ج ۳، ص ۶)

اسی طرح ردالمحتار (ج ۳ ص ۵۷۷) میں فرمایا:

قلتُ لكن قول الفتح المارّ في غير المطبوخ وان لم تظهر رائحته يفيد اعتبار الغلبة بالاجزاء لا بالرائحة وقد صرح به في شرح اللباب

یعنی میں کہتا ہوں: ''لیکن فتح القدیر کا بغیر پکائی ہوئی چیز کے بارے میں جو قول گزرا کہ اگرچہ مہک ظاہر نہ ہو، یہ اجزاء کے اعتبار سے غلبہ کا فائدہ دیتا ہے نہ کہ مہک کے ساتھ اور شرح اللباب میں اسی کی صراحت کی۔''

قابل توجہ امر ہے کہ خوشبو کی کثرت میں اعتبار اگرچہ اجزاء کی کثرت کا ہے لیکن ساتھ میں مہک کا وجود بھی ضروری ہے، حتیٰ کہ اگر اس کی بو ختم ہوجائے تو اس کا اعتبار جاتا رہا۔ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی اور امام اہلسنت اعلیٰ حضرت احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کے کلمات سے یہی ظاہر ہے۔ چنانچہ فتاویٰ رضویہ (ج ۴، ص ۶۸۹) میں ہے: ''اگر مشک وغیرہ خوشبو اتنی کم پڑی کہ خوشبو نہ دے یا مدت گزرنے سے اُتر گئی کہ اب خوشبو جاتی رہی تو کراہت بھی نہیں۔''

بہار شریعت (ص ۳۲ حصہ ششم، مطبوعہ مرکز الاولیاء لاہور) میں ہے: ''جس کھانے کے پکنے میں مشک وغیرہ پڑے ہوں اگرچہ خوشبو دیں یا بے پکائے جس میں کوئی خوشبو ڈالی اور وہ بو نہیں دیتی اس کا کھانا پینا (جائز ہے)۔'' اسی طرح (ص ۸۶) پر فرمایا: ''کھانے میں پکتے وقت خوشبو پڑی یا فنا ہوگئی تو کچھ نہیں ورنہ اگر خوشبو کے اجزاء زیادہ ہوں تو وہ خالص خوشبو کے حکم میں ہے اور کھانا زیادہ ہو تو کفارہ کچھ نہیں مگر خوشبو آتی ہو تو مکروہ ہے۔'' حاصل یہ ہوا کہ اجزاء کی کثرت کا اعتبار جب ہے کہ مہک بھی موجود ہو، ورنہ اجزاء کی کثرت کا بھی اعتبار نہیں۔
نیز علامہ حلبی اور شیخ ابن ہمام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا کے اقوال میں تطبیق ممکن ہے کہ اختلاط سے پہلے جو خوشبو کی مہک تھی، اختلاط کے بعد بھی اسی مہک کا پایا جانا عموماً اسی وقت ہی ہوگا کہ جب خوشبو کے اجزاء کثرت سے ہوں، ورنہ اس مہک میں تبدیلی آجائے گی اور یہ تبدیل شدہ مہک اب کھانے کی کہلائے گی، نہ کہ خوشبو کی۔ اور یہی تبدیل شدہ مہک، دراصل خوشبو کا فنا ہوجانا ہے کہ درحقیقت اب یہ وہ مہک نہیں، جو خوشبو کی تھی۔ مہک کی تبدیلی ہوجانا، ذوقِ سلیم رکھنے والا شخص باآسانی معلوم کرسکتا ہے۔

←

ارشاد الساری (ص ۳۱۷) میں ہے:

الفرق بین الغالب وغیرہ ان وجد من المخالط رائحة الطیب کما قبل الخلط وحس الذوق السلیم بطعمه فیه حسا ظاهرا فهو غالب والا فهو مغلوب

یعنی غالب و مغلوب میں فرق یہ ہے کہ اگر مخالِط میں خلط (ملنے) سے پہلے والی خوشبو کی مہک پائی جائے اور ذوقِ سلیم رکھنے والا ظاہری حس کے ساتھ اس کے ذائقے کو محسوس کرے، تو خوشبو غالب ہے، ورنہ مغلوب اھ۔ یہ عبارت علامہ ابن نجیم مصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے بھی البحر الرائق (ج ۳، ص ۶) میں نقل فرمائی۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب

اب اصل سوالات کی طرف چلتے ہیں:

(۱) خوشبو دار صابن

خوشبو دار صابن میں معلومات کے مطابق دو طریقے اختیار کئے جاتے ہیں:

(۱) آگ میں پکاتے وقت خوشبو ڈالی جاتی ہے۔

(۲) صابن کے آمیزے کو گرم کیا جاتا ہے اور پھر حرارت کم کر کے اس کو چالیس ڈگری پر لا کر خوشبو ملائی جاتی ہے۔

پہلی صورت

پہلی صورت میں تو ماسبق (گزشتہ) کلام کی روشنی میں حکم واضح ہے کہ جب خوشبو ڈالنے کے بعد آگ کا عمل کر لیا گیا، تو خوشبو کا اعتبار ساقط ہو جاتا ہے، اور بغیر کسی کراہیت کے اس کا استعمال جائز ہوگا۔ لہٰذا حکم جواز دیا جائے گا۔ جبکہ دوسری صورت میں بھی حکم جواز ہی مناسب ہے۔ تفصیل آگے آرہی ہے۔ پہلے جو حکم جواز بیان کیا گیا، اس پر ایک اِشکال وارد ہوتا ہے، جس کا دور کر لینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

اشکال: آپ نے خوشبو دار صابن جب کہ اس کی خوشبو کو پکا لیا گیا ہو کے جواز کا حکم دیا، حالانکہ فقہاء نے صابن یا اس کی مثل میں خوشبو شامل ہونے والی اشیاء کے استعمال پر کفارے کا حکم لگایا۔

علامہ شامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی نے ردالمحتار (ج ۳، ص ۵۷۷) میں، نیز فتاوٰی عالمگیری (ج ۱، ص ۲۴۱) میں اشنان (ایک خوشبو دار بوٹی جو صابن کی جگہ استعمال کی جاتی تھی) کے بارے میں فرمایا کہ "اگر اشنان میں خوشبو ملی ہو اور محرم نے اسے استعمال کیا، تو اگر دیکھنے والا کہے کہ یہ اشنان ہے، تو اس پر "صدقہ" ہوگا اور اگر وہ اسے خوشبو قرار دے تو "دم" ہوگا۔" اس حکم میں آگ پر پکانے یا نہ پکانے کی کوئی قید نہیں لگائی۔

عالمگیری کی عبارت یہ ہے:

"لو غسل المحرم باشنان فیه طیب فان کان من راٰہ سماہ اشنانا کان علیه الصدقة وان کان سماہ طیبا کان علیه الدم کذا فی فتاوی قاضیخان۔"

←

....

ترجمہ حسب سابق ہے۔

جواب: اس عبارت میں اگر چہ عملِ نار ہونے یا نہ ہونے کی قید نہیں، لیکن ماقبل میں جب فقہاء نے طعام مطبوخ (پکے ہوئے) کا حکم بیان کر دیا، تو اب یہ مسئلہ بھی اسی پر محمول ہونا چاہیے کہ آگ نے جس طرح کھانے میں تغیر لا کر خوشبو کے حکم کو اصلاً ساقط کر دیا، صابون یا اس کی مثل اشیاء میں بھی وہ یہی عمل کرے گی۔ لہٰذا اعتبار آگ کے عمل کا ہے، اس میں یہ ضروری نہیں کہ وہ شئے ماکولات میں سے ہی ہو، مشروبات اور دیگر اشیاء میں بھی یہ حکم جاری ہوگا۔

امام اہلسنت، مجدد دین وملت، پروانۂ شمع رسالت، اعلیٰ حضرت احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن نے خمیرہ تمباکو کا ایسا حقہ پینا جائز قرار دیا ہے کہ جس میں سنبل اور مشک کی خوشبو کو ملایا گیا ہو اور حکم جواز کی علت، آگ کے عمل کو قرار دیا، حالانکہ خمیرہ نہ تو کھایا جاتا ہے اور نہ ہی حقیقۃً پیا جاتا ہے، اس دھویں پر مجازاً پینے کا اطلاق ہوتا ہے۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحْمَۃُ رَبِّ الْعِزَّت جدّ الممتار علی ردّ المحتار (ج ۲، ص ۲۴۰ مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی) میں فرماتے ہیں:

يستفاد منه حكم خميرة التتن الملقى فيها سنبل الطيب والمسك ونحوهما فان الخميرة لا توكل ولا تشرب لاهي ولا جزء منها بل تؤثر فيها النار فتحليها دخانا فتنقلب حقيقتها وقلب العين مغير للحكم فهو لم ياكل طيبا ولم يشربه وانما شرب دخانا مطيبا فينبغي ان لا شيء عليه غير الكراهة ان وجدت الرائحة ثم الكراهة حيث اطلقت للتحريم فيلزم التأثيم فيما يظهر بل لعل الاظهر ان هذا لعمل النار يلتحق بالمطبوخ وقد علم من الشرح ان لا شيء فيه ولا كراهة والطيب الممزوج في الخميرة عمل فيه النار فينبغي ان لا حكم فيها للطيب اصلا ملخصا اھ

یعنی اس سے خمیرہ تمباکو کا حکم مستفاد (حاصل) ہوتا ہے کہ جس میں سنبل اور مشک اور انکی مثل دیگر خوشبویات ڈالی جاتی ہیں۔ کیونکہ خمیرہ نہ تو کھایا جاتا ہے اور نہ ہی پیا جاتا ہے، نہ اس کی ذات اور نہ ہی اس کا کوئی جز، بلکہ اس میں آگ اثر کرتی ہے اور اسے دھواں بنا دیتی ہے۔ لہٰذا اس کی حقیقت تبدیل ہو جاتی ہے اور قلبِ ماہیت حکم کو بدل دیتی ہے، لہٰذا حقہ پینے والے نے، نہ تو خوشبو کھائی اور نہ ہی اسے پیا، اس نے تو خوشبودار دھواں پیا ہے، تو مناسب ہے کہ اس پر کوئی کفارہ نہ ہو۔ لیکن اگر خوشبو پائی جائے تو کراہیت ہوگی پھر جب کراہیت مطلق کہی جائے تو وہ تحریم کے لیے ہوتی ہے تو ظاہراً اس سے گناہ گار ہونا لازم آتا ہے بلکہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ خمیرہ آگ کے عمل کی وجہ سے مطبوخ کے ساتھ ملحق ہو گیا اور شرح سے یہ بات معلوم ہو چکی کہ مطبوخ میں کوئی کفارہ بھی نہیں اور نہ ہی کوئی کراہیت اور خمیرہ میں ملائی جانے والی خوشبو پر آگ نے عمل کر لیا، تو مناسب یہ ہے کہ خوشبو ہونے کا اصلاً حکم نہ ہو۔

مزید یہ کہ خوشبودار مرہم یا دوا اگر چہ ماکول یا مشروب نہیں لیکن اس میں بھی آگ کا عمل ہونے یا نہ ہونے کا اعتبار ہے چنانچہ ملا علی قاری

←

عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی شرح اللباب (ص ۳۱۹) میں فرماتے ہیں:

لو تداوى بالطيب اي المحض الخالص او بدواء فيه طيب اي غالب ولم يكن مطبوخا لما سبق الخ
یعنی اگر کسی نے خالص خوشبو کو بطورِ دوا استعمال کیا یا ایسی دوا جس میں خوشبو غالب ہو اور اسے پکایا نہ گیا ہو، جیسا کہ پیچھے گزر چکا۔
ارشاد الساری (ص ۳۱۸) میں ہے:

واما ان يخلط بما يستعمل فى البدن كالاشنان ونحوه فحكمه مثل حكم خلطه بمشروب اھ
یعنی اگر خوشبو اس چیز کے ساتھ ملے جو بدن میں استعمال کی جاتی ہو، جیسے اشنان وغیرہ، تو اس کا حکم مشروب میں خوشبو کے ملنے کی طرح ہے۔"

امام زیلعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے تبیین الحقائق (ج ۲، ص ۵۳، مطبوعہ مدینۃ الاولیاء ملتان) میں واضح صراحت کی کہ جس طرح طبخ (پکائی) کا عمل ہونے نہ ہونے کے اعتبار سے کھانے کی تقسیم ہے، یہی حکم مشروبات میں بھی ہے چنانچہ فرمایا:

لو اكل زعفرانا مخلوطا بطعام اوطيب آخر ولم تمسه النار يلزمه دم وان مسته فلاشيء عليه لانه صار مستهلكا وعلى هذا التفاصيل فى المشروب
یعنی اگر کسی نے زعفران کھائی جو کہ کسی طعام یا کسی اور خوشبو کے ساتھ مخلوط تھی اور اسے آگ نے نہ چھوا ہو تو "دم" لازم ہوگا۔ اور اگر آگ نے چھوا ہو، تو کوئی کفارہ نہیں۔ کیونکہ وہ زعفران ہلاک (فنا) ہوگئی اور یہی تفصیل مشروبات میں ہے۔"
علامہ حسن بن محمد سعید عبدالغنی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی ارشاد الساری (ص ۳۱۶) میں فرماتے ہیں:

فلا جزاء فيما يطبخ كالقهوة المذكورة وكدواء طبخ بهيل ونحوه لانه صار مستهلكا
یعنی جس شے کو پکالیا گیا ہو، اس میں کوئی کفارہ نہیں، جیسا کہ مذکورہ قہوہ اور وہ دوا جس میں ھیل اور اس کی مثل کو پکالیا گیا ہو، کیونکہ وہ فنا ہوگئی۔ بلکہ اُشنان والا مسئلہ بھی عدمِ طبخ کے ساتھ مقید ہے، شرح اللُّباب میں اس کی صراحت کی گئی ہے۔
چنانچہ ملا علی قاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی نے پہلے امام زیلعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کی عبارت نقل کی جو ماقبل میں گزری اور پھر اس کے بارے میں صاحبِ لباب کے حوالے سے نقل کیا کہ

قال المصنف رحمه الله ولم يقيد بالغلبة فى لزوم الدم فيحمل على المقيد والا فمخالف لما فى الفتح یعنی مصنف رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے امام زیلعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کی عبارت کے بارے میں فرمایا، انہوں نے دم کے لزوم کو غلبہ کے ساتھ مقید نہیں کیا، پس اسے اس قید پر ہی محمول کیا جائے گا، ورنہ یہ فتح القدیر میں موجود مسئلے کے مخالف ہوگا۔ (شرح اللباب ص ۳۱۷)
پھر ملا علی قاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی نے فتح القدیر کی عبارت نقل کی جو "خوشبو میں آگ کے عمل" کے تحت ردالمحتار کے حوالے سے نقل کی جاچکی ہے اور پھر اُشنان والا مسئلہ تحریر کیا۔ زیادتی فوائد کی غرض سے نقل عبارت میں مضائقہ نہیں چنانچہ فرمایا:

وقد قالوا فيما لو جعل الزعفران فى الملح ان كان الزعفران غالبا فلا شيء عليه وفى المنتقى اذا غسل المحرم يده باشنان فيه طيب فان كان اذا نظر اليه قالوا هذا اشنان فعليه صدقة وان قالوا هذا طيب فعليه دم ←

....

انتھی دونوں عبارتوں کا خلاصہ گزر چکا۔

اس کے بعد مُلا علی قاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں:

ولیس فیھما مایفید التقیید بل مطلق یقید بما ذکرہ الزیلعی فیحمل علی غیر المطبوخ فتأمل فانہ موضع الزلل

یعنی ان دونوں مسئلوں میں کوئی ایسی چیز نہیں، جو امام زیلعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے مسئلہ کی (غلبہ کے ساتھ) تقیید کا فائدہ دے۔ بلکہ یہ مسئلے (طبخ وغیر طبخ کی قید سے) مطلق ہیں، تو انہیں اس کے ساتھ مقید کیا جائے، جو امام زیلعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے ذکر کیا۔ لہٰذا ان کو غیر مطبوخ پر محمول کیا جائے۔ غور کر لیجئے، کیونکہ یہ خطا کا مقام ہے۔ (شرح اللباب ص ۳۱۷) والحمدللہ رب العالمین۔

دوسری صورت

دوسری صورت میں بھی اس صابن کے استعمال کا جواز ظاہر ہے، کیونکہ آگ کے عمل سے مراد، حرارت کا پایا جانا ہے نہ کہ آگ کا وجودِ حقیقی، جیسا کہ آج کل الیکٹرونک آلات کے ذریعے حرارت پیدا کی جاتی ہے، مثلاً جیسے ہیٹر وغیرہ پر چائے اور دیگر اشیاء پکائی یا گرم کی جاتی ہیں۔ اب جیسا کہ ماقبل گزرا کہ صابن کو خوشبو دار کرنے کے لیے چالیس ڈگری کی حرارت قائم رکھ کر خوشبو ملائی جاتی ہے، لہٰذا آگ کی تاثیر پائے جانے کی بناء پر مذکور صابن میں موجود خوشبو مُسْتَھْلَک (ہلاک شدہ) کے حکم میں ہے۔

(۲) معطر شیمپو

شیمپو (مائع صابن) اگر سر یا داڑھی میں استعمال کیا جائے، تو خوشبو کی ممانعت کی علت پر غور کے نتیجے میں اس کی ممانعت کا حکم ہی سمجھ میں آتا ہے، بلکہ کفارہ بھی ہونا چاہیے، جیسا کہ خطمی (خوشبودار بوٹی) سے سر اور داڑھی دھونے کا حکم ہے کہ یہ بالوں کو نرم کرتا ہے اور جوئیں مارتا ہے اور محرم کے لیے یہ ناجائز ہے۔

دُرِّمختار (ج ۳، ص ۴۹۸) میں ہے:

"غسل راسہ ولحیتہ بخطمی لانہ طیب اویقتل الھوام"

یعنی سر اور داڑھی کو خطمی سے دھونا (حرام ہے) کیونکہ یہ خوشبو ہے یا جوؤں کو مارتا ہے۔'' اس عبارت کے تحت علامہ سید ابن عابدین شامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی ردالمحتار میں ارشاد فرماتے ہیں:

"المراد الغسل بماء مزج فیہ کما فی القھستانی وقولہ لانہ طیب اشار الی الخلاف فی علۃ وجوب اتقائہ فالوجوب متفق علیہ وانما الخلاف فی علتہ وموجبہ فیتقہ عند الامام لان لہ رائحۃ طیبۃ وان لم تکن زکیۃ وموجبہ دم وعندھما لانہ یقتلہ الھوام ویلین الشعر وموجبہ صدقۃ

یعنی خطمی سے (سر یا داڑھی) دھونے سے مراد اس پانی سے دھونا ہے جس میں خطمی ملائی گئی ہو جیسا کہ قہستانی میں ہے اور ان کا کہنا: ←

....

"لانہ طیب" یہ خطمی سے بچنے کی علت میں اختلاف کی طرف اشارہ ہے اس سے بچنے پر تو سب کا اتفاق ہے لیکن اس کی علت وحکم میں اختلاف ہے۔امام اعظم ابوحنیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے نزدیک محرم اس سے بچے گا کیونکہ اس کے لیے عمدہ خوشبو ہوتی ہے اگرچہ تیز نہیں اور اس کے استعمال کا موجب (لازمی ہونے والی شئے) ''دم'' ہوگا اور صاحبین رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِمَا کے نزدیک کیونکہ یہ جوئیں مارتا اور بال نرم کرتا ہے اور اس کا موجب ''صدقہ'' ہے۔''

اختلاف کی اصل یہ ہے کہ چونکہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جوئیں مارنے اور بال نرم کرنے کی صفت رکھنے کے ساتھ ساتھ، خطمی کا خوشبو ہونا بھی ثابت ہے، لہٰذا جنایت (جرم) کامل ہے اور'' جنایت کاملہ'' کے نتیجے میں ''دم'' واجب ہوتا ہے۔ جب کہ صاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک چونکہ یہ خوشبو نہیں، لہٰذا یہاں ''جنایت قاصرہ'' (نامکمل جرم) کا ثبوت ہوگا در اس کا موجب ''صدقہ'' ہے۔

شیمپو سے سر دھونے کی صورت میں بھی بظاہر جنایت قاصرہ کا وجود ہی سمجھ میں آتا ہے کہ اس میں بھی آگ کا عمل ہوتا ہے۔لہٰذا خوشبو کا حکم تو ساقط ہوگیا لیکن بالوں کو نرم کرنے اور جوئیں مارنے کی علت موجود ہے، لہٰذا ''صَدَقہ'' واجب ہونا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یہ امر بھی قابلِ توجہ ہے کہ اگر کسی کے سر پر بال اور چہرے پر داڑھی نہ ہو تو کیا اب بھی حکم سابق ہی لگایا جائے گا؟ بظاہر اس صورت میں کفارے کا حکم نہیں ہونا چاہیے کیونکہ حکم ممانعت کی علت بالوں کا نرم اور جوؤں کا ہلاک ہونا تھا اور مذکورہ صورت میں یہ علت مفقود ہے اور انتفاء علت (علت کا نہ ہونا) انتفاء معلول کو مُستلزم (لازم کرنے والی) ہے لیکن اس سے اگر میل چھوٹے تو یہ مکروہ ہے کہ محرم کو میل چھڑانا مکروہ ہے۔اور ہاتھ دھونے میں اس کی حیثیت صابن کی سی ہے کیونکہ یہ مائع حالت میں صابن ہی ہے اور اس میں بھی آگ کا عمل کیا جاتا ہے۔اس کی مزید توضیح سوال نمبر ۴ کے جواب کے ضمن میں آئے گی۔

(۳) خوشبو دار واشنگ پاؤڈر

واشنگ پاؤڈر چاہے ہاتھ دھونے کے لیے استعمال ہو یا کپڑے یا برتن دھونے کے لیے، اس میں کوئی کفارہ نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ اس کی تیاری میں بھی آگ کا عمل کیا جاتا ہے اور اس کے بعد خوشبو ملائی جاتی ہے، نیز عُرف وعادت میں اس سے خوشبو کا حصول بھی مقصود نہیں ہوتا، مزید اس پر تعاملِ اُمت بھی ہے۔سوال نمبر ۲ اور ۳ کا جواب بھی اسی کے ضمن میں آگیا اور بالفرض اگر پکا نہ ہو اور خوشبو ملی، تو وہی حکم ہوگا جو پیچھے اشنان کا گزرا۔

(۴) فرش کی دھلائی

مسجدین کریمین کے فرش کی دھلائی میں اگر محرم کے پاؤں سَن جائیں، تو کوئی کفارہ نہیں کہ یہ خوشبو نہیں۔اور بالفرض اگر یہ محلول خالص خوشبو بھی ہوتا، تو بھی کفارہ واجب نہ ہوتا، کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ یہ محلول پہلے پانی میں ملایا جاتا ہے اور پانی اس محلول سے زائد اور یہ محلول مغلوب ہوتا ہے اور اگر مائع خوشبو کو کسی مائع میں ملایا جائے اور مائع غالب ہو، تو کوئی جزاء نہیں ہوتی۔کتب فقہ میں جو مشروبات کا حکم عموماً

....

تحریر ہے اس سے مراد ٹھوس خوشبو کا مائع میں ملایا جانا ہے۔

علامہ حسین بن محمد عبدالغنی مکی عَلَیہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی ارشاد الساری (ص ۳۱۶) میں فرماتے ہیں:

ومنه يعلم ان نحو السكر المبلول اذا خلط بنحو ماء الورد فانه اذا كان ماء الورد مغلوبا كما هو الغالب عادة لا جزاء فيه ونقل الملا علی نحوه عن الطرابلسی واقره وايده واصله من المحيط

یعنی اور اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ گیلی شکر (یعنی میٹھا شربت) اور اس کی مثل، گلاب کے پانی کے ساتھ ملایا جائے، تو اگر عرق گلاب مغلوب ہو، جیسا کہ عادۃً ایسا ہی عام طور پر ہوتا ہے، تو اس میں کوئی کفارہ نہیں، اور علامہ ملا علی قاری عَلَیہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی نے اسی کی مثل طرابلسی سے نقل کیا اور اسے برقرار رکھا اور اس کی تائید کی اور اس کی اصل محیط میں ہے۔

علامہ عبدالغنی مکی عَلَیہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی مزید فرماتے ہیں:

انما حملنا عبارته علی ما اذا كان الطيب جامدا لئلا تناقض عبارته ما مر عن المحيط لان الضمير فی قوله ولو خلطه علی ما هو المتبادر من عبارته عائد الی الزعفران ويظهر فرق بين المائع والجامد لان المائع من الطيب اذا كان مغلوبا يصير مستهلكا فی المشروب لكمال امتزاجه به بخلاف الجامد لبقاء عينه فلذا وجب فی المغلوب صدقة

یعنی ہم نے فتح القدیر کی عبارت کو اس پر محمول کیا، جب کہ خوشبو جامد (ٹھوس) ہوتا کہ ان کی عبارت اس سے نہ ٹکرائے جو "محیط" کے حوالے سے گزری۔ کیونکہ ان کے قول "خَلَطَہ" میں ضمیر کا زعفران کی طرف عائد ہونا (لوٹنا) ہی ان کی عبارت سے مُتبادر (واضح) ہے۔ اور مائع اور ٹھوس میں فرق ظاہر ہے کیونکہ مائع خوشبو جب مغلوب ہو تو وہ مائع میں کمالِ امتزاج (ملنے) کی وجہ سے مُستھلک (فنا) ہو جاتی ہے، بخلاف ٹھوس کے کہ اس کا عین باقی رہتا ہے، اسی وجہ سے ٹھوس کے مغلوب ہونے میں بھی "صدقہ" واجب ہوتا ہے۔

لہٰذا اس محلول سے بھی خوشبو کا حکم ساقط ہو گیا۔ شیمپو میں بھی اگر مائع صورت میں خوشبو ملائی جاتی ہے تو ظاہر یہی ہے کہ وہ قلیل ہوتی ہے لہٰذا اس صورت میں شیمپو میں بھی کفارہ نہیں۔

(۵) خوشبو اور عطریات میں فرق

خوشبو کی تعریف اور اس کی اقسام پر ابتدائی گفتگو سے ظاہر ہوا کہ خوشبو کئی اقسام کی ہوتی ہے، کھانے والی، بدن پر لگانے والی اور سر یا داڑھی پر لگانے والی وغیرہ جب کہ عطر عادۃً لباس پر ہی استعمال کیا جاتا ہے، یعنی ہر خوشبو کو عطر نہیں کہہ سکتے۔ جیسے الائچی لیکن ہر عطر خوشبو ہے، لہٰذا ان کے مابین عُموم خصوص مطلق کی نسبت ہے، خوشبو اعم ہے اور عطر اخص۔

(۶) خوشبو دار ٹشو پیپر

خوشبو دار ٹشو پیپر میں اگر خوشبو کا عین موجود ہے یعنی وہ پیپر خوشبو سے بھیگا ہوا ہے، تو اس تری کے بدن پر لگنے کی صورت میں جو حکم ←

....

خوشبو کا ہوتا ہے، وہی اس کا بھی ہوگا۔ یعنی اگر قلیل ہے اور عضوِ کامل کو نہ لگے، تو صدقہ، ورنہ اگر کثیر ہو یا کامل عضو کو لگ جائے، تو دم ہے۔
اور اگر عین موجود نہ ہو، بلکہ صرف مہک آتی ہو، تو اگر اس سے چہرہ وغیرہ پونچھا اور چہرے یا ہاتھ میں خوشبو کا اثر آ گیا، تو کوئی ''کفارہ'' نہیں کہ یہاں خوشبو کا عین نہ پایا گیا اور ٹشو پیپر کا مقصود اصلی خوشبو سے نفع لینا نہیں۔
ھندیہ (عالمگیری ج ۱، ص ۲۴۱) میں ہے:

لو دخل بیتاً قد اجمر فعلق بثوبہ رائحۃ فلا شیء علیہ لانہ غیر منتفع بعینہ

یعنی اگر کوئی ایسے کمرے میں داخل ہوا جس کو دھونی دی گئی اور اس کے کپڑے میں مہک بس گئی، تو کوئی کفارہ نہیں، کیونکہ اس نے خوشبو کے عین سے نفع نہیں اٹھایا۔
سیدی ملا علی قاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی نے شرح اللباب (ص ۱۲۱) میں خوشبو کا جرم لگے بغیر، صرف مہک لگنے کے جواز کے بارے میں صراحت فرمائی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

ومسہ ای لمس الطیب ان لم یلتزق ای شیء من جرمہ الی بدنہ فانہ حینئذ نوع من استعمالہ بخلاف اذا تعلق بہ ریحہ وعبق بہ فوحہ فانہ لا تضرہ اھ یعنی

(احرام کے مکروہات میں سے) اس یعنی خوشبو کا چھونا (بھی) ہے۔ بشرطیکہ وہ چپٹے نہیں یعنی اس خوشبو کے جرم میں سے کوئی شے اس کے بدن کو نہ چپٹے کیونکہ اس وقت یہ خوشبو کے استعمال کی ایک قسم قرار پائے گی بخلاف اس کے کہ جب اس کے ساتھ خوشبو کی مہک متعلق ہوجائے اور (بغیر جرم کے) خوشبو لگے اور بھڑ کے تو یہ اس کے لیے مُضر (نقصان دہ) نہیں۔ اس کے بارے میں تفصیلی بیان ''خوشبو کے استعمال سے مراد'' کے عنوان کے تحت گزر چکا ہے۔

(۷) سرمہ

سرمہ اگر بغیر خوشبو کا ہے تو سنت یا ضرورت کی وجہ سے اس کے استعمال میں کوئی حرج (گناہ) نہیں لیکن محرم کے لیے بلاضرورت اس کا استعمال مکروہ ہے اور بظاہر ''کراہتِ تنزیہی'' ہے اور عموماً سرمے میں خوشبو نہیں ہوتی ہے کما ھو المشاھد اور اگر سرمہ خوشبودار ہو، تو ایک یا دو بار استعمال میں ''صَدَقہ'' ہے اور تین یا اس سے زائد میں ''دم''۔
''شرح اللُّباب'' (ص ۱۲۲) میں ہے:

والاکتحال بما لا طیب فیہ ای عملا بالسنۃ وتقویۃ للباصرۃ لا قصد الزینۃ

یعنی ایسا سرمہ لگانا مُباح (جائز) ہے کہ جس میں خوشبو نہ ہو۔ یعنی سنت پر عمل کی نیت سے اور بصارت (بینائی) کی تقویت کے لیے، نہ کہ قصدِ زینت سے۔
عالمگیری (ج ۱، ص ۲۴۱) میں ہے:

....

عن محمد علیہ الرحمۃ فیمن اکتحل بکحل مطیب مرۃ او مرتین فعلیہ الصدقۃ وان کان مرارا کثیرۃ فعلیہ دم

یعنی امام محمد علیہ رَحْمَۃُ اللہ الاحد سے، اس شخص کے بارے میں کہ جس نے خوشبودار سرمہ ایک یا دو مرتبہ لگایا، مروی ہے کہ اس پر ''صدقہ'' ہے اور اگر کئی مرتبہ لگایا، تو اس پر ''دم'' واجب ہے۔

بہارِ شریعت (ص ۸٦ حصہ ششم) میں ہے: ''خوشبودار سرمہ ایک یا دو بار لگایا تو ''صدقہ'' دے، اس سے زیادہ میں ''دم'' ہے اور جس سرمہ میں خوشبو نہ ہو، اس کے استعمال میں حرج (گناہ) نہیں، جب کہ بضرورت ہو اور بلاضرورت مکروہ۔''

(۸) ٹوتھ پیسٹ

ٹوتھ پیسٹ میں اگر آگ کا عمل ہوتا ہے، جیسا کہ یہی مُتَبادِر ہے، جب تو حکم کفارہ نہیں، جیسا کہ ماقبل تفصیل سے گزر چکا۔ لیکن اس میں عموماً منہ کی بدبو دور کرنے اور خوشبو حاصل کرنے کا قصد ہوتا ہے، لہٰذا اس کا استعمال ''کراہیت'' سے خالی نہیں۔

امام اہلسنّت، مجدد دین وملت، پروانہ شمع رسالت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فتاویٰ رضویہ (ج ۴، ص ۶۸۹) میں فرماتے ہیں: تمباکو کے قوام میں خوشبو ڈال کر پکائی گئی ہو، جب تو اس کا کھانا مطلقاً جائز ہے اگرچہ خوشبو دیتی ہو، ہاں خوشبو ہی کے قصد سے اسے اختیار کرنا کراہت سے خالی نہیں۔

(۹) کھانے والی خوشبو لگانا

اگر وہ خالص خوشبو ہے، تب تو اس کا کھانا اور لگانا برابر ہے، جب کہ عرف وعادت میں اس کے دونوں طرح استعمال کو خوشبو کہا جاتا ہو، جیسے مُشک، زعفران وغیرہ۔ اور اگر خالص خوشبو نہیں، جیسے زیتون کا تیل، اگر اس کا بطورِ خوشبو استعمال ہو، تو کفارہ، ورنہ کچھ نہیں۔ اور اگر خوشبو کسی خاص شے کے ساتھ مختص (خاص) ہے اور دوسری جگہ جب تک مہک نہ دے اسے خوشبو نہیں کہا جاتا۔ جیسے الائچی کہ منہ کی خوشبو کے لیے خاص ہے اور اگر کوئی اسے کپڑے میں باندھ لے یا داڑھی میں اٹکا لے، تو کوئی اسے خوشبو کا استعمال نہیں کہتا، تو اس صورت میں کچھ نہیں، اس کا صریح جزیہ عود کو کپڑے میں باندھنے کا ''خوشبو کے استعمال سے مراد'' کی بحث میں گزر چکا۔

(۱۰) صابن کو بہ نیت خوشبو استعمال کرنا

صابن یا خوشبودار واشنگ پاؤڈر وغیرہ کو خوشبو کے قصد سے استعمال کرنا مکروہ ہے، جیسا کہ ٹوتھ پیسٹ کے بیان کے ضمن میں تمباکو کے خوشبودار قوام کے بارے میں امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کے حوالے سے گزرا۔ بلاقصد ونیتِ خوشبو اس کے استعمال کا حکم بھی ماسبق میں واضح ہو چکا۔

(۱۱) ہاتھ میں مہک آنا

اس میں بھی وہی تفصیل ہوگی، جو ٹشو پیپر کے بیان میں گزری کہ مثلاً کسی ایسے شخص سے مصافحہ کیا جس نے عطر لگایا تھا اور ہاتھ میں ←

(۴۵) جوں مارنا۔ (۴۶) پھینکنا۔ (۴۷) کسی کو اس کے مارنے کا اشارہ کرنا۔ (۴۸) کپڑا اس کے مارنے کو دھونا۔ یا (۴۹) دھوپ میں ڈالنا۔ (۵۰) بالوں میں پارہ وغیرہ اس کے مارنے کو لگانا غرض جوں کے ہلاک پر کسی طرح

اگر خوشبو کا عین لگا تو ''کفارہ'' ہوگا اور اگر عین نہ لگا بلکہ ہاتھ میں صرف مہک آئی، تو کوئی کفارہ نہیں کہ اس محرم نے خوشبو کے عین سے نفع نہ اٹھایا، ہاں اس کو چاہیے کہ ہاتھ کو دھو کر اس مہک کو زائل کر دے۔

(۱۲) گلاب کے ہار

احرام کی نیت کے بعد گلاب کا ہار نہ پہنا جائے، کیونکہ گلاب کا پھول خود عین خوشبو ہے اور اس کی مہک بدن اور لباس میں بس بھی جاتی ہے۔ چنانچہ اگر اس کی مہک لباس میں بس گئی اور کثیر ہے اور چار پہر یعنی بارہ گھنٹے تک اس کپڑے کو پہنے رہا تو ''دم'' ہے، ورنہ ''صدقہ'' اور اگر خوشبو تھوڑی ہے اور کپڑے میں ایک بالشت یا اس سے کم میں لگی ہو اور چار پہر تک اسے پہنے رہا تو ''صدقہ'' اور اس سے کم پہنا، تو ایک مٹھی گندم دینا واجب ہے۔ اور اگر خوشبو قلیل ہے، لیکن بالشت سے زیادہ حصے میں ہے، تو کثیر کا ہی حکم ہے یعنی چار پہر میں ''دم'' اور کم میں ''صدقہ''۔

شرح اللباب (ص ۳۲۰) میں ہے:

اذا کان الطیب فی ثوبہ شبرا فی شبر ای مقدارھما طولا وعرضا فھو داخل فی القلیل فان مکث ای دام یوما فعلیہ صدقۃ او اقل منہ فقبضۃ کذا فی المجرد والفتح

یعنی اگر کسی کپڑے میں خوشبو بالشت در بالشت لگی یعنی طول وعرض میں، تو وہ قلیل میں داخل ہے، پس اگر وہ ٹھہرا رہا یعنی دن بھر پہنا رہا، تو اس پر صدقہ ہے۔ اور اس سے کم ہے تو ایک مٹھی کھانا۔ ایسا ہی مُجرّد اور فتح القدیر میں ہے۔

ردالمحتار (ج ۳، ص ۵۷۵) میں ہے:

یمکن اجراء التوفیق المار ھنا ایضا بأن الطیب اذا کان فی نفسہ کثیرا لزم الدم وان اصاب من الثوب اقل من شبر وان کان قلیلا لا یلزم حتی یصیب اکثر من شبر فی شبر وربما یشیر الیہ قولھم لو ربط مسکا او کافورا او عنبرا کثیرا فی طرف ازارہ او ردائہ لزمہ دم ای ان دام یوما ولو قلیلا فصدقۃ

یعنی گزشتہ تطبیق کو یہاں بھی جاری کرنا ممکن ہے کہ اگر وہ فی نفسہ کثیر ہو تو ''دم'' لازم ہوگا۔ اگرچہ کپڑے میں بالشت سے زیادہ کو نہ لگے اور اگر خوشبو قلیل ہو تو دم لازم نہیں جب تک بالشت در بالشت سے زیادہ کپڑے کو نہ لگے اور شاید اس کی طرف فقہاء کا قول اشارہ کرتا ہے کہ اگر محرم نے مشک یا کافور یا عنبر بہت زیادہ اپنے تہبند یا چادر میں باندھی تو دم لازم ہوگا یعنی اگر دن بھر پہنا رہا اور اگر دن سے کم ہے تو صدقہ واجب ہے اور اگر یہ ہار پہنے کے باوجود کوئی مہک کپڑوں میں نہ بسی تو کوئی کفارہ نہیں اب اس کی حیثیت عود کو کپڑے میں باندھنے کی طرح ہوگئی کہ جب تک اس کی مہک کپڑوں میں نہ آئے کفارے کا حکم نہیں جیسا کہ خوشبو کے استعمال سے مراد کے بیان میں گزرا لہذا محرم کو چاہیئے کہ طیارے میں سوار ہونے کے بعد احرام کی نیت کرے تاکہ اس ناجائز کام سے بچ جائے اور اگر خوشبو لگ جائے تو اس کو فوراً دھوئے اور کفارے کی جو بھی صورت واضح ہو اس کی مطابق عمل کرے۔ (اراکین مجلس تحقیقات شرعیہ (دعوت اسلامی))

باعث ہونا۔(2)

❁❁❁❁❁

(2) الفتاوی الرضویۃ، ج۱۰، ص۷۳۲، وغیرہ۔

احرام کے مکروہات

احرام میں یہ باتیں مکروہ ہیں:

(۱) بدن کا میل چھڑانا۔

(۲) بال یا بدن کھلی یا صابون وغیرہ بے خوشبو کی چیز سے دھونا۔

(۳) کنگھی کرنا۔ (۴) اس طرح کھجانا کہ بال ٹوٹنے یا جوں کے گرنے کا اندیشہ ہو۔

(۵) انگرکھا کُرتا چغہ پہننے کی طرح کندھوں پر ڈالنا۔

(۶) خوشبو کی دھونی دیا ہوا کپڑا کہ ابھی خوشبو دے رہا ہو پہننا اوڑھنا۔

(۷) قصداً خوشبو سونگھنا اگر چہ خوشبودار پھل یا پتا ہو جیسے لیموں، نارنگی، پودینہ، عطر دانہ۔

(۸) عطر فروش کی دوکان پر اس غرض سے بیٹھنا کہ خوشبو سے دماغ معطر ہوگا۔

(۹) سر، یا (۱۰) مونھ پر پٹی باندھنا۔

(۱۱) غلافِ کعبہ معظمہ کے اندر اس طرح داخل ہونا کہ غلاف شریف سر یا مونھ سے لگے۔

(۱۲) ناک وغیرہ مونھ کا کوئی حصہ کپڑے سے چھپانا۔

(۱۳) کوئی ایسی چیز کھانا پینا جس میں خوشبو پڑی ہو اور نہ وہ پکائی گئی ہو نہ بو زائل ہوگئی ہو۔

(۱۴) بے سلا کپڑا رفو کیا ہوا یا پیوند لگا ہوا پہننا۔

(۱۵) تکیہ پر مونھ رکھ کر اوندھا لیٹنا۔

(۱۶) مہکتی خوشبو ہاتھ سے چھونا جب کہ ہاتھ میں لگ نہ جائے ورنہ حرام ہے۔

(۱۷) بازو یا گلے پر تعویذ باندھنا اگر چہ بے سلے کپڑے میں لپیٹ کر۔

(۱۸) بلا عذر بدن پر پٹی باندھنا۔

(۱۹) سنگار کرنا۔

(۲۰) چادر اوڑھ کر اُس کے آنچلوں میں گرہ دے لینا جیسے گاتی باندھتے ہیں اس طرح یا کسی اور طرح پر جب کہ سر کھلا ہو ورنہ حرام ہے۔

(۲۱) یوہیں تہبند کے دونوں کناروں میں گرہ دینا۔

(۲۲) تہبند باندھ کر کمر بند یا رسی سے کسنا۔(1)

❁❁❁❁❁

(1) الفتاویٰ الرضویۃ، ج۱۰، ص۷۳۳، وغیرہ۔

یہ باتیں احرام میں جائز ہیں

یہ باتیں احرام میں جائز ہیں:

(۱) (انگرکھا) اچکن کی وضع کا ایک برکا لباس جسے گھنڈی کے ذریعے گلے کے پاس جوڑ دیتے ہیں) کرتہ چُغہ لیٹ کر اوپر سے اس طرح ڈال لینا کہ سر اور مونھ نہ چھپے۔

(۲) اِن چیزوں یا پاجامہ کا تہبند باندھ لینا۔

(۳) چادر کے آنچلوں کو تہبند میں گھرسنا۔

(۴) ہمیانی (جالی کی چھوٹی تھیلی)، یا (۵) پٹی، یا (۶) ہتھیار باندھنا۔

(۷) بے میل چھڑائے حمام کرنا۔

(۸) پانی میں غوطہ لگانا۔

(۹) کپڑے دھونا جب کہ جوں مارنے کی غرض سے نہ ہو۔

(۱۰) مسواک کرنا۔

(۱۱) کسی چیز کے سایہ میں بیٹھنا۔

() چھتری لگانا۔

(۱۳) انگوٹھی پہننا۔(1)

(۱۴) بے خوشبو کا سُرمہ لگانا۔

(۱۵) داڑھ اکھاڑنا۔

(۱۶) ٹوٹے ہوئے ناخن کو جدا کر دینا۔(2)

---

(1) علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں کو مباحاتِ احرام میں شمار کرتے ہوئے ردالمحتار، ج 2، ص 178، میں لکھا ہے:

قوله (وتختم واكتحال) عطف على ما قبله فيصير التقدير ولايتقى شد تختم واكتحال۔

(2) عالمگیری، ج 1، ص 244، میں ہے:

وَلَيْسَ لِلْمُحْرِمِ أَنْ يَقُصَّ أَظْفَارَهُ فَإِذَا قَصَّ أَظَافِيرَ يَدٍ وَاحِدَةٍ أَوْ رِجْلٍ وَاحِدَةٍ عَنْ غَيْرِ ضَرُورَةٍ فَعَلَيْهِ دَمٌ وَ كَذٰلِكَ إِذَا قَلَمَ أَظَافِيرَ يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ يَكْفِيهِ دَمٌ وَاحِدٌ. وَلَوْ قَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَظَافِيرَ مِنْ يَدٍ وَاحِدَةٍ أَوْ ←

(۱۷) دنبل یا پھنسی توڑ دینا۔

(۱۸) ختنہ کرنا۔

(۱۹) فصد۔

(۲۰) بغیر بال مونڈے پچھنے کرانا۔ (3)

(۲۱) آنکھ میں جو بال نکلے اُسے جُدا کرنا۔

(۲۲) سر یا بدن اس طرح آہستہ کھجانا کہ بال نہ ٹوٹے۔

(۲۳) احرام سے پہلے جو خوشبو لگائی اُس کا لگا رہنا۔

(۲۴) پالتو جانور اونٹ گائے بکری مرغی وغیرہ ذبح کرنا۔ (۲۵) پکانا۔ (۲۶) کھانا۔ (۲۷) اس کا دودھ دوہنا۔ (۲۸) اس کے انڈے توڑنا بھونا کھانا۔

(۲۹) جس جانور کو غیر مُحرِم نے شکار کیا اور کسی مُحرِم نے اُس کے شکار یا ذبح میں کسی طرح کی مدد نہ کی ہو اُس کا کھانا بشرطیکہ وہ جانور نہ حرم کا ہو نہ حرم میں ذبح کیا گیا ہو۔

(۳۰) کھانے کے لیے مچھلی کا شکار کرنا۔

(۳۱) دوا کے لیے کسی دریائی جانور کا مارنا، دوا یا غذا کے لیے نہ ہو نری تفریح کے لیے ہو جس طرح لوگوں میں رائج ہے تو شکار دریا کا ہو یا جنگل کا خود ہی حرام ہے اور احرام میں سخت تر حرام۔

رِجْلٍ وَاحِدَةٍ تَجِبُ عَلَيْهِ الصَّدَقَةُ وَلِكُلِّ ظُفْرٍ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ حِنْطَةٍ إِلَّا أَنْ يَبْلُغَ ذٰلِكَ دَمًا فَيَنْقُصُ مَا شَاءَ وَلَوْ قَلَّمَ خَمْسَةَ أَظَافِيرَ مِنْ يَدٍ وَاحِدَةٍ وَلَمْ يُكَفِّرْ ثُمَّ قَلَّمَ أَظَافِيرَ يَدِهِ الْأُخْرَى إِنْ كَانَ فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ فَعَلَيْهِ دَمٌ. وَإِنْ كَانَ فِي مَجْلِسَيْنِ فَيَلْزَمُهُ دَمَانِ...... وَلَوْ قَلَّمَ خَمْسَةَ أَظَافِيرَ مِنَ الْأَعْضَاءِ الْأَرْبَعَةِ الْمُتَفَرِّقَةِ تَجِبُ الصَّدَقَةُ لِكُلِّ ظُفْرٍ نِصْفُ صَاعٍ فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ-رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى-. وَكَذٰلِكَ لَوْ قَلَّمَ مِنْ كُلِّ عُضْوٍ مِنَ الْأَعْضَاءِ الْأَرْبَعَةِ أَرْبَعَةَ أَظَافِيرَ تَجِبُ عَلَيْهِ الصَّدَقَةُ. وَإِنْ كَانَ جُمْلَتُهَا سِتَّةَ عَشَرَ فِي كُلِّ ظُفْرٍ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ حِنْطَةٍ إِلَّا إِذَا بَلَغَتْ قِيمَةُ الطَّعَامِ دَمًا فَيَنْقُصُ مِنْهُ مَا شَاءَ كَذَا فِي شَرْحِ الطَّحَاوِيِّ-انْكَسَرَ ظُفْرُ الْمُحْرِمِ وَتَعَلَّقَ فَأَخَذَهُ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ كَذَا فِي الْكَافِي.

(3) ردالمحتار ج 2، کتاب الحج باب الجنایات میں ہے:

قوله (محاجمه) أي موضع الحجامة من العنق كما في البحر قوله (وإلا فصدقة) أي وإن لم يحتجم بعد الحلق فالواجب صدقة.

(۳۲) بیرونِ حرم کی گھاس اُکھاڑنا، یا
(۳۳) درخت کاٹنا۔
(۳۴) چیل، (۳۵) کوا، (۳۶) چوہا، (۳۷) گرگٹ، (۳۸) چھپکلی، (۳۹) سانپ، (۴۰) بچھو، (۴۱) کھٹمل، (۴۲) مچھر، (۴۳) پسّو، (۴۴) مکھی وغیرہ خبیث وموذی جانوروں کا مارنا اگرچہ حرم میں ہو۔
(۴۵) مونھ اور سر کے سوا کسی اور جگہ زخم پر پٹی باندھنا۔
(۴۶) سر، یا (۴۷) گال کے نیچے تکیہ رکھنا۔
(۴۸) سر، یا (۴۹) ناک پر اپنا یا دوسرے کا ہاتھ رکھنا۔
(۵۰) کان کپڑے سے چھپانا۔
(۵۱) ٹھوڑی سے نیچے داڑھی پر کپڑا آنا۔
(۵۲) سر پر سینی یا بوری اُٹھانا۔
(۵۳) جس کھانے کے پکنے میں مشک وغیرہ پڑے ہوں اگرچہ خوشبو دیں۔ یا (۵۴) بے پکائے جس میں کوئی خوشبو ڈالی اور وہ بُو نہیں دیتی اُس کا کھانا پینا۔
(۵۵) گھی یا چربی یا کڑوا تیل یا ناریل یا بادام کدو، کاہو کا تیل کہ بسایا نہ ہو بالوں یا بدن میں لگانا۔
(۵۶) خوشبو کے رنگے کپڑے پہننا جب کہ اُن کی خوشبو جاتی رہی ہو مگر کسم، کیسر کا رنگ مرد کو ویسے ہی حرام ہے۔
(۵۷) دین کے لیے جھگڑنا بلکہ حسبِ حاجت فرض وواجب ہے۔
(۵۸) جوتا پہننا جو پاؤں کے اُس جوڑ کو نہ چھپائے۔
(۵۹) بے سلے کپڑے میں لپیٹ کر تعویذ گلے میں ڈالنا۔
(۶۰) آئینہ دیکھنا۔
(۶۱) ایسی خوشبو کا چھونا جس میں فی الحال مہک نہیں جیسے اگر، لوبان، صندل، یا (۶۲) اس کا آنچل میں باندھنا۔
(۶۳) نکاح کرنا۔ (4)

❁❁❁❁❁

(4) الفتاوی الرضویۃ، ج۱۰، ص۷۴۳، وغیرہ۔

احرام میں مرد و عورت کے فرق

ان مسائل مذکورہ میں مرد عورت برابر ہیں، مگر عورت کو چند باتیں جائز ہیں:

سر چھپانا بلکہ نامحرم کے سامنے اور نماز میں فرض ہے تو سر پر بستر بقچہ اُٹھانا بدرجہ اولیٰ۔ یوہیں گوند وغیرہ سے بال جمانا، سر وغیرہ پر پٹی خواہ بازو یا گلے پر تعویذ باندھنا اگرچہ سی کر، غلافِ کعبہ کے اندر یوں داخل ہونا کہ سر پر رہے موئھ پر نہ آئے، دستانے، موزے، سلے کپڑے پہننا، عورت اتنی آواز سے لبیک نہ کہے کہ نامحرم سُنے، ہاں اتنی آواز ہر پڑھنے میں ہمیشہ سب کو ضرور ہے کہ اپنے کان تک آواز آئے۔

تنبیہ: احرام میں موئھ چھپانا عورت کو بھی حرام ہے، نامحرم کے آگے کوئی پنکھا وغیرہ موئھ سے بچا ہوا سامنے رکھے۔

جو باتیں احرام میں ناجائز ہیں وہ اگر کسی عُذر سے یا بھول کر ہوں تو گناہ نہیں مگر ان پر جو جُرمانہ مقرر ہے ہر طرح دینا آئے گا اگرچہ بے قصد ہوں یا سہواً یا جبراً یا سوتے میں۔

طوافِ قدوم کے سوا وقتِ احرام سے رمی جمرہ تک جس کا ذکر آئے گا اکثر اوقات لبیک کی بے شمار کثرت رکھے، اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، وضو بے وضو ہر حال میں خصوصاً چڑھائی پر چڑھتے اُترتے، دو قافلوں کے ملتے، صبح شام، پچھلی رات، پانچوں نمازوں کے بعد، غرض یہ کہ ہر حالت کے بدلنے پر مرد بآواز کہیں مگر نہ اتنی بلند کہ اپنے آپ یا دوسرے کو تکلیف ہو اور عورتیں پست آواز سے مگر نہ اتنی پست کہ خود بھی نہ سُنیں۔

❁❁❁❁❁

داخلیِ حرم محترم و مکہ مکرمہ و مسجد الحرام

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِیْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ﴿۱۲۶﴾ وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ﴿۱۲۸﴾﴾ (1)

اور جب ابراہیم نے کہا، اے پروردگار! اس شہر کو امن والا کردے اور اس کے اہل میں سے جو اللہ (عزوجل) اور پچھلے دن پر ایمان لائے انھیں پھلوں سے روزی دے۔ فرمایا اور جس نے کفر کیا اُسے بھی کچھ برتنے کو دوں گا، پھر اسے آگ کے عذاب کی طرف مضطر کروں گا اور بُرا ٹھکانا ہے وہ۔ اور جب ابراہیم و اسمٰعیل خانہ کعبہ کی بنیادیں بلند کرتے ہوئے کہتے تھے اے پروردگار! تو ہم سے (اس کام کو) قبول فرما، بیشک تو ہی ہے سُننے والا، جاننے والا اور ہمیں تو اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری ذرّیت سے ایک گروہ کو اپنا فرمانبردار بنا اور ہمارے عبادت کے طریقے ہم کو دکھا اور ہم پر رجوع فرما بیشک تو ہی بڑا توبہ قبول فرمانے والا، رحم کرنے والا ہے۔

اور فرماتا ہے:

﴿اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا یُّجْبٰۤى اِلَیْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَیْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ﴿۵۷﴾﴾ (2)

کیا ہم نے اُن کو امن والے حرم میں قدرت نہ دی کہ وہاں ہر قسم کے پھل لائے جاتے ہیں جو ہماری جانب سے رزق ہیں مگر بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

اور فرماتا ہے:

﴿اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَیْءٍ وَّ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ

---

(1) پ۱، البقرۃ: ۱۲۶۔ ۱۲۸۔

(2) پ۲۰، القصص: ۵۷۔

الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۹۱﴾ (3)

مجھے تو یہی حکم ہوا کہ اس شہر کے پروردگار کی عبادت کروں، جس نے اسے حرم کیا اور اسی کے لیے ہر شے ہے اور مجھے حکم ہوا کہ میں مسلمانوں میں سے رہوں۔

❁❁❁❁❁

(3) پ۲۰، النمل:۹۱۔

احادیث

حدیث ۱ و ۲: صحیح بخاری وصحیح مسلم میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن یہ ارشاد فرمایا: اس شہر کو اللہ (عزوجل) نے حرم (بزرگ) کر دیا ہے جس دن آسمان وزمین کو پیدا کیا تو وہ روز قیامت تک کے لیے اللہ (عزوجل) کے کیے سے حرم ہے، مجھ سے پہلے کسی کے لیے اس میں قتال حلال نہ ہوا اور میرے لیے صرف تھوڑے سے وقت میں حلال ہوا، اب پھر وہ قیامت تک کے لیے حرام ہے، نہ یہاں کا کانٹے والا درخت کاٹا جائے نہ اس کا شکار بھگایا جائے اور نہ یہاں کا پڑا ہوا مال کوئی اُٹھائے مگر جو اعلان کرنا چاہتا ہو (اُسے اُٹھانا، جائز ہے) اور نہ یہاں کی تر گھاس کاٹی جائے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی، یا رسول اللہ (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! مگر اِذخر (ایک قسم کی گھاس ہے کہ اُس کے کاٹنے کی اجازت دیجیے) کہ یہ لوہاروں اور گھر کے بنانے میں کام آتی ہے۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اس کی اجازت دیدی۔ (1) اسی کی مثل ابُو

---

(1) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب تحریم مکۃ وتحریم صیدھا... إلخ، الحدیث: ۱۳۵۳، ص۷۰۶.

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ معظمہ سے مدینہ پاک کی طرف ہجرت فرما جانے کے بعد مکہ کے مسلمانوں پر ہجرت فرض تھی اور مکہ معظمہ میں بلا عذر رہنا حرام تھا کہ وہ جگہ دار الحرب ہوگئی تھی فتح مکہ سے وہ جگہ دار الاسلام بن گئی اور اب اس ہجرت کی فرضیت ختم ہوگئی یہاں یہ ہی ارشاد ہے یعنی مکہ معظمہ سے ہجرت کر جانا اب فرض نہ رہا لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ ہجرت قیامت تک ہے وہاں دوسرے دار الحرب سے ہجرتیں مراد ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ خبر غیبی ہے کہ اب مکہ معظمہ تا قیامت کبھی دار الحرب نہ بنے گا اور نہ یہاں سے ہجرت فرض ہوگی، الحمدللہ ایسا ہی ہوا۔

۲۔ یعنی اب جسے جہاد میسر ہو وہ جہاد کرے اور جو جہاد نہ پائے وہ نیت کرے کہ جب مجھے خدا موقع دے گا جہاد کروں گا کہ نیت جہاد بھی ثواب ہے۔

۳۔ اگر جہاد اس وقت فرض کفایہ ہو تو بقدر ضرورت لوگ نکلیں اور اگر فرض عین ہوگیا ہو تو ہر مرد وزن نکلے یہ کلمہ دونوں صورتوں کو شامل ہے۔

۴۔ یعنی اس شہر پاک کا حرم شریف ہونا صرف اسلام میں نہیں ہے بلکہ بڑا پرانا مسئلہ ہے، ہر دین میں یہ جگہ محترم تھی۔ وہ جو باب حرم مدینہ میں آرہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ معظمہ کو حرم بنایا وہاں یہ مطلب ہے کہ اس کے حرم ہونے کا اعلان ابراہیم علیہ السلام نے کیا کیونکہ طوفان نوحی میں جب بیت المعمور آسمان پر اٹھالیا تو لوگ یہاں کی حرمت وغیرہ بھول گئے حضرت خلیل نے پھر اس کا اعلان فرمایا۔

شریح عدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی۔

لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ (اشعہ) الی یوم القیامۃ فرما کر بتایا کہ یہ حرمت کبھی منسوخ نہ ہوگی کہ جیسے ازلی ہے ویسے ہی ابدی بھی ہے۔

۵۔ اس فرمان عالی میں اشارہ اس واقعہ کی طرف ہے جو فتح مکہ کے دن حضرت خالد ابن ولید سے صادر ہوا کہ ستر ۷۰ کفار آپ کے ہاتھوں قتل ہوگئے اس قتل پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عتاب بھی نہ فرمایا اس کی وجہ یہاں بیان ہوئی کہ اس دن ہمارے لیے ایک ساعت کے قتال بھی حلال ہوگیا اور بغیر احرام مکہ معظمہ میں داخلہ بھی جائز ہوا۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت سیاہ عمامہ باندھے ہوئے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے یعنی بغیر احرام ورنہ سر مبارک کھلا ہوتا۔ خیال رہے کہ فتح مکہ مذہب احناف میں غلبہ سے ہوئی اور امام شافعی کے ہاں صلح سے اسی لیے ان کے ہاں مکہ معظمہ کے مکانات وزمین کی بیع درست اور کرایہ جائز ہے کہ تمام مقامات کفار مکہ کے اپنے رہے جیسا کہ صلح میں ہوتا ہے، ہمارے امام صاحب کے ہاں وہاں کی زمین وغیرہ کی بیع وکرایہ درست نہیں کیونکہ ان تمام کے حضور انور مالک ہوگئے تھے کیونکہ فاتح بادشاہ مفتوح علاقہ کا مالک ہوجاتا ہے، حضور انور نے مالک ہوکر وقف فرمادیا، وقف کی نہ بیع ہوتی ہے نہ اجارہ، قول امام اعظم بہت ہی قوی ہے یہ حدیث ان کی دلیل ہے کہ مجھے اس دن قتال درست ہوگیا، صلح میں قتال کیسا، نیز رب تعالیٰ نے اسے فتح فرمایا: "اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَ الۡفَتۡحُ" اور فتح جنگ سے ہی ہوا کرتی ہے۔ (اشعہ مع زیادت)

۶۔ یعنی حرم کے خود رو درخت تو کیا کانٹے توڑنا بھی جائز نہیں، اذخر و کمائت کے سوا وہاں کی سبز گھاس کاٹنا یا اس پر جانور چرانا بھی ہمارے ہاں ممنوع ہے، امام یوسف وشوافع ومالک کے ہاں چرانا درست ہے، امام احمد ہمارے ساتھ ہیں مذہب احناف قوی ہے، یہ حدیث ہماری دلیل ہے حتی کہ ایذاء دینے والا کانٹا بھی ہمارے ہاں نہ کاٹا جائے، خلافًا للشافعی۔

۷۔ یعنی حرم کا شکار مارنا تو کیا اسے اس کی جگہ سے ہٹانا بھڑکانا بھی منع ہے اور اگر بھڑکانے سے وہ ضائع ہوجائے تو اس کی قیمت واجب ہوگی۔ (اشعہ)

۸۔ اس کے ظاہری معنے یہ ہیں کہ دیگر مقامات کی ملی ہوئی چیز کا کچھ عرصہ تک اعلان کیا جاتا ہے پھر مالک نہ ملنے پر یا خیرات کردی جاتی ہے یا پانے والا اگر فقیر ہو تو خود مالک ہوجاتا ہے مگر حرم شریف کی ملی ہوئی چیز کا اعلان زیادہ کیا جائے گا، ان کی دلیل وہ حدیثیں ہیں جو لقطہ کے بیان میں آئیں گی۔ اس فرمان عالی کا منشاء یہ ہے کہ صرف زمانہ حج میں اعلان نہ کرے بلکہ بعد میں بھی اعلان کرتا رہے۔

۹۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ خلا تر گھاس کو کہتے ہیں اور حشیش خشک کو اور بعض کے ہاں اس کے برعکس ہے۔ مقصد یہ ہے کہ حرم شریف کی نہ تر گھاس کاٹی جائے نہ خشک کیونکہ خشک گھاس کانٹے کے حکم میں ہے۔

۱۰۔ اذخر ایک لمبی گھاس ہوتی ہے جو عرب میں بجائے لکڑی اور کوئلے کے بھٹیوں میں بھی استعمال کی جاتی ہے اور گھر و قبر کی چھتوں میں بھی جیسے ہمارے ہاں گاؤں میں سینٹھے وسرکرے۔

۱۱۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رب تعالیٰ نے احکام شرعیہ کا مالک بنایا ہے کہ اپنے اختیار سے آپ باذن پروردگار حرام وحلال کرسکتے ہیں، دیکھو سرکار عالی نے حضرت عباس کے جواب میں یہ نہ فرمایا کہ اچھا رب کی بارگاہ میں دعا کریں گے یا ←

حدیث ۳: ابن ماجہ عیاش بن ابی ربیعہ مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ امت ہمیشہ خیر کے ساتھ رہے گی جب تک اس حُرمت کی پوری تعظیم کرتی رہے گی اور جب لوگ اسے ضائع کردیں گے ہلاک ہوجائیں گے۔(2)

حدیث ۴: طبرانی اوسط میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کعبہ کے لیے زبان اور ہونٹ ہیں، اُس نے شکایت کی کہ اے رب! میرے پاس آنے والے اور میری زیارت کرنے والے کم ہیں۔ اللہ عزوجل نے وحی کی کہ: میں خشوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے آدمیوں کو پیدا کروں گا جو تیری طرف ایسے مائل ہوں گے جیسے کبوتری اپنے انڈے کی طرف مائل ہوتی ہے۔(3)

جبریل امین سے پوچھیں گے بلکہ خود ہی فرمادیا الا الاذخر، اگر حضرت عباس حضور سے یہ نہ کہلوا لیتے تو اذخر بھی حرام ہی رہتی۔(اشعہ)

۱۲۔ اکثر شوافع کے ہاں حرمین شریفین کی مٹی یا پتھر باہر لے جانا بھی منع ہے اور باہر کی مٹی وہاں پہنچانا خلاف اولیٰ، ہاں آب زمزم تبرک کے لیے اور مدینہ پاک کی کھجوریں باہر لے جانا سنت ہے۔ چنانچہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل ابن عمرو سے حدیبیہ کے سال آب زمزم دو مشکیزے مدینہ طیبہ منگوایا اور حج کے موقعہ پر خود سرکار آب زمزم مشکیزوں و برتنوں میں لے گئے اور عرصہ تک وہ پانی بیماروں کو دواء پلاتے رہے اور حضرت عائشہ صدیقہ سے بروایت صحیح ثابت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار آب زمزم باہر بھیجا۔(مرقات) مدینہ پاک سے خاک شفا لانا اور اسے دواء استعمال کرنا سنت مسلمین ہے، اس کا ماخذ یہ حدیث ہے کہ حضور نے فرمایا "تربة ارضنا یشفی سقیمنا" ہماری زمین مدینہ کی مٹی بیماروں کو شفا دیتی ہے بلکہ وہاں کا گرد و غبار اپنے منہ اور سینہ پر لے، یہ برص و جذام کے لیے بہت مفید ہے، مسجد نبوی خصوصا روضہ مطہرہ کا غبار مؤمنوں کی آنکھوں کا سرمہ ہے اور عشاق کے زخمی دلوں کا مرہم۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۴،ص۲۲۵)

(2) سنن ابن ماجہ، أبواب المناسک، باب فضل مکة، الحدیث: ۳۱۱۰، ج۳،ص۵۱۹۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ آپ ابوجہل کے اخیافی بھائی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کرتے ہی ایمان لائے، حضرت عمر کے ساتھ حبشہ ہجرت کر گئے، پھر حضرت عمر کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کر کے آئے، ابوجہل اور حارث ابن ہشام نے دھوکہ سے انہیں مکہ معظمہ بلایا کہ تیری ماں تیرے لیے بے قرار ہے اور وہاں آپ کو قید کردیا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت نازلہ میں آپ کی رہائی کی دعا کی کہ الٰہی عیاش ابن ربیعہ کو نجات دے، آپ عہد فاروقی میں جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔(اکمال)

۲۔ تجربہ سے بھی ثابت ہے کہ جس بادشاہ نے کعبہ معظمہ یا حرم شریف کی بے حرمتی کی ہلاک و برباد ہوگیا، یزید پلید کے زمانہ میں جب حرم شریف کی بے حرمتی ہوئی یزید ہلاک ہو، اس کی سلطنت ختم ہوگئی۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۴،ص۲۲۶)

(3) المعجم الاوسط، باب المیم، الحدیث: ۶۰۶۶، ج۴،ص۳۰۵۔

حدیث ۵: صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ میں تشریف لاتے تو ذی طویٰ میں رات گزارتے، جب صبح ہوتی غسل کرتے اور نماز پڑھتے اور دن میں داخلِ مکہ ہوتے اور جب مکہ سے تشریف لے جاتے تو صبح تک ذی طویٰ میں قیام فرماتے۔(4)

❁❁❁❁❁

(4) مشکاۃ المصابیح، کتاب المناسک، باب دخول مکۃ ... إلخ، الحدیث: ۲۵۶۱، ج ۲، ص ۸۶.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ ذی طویٰ مکہ معظمہ سے قریب مدینہ کے راہ ایک چھوٹی سی بستی یا کنواں کا نام ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں رات میں پہنچ گئے تھے، رات وہاں گزار کر بعد نماز فجر وہاں سے چلے تھے اور دن میں مکہ معظمہ داخل ہوئے تھے، حضرت ابن عمر اس سنت پر عامل رہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ دن میں داخل ہونا کہ کعبہ معظمہ پر پہلی نظر ہیبت وجلال سے پڑے اور دعا خوب دل سے مانگی جائے، اول نظر پر دعا بہت قبول ہوتی ہے، کعبہ کی تجلی دن میں خوب نظر آتی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ چاشت کے وقت داخل ہو۔(اشعہ) غسل کرکے مکہ معظمہ میں داخل ہونا بہت بہتر ہے۔(مرقات) نسائی شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حج کے موقعہ پر دن میں مکہ معظمہ تشریف لائے اور عمرہ کے وقت رات میں۔ سیدنا عبداللہ ابن عمر رات کے وقت مکہ معظمہ میں داخل ہونے سے منع فرماتے تاکہ حجاج کا سامان گم نہ ہو۔ ابن حبان میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ انبیاء کرام مکہ معظمہ میں پیدل برہنہ پا داخل ہوتے تھے، عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ حج کعبہ سات لاکھ بنی اسرائیل نے کیا جو مقام تنعیم سے ننگے پاؤں ہوجاتے تھے۔(مرقات)

۲۔ واپسی پر ذی طویٰ میں رات گزارنا اس لیے تھا کہ تمام صحابہ جمع ہوجائیں اور اب یہاں سے سفر مدینہ کی تیاری کرلی جائے غرضکہ آتے جاتے دونوں بار ذی طویٰ میں قیام فرمایا مگر مختلف مصلحتوں سے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۴، ص ۱۷۶)

داخلیٔ حرم کے احکام

1- جب حرم مکہ کے متصل پہنچے سر جھکائے آنکھیں شرم گناہ سے نیچی کیے خشوع وخضوع سے داخل ہو اور ہو سکے تو پیادہ ننگے پاؤں اور لبیک و دعا کی کثرت رکھے اور بہتر یہ کہ دن میں نہا کر داخل ہو، حیض و نفاس والی عورت کو بھی نہانا مستحب ہے۔

2- مکہ معظمہ کے گرداگرد کئی کوس تک حرم کا جنگل ہے، ہر طرف اُس کی حدیں بنی ہوئی ہیں، ان حدوں کے اندر تر گھاس اُکھیڑنا، خودرو پیڑ کاٹنا، وہاں کے وحشی جانور کو تکلیف دینا حرام ہے۔ یہاں تک کہ اگر سخت دھوپ ہو اور ایک ہی پیڑ ہے اُس کے سایہ میں ہرن بیٹھا ہے تو جائز نہیں کہ اپنے بیٹھنے کے لیے اسے اُٹھائے اور اگر وحشی جانور بیرون حرم کا اُس کے ہاتھ میں تھا اُسے لیے ہوئے حرم میں داخل ہوا اب وہ جانور حرم کا ہوگیا فرض ہے کہ فوراً فوراً چھوڑ دے۔ مکہ معظمہ میں جنگلی کبوتر (1) بکثرت ہیں ہر مکان میں رہتے ہیں، خبردار ہرگز ہرگز نہ اڑائے، نہ ڈرائے، نہ کوئی ایذا پہنچائے بعض اِدھر اُدھر کے لوگ جو مکہ میں بسے کبوتروں کا ادب نہیں کرتے، ان کی ریس نہ کرے مگر بُرا انھیں بھی نہ کہے کہ جب وہاں کے جانور کا ادب ہے تو مسلمان انسان کا کیا کہنا! یہ باتیں جو حرم کے متعلق بیان کی گئیں احرام کے ساتھ خاص نہیں احرام ہو یا نہ ہو بہر حال یہ باتیں حرام ہیں۔

3- جب مکہ معظمہ نظر پڑے ٹھہر کر یہ دُعا پڑھے:

---

(1) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

مکہ مکرمہ کے گرداگرد کئی کوس کا جنگل ہے، ہر طرف اس کی حدیں بنی ہوئی ہیں ان حدوں کے اندر تر گھاس اکھاڑنا، خودرو پیڑ کا کاٹنا، وہاں کے وحشی جانوروں کو تکلیف دینا حرام ہے۔

یہاں تک کہ اگر سخت دھوپ ہو اور ایک ہی پیڑ ہے اس کے سایہ میں ہرن بیٹھا ہے تو جائز نہیں کہ اپنے بیٹھنے کے لیے اسے اٹھائے، اور اگر کوئی وحشی جانور بیرون حرم کا اس کے ہاتھ میں تھا اسے لیے ہوئے حرم میں داخل ہوگیا، اب وہ جانور حرم کا ہوگیا، فرض ہے کہ فوراً اسے آزاد کرے، مکہ معظمہ میں جنگلی کبوتر بکثرت ہیں ہر مکان میں رہتے ہیں خبردار ہرگز انھیں نہ اڑائے نہ ڈرائے نہ کوئی ایذا پہنچائے، بعض ادھر اُدھر کے لوگ جو مکے میں بسے کبوتروں کا ادب نہیں کرتے ان کی ریس نہ کرے، مگر برا انھیں بھی نہ کہے، جب وہاں کے جانوروں کا ادب ہے تو مسلمانوں انسان کا کیا کہنا۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۷۳۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِّیْ بِھَا قَرَارًا وَّارْزُقْنِیْ فِیْھَا رِزْقًا حَلَالًا.(2)
اور درود شریف کی کثرت کرے اور افضل یہ ہے کہ نہا کر داخل ہو اور مدفونینِ جنت المعلٰی کے لیے فاتحہ پڑھے اور مکہ معظمہ میں داخل ہوتے وقت یہ دُعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَالْبَلَدُ بَلَدُكَ جِئْتُكَ ھَارِبًا مِّنْكَ اِلَيْكَ لِاُؤَدِّیَ فَرَائِضَكَ وَاَطْلُبَ رَحْمَتَكَ وَاَلْتَمِسَ رِضْوَانَكَ اَسْأَلُكَ مَسْأَلَةَ الْمُضْطَرِّيْنَ اِلَيْكَ الْخَائِفِيْنَ عُقُوْبَتَكَ اَسْأَلُكَ اَنْ تُقَبِّلَنِیَ الْيَوْمَ بِعَفْوِكَ وَتُدْخِلَنِیْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَتَتَجَاوَزَ عَنِّیْ بِمَغْفِرَتِكَ وَتُعِيْنَنِیْ عَلٰی اَدَاءِ فَرَائِضِكَ اَللّٰھُمَّ نَجِّنِیْ مِنْ عَذَابِكَ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَاَدْخِلْنِیْ فِيْھَا وَاَعِذْنِیْ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ (3)

4- جب مدعٰی میں پہنچے یہ وہ جگہ ہے جہاں سے کعبہ معظمہ نظر آتا تھا جب کہ درمیان میں عمارتیں حائل نہ تھیں، یہ عظیم اجابت وقبول کا وقت ہے یہاں ٹھہرے اور صدقِ دل سے اپنے اور تمام عزیزوں، دوستوں، مسلمانوں کے لیے مغفرت وعافیت مانگے (A3) اور جنت بلاحساب کی دُعا کرے اور درود شریف کی کثرت اس موقع پر نہایت اہم

---

(2) ترجمہ: اے اللہ (عزوجل)! تو مجھے اس میں برقرار رکھ اور مجھے اس میں حلال روزی دے۔

(3) ترجمہ: اے اللہ (عزوجل)! تو میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور یہ شہر تیرا شہر ہے میں تیرے پاس تیرے عذاب سے بھاگ کر حاضر ہوا کہ تیرے فرائض کو ادا کروں اور تیری رحمت کو طلب کروں اور تیری رضا کو تلاش کروں، میں تجھ سے اس طرح سوال کرتا ہوں جیسے مضطر اور تیرے عذاب سے ڈرنے والے سوال کرتے ہیں، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ آج تو اپنے عفو کے ساتھ مجھ کو قبول کر اور اپنی رحمت میں مجھے داخل کر اور اپنی مغفرت کے ساتھ مجھ سے درگزر فرما اور فرائض کی ادا پر میری اعانت کر۔ اے اللہ (عزوجل)! مجھ کو اپنے عذاب سے نجات دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور اس میں مجھے داخل کر اور شیطان مردود سے مجھے پناہ میں رکھ۔

(A3) دُعا قبول ہونے کے مقامات

محترم حاجیو! یوں تو حرمَین شریفَین میں ہر جگہ انوار وتجلّیات کی بارشیں چھما چھم برس رہی ہیں تاہم اَحْسَنُ الْوِعَاء لآدابِ الدُّعاء سے بعض دُعا قبول ہونے کے مخصوص مقامات کا ذکر کرتا ہوں تا کہ آپ اُن مقامات پر مزید دِل جمعی اور توجہ کے ساتھ دُعا کر سکیں۔

مَکّۂ مکرمہ کے مقامات یہ ہیں: (۱) مطاف (۲) ملتزم (۳) مُستَجار (٤) بیتُ اللہ کے اندر (٥) میزابِ رَحمت کے نیچے (٦) حَطیم (٧) حَجرِ اَسْوَد (٨) رُکنِ یَمانی خُصوصاً جب دَورانِ طواف وہاں سے گزر ہو (٩) مقام ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے (١٠) زم زم کے کنوئیں کے قریب (١١) صَفا (١٢) مروہ (١٣) مَسْعٰی خُصوصاً سبز میلوں کے درمیان (١٤) عَرَفات خُصوصاً موقِفِ نبیِ پاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کے نزدیک (١٥) مزدلفہ خُصوصاً مَشْعَرُ الحرام (١٦) منٰی (١٧) تینوں جَمرات کے قریب (١٨) جب جب کعبہ مشرّفہ پر نظر پڑے۔

کعبہ پر پہلی نظر

جوں ہی کعبۂ مُعظّمہ پر پہلی نظر پڑے تین بار لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کہیں اور دُرُود شریف پڑھ کر دُعا مانگیں کہ کعبۃُ اللہ شریف پر ←

ہے۔اس مقام پر تین بار اَللّٰہُ اَکْبَر، اور تین مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے اور یہ پڑھے:

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَأَلَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (4)

اور یہ دعا بھی پڑھے: اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًا بِکَ وَتَصْدِیْقًا بِکِتَابِکَ وَوَفَاءً بِعَھْدِکَ وَاتِّبَاعًا لِّسُنَّۃِ نَبِیِّکَ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلَیْہِ وَسَلِّمْ اَللّٰھُمَّ زِدْ بَیْتَکَ ھٰذَا تَعْظِیْمًا وَّتَشْرِیْفًا وَّمَھَابَۃً وَّزِدْ مِنْ تَعْظِیْمِہٖ وَتَشْرِیْفِہٖ مَنْ حَجَّہٗ وَاعْتَمَرَہٗ تَعْظِیْمًا وَّتَشْرِیْفًا وَّمَھَابَۃً (5)

اور یہ دعائے جامع کم ازکم تین بار اس جگہ پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ ھٰذَا بَیْتُکَ وَاَنَا عَبْدُکَ اَسْأَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلِعُبَیْدِکَ اَمْجَدْ عَلِیٍّ اَللّٰھُمَّ انْصُرْہُ نَصْرًا (6) عَزِیْزًا۔ اٰمِیْنَ۔ (7)

پہلی نظر جب پڑتی ہے اُس وقت مانگی ہوئی دُعا ضرور قبول ہوتی ہے۔(بہارِ شریعت) آپ چاہیں تو یہ دُعا مانگ لیں کہ یا اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں جب بھی کوئی جائز دُعا مانگا کروں وہ قبول ہُوا کرے۔

مدینۂ مُنوّرہ کے مقامات یہ ہیں: (۱) مسجدِ نبوی علٰی صَاحِبِہَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام (۲) مواجھہ شریف، امام ابنِ الجزری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: دُعا یہاں قبول نہ ہوگی تو کہاں قبول ہوگی (۳) منبرِ اطہر کے پاس (٤) مسجدِ نبوی علٰی صَاحِبِہَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کے ستونوں کے نزدیک (٥) مسجدِ قُبا شریف (٦) مسجدُ الفتح میں خصوصاً بدھ کو ظہر وعصر کے درمیان (٧) باقی مساجد طیبہ جن کو سرکارِ مدینہ، سکونِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے نسبت ہے (مثلاً مسجدِ غمامہ، مسجدِ قبلتین وغیرہ وغیرہ) (٨) وہ مُبارک کنویں جنھیں سرورِ کونین صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے نسبت ہے (٩) جبلِ اُحد شریف (١٠) مزاراتِ بقیع (١١) مشاہدِ مبارکہ

(4) ترجمہ: اے رب! تو دنیا میں ہمیں بھلائی دے اور آخرت میں بھلائی دے اور جہنم کے عذاب سے ہمیں بچا، اے اللہ (عزوجل)! میں اس خیر میں سے سوال کرتا ہوں، جس کا تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تجھ سے سوال کیا اور تیری پناہ مانگتا ہوں اُن چیزوں کے شر سے جن سے تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پناہ مانگی۔

(5) ترجمہ: اے اللہ (عزوجل)! تجھ پر ایمان لایا اور تیری کتاب کی تصدیق کی اور تیرے عہد کو پورا کیا اور تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اتباع کیا، اے اللہ (عزوجل)! تو اپنے اس گھر کی تعظیم وشرافت و ہیبت زیادہ کر اور اس کی تعظیم وتشریف سے اس شخص کی عظمت وشرافت و ہیبت زیادہ کر جس نے اس کا حج وعمرہ کیا۔

(6) ترجمہ: اے اللہ (عزوجل)! یہ تیرا گھر ہے اور میں تیرا بندہ ہوں عفو وعافیت کا سوال تجھ سے کرتا ہوں، دین ودنیا وآخرت میں میرے لیے اور میرے والدین اور تمام مومنین ومومنات کے لیے اور تیرے حقیر بندہ امجد علی کے لیے، الٰہی! تو اس کی قوی مدد کر۔ آمین۔

(7) (اوراب جب کہ صدر الشریعہ رحمہ اللہ تعالٰی وصال فرما چکے یوں دعا کرے: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ مَغْفِرَۃً)۔

مسئلہ ۱: جب مکہ معظمہ میں پہنچ جائے تو سب سے پہلے مسجد الحرام میں جائے۔ کھانے پینے، کپڑے بدلنے، مکان کرایہ لینے وغیرہ دوسرے کاموں میں مشغول نہ ہو، ہاں اگر عذر ہو مثلاً سامان کو چھوڑتا ہے تو ضائع ہونے کا اندیشہ ہے تو محفوظ جگہ رکھوانے یا اور کسی ضروری کام میں مشغول ہوا تو حرج نہیں اور اگر چند شخص ہوں تو بعض اسباب اُتروانے میں مشغول ہوں اور بعض مسجد الحرام شریف کو چلے جائیں۔ (8)

5- ذکرِ خدا و رسول اور اپنے اور تمام مسلمانوں کے لیے دعائے فلاحِ دارین کرتا ہوا اور لبیک کہتا ہوا باب السلام تک پہنچے اور اس آستانہ پاک کو بوسہ دیکر پہلے داہنا پاؤں رکھ کر داخل ہو اور یہ کہے:

اَعُوْذُ بِاللهِ الْعَظِيْمِ وَ بِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَ سُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ. (9)

یہ دعا خوب یاد رکھے، جب کبھی مسجد الحرام شریف یا اور کسی مسجد میں داخل ہو، اسی طرح داخل ہو اور یہ دعا پڑھ لیا کرے اور اس وقت خصوصیت کے ساتھ اس دعا کے ساتھ اتنا اور ملا لے:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَاِلَيْكَ يَرْجِعُ السَّلَامُ حَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَاَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ. اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا حَرَمُكَ وَمَوْضِعُ اَمْنِكَ فَحَرِّمْ لَحْمِيْ وَبَشَرِيْ وَدَمِيْ وَمُخِّيْ وَعِظَامِيْ عَلَى النَّارِ. (10)

اور جب کسی مسجد سے باہر آئے پہلے بایاں قدم باہر رکھے اور وہی دعا پڑھے مگر اخیر میں رَحْمَتِكَ کی جگہ فَضْلِكَ کہے اور اتنا اور بڑھائے:

---

(8) المسلک المتقسط، (باب دخول مکۃ)، ص ۷۔

(9) ترجمہ: میں خدائے عظیم کی پناہ مانگتا ہوں اور اس کے وجہ کریم کی اور قدیم سلطنت کی مردود شیطان سے، اللہ (عزوجل) کے نام کی مدد سے سب خوبیاں اللہ (عزوجل) کے لیے اور رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر سلام، اے اللہ (عزوجل)! درود بھیج ہمارے آقا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور اُن کی آل اور بیبیوں پر۔ الٰہی! میرے گناہ بخش دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

(10) ترجمہ: اے اللہ (عزوجل)! تو سلام ہے اور تجھی سے سلامتی ہے اور تیری ہی طرف سلامتی لوٹتی ہے، اے ہمارے رب! ہم کو سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ دارالسلام (جنت) میں داخل کر، اے ہمارے رب! تو برکت والا اور بلند ہے، اے جلال و بزرگی والے! الٰہی یہ تیرا حرم ہے اور تیری امن کی جگہ ہے میرے گوشت اور پوست اور خون اور مغز اور ہڈیوں کو جہنم پر حرام کر دے۔

وَسَهِّلْ لِيْ اَبْوَابَ رِزْقِكَ. (11) اس کی برکات دین و دنیا میں بے شمار ہیں وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ۔

6- جب کعبہ معظمہ نظر پڑے تین بار لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کہے اور درود شریف اور یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ زِدْ بَيْتَكَ هٰذَا تَعْظِيْمًا وَّتَشْرِيْفًا وَّتَكْرِيْمًا وَّبِرًّا وَّمَهَابَةً اَللّٰهُمَّ اَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ بِلَا حِسَابٍ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ اَنْ تَغْفِرَلِيْ وَتَرْحَمَنِيْ وَتُقِيْلَ عَثْرَتِيْ وَتَضَعَ وِزْرِيْ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ عَبْدُكَ وَزَائِرُكَ وَعَلٰى كُلِّ مَزُوْرٍ حَقٌّ وَّاَنْتَ خَيْرُ مَزُوْرٍ فَاَسْاَلُكَ اَنْ تَرْحَمَنِيْ وَتَفُكَّ رَقَبَتِيْ مِنَ النَّارِ. (12)

❁❁❁❁❁

(11) ترجمہ: اور میرے لیے اپنے رزق کے دروازے آسان کردے۔

(12) ترجمہ: اے اللہ (عزوجل)! تو اپنے اس گھر کی عظمت و شرافت و بزرگی و نکوئی و ہیبت زیادہ کر، اے اللہ (عزوجل)! ہم کو جنت میں بلا حساب داخل کر۔ الٰہی! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میری مغفرت کردے اور مجھ پر رحم کر اور میری لغزش دور کر اور اپنی رحمت سے میرے گناہ دفع کر، اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربان۔ الٰہی! میں تیرا بندہ اور تیرا زائر ہوں اور جس کی زیارت کی جائے اس پر حق ہوتا ہے اور تو سب سے بہتر زیارت کیا ہوا ہے، میں یہ سوال کرتا ہوں کہ مجھ پر رحم کر اور میری گردن جہنم سے آزاد کر۔

طواف وسعی صفا ومروہ وعمرہ کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآىٕفِیْنَ وَالْعٰكِفِیْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ﴿۱۲۵﴾) (1)

اور یاد کرو جب کہ ہم نے کعبہ کو لوگوں کا مرجع اور امن کیا اور مقام ابراہیم سے نماز پڑھنے کی جگہ بناؤ اور ہم نے ابراہیم و اسمٰعیل کی طرف عہد کیا کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع سجود کرنے والوں کے لیے پاک کرو۔

اور فرماتا ہے:

(وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِیْمَ مَكَانَ الْبَیْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِیْ شَیْــٴًـا وَّ طَهِّرْ بَیْتِیَ لِلطَّآىٕفِیْنَ وَ الْقَآىٕمِیْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ﴿۲۶﴾وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ﴿۲۷﴾لِّیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَیَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِیْۤ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآىٕسَ الْفَقِیْرَ﴿۲۸﴾ثُمَّ لْیَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْیُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ﴿۲۹﴾ذٰلِكَ وَمَنْ یُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ) (2)

اور جب کہ ہم نے ابراہیم کو ٹھکانا دیا اس گھر کا ٹھیک جگہ میں یوں کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کر اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک کر اور لوگوں میں حج کا اعلان کردے لوگ تیرے پاس پیدل آئیں گے اور لاغر اونٹنیوں پر کہ ہر راہِ بعید سے آئیں گی تا کہ اپنے نفع کی جگہ میں حاضر ہوں اور اللہ (عزوجل) کے نام کو یاد کریں معلوم دنوں میں اس پر کہ انھیں چوپائے جانور عطا کیے تو اُن میں سے کھاؤ اور نا اُمید فقیر کو کھلاؤ پھر اپنے میل کچیل اُتاریں اور اپنی منتیں پوری کریں اور اس آزاد گھر (کعبہ) کا طواف کریں بات یہ ہے اور جو اللہ (عزوجل) کی حُرمات کی تعظیم کرے تو یہ اس کے لیے اس کے رب کے نزدیک بہتر ہے۔

اور فرماتا ہے:

---

(1) پ۱، البقرۃ: ۱۲۵۔

(2) پ۱۷، الحج: ۲۶۔۳۰۔

(اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۵۸﴾)(3)

بیشک صفا ومروہ اللہ (عزوجل) کی نشانیوں سے ہیں جس نے کعبہ کا حج یا عمرہ کیا اس پر اس میں گناہ نہیں کہ ان دونوں کا طواف کرے اور جس نے زیادہ خیر کیا تو اللہ (عزوجل) بدلا دینے والا، علم والا ہے۔

❁❁❁❁❁

(3) پ۲، البقرہ: ۱۵۸۔

احادیث

حدیث ۱: صحیح بخاری وصحیح مسلم میں اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی، فرماتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حج کے لیے مکہ میں تشریف لائے، سب کاموں سے پہلے وضو کر کے بیت اللہ کا طواف کیا۔(1)

حدیث ۲: صحیح مسلم شریف میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجر اسود سے حجرِ اسود تک تین پھیروں میں رَمَل کیا اور چار پھیرے چل کر کیے(2) اور ایک روایت میں ہے پھر صفا ومروہ کے درمیان سعی فرمائی۔(3)

حدیث ۳: صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مکہ میں تشریف لائے تو حجرِ اسود کے پاس آکر اُسے بوسہ دیا پھر دہنے ہاتھ کو چلے اور تین پھیروں میں رَمَل کیا۔(4)

حدیث ۴: صحیح مسلم میں ابوالطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھا اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے دستِ مبارک میں چھڑی تھی اُس چھڑی کو حجرِ اسود سے لگا کر بوسہ دیتے۔(5)

---

(1) صحیح البخاري، کتاب الحج، باب من طاف بالبیت... إلخ، الحدیث: ۱۶۱۴، ج۱، ص۵۴۱.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۲۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم غسل تو ذی طویٰ میں فرما چکے تھے اب بھی باوضو تھے یہ وضو پر وضو فرمایا۔خیال رہے کہ احناف کے نزدیک طواف کے لیے طہارت واجب ہے،دوسرے اماموں کے ہاں شرط ہے،ان کی دلیل وہ حدیث ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ طواف نماز ہی ہے،ہاں طواف میں رب نے کلام جائز فرمادیا ہے۔جب طواف نماز ہے تو نماز میں طہارت شرط ہے لہذا طواف میں بھی شرط ہے مگر استدلال ضعیف ہے اولاً تو وہ حدیث ہی صحیح نہیں،دوم تشبیہ ہر بات میں نہیں ہوتی،دیکھو نماز میں کھانا پینا مفسد ہے مگر طواف میں کھانا پینا بالاتفاق طواف نہیں توڑتا۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۴،ص۱۷۸)

(2) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب استحباب الرمل في الطواف... إلخ، الحدیث: ۲۳۲، ص۶۵۹.

(3) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب استحباب الرمل في الطواف... إلخ، الحدیث: ۲۳۱، ص۶۵۸.

(4) مشکاۃ المصابیح کتاب المناسک، باب دخول مکۃ... إلخ، الحدیث: ۲۵۶۶، ج۲، ص۸۶.

(5) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب جواز الطواف علی بعیر وغیرہ... إلخ، الحدیث: ۲۵۷، ص۶۶۳.

حدیث ۵: ابوداود نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو حجرِ اسود کی طرف متوجہ ہوئے، اُسے بوسہ دیا پھر طواف کیا پھر صفا کے پاس آئے اور اس پر چڑھے یہاں تک کہ بیت اللہ نظر آنے لگا پھر ہاتھ اُٹھا کر ذکرِ الٰہی میں مشغول رہے، جب تک خُدا نے چاہا اور دُعا کی۔(6)

حدیث ٦: امام احمد نے عبید بن عمیر سے روایت کی، کہتے ہیں: میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کیا وجہ ہے کہ آپ حجرِ اسود و رُکن یمانی کو بوسہ دیتے ہیں؟ جواب دیا، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ: ان کو بوسہ دینا خطاؤں کو گرا دیتا ہے اور میں نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو فرماتے سُنا جس نے سات پھیرے طواف کیا اس طرح کہ اس کے آداب کو ملحوظ رکھا اور دو رکعت نماز پڑھی تو یہ گردن آزاد کرنے کی مثل ہے اور میں نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو فرماتے سُنا کہ طواف میں ہر قدم کہ اُٹھاتا اور رکھتا ہے اس پر دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور دس گناہ مٹائے جاتے ہیں اور دس درجے بلند کیے جاتے ہیں۔(7) اسی کے قریب قریب ترمذی و حاکم و ابن خزیمہ وغیرہم نے بھی روایت کی۔

حدیث ۷: طبرانی کبیر میں محمد بن منکدر سے راوی، وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بیت اللہ کا سات پھیرے طواف کرے اور اُس میں کوئی لغویات نہ کرے تو ایسا ہے جیسے گردن آزاد کی۔(8)

حدیث ۸: اصبہانی عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہتے ہیں: جس نے کامل وضو کیا پھر حجرِ اسود کے پاس بوسہ دینے کو آیا وہ رحمت میں داخل ہوا، پھر جب بوسہ دیا اور یہ پڑھا: بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. اُسے رحمت نے ڈھانک لیا پھر جب بیت اللہ کا طواف کیا تو ہر قدم کے بدلے ستر ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی اور ستر ہزار گناہ مٹا دیے جائیں گے اور ستر ہزار درجے بلند کیے جائیں گے اور اپنے گھر والوں میں ستر کی شفاعت کریگا پھر جب مقام ابراہیم پر آیا اور وہاں دو رکعت

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱ یعنی میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو سواری پر طواف کرتے دیکھا تب ہی تو حضور علیہ السلام نے چھڑی سے سنگ اسود کو مس کر کے چھڑی چوم لی۔(مرقات) (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۱۸٦)

(6) سنن أبي داود، کتاب المناسک، باب في رفع الید إذا رأی البیت، الحدیث: ۱۸۷۲، ج ۲، ص ۲۵۵.

(7) المسند للامام أحمد بن حنبل، الحدیث: ۴۴٦۲، ج ۲، ص ۲۰۲.

(8) المعجم الکبیر، الحدیث: ۸۴۵، ج ۲۰، ص ۳٦۰.

نماز ایمان کی وجہ سے اور طلب ثواب کے لیے پڑھی تو اس کے لیے اولادِ اسمٰعیل میں سے چار غلام آزاد کرنے کا ثواب لکھا جائیگا اور گناہوں سے ایسا نکل جائے گا جیسے آج اپنی ماں سے پیدا ہوا۔ (9)

حدیث ۹: بیہقی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: بیت الحرام کے حج کرنے والوں پر ہر روز اللہ تعالیٰ ایک سو بیس رحمت نازل فرماتا ہے، ساٹھ طواف کرنے والوں کے لیے اور چالیس نماز پڑھنے والوں کے لیے اور بیس نظر کرنے والوں کے لیے۔ (10)

حدیث ۱۰: ابن ماجہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: رُکن یمانی پر ستر فرشتے موکل ہیں، جو یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْاَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔ وہ فرشتے آمین کہتے ہیں اور جو سات پھیرے طواف کرے اور یہ پڑھتا رہے: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اُس کے دس گناہ مٹا دیے جائیں گے اور دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور دس درجے بلند کیے جائیں گے اور جس نے طواف میں یہی کلام پڑھے، وہ رحمت میں اپنے پاؤں سے چل رہا ہے جیسے کوئی پانی میں پاؤں سے چلتا ہے۔ (11)

حدیث ۱۱: ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے پچاس مرتبہ طواف کیا، گناہوں سے ایسا نکل گیا جیسے آج اپنی ماں سے پیدا ہوا۔ (12)

حدیث ۱۲: ترمذی ونسائی و دارمی انھیں سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بیت اللہ کے گرد طواف نماز کی مثل ہے، فرق یہ کہ تم اس میں کلام کرتے ہو تو جو کلام کرے خیر کے سوا ہرگز کوئی بات نہ کہے۔ (13)

حدیث ۱۳: امام احمد و ترمذی انھیں سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: حجرِ اسود جب جنت سے نازل ہوا دودھ سے زیادہ سفید تھا، بنی آدم کی خطاؤں نے اُسے سیاہ کر دیا۔ (14)

حدیث ۱۴: ترمذی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

---

(9) الترغیب والترھیب، کتاب الحج، الترغیب فی الطواف۔۔۔إلخ، الحدیث: ۱۱، ج ۲، ص ۴.

(10) الترغیب والترھیب، کتاب الحج، الترغیب فی الطواف۔۔۔إلخ، الحدیث: ۶، ج ۲، ص ۳.

(11) سنن ابن ماجہ، أبواب المناسک، باب فضل الطواف، الحدیث: ۲۹۵۷، ج ۳، ص ۴۳۹.

(12) جامع الترمذي، أبواب الحج، باب ماجاء فی فضل الطواف، الحدیث: ۸۶۷، ج ۲، ص ۲۴۴.

(13) جامع الترمذي، أبواب الحج، باب ماجاء فی الکلام فی الطواف، الحدیث: ۹۶۲، ج ۲، ص ۲۸۶.

(14) جامع الترمذي، أبواب الحج، باب ماجاء فی فضل الحجر الاسود والرکن والمقام، الحدیث: ۸۷۸، ج ۲، ص ۲۴۸.

←

فرماتے سنا کہ: حجرِ اسود و مقامِ ابراہیم جنت کے یاقوت ہیں، اللہ (عزوجل) نے ان کے نور کو مٹا دیا اور اگر نہ مٹاتا تو جو کچھ مشرق و مغرب کے درمیان ہے سب کو روشن کر دیتے۔ (15)

حدیث ۱۵: ترمذی و ابن ماجہ و دارمی ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ حدیث بالکل ظاہری معنی میں ہے بلاوجہ کسی تاویل و توجیہ کی ضرورت نہیں، واقعی یہ پتھر جنت سے آیا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ گھر جو آدم علیہ السلام کے طواف و سجدوں کے لیے جنت سے آیا تھا جو طوفان نوح کے وقت اٹھالیا گیا اسی کا یہ پتھر ہو جو باقی رکھا گیا یا مستقل طور پر وہاں سے یہ پتھر لایا گیا ہو۔

۲۔ یعنی یہ پتھر شفاف آئینہ یا سیاہی چوس کاغذ کی طرح ہے جیسے شفاف آئینہ گرد و غبار سے میلا اور سیاہی چوس کاغذ گیلے حرفوں پر لگنے سے سیاہ ہوجاتا ہے ایسے ہی یہ پتھر ہم گنہگاروں یا گزشتہ مشرکوں کے ہاتھ لگنے سے برابر سیاہ ہوتا چلا گیا۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جب ہمارے گناہوں سے سنگ اسود سیاہ ہوگیا تو گناہوں سے دل بھی میلا ہوجاتا ہے اور بدکاروں گنہگاروں کی صحبت سے اچھے برے بن جاتے ہیں، بروں کی صحبت سے پرہیز چاہیے، رب تعالٰی فرماتا ہے فرماتا ہے: "فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ" صحبت کی تاثیر ضروری ہے۔

۳۔ یہ حدیث احمد، نسائی، ابن عدی، بیہقی، طبرانی وغیرہ نے مختلف اسنادوں سے روایت کی، غرضکہ حدیث بہت قوی ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۴، ص۱۹۲)

(15) جامع الترمذي، أبواب الحج، باب ماجاء في فضل الحجر الاسود والركن والمقام، الحديث: ۸۷۹، ج۲، ص۲۴۸۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ یعنی ان دونوں جنتی یاقوتوں کو دنیا میں بھیجنے سے پہلے ان کا اصل نور چھپالیا گیا تاکہ جنت پر ایمان بالغیب رہے، حجر اسود اور مقام ابراہیم دونوں ہی جنت کے جواہرات میں سے ہیں۔

۲۔ اور ان کی جگمگاہٹ سورج کو خیرہ کر دیتی، سنگ اسود کو کفار قرامطہ اٹھالے گئے تھے، انہوں نے مکہ معظمہ میں اتنا قتل و خون کیا تھا کہ حرم شریف اور چاہ زمزم لاشوں سے بھر گیا تھا، حجر اسود سے بولے کہ تو ہی شرک کا سرچشمہ ہے خدا کے سوا تو کب تک بنا رہے گا، پچیس سال تک یہ ان کے قبضہ میں رہا، پھر مکہ والوں نے انہیں بہت سا مال دے کر سنگ اسود مانگا، وہ بولے کہ وہ پتھر دوسرے پتھروں سے مخلوط ہوگیا ہے آؤ پہچان کر لے جاؤ، مکہ معظمہ کے علماء نے کہا کہ جس پتھر پر آگ اثر نہ کرے وہ سنگ اسود ہے کیونکہ جنتی چیز میں آگ اثر نہیں کرتی۔ چنانچہ پتھر آگ سے تپ گئے یہ گرم بھی نہ ہوا، اس علامت سے واپس لائے، جاتے وقت اس پتھر کے بوجھ سے کئی سو اونٹ دب کر مر گئے تھے مگر واپسی کے وقت ایک دبلا اونٹ اسے مکہ لے آیا۔ غرضکہ سنگ اسود عجیب نورانی بابرکت پتھر ہے۔ (مرقاۃ)

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۴، ص۱۹۴)

نے فرمایا: واللہ! حجرِ اسود کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس طرح اٹھائے گا کہ اس کی آنکھیں ہوں گی جن سے دیکھے گا اور زبان ہوگی جس سے کلام کریگا، جس نے حق کے ساتھ اُسے بوسہ دیا ہے اُس کے لیے شہادت دے گا۔(16)

(16) جامع الترمذي، أبواب الحج، باب ماجاء في الحجر الاسود، الحديث: ۹۶۳، ج ۲، ص ۲۸۶.

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ حدیث بالکل ظاہر ہے کسی تاویل وتوجیہ کی ضرورت نہیں، قیامت میں قرآن، ہمارے نیک اعمال وغیرہ تمام کی شکلیں ہوں گی اور سب کلام کریں گے بلکہ ہمارے اعضاء بھی بولیں گے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ"۔ جو رب تعالیٰ ان چیزوں کو گویائی بخش سکتا ہے وہ سنگ اسود کو بھی گویائی، آنکھ وغیرہ بخش سکتا ہے۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ سنگ اسود حاجیوں کی شفاعت کرے گا۔ دوسرے یہ کہ سنگ اسود بحکم الٰہی نافع ہے۔ تیسرے یہ کہ سنگ اسود کا چومنا مفید ہے، قیامت میں کام آئے گا۔ چوتھے یہ کہ کروڑوں آدمیوں نے اسے چوما یہ ان سب کو جانتا پہچانتا ہے۔ پانچویں یہ کہ سنگ اسود ہمارے دلوں کے اخلاص ونفاق کو بھی جانتا ہے کہ کون اخلاص سے چوم رہا ہے اور کون نفاق سے۔ چھٹے یہ کہ سنگ اسود حاجیوں کے اچھے برے خاتمہ کو جانتا ہے کہ کون ایمان پر مرا اور کون کفر پر، تب ہی تو وہ مؤمن مخلص کی شفاعت کرے گا مرتد منافق کی شفاعت نہ کرے گا۔ جب ایک پتھر کے علم ونفع کے یہ حال ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جن کو رب نے سید الخلق بنایا ان کے علوم کا کیا پوچھنا، جو لوگ حضور انور کے لیے علوم خمسہ نہیں مانتے وہ اس حدیث میں غور کریں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۱۹۳)

کعبۃ اللہ کا طواف اور دونوں رکنوں کا استلام کرنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ خاتم المُرسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق وامین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فاٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، بیت اللہ کے گرد طواف کرنا نماز ہی ہے لیکن تم اس میں کلام کرسکتے ہو لہذا جو طواف کے دوران گفتگو کرنا چاہے تو وہ اچھی بات ہی کہے۔

(جامع الترمذی، کتاب الحج، باب ماجاء فی الکلام فی الطواف، رقم ۹۶۲، ج ۲، ص ۲۸۶)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فاٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جس نے پچاس مرتبہ بیت اللہ کا طواف کیا وہ اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہوگیا جیسا اس دن تھا جب اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔ (ترمذی، کتاب الحج، باب ماجاء فی فضل الطواف، رقم ۸۶۷، ج ۲، ص ۲۴۴)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عبید بن عمیر رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد صاحب کو حضرتِ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ کہتے ہوئے سنا، کیا بات ہے کہ میں تمہیں صرف ان دو (۲) رُکنوں حجرِ اسود اور رکن یمانی کا ہی استلام کرتے دیکھتا ہوں؟ تو سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جواب دیا، میں ایسا کیوں نہ کروں؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، ان دونوں رکنوں کا استلام کرنا گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اور میں نے یہ بھی سنا کہ جس نے گن کر سات مرتبہ طواف کیا اور پھر دو رکعتیں ادا کیں تو ←

یہ ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔اور یہ بھی سنا کہ طواف کرتے ہوئے آدمی کے ہر قدم کے بدلے اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کے دس گناہ مٹادیئے جاتے ہیں اور دس درجات بلند کردیئے جاتے ہیں۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر بن الخطاب، رقم ۴۴۶۲، ج ۲، ص ۲۰۲)

ایک روایت میں ہے کہ میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ان دونوں رُکنوں کو چھونا گناہوں کا کفارہ ہے۔ اور یہ بھی سنا کہ بندہ کے ایک قدم رکھنے اور دوسرا قدم اٹھانے پر اللہ عزوجل اس کا ایک گناہ مٹاتا ہے اور اس کے لئے ایک نیکی لکھتا ہے۔

(جامع الترمذی، کتاب الحج، باب ماجاء فی استلام الرکنین، رقم ۹۶۱، ج ۲، ص ۲۸۵)

ایک روایت میں ہے کہ میں ایسا کیوں نہ کروں؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ان دو رکنوں کو چھونا گناہوں کو مٹادیتا ہے۔ اور یہ بھی سنا کہ جو بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے کوئی قدم اٹھائے یا رکھے اللہ عزوجل اس کے لئے ایک نیکی لکھتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹاتا ہے اور اس کے لئے ایک درجہ لکھا جاتا ہے۔اور میں نے یہ بھی فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے گن کر طواف کے سات چکر لگائے تو یہ ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔

(ابن خزیمہ، جماع ابواب ذکر افعال اختلف الناس، باب فضل الطواف بالبیت، رقم ۲۷۵۳، ج ۴، ص ۲۲۷)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، جس نے بیت اللہ کا طواف کیا اور دو رکعتیں ادا کیں تو یہ ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔ (ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب فضل الطواف، رقم ۲۹۵۶، ج ۳، ص ۴۳۹)

حضرتِ سیدنا محمد بن منکدر رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا، جس نے سات مرتبہ بیت اللہ کا طواف کیا اور اس دوران کوئی لغو کام نہ کیا تو یہ ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔ (طبرانی کبیر، رقم ۸۴۵، ج ۲۰، ص ۳۶۰)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبیِ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا، اللہ عزوجل اپنے بیت الحرام کا حج کرنے والوں پر روزانہ ایک سو بیس رحمتیں نازل فرماتا ہے جن میں سے ساٹھ طواف کرنے والوں کے لئے چالیس نمازیوں کے لئے اور بیس دیکھنے والوں کے لئے ہیں۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الحج، باب الترغیب فی الطواف الخ، رقم ۶، ج ۲، ص ۱۲۳)

حضرتِ سیدنا حُمید بن ابوسَوِیّہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن ہشام کو بیت اللہ کے طواف کے دوران حضرتِ سیدنا عطاء بن ابی رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رکن یمانی کے بارے میں سوال کرتے ہوئے سنا، حضرتِ سیدنا عطا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا، (اس رکن یمانی پر) ←

....

ستر فرشتے موکل (مقرر) ہیں جب کوئی شخص یہ دعا مانگتا ہے تو وہ فرشتے آمین کہتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں عفو و عافیت کا سوال کرتا ہوں اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھلائی عطا فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا۔

جب حضرتِ سیدنا عطا رضی اللہ عنہ طواف کرتے ہوئے رکن اسود پر پہنچے تو ابن ہشام نے عرض کیا، اے ابو محمد! تمہیں اس رکن اسود کے متعلق کون سی روایت پہنچی ہے؟ حضرتِ سیدنا عطا بن ابی رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے رکن اسود کو پکڑا گویا اس نے رحمن عزوجل کا دستِ قدرت تھام لیا۔ پھر ابن ہشام نے کہا، اے ابو محمد، اور طواف کے بارے میں؟ تو حضرتِ سیدنا عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، مجھے حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے سات مرتبہ بیت اللہ کا طواف کیا اور سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھنے کے علاوہ کوئی بات نہ کی تو اس کے دس گناہ مٹا دیئے جائیں گے، اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کے دس درجات بلند کئے جائیں گے اور جس نے طواف کے دوران باتیں کیں تو اس نے اس حال میں رحمت الٰہی عزوجل میں اپنے پاؤں ڈبوئے جیسے پانی میں داخل ہونے والا اپنے پاؤں ڈبوتا ہے۔ (ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب فضل الطواف، رقم ۲۹۵۷، ج ۳، ص ۴۳۹)

حضرتِ سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، جس نے کامل وضو کیا پھر رکن کا استلام کرنے آیا تو وہ رحمت میں ڈوب گیا اور جب وہ استلام کرلے اور یہ پڑھے تو اسے رحمت ڈھانپ لیتی ہے:

بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع اور اللہ سب سے بڑا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرتِ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔

جب وہ بیت اللہ کا طواف کرتا ہے تو اللہ عزوجل اس کے ہر قدم پر اس کے لئے ستر ہزار نیکیاں لکھتا ہے اور اس کے ستر ہزار گناہ مٹاتا ہے اور اس کے ستر ہزار درجات بلند فرماتا ہے اور اس کی اپنے ستر رشتہ داروں کے حق میں شفاعت قبول کی جائے گی پھر جب وہ مقام ابراہیم علیہ السلام پر آ کر ایمان اور نیتِ ثواب کے ساتھ دو رکعتیں ادا کرتا ہے تو اللہ عزوجل اس کے لئے اولادِ اسماعیل علیہ السلام میں سے چار غلام آزاد کرنے کا ثواب لکھتا ہے اور وہ اپنے گناہوں سے ایسے نکل جاتا ہے جیسے اس دن تھا جب اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

(الترغیب الترہیب، کتاب الحج، باب الترغیب فی الطواف واستلام الحجر الاسود، رقم ۱۱، ج ۲، ص ۱۲۴) ←

....

حضرتِ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت گزر چکی ہے، کہ حاجی جب بیت اللہ کے طواف کا آخری چکر مکمل کر لیتا ہے تو اپنے گناہوں سے ایسے نکل جاتا ہے جیسے اس دن تھا جب اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

حضرتِ سیدنا ابو عِقال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے بارش کے دوران حضرتِ سیدنا اَنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔ جب ہم طواف مکمل کرنے کے بعد مقامِ ابراہیم پر حاضر ہوئے اور دو رکعتیں ادا کیں تو حضرتِ سیدنا اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم سے فرمایا کہ نئے سرے سے عمل شروع کرو کیونکہ تمہاری مغفرت ہو چکی ہے۔ پھر فرمایا کہ جب ہم نے حضور پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلَّم کے ساتھ بارش کے دوران طواف کیا تھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے اسی طرح فرمایا تھا۔ (ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب الطواف فی مطر، رقم ۳۱۱۸، ج ۳، ص ۵۲۴)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلَّم نے فرمایا، قیامت کے دن رکن اسود، جبل ابوقبیس سے بڑا ہو کر آئے گا اور اس کی دو زبانیں اور دو ہونٹ ہوں گے۔

(مسند احمد، مسند عبداللہ بن عمرو بن عاص، رقم ۶۹۹۷، ج ۲، ص ۶۶۵)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلَّم نے حجرِ اسود کے بارے میں فرمایا، اللہ عزوجل کی قسم! رب تعالیٰ قیامت کے دن اسے دو دیکھنے والی آنکھوں اور بولنے والی زبان کے ساتھ اٹھائے گا پھر یہ حق کے ساتھ استلام کرنے والوں کے بارے میں گواہی دے گا۔

(جامع الترمذی، کتاب الحج، باب ماجاء فی الحجر الاسود، رقم ۹۶۳، ج ۲، ص ۲۸۶)

ایک روایت میں ہے کہ اللہ عزوجل قیامت کے دن حجرِ اسود اور رکن یمانی کو اٹھائے گا، ان میں سے ہر ایک کی دو آنکھیں، دو زبانیں اور دو ہونٹ ہوں گے جن کے ذریعے یہ اپنا صحیح طریقے سے استلام کرنے والوں کے حق میں گواہی دیں گے۔

(المعجم الکبیر، رقم ۱۱۴۳۲، ج ۱۱، ص ۱۴۶)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلَّم نے فرمایا، حجرِ اَسود جنت کے یاقوتوں میں سے ایک سفید یاقوت ہے اور اسے مشرکین کے گناہ نے سیاہ کر دیا، قیامت کے دن اسے احد پہاڑ کی مثل بنا دیا جائے گا تو یہ دنیا والوں میں سے اپنا استلام کرنے والوں اور بوسہ دینے والوں کے حق میں گواہی دے گا۔ (صحیح ابن خزیمہ، کتاب المناسک، رقم ۲۷۳۴، ج ۴، ص ۲۲۰)

ایک روایت میں ہے کہ حجرِ اسود جنت سے اتارا گیا ہے یہ دودھ سے زیادہ سفید تھا پھر اسے انسانوں کے گناہوں نے سیاہ کر دیا۔

(جامع الترمذی، کتاب الحج، باب ماجاء فی فضل الحجر الاسود والرکن، رقم ۸۷۸، ج ۲، ص ۲۴۸)

ام المومنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال،، دافِعِ رنج و مَلال، ←

....

❁❁❁❁❁

صاحبِ جودونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلَّم نے فرمایا، اس حجر اسود کو اپنے اچھے اعمال کا گواہ بناؤ کیونکہ یہ قیامت کے دن شفاعت کریگا اس کی شفاعت قبول کی جائے گی، اس کی دو زبانیں، اور دو ہونٹ ہونگے جن کے ذریعے یہ اپنا استلام کرنے والوں کے حق میں گواہی دے گا۔ (المعجم الاوسط، رقم ۲۹۷۱، ج ۲، ص ۱۸۸)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے خاتم المرسلین، رحمۃ للعٰلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوب ربُّ العٰلمین، جناب صادق و امین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلَّم کو کعبۃ اللہ شریف سے ٹیک لگا کر فرماتے ہوئے سنا، رکن (اسود) اور مقام ابراہیم علیہ السلام جنت کے یاقوتوں میں سے دو یاقوت ہیں، اگر اللہ عزوجل ان دونوں کا نور مٹانہ دیتا تو یہ مشرق ومغرب کی ہر چیز کو روشن کردیتے۔ (جامع الترمذی، کتاب الحج، باب ماجاء فی فضل الحجر والاسود والرکن، رقم ۸۷۹، ج ۲، ص ۲۴۸)

ایک روایت میں ہے کہ بیشک رکن (اسود) اور مقام ابراہیم علیہ السلام جنت کے یاقوتوں میں سے ہیں اگر یہ اپنے اندر آدمیوں کی خطائیں جذب نہ کرتے تو مشرق ومغرب کی ہر چیز کو روشن کردیتے اور جو بیمار یا مصیبت زدہ انہیں چھولے اسے شفادے دی جاتی ہے۔

(شعب الایمان، باب فی المناسک، فضل فضیلۃ الحجر الاسود والمقام، رقم ۴۰۳۱، ج ۳، ص ۴۴۹)

بیان احکام

مسجد الحرام شریف میں داخل ہونے تک کے احکام معلوم ہو چکے اب کہ مسجد الحرام شریف میں داخل ہوا اگر جماعت قائم ہو یا نماز فرض یا وتر یا نماز جنازہ یا سنت مؤکدہ کے فوت کا خوف ہو تو پہلے اُن کو ادا کرے، ورنہ سب کاموں سے پہلے طواف میں مشغول ہو۔ کعبہ شمع ہے اور تو پروانہ، دیکھتا نہیں کہ پروانہ شمع کے گرد کس طرح قربان ہوتا ہے تُو بھی اس شمع پر قربان ہونے کے لیے مستعد ہو جا۔ پہلے اس مقامِ کریم کا نقشہ دیکھیے کہ جو بات کہی جائے اچھی طرح ذہن میں آ جائے۔

مسجد الحرام ایک گول وسیع احاطہ ہے، جس کے کنارے کنارے بکثرت دالان اور آنے جانے کے دروازے ہیں اور بیچ میں مطاف (طواف کرنے کی جگہ)۔

مطاف ایک گول دائرہ ہے جس میں سنگ مرمر بچھا ہے، اس کے بیچ میں کعبہ معظّمہ ہے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد الحرام اسی قدر تھی۔ اسی کی حد پر باب السلام شرقی قدیم دروازہ واقع ہے۔

رکن مکان کا گوشہ جہاں اُس کی دو دیواریں ملتی ہیں، جسے زاویہ کہتے ہیں۔ اس طرح اح ب اح۔ ح ب دونوں دیواریں مقام ح پر ملی ہیں یہ رکن و زاویہ ہے، کعبہ معظّمہ کے چار رکن ہیں۔

رُکنِ اسود جنوب و شرق (مشرق) کے گوشہ میں اسی میں زمین سے اونچا سنگ اسود شریف نصب ہے۔

رُکنِ عراقی شرق و شمال کے گوشہ میں۔ دروازہ کعبہ انھیں دو رکنوں کے بیچ کی شرقی دیوار میں زمین سے بہت بلند ہے۔

ملتزم اسی شرقی دیوار کا وہ ٹکڑا جو رکن اسود سے دروازہ کعبہ تک ہے۔

رُکنِ شامی اوتر (شمال) اور پچھّم (1) کے گوشہ میں۔

میزابِ رحمت سونے کا پرنالہ کہ رکن عراقی و شامی کی بیچ کی شمالی دیوار پر چھت میں نصب ہے۔

حطیم بھی اسی شمالی دیوار کی طرف ہے۔ یہ زمین کعبہ معظّمہ کی تھی۔ زمانہ جاہلیت میں جب قریش نے کعبہ از سرِ نو تعمیر کیا، کمی خرچ کے باعث اتنی زمین کعبہ معظّمہ سے باہر چھوڑ دی۔ اس کے گرداگرد ایک قوسی انداز کی چھوٹی سی دیوار کھینچ

---

(1) مغرب۔ وہ سمت جدھر سورج ڈوبتا ہے۔

دی اور دونوں طرف آمد و رفت کا دروازہ ہے اور یہ مسلمانوں کی خوش نصیبی ہے اس میں داخل ہونا کعبہ معظمہ ہی میں داخل ہونا ہے جو بحمد اللہ تعالیٰ بے تکلف نصیب ہوتا ہے۔

رُکنِ یمانی پچھم اور دکھن (جنوب) کے گوشہ میں۔

مُستجار رُکنِ یمانی و شامی کے بیچ کی غربی دیوار کا وہ ٹکڑا جو ملتزم کے مقابل ہے۔

مُستجاب رُکنِ یمانی و رُکنِ اسود کے بیچ میں جو دیوار جنوبی ہے، یہاں ستر ہزار فرشتے دعا پر آمین کہنے کے لیے مقرر ہیں اس لیے اس کا نام مستجاب رکھا گیا۔

مقامِ ابراھیم دروازہ کعبہ کے سامنے ایک قبہ میں وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے کعبہ بنایا تھا، ان کے قدمِ پاک کا اس پر نشان (2) ہوگیا جو اب تک موجود ہے اور جسے اللہ تعالیٰ نے اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ اللہ کی کھلی نشانیاں فرمایا۔

زَم زَم شریف کا قبہ مقام ابراہیم سے جنوب کو مسجد شریف ہی میں واقع ہے اور اس قبہ کے اندر زَم زَم کا کوآں ہے۔

بابُ الصفا مسجد شریف کے جنوبی دروازوں میں ایک دروازہ ہے جس سے نکل کر سامنے کوہِ صفا ہے۔

صفا کعبہ معظمہ سے جنوب کو ہے یہاں زمانہ قدیم میں ایک پہاڑی تھی کہ زمین میں چھپ گئی ہے۔ اب وہاں قبلہ رُخ ایک دالان سا بنا ہے اور چڑھنے کی سیڑھیاں۔

مروہ دوسری پہاڑی صفا سے پورب کو تھی یہاں بھی اب قبلہ رخ دالان سا ہے اور سیڑھیاں، صفا سے مروہ تک جو فاصلہ ہے اب یہاں بازار ہے۔ صفا سے چلتے ہوئے دہنے ہاتھ کوڈُکانیں اور بائیں ہاتھ کو احاطہ مسجد الحرام ہے۔

مِیلین اَخضرین اس فاصلہ کے وسط میں جو صفا سے مروہ تک ہے دیوار حرم شریف میں دو سبز میل نصب ہیں جیسے میل کے شروع میں پتھر لگا ہوتا ہے۔

مسعیٰ وہ فاصلہ کہ ان دونوں میلوں کے بیچ میں ہے۔ یہ سب صورتیں رسالہ میں بار بار دیکھ کر خوب ذہن نشین کر لیجئے کہ وہاں پہنچ کر پوچھنے کی حاجت نہ ہو۔ ناواقف آدمی اندھے کی طرح کام کرتا ہے اور جو سمجھ لیا وہ انکھیارا ہے، اب اپنے رب عزوجل کا نام پاک لے کر طواف کیجئے۔

❀❀❀❀❀

(2) ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم پاک کے نشان میں بے قدرے، بے ادب لوگ کلام کرتے ہیں یہ معجزہ ابراہیمی ہزاروں برس سے محفوظ ہے اس سے بھی انکار کر دیں۔

طواف کا طریقہ اور دُعائیں

(۱) جب حجر اسود کے قریب پہنچے تو یہ دعا پڑھے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ صَدَقَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. (1)

(۲) شروع طواف سے پہلے مرد اضطباع کرلے یعنی چادر کو دہنی بغل کے نیچے سے نکالے کہ دہنا مونڈھا کھلا رہے اور دونوں کنارے بائیں مونڈھے پر ڈال دے۔

(۳) اب کعبہ کی طرف موںھ کر کے حجرِ اسود کی دہنی طرف رُکنِ یمانی کی جانب سنگِ اسود کے قریب یوں کھڑا ہو کہ تمام پتھر اپنے دہنے ہاتھ کو رہے پھر طواف کی نیت کرے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْۤ اُرِيْدُ طَوَافَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ فَيَسِّرْهُ لِيْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّيْ. (2)

(۴) اس نیت کے بعد کعبہ کو موںھ کیے اپنی دہنی جانب چلو، جب سنگِ اسود کے مقابل ہو (اور یہ بات ادنیٰ حرکت میں حاصل ہو جائے گی) کانوں تک ہاتھ اس طرح اُٹھاؤ کہ ہتھیلیاں حجرِ اسود کی طرف رہیں اور کہو بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ اور نیت کے وقت ہاتھ نہ اُٹھاؤ جیسے بعض مطوف کرتے ہیں کہ یہ بدعت ہے۔

(۵) میسر ہو سکے تو حجرِ اسود پر دونوں ہتھیلیاں اور اُن کے بیچ میں موںھ رکھ کر یوں بوسہ دو کہ آواز نہ پیدا ہو، تین بار ایسا ہی کرو یہ نصیب ہو تو کمالِ سعادت ہے۔ یقیناً تمھارے محبوب و مولےٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے بوسہ دیا اور رُوئے اقدس اس پر رکھا۔ زہے خوش نصیبی کہ تمہارا موںھ وہاں تک پہنچے اور ہجوم کے سبب نہ ہو سکے تو نہ اَوروں کو ایذا دو، نہ آپ دبو کچلو بلکہ اس کے عوض ہاتھ سے چُھو کر اسے چوم لو اور ہاتھ نہ پہنچے تو لکڑی سے چُھو کر اسے چوم لو اور یہ بھی نہ ہو سکے تو ہاتھوں سے اُس کی طرف اشارہ کر کے انھیں بوسہ دے لو، محمد رسول

---

(1) اللہ (عزوجل) کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اس نے اپنا وعدہ سچا کیا اور اپنے بندہ کی مدد کی اور تنہا اسی نے کفار کی جماعتوں کو شکست دی، اللہ (عزوجل) کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اُسی کے لیے ملک ہے اور اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

(2) اے اللہ (عزوجل)! میں تیرے عزت والے گھر کا طواف کرنا چاہتا ہوں اس کو تو میرے لیے آسان کر اور اس کو مجھ سے قبول کر۔

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مونھ رکھنے کی جگہ پر نگاہیں پڑ رہی ہیں یہی کیا کم ہے اور حجر کو بوسہ دینے یا ہاتھ یا لکڑی سے چھو کر چوم لینے یا اشارہ کرکے ہاتھوں کو بوسہ دینے کو استلام کہتے ہیں۔ استلام کے وقت یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَطَھِّرْلِیْ قَلْبِیْ وَاشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْلِیْ اَمْرِیْ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ.(3)

حدیث میں ہے، روزِ قیامت یہ پتھر اُٹھایا جائے گا، اس کی آنکھیں ہوں گی جن سے دیکھے گا، زبان ہوگی جس سے کلام کریگا، جس نے حق کے ساتھ اُسکا بوسہ دیا اور استلام کیا اُس کے لیے گواہی دے گا۔

(۶) اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًا م بِكَ وَتَصْدِیْقًا م بِكِتَابِكَ وَوَفَاءً م بِعَھْدِكَ وَاتِّبَاعًا لِّسُنَّةِ نَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُهٗ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَ كَفَرْتُ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ. (4)

کہتے ہوئے دروازہ کعبہ کی طرف بڑھو، جب حجر مبارک کے سامنے سے گزر جاؤ سیدھے ہولو۔ خانہ کعبہ کو اپنے بائیں ہاتھ پر لے کر یوں چلو کہ کسی کو ایذا نہ دو۔

(۷) پہلے تین پھیروں میں مرد رمل کرتا چلے یعنی جلد جلد چھوٹے قدم رکھتا، شانے ہلاتا جیسے قوی و بہادر لوگ چلتے ہیں، نہ کودتا نہ دوڑتا، جہاں زیادہ ہجوم ہو جائے اور رَمَل میں اپنی یا دوسرے کی ایذا ہو تو اتنی دیر رَمَل ترک کرے مگر رَمَل کی خاطر رُکے نہیں بلکہ طواف میں مشغول رہے پھر جب موقع مل جائے، تو جتنی دیر تک کے لیے ملے رَمَل کے ساتھ طواف کرلے۔

(۸) طواف میں جس قدر خانہ کعبہ سے نزدیک ہو بہتر ہے مگر نہ اتنا کہ پشتہ دیوار پر جسم لگے یا کپڑا۔اور نزدیکی میں کثرت ہجوم کے سبب رمل نہ ہو سکے تو دُوری بہتر ہے۔

(۹) جب ملتزم) باب کعبہ اور حجر اسود کے درمیان بیت اللہ کی دیوار کا حصہ ملتزم ہے) کے سامنے آئے یہ دُعا پڑھے:

---

(3) الٰہی! تو میرے گناہ بخش دے اور میرے دل کو پاک کر اور میرے سینہ کو کھول دے اور میرے کام کو آسان کر اور مجھے عافیت دے ان لوگوں میں جن کو تو نے عافیت دی۔

(4) اے اللہ (عزوجل)! تجھ پر ایمان لاتے ہوئے اور تیری کتاب کی تصدیق کرتے ہوئے اور تیرے عہد کو پورا کرتے ہوئے اور تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اتباع کرتے ہوئے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ (عزوجل) کے سوا کوئی معبود نہیں، جو اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اللہ (عزوجل) پر میں ایمان لایا اور بُت اور شیطان سے میں نے انکار کیا۔

اَللّٰھُمَّ ھٰذَا الْبَیْتُ بَیْتُکَ وَالْحَرَمُ حَرَمُکَ وَالْاَمْنُ اَمْنُکَ وھٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِکَ مِنَ النَّارِ فَاَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ اَللّٰھُمَّ قَنِّعْنِیْ بِمَا رَزَقْتَنِیْ وَبَارِکْ لِیْ فِیْہِ وَاخْلُفْ عَلٰی کُلِّ غَائِبَۃٍ بِخَیْرٍ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ. (5)

اور جب رُکنِ عراقی کے سامنے آئے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الشَّکِّ وَالشِّرْکِ وَالشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوْءِ الْاَخْلَاقِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالْاَھْلِ وَالْوَلَدِ. (6)

اور جب میزابِ رحمت کے سامنے آئے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِکَ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّکَ وَلَا بَاقِیَ اِلَّا وَجْھُکَ وَاسْقِنِیْ مِنْ حَوْضِ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَرْبَۃً ھَنِیْئَۃً لَّا اَظْمَأُ بَعْدَھَا اَبَدًا (7)

اور جب رُکنِ شامی کے سامنے آئے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّسَعْیًا مَّشْکُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا وَّتِجَارَۃً لَّنْ تَبُوْرَ یَا عَالِمَ مَا فِی الصُّدُوْرِ اَخْرِجْنِیْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ. (8)

(۱۰) جب رُکنِ یمانی کے پاس آؤ تو اسے دونوں ہاتھ یا دہنے سے تبرکاً چھوؤ، نہ صرف بائیں سے اور چاہو تو اُسے بوسہ بھی دو اور نہ ہو سکے تو یہاں لکڑی سے چھونا یا اشارہ کر کے ہاتھ چومنا نہیں اور یہ دعا پڑھو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ.

---

(5) اے اللہ (عزوجل)! یہ گھر تیرا گھر ہے اور حرم تیرا حرم ہے اور اَمن تیری ہی امن ہے اور جہنم سے تیری پناہ مانگنے والے کی یہ جگہ ہے تو مجھ کو جہنم سے پناہ دے۔ اے اللہ (عزوجل)! جو تو نے مجھ کو دیا مجھے اس پر قانع کردے اور میرے لیے اس میں برکت دے اور ہر غائب پر خیر کے ساتھ تو خلیفہ ہو جا۔ اللہ (عزوجل) کے سوا کوئی معبود نہیں، جو اکیلا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کے لیے ملک ہے، اُسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

(6) اے اللہ (عزوجل)! میں تیری پناہ مانگتا ہوں شک اور شرک اور اختلاف و نفاق سے اور مال و اہل و اولاد میں واپس ہو کر بری بات دیکھنے سے۔

(7) الٰہی! تو مجھ کو اپنے عرش کے سایہ میں رکھ، جس دن تیرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں اور تیری ذات کے سوا کوئی باقی نہیں اور اپنے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوض سے مجھے خوش گوار پانی پلا کہ اس کے بعد کبھی پیاس نہ لگے۔

(8) اے اللہ (عزوجل)! تو اس کو حجِ مبرور کر اور سعی مشکور کر اور گناہ کو بخش دے اور اُس کو وہ تجارت کردے جو ہلاک نہ ہو، اے سینوں کی باتیں جاننے والے مجھ کو تاریکیوں سے نور کی طرف نکال۔

اور رُکنِ شامی یا عراقی کو چھونا یا بوسہ دینا کچھ نہیں۔

(۱۱) جب اس سے بڑھو تو یہ مُستجاب ہے جہاں ستر ہزار فرشتے دعا پر آمین کہیں گے وہی دعائے جامع پڑھو، یا رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ یا اپنے اور سب احباب و مسلمین اور اس حقیر ذلیل کی نیت سے صرف درود شریف پڑھے کہ یہ کافی و وافی ہے۔ دعائیں یاد نہ ہوں تو وہ اختیار کرے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے وعدہ سے تمام دعاؤں سے بہتر و افضل ہے یعنی یہاں اور تمام مواقع میں اپنے لیے دعا کے بدلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا کریگا تو اللہ (عزوجل) تیرے سب کام بنا دے گا اور تیرے گناہ معاف فرما دے گا۔(9)

(۱۲) طواف میں دعا یا درود شریف پڑھنے کے لیے رکو نہیں بلکہ چلتے میں پڑھو۔(10)

(۱۳) دُعا و درود چلا چلا کر نہ پڑھو جیسے مطوف (طواف کروانے والے) پڑھایا کرتے ہیں بلکہ آہستہ پڑھو اس قدر کہ اپنے کان تک آواز آئے۔

(۱۴) اب جو چاروں طرف گھوم کر حجرِ اسود کے پاس پہنچا، یہ ایک پھیرا ہوا اور اس وقت بھی حجرِ اسود کو بوسہ دے یا وہی

---

(9) جامع الترمذی، ابواب صفۃ القیامۃ، ۲۳۔باب، الحدیث: ۲۴۶۵، ج۴، ص۲۰۷۔

سب سے افضل ترین دُعا

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَكَاتُهُمُ الْعَالِيَه اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

محترم حاجیو! اگر طواف وسَعْی وغیرہ میں ہر جگہ کسی اور دُعا کے بجائے دُرُود شریف ہی پڑھتے رہیں تو یہ سب سے افضل ہے اور اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ دُرُود و سلام کی بَرَکت سے بگڑے کام سنور جائیں گے، مکی مَدَنی سُلطان، محبوبِ رحمٰن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ایسا کرے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ تیرے سب کام بنا دے گا اور تیرے گناہ مُعاف فرما دے گا۔

(10) طواف میں دُعا کے لئے رُکنا منع ہے

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَكَاتُهُمُ الْعَالِيَه اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

محترم حاجیو! ہو سکے تو صِرف دُرُود و سلام پر ہی قناعت کریں کہ یہ آسان بھی ہے اور افضل بھی۔ تاہم شائقین دُعا کے لئے دُعائیں بھی داخِل ترکیب کردی ہیں لیکن یاد رہے کہ دُعائیں پڑھیں یا دُرُود و سلام ان سب کو چلتے چلتے پڑھنا ہوگا، دَورانِ طواف دُعائیں وغیرہ پڑھنے کے لئے آپ کہیں رُک نہیں سکتے۔

طریقے برتے بلکہ ہر پھیرے کے ختم پر یہ کرے۔ یونہیں سات پھیرے کرے مگر باقی پھیروں میں نیت کرنا نہیں کہ نیت تو شروع میں ہو چکی اور رمل صرف اگلے تین پھیروں میں ہے، باقی چار میں آہستہ بغیر شانہ ہلائے معمولی چال چلے۔

(۱۵) جب ساتوں پھیرے پورے ہو جائیں آخر میں پھر حجر اسود کو بوسہ دے یا وہی طریقے ہاتھ یا لکڑی کے برتے اس طواف کو طواف قدوم کہتے ہیں یعنی حاضری دربار کا مجرا۔ یہ باہر والوں کے لیے مسنون ہے یعنی ان کے لیے جو میقات کے باہر سے آئے ہیں، مکہ والوں یا میقات کے اندر کے رہنے والوں کے لیے یہ طواف نہیں ہاں اگر مکہ والا میقات سے باہر گیا تو اسے بھی طواف قدوم مسنون ہے۔

طواف کے مسائل

مسئلہ ۱: طواف میں نیت فرض ہے، بغیر نیت طواف نہیں مگر یہ شرط نہیں کہ کسی معین طواف کی نیت کرے بلکہ ہر طواف مطلق نیتِ طواف سے ادا ہوجاتا ہے بلکہ جس طواف کو کسی وقت میں معین کر دیا گیا ہے، اگر اس وقت کسی دوسرے طواف کی نیت سے کیا تو یہ دوسرا نہ ہوگا بلکہ وہ ہوگا جو معین ہے۔ مثلاً عمرہ کا احرام باندھ کر باہر سے آیا اور طواف کیا تو یہ عمرہ کا طواف ہے اگرچہ نیت میں یہ نہ ہو۔ یوہیں حج کا احرام باندھ کر باہر والا آیا اور طواف کیا تو طوافِ قدوم ہے یا قِران کا احرام باندھ کر آیا اور دو طواف کیے تو پہلا عمرہ کا ہے، دوسرا طوافِ قدوم یا دسویں تاریخ کو طواف کیا تو طوافِ زیارت ہے، اگرچہ ان سب میں نیت کسی اور کی ہو۔ (1)

مسئلہ ۲: یہ طریقہ طواف کا جو مذکور ہوا اگر کسی نے اس کے خلاف طواف کیا مثلاً بائیں طرف سے شروع کیا کہ کعبہ معظمہ طواف کرنے میں سیدھے ہاتھ کو رہا یا کعبہ معظمہ کو مونھ یا پیٹھ کر کے آڑا آڑا طواف کیا یا حجرِ اسود سے شروع نہ کیا تو جب تک مکہ معظمہ میں ہے اس طواف کا اعادہ کرے اور اگر اعادہ نہ کیا اور وہاں سے چلا آیا تو دَم واجب ہے۔ یوہیں حطیم کے اندر سے طواف کرنا ناجائز ہے لہٰذا اس کا بھی اعادہ کرے۔ چاہیے تو یہ کہ پورے ہی طواف کا اعادہ کرے اور اگر صرف حطیم کا سات بار طواف کر لیا کہ رُکنِ عراقی سے رُکنِ شامی تک حطیم کے باہر باہر گیا اور واپس آیا، یوہیں سات بار کر لیا تو بھی کافی ہے اور اس صورت میں افضل یہ ہے کہ حطیم کے باہر باہر واپس آئے اور اندر سے واپس ہوا جب بھی جائز ہے۔ (2)

(۱۴) اب جو چاروں طرف گھوم کر حجرِ اسود کے پاس پہنچا، یہ ایک پھیرا ہوا اور اس وقت بھی حجرِ اسود کو بوسہ دے یا ہی

---

(1) المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط، (انواع الاطوفۃ واحکامہا)، ص ۱۴۵.

ایک مَدَنی مشورہ

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

اب آپ کے لئے آسانی اِسی میں ہے کہ ایک نفلی طواف میں حج کے اِضطباع، رَمل اور سَعی سے فارغ ہولیں، اس طرح طوافُ الزِّیارۃ میں آپ کو رَمل اور سَعی کی ضرورت نہیں رہے گی۔

(2) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، مطلب فی دخول مکۃ، ج ۳، ص ۵۷۹.

طریقے برتے بلکہ ہر پھیرے کے ختم پر یہ کرے۔ یوہیں سات پھیرے کرے مگر باقی پھیروں میں نیت کرنا نہیں کہ نیت تو شروع میں ہو چکی اور رمل صرف اگلے تین پھیروں میں ہے، باقی چار میں آہستہ بغیر شانہ ہلائے معمولی چال چلے۔

(۱۵) جب ساتوں پھیرے پورے ہو جائیں آخر میں پھر حجرِ اسود کو بوسہ دے یا وہی طریقے ہاتھ یا لکڑی کے برتے اس طواف کو طواف قُدوم کہتے ہیں یعنی حاضری دربار کا مجرا۔ یہ باہر والوں کے لیے مسنون ہے یعنی ان کے لیے جو میقات کے باہر سے آئے ہیں، مکہ والوں یا میقات کے اندر کے رہنے والوں کے لیے یہ طواف نہیں ہاں اگر مکہ والا میقات سے باہر گیا تو اسے بھی طوافِ قدوم مسنون ہے۔

مسئلہ ۳: طواف سات پھیروں پر ختم ہوگیا، اب اگر آٹھواں پھیرا جان بوجھ کر قصداً شروع کر دیا تو یہ ایک جدید طواف شروع ہوا، اسے بھی اب سات پھیرے کرکے ختم کرے۔ یوہیں اگر محض وہم و وسوسہ کی بنا پر آٹھواں پھیرا شروع کیا کہ شاید ابھی چھ ہی ہوئے ہوں جب بھی اسے سات پھیرے کرکے ختم کرے۔ ہاں اگر اس آٹھویں کو ساتواں گمان کیا بعد میں معلوم ہوا کہ سات ہو چکے ہیں تو اسی پر ختم کردے سات پورے کرنے کی ضرورت نہیں۔ (3)

مسئلہ ۴: طواف کے پھیروں میں شک واقع ہوا کہ کتنے ہوئے تو اگر طواف فرض یا واجب ہے تو اب سے سات پھیرے کرے اور اگر کسی ایک عادل شخص نے بتا دیا کہ اتنے پھیرے ہوئے تو اُس کے قول پر عمل کر لینا بہتر ہے اور دو عادل نے بتایا تو ان کے کہے پر ضرور عمل کرے اور اگر طواف فرض یا واجب نہیں ہے تو غالب گمان پر عمل کرے۔ (4)

مسئلہ ۵: طوافِ کعبہ معظمہ مسجد الحرام شریف کے اندر ہوگا اگر مسجد کے باہر سے طواف کیا نہ ہوا۔ (5)

مسئلہ ۶: جو ایسا بیمار ہے کہ خود طواف نہیں کرسکتا اور سو رہا ہے اُس کے ہمراہیوں نے طواف کرایا، اگر سونے سے پہلے حکم دیا تھا تو صحیح ہے ورنہ نہیں۔ (6)

مسئلہ ۷: مریض نے اپنے ساتھیوں سے کہا، مزدور لاکر مجھے طواف کرا دو پھر سو گیا، اگر فوراً مزدور لاکر طواف کرا دیا تو ہو گیا اور اگر دوسرے کام میں لگ گئے، دیر میں مزدور لائے اور سوتے میں طواف کرایا تو نہ ہوا مگر مزدوری بہر حال لازم ہے۔ (7)

---

(3) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، مطلب في طواف القدوم، ج ۳، ص ۵۸۱۔

(4) ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب في طواف القدوم، ج ۳، ص ۵۸۲۔

(5) الدرالمختار، کتاب الحج، مطلب في طواف القدوم، ج ۳، ص ۵۸۲۔

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الخامس في کیفیۃ اداء الحج، فصل في المتفرقات، ج ۱، ص ۲۳۶۔

(7) المرجع السابق۔

مسئلہ ۸: مریض کو طواف کرایا اور اپنے طواف کی بھی نیت ہے تو دونوں کے طواف ہوگئے اگرچہ دونوں کے دو قسم کے طواف ہوں۔(8)

مسئلہ ۹: طواف کرتے کرتے نمازِ جنازہ یا نمازِ فرض یا نیا وضو کرنے کے لیے چلا گیا تو واپس آکر اُسی پہلے طواف پر بنا کرے یعنی جتنے پھیرے رہ گئے ہوں انھیں کرلے طواف پورا ہوجائے گا، سرے سے شروع کرنے کی ضرورت نہیں اور سرے سے کیا جب بھی حرج نہیں اور اس صورت میں اس پہلے کو پورا کرنا ضرور نہیں اور بنا کی صورت میں جہاں سے چھوڑا تھا، وہیں سے شروع کرے حجرِ اسود سے شروع کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ سب اس وقت ہے جب کہ پہلے چار پھیرے سے کم کیے تھے اور اگر چار پھیرے یا زیادہ کیے تھے تو بنا ہی کرے۔(9)

مسئلہ ۱۰: طواف کررہا تھا کہ جماعت قائم ہوئی اور جانتا ہے کہ پھیرا پورا کریگا تو رکعت جاتی رہے گی، یا جنازہ آگیا ہے انتظار نہ ہوگا تو وہیں سے چھوڑ کر نماز میں شریک ہوجائے اور بلا ضرورت چھوڑ کر چلا جانا مکروہ ہے مگر طواف باطل نہ ہوگا یعنی آکر پورا کرلے۔(10)

مسئلہ ۱۱: معذور طواف کررہا ہے چار پھیروں کے بعد وقتِ نماز جاتا رہا تو اب اسے حکم ہے کہ وضو کرکے طواف کرے کیونکہ وقتِ نماز خارج ہونے سے معذور کا وضو جاتا رہتا ہے اور بغیر وضو طواف حرام اب وضو کرنے کے بعد جو باقی ہے پورا کرے اور چار پھیروں سے پہلے وقت ختم ہوگیا جب بھی وضو کرکے باقی کو پورا کرے اور اس صورت میں افضل یہ ہے کہ سرے سے کرے۔(11)

---

(8) المرجع السابق۔

(9) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، مطلب في طواف القدوم، ج ۳، ص ۵۸۲.

(10) ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب في طواف القدوم، ج ۳، ص ۵۸۲.

(11) معذور کا بیان

جس شخص کو کوئی ایسی بیماری ہو جیسے پیشاب کے قطرے ٹپکنے یا دست آنے۔ یا استحاضہ کا خون آنے کے امراض کہ ایک نماز کا پورا وقت گزر گیا۔ اور وہ وضو کے ساتھ نماز فرض ادا نہ کرسکا۔ تو ایسے شخص کو شریعت میں معذور کہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے شریعت کا یہ حکم ہے کہ جب کسی نماز کا وقت آجائے تو معذور لوگ وضو کریں اور اسی وضو سے جتنی نمازیں چاہیں پڑھتے رہیں۔ اس درمیان میں اگرچہ بار بار قطرہ وغیرہ آتا ہے۔ مگر ان لوگوں کا وضو اس وقت تک نہیں ٹوٹے گا جب تک کہ اس نماز کا وقت باقی رہے۔ اور جیسے ہی نماز کا وقت ختم ہوگیا ان لوگوں کا وضو ٹوٹ جائے گا اور دوسری نماز کے لئے پھر دوسرا وضو کرنا پڑے گا۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب السادس، ومما یتصل بذلک احکام المعذور، ج ۱، ص ۴۰۔۴۱)

مسئلہ ۱۲: رَمَل صرف تین پہلے پھیروں میں سنت ہے ساتوں میں کرنا مکروہ لہٰذا اگر پہلے میں نہ کیا تو صرف دوسرے اور تیسرے میں کرے اور پہلے تین میں نہ کیا تو باقی چار میں نہ کرے، اگر بھیڑ کی وجہ سے رَمَل کا موقع نہ ملے تو رَمَل کی خاطر نہ رکے، بلا رَمَل طواف کرلے اور جہاں جہاں موقع ہاتھ آئے اُتنی دور رمل کرلے اور اگر ابھی شروع نہیں کیا ہے اور جانتا ہے کہ بھیڑ کی وجہ سے رَمَل نہ کرسکے گا اور یہ بھی معلوم ہے کہ ٹھہرنے سے موقع مل جائے گا تو انتظار کرے۔(12)

مسئلہ ۱۳: رَمَل اس طواف میں سنت ہے جس کے بعد سعی ہو، لہٰذا اگر طوافِ قدوم کے بعد کی سعی طوافِ زیارت تک مؤخر کرے تو طوافِ قدوم میں رَمَل نہیں۔(13)

مسئلہ ۱۴: طواف کے ساتوں پھیروں میں اِضطباع سنت ہے اور طواف کے بعد اِضطباع نہ کرے، یہاں تک کہ طواف کے بعد کی نماز میں اگر اِضطباع کیا تو مکروہ ہے اور اِضطباع صرف اُسی طواف میں ہے جس کے بعد سعی ہو اور اگر طواف کے بعد سعی نہ ہو تو اِضطباع بھی نہیں۔(14)

میں نے بعض مطوف کو دیکھا کہ حجاج کو وقتِ احرام سے ہدایت کرتے ہیں کہ اِضطباع کیے رہیں، یہاں تک کہ نمازِ احرام میں اِضطباع کیے ہوئے تھے حالانکہ نماز میں مونڈھا کھلا رہنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۱۵: طواف کی حالت میں خصوصیت کے ساتھ ایسی باتوں سے پرہیز رکھے جنھیں شرعِ مطہر پسند نہیں کرتی۔ امرد اور عورتوں کی طرف بُری نگاہ نہ کرے، کسی میں اگر کچھ عیب ہو یا وہ خراب حالت میں ہو تو نظرِ حقارت سے اُسے نہ دیکھے بلکہ اُسے بھی نظرِ حقارت سے نہ دیکھے، جو اپنی نادانی کے سبب ارکان ٹھیک ادا نہیں کرتا بلکہ ایسے کو نہایت نرمی کے ساتھ سمجھا دے(15)۔

---

(12) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، مطلب في طواف القدوم، ج ۳، ص ۵۸۳.

(13) الفتاوی الهندیة، کتاب المناسک، الباب الخامس في کیفیة اداء الحج، ج ۱، ص ۲۲۶.

(14) المسلک المتقسط، (فصل فی صفة الشروع فی الطواف)، ص ۹.

(15) کسی کو حقارت سے مت دیکھو

حضرتِ سیِّدُنا امام احمد بن حجر مکّی شافعی علیہ رحمۃ اللہ القوی اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: سُخْرِیَہ سے مُراد یہ ہے کہ جس کی ہنسی اڑائی جائے، اُس کی طرف حقارت سے دیکھنا۔ اس حکمِ خداوندی عَزَّوَجَلَّ کا مقصد یہ ہے کہ کسی کو حقیر نہ سمجھو، ہوسکتا ہے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک تم سے بہتر، افضل اور زیادہ مقرّب ہو۔ چنانچہ سرکارِ ابدِ قرار، شافعِ روزِ شمار، باِذنِ پروردگار دو عالم کے مالک ومختار عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: کتنے ہی پریشان حال، پَراگندہ بالوں اور پھٹے پرانے کپڑوں والے ایسے ہیں کہ جن کی کوئی پرواہ نہیں کرتا لیکن اگر وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر کسی بات کی قسم کھالیں تو وہ ضرور اسے پورا فرمادے۔ (سُنَنِ ترمذی ج ۵ ص ۴۵۹ حدیث ۳۸۸۰) ←

*****

ابلیسِ لعین نے حضرتِ سیِّدُنا آدم صَفِیُّ اللّٰہ علٰی نَبِیِّنا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کو حقیر جانا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے خسارے (یعنی نقصان) میں مبتلا کر دیا اور حضرتِ سیِّدُنا آدم صَفِیُّ اللّٰہ علٰی نَبِیِّنا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام ہمیشہ کی عزت کے ساتھ کامیاب ہو گئے، ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ یہاں اس معنی کا بھی احتمال (امکان) ہے کہ کسی دوسرے کو حقیر نہ جان کیونکہ ممکن ہے کہ وہ عزیز (یعنی عزت والا) ہو جائے اور تو ذلیل ہو جائے پھر وہ تجھ سے انتقام لے۔

لَا تُهِينَ الْفَقِيرَ عَلَّكَ اَنْ　　تَرْكَعَ يَوْمًا وَّالدَّهْرُ قَدْ رَفَعَهْ

یعنی فقیر (یعنی غریب آدمی) کی توہین نہ کر شاید تو کسی دن فقیر (یعنی غریب) ہو جائے اور زمانے کا مالک عَزَّوَجَلَّ اسے امیر کر دے۔

(اَلزَّواجِر عَن اقْتِرافِ الْکَبائِر ج ۲ ص ۱۱)

نمازِ طواف

(١٦) طواف کے بعد مقامِ ابراہیم میں آکر آیہ کریمہ (وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى)(1) پڑھ کر دو رکعت طواف پڑھے اور یہ نماز واجب ہے پہلی میں قُلْ یا دوسری میں قُلْ هُوَ اللهُ پڑھے بشرطیکہ وقتِ کراہت مثلاً طلوعِ صبح سے بلندیٔ آفتاب تک یا دوپہر یا نمازِ عصر کے بعد غروب تک نہ ہو، ورنہ وقتِ کراہت نکل جانے پر پڑھے۔ حدیث میں ہے: جو مقامِ ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں پڑھے، اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے اور قیامت کے دن امن والوں میں محشور ہوگا۔ یہ رکعتیں پڑھ کر دعا مانگے۔ یہاں حدیث میں ایک دعا ارشاد ہوئی، جس کے فائدوں کی عظمت اس کا لکھنا ہی چاہتی ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَانِيَتِيْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِيْ وَتَعْلَمُ حَاجَتِيْ فَاَعْطِنِيْ سُؤْلِيْ وَتَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ اِيْمَانًا يُّبَاشِرُ قَلْبِيْ وَيَقِيْنًا صَادِقًا حَتّٰى اَعْلَمَ اَنَّهٗ لَا يُصِيْبُنِيْ اِلَّا مَا كَتَبْتَ لِيْ وَرِضًى مِّنَ الْمَعِيْشَةِ بِمَا قَسَمْتَ لِيْ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ.(2)

حدیث میں ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے: جو یہ دعا کریگا میں اس کی خطا بخش دوں گا، غم دور کروں گا، محتاجی اُس سے نکال لوں گا، ہر تاجر سے بڑھ کر اس کی تجارت رکھوں گا، دنیا ناچار و مجبور اُس کے پاس آئے گی اگرچہ وہ اُسے نہ چاہے۔(3) اس مقام پر بعض اور دعائیں مذکور ہیں مثلاً اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا بَلَدُكَ الْحَرَامُ وَمَسْجِدُكَ الْحَرَامُ وَبَيْتُكَ الْحَرَامُ وَاَنَا عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ اَتَيْتُكَ بِذُنُوْبٍ كَثِيْرَةٍ وَّخَطَايَا جَمَّةٍ وَّاَعْمَالٍ سَيِّئَةٍ وَّهٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ النَّارِ اَللّٰهُمَّ عَافِنَا وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ

---

(1) پ ١، البقرۃ: ١٢٥۔ ترجمہ: اور مقامِ ابراہیم سے نماز کی جگہ بناؤ۔

(2) اے اللہ (عزوجل)! تو میرے پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے، تو میری معذرت کو قبول کر اور تو میری حاجت کو جانتا ہے، میرا سوال مجھ کو عطا کر اور جو کچھ میرے نفس میں ہے تو اسے جانتا ہے تو میرے گناہوں کو بخش دے۔ اے اللہ (عزوجل)! میں تجھ سے اُس ایمان کا سوال کرتا ہوں جو میرے قلب میں سرایت کر جائے اور یقین صادق مانگتا ہوں تاکہ میں جان لوں کہ مجھے وہی پہنچے گا جو تو نے میرے لیے لکھا ہے اور جو کچھ تو نے میری قسمت میں کیا ہے اُس پر راضی رہوں، اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربان!۔

(3) المسلک المتقسط، ص ١٣٨۔ تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ٧، ص ٤٣١۔ الفتاوی الرضویۃ، ج ١٠، ص ٧٤١۔

الرَّحِیۡمُ.(4)

مسئلہ ۱۶: اگر بھیڑ کی وجہ سے مقامِ ابراہیم میں نماز نہ پڑھ سکے تو مسجد شریف میں کسی اور جگہ پڑھ لے اور مسجد الحرام کے علاوہ کہیں اور پڑھی جب بھی ہو جائے گی۔(5)

مسئلہ ۱۷: مقامِ ابراہیم کے بعد اس نماز کے لیے سب سے افضل کعبہ معظمہ کے اندر پڑھنا ہے پھر حطیم میں میزابِ رحمت کے نیچے اس کے بعد حطیم میں کسی اور جگہ پھر کعبہ معظمہ سے قریب تر جگہ میں پھر مسجد الحرام میں کسی جگہ پھر حرم مکہ کے اندر جہاں بھی ہو۔(6)

مسئلہ ۱۸: سنت یہ ہے کہ وقتِ کراہت نہ ہو تو طواف کے بعد فوراً نماز پڑھے، بیچ میں فاصلہ نہ ہو اور اگر نہ پڑھی تو عمر بھر میں جب پڑھے گا، ادا ہی ہے قضا نہیں مگر بُرا کیا کہ سنت فوت ہوئی۔(7)

مسئلہ ۱۹: فرض نماز ان رکعتوں کے قائم مقام نہیں ہو سکتی۔(8)

(4) اے اللہ (عزوجل)! یہ تیرا عزت والا شہر ہے اور تیری عزّت والی مسجد ہے اور تیرا عزّت والا گھر ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے بندہ اور تیری باندی کا بیٹا ہوں بہت سے گناہوں اور بڑی خطاؤں اور برے اعمال کے ساتھ تیرے حضور حاضر ہوا ہوں اور جہنم سے تیری پناہ مانگنے والے کی یہ جگہ ہے۔ اے اللہ (عزوجل)! تو ہمیں عافیت دے اور ہم سے معاف کر اور ہم کو بخش دے، بیشک تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الخامس، في کیفیۃ اداء الحج، ج۱، ص۲۲۶.

(6) لباب المناسک للسندي، ص۱۵۶.

(7) المسلک المتقسط، (فصل في رکعتي الطواف)، ص۱۵۵.

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الخامس في کیفیۃ اداء الحج، ج۱، ص۲۲۶.

ملتزم سے لپٹنا

(۱۷) نماز و دعا سے فارغ ہو کر ملتزم کے پاس جائے اور قریب حجر اُس سے لپٹے اور اپنا سینہ اور پیٹ اور کبھی داہنا رخسارہ اور کبھی بایاں اور کبھی رخسارا اس پر رکھے اور دونوں ہاتھ سر سے اونچے کر کے دیوار پر پھیلائے یا داہنا ہاتھ دروازہ کعبہ اور بایاں حجرِ اسود کی طرف پھیلائے، یہاں کی دعا یہ ہے:

يَاوَاجِدُ يَامَاجِدُ لَا تُزِلْ عَنِّيْ نِعْمَةً اَنْعَمْتَهَا عَلَيَّ. (1)

حدیث میں فرمایا: جب میں چاہتا ہوں جبریل کو دیکھتا ہوں کہ مُلتَزَم (باب کعبہ اور حجر اسود کے درمیان بیت اللہ کی دیوار کا حصہ ملتزم ہے) سے لپٹے ہوئے یہ دعا کر رہے ہیں۔ (2) نہایت خضوع و خشوع و عاجزی و انکسار کے ساتھ دعا کرے اور درود شریف بھی پڑھے اور اس مقام کی ایک دعا یہ بھی ہے:

اِلٰهِيْ وَقَفْتُ بِبَابِكَ وَالْتَزَمْتُ بِاَعْتَابِكَ اَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَاَخْشٰى عِقَابَكَ اَللّٰهُمَّ حَرِّمْ شَعْرِيْ وَجَسَدِيْ عَلَى النَّارِ اَللّٰهُمَّ كَمَا صُنْتَ وَجْهِيْ عَنِ السُّجُوْدِ لِغَيْرِكَ فَصُنْ وَجْهِيْ عَنْ مَسْاَلَةِ غَيْرِكَ اَللّٰهُمَّ يَا رَبَّ الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ اَعْتِقْ رِقَابَنَا وَرِقَابَ اٰبَآئِنَا وَاُمَّهَاتِنَا مِنَ النَّارِ يَا كَرِيْمُ يَا غَفَّارُ يَا عَزِيْزُ يَا جَبَّارُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ اَعْتِقْ رِقَابَنَا مِنَ النَّارِ وَاَعِذْنَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ وَاكْفِنَا كُلَّ سُوْءٍ وَّقَنِّعْنَا بِمَا رَزَقْتَنَا وَبَارِكْ لَنَا فِيْمَا اَعْطَيْتَنَا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ اَكْرَمِ وَفْدِكَ عَلَيْكَ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى نِعْمَائِكَ وَاَفْضَلُ صَلَاتِكَ عَلٰى سَيِّدِ اَنْبِيَآئِكَ وَجَمِيْعِ رُسُلِكَ وَاَصْفِيَآئِكَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاَوْلِيَآئِكَ. (3)

---

(1) اے قدرت والے! اے بزرگ! تو نے مجھے جو نعمت دی، اس کو مجھ سے زائل نہ کر۔

(2) الفتاوی الرضویۃ، ج۱۰، ص۷۴۲۔

(3) الٰہی! میں تیرے دروازہ پر کھڑا ہوں اور تیرے آستانہ سے چپٹا ہوں تیری رحمت کا امیدوار اور تیرے عذاب سے ڈرنے والا، اے اللہ (عزوجل)! میرے بال اور جسم کو جہنم پر حرام کردے، اے اللہ (عزوجل)! جس طرح تو نے میرے چہرہ کو اپنے غیر کے لیے سجدہ کرنے سے محفوظ رکھا اسی طرح اس سے محفوظ رکھ کہ تیرے غیر سے سوال کروں، اے اللہ (عزوجل)! اے اس آزاد گھر کے مالک! تو ہماری گردنوں کو اور ہمارے باپ، دادا اور ہماری ماؤں کی گردنوں کو جہنم سے آزاد کردے۔ ←

مسئلہ ۲۰: ملتزم کے پاس نمازِ طواف کے بعد آنا اس طواف میں ہے جس کے بعد سعی ہے اور جس کے بعد سعی نہ ہو اس میں نماز سے پہلے مُلتزَم سے لپٹے پھر مقامِ ابراہیم کے پاس جا کر دو ۲ رکعت نماز پڑھے۔(4)

❁❁❁❁❁

اے کریم! اے بخشنے والے! اے غالب! اے جبار! اے رب! تو ہم سے قبول کر، بیشک تو سننے والا، جاننے والا ہے اور ہماری توبہ قبول کر بیشک تو توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ اے اللہ (عزوجل)! اے اس آزاد گھر کے مالک! ہماری گردنوں کو جہنم سے آزاد کر اور شیطان مرڈود سے ہم کو پناہ دے اور ہر بُرائی سے ہماری کفایت کر اور جو کچھ تو نے دیا اُس پر قانع کر اور جو دیا اس میں برکت دے اور اپنے عزت والے وفد میں ہم کو کر دے، الٰہی! تیرے ہی لیے حمد ہے تیری نعمتوں پر اور افضل دُرود انبیا کے سردار پر اور تیرے تمام رسولوں اور برگزیدہ لوگوں پر اور اُن کی آل و اصحاب اور تیرے اولیاء پر۔

(4) المسلک المتقسط، (فصل في صفۃ الشروع في الطواف)، ص۱۳۸۔

زم زم کی حاضری

(۱۸) پھر زم زم پر آؤ اور ہوسکے تو خود ایک ڈول کھینچو، ورنہ بھرنے والوں سے لے لو اور کعبہ کو مونھ کر کے تین سانسوں میں پیٹ بھر کر جتنا پیا جائے کھڑے ہو کر پیو، ہر بار بِسْمِ اللہِ سے شروع کرو اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پر ختم اور ہر بار کعبہ معظمہ کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھ لو، باقی بدن پر ڈال لو یا مونھ اور سر اور بدن پر اس سے مسح کرلو اور پیتے وقت دعا کرو کہ قبول ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: زم زم جس مراد سے پیا جائے اُسی کے لیے ہے۔ (1) اس وقت کی دعا یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّعَمَلًا مُّتَقَبَّلًا وَّشِفَآءً مِّنْ کُلِّ دَآءٍ. (2)

---

(1) سنن ابن ماجۃ، کتاب المناسک، باب الشرب من زم زم، الحدیث: ۳۰۶۲، ج۳، ص۴۹۰.

اب زم زم پر آیئے!

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں؛

اب زَم زَم پر تشریف لایئے اور قبلہ رُو کھڑے کھڑے بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر تین سانس میں خوب پیٹ بھر کر پئیں، پینے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ کہیں ہر بار کعبۂ مشرّفہ کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھ لیں، کچھ پانی جسم پر بھی ڈالیں، مُنہ سَر اور جسم پر اُس سے مَسح بھی کریں مگر یہ اِحتیاط رکھیں کہ کوئی قطرہ زمین پر نہ گرے۔

سَرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے: زَم زَم جس مقصد کے لئے پیا جائے گا وہ مقصد حاصل ہو جائے گا۔

یہ زَم زَم اُس لئے ہے جس لئے اِس کو پئے کوئی
اِسی زَم زَم میں جنّت ہے، اِسی زَم زَم میں کوثر ہے

(ذوقِ نعت)

آبِ زَم زَم پی کر یہ دُعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّشِفَآءً مِّنْ کُلِّ دَآءٍ

ترجمہ: اے اَللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے علم نافع اور رزق فراخ اور ہر بیماری سے صحت یابی کی التجا کرتا ہوں۔

(2) اے اللہ (عزوجل)! میں تجھ سے علم نافع اور کشادہ رزق اور عمل مقبول اور ہر بیماری سے شفا کا سوال کرتا ہوں۔

←

یا وہی دعائے جامع پڑھو اور حاضری مکہ معظمہ تک تو بارہا پینا نصیب ہوگا، کبھی قیامت کی پیاس سے بچنے کو پیو، کبھی عذاب قبر سے محفوظی کو، کبھی محبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بڑھنے کو، کبھی وسعتِ رزق، کبھی شفائے امراض، کبھی حصولِ علم وغیرہا خاص خاص مُرادوں کے لیے پیو۔

(۱۹) وہاں جب پیو پیٹ بھر کر پیو۔ حدیث میں ہے: ہم میں اور منافقوں میں یہ فرق ہے کہ وہ زمزم کوکھ بھر نہیں

آبِ زم زم پینے کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلّم نے فرمایا، آبِ زم زم اسی مقصد کے لئے ہے جس کے لئے اسے پیا جائے، اگر تو اسے شفا کی غرض سے پئے گا تو اللہ عزوجل تجھے شفا دے گا اور اگر تو شکم سیری کیلئے پئے گا تو اللہ عزوجل تجھے شکم سیر فرمادے گا اور اگر تو اسے اپنی پیاس بجھانے کے لئے پئے گا تو اللہ عزوجل تیری پیاس بجھادے گا اور اگر تو اسے پناہ حاصل کرنے کیلئے پئے گا تو اللہ عزوجل تجھے پناہ عطا فرمائے گا۔

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب آب زم زم پیتے تو یہ دعا مانگتے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عِلْماً نَافِعاً وَّرِزْقاً وَّاسِعاً وَّشِفَاءً مِّنْ کُلِّ دَاءٍ ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے نفع دینے والا علم وسیع رزق اور ہر بیماری سے شفا کا سوال کرتا ہوں۔

(المستدرک، کتاب المناسک، باب ماء زمزم لما شرب لہ، رقم ۱۷۸۲، ج ۲، ص ۱۳۲ بتغیر قلیل)

حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا، آبِ زم زم اسی مقصد کے لئے ہے جس کے لئے اسے پیا جائے۔

(ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب الشرب من زمزم، رقم ۳۰۶۲، ج ۳، ص ۴۹۰)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کے غلام حضرتِ سیدنا حسن بن عیسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرتِ سیدنا عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کو زم زم کے کنویں پر آتے دیکھا۔ آپ نے ایک ڈول پانی پیا اور قبلہ رخ ہوکر دعا مانگی، اے اللہ عزوجل! مجھے عبداللہ بن مُؤَمّل نے ابو زبیر سے انہوں نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہوئے یہ حدیث بیان کی ہے کہ شہنشاہِ خوش خصال، پیکرِ حُسن و جمال،، دافعِ رنج و ملال، صاحبِ جودو نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلّم نے فرمایا، آبِ زم زم اسی کے لئے ہے جس کے لئے اسے پیا جائے۔ لہذا میں قیامت کی پیاس سے تحفظ کے لئے اسے پی رہا ہوں۔

(شعب الایمان، باب فی المناسک، فضل الحج، رقم ۴۱۲۸، ج ۳، ص ۴۸۱)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ خاتم المُرسَلین، رَحمۃٌ لِّلْعٰلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق و امین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلّم نے فرمایا، سطحِ زمین پر سب سے بہتر پانی آبِ زم زم ہے کہ یہ ایک قسم کا کھانا بھی ہے اور بیماری سے شفا بھی ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب الحج، باب فی زمزم، رقم ۵۷۱۲، ج ۳، ص ۶۲۱)

پیجئے۔(3)

(۲۰) چاہِ زمزم کے اندر نظر بھی کرو کہ بحکمِ حدیث دافعِ نفاق ہے۔(4)

۞۞۞۞۞

(3) سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب الشرب من زمزم، الحدیث: ۳۰۶۱، ج ۳، ص ۴۸۹۔

(4) الفتاوی الرضویۃ، ج ۱۰، ص ۷۴۲۔

صَفا و مروہ کی سَعی

(۲۱) اب اگر کوئی عذر تکان وغیرہ کا نہ ہو تو ابھی، ورنہ آرام لے کر صفا مروہ میں سعی کے لیے پھر حجرِ اسود کے پاس آؤ اور اسی طرح تکبیر وغیرہ کہہ کر چومو اور نہ ہو سکے تو اس کی طرف موںھ کر کے اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اور درود پڑھتے ہوئے فوراً بابِ صفا سے جانبِ صفا روانہ ہو، دروازہ مسجد سے بایاں پاؤں پہلے نکالو اور دہنا پہلے جوتے میں ڈالو اور یہ ادب ہر مسجد سے آتے ہوئے ہمیشہ ملحوظ رکھو اور وہی دعا پڑھو، جو مسجد سے نکلتے وقت پڑھنے کے لیے مذکور ہو چکی ہے۔

مسئلہ ۲۱: بغیر عذر اس وقت سعی نہ کرنا مکروہ ہے کہ خلافِ سنت ہے۔

مسئلہ ۲۲: جب طواف کے بعد سعی کرنی ہو تو واپس آ کر حجرِ اسود کا استلام کر کے سعی کو جائے اور سعی نہ کرنی ہو تو استلام کی ضرورت نہیں۔ (1)

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الخامس، في کیفیۃ اداء الحج، ج۱، ص۲۲۶.

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

صَفا سے اب ذِکر و دُرُود میں مشغول دَرمیانہ چال چلتے ہوئے جانبِ مروہ چلیے (آج کل تو یہاں سنگِ مرمر بچھا ہوا ہے اور ایئر کولر بھی لگے ہوئے ہیں۔ ایک سَعی وہ بھی تھی جو سیدہ ہاجرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے کی تھی، ذرا اپنے ذہن میں وہ دل ہلا دینے والا منظر تازہ کیجئے۔ جب یہاں بے آب و گیاہ میدان تھا اور ننھے منے اسماعیل علیہ السلام شدتِ پیاس سے بلک رہے تھے اور حضرت سیدتنا ہاجرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا تلاشِ آب میں بے تاب چلچلاتی دھوپ میں ان سنگلاخ راستوں میں پھر رہی تھیں) جُوں ہی پہلا سبز میل آئے مرد دوڑنا شروع کردیں۔ (مگر مُہذّب طریقہ پر نہ کہ بے تحاشہ) اور سوار سواری کو تیز کردیں، ہاں اگر بھیڑ زیادہ ہو تو تھوڑا رُک جائیں جب کہ بھیڑ کم ہونے کی اُمید ہو۔ دوڑنے میں یہ یاد رکھئے کہ خود کو یا کسی دوسرے کو ایذا نہ پہنچے کہ یہاں دوڑنا سُنّت ہے جب کہ کسی مسلمان کو ایذا دینا حرام، اسلامی بہنیں نہ دوڑیں۔

جب دوسرا سبز میل آئے تو آہستہ ہوجائیں اور جانبِ مروہ بڑھے چلیں۔ اے لیجئے! مروہ شریف آگیا، عوامُ النّاس دُور اُوپر تک چڑھے ہوئے ہیں۔ آپ اُن کی نقل نہ کریں بلکہ سُنّت کو ملحوظ رکھیں۔ آپ معمولی اُونچائی پر چڑھیں بلکہ (جہاں سے CHECK MARBLE شُروع ہوتے ہیں) اُس کے قریب زمین پر کھڑے ہونے سے بھی مروہ پر چڑھنا ہوگیا، یہاں اگرچہ عمارات بن جانے کے سبب کعبہ شریف نظر نہیں آتا مگر کعبہ مشرّفہ کی طرف مُنہ کر کے صَفا کی طرف اُتنی ہی دیر تک دُعا مانگیں۔ اب نیت کرنے کی ضرورت نہیں کہ ←

مسئلہ ۲۳: سعی کے لیے بابِ صفا سے جانا مستحب ہے اور یہی آسان بھی ہے اور اگر کسی دوسرے دروازہ سے جائے گا جب بھی سعی ادا ہو جائے گی۔

(۲۲) ذکر و درود میں مشغول صفا کی سیڑھیوں پر اتنا چڑھو کہ کعبہ معظمہ نظر آئے اور یہ بات یہاں پہلی ہی سیڑھی پر چڑھنے سے حاصل ہے یعنی اگر مکان اور دیواریں درمیان میں نہ ہوتیں تو کعبہ معظمہ یہاں سے نظر آتا، اس سے اوپر چڑھنے کی حاجت نہیں بلکہ مذہب اہلِ سنت و جماعت کے خلاف اور بدمذہبوں اور جاہلوں کا فعل ہے کہ بالکل اوپر کی سیڑھی تک چڑھ جاتے ہیں اور سیڑھی پر چڑھنے سے پہلے یہ پڑھو:

اَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهٖ (اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ج فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ 2))

پھر کعبہ معظمہ کی طرف مونھ کر کے دونوں ہاتھ مونڈھوں تک دعا کی طرح پھیلے ہوئے اُٹھاؤ اور اتنی دیر تک ٹھہرو جتنی دیر میں مفصل کی کوئی سورت یا سورہ بقرہ کی پچیس آیتوں کی تلاوت کی جائے اور تسبیح و تہلیل و تکبیر و درود پڑھو اور اپنے لیے اور اپنے دوستوں اور دیگر مسلمانوں کے لیے دعا کرو کہ یہاں دعا قبول ہوتی ہے، یہاں بھی دعائے جامع پڑھو اور یہ پڑھو:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَا هَدٰنَا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَا اَوْلَانَا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَا اَلْهَمَنَا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْ لَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ

وہ تو پہلے ہو چکی یہ ایک پھیرا ہوا۔

اب حسبِ سابق دُعا پڑھتے ہوئے مروہ سے جانبِ صَفا چلیے اور حسبِ معمول میلَین اَخضَرین کے درمیان مرد دوڑتے ہوئے اور اسلامی بہنیں چلتے ہوئے وُہی دُعا پڑھیں۔ اب صَفا پر پہنچ کر دو پھیرے پورے ہوئے اِسی طرح صَفا اور مروہ کے درمیان چلتے، دوڑتے ساتواں پھیرا مروہ پر ختم ہوگا، آپ کی سعی مکمل ہوئی۔

نمازِ سعی سُنّت ہے

اب ہو سکے تو مسجدِ حرام میں دو رَکعت نَمازِ نَفل (اگر مکروہ وقت نہ ہو) ادا کریں کہ مستحب ہے، ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سَعی کے بعد مطاف کے کنارے حَجرِ اَسوَد کی سیدھ میں دو نَفل ادا فرمائے ہیں۔

اِنہیں طواف و سَعی کا نام عُمرہ ہے۔ قارِن و مُتَمتّع کے لئے یہی عُمرہ ہو گیا۔

(2) میں اس سے شروع کرتا ہوں جس کو اللہ (عزوجل) نے پہلے ذکر کیا۔ بے شک صفا و مروہ اللہ (عزوجل) کی نشانیوں سے ہیں جس نے حج یا عمرہ کیا اس پر ان کے طواف میں گناہ نہیں اور جو شخص نیک کام کرے تو بیشک اللہ (عزوجل) بدلہ دینے والا، جاننے والا ہے۔

الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ صَدَقَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَاَعَزَّ جُنْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّآ اِيَّاهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ.

فَسُبْحٰنَ اللهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ اَللّٰهُمَّ كَمَا هَدَيْتَنِيْ لِلْاِسْلَامِ اَسْاَلُكَ اَنْ لَّا تَنْزِعَهٗ مِنِّيْ حَتّٰى تَوَفَّانِيْ وَاَنَا مُسْلِمٌ سُبْحٰنَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ.

اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ عَلٰى سُنَّةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَوَفَّنِيْ عَلٰى مِلَّتِهٖ وَاَعِذْنِيْ مِنْ مُّضِلَّاتِ الْفِتَنِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِمَّنْ يُّحِبُّكَ وَيُحِبُّ رَسُوْلَكَ وَاَنْبِيَآءَكَ وَمَلٰٓئِكَتَكَ وَعِبَادَكَ الصّٰلِحِيْنَ اَللّٰهُمَّ يَسِّرْ لِيَ الْيُسْرٰى وَجَنِّبْنِيَ الْعُسْرٰى اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ عَلٰى سُنَّةِ رَسُوْلِكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصَّالِحِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ وَاغْفِرْ لِيْ خَطِيْئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ اِيْمَانًا كَامِلًا وَّقَلْبًا خَاشِعًا وَّنَسْئَلُكَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّيَقِيْنًا صَادِقًا وَّدِيْنًا قَيِّمًا وَّنَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ مِنْ كُلِّ بَلِيَّةٍ وَّنَسْئَلُكَ تَمَامَ الْعَافِيَةِ وَنَسْئَلُكَ دَوَامَ الْعَافِيَةِ وَنَسْئَلُكَ الشُّكْرَ عَلَى الْعَافِيَةِ وَنَسْئَلُكَ الْغِنٰى عَنِ النَّاسِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ عَدَدَ خَلْقِكَ وَرِضَا نَفْسِكَ وَزِنَةَ عَرْشِكَ وَمِدَادَ كَلِمَاتِكَ كُلَّمَا ذَكَرَكَ الذَّاكِرُوْنَ وَغَفَلَ عَنْ ذِكْرِكَ الْغَافِلُوْنَ. (3)

---

(3) حمد ہے اللہ (عزوجل) کے لیے کہ اس نے ہم کو ہدایت کی، حمد ہے اللہ (عزوجل) کے لیے کہ اس نے ہم کو دیا، حمد ہے اللہ (عزوجل) کے لیے کہ اس نے ہم کو الہام کیا، حمد ہے اللہ (عزوجل) کے لیے جس نے ہم کو اس کی ہدایت کی اور اگر اللہ (عزوجل) ہدایت نہ کرتا تو ہم ہدایت نہ پاتے۔ اللہ (عزوجل) کے سوا کوئی معبود نہیں، جو اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے ملک ہے اور اسی کے لیے حمد ہے، وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے اور وہ خود زندہ ہے مرتا نہیں، اُسی کے ہاتھ میں خیر ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔ اللہ (عزوجل) کے سوا کوئی معبود نہیں جو اکیلا ہے، اس نے اپنا وعدہ سچا کیا اپنے بندہ کی مدد کی اور اپنے لشکر کو غالب کیا اور کافروں کی جماعتوں کو تنہا اس نے شکست دی۔ اللہ (عزوجل) کے سوا کوئی معبود نہیں ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں، اسی کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے اگرچہ کافر برا مانیں۔
اللہ (عزوجل) کی پاکی ہے شام و صبح اور اسی کے لیے حمد ہے آسمانوں اور زمین میں اور تیسرے پہر کو اور ظہر کے وقت، وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے اور اسی طرح تم نکالے جاؤ گے، الٰہی! تو نے جس طرح مجھے اسلام کی طرف ہدایت کی، تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ اسے مجھ سے جدا نہ کرنا یہاں تک کہ مجھے اسلام پر موت دے، اللہ (عزوجل) کے لیے ←

دعا میں ہتھیلیاں آسمان کی طرف ہوں، نہ اس طرح جیسا بعض جاہل ہتھیلیاں کعبہ معظمہ کی طرف کرتے ہیں اور اکثر مطوف ہاتھ کانوں تک اُٹھاتے ہیں پھر چھوڑ دیتے ہیں، یوہیں تین بار کرتے ہیں یہ بھی غلط طریقہ ہے بلکہ ایک بار دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے اور جب تک دعا مانگے اُٹھائے رہے، جب ختم ہو جائے ہاتھ چھوڑ دے پھر سعی کی نیت کرے، اس کی نیت یوں ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اُرِیۡدُ السَّعۡیَ بَیۡنَ الصَّفَا وَالۡمَرۡوَۃِ فَیَسِّرۡہُ لِیۡ وَتَقَبَّلۡہُ مِنِّیۡ.

(۲۳) پھر صفا سے اُتر کر مروہ کو چلے ذکر و درود برابر جاری رکھے، جب پہلا میل آئے (اور یہ صفا سے تھوڑے ہی فاصلہ پر ہے کہ بائیں ہاتھ کو سبز رنگ کا میل مسجد شریف کی دیوار سے متصل ہے) یہاں سے مرد دوڑنا شروع کریں (مگر نہ حد سے زائد، نہ کسی کو ایذا دیتے) یہاں تک کہ دوسرے سبز میل سے نکل جائیں۔ یہاں کی دعا یہ ہے:

رَبِّ اغۡفِرۡ وَارۡحَمۡ وَتَجَاوَزۡ عَمَّا تَعۡلَمُ وَتَعۡلَمُ مَا لَا نَعۡلَمُ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡاَعَزُّ الۡاَکۡرَمُ اَللّٰھُمَّ اجۡعَلۡہُ حَجًّا مَّبۡرُوۡرًا وَّسَعۡیًا مَّشۡکُوۡرًا وَّذَنۡبًا مَّغۡفُوۡرًا اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡ لِیۡ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنَاتِ یَا مُجِیۡبَ الدَّعۡوَاتِ رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ وَتُبۡ عَلَیۡنَا اِنَّکَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً وَّفِی الۡاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ. (4)

پاکی ہے اور اللہ (عزوجل) کے لیے حمد ہے اور اللہ (عزوجل) کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ (عزوجل) بہت بڑا ہے، اور گناہ سے پھرنا اور نیکی کی طاقت نہیں مگر اللہ (عزوجل) کی مدد سے جو برتر و بزرگ ہے۔ الٰہی! تو مجھ کو اپنے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پر زندہ رکھ اور ان کی ملت پر وفات دے اور فتنہ کی گمراہیوں سے بچا، الٰہی! تو مجھ کو ان لوگوں میں کر جو تجھ سے محبت رکھتے ہیں اور تیرے رسول و انبیاء و ملائکہ اور نیک بندوں سے محبت رکھتے ہیں۔ الٰہی! میرے لیے آسانی میسر کر اور مجھے سختی سے بچا، الٰہی! اپنے رسول محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پر مجھ کو زندہ رکھ اور مسلمان مار اور نیکوں کے ساتھ ملا اور جنت النعیم کا وارث کر اور قیامت کے دن میری خطا بخش دے۔ الٰہی! تجھ سے ایمان کامل اور قلب خاشع کا ہم سوال کرتے ہیں اور ہم تجھ سے علمِ نافع اور یقینِ صادق اور دینِ مستقیم کا سوال کرتے ہیں اور ہر بلا سے عفو و عافیت کا سوال کرتے ہیں اور پوری عافیت اور عافیت کی ہمیشگی اور عافیت پر شکر کا سوال کرتے ہیں اور آدمیوں سے بے نیازی کا سوال کرتے ہیں۔ الٰہی! تو درود و سلام و برکت نازل کر ہمارے سردار محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی آل و اصحاب پر بقدر شمار تیری مخلوق اور تیری رضا اور ہموزن تیرے عرش کے اور بقدرِ درازی تیرے کلمات کے جب تک ذکر کرنے والے تیرا ذکر کرتے رہیں اور جب تک غافل تیرے ذکر سے غافل رہیں۔

(4) اے پروردگار! بخش اور رحم کر اور درگزر کر اُس سے جسے تو جانتا ہے اور تو اسے جانتا ہے جسے ہم نہیں جانتے، بیشک تو عزت و کرم والا ہے۔ اے اللہ (عزوجل)! تو اسے حج مبرور کر اور سعی مشکور کر اور گناہ بخش، اے اللہ (عزوجل)! مجھ کو اور میرے والدین اور جمیع مومنین و مومنات کو بخش دے، اے دعاؤں کے قبول کرنے والے! اے رب! تو ہم سے قبول کر، بیشک تو سُننے والا، جاننے والا ہے اور ہماری توبہ قبول کر،

(۲۴) دوسرے میل سے نکل کر آہستہ ہولو اور یہ دعا بار بار پڑھتے ہوئے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ لَہُ الْمُلْكُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. مروہ تک پہنچو یہاں پہلی سیڑھی پر چڑھنے بلکہ اس کے قریب زمین پر کھڑے ہونے سے مروہ پر چڑھنا ہوگیا لہٰذا بالکل دیوار سے متصل نہ ہو جائے کہ یہ جاہلوں کا طریقہ ہے یہاں بھی اگرچہ عمارتیں بن جانے سے کعبہ نظر نہیں آتا مگر کعبہ کی طرف مونھ کر کے جیسا صفا پر کیا تھا تسبیح وتکبیر وحمد وثنا ودرود ودُعا یہاں بھی کرو یہ ایک پھیرا ہوا۔

(۲۵) پھر یہاں سے صفا کو ذکر ودُرود اور دعائیں پڑھتے ہوئے جاؤ، جب سبز میل کے پاس پہنچو اُسی طرح دوڑو اور دونوں میلوں سے گزر کر آہستہ ہولو پھر آؤ پھر جاؤ یہاں تک کہ ساتواں پھیرا مروہ پر ختم ہو اور ہر پھیرے میں اُسی طرح کرو اِس کا نام سعی ہے۔ دونوں میلوں کے درمیان اگر دوڑ کر نہ چلا یا صفا سے مروہ تک دوڑ کر گیا تو برا کیا کہ سنت ترک ہوئی، مگر دَم یا صدقہ واجب نہیں اور سعی میں اِضطباع نہیں۔ اگر ہجوم کی وجہ سے میلین کے درمیان دوڑنے سے عاجز ہے تو کچھ ٹھہر جائے کہ بھیڑ کم ہو جائے اور دوڑنے کا موقع مل جائے اور اگر کچھ ٹھہرنے سے ہجوم کم نہ ہوگا تو دوڑنے والوں کی طرح چلے اور اگر کسی عذر کی وجہ سے جانور پر سوار ہو کر سعی کرتا ہے تو اس درمیان میں جانور کو تیز چلائے مگر اس کا خیال رہے کہ کسی کو ایذا نہ ہو کہ یہ حرام ہے۔

مسئلہ ۲۴: اگر مروہ سے سعی شروع کی تو پہلا پھیرا کہ مروہ سے صفا کو ہوا شمار نہ کیا جائے گا، اب کہ صفا سے مروہ کو جائے گا یہ پہلا پھیرا ہوا۔(5)

مسئلہ ۲۵: جو شخص احرام سے پہلے بیہوش ہوگیا ہے اور اُس کے ساتھیوں نے اس کی طرف سے احرام باندھا ہے تو اُس کی طرف سے اُس کے ساتھی نیابۃً سعی کر سکتے ہیں۔(6)

مسئلہ ۲۶: سعی کے لیے شرط یہ ہے کہ پورے طواف یا طواف کے اکثر حصہ کے بعد ہو، لہٰذا اگر طواف سے پہلے یا طواف کے تین پھیرے کے بعد سعی کی تو نہ ہوئی اور سعی کے قبل احرام ہونا بھی شرط ہے، خواہ حج کا احرام ہو یا عمرہ کا، احرام سے قبل سعی نہیں ہو سکتی اور حج کی سعی اگر وقوف عرفہ کے قبل کرے تو وقتِ سعی میں بھی احرام ہونا شرط ہے اور وقوف عرفہ کے بعد ہو تو سنت یہ ہے کہ احرام کھول چکا ہو اور عمرہ کی سعی میں احرام واجب ہے یعنی اگر طواف کے بعد سر مونڈا لیا پھر سعی کی تو سعی ہوگئی مگر چونکہ واجب ترک ہوا لہٰذا دَم واجب ہے۔(7)

بیشک تو توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ اے رب! تو ہم کو دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھلائی دے اور ہم کو عذابِ جہنم سے بچا۔

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الخامس فی کیفیۃ اداء الحج، ج۱، ص۲۲۷.

(6) المسلک المتقسط، (باب سعی بین صفا والمروۃ، فصل فی شرائط صحۃ السعی)، ص۱۷۴.

(7) لباب المناسک، ص۱۷۴.

مسئلہ ۲۷: سعی کے لیے طہارت شرط نہیں، حیض والی عورت اور جُنب بھی سعی کرسکتا ہے۔(8)

مسئلہ ۲۸: سعی میں پیدل چلنا واجب ہے جب کہ عذر نہ ہو، لہٰذا اگر سواری یا ڈولی وغیرہ پر سعی کی یا پاؤں سے نہ چلا بلکہ گھسٹتا ہوا گیا تو حالتِ عذر میں معاف ہے اور بغیر عذر ایسا کیا تو دَم واجب ہے۔(9)

مسئلہ ۲۹: سعی میں سترِ عورت سنت ہے یعنی اگرچہ ستر کا چھپانا فرض ہے مگر اس حالت میں فرض کے علاوہ سُنت بھی ہے کہ اگر ستر کھلا رہا تو اس کی وجہ سے کفارہ واجب نہیں مگر ایک گناہ فرض کے ترک کا ہوا، دوسرا ترکِ سنت کا۔(10)

---

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الخامس في کیفیۃ اداء الحج، ج۱، ص۲۲۷۔

(9) لباب المناسک، (باب سعي بین صفاوالمروۃ، فصل في واجباتہ)، ص۱۷۸۔

(10) المسلک المتقسط، (باب سعي بین صفاوالمروۃ، فصل في سننہ)، ص۱۷۹۔

سَعی کے بارے میں سُوال وجواب

میرے شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علّامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دَامَت بَرَکَاتُہُم الْعَالِیَہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں؛

سُوال: حج یا عُمرہ کی سَعی مُطلقاً نہ کی اور وطن چلا گیا، اب کیا کرے؟

جواب: حج ہو یا عُمرہ سَعی واجب ہے، تو جس نے بالکل سَعی نہ کی یا چار یا چار سے زِیادہ پھیرے تَرک کردیئے تو دَم واجب ہے، چار سے کم پھیرے اگر تَرک کیے تو ہر پھیرے کے بدلے میں صَدَقہ دے۔

سُوال: شوقیہ طور پر گاڑی پر سَعی کرنا کیسا ہے؟

جواب: سَعی پیدل کرنا ضَروری ہے، بِلا عُذر سَواری پر کی تو دَم لازم آئے گا۔

سُوال: سَعی کے چار پھیرے کر لئے اور عُمرہ کا اِحرام کھول دیا یعنی حَلق وغیرہ کروالیا اب کیا کرے؟

جواب: تین صَدَقے دے، ہاں! اگر بعد حَلق وغیرہ کے بھی ادا کرلے تو کَفّارہ ساقط ہوجائے گا۔ یاد رہے کہ سَعی کے لئے زمانۂ حج یا اِحرام شرط نہیں اگر ادا نہ کی ہو تو عمر بھر میں جب بھی سَعی بجالائے واجب ادا ہوجائے گا۔

سُوال: اگر حج یا عُمرہ کی سَعی طواف سے پہلے کرلی تو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: سَعی کا طواف کے بعد ہونا ضَروری ہے اگر پہلے کریں گے تو دَم واجب ہوگا، ہاں! اگر طَواف کے بعد دوبارہ سَعی کرلی تو کَفّارہ ساقط ہوگیا۔

سُوال: بے وُضو سَعی کرسکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: کرسکتے ہیں مگر باوُضو مُستحب ہے۔

←

....

❁❁❁❁❁

سوال: حائضہ نے اگر سَعی کی تو کوئی کفارہ؟

جواب: مرد یا عورت اگر ناپاکی کی حالت میں بھی سَعی کریں تو سَعی دُرُست ہے۔

سوال: جس طرح نفلی طواف کیا جاتا ہے کیا اُسی طرح نفلی سَعی بھی کی جاسکتی ہے؟

جواب: سَعی کا تعلق صرف حج وعُمرہ سے ہے نفلی سَعی مَنقُول نہیں۔

سوال: اگر حج کا اِحرام باندھنے کے بعد نفلی طواف میں سَعی نہ کی ہو تو طوافِ زیارت کے بعد سَعی کرنے کے لئے اِحرام ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: اِحرام کی ضرورت نہیں۔

ایک ضروری نصیحت

بعض عورتوں کو میں نے خود دیکھا ہے کہ نہایت بے باکی سے سعی کرتی ہیں کہ اُن کی کلائیاں اور گلا کھلا رہتا ہے اور یہ خیال نہیں کہ مکہ معظمہ میں معصیت کرنا نہایت سخت بات ہے کہ یہاں جس طرح ایک نیکی لاکھ کے برابر ہے۔ یوہیں ایک گناہ لاکھ گناہ کے برابر بلکہ یہاں تو یہاں کعبہ معظمہ کے سامنے بھی وہ اسی حالت سے رہتی ہیں بلکہ اسی حالت میں طواف کرتے دیکھا، حالانکہ طواف میں ستر کا چھپانا علاوہ اُسی فرض دائمی کے واجب بھی ہے تو ایک فرض دوسرے واجب کے ترک سے دو گناہ کیے۔

وہ بھی کہاں بیت اللہ کے سامنے اور خاص طواف کی حالت میں بلکہ بعض عورتیں طواف کرنے میں خصوصاً حجر اسود کو بوسہ دینے میں مردوں میں گھس جاتی ہیں اور اُن کا بدن مردوں کے بدن سے مس ہوتا رہتا ہے مگر ان کو اس کی کچھ پروا نہیں حالانکہ طواف یا بوسہ حجرِ اسود وغیرہما ثواب کے لیے کیا جاتا ہے مگر وہ عورتیں ثواب کے بدلے گناہ مول لیتی ہیں لہٰذا ان امور کی طرف حجاج کو خصوصیت کے ساتھ توجہ کرنی چاہیے اور ان کے ساتھ جو عورتیں ہوں انھیں بتاکید ایسی حرکات سے منع کرنا چاہیے۔

مسئلہ ۳۰: مستحب یہ ہے کہ باوضو سعی کرے اور کپڑا بھی پاک ہو اور بدن بھی ہر قسم کی نجاست سے پاک ہو اور سعی شروع کرتے وقت نیت کرلے۔

مسئلہ ۳۱: مکروہ وقت نہ ہو تو سعی کے بعد دو رکعت نماز مسجد شریف میں جاکر پڑھنا بہتر ہے۔(1)

امام احمد و ابن ماجہ و ابن حبان، مطلب بن ابی وداعہ سے راوی، کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب سعی سے فارغ ہوئے تو حجر کے سامنے تشریف لاکر حاشیہ مطاف میں دو رکعت نماز پڑھی۔(2)

مسئلہ ۳۲: سعی کے ساتوں پھیرے پے در پے کرے، اگر متفرق طور پر کیے تو اعادہ کرے اور اب نے سات پھیرے کرے کہ پے در پے نہ ہونے سے سنت ترک ہوگئی، ہاں اگر سعی کرتے میں جماعت قائم ہوئی یا جنازہ آیا تو سعی چھوڑ کر نماز میں مشغول ہو، بعد نماز جہاں سے چھوڑی تھی وہیں سے پوری کرلے۔(3)

---

(1) الدر المختار، کتاب الحج، ج ۳، ص ۵۸۹.

(2) المسند للامام احمد، الحدیث: ۲۷۳۱۳، ج ۱۰، ۳۵۴.

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الخامس فی کیفیۃ اداء الحج، ج ۱، ص ۲۲۷.

مسئلہ ۴۳: سعی کی حالت میں فضول و بیکار باتیں سخت نازیبا ہیں (3A) کہ یہ تو ویسے بھی نہ چاہیے نہ کہ اس وقت کہ عبادت میں مشغول ہو، واضح ہو کہ عمرہ صرف انہیں افعال طواف وسعی کا نام ہے۔ قران وتمتع والے کے لیے یہی عمرہ ہوگیا اور اِفراد والے کے لیے یہ طواف طوافِ قدوم یعنی حاضری دربار کا مجرا۔

مسئلہ ۴۴: حج کرنے والا مکہ میں جانے سے پہلے عرفات میں پہنچا تو طوافِ قدوم ساقط ہوگیا مگر بُرا کیا کہ سنت فوت ہوئی اور دَم وغیرہ واجب نہیں۔ (4)

(۲۶) قارِن یعنی جس نے قِران کیا ہے اس کے بعد طوافِ قدوم کی نیت سے ایک طواف وسعی اور بجالائے۔

(۲۷) قارِن اور مُفرِد یعنی جس نے صرف حج کا احرام باندھا تھا، لبیک کہتے ہوئے مکہ میں ٹھہریں۔ اُن کی لبیک دسویں تاریخ رَمی جمرہ کے وقت ختم ہوگی اور اسی وقت احرام سے نکلیں گے جس کا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ آتا ہے مگر متمتع یعنی جس نے تمتع کیا ہے وہ اور مُعتمِر یعنی نِرا عمرہ کرنے والا شروع طوافِ کعبہ معظمہ سے سنگ اسود شریف کا پہلا بوسہ لیتے ہی لبیک چھوڑ دیں اور طواف وسعی مذکور کے بعد حلق کریں یعنی سارا سر مونڈا دیں یا تقصیر یعنی بال کتروائیں اور احرام سے باہر آئیں۔

(3A) فضول بکواس

مردوں اور عورتوں کی بری عادتوں میں سے ایک بہت بری عادت بہت زیادہ بولنا اور فضول بکواس ہے۔ کم بولنا اور ضرورت کے مطابق بات چیت یہ بہت ہی پسندیدہ عادت ہے۔ ضرورت سے زیادہ بات اور فضول کی بکواس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ کبھی کبھی ایسی باتیں بھی زبان سے نکل جاتی ہیں جس سے بہت بڑے بڑے فتنے پیدا ہوجاتے ہیں اور شروفساد کے طوفان اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

وَكَرِهَ لَكُمْ قِيْلَ وَقَالَ وَكَثْرَةَ السُّوَالِ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ.

(صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب قول اللہ تعالیٰ لا یسألون الناس إلحافا، الحدیث ۱۴۷۷، ج۱، ص۴۹۸)

یعنی اللہ تعالیٰ کو یہ ناپسند ہے کہ بلاضرورت قیل اور قال اور فضول اقوال آدمی کی زبان سے نکلیں۔ اسی طرح کثرت سے لوگوں کے سامنے کسی چیز کا سوال کرتے رہنا اور فضول کاموں میں اپنے مالوں کو برباد کرنا یہ بھی اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے یہ بھی سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ اپنی زبانوں کو فضول باتوں سے ہمیشہ بچائے رکھو۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الادب وغیرہ، الترغیب فی الصمت الاعن خیر والترہیب من کثرۃ الکلام، رقم ۵، ج۳، ص۳۳۶)

کیونکہ بہت سی فضول باتیں ایسی بھی زبانوں سے نکل جاتی ہیں جو بولنے والوں کو جہنم میں پہنچادیتی ہیں۔ اسی لئے تمام بزرگوں نے یہ فرمایا ہے کہ تین عادتوں کو لازم پکڑو۔ کم بولنا، کم سونا، کم کھانا کیونکہ زیادہ بولنا، زیادہ سونا، زیادہ کھانا، یہ عادتیں بہت ہی خراب ہیں اور ان عادتوں کی وجہ سے انسان دین و دنیا میں ضرور نقصان اٹھاتا ہے۔

(4) الجوہرۃ النیرۃ، الجزء الاول، کتاب الحج، ص۲۰۹۔ وردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۶۵۔

سر مونڈانا یا بال کتروانا

عورتوں کو بال مونڈانا حرام ہے، وہ صرف ایک پورے برابر بال کتروالیں (1) اور مردوں کو اختیار ہے کہ حلق

---

(1) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

ہدایہ میں ہے:

حلق الشعر فی حقها مثلة كحلق اللحية فی حق الرجال ۴؎۔

عورت کا بال مونڈنا مثلہ یعنی حلیہ بگاڑنے کے مترادف ہے جیسا کہ مردوں کا داڑھی مونڈنا۔

(۴؎ الہدایہ کتاب الحج فصل وان لم یدخل الحرم الخ المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/ ۲۴۵)

ص ۳۹: کافی شرح وافی:

لا تحلق ولكن تقصر لان الحلق فی حقها مثلة والمثلة حرام وشعر الراس زينة لها كاللحية للرجل كما لا يحلق لحيته عنه الخروج من الاحرام فكذا لا تحلق شعرها ۵؎۔

(احرام کھولتے وقت) عورت سر کے بال نہ مونڈے بلکہ چوٹی سے کچھ بال کتر ڈالے کیونکہ بال مونڈنا اسکے حق میں بمنزلہ مثلہ ہے اور مثلہ حرام ہے۔ سر کے بال عورت کی زینت ہیں جیسے داڑھی مرد کے لئے زینت ہے۔ جس طرح احرام کی پابندی سے آزاد ہونے کے لئے مرد کو داڑھی مونڈنے کا حکم نہیں اسی طرح عورت کے لئے سر کے بال مونڈنے کا حکم نہیں۔ (۵؎ کافی شرح وافی)

نص ۴۰ و ۴۱: امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاسانی بدائع پھر علامہ قاری مسلک متقسط میں فرماتے ہیں:

حلق اللحية من باب المثلة ۱؎۔ داڑھی مونڈنا از قسم مثلہ کے ہے۔ (۱؎ بدائع الصنائع کتاب الحج فصل واما الحلق والتقصیر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۴۱) (المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط مع ارشاد الساری دار الکتب العربی بیروت ص ۱۵۲)

نص ۴۲ و ۴۳: تبیین الحقائق وابو السعود مصری:

حلق راسها مثلة كحلق اللحية فی الرجل ۲؎۔

کسی عورت کا اپنے سر کے بال مونڈنا مثلہ ہے (حلیہ بگاڑنا ہے) جیسے مرد کا داڑھی مونڈنا۔

(۲؎ تبیین الحقائق کتاب الحج فصل من لم یدخل مکہ الخ المطبعۃ الکبریٰ الامیریۃ بولاق مصر ۲/ ۳۹) (فتح المعین، کتاب الحج فصل مسائل شتی تعلق بافعال الحج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۴۹۶)

نص ۴۴: نیز تبیین میں ہے:

لا یاخذ من اللحية شيئا لانه مثلة ۳؎۔

کریں یا تقصیر اور بہتر حلق ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں حلق کرایا (1A) اور سر مونڈانے

مرد داڑھی کا کوئی ضروری حصہ نہ کترائے کیونکہ ایسا کرنا مثلہ کے زمرے میں آتا ہے۔

(۳۔ تبیین الحقائق، کتاب الحج باب الاحرام المطبعۃ الکبریٰ بولاق مصر ۲ / ۳۳)

نص ۴۵ و ۴۶: بحرالرائق وطحطاوی علی الدر واللفظ للبحر:

لا تحلق لکونه مثلة کحلق اللحیة ۴۔

کوئی عورت بال نہ مونڈے اس لئے کہ ایسا کرنا مثلہ ہے جیسے مرد کے لئے داڑھی مونڈنا مثلہ ہے۔

(۴۔ بحرالرائق کتاب الحج فصل من لم یدخل مکة الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲ / ۳۵۵)

نص ۴۷: برجندی شرح نقایہ:

حلق الرأس فی حقها مثلة کحلق اللحیة فی حق الرجل۔ ۵۔

عورت کے لئے اپنے سر کے بال مونڈنا مثلہ ہے جیسے مرد کے لئے داڑھی مونڈنا۔

(۵۔ شرح النقایۃ للبرجندی کتاب الحج نولکشور لکھنؤ ۱ / ۲۴۳)

نص ۴۸: شرح لباب: اما المرأة فلیس لها الا التقصیر لما سبق من ان حلق رأسها مثلة کحلق الرجل اللحیة ۱۔ (۱۔ المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط مع ارشاد الساری دارالکتاب العربی بیروت ص ۱۵۱)

عورت کے لئے صرف بال کترنے جائز ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ عورت کا اپنے سر کے بال مونڈنا مرد کے داڑھی مونڈنے کے مترادف ہے اور ایسا کرنا مثلہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۲، ص ۶۵۸۔۶۵۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(1A) صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حجۃ الوداع، الحدیث: ۴۴۱۰، ج ۳، ص ۱۴۲۔

حج میں سر مُنڈانے کا ثواب

اس سے پہلے حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت گزر چکی ہے جس میں یہ مضمون بھی تھا کہ سر منڈواتے ہوئے تمہارے سر سے گرنے والا ہر بال قیامت کے دن تمہارے لئے نور ہوگا، اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں یہ مضمون تھا کہ جہاں تک تمہارا سر منڈوانے کی بات ہے تو تمہارے سر سے گرنے والے ہر بال کے عوض تمہارے لئے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور تمہارا ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے۔

حضرت سیدتنا ام الحصین رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، محبوبِ ربُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کو حجۃ الوداع کے موقع پر سر منڈانے والوں کے لئے تین مرتبہ اور تقصیر کرانے (یعنی بال کٹوانے) والوں کے لئے ایک مرتبہ دعا کرتے ہوئے سنا۔

(صحیح مسلم، کتاب المناسک، باب تفضیل الحلق علی التقصیر، رقم ۱۳۰۳، ص ۶۷۷) ←

والوں کے لیے دعائے رحمت تین بار فرمائی اور کتروانے والوں کے لیے ایک بار (2) اور اگر متمتع منیٰ کی قربانی کے لیے

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلّم نے دعا مانگی، اے اللہ عزوجل! حلق کرانے والوں کی مغفرت فرما۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اور تقصیر کرانے والوں کی بھی؟ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پھر دعا فرمائی، اے اللہ عزوجل سر منڈوانے والوں کی مغفرت فرما۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اور تقصیر کرانے والوں کی بھی؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پھر دعا فرمائی، اے اللہ عزوجل! سر منڈوانے والوں کی مغفرت فرما۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اور تقصیر کرانے والوں کی بھی؟ فرمایا، اور تقصیر کرانے والوں کی بھی۔

(صحیح بخاری، کتاب الحج، باب الحلق والتقصیر عند الاحلال، رقم ۱۷۲۸، ج ۱، ص ۵۷۴)

(2) صحیح البخاری، کتاب الحج، باب الحلق والتقصیر عند الاحلال، الحدیث: ۱۷۲۸، ج ۱، ص ۵۷۴۔

حلق وتقصیر کے متعلق سُوال وجواب

میرے شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

سُوال: اگر حاجی نے بارہویں کے بعد حَرَم سے باہر سَر منڈوایا تو کیا سزا ہوگی؟

جواب: دو دَم، ایک حَرَم سے باہر حلق کروانے کا، دوسرا بارہویں کے بعد ہونے کا۔ (رَدُّالمحتار)

سُوال: مفرِد حلق کہاں کروائے؟

جواب: اُسے بھی حُدودِ حَرَم میں حلق یا قصر کروانا واجب ہے۔

سُوال: اگر کسی حاجی نے بارہویں کے بعد حلق کیا تو اُس پر کیا جُرمانہ عائد ہوگا؟

جواب: دَم دینا ہوگا۔

سُوال: اگر عُمرہ کا حلق حَرَم سے باہر کروانا چاہے تو کرواسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں کرواسکتا، کروائے گا تو دَم واجب ہوگا، ہاں! اِس کے لئے وَقت کی کوئی قید نہیں۔ (دُرِّمُختار)

سُوال: بعض لوگ قینچی سے دو تین جگہ سے چند بال کاٹ لیتے ہیں اس طرح قصر ہوجائے گا یا نہیں؟

جواب: نہیں ہوگا، بدستور پابندیاں باقی رہیں گی۔

سُوال: جو لوگ جدّہ شریف وغیرہ میں کام کرتے ہیں اُن میں سے بعض لوگ عُمرہ میں سَر کے چند بال ہی کٹوانے پر اِکتفا کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے جب پہلی بار عُمرہ کیا تھا اُس میں حلق کروالیا تھا اب بار بار ضروری نہیں۔ اُن کی دلیل کہاں تک دُرُست ہے؟

جواب: اُن کا یہ جواب شریعت کے مُعاملے میں جرأت ہے۔ کوئی چاہے ہزار بار عُمرہ کرے ہر بار حلق یا قصر کروانا پڑے گا خواہ ←

جانور ساتھ لے گیا ہے تو عمرہ کے بعد احرام کھولنا اُسے جائز نہیں، بلکہ قارِن کی طرح احرام میں رہے اور لبیک کہا کرے یہاں تک کہ دسویں کی رَمی کے ساتھ لبیک چھوڑے پھر قربانی کے بعد حلق یا تقصیر کرکے احرام سے باہر ہو۔ پھر متمتع چاہے تو آٹھویں ذی الحجہ تک بے احرام رہے، مگر افضل یہ ہے کہ جلد حج کا احرام باندھ لے، اگر یہ خیال نہ ہو کہ دن زیادہ ہیں احرام کی قیدیں نہ نبھیں گی۔

(۲۸) تنبیہ: طوافِ قدوم میں اِضطباع و رَمَل اور اس کے بعد صفا، مروہ میں سعی ضرور نہیں مگر اب نہ کریگا تو طوافِ زیارت میں کہ حج کا طواف فرض ہے، جس کا ذکر انشاء اللہ آتا ہے یہ سب کام کرنے ہوں گے اور اس وقت ہجوم بہت ہوتا ہے، عجب نہیں کہ طواف میں رَمَل اور مَسعٰی میں دوڑنا نہ ہو سکے اور اُس وقت ہو چکا تو اِس طواف میں ان چیزوں کی حاجت نہ ہوگی لہٰذا ہم نے ان کو مطلقاً ترکیب میں داخل کر دیا۔

(۲۹) مُفرِد و قارِن تو حج کے رَمَل و سعی سے طوافِ قدوم میں فارغ ہو لیے مگر متمتع نے جو طواف و سعی کیے وہ عمرہ کے تھے، حج کے رَمَل و سعی اس سے ادا نہ ہوئے اور اُس پر طوافِ قدوم ہے نہیں کہ قارِن کی طرح اس میں یہ امور کرکے فراغت پالے لہٰذا اگر وہ بھی پہلے سے فارغ ہو لینا چاہے، تو جب حج کا احرام باندھے اس کے بعد ایک نفل طواف میں رَمل و سعی کرلے اب اسے بھی طوافِ زیارت میں ان امور کی حاجت نہ ہوگی۔

❁❁❁❁❁

وہ کعبہ شریف کا مُتَوَلّی ہی کیوں نہ ہو۔

سوال: اگر سر پر سرے سے بال ہی نہ ہوں تو؟

جواب: خواہ بال ہوں یا نہ ہوں، خواہ قُدرتی گنج ہی کیوں نہ ہو، ہر صورت میں اُسترا پھروانا واجب ہے۔ ہاں! جس کے سر پر بکثرت پُھڑیاں یا زخم ہوں اور حَلق یا قَصر ممکن نہ ہو وہ معذور ہے اور اُسے مُعاف ہے۔

ایّام اقامت میں کیا کریں

(۳۰) اب یہ سب حجاج (قارِن، متمتع، مُفرِد کوئی ہو) کہ منٰی کے جانے کے لیے مکہ معظمہ میں آٹھویں تاریخ کا انتظار کررہے ہیں، ایامِ اقامت میں جس قدر ہوسکے نرا طواف بغیر اِضطباع و رمل و سعی کرتے رہیں کہ باہر والوں کے لیے یہ سب سے بہتر عبادت ہے اور ہر سات پھیروں پر مقامِ ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم میں دو رکعت نماز پڑھیں۔

(۳۱) زیادہ احتیاط یہ ہے کہ عورتوں کو طواف کے لیے شب کے دس گیارہ بجے جب ہجوم کم ہولے جائیں۔ یوہیں صفا و مروہ کے درمیان سعی کے لیے بھی۔

(۳۲) عورتیں نماز فرودگاہ (قیام گاہ) ہی میں پڑھیں۔ نمازوں کے لیے جو دونوں مسجدِ کریم میں حاضر ہوتی ہیں جہالت ہے کہ مقصود ثواب ہے اور خود حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: عورت کو میری مسجد میں نماز پڑھنے سے زیادہ ثواب گھر (یعنی قیام گاہ) میں پڑھنا ہے(1)۔ ہاں عورتیں مکہ معظمہ میں روزانہ ایک بار رات میں

---

(1) عورت کے لئے گھر میں نماز پڑھنے کا ثواب

حضرتِ سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا عورت کا اپنے کمرے میں نَماز پڑھنا گھر کے احاطے میں نَماز پڑھنے سے بہتر ہے، اور اس کا احاطے میں نَماز پڑھنا صحن میں نَماز پڑھنے سے اَفضل ہے، اور صحن میں نَماز پڑھنا گھر سے باہر نَماز پڑھنے سے اَفضل ہے۔ (طبرانی اوسط، رقم ۹۱۰۱، ج ۶، ص ۳۶۸)

حضرتِ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، عورت چھپانے کی چیز ہے اور جب یہ اپنے گھر سے نکلتی ہے تو شیطان پر ظاہر ہوجاتی ہے اور بے شک عورت اللہ عزوجل کے جتنی قریب اپنے گھر کے تہہ خانے میں ہوتی ہے کہیں اور نہیں ہوتی۔ (طبرانی اوسط، رقم ۲۸۹۰، ج ۲، ص ۱۶۳)

ام المؤمنین حضرت سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، عورتوں کے نَماز پڑھنے کے لئے سب سے بہترین جگہ ان کے گھروں کے تہہ خانے ہیں۔ (مسند احمد، حدیث ام سلمۃ زوج النبی، رقم ۲۶۶۰۴، ج ۱۰، ص ۱۸۴)

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا اللہ عزوجل کے نزدیک عورت کی سب سے پسندیدہ نَماز وہ ہے جسے وہ اندھیری کوٹھڑی میں ادا کرتی ہے۔

(صحیح ابن خزیمہ، کتاب الامامۃ، باب اختیار صلوۃ المرأۃ فی اشد مکان من بیتھا ظلمۃ، رقم ۱۶۹۶، ج ۳، ص ۹۶) ←

طواف کرلیا کریں اور مدینہ طیبہ میں صبح وشام صلاۃ وسلام کے لیے حاضر ہوتی رہیں۔

(۴۳) اب یا منٰی سے واپسی کے بعد جب کبھی رات و دن میں جتنی بار کعبہ معظمہ پر نظر پڑے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاللہُ اَکْبَرُ تین بار کہیں اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر دُرود بھیجیں اور دعا کریں کہ وقت قبول ہے۔

❁❁❁❁❁

حضرتِ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ ؤالہٖ وسلّم نے فرمایا، عورت کا کوٹھڑی میں نماز پڑھنا احاطے میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور اس کا تہہ خانے میں نماز پڑھنا کمرے میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الصلوۃ، باب التشدید فی ذالک، رقم ۵۷۰، ج ۱، ص ۲۳۵)

حضرتِ سیدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی زوجہ ام حمید رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافِعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُودو نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالٰی علیہ ؤالہٖ وسلّم کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض کیا، یارسول اللہ! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنا پسند کرتی ہوں۔ تو آپ نے فرمایا، میں جانتا ہوں کہ تم میرے ساتھ نماز پڑھنا پسند کرتی ہو لیکن تمہارا گھر کے اندرونی کمرے میں نماز پڑھنا بیرونی کمرے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور بیرونی کمرے میں نماز پڑھنا صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور صحن میں نماز پڑھنا اپنے محلے کی مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور تمہارا اپنے محلے کی مسجد میں نماز پڑھنا میری مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ (یہ سننے کے بعد) اُم حمید رضی اللہ تعالٰی عنہا نے اپنے گھر کے ایک کونے میں مسجد بنانے کا حکم دیا اور جب تک زندہ رہیں اسی کونے میں نماز پڑھتی رہیں۔

(مسند احمد، حدیث ام حمید وام حکیم وامراۃ، رقم ۲۷۱۵۸، ج ۱۰، ص ۳۱۰)

طواف میں یہ باتیں حرام ہیں

(۴۴) طواف اگر چہ نفل ہو اس میں یہ باتیں حرام ہیں:

1- بے وضو طواف کرنا۔

2- کوئی عضو جو ستر میں داخل ہے اس کا چہارم کھلا ہونا مثلاً ران یا آزاد عورت کا کان یا کلائی۔

3- بے مجبوری سواری پر یا کسی کی گود میں یا کندھوں پر طواف کرنا۔

4- بلا عذر بیٹھ کر سرکنا یا گھٹنوں چلنا۔

5- کعبہ کو دہنے ہاتھ پر لے کر الٹا طواف کرنا۔

6- طواف میں حطیم کے اندر ہو کر گزرنا۔

7- سات پھیروں سے کم کرنا۔(1)

---

(1) الفتاوی الرضویۃ، ج۱۰، ص ۷۴۴، وغیرہ۔

طَواف میں سات باتیں حرام ہیں:

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّارؔ قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں؛

طَواف اگر چہ نفل ہو، اُس میں یہ سات باتیں حرام ہیں:

مدینہ(۱) بے وُضو طَواف کرنا۔

مدینہ(۲) جو عُضو ستر میں داخل ہے اُس کا چوتھائی (۱/۴) حصّہ کھلا ہونا، مَثَلاً ران کا چوتھائی حصّہ کھلا ہونا حرام ہے، اِسی طرح اِسلامی بہنوں کا کان یا ہاتھ کی کلائی کا چوتھائی حصّہ کھل جانا حرام ہے۔ اِسلامی بہنیں اِس کی بہت کم اِحتیاط کرتی ہیں، دَورانِ طَواف خُصُوصاً حَجرِ اَسوَد کا اِستِلام کرتے وَقت کافی خواتین کی چوتھائی کلائی تو کیا بعض اَوقات پوری کلائی کھل جاتی ہے اور یہ حرام ہے۔ (طَواف کے علاوہ بھی غیر مَحرَم کے سامنے کان یا کلائی کھولنا حرام ہے۔ پردے کے تفصیلی اَحکام معلوم کرنے کے لیے عاشقِ مدینہ کا رسالہ زخمی سانپ پڑھیے)

مدینہ(۳) بغیر مجبوری ڈولی میں یا کسی کے کندھوں وغیرہ پر طَواف کرنا۔

مدینہ(۴) بلا عُذر بیٹھ کر سَرَکنا یا گھٹنوں پر چلنا۔

مدینہ(۵) کعبہ کو سیدھے ہاتھ پر لے کر اُلٹا طَواف کرنا۔

مدینہ(۶) طَواف میں حطیم کے اندر سے ہو کر گزرنا۔

مدینہ(۷) سات پھیروں سے کم کرنا۔

طواف میں یہ ۱۵ باتیں مکروہ ہیں

(۳۵) یہ باتیں طواف میں مکروہ ہیں:

1- فضول بات کرنا۔

2- بیچنا۔

3- خریدنا۔

4- حمد و نعت و منقبت کے سوا کوئی شعر پڑھنا۔

5- ذکر یا دعا یا تلاوت یا کوئی کلام بلند آواز سے کرنا۔

6- ناپاک کپڑے میں طواف کرنا۔

7- رَمَل، یا

8- اضطباع، یا

9- (بوسہ سنگِ اسود جہاں جہاں ان کا حکم ہے ترک کرنا۔

10- طواف کے پھیروں میں زیادہ فصل دینا یعنی کچھ پھیرے کر لیے پھر دیر تک ٹھہر گئے یا اور کسی کام میں لگ گئے باقی پھیرے بعد کو کیے مگر وضو جاتا رہے تو کر آئے یا جماعت قائم ہوئی اور اُس نے ابھی نماز نہ پڑھی تو شریک ہو جائے بلکہ جنازہ کی نماز میں بھی طواف چھوڑ کر مل سکتا ہے باقی جہاں سے چھوڑا تھا آ کر پورا کر لے۔ یوہیں پیشاب پاخانہ کی ضرورت ہو تو چلا جائے وضو کر کے باقی پورا کرے۔

11- ایک طواف کے بعد جب تک اس کی رکعتیں نہ پڑھ لے دوسرا طواف شروع کر دینا مگر جب کہ کراہت نماز کا وقت ہو جیسے صبح صادق سے بلندی آفتاب تک یا نمازِ عصر پڑھنے کے بعد سے غروب آفتاب تک کہ اس میں متعدد طواف بے فصل نماز جائز ہیں۔ وقت کراہت نکل جائے تو ہر طواف کے لیے دو رکعت ادا کرے اور اگر بھول کر ایک طواف کے بعد بغیر نماز پڑھے دوسرا طواف شروع کر دیا تو اگر ابھی ایک پھیرا پورا نہ کیا ہو تو چھوڑ کر نماز پڑھے اور پورا پھیرا کر لیا ہے تو اس طواف کو پورا کر کے نماز پڑھے۔

12- خطبہ امام کے وقت طواف کرنا۔

13- جماعت فرض کے وقت کرنا، ہاں اگر خود پہلی جماعت میں پڑھ چکا ہے تو باقی جماعتوں کے وقت طواف کرنے

میں حرج نہیں اور نمازیوں کے سامنے گزر بھی سکتا ہے کہ طواف بھی نماز ہی کی مثل ہے۔

14- طواف میں کچھ کھانا۔

15- پیشاب پاخانہ یا ریح کے تقاضے میں طواف کرنا۔(1)

(1) الفتاوی الرضویۃ، ج۱۰،ص ۷۴۴، وغیرہ۔

طواف کے سات مکروہات

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُم الْعَالِیَہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

مدینہ(۱) فُضول بات کرنا۔

مدینہ(۲) ذِکرودُعا وغیرہ بُلند آواز سے کرنا۔ (معلوم ہُوا کہ دَورانِ طواف ایک شخص چلّا چلّا کر دُعا پڑھتا ہے اور دوسرے لوگ مل کر بُلند آواز سے دُہراتے ہیں یہ مکروہ ہے۔)

مدینہ(۳) ناپاک کپڑوں میں طواف کرنا۔ (مُستعمَل چپّل یا جوتے ساتھ لئے طواف نہ کیا کریں کہ اِحتِیاط اِسی میں ہے)

مدینہ(٤) طَواف کے پھیروں میں زیادہ فاصلہ دینا۔ ہاں اِستِنجا، وُضُو کے لیے جاسکتے ہیں، دوبارہ آکر نئے سرے سے طَواف کرنے کی بھی ضَرورت نہیں جہاں سے چھوڑا تھا وَہیں سے شُروع کریں۔

مدینہ(٥) ایک طَواف کے بعد جب تک اُس کی دو رَکعتیں نہ پڑھ لیں دوسرا طَواف شُروع کردینا۔ ہاں اگر مکروہ وَقت ہو تو حَرَج نہیں۔ مَثَلاً صبحِ صادِق سے لے کر سورج بُلند ہونے تک یا بعدِ نمازِ عصر سے غُروبِ آفتاب تک کہ اِس میں کئی طَواف بغیر نمازِ طَواف جائز ہیں البتّہ مکروہ وَقت گزر جانے کے بعد ہر طَواف کے لئے دو دو رَکعت ادا کرنا ہوگا۔

مدینہ(٦) طَواف کے وَقت کچھ کھانا مکروہ ہے۔ (مگر پانی پی سکتے ہیں)

مدینہ(۷) پیشاب یا رِیح وغیرہ کی شِدَّت ہو تو طَواف کرنا مکروہ ہے۔

سَعی کے سات مکروہات

مدینہ(۱) بِغیر ضَرورت اِس کے پھیروں میں زیادہ فاصلہ دینا۔ ہاں قضائے حاجت کے لئے جاسکتے ہیں بلکہ وُضُو ٹوٹ جائے تو وُضُو کے لئے بھی جاسکتے ہیں حالانکہ سَعی میں وُضُو ضَروری نہیں۔

مدینہ(۲) خرید وفروخت کرنا۔

مدینہ(۳) فُضول گفتگو کرنا۔

مدینہ(٤) پریشان نظری یعنی فُضول اِدھر اُدھر دیکھنا سَعی میں بھی مکروہ ہے اور طَواف میں اور زیادہ مکروہ۔

مدینہ(٥) بِغیر مجبوری مرد کا مَسعٰی میں (یعنی مِیلَینِ اَخضَرَین کے مابَین) نہ دوڑنا۔

←

....

❀❀❀❀❀

مدینہ(٦) طواف کے بعد بہت تاخیر سے سعی کرنا۔

مدینہ(٧) سترِ عورت نہ ہونا۔

سعی کے تین متفرق احکام

مدینہ(١) سعی میں پیدل چلنا واجب ہے، ہاں مجبوری کی صورت میں گھسٹ کر یا سواری پر جائز ہے۔

مدینہ(٢) سعی کے لئے طہارت شرط نہیں بلکہ حیض والی بھی کرسکتی ہے۔

مدینہ(٣) جسم ولباس پاک ہوں اور باوضو بھی ہوں، یہ مستحب ہے۔ سعی شروع کرتے وقت پہلے صفا کی دعا پڑھیں پھر نیت کریں۔

<u>اسلامی بہنوں کیلئے خاص تاکید</u>

اسلامی بہنیں اپنے آپ کو مردوں سے بالکل الگ تھلگ رکھیں۔ یہاں احتیاط نہیں کریں گی تو کہاں کریں گی؟ اکثر نادان عورتیں حجرِ اسود اور رکنِ یمانی کو چومنے کے لیے یا کعبۃ اللہ شریف کا قرب پانے کے لئے بے دھڑک مردوں میں جا گھستی ہیں۔ توبہ! توبہ! یہ بہت ہی گنا اور بے حیائی کی بات ہے۔ یاد رکھئے! یہاں ایک گناہ لاکھ گنا ہے۔

یہ باتیں طواف وسَعی دونوں میں جائز ہیں

(۳۶) یہ باتیں طواف وسعی دونوں میں مباح ہیں:

1- سلام کرنا۔

2- جواب دینا۔

3- حاجت کے لیے کلام کرنا۔

4- فتویٰ پوچھنا۔

5- فتویٰ دینا۔

6- پانی پینا۔

7- حمد ونعت ومنقبت کے اشعار آہستہ پڑھنا اور سعی میں کھانا بھی کھاسکتا ہے۔(1)

❁❁❁❁❁

(1) الفتاوی الرضویۃ، ج۱۰، ص۷۴۵، وغیرہ۔

طَواف وسَعی میں یہ سات کام جائز ہیں:

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

(۱) سلام کرنا (۲) جواب دینا (۳) ضرورت کے وقت بات کرنا (٤) پانی پینا (طواف میں کھا نہیں سکتے البتہ سَعی میں کھا بھی سکتے ہیں) (٥) حمد ونعت یا منقبت کے اشعار آہستہ آہستہ پڑھنا (٦) دورانِ طواف نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے کہ طواف بھی نماز ہی کی طرح ہے مگر سَعی کے دوران گزرنا جائز نہیں (۷) دینی مسائل پوچھنا یا اُن کا جواب دینا۔

سَعی میں یہ باتیں مکروہ ہیں

1- بے حاجت اس کے پھیروں میں زیادہ فاصلہ دینا مگر جماعت قائم ہو تو چلا جائے۔ یوہیں شرکت جنازہ یا قضائے حاجت یا تجدیدِ وضو کو جانا اگرچہ سعی میں وضو ضرور نہیں۔

3،2- خرید وفروخت۔

4- فضول کلام۔

6,5- صفا یا مروہ پر نہ چڑھنا۔

7- مرد کا مَسعٰی میں بلا عُذر نہ دوڑنا۔

8- طواف کے بعد بہت تاخیر کر کے سعی کرنا۔

9- ستر عورت نہ ہونا۔

10- پریشان نظری یعنی اِدھر اُدھر فضول دیکھنا سعی میں بھی مکروہ ہے اور طواف میں اور زیادہ مکروہ۔(1)

❁❁❁❁❁

(1) الفتاوی الرضویۃ، ج۱۰،ص۷۴۵، وغیرہ۔

طواف وسعی کے مسائل میں مرد وعورت کے فرق

(۳۸) طواف وسعی کے سب مسائل میں عورتیں بھی شریک ہیں مگر

(۱) اِضطباع،(۲) رَمَل،(۳) مَسعٰے میں دوڑنا، یہ تینوں باتیں عورتوں کے لیے نہیں۔ (۴) مزاحمت کے ساتھ بوسہ سنگِ اسود یا (۵) رُکنِ یمانی کو چھونا یا (۶) کعبہ سے قریب ہونا یا (۷) زمزم کے اندر نظر کرنا یا (۸) خود پانی بھرنے کی کوشش کرنا، یہ باتیں اگر یوں ہوسکیں کہ نامحرم سے بدن نہ چھوئے تو خیر، ورنہ الگ تھلگ رہنا ان کے لیے سب سے بہتر ہے۔(1)

(1) الفتاوی الرضویۃ، ج۱۰، ص۷۴۵، وغیرہ۔

منیٰ کی روانگی اور عرفہ کا وقوف

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۹﴾﴾ (1)

پھر تم بھی وہاں سے لوٹو جہاں سے اور لوگ واپس ہوئے (یعنی عرفات سے) اور اللہ (عزوجل) سے مغفرت مانگو، بیشک اللہ (عزوجل) بخشنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔

حدیث ۱: صحیح بخاری و صحیح مسلم میں اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی، کہ قریش اور جو لوگ اُن کے طریقے پر تھے مُزدلفہ میں وقوف کرتے اور تمام عرب عرفات میں وقوف کرتے جب اسلام آیا، اللہ عزوجل نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ: عرفات میں جا کر وقوف کریں پھر وہاں سے واپس ہوں۔ (2)

---

(1) پ ۲، البقرہ: ۱۹۹۔

(2) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب في الوقوف... إلخ، الحدیث: ۱۹۰، ص ۶۳۸۔

حج کیلئے وقوفِ عرفہ کرنے والے کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖوالہ وسلّم کے ساتھ منیٰ کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ آپ کی خدمت میں ایک انصاری اور ایک ثقفی صحابی رضی اللہ عنہما حاضر ہوئے اور سلام عرض کرنے کے بعد عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم آپ سے سوال پوچھنے کیلئے حاضر ہوئے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، اگر تم چاہو تو میں تم دونوں کو بتادوں کہ تم کیا سوال پوچھنے آئے ہو اور اگر چاہو تو میں رک جاؤں اور تم مجھ سے سوال کرو؟ ان دونوں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ خود ہی بتادیں۔ تو ثقفی صحابی نے انصاری صحابی سے کہا تم سوال کرو تو اس نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ خود ہی ارشاد فرما دیجئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم مجھ سے گھر سے بیت الحرام کی نیت سے نکلنے اور اس کے ثواب اور طواف کے بعد کی دو رکعتوں اور ان کے ثواب اور صفا و مروہ کی سعی اور اس کے ثواب اور عرفہ میں وقوف اور اس کے ثواب اور رمیٔ جمار اور اس کے ثواب اور اپنی قربانی اور عرفہ سے واپسی کے ثواب کے بارے میں سوال کرنے آئے ہو۔ اس نے عرض کیا، اس ذات پاک کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! میں صرف یہی سوال کرنے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا، جب تو اپنے گھر سے بیت الحرام کا قصد کرکے نکلا تھا تو تیری اونٹنی کے ہر قدم کے بدلے تیرے لئے ایک نیکی لکھی گئی اور تیرا ایک گناہ مٹا دیا گیا اور تیرا طواف کے بعد دو رکعتیں ادا کرنا اولادِ اسماعیل علیہ السلام میں سے ←

حدیث ۲: صحیح مسلم شریف میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حجۃ الوداع شریف کی حدیث مروی، اسی میں ہے کہ یوم الترویہ (آٹھویں ذی الحجہ) کو لوگ منیٰ کو روانہ ہوئے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منیٰ میں

ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہے اور تیرا صفا ومروہ کی سعی کرنا ستر غلام آزاد کرنے کے برابر ہے اور رہا تیرا عرفہ کی رات میں وقوف کرنا تو اللہ عزوجل اس رات میں آسمان دنیا پر (اپنی شان کے لائق) نزول فرما کر ملائکہ کے سامنے تم پر فخر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ میرے بندے گردآلود ہوکر ہر گھاٹی سے میری جنت کی امید رکھتے ہوئے میرے پاس آئے ہیں، اگر ان کے گناہ ریت کے ذروں یا بارش کے قطروں یا سمندر کی جھاگ کے برابر بھی ہوئے تو میں ضرور ان گناہوں کو مٹادوں گا، پھر فرماتا ہے کہ تم اور جن کی تم نے سفارش کی سب مغفرت یافتہ ہوکر لوٹ جاؤ اور تمہارا جمرات کی رمی کرنا تو تمہاری پھینکی ہوئی ہر کنکری ہلاکت خیز گناہ کبیرہ میں سے ایک گناہ کا کفارہ ہے اور تمہاری قربانی اللہ عزوجل کے پاس تمہارے لئے ذخیرہ ہے اور تمہارے سر منڈانے میں ہر بال کے عوض تمہارے لئے ایک نیکی ہے اور اس کے عوض تمہارا ایک گناہ مٹادیا جاتا ہے اور اس کے بعد اگر تم بیت اللہ کا طواف کرو تو تمہارا کوئی گناہ باقی نہ رہے گا اور ایک فرشتہ آکر اپنے ہاتھ تمہارے کندھوں پر رکھ کر کہے گا کہ نئے سرے سے عمل شروع کرو کیونکہ تمہارے پچھلے گناہ معاف کردیئے گئے ہیں۔

(مجمع الزوائد، کتاب الحج، باب فضل الحج، رقم ۵۲۴۸، ج ۳، ص ۵۹۹)

امام طبرانی حضرتِ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی حدیث روایت کرتے ہیں لیکن اس میں یہ الفاظ ہیں کہ حضور پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، اور جب تم بیت عتیق کی نیت سے گھر سے نکلے ہو تو تمہارے اور تمہاری سواری کے ہر قدم کے بدلے تمہارے لئے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور ایک درجہ بلند کردیا جاتا ہے اور جب تم عرفہ میں وقوف کرتے ہو تو اللہ عزوجل اپنے ملائکہ سے فرماتا ہے، اے میرے فرشتو! میرے بندے کس لئے آئے ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں، تیری رضا اور جنت کی طلب میں آئے ہیں۔ تو اللہ عزوجل فرماتا ہے، میں اپنے آپ کو اور اپنی مخلوق کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کی مغفرت فرمادی اگرچہ ان کے گناہ زمانے کے دنوں یا ٹیلوں کی ریت کے ذروں کے برابر ہوں۔ اور رہا تمہارا جمار کی رمی کرنا تو اللہ فرماتا ہے،

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿17﴾

ترجمہ کنزالایمان: تو کسی جی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لئے چھپا رکھی ہے صلہ ان کے کاموں کا۔ (پ 21، السجدۃ: 17)

اور اپنے سر کو منڈوانے میں زمین پر گرنے والا ہر بال قیامت کے دن تمہارے لئے نور ہوگا اور رخصت ہوتے وقت بیت اللہ کا طواف کرنے کی وجہ سے تم گناہوں سے اس طرح نکل جاتے ہو جس طرح اس دن تھے جب تمہاری ماں نے تمہیں جنا تھا۔

(طبرانی اوسط، مسند عبادۃ بن صامت، رقم ۲۳۲۰، ج ۲، ص ۱۳)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیدُ المبلغین، رحمۃٌ للعٰلمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، بیشک اللہ عزوجل آسمان والوں کے سامنے وقوفِ عرفہ کرنے والوں پر فخر فرماتا ہے اور ان سے فرماتا ہے کہ میرے بندوں کو دیکھو میرے پاس پراگندہ سر، غبار آلود ہوکر حاضر ہوئے ہیں۔ (المستدرک، کتاب المناسک، باب ان اللہ یباھی باھل عرفات الخ، رقم ۱۷۵۱، ج ۲، ص ۱۲۰) ←

ظہر وعصر ومغرب وعشاوفجر کی نمازیں پڑھیں پھر تھوڑا توقف کیا یہاں تک کہ آفتاب طلوع ہوا۔
اور حکم فرمایا کہ نمرہ (عرفات میں ایک مقام) میں ایک قبہ نصب کیا جائے، اس کے بعد حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ بے شک اللہ عزوجل عرفہ کی رات اپنے ملائکہ کے سامنے عرفات والوں پر فخر فرماتا ہے اور ان سے فرماتا ہے کہ میرے خاک آلود پراگندہ سر بندوں کی طرف دیکھو۔

(مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، رقم ۷۱۱۱، ج ۲، ص ۶۹۲)

ام المومنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، اللہ عزوجل عرفہ کے دن تمام دنوں سے زیادہ بندوں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے اور ان پر قریب سے تجلّی فرماتا ہے پھر ان بندوں پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ یہ کیا چاہتے ہیں؟۔۔۔۔۔الخ

(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل الحج والعمرۃ، رقم ۱۳۴۸، ص ۷۰۳)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و برصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، اگر یہ جمع ہونے والے لوگ جانتے کہ کس حال میں احرام سے نکلے ہیں تو مغفرت کے بعد فضل ملنے پر خوش ہوجاتے۔ (طبرانی کبیر، مسند ابن عباس، رقم ۱۱۰۲۲، ج ۱۱، ص ۴۵)

حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال،، دافعِ رنج و ملال، صاحب جودونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، ذوالحجہ کے دس دنوں سے کوئی دن افضل نہیں۔ ایک شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ دس دن افضل ہیں۔۔یا۔۔راہِ خدا عزوجل میں اتنے ہی دن جہاد کرنا؟ فرمایا، یہ دن راہِ خدا عزوجل میں دس دن جہاد کرنے سے افضل ہیں اور اللہ عزوجل کے نزدیک کوئی دن عرفہ کے دن سے افضل نہیں، اس دن اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر (اپنی شان کے لائق) نزول فرماتا ہے اور آسمان والوں کے سامنے زمین والوں پر فخر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ میرے ان بندوں کی طرف دیکھو پراگندہ سر غبار آلود ہوکر سورج کی تپش برداشت کرتے ہوئے، ہر وادی سے سفر کرتے ہوئے میرے پاس رحمت کی امید لے کر آئے ہیں حالانکہ انہوں نے میرا عذاب نہیں دیکھا۔ پھر عرفہ کے دن سے زیادہ بندے کسی اور دن میں جہنم سے آزاد نہیں کئے جاتے۔

(الاحسان بترتیب ابن حبان، کتاب الحج، باب الوقوف بعرفۃ والمزدلفۃ، رقم ۳۸۴۲، ج ۶، ص ۶۲)

ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کی مغفرت فرمادی۔ تو ملائکہ عرض کرتے ہیں، ان میں فلاں فلاں بدکار بندے بھی ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے، میں نے انہیں بھی بخش دیا۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الحج، باب الترغیب فی وقوف العرفۃ، رقم ۱، ج ۲، ص ۱۲۸)

حضرتِ سیدنا عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خاتم المرسلین، رحمۃ للعلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوب رب العلمین، جنابِ صادق و امین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے عرفہ کی رات اپنی امت کے لئے دعا مانگی تو ←

وسلم) یہاں سے روانہ ہوئے اور قریش کا یہ گمان تھا کہ مزدلفہ میں وقوف فرمائیں گے جیسا کہ جاہلیت میں قریش کیا کرتے تھے مگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مزدلفہ سے آگے چلے گئے یہاں تک کہ عرفہ میں پہنچے یہاں نمرہ میں قبہ

جواب دیا گیا کہ میں نے ظالم کے علاوہ سب کی مغفرت فرمادی کیونکہ میں مظلوم کا حق لینے کے لئے ظالم کی پکڑ ضرور فرماؤں گا۔ تو مومنین پر رحم وکرم فرمانے والے نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا، اے رب عزوجل! اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت عطا فرمادے اور ظالم کو بخش دے۔ تو عرفہ کی رات اس کا جواب نہیں دیا گیا۔

صبح جب مزدلفہ پہنچے تو دوبارہ یہی دعا مانگی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی یہ دعا قبول فرمالی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسکرانے لگے تو حضرتِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! یہ تو وہ وقت ہے جس میں آپ مسکرایا نہیں کرتے، اللہ عزوجل آپ کو ہمیشہ مسکراتا رکھے، آپ کیوں مسکرا رہے ہیں؟ فرمایا، جب اللہ عزوجل کے دشمن ابلیس کو پتا چلا کہ اللہ عزوجل نے میری دعا قبول فرما کر میری امت کی مغفرت فرمادی ہے تو وہ اپنے سر پر خاک ڈالنے لگا اور آہ وفغاں کرنے لگا تو میں اس کی پریشانی کو دیکھ کر مسکرادیا۔ (ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب الدعاء بعرفۃ، رقم ۳۰۱۳، ج ۳، ص ۴۶۶)

حضرتِ سیدنا اَنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے عرفات میں وقوف فرمایا تو سورج غروب ہونے والا تھا۔ آپ نے حضرتِ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، اے بلال! لوگوں کو میرے لئے خاموش کراؤ۔ حضرتِ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور لوگوں سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے خاموش ہوجاؤ تو لوگ خاموش ہوگئے۔ پھر آپ نے فرمایا، اے لوگو! ابھی جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے اور مجھے رب عزوجل کا سلام پیش کرکے کہا کہ اللہ عزوجل نے عرفات اور مشعرحرام والوں کی مغفرت فرمادی اور ان کے آپس میں ایک دوسرے پر کئے جانے والے مظالم کو ان سے اٹھالیا۔ حضرتِ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہوکر عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ ہمارے لئے خاص ہے؟ فرمایا، یہ تمہارے اور تمہارے بعد قیامت تک آنے والوں کے لئے ہے۔ تو حضرتِ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، اللہ عزوجل کی رحمت بہت زیادہ اور بہت پاکیزہ ہے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الحج، باب الترغیب فی الوقوف بعرفۃ والمزدلفۃ، رقم ۷، ج ۲، ص ۱۳۰)

ایک روایت میں ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ عزوجل عرفات والوں پر فضل فرماتے ہوئے ملائکہ کے سامنے فخر فرماتا ہے اور فرماتا ہے، اے میرے فرشتو! میرے غبار آلود، پراگندہ سر بندوں کو دیکھو جو ہر وادی سے سفر کرتے ہوئے میرے پاس حاضر ہوئے ہیں، میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انکی دعائیں قبول کیں اور ان کی مرغوب چیز کے بارے میں انکی سفارش قبول کی، ان میں سے برے لوگوں کو اچھوں کی وجہ سے عطا کیا اور اچھوں کو سوائے ان کے آپس کے لین دین کے جو کچھ انہوں نے مانگا، عطا فرمادیا۔

جب لوگ وقوف کرتے ہیں اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں رغبت ومطالبہ دہراتے ہیں تو اللہ عزوجل فرماتا ہے، اے میرے فرشتو! ←

نصب ہو چکا تھا، اس میں تشریف فرما ہوئے یہاں تک کہ جب آفتاب ڈھل گیا سواری تیار کی گئی پھر بطنِ وادی میں تشریف لائے اور خطبہ پڑھا پھر بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان و اقامت کہی حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے نماز ظہر پڑھی پھر اقامت ہوئی اور عصر کی نماز پڑھی اور دونوں نمازوں کے درمیان کچھ نہ پڑھا پھر موقف میں تشریف لائے اور وقوف کیا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوگیا۔(3)

حدیث ۳: صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میں نے یہاں وقوف کیا اور پورا عرفات جائے وقوف ہے اور میں نے اس جگہ وقوف کیا اور پورا مُزدلفہ وقوف کی جگہ ہے۔(4)

میرے بندے ٹھہرے رہے اور رغبت و مطالبہ کرتے رہے میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انکی دعائیں قبول فرمالیں اور ان کی مرغوب چیز کے بارے میں ان کی سفارش قبول فرمالی اور ان میں سے برے لوگوں کو اچھوں کی وجہ سے عطا فرمادیا اور ان کے آپس کے مظالم کا ضامن ہوگیا۔(مجمع الزوائد، کتاب الحج، باب فضیلۃ الوقوف الخ، رقم ۵۵۲۹، ج ۳، ص ۵۶۹)

حضرتِ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جو مسلمان عرفہ کی رات موقف میں وقوف کرے پھر قبلہ کی طرف رخ کر کے سو مرتبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ پڑھے پھر سو مرتبہ قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ پڑھے پھر سو مرتبہ یہ پڑھے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ تو اللہ عزوجل فرماتا ہے، اے میرے فرشتو! میرے اس بندے کی جزا کیا ہے؟ اس نے میری پاکی بیان کی اور مجھے اپنا خدائے واحد تسلیم کیا اور میری عظمت و بڑائی بیان کی اور مجھے پہچان لیا اور میری تعریف بیان کی اور میرے نبی پر درود بھیجا، اے میرے فرشتو! گواہ ہو جاؤ کہ میں نے اسے بخش دیا اور اس کی شفاعت اس کے حق میں قبول فرمالی، اگر میرا یہ بندہ مجھ سے سوال کرے تو میں موقف والوں کے حق میں اس کی شفاعت ضرور قبول فرماؤں گا۔(شعب الایمان، باب المناسک، فصل فضل الوقوف لعرفات، رقم ۴۰۷۴، ج ۳، ص ۴۶۳)

(3) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۱۴۷۔(۱۸)، ص ۶۳۴۔

(4) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب ماجاء ان عرفۃ کلھا موقف، الحدیث: ۱۴۹۔(۱۸)، ص ۶۳۸۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ فجاج فج کی جمع ہے بمعنی چوڑا راستہ یعنی اگرچہ ہم براستہ کداء مکہ معظمہ پہنچے لیکن مکہ معظمہ تک پہنچنے والے تمام راستے ٹھیک ہیں جس راستہ سے یہاں آؤ درست ہے اور سارا مکہ معظمہ قربانی گاہ ہے کہ حج کی قربانی حرم میں چاہیے جہاں بھی ہوجائے حجاج اپنی آسانی کے لیے منٰی میں قربانی کر لیتے ہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ اگرچہ حج وعمرہ کی قربانی سارے حرم میں ہوسکتی ہے لیکن حج کی قربانی منٰی میں افضل ہے اور عمرہ کی قربانی مکہ معظمہ میں خصوصاً مروہ پہاڑ کے پاس بہتر۔(مرقات)(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۲۱۱)

حدیث ۴: مسلم ونسائی و ابن ماجہ و رزین ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عرفہ سے زیادہ کسی دن میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جہنم سے آزاد نہیں کرتا پھر ان کے ساتھ ملائکہ پر مُباہات فرماتا ہے۔ (5)

حدیث ۵: ترمذی میں بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عرفہ کی سب سے بہتر دعا اور وہ جو میں نے اور مجھ سے قبل انبیا نے کی یہ ہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. (6)

---

(5) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل یوم عرفۃ، الحدیث: ۱۳۴۸، ص ۷۰۳۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ یعنی سال بھر کے تمام دنوں سے زیادہ نویں ذی الحجہ کو گنہگار بخشے جاتے ہیں۔عبد کے عموم سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دن حاجیوں کے علاوہ اور بندوں کو بھی بخشتا ہے اسی لیے غیر حجاج کے لیے اس دن روزہ سنت ہے۔

۲۔ یعنی اس دن اللہ کی رحمت بندوں سے قریب تر ہوتی ہے اور رب تعالیٰ فرشتوں پر حاجیوں کی افضلیت،ان کی شرافت و کرامت ظاہر فرماتا ہے کہ اے فرشتوں تم نے کہا تھا کہ انسان خونریزی و فساد کرے گا تم نے اس پر غور نہ کیا کہ انسان اپنا گھر بار وطن چھوڑ کر پردیسی بن کر، پریشان بال،کفن پہنے لبیك لبیك کی صدائیں لگاتا عرفات کے میدان میں بھی آئے گا،بتاؤ ان حاجیوں نے سواء میری رضاء کے اور کیا چاہا ہے،صرف مجھے راضی کرنے کے لیے یہ لوگ ان میدانوں میں مارے مارے پھر رہے ہیں یہ شرف نہ ملائکہ کو حاصل ہے نہ جنات کو صرف ان ہی کا حصہ ہے۔(مراٰۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴،ص ۲۰۹)

(6) جامع الترمذي، کتاب الدعوات، باب في دعاء یوم عرفۃ، الحدیث: ۳۵۹۶، ج ۵، ص ۳۳۸۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ کیونکہ اس دن کی دعا جلد قبول ہوتی ہے اور اس پر مانگنے سے زیادہ ملتا ہے،ثواب دعا اس کے علاوہ ہے۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نویں بقرعید کی دعا بہترین عمل ہے خواہ کہیں مانگی جائے،اگر حج میسر ہو اور میدان عرفات میں مانگی جائے تو زہے نصیب ورنہ اپنے گھر یا مسجد وغیرہ جہاں ہو سکے مانگے،یہ دن غفلت میں نہ گزار دے اسی لیے سمجھ دار لوگ نویں بقرعید کو روزہ رکھتے ہیں،عبادات و دعاؤں میں مشغول رہتے ہیں اس دن کو لہو ولعب میں نہیں گزارتے۔

۲۔ اس جملہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ اس دن صرف دعا ہی نہ مانگے بلکہ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بھی کرے کہ اللہ کے ذکر سے دل کو چین اور قرار ہے اور ذکروں میں بہترین ذکر یہ ہے کہ اس میں رب تعالیٰ کی اعلیٰ درجہ کی حمد و ثناء ہے اور سنت انبیاء پر عمل بھی یعنی ذکر اور زبان دونوں کی تاثیریں جمع ہیں اسی لیے لوگ دعائے ماثورہ جو بزرگوں سے منقول ہوں زیادہ پڑھتے ہیں۔دوسرے یہ کہ تمام دعاؤں میں بہترین دعا یہ ہے کہ کیونکہ حق تعالیٰ کی حمد و ثنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کہنا یہ دعا ہے،حدیث قدسی میں ہے کہ جسے میرا ذکر ←

حدیث ۶: امام مالک مرسلاً طلحہ بن عبید اللہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عرفہ سے زیادہ کسی دن میں شیطان کو زیادہ صغیر و ذلیل و حقیر اور غیظ میں بھرا ہوا نہیں دیکھا گیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس دن میں رحمت کا نزول اور اللہ (عزوجل) کا بندوں کے بڑے بڑے گناہ معاف فرمانا شیطان دیکھتا ہے۔ (7)

دعا مانگنے سے روک دے تو اسے میں مانگنے والوں سے زیادہ دوں گا، نیز اس میں رضاء بالقضاء علے وجہ الکمال ہے، شاعر کہتا ہے۔ شعر

وَكَلْتُ اِلَى الْمَحْبُوْبِ اَمْرِيْ كُلَّهٗ فَاِنْ شَاءَ اَحْيَانِيْ وَاِنْ شَاءَ اَتْلَفَ

یہ کلمات چوتھے کلمے کے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوتے ہی یہ پڑھا کرتے تھے جیسا کہ گزر چکا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعلیٰ تاریخوں میں ذکر الٰہی افضل ہے کہ اس صورت میں ذکر کے ساتھ وقت کی فضیلت بھی جمع ہو جاتی ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۴، ص۲۱۳)

(7) الموطا للامام مالک، کتاب الحج، باب جامع الحج، الحدیث: ۹۸۲، ج۱، ص۳۸۶.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یہ طلحہ تابعی ہیں، اہل شام میں سے ہیں اسی لیے مصنف نے ان کے دادا کا نام بھی لے دیا کیونکہ طلحہ ابن عبید اللہ ابن عفان مشہور صحابی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، ان کے دادا عثمان یعنی ابوقحافہ صدیق اکبر کے والد ہیں، فقط طلحہ سے ذہن انہی کی طرف منتقل ہوتا ہے جیسے صرف عبد اللہ سے عبد اللہ ابن مسعود اور صرف حسن سے خواجہ حسن بصری سمجھ میں آتے ہیں۔

۲۔ اصغر صغار سے ہے بمعنی حقارت ادحر، دحر سے بنا بمعنی ذلت کے ساتھ نکالنا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ دُحُوْرًا" اور فرماتا ہے: "اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا"۔ شیطان سے مراد یا تو ابلیس ہے یا وہ اور اس کی ساری ذریت یعنی یوں تو شیطان ہمیشہ ہی ذلیل و خوار اور غمگین رہتا ہے مگر نویں بقرعید کو حاجیوں کو عرفہ میں دیکھ کر بہت غمگین ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ نیک کام پر غم کرنا اور نیکیوں سے جلنا شیطانی عمل ہے۔

۳۔ اس سے معلوم ہوا کہ شیطان کی نگاہ سے غیبی پردے اٹھے ہوئے ہیں جن سے وہ فرشتوں کو بھی دیکھ لیتا ہے، اللہ کی رحمت اترتے ہوئے دیکھتا ہے اور رب تعالیٰ کے فیصلوں سے بھی خبردار رہتا ہے ورنہ اس دن اس کے زیادہ غمگین ہونے کے کیا معنی، جب اس ناری کا یہ حال ہے تو نوری مخلوق کی شان کیا ہوگی۔

۴۔ کہ اس دن وہ عرفہ کے دن سے بھی زیادہ پریشان غمگین و ذلیل و خوار تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہوں سے شیطان اور اس کی ذریت چھپی ہوئی نہیں، حضور تو اس کی دلی کیفیتوں تک سے مطلع ہیں کہ اس کے دل پر اس وقت کیا گزر رہی ہے۔ راوی سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے اسے آنکھوں سے دیکھا۔

۵۔ یَزَعُ وَزَعٌ سے بمعنی تقسیم و ترتیب، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ" اہل عرب صفیں ترتیب دینے والے کو وازع کہتے ہیں، یہاں فرشتوں سے وہ پانچ ہزار فرشتے مراد ہیں جو مسلمانوں کی امداد کے لیے جنگ بدر کے دن آئے، یہ فرشتے کفار کو ←

حدیث ۷: ابن ماجہ وبیہقی عباس بن مرداس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرفہ کی شام کو اپنی اُمت کے لیے مغفرت کی دعا مانگی اور وہ دعا مقبول ہوئی، فرمایا: میں نے انھیں بخش دیا سوا حقوق العباد کے کہ مظلوم کے لیے ظالم سے مواخذہ کروں گا۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے عرض کی، اے رب! اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت عطا کر دے اور ظالم کی مغفرت فرما دے۔ اُس دن یہ دعا مقبول نہ ہوئی پھر مزدلفہ میں صبح کے وقت حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اسی دعا کا اعادہ کیا اُس وقت یہ دعا مقبول ہوئی، اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا۔

صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کی، ہمارے ماں باپ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر قربان اس وقت تبسم فرمانے کا کیا سبب ہے؟ ارشاد فرمایا کہ: دشمنِ خدا ابلیس کو جب یہ معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل نے میری دعا قبول کی اور میری اُمت کی بخشش فرمائی تو اپنے سر پر خاک اُڑانے لگا اور واویلا کرنے لگا، اُس کی یہ گھبراہٹ دیکھ کر مجھے ہنسی آئی۔ (8)

ہلاک کرنے نہ آئے تھے ورنہ ایک فرشتہ پورے ملک کو ہلاک کرسکتا ہے بلکہ مسلمانوں کی معیت اور حضور کی ماتحتی کی عظمت حاصل کرنے آئے تھے جیسے بدری صحابہ تمام صحابہ سے افضل ہیں ایسے ہی بدری فرشتے دوسرے فرشتوں سے افضل۔ شعر

معلوم ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں — اصل الاصول بندگی اسی تاجور کی ہے

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۴، ص۲۱۴)

(8) سنن ابن ماجہ، أبواب المناسک، باب الدعا بعرفۃ، الحدیث: ۳۰۱۳، ج۳، ص۴۶۶۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ آپ کی کنیت ابوالہیثم ہے، قبیلہ بنی سلیم سے ہیں، بڑے پایہ کے شاعر تھے، فتح مکہ سے کچھ پہلے اسلام لائے، مؤلفۃ القلوب سے تھے، فتح مکہ میں آپ پانچ سو ساتھیوں کے ساتھ شریک تھے، زمانہ جاہلیت میں آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے اپنے پر شراب حرام کرلی تھی اور آپ اپنی قوم کے سردار تھے۔ (اشعہ، مرقات)

۲۔ ظاہر یہ ہے کہ امت سے مراد تا قیامت حجاج ہیں کہ جو حج کو آئے بالکل بخشا جائے، بعض شارحین نے ساری امت مراد لی ہے اور بعض نے صرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کرنے والے فرمایا مگر پہلی بات قوی تر ہے۔ (لمعات، مرقات)

۳۔ مظالم سے مراد حقوق العباد ہیں خواہ مالی حق ہوں یا جانی۔ حق العبد وہ ہے جو بندے کے معاف کردینے سے معاف ہوجائے اور حق اللہ وہ ہے جسے بندہ معاف نہ کرسکے لہذا قتل کی سزا حق العبد ہے اور زنا کی سزا حق اللہ اور چوری کی سزا مقدمہ پہنچنے سے پہلے تو حق العبد ہے، پھر حق اللہ بن جاتی ہے یعنی حق اللہ حج سے معاف نہ ہوگا وہ تو ادا ہی کرنا ہوگا۔ خیال رہے کہ یہ حج مقبول کی جزا ہے، حج مقبول ہوتا ہی وہ ہے جو نمازیں وغیرہ ادا کرکے کیا جائے لہذا اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عمر بھر تارک نماز اور شرابی، زانی رہو، حج کرآؤ، ←

حدیث ۸: ابویعلی و بزار و ابن خزیمہ و ابن حبان جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ذی الحجہ کے دس دنوں سے کوئی دن اللہ (عزوجل) کے نزدیک افضل نہیں۔ ایک شخص نے عرض کی،

سب معاف ہو گیا بلکہ پہلے ان جرموں سے صحیح توبہ کرو پھر آئندہ ان کے قریب نہ جاؤ، توان شاء اللہ گزشتہ کوتاہیوں کی معافی ہوجائے گی۔

۴۔ یعنی مظلوم کو جنت دے کر ظالم سے راضی کرادے کہ مظلوم ظالم کو معافی دے دے۔ اپنا حق مظلوم معاف کردے اور اے مولیٰ تو اپنا حق معاف فرمادے۔ خیال رہے کہ ہر حق العبد میں حق اللہ بھی داخل ہوتا ہے ہاں غالب حق العبد ہوتا ہے قاتل جیسے مقتول کا مجرم ہے ایسے ہی رب کا بھی مجرم کہ اس نے رب کا قانون توڑا لہذا حدیث بالکل ظاہر ہے۔ قیامت میں مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈال دینا یا ظالم کی نیکیاں مظلوم کو دلوا دینا عدل ہے مگر مظلوم کو جنت دے کر راضی کردینا اور ظالم کی معافی کرادینا یہ رب تعالیٰ کا فضل ہے، یہاں یہ تیسری صورت مراد ہے۔

۵۔ یعنی حقوق العباد کا بھی وعدہ کرلیا گیا، اس کا مطلب وہ ہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا لہذا اگر مقروض نے ادائے قرض میں ٹال مٹول کی تھی پھر ادا کر کے حج کو گیا تو حج کی برکت سے ٹال مٹول کا گناہ معاف ہو گیا اور اگر قرض خواہ لاپتہ ہو گیا تھا یا کسی وجہ سے ابھی قرض ادا نہ کیا تھا کہ حج کرلیا تو بھی اب تک تاخیر کا گناہ معاف ہے لیکن اگر حج کے بعد بھی قرض ادا نہ کیا تو اب ٹال مٹول کا گناہ اب از سر نو شروع ہوگا۔ ہاں اگر حج میں مرگیا اور بعد میں ورثاء نے بھی ادا نہ کیا مگر اس حاجی کی نیت ادا کی تھی تو امید ہے کہ معافی ہوجائے۔ غرضکہ اس حدیث پر چکڑالویوں کا کوئی اعتراض نہیں، اس قسم کی امید افزاء آیات قرآن کریم میں بھی بہت ہیں، نیز حجاج کو اس حدیث کی بناء پر دلیر ہونا جائز نہیں کیا خبر کس کا حج قبول ہوا اور اس بشارت کا اہل ہو۔

۶۔ یہ شک کسی نیچے کے راوی کو ہے نہ کہ حضرت عباس کو، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام زندگی شریف میں کبھی ٹھٹھا نہ لگایا تبسم فرماتے تھے۔

۷۔ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ادائے عبادت کے موقعہ پر تبسم نہ فرماتے تھے بلکہ اکثر گریہ وزاری فرماتے تھے، اللہ تعالیٰ حضور کے دندان عالی کو ہمیشہ ہی خوش رکھے، آج مزدلفہ میں سجدہ فرما کر یہ تبسم کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی کی بگڑی بنوادی، اس پر خوشی ہے۔ سبحان اللہ! کیا نیارا سوال ہے اور کس خوش اسلوبی سے ہے، دعا دے کر کلام کرنا غلاموں کا طریقہ چاہیے۔

۸۔ معلوم ہوا کہ شیطان جہاں بھی ہو عالم کے ہر حال کی خبر رکھتا ہے اور ہر ظاہر و چھپی باتوں کو سنتا جانتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ابلیس اس وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو تھا نہیں نہ آپ کے سجدہ کے وقت وہاں کان لگائے ہوئے تھا، وہ مردود اپنی جگہ تھا مگر یہاں سے خبردار تھا، جب ناری کی یہ کیفیت ہے تو نوری جماعتوں کے علم و فضل اور باخبری کا کیا پوچھنا، رب تعالیٰ ابلیس کے متعلق فرماتا ہے: "اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ"۔

۹۔ ابلیس کی یہ گریہ زاری اپنی نامرادی اور ناکامی پر تھی کہ میں عمر بھر کوشش کر کے بندوں سے گناہ کراؤں گا مگر ایک حج کر کے وہ گناہوں سے پاک وصاف ہوجائیں گے۔

۱۰۔ معلوم ہوا کہ بے دینوں کے ایسے غم پر مؤمنوں کو خوش ہونا چاہیے کہ یہ خوشی بھی عبادت ہے اور سنت بھی ہے۔

یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہ افضل ہیں یا اتنے دنوں میں اللہ (عزوجل) کی راہ میں جہاد کرنا؟ ارشادفرمایا: اللہ (عزوجل) کی راہ میں اس تعداد میں جہاد کرنے سے بھی یہ افضل ہیں اور اللہ (عزوجل) کے نزدیک عرفہ سے زیادہ کوئی دن افضل نہیں۔

عرفہ کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ آسمانِ دنیا کی طرف خاص تجلی فرماتا ہےاورزمین والوں کے ساتھ آسمان والوں پر مباہات کرتا، ان سے فرماتا ہے: میرے بندوں کو دیکھو کہ پراگندہ سرگردآلودہ دھوپ کھاتے ہوئے دُوردُور سے میری رحمت کے اُمیدوار حاضر ہوئے تو عرفہ سے زیادہ جہنم سے آزاد ہونے والے کسی دن میں دیکھے نہ گئے۔(9) اوربیہقی کی روایت میں یہ بھی ہے، کہ اللہ عزوجل ملائکہ سے فرماتا ہے: میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اُنھیں بخش دیا۔ فرشتے کہتے ہیں، ان میں فلاں وفلاں حرام کام کرنے والے ہیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے: میں نے سب کو بخش دیا۔(10)

حدیث ۹: امام احمد وطبرانی عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ ایک شخص نے عرفہ کے دن عورتوں کی طرف نظر کی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: آج وہ دن ہے کہ جو شخص کان اور آنکھ اور زبان کو قابو میں رکھے، اُس کی مغفرت ہوجائے گی۔(11)

حدیث ۱۰: بیہقی جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان عرفہ کے دن پچھلے پہر کو موقف میں وقوف کرے پھر سو ۱۰۰ بار کہے: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ لَہُ الْمُلْكُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَ یُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اور سو ۱۰۰ بار قُلْ ھُوَ اللہُ اَحَدٌ پڑھے اور پھر سو ۱۰۰ بار یہ درود پڑھے: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ

اا۔ یہ حدیث طبرانی ابویعلی خطیب وغیرہ محدثین نے مختلف اسنادوں، مختلف عبارتوں سے نقل فرمائیں جن کی تمام اسنادیں ضعیف ہیں، ابن جوزی نے اسے موضوع بتایا، بیہقی نے اس حدیث کے ماتحت فرمایا کہ کوئی حاجی اس حدیث سے دھوکا نہ کھائے اور اپنے کو بالکل مغفور نہ جانے خدا سے خوف رکھے، بعض علماء نے فرمایا کہ یہ وعدہ مشیت الٰہی پر موقوف ہے، رب تعالیٰ نے اعلان فرمادیا کہ: "وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ"۔ (مرقات) امام عسقلانی نے ایک کتاب لکھی ہے قوت الحجاج فی عموم المغفرۃ للحاج جس میں ابن جوزی کی موضوع کہنے کی تردید کی ہے اور فرمایا کہ اگرچہ اس حدیث کی اسنادیں ضعیف ہیں مگر چند ضعیف اسنادیں مل کر حدیث قوی کردیتی ہیں۔ بہرحال حاجی رب تعالیٰ کے کرم کی امید تو رکھے مگر مغرور نہ ہوجائے۔ ذنوب کی معافی کی امید رکھے اور حقوق فوراً ادا کردے خواہ حقوق شرعیہ ہو جیسے قضاء نمازیں یا حقوق عباد جیسے قرض وغیرہ۔ (لمعات، اشعہ، مرقات) (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۲۱۷)

(9) مسند أبي یعلی، الحدیث: ۲۰۸۶، ج ۲، ص ۲۹۹.

(10) الترغیب والترھیب، کتاب الحج، الترغیب فی الوقوف بعرفۃ... إلخ، الحدیث: ۱، ج ۲، ص ۸.

(11) شعب الإیمان، باب فی المناسک، فضل الوقوف بعرفات... إلخ، الحدیث: ۴۰۷۱، ج ۳، ص ۴۶۱.

تَحِیَّۃٌ وَّعَلَیْنَا مَعَھُمْ۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: اے میرے فرشتو! میرے اس بندے کو کیا ثواب دیا جائے جس نے میری تسبیح وتہلیل کی اور تکبیر وتعظیم کی مجھے پہچانا اور میری ثنا کی اور میرے نبی پر درود بھیجا۔ اے میرے فرشتو! گواہ رہو کہ میں نے اُسے بخش دیا اور اس کی شفاعت خود اس کے حق میں قبول کی اور اگر میرا یہ بندہ مجھ سے سوال کرے تو اُس کی شفاعت جو یہاں ہیں سب کے حق میں قبول کروں۔ (12)

حدیث ۱۱: بیہقی ابوسُلیمان دارانی سے راوی، کہ امیرالمومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے وقوف کے بارے میں سوال ہوا کہ اس پہاڑ میں کیوں مقرر ہوا، حرم میں کیوں نہ ہوا؟ فرمایا: کعبہ بیت اللہ ہے اور حرم اُس کا دروازہ تو جب لوگ اُس کی زیارت کے قصد سے آئے دروازے پر کھڑے کیے گئے کہ تضرع کریں۔ عرض کی، یا امیرالمومنین! پھر وقوفِ مُزدَلِفَہ کا کیا سبب ہے؟ فرمایا کہ جب انھیں آنے کی اجازت ملی تو اب اس دوسری ڈیوڑھی پر روکے گئے پھر جب تضرع زیادہ ہوا تو حکم ہوا کہ منیٰ میں قربانی کریں پھر جب اپنے میل کچیل اُتار چکے اور قربانیاں کر چکے اور گناہوں سے پاک ہو چکے تو اب باطہارت زیارت کی انھیں اجازت ملی۔

عرض کی گئی، یا امیرالمومنین! ایام تشریق میں روزے کیوں حرام ہیں؟ فرمایا کہ وہ لوگ اللہ (عزوجل) کے زوّار و مہمان ہیں اور مہمان کو بغیر اجازت میزبان روزہ رکھنا جائز نہیں۔ عرض کی گئی، یا امیرالمومنین! غلاف کعبہ سے لپٹنا کس لیے ہے؟ فرمایا اس کی مثال یہ ہے کہ کسی نے دوسرے کا گناہ کیا ہے وہ اس کے کپڑوں سے لپٹتا اور عاجزی کرتا ہے کہ یہ اُسے بخش دے۔ (13) جب وقوف کے ثواب سے آگاہ ہوئے تو اب گناہوں سے پاک صاف ہونے کا وقت قریب آیا، اس کے لیے تیار ہو جاؤ اور ہدایات پر عمل کرو۔

(۱) ساتویں تاریخ: مسجدِ حرام میں بعد ظہر امام خطبہ پڑھے گا اُسے سُنو، اس خطبہ میں منیٰ جانے اور عرفات میں نماز اور وقوف اور وہاں سے واپس ہونے کے مسائل بیان کیے جائیں گے۔

(۲) یوم التَّرْوِیہ میں کہ آٹھویں تاریخ کا نام ہے جس نے احرام نہ باندھا ہو باندھ لے اور ایک نفل طواف میں رمل و سعی کر لے جیسا کہ اوپر گزرا اور احرام کے متعلق جو آداب پیشتر بیان کیے گئے، مثلاً غسل کرنا، خوشبو لگانا وہ یہاں بھی ملحوظ رکھے اور نہا دھو کر مسجدالحرام شریف میں آئے اور طواف کرے، اس کے بعد طواف کی نماز بدستور ادا کرے، پھر دو رکعت سنتِ احرام کی نیت سے پڑھے، اس کے بعد حج کی نیت کرے اور لبیک کہے۔

---

(12) شعب الایمان، باب فی المناسک، فضل الوقوف بعرفات...الخ، الحدیث: ۴۰۷۴، ج ۳، ص ۴۶۳.

(13) شعب الایمان، باب فی المناسک، فضل الوقوف بعرفات...الخ، الحدیث: ۴۰۸۴، ج ۳، ص ۴۶۸.

والترغیب والترھیب، کتاب الحج، الترغیب فی الوقوف بعرفۃ...الخ، الحدیث: ۱۹، ج ۲، ص ۱۳۳.

(۳) جب آفتاب نکل آئے منیٰ کو چلو(13A)۔ اگر آفتاب نکلنے کے پہلے ہی چلا گیا جب بھی جائز ہے مگر بعد میں بہتر ہے اور زوال کے بعد بھی جاسکتا ہے مگر ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھے اور ہوسکے تو پیادہ جاؤ کہ جب تک مکہ معظمہ پلٹ

(13A) منیٰ کو روانگی

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں؛

آج آٹھویں تاریخ کی صبح ہے، ہر طرف دُھوم پڑی ہے، سب کو ایک ہی دُھن ہے کہ منیٰ چلو آپ بھی تیار ہو جائیے، اپنی ضروریات کی اَشیاء مَثَلاً تسبیح، مصلّٰی، قِبلہ نُما، چند برتن، گلے میں لٹکانے والی پانی کی بوتل، مُعلِّم کا ایڈریس اور یہ تو ہر وقت ساتھ ہی ہونا چاہیے تاکہ راستہ بھول جانے کی صُورت میں کام آئے۔ اَخراجات برائے طعام وقُربانی وغیرہ وغیرہ ساتھ لینا نہ بھولیں، اگر ممکن ہو تو منیٰ، عَرَفات، مزدلفہ وغیرہ کا سفر پیدل ہی طے کریں کہ جب تک مَکّہ شریف پلٹیں گے ہر ہر قدم پر سات سات کروڑ نیکیاں ملیں گی۔ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْم۔ راستے بھر لَبَّیک اور ذِکر و دُرُود کی خوب خوب کثرت کیجئے۔ جُوں ہی منیٰ شریف نظر آئے دُرُود شریف پڑھ کر یہ دُعا پڑھئے:

اَللّٰھُمَّ ھٰذَا مِنًی فَامْنُنْ عَلَیَّ بِمَا مَنَنْتَ بِہٖ عَلٰی اَوْلِیَآئِكَ

ترجمہ: اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! یہ منیٰ ہے مجھ پر وہ احسان فرما جو تو نے اپنے اولیاء پر فرمایا۔

اے لیجئے! اب آپ منیٰ شریف کی حسین وادیوں میں داخل ہوگئے، کس قدر دِلکشا منظر ہے، کیا زمین، کیا پہاڑ، ہر طرف خیمے ہی خیمے نظر آرہے ہیں۔ آپ بھی اپنے مُعلِّم کی طرف سے دیئے ہوئے خیمے میں قیام فرمائیے۔ آج کی ظُہر سے لے کر کل نویں کی فجر تک پانچ نمازیں آپ کو منیٰ شریف میں ادا کرنی ہیں کیوں کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی کیا ہے۔

آہ! اب کون اِحتیاط کرے

منیٰ شریف میں آج کل چالیس چالیس حاجیوں کو ایک ایک خیمہ دِیا جاتا ہے اور عَرَفات شریف میں اِس سے بھی بڑے بڑے خیمے ہوتے ہیں۔ افسوس! اِن دونوں مقاماتِ مقدّسہ پر مرد اور عورتوں کو ساتھ ساتھ رکھا جاتا ہے۔ عورتوں کے لیے پردہ کا کوئی اِنتظام نہیں ہوتا، نہ ہی حاجی صاحبان کو اِس بات کا کوئی احساس ہوتا ہے۔ غیرت مند اور باحیا حُجّاجِ کرام کو چاہیے کہ اپنے ساتھ کچھ چادریں لیتے جائیں اور کم از کم اپنے گھر کی خواتین کو مردوں کے اِختلاط سے بچانے کے لیے منیٰ شریف اور عَرَفاتِ مقدّسہ میں خیمے کے ایک طرف چادروں کے ذریعے حسبِ ضرورت عارضی کمرہ بنالیں۔

آج کا دِن بہت اَہم ہے اگرچہ کچھ نادان لوگ گپ شپ کر رہے ہوں۔ آپ اُن کی طرف توجُّہ نہ دیں، اپنی عبادت میں لگے رہیں۔ آج آنے والی رات شبِ عَرَفہ ہے، ممکن ہو تو یہ رات ضرور عبادت میں گزاریئے کہ سونے کے دِن بہت پڑے ہیں، ایسے مواقع بار بار کہاں نصیب ہوتے ہیں۔ ہوسکے تو ذَیل میں دی ہوئی دُعا شبِ عَرَفہ میں ایک ہزار بار اور نہ ہوسکے تو جتنی بار آسانی سے پڑھ سکتے ہوں پڑھئے ورنہ کم از کم ایک بار تو پڑھ ہی لیجئے۔ دُعا یہ ہے:

←

کر آؤ گے ہر قدم پر سات کروڑ نیکیاں لکھی جائیں گی، یہ نیکیاں تخمیناً اٹھتر کھرب چالیس ارب آتی ہیں اور اللہ کا فضل اس نبی کے صدقہ میں اس اُمت پر بے شمار ہے۔ جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والحمد للہ رب العٰلمین۔

(۴) راستے بھر لبیک ودعا ودرود وثنا کی کثرت کرو۔

(۵) جب منیٰ نظر آئے یہ دعا پڑھو:

اَللّٰھُمَّ ھٰذِہٖ مِنًی فَامْنُنْ عَلَیَّ بِمَا مَنَنْتَ بِہٖ عَلٰی اَوْلِیَآئِکَ .(14)

(۶) یہاں رات کو ٹھہرو۔ آج ظہر سے نویں کی صبح تک پانچ نمازیں یہیں مسجد خیف میں پڑھو(14A)۔ آج کل بعض مطوفوں نے یہ نکالی ہے کہ آٹھویں کو منیٰ میں نہیں ٹھہرتے سیدھے عرفات پہنچتے ہیں، ان کی نہ مانے اور اس سنت عظیمہ کو ہرگز نہ چھوڑے۔

(۷) قافلہ کے اصرار سے ان کو بھی مجبور ہونا پڑے گا۔ شب عرفہ منیٰ میں ذکر وعبادت سے جاگ کر صبح کرو۔ سونے کے

دُعائے شب عَرَفہ

سُبْحٰنَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ عَرْشُہٗ سُبْحٰنَ الَّذِیْ فِی الْاَرْضِ مَوْطِئُہٗ سُبْحٰنَ الَّذِیْ فِی الْبَحْرِ سَبِیْلُہٗ سُبْحٰنَ الَّذِیْ فِی النَّارِ سُلْطَانُہٗ سُبْحٰنَ الَّذِیْ فِی الْجَنَّۃِ رَحْمَتُہٗ سُبْحٰنَ الَّذِیْ فِی الْقَبْرِ قَضَآؤُہٗ سُبْحٰنَ الَّذِیْ فِی الْھَوَآءِ رُوْحُہٗ سُبْحٰنَ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمَآءَ سُبْحٰنَ الَّذِیْ وَضَعَ الْاَرْضَ سُبْحٰنَ الَّذِیْ لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجٰی مِنْہُ اِلَّا اِلَیْہِ

ترجمہ: پاک ہے وہ جس کا عرش بلندی میں ہے۔ پاک ہے وہ جس کی حکومت زمین میں ہے، پاک ہے وہ کہ جس کا راستہ دریا میں ہے، پاک ہے وہ کہ نار میں اس کی سلطنت ہے، پاک ہے وہ کہ جنت میں اسکی رحمت ہے، پاک ہے وہ کہ قبر میں اسی کا حکم ہے، پاک ہے وہ کہ ہوا میں جو روحیں ہیں اسی کی ملک ہیں، پاک ہے کہ وہ کہ جس نے آسمان کو بلند کیا، پاک ہے وہ کہ جس نے زمین کو پست کیا، پاک ہے وہ کہ اس کے عذاب سے پناہ ونجات کی کوئی جگہ نہیں مگر اسی کی طرف۔

(14) الٰہی یہ منیٰ ہے مجھ پر تو وہ احسان کر جو اپنے اولیا پر تو نے کیا۔

(14A) مسجد خیف

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں دعائے عرفات کے بارے میں لکھتے ہیں:

یہ منیٰ میں واقع ہے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہاں ستر انبیاء علیہم السلام نے نماز پڑھی ہے اور ستر انبیاء علیہم السلام یہاں مدفون ہیں۔ زائرینِ کرام کو چاہیے کہ یہاں انبیاء علیہم السلام کی خدمت میں اس طرح سلام عرض کریں:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَآاَنْبِیَآءَ اللّٰہِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

پھر ایصالِ ثواب کر کے دُعا مانگیں۔

بہت دن پڑے ہیں اور نہ ہو تو کم از کم عشا و صبح جماعت اولیٰ سے پڑھو کہ شب بیداری کا ثواب ملے گا اور باوضو سوؤ کہ رُوح عرش تک بلند ہوگی۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیہقی وطبرانی وغیرہما نے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو شخص عرفہ کی رات میں یہ دعائیں ہزار مرتبہ پڑھے تو جو کچھ اللہ تعالیٰ سے مانگے گا پائے گا جب کہ گناہ یا قطعِ رحم کا سوال نہ کرے۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ عَرْشُهٗ سُبْحٰنَ الَّذِیْ فِی الْاَرْضِ مَوْطِئُهٗ سُبْحٰنَ الَّذِیْ فِی الْبَحْرِ سَبِیْلُهٗ سُبْحٰنَ الَّذِیْ فِی النَّارِ سُلْطَانُهٗ سُبْحٰنَ الَّذِیْ فِی الْجَنَّةِ رَحْمَتُهٗ سُبْحٰنَ الَّذِیْ فِی الْقَبْرِ قَضَآؤُهٗ سُبْحٰنَ الَّذِیْ فِی الْهَوَاءِ رُوْحُهٗ سُبْحٰنَ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمَآءَ سُبْحٰنَ الَّذِیْ وَضَعَ الْاَرْضَ سُبْحٰنَ الَّذِیْ لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَاَ مِنْهُ اِلَّا اِلَیْهِ۔ (15)

(۸) صبح: مستحب وقت نماز پڑھ کر لبیک و ذکر و درود شریف میں مشغول رہو یہاں تک کہ آفتاب کوہِ ثبیر پر کہ مسجد خیف شریف کے سامنے ہے چمکے۔ اب عرفات کو چلو دل کو خیالِ غیر سے پاک کرنے میں کوشش کرو کہ آج وہ دن ہے کہ کچھ کا حج قبول کریں گے اور کچھ کو ان کے صدقہ میں بخش دیں گے۔ محروم وہ جو آج محروم رہا، وسوسے آئیں تو اُن سے لڑائی نہ باندھو کہ یوں بھی دشمن کا مطلب حاصل ہے وہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم اور خیال میں لگ جاؤ، لڑائی باندھی جب بھی تو اور خیال میں پڑے بلکہ وسوسوں کی طرف دھیان ہی نہ کرو، یہ سمجھ لو کہ کوئی اور وجود ہے جو ایسے خیالات لا رہا ہے مجھے اپنے رب سے کام ہے، یوں ان شاء اللہ تعالیٰ وہ مردود ناکام واپس جائے گا۔

مسئلہ: اگر عرفہ کی رات مکہ میں گزاری اور نویں کو فجر پڑھ کر منیٰ ہوتا ہوا عرفات میں پہنچا تو حج ہو جائے گا مگر برا کیا کہ سنت کو ترک کیا۔ یوہیں اگر رات کو منیٰ میں رہا مگر صبح صادق ہونے سے پہلے یا نمازِ فجر سے پہلے یا آفتاب نکلنے سے پہلے عرفات کو چلا گیا تو برا کیا اور اگر آٹھویں کو جمعہ کا دن ہے جب بھی زوال سے پہلے منیٰ کو جا سکتا ہے کہ اس پر جمعہ فرض نہیں اور جمعہ کا خیال ہو تو منیٰ میں بھی جمعہ ہو سکتا ہے، جب کہ امیر مکہ وہاں ہو یا اس کے حکم سے قائم کیا جائے۔ (15A)

---

(15) المسلک المتقسط، (فصل في الرواح من منی الی عرفات)، ص۱۹۰۔

ترجمہ: پاک ہے وہ جس کا عرش بلندی میں ہے، پاک ہے وہ جس کی حکومت زمین میں ہے، پاک ہے وہ کہ دریا میں اس کا راستہ ہے، پاک ہے وہ کہ آگ میں اُسی کی سلطنت ہے، پاک ہے وہ کہ جنت میں اُس کی رحمت ہے، پاک ہے وہ کہ قبر میں اُس کا حکم ہے، پاک ہے وہ کہ ہوا میں جو روحیں ہیں اُسی کی مِلک ہیں، پاک ہے وہ جس نے آسمان کو بلند کیا، پاک ہے وہ جس نے زمین کو پست کیا، پاک ہے وہ کہ اُس کے عذاب سے پناہ و نجات کی کوئی جگہ نہیں، مگر اُسی کی طرف۔

(15A) عَرَفات شریف کو روانگی

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ ←

(۹) راستے بھر ذکر و درود میں بسر کرو، بے ضرورت کچھ بات نہ کرو، لبیک کی بے شمار بار کثرت کرتے چلو اور منیٰ سے نکل کر یہ دعا پڑھو:

اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں؛

آج نوذوالحجہ ہے، نماز فجر مستحب وقت میں ادا کر کے لبیک اور ذکر و دعا میں مشغول رہئے یہاں تک کہ سورج طلوع ہونے کے بعد مسجد خیف شریف کے سامنے واقع کوہِ ثبیر پر چمکے، اب دھڑکتے ہوئے دِل کے ساتھ جانب عرفات شریف چلئے لبیک اور ذکر و درود کی کثرت راستے بھر رکھئے نیز منیٰ شریف سے نکل کر ایک بار یہ دعا بھی پڑھ لیجئے۔

راہِ عرفات کی دعا

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا خَيْرَ غَدْوَةٍ غَدَوْتُهَا قَطُّ وَقَرِّبْهَا مِنْ رِضْوَانِكَ وَ اَبْعِدْهَا مِنْ سَخَطِكَ وَ اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ تَوَجَّهْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَوَجْهَكَ اَرَدْتُ فَاجْعَلْ ذَنْبِيْ مَغْفُوْرًا وَّحَجِّيْ مَبْرُوْرًا وَّارْحَمْنِيْ وَلَا تُخَيِّبْنِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْ سَفَرِيْ وَاقْضِ بِعَرَفَاتٍ حَاجَتِيْ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

ترجمہ: اے اللہ عزَّ وَجَلَّ! میری اس صبح کو تمام صبحوں سے اچھی بنا دے اور اسے اپنی خوشنودی سے قریب کر اور اپنی ناخوشی سے دور کر۔ اے اللہ عزَّ وَجَلَّ! میں تیری طرف متوجہ ہوا اور تجھ پر میں نے توکل کیا اور تیرے وجہ کریم کا ارادہ کیا۔ میرے گناہ بخش اور میرے حج کو مبرور کر اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے محروم نہ کر اور میرے سفر میں میرے لئے برکت عطا فرما اور عرفات میں میری حاجت پوری کر۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

عرفات شریف میں داخلہ

لے لیجئے! اب آپ میدانِ عرفات مقدسہ کے قریب آپہنچے، تڑپ جایئے اور آنسوؤں کو بہنے دیجئے کہ عنقریب آپ اُس مقدس میدان میں داخل ہوں گے کہ جہاں آنے والا محروم لوٹتا ہی نہیں۔ جب نظر جبلِ رحمت کو چومے لبیک و دعا میں اور زیادہ کوشش کیجئے کہ اب جو دعا مانگیں گے اِنْ شَآءَ اللہ عزَّ وَجَلَّ! قبول ہوگی۔ قلب و نگاہ سنبھالے لبیک کی پیہم تکرار کرتے ہوئے روتے روتے میدانِ عرفات پاک میں داخل ہوں۔

سُبْحٰنَ اللہ عزَّ وَجَلَّ! یہ وہ مقدس مقام ہے جہاں آج لاکھوں مسلمان ایک ہی لباس (احرام) میں ملبوس جمع ہیں، ہر طرف لبیک کی صدائیں گونج رہی ہیں۔ یقین جانئے بے شمار اولیائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ تعالٰی اور اللہ عزَّ وَجَلَّ کے دو نبی حضرت سیدنا خضر اور حضرت سیدنا الیاس عَلَیْہِمَا السَّلَام بھی بروزِ عرفہ میدانِ عرفاتِ مبارک میں تشریف فرما ہوتے ہیں۔ اب آپ بخوبی آج کے دن کی اہمیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

وقوفِ عرفات شریف کے آٹھ مدنی پھول

مدینہ(۱) جب دوپہر قریب آئے تو غسل کیجئے کہ سنتِ مؤکدہ ہے، اگر غسل نہ کر سکیں تو کم از کم وضو تو کر ہی لیں۔

اَللّٰھُمَّ اِلَیْكَ تَوَجَّھْتُ وَعَلَیْكَ تَوَکَّلْتُ وَلِوَجْھِكَ الْکَرِیْمِ اَرَدْتُ فَاجْعَلْ ذَنْبِیْ مَغْفُوْرًا

مدینہ(۲) آج یعنی نو ذوالحجہ کو دوپہر ڈھلنے سے لے کر دسویں کی صبح صادق کے درمیان جو کوئی احرام کے ساتھ ایک لمحے کے لئے بھی میدانِ عرفات پاک میں داخل ہوگیا وہ حاجی ہوگیا، آج یہاں کا وقوف حج کا رکنِ اعظم ہے۔

مدینہ(۳) آج کا دن نہایت ہی مبارک دن ہے۔ اللہ عزّ وجلّ کے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: آج وہ دن ہے کہ جو شخص، کان، آنکھ اور زبان کو قابو میں رکھے گا اُس کی مغفرت ہے۔ (طبرانی)

مدینہ(٤) عرفات شریف میں وقتِ ظہر میں ظہر و عصر ملا کر پڑھی جاتی ہے مگر اس کی بعض شرائط ہیں۔

مدینہ(٥) حاجی کو آج بے روزہ ہونا سنّت ہے، نیز ممکن ہو تو ہر وقت باوضو رہنا چاہیے۔

مدینہ(٦) جبلِ رحمت کے قریب وقوف کرنا افضل ہے۔

مدینہ(٧) بعض نادان جبلِ رحمت کے اُوپر چڑھ جاتے ہیں اور وہاں سے کھڑے کھڑے رومال ہلاتے رہتے ہیں، آپ ایسا نہ کیجئے اور اُن کی طرف سے بھی دِل میں بُرا خیال نہ لایئے، آج کا دِن اَوروں کے عیب دیکھنے کا نہیں، اپنے عیبوں پر شرمساری اور گریہ وزاری کا دِن ہے۔

مدینہ(٨) موقف (ٹھہرنے کی جگہ) میں ہوسکے تو ہر طرح کے سائے حتّٰی کہ چھتری کے بھی سائے سے بچئے، ہاں جو مجبور ہے وہ معذور ہے۔

اِمامِ اہلسنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خاص نصیحت

بدنگاہی ہمیشہ حرام ہے نہ کہ احرام میں، نہ کہ موقف یا مسجدُ الحرام میں، نہ کہ کعبہ کے سامنے، نہ کہ طوافِ بیتُ اللہ میں۔ یہ تمہارے امتحان کا موقع ہے، عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ یہاں منہ نہ چھپاؤ اور تمہیں حکم دیا گیا ہے کہ اُن کی طرف نگاہ نہ کرو، یقین جانو کہ یہ بڑے عزت والے بادشاہ کی باندیاں ہیں اور اِس وقت تم اور وہ سب خاص دربار میں حاضر ہو، بلاتشبیہ شیر کا بچہ اُس کی بغل میں ہو اُس وقت کون اُس کی طرف نگاہ اُٹھا سکتا ہے۔ تو اللہ عزّ وجلّ واحد قہار کی کنیزیں کہ اُس کے دربارِ خاص میں حاضر ہیں، اُن پر بدنگاہی کس قدر سخت ہوگی۔ وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی۔ ہاں ہاں! ہوشیار! ایمان بچائے ہوئے، قلب و نگاہ سنبھالے ہوئے، حرم وہ جگہ ہے جہاں گناہ کے ارادے سے بھی پکڑا جاتا ہے اور ایک گناہ لاکھ کے برابر ٹھہرتا ہے۔ اللہ عزّ وجلّ خیر کی توفیق دے۔ (انوار البشارۃ) اٰمین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم

عرفات شریف کی دُعائیں (عربی)

مدینہ(١) دوپہر کے وقت دورانِ وقوف موقف میں مندرجہ ذیل کلمۂ توحید، سورۂ اخلاص شریف اور پھر اس کے بعد دیا ہوا دُرود شریف سو سو بار پڑھنے والے کی بحکمِ حدیث بخشش کردی جاتی ہے، نیز اگر وہ تمام عرفات شریف والوں کی سفارش کردے تو وہ بھی قبول کرلی جائے۔

(ا) یہ کلمۂ توحید سو بار پڑھئے:

←

وَّحَجِّيْ مَبْرُوْرًا وَّارْحَمْنِيْ وَلَا تُخَيِّبْنِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْ سَفَرِيْ وَاقْضِ بِعَرَفَاتٍ حَاجَتِيْ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ط لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

ترجمہ: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے ملک ہے اور تمام خوبیاں اسی کے لیے ہیں، وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے اور وہ ہر شئے پر قدرت رکھنے والا ہے۔

(ب) سورۂ اِخلاص شریف سو بار۔

(ج) یہ دُرُود شریف سو بار پڑھیے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى (سَيِّدِنَا) مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى (سَيِّدِنَا) اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ (سَيِّدِنَا) اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ وَّعَلَيْنَا مَعَهُمْ

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر دُرود بھیج جس طرح تو نے دُرود بھیجے ہمارے سردار حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور ہمارے سردار حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر، بے شک تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے اور ہم پر بھی ان کے ساتھ۔

مدینہ(۲) اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ تین بار پھر کلمۂ توحید ایک بار اس کے بعد یہ دُعا تین بار پڑھیے:

اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ بِالْهُدٰى وَنَقِّنِيْ وَاعْصِمْنِيْ بِالتَّقْوٰى وَاغْفِرْ لِيْ فِي الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھ کو ہدایت کے ساتھ رہنمائی کرا اور پاک کر اور پرہیزگاری کے ساتھ گناہ سے محفوظ رکھ اور دنیا و آخرت میں میری مغفرت فرما۔

اس کے بعد ایک بار یہ دُعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَالَّذِيْ نَقُوْلُ وَخَيْرًا مِّمَّا نَقُوْلُ ط اَللّٰهُمَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ وَاِلَيْكَ مَاٰبِيْ وَلَكَ رَبِّ تُرَاثِيْ اَللّٰهُمَّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ وَسْوَسَةِ الصَّدْرِ وَشَتَاتِ الْاَمْرِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا تَجِيْءُ بِهِ الرِّيْحُ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَجِيْءُ بِهِ الرِّيْحُ اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا بِالْهُدٰى وَزَيِّنَّا بِالتَّقْوٰى وَاغْفِرْ لَنَا فِي الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ رِزْقًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اَمَرْتَ بِالدُّعَاءِ وَقَضَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ بِالْاِجَابَةِ وَاِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ وَلَا تَنْكُثُ عَهْدَكَ اَللّٰهُمَّ مَا اَحْبَبْتَ مِنْ خَيْرٍ فَحَبِّبْهُ اِلَيْنَا وَيَسِّرْهُ لَنَا وَمَا كَرِهْتَ مِنْ شَرٍّ فَكَرِّهْهُ اِلَيْنَا وَجَنِّبْنَاهُ وَلَا تَنْزِعْ مِنَّا الْاِسْلَامَ بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَرٰى مَكَانِيْ وَتَسْمَعُ كَلَامِيْ وَتَعْلَمُ سِرِّيْ وَعَلَانِيَتِيْ وَلَا يَخْفٰى عَلَيْكَ شَيْءٌ مِّنْ اَمْرِيْ اَنَا الْبَائِسُ الْفَقِيْرُ الْمُسْتَغِيْثُ الْمُسْتَجِيْرُ الْوَجِلُ الْمُشْفِقُ الْمُقِرُّ الْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِهٖ اَسْئَلُكَ مَسْئَلَةَ الْمِسْكِيْنِ وَاَبْتَهِلُ اِلَيْكَ اِبْتِهَالَ الْمُذْنِبِ الذَّلِيْلِ وَاَدْعُوْكَ دُعَاءَ الْخَائِفِ الْمُضْطَرِّ دُعَاءَ مَنْ خَضَعَتْ لَكَ رَقَبَتُهٗ وَفَاضَتْ لَكَ عَيْنَاهُ وَنَحَلَ لَكَ جَسَدُهٗ وَرَغِمَ اَنْفُهٗ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِيْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا وَّكُنْ بِيْ رَءُوْفًا رَّحِيْمًا يَا خَيْرَ الْمَسْئُوْلِيْنَ وَخَيْرَ الْمُعْطِيْنَ

←

شَیْءٍ قَدِیْرٌ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا اَقْرَبَ غَدْوَۃٍ غَدَوْتُھَا مِنْ رِّضْوَانِكَ وَاَبْعَدَھَا مِنْ سَخَطِكَ. اَللّٰھُمَّ

ترجمہ: اے اللہ عزّ وجلّ اس حج کو مبرور کر اور گناہ بخش دے۔ الٰہی تیرے لئے حمد ہے جیسی ہم کہتے ہیں اور اس سے بہتر جس کو ہم کہیں۔ اے اللہ عزّ وجلّ میری نماز وعبادت اور میرا جینا اور مرنا تیرے ہی لئے ہے اور تیری ہی طرف میری واپسی ہے اور اے پروردگار عزّ وجلّ! تو ہی میرا وارث ہے۔ اے اللہ عزّ وجلّ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں عذاب قبر اور سینہ کے وسوسے اور کام کی پراگندگی سے۔ الٰہی عزّ وجلّ میں سوال کرتا ہوں اس چیز کی خیر کا جس کو ہوا لاتی ہے اور اس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جسے ہوا لاتی ہے۔ الٰہی عزّ وجلّ ہدایت کی طرف ہم کو رہنمائی کر اور تقویٰ سے ہم کو مزین کر اور آخرت اور دنیا میں ہم کو بخش دے۔ الٰہی عزّ وجلّ میں رزق پاکیزہ اور مبارک کا تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ الٰہی عزّ وجلّ تو نے دعا کرنے کا حکم دیا اور قبول کرنے کا ذمہ تو نے خود لیا اور بے شک تو وعدے کے خلاف نہیں کرتا اور اپنے عہد کو نہیں توڑتا۔ الٰہی عزّ وجلّ جو اچھی باتیں تجھے محبوب ہیں انہیں ہماری محبوب کر دے اور ہمارے لئے میسر کر اور جو بری باتیں تجھے ناپسند ہیں انہیں ہماری ناپسند کر اور ہم کو ان سے بچا اور اسلام کی طرف تو نے ہم کو ہدایت فرمائی تو اس کو ہم سے جدا نہ کر۔ الٰہی عزّ وجلّ تو میرے مکان کو دیکھتا اور میرے کلام کو سنتا ہے اور میرے پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے کہ میرے کام میں سے کوئی شے تجھ پر مخفی نہیں۔ میں نامراد، محتاج، فریاد کرنے والا، پناہ چاہنے والا، خوفناک ڈرنے والا، اپنے گناہ کا مقر ومعترف ہوں، مسکین کی طرح تجھ سے سوال کرتا ہوں اور گناہ گار ذلیل کی طرح تجھ سے عاجزی کرتا ہوں اور ڈرنے والے مضطر کی طرح تجھ سے دعا کرتا ہوں اس کی مثل دعا جس کی گردن تیرے لئے جھکی ہوئی اور آنکھیں جاری اور بدن لاغر اور ناک خاک میں ملی ہے۔ اے پروردگار عزّ وجلّ! تو اپنی ہدایت سے مجھے بدبخت نہ کر اور مجھ پر بہت مہربان ہو جا اے بہت بہتر سوال کئے گئے اور بہتر دینے والے۔

مدینہ (۲) ابن ابی شیبہ وغیرہ امیر المؤمنین حضرتِ علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور انبیاء کی دعا عرفہ کے دن یہ ہے:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ لَہُ الْمُلْكُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَّفِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا اَللّٰھُمَّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ وَّسَاوِسِ الصَّدْرِ وَتَشْتِیْتِ الْاَمْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا یَلِجُ فِی اللَّیْلِ وَشَرِّ مَا یَلِجُ فِی النَّھَارِ وَشَرِّ مَا تَھُبُّ بِہِ الرِّیْحُ وَشَرِّ بَوَائِقِ الدَّھْرِ

گناہوں سے پاک ہو گئے

پیارے پیارے حاجیو! آپ کے لئے یہ ضروری ہے کہ اللہ عزّ وجلّ کے سچے وعدوں پر بھروسہ کر کے یقین کر لیں کہ آج میں گناہوں سے ایسا پاک ہو گیا ہوں جیسا کہ اُس دن جب کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا، اب کوشش کیجئے کہ آئندہ گناہ نہ ہوں۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ میں ہرگز کوتاہی نہ ہو، فلموں ڈراموں اور گانوں باجوں نیز حرام روزی کمانے، داڑھی منڈانے یا ایک مُٹھی سے گھٹانے، ماں باپ کا دل دُکھانے وغیرہ وغیرہ گناہوں میں ملوث ہو کر کہیں پھر آپ شیطان کے چُنگل میں نہ پھنس جائیں۔

اِلَیْكَ غَدَوْتُ وَعَلَیْكَ اعْتَمَدْتُ وَوَجْهَكَ اَرَدْتُ فَاجْعَلْنِیْ مِمَّنْ تُبَاهِیْ بِهِ الْیَوْمَ مَنْ هُوَ خَیْرٌ مِّنِّیْ وَاَفْضَلُ. اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ وَالْمُعَافَاةَ الدَّائِمَةَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ. (16)

(۱۰) جب نگاہ جمل رحمت پر پڑے ان امور میں اور زیادہ کوشش کرو کہ انشاء اللہ تعالیٰ وقتِ قبول ہے۔

(۱۱) عرفات میں اُس پہاڑ کے پاس یا جہاں جگہ ملے شارعِ عام سے بچ کر اُترو۔

(۱۲) آج کے ہجوم میں کہ لاکھوں آدمی، ہزاروں ڈیرے خیمے ہوتے ہیں۔ اپنے ڈیرے سے جا کر واپسی میں اُس کا ملنا دشوار ہوتا ہے، اس لیے پہچان کا نشان اس پر قائم کردو کہ دُور سے نظر آئے۔

(۱۳) مستورات ساتھ ہوں تو اُن کے بُرقع پر بھی کوئی کپڑا خاص علامت چمکتے رنگ کا لگا دو کہ دُور سے دیکھ کر تمیز کر سکو اور دل مشوش) تشویش میں) نہ رہے۔

(۱۴) دوپہر تک زیادہ وقت اللہ (عزوجل) کے حضور زاری اور خالص نیت سے حسب طاقت صدقہ وخیرات وذکر ولبیک ودرود ودعا واستغفار وکلمہ توحید میں مشغول رہے۔ حدیث میں ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: سب میں بہتر وہ چیز جو آج کے دن میں نے اور مجھ سے پہلے انبیا نے کہی یہ ہے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَهُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِهِ الْخَیْرُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. (17)

اور چاہے تو اس کے ساتھ یہ بھی کہے:

لَا نَعْبُدُ اِلَّا اِیَّاهُ وَلَا نَعْرِفُ رَبًّا سِوَاهُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا اَللّٰهُمَّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَسَاوِسِ الصَّدْرِ وَتَشْتِیْتِ الْاَمْرِ

---

(16) اے اللہ (عزوجل)! میں تیری طرف متوجہ ہوا اور تجھ پر میں نے توکل کیا اور تیرے وجہ کریم کا ارادہ کیا، میرے گناہ بخش اور میرے حج کو مبرور کر اور مجھ پر رحم کر اور مجھے ٹوٹے میں نہ ڈال اور میرے لیے میرے سفر میں برکت دے اور عرفات میں میری حاجت پوری کر، بے شک تو ہر شے پر قادر ہے۔ اے اللہ (عزوجل)! میرا چلنا اپنی خوشنودی سے قریب کر اور اپنی ناخوشی سے دُور کر۔ الٰہی! میں تیری طرف چلا اور تجھی پر اعتماد کیا اور تیری ذات کا ارادہ کیا تو مجھ کو اُن میں سے کر جن کے ساتھ قیامت کے دن تو مباہات کریگا، جو مجھ سے بہتر وافضل ہیں۔ الٰہی! میں تجھ سے عفو وعافیت کا سوال کرتا ہوں اور اس عافیت کا جو دنیا وآخرت میں ہمیشہ رہنے والی ہے اور اللہ (عزوجل) درود بھیجے بہترین مخلوق محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اُن کی آل واصحاب سب پر۔

(17) لباب المناسک للسندی، (باب الوقوف بعرفات وأحکامہ)، ص۱۹۱۔

وَعَذَابِ الْقَبْرِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا یَلِجُ فِی الَّیْلِ وَشَرِّ مَا یَلِجُ فِی النَّھَارِ وَشَرِّ مَا تَھُبُّ بِهِ الرِّیْحُ وَشَرِّ بَوَائِقِ الدَّھْرِ اَللّٰھُمَّ ھٰذَا مَقَامُ الْمُسْتَجِیْرِ الْعَائِذِ مِنَ النَّارِ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ بِعَفْوِكَ وَاَدْخِلْنِی الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ اِذْھَدَیْتَنِیْ الْاِسْلَامَ فَلَا تَنْزِعْهُ عَنِّیْ حَتّٰی تَقْبِضَنِیْ وَاَنَا عَلَیْهِ.(18)

(۱۵) دوپہر سے پہلے کھانے پینے وغیرہ ضروریات سے فارغ ہو لے کہ دل کسی طرف لگا نہ رہے۔ آج کے دن جیسے حاجی کو روزہ مناسب نہیں کہ دُعا میں ضعف ہوگا۔ یوہیں پیٹ بھر کھانا سخت زہر اور غفلت وکسل کا باعث ہے، تین روٹی کی بھوک والا ایک ہی کھائے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو ہمیشہ کے لیے یہی حکم دیا ہے اور خود دنیا سے تشریف لے گئے اور جَو کی روٹی کبھی پیٹ بھر نہ کھائی، حالانکہ اللہ (عزوجل) کے حکم سے تمام جہان اختیار میں تھا اور ہے۔ انوار و برکات لینا چاہو تو نہ صرف آج بلکہ حرمین شریفین میں جب تک حاضر رہو تہائی پیٹ سے زیادہ ہر گز نہ کھاؤ۔ مانو گے تو اس کا فائدہ اور نہ مانو گے تو اس کا نقصان آنکھوں دیکھ لو گے۔ ہفتہ بھر اس پر عمل کر تو دیکھو اگلی حالت سے فرق نہ پاؤ جبھی کہنا جی بچے تو کھانے پینے کے بہت سے دن ہیں یہاں تو نور و ذوق کے لیے جگہ خالی رکھو۔

اندروں از طعام خالی دار تا درو نورِ معرفت بینی

ع بھرا برتن دوبارہ کیا بھرے گا۔

(۱۶) جب دوپہر قریب آئے نہاؤ کہ سنت مؤکدہ ہے اور نہ ہو سکے تو صرف وضو۔

❁❁❁❁❁

(18) اس کے سوا ہم کسی کی عبادت نہیں کرتے اور اُس کے سوا کسی کو رب نہیں جانتے، اے اللہ (عزوجل)! تو میرے دل میں نور کر اور میرے کان اور نگاہ میں نور کر، اے اللہ (عزوجل)! میرے سینہ کو کھول دے اور میرے امر کو آسان کر اور تیری پناہ مانگتا ہوں سینہ کے وسوسوں اور کام کی پراگندگی اور عذاب قبر سے، اے اللہ (عزوجل)! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اُس کے شر سے جو رات میں داخل ہوتی ہے اور دن میں داخل ہوتی ہے اور اُس کے شر سے جس کے ساتھ ہوا چلتی ہے اور شر سے آفات زمانہ کے۔ اے اللہ (عزوجل)! یہ امن کے طالب اور جہنم سے پناہ مانگنے والے کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے، اپنے عفو کے ساتھ مجھ کو جہنم سے بچا اور اپنی رحمت سے جنت میں داخل کر، اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربان۔ اے اللہ (عزوجل)! جب تو نے اسلام کی طرف مجھے ہدایت کی تو اس کو مجھ سے جدا نہ کرنا یہاں تک کہ مجھے اسی اسلام پر وفات دینا۔

عرفات میں ظہر وعصر کی نماز

(۱۷) دوپہر ڈھلتے ہی بلکہ اس سے پہلے کہ امام کے قریب جگہ ملے مسجدِ نمرہ جاؤ۔ سُنتیں پڑھ کر خطبہ سُن کر امام کے ساتھ ظہر پڑھو اس کے بعد بے توقف عصر کی تکبیر ہوگی معاً جماعت سے عصر پڑھو، بیچ میں سلام وکلام تو کیا معنی، سُنتیں بھی نہ پڑھو اور بعد عصر بھی نفل نہیں، یہ ظہر وعصر ملا کر پڑھنا جبھی جائز ہے کہ نماز یا تو سلطان پڑھائے یا وہ جو حج میں اُس کا نائب ہوکر آتا ہے جس نے ظہر اکیلے یا اپنی خاص جماعت سے پڑھی اُسے وقت سے پہلے عصر پڑھنا جائز نہیں اور جس حکمت کے لیے شرع نے یہاں ظہر کے ساتھ عصر ملانے کا حکم فرمایا ہے یعنی غروبِ آفتاب تک دُعا کے لیے وقت خالی ملنا وہ جاتی رہے گی۔

مسئلہ ۱: ملا کر دونوں نمازیں جو یہاں ایک وقت میں پڑھنے کا حکم ہے اس میں پوری جماعت ملنا شرط نہیں بلکہ مثلاً ظہر کے آخر میں شریک ہوا اور سلام کے بعد جب اپنی پوری کرنے لگا، اتنے میں امام عصر کی نماز ختم کرنے کے قریب ہوا یہ سلام کے بعد عصر کی جماعت میں شامل ہوا جب بھی ہوگئی۔(1)

مسئلہ ۲: ملا کر پڑھنے میں یہ بھی شرط ہے کہ دونوں نمازوں میں با احرام ہو، اگر ظہر پڑھنے کے بعد احرام باندھا تو عصر ملا کر نہیں پڑھ سکتا۔ نیز یہ شرط ہے کہ وہ احرام حج کا ہو اگر ظہر میں عمرہ کا تھا عصر میں حج کا ہوا جب بھی نہیں ملا سکتا۔(2)

❁❁❁❁❁

(1) ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب في شروط الجمع، ج۳، ص۵۹۴.

(2) الدرالمختار، کتاب الحج، ج۳، ص۵۹۵.

والفتاوی الهندية، کتاب المناسک، الباب الخامس في کيفية اداء الحج، ج۱، ص۲۲۸.

عرفہ کا وقوف

(۱۸) خیال کرو جب شرع کو یہ وقت دُعا کے لیے فارغ کرنے کا اس قدر اہتمام ہے کہ عصر کو ظہر کے ساتھ ملا کر پڑھنے کا حکم دیا تو اُس وقت اور کام میں مشغولی کس قدر بیہودہ ہے۔ بعض احمقوں کو دیکھا ہے کہ امام تو نماز میں ہے یا نماز پڑھ کر موقف کو گیا اور وہ کھانے، پینے، حقے، چائے اُڑانے میں ہیں۔ خبردار! ایسا نہ کرو۔ امام کے ساتھ نماز پڑھتے ہی فوراً موقف (یعنی وہ جگہ کہ نماز کے بعد سے غروب آفتاب تک وہاں ذکر و دعا کا حکم ہے اُس جگہ کو) روانہ ہو جاؤ اور ممکن ہو تو اُونٹ پر کہ سُنت بھی ہے اور ہجوم میں دبنے کچلنے سے محافظت بھی۔

(۱۹) بعض مطوف) طواف کروانے والے) اس مجمع میں جانے سے منع کرتے اور طرح طرح ڈراتے ہیں اُن کی نہ سُنو کہ وہ خاص نزولِ رحمتِ عام کی جگہ ہے۔ ہاں عورتیں اور کمزور مرد یہیں سے کھڑے ہوئے دعا میں شامل ہوں کہ بطن عرنہ (1) کے سوا یہ سارا میدان موقف ہے اور یہ لوگ بھی یہی تصور کریں کہ ہم اُس مجمع میں حاضر ہیں، اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ نہ سمجھیں۔ اُس مجمع میں یقیناً بکثرت اولیا بلکہ اِلیاس و خضر علیہما السلام دو نبی بھی موجود ہیں (2)، یہ تصور کریں کہ انوار و برکات جو مجمع میں اُن پر اُتر رہے ہیں اُن کا صدقہ ہم بھکاریوں کو بھی پہنچتا ہے۔ یوں الگ ہو کر بھی شامل رہیں گے اور جس سے ہو سکے تو وہاں کی حاضری چھوڑنے کی چیز نہیں۔

(۲۰) افضل یہ ہے کہ امام سے نزدیک جبلِ رحمت کے قریب جہاں سیاہ پتھر کا فرش ہے، رُو بقبلہ امام کے پیچھے کھڑا ہو جب کہ ان فضائل کے حصول میں دقت یا کسی کو اذیت نہ ہو ورنہ جہاں اور جس طرح ہو سکے وقوف کرے امام کی دہنی جانب اور بائیں رُو برُو سے افضل ہے۔ یہ وقوف ہی حج کی جان اور اُس کا بڑا رکن ہے، وقوف کے لیے کھڑا رہنا افضل ہے شرط یا واجب نہیں، بیٹھا رہا جب بھی وقوف ہو گیا وقوف میں نیت اور رُو بقبلہ ہونا افضل ہے۔

---

(1) بطن عرنہ عرفات میں حرم کے نالوں میں سے ایک نالہ ہے مسجد نمرہ کے پچھم کی طرف یعنی کعبہ معظمہ کی طرف وہاں وقوف ناجائز ہے۔

(2) الیاس علیہ الصلوۃ والسلام مرسلین کرام میں ہیں، انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سب بحیات حقیقی روحانی جسمانی زندہ ہیں، ان کی موت صرف ایک آن کو تصدیق وعدہ الٰہیہ کے لیے ہوتی ہے، جمہور علماء کے نزدیک چار نبی بے عروضِ موت اب تک زندہ ہیں، دو آسمان پر، سیدنا ادریس و سیدنا عیسیٰ اور دو زمین میں، سیدنا الیاس و سیدنا خضر علیہم الصلوۃ والسلام ا ور یہ دونوں حضرات ہر سال حج کرتے ہیں اور ختم حج پر زمزم شریف کے پاس باہم ملتے ہیں، اور آب زمزم شریف پیتے ہیں کہ آئندہ سال تک ان کے لیے کافی ہوتا ہے پھر کھانے پینے کی حاجت نہیں ہوتی۔

وقوف کی سنتیں

وقوف میں یہ امور سنت ہیں:

1-غسل۔

2-دونوں خطبوں کی حاضری۔

3-دونوں نمازیں ملا کر پڑھنا۔

4-بے روزہ ہونا۔

5-باوضو ہونا۔

6-نمازوں کے بعد فوراً وقوف کرنا۔

(۲۱) بعض جاہل یہ کرتے ہیں کہ پہاڑ پر چڑھ جاتے اور وہاں کھڑے ہو کر رومال ہلاتے رہتے ہیں اس سے بچو اور اُن کی طرف بھی بُرا خیال نہ کرو، یہ وقت اَوروں کے عیب دیکھنے کا نہیں، اپنے عیبوں پر شرمساری اور گریہ وزاری کا ہے۔

❁❁❁❁❁

وقوف کے آداب

(۲۲) اب وہ کہ یہاں ہیں اور وہ کہ ڈیروں میں ہیں سب ہمہ تن صدقِ دل سے اپنے کریم مہربان رب کی طرف متوجہ ہوجائیں اور میدانِ قیامت میں حساب اعمال کے لیے اس کے حضور حاضری کا تصور کریں۔ نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ لرزتے کانپتے ڈرتے امید کرتے آنکھیں بند کیے گردن جُھکائے، دست دعا آسمان کی طرف سر سے اونچا پھیلائے تکبیر وتہلیل وتسبیح ولبیک وحمد وذکر ودعا وتوبہ واستغفار میں ڈوب جائے، کوشش کرے کہ ایک قطرہ آنسوؤں کا ٹپکے کہ دلیل اجابت وسعادت ہے، ورنہ رونے کا سا مونھ بنائے کہ اچھوں کی صورت بھی اچھی۔ اَثنائے دعا وذکر میں لبیک کی بار بار تکرار کرے۔

آج کے دن دُعائیں بہت منقول ہیں اور دعائے جامع کہ اوپر گزری کافی ہے چند بار اُسے کہہ لو اور سب سے بہتر یہ کہ سارا وقت، درود و ذکر و تلاوت قرآن میں گزاردو کہ بوعدہ حدیث دُعا والوں سے زیادہ پاؤ گے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دامن پکڑو، غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے توسل کرو، اپنے گناہ اور اس کی قہاری یاد کر کے بید کی طرح لرزو اور یقین جانو کہ اس کی مار سے اسی کے پاس پناہ ہے۔ اُس سے بھاگ کر کہیں نہیں جاسکتے اس کے دَر کے سوا کہیں ٹھکانا نہیں لہٰذا اُن شفیعوں کا دامن پکڑے، اُس کے عذاب سے اُسی کی پناہ مانگو اور اسی حالت میں رہو کہ کبھی اُس کے غضب کی یاد سے جی کانپا جاتا ہے اور کبھی اُس کی رحمت عام کی امید سے مرجھایا دل نہال ہوجاتا ہے۔

یوہیں تضرّع وزاری میں رہو یہاں تک کہ آفتاب ڈوب جائے اور رات کا ایک لطیف جز آجائے، اس سے پہلے کُوچ منع ہے۔ بعض جلد باز دن ہی سے چل دیتے ہیں، اُن کا ساتھ نہ دو۔ غروب تک ٹھہرنے کی ضرورت نہ ہوتی تو عصر کو ظہر سے ملا کر کیوں پڑھنے کا حکم ہوتا اور کیا معلوم کہ رحمتِ الٰہی کس وقت توجہ فرمائے، اگر تمھارے چل دینے کے بعد اُتری تو معاذ اللہ کیسا خسارہ ہے اور اگر غروب سے پہلے حدودِ عرفات سے نکل گئے جب تو پورا جُرم ہے۔ بعض مطوف یہاں یوں ڈراتے ہیں کہ رات میں خطرہ ہے یہ دو ایک کے لیے ٹھیک ہے اور جب سارا قافلہ ٹھہرے گا تو انشاء اللہ تعالیٰ کچھ اندیشہ نہیں۔ اس مقام پر پڑھنے کے لیے بعض دعائیں لکھی جاتی ہیں: اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ. تین بار پھر کلمہ توحید، اس کے بعد

اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ بِالْھُدٰی وَنَقِّنِیْ وَاعْصِمْنِیْ بِالتَّقْوٰی وَاغْفِرْلِیْ فِی الْاٰخِرَۃِ وَالْاُوْلٰی. (1)

---

(1) اے اللہ (عزوجل)! مجھ کو ہدایت کے ساتھ، ہنمائی کر اور پاک کر اور پرہیز گاری کے ساتھ گناہ سے محفوظ رکھ اور دنیا و آخرت میں ـــــ

تین بار

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَالَّذِیْ نَقُوْلُ وَخَیْرًا مِّمَّا نَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ لَکَ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ وَاِلَیْکَ مَاٰبِیْ وَلَکَ رَبِّ تُرَاثِیْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ وَسْوَسَۃِ الصَّدْرِ وَشَتَاتِ الْاَمْرِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا تَجِیْءُ بِہِ الرِّیْحُ وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا تَجِیْءُ بِہِ الرِّیْحُ اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا بِالْھُدٰی وَزَیِّنَّا بِالتَّقْوٰی وَاغْفِرْلَنَا فِی الْاٰخِرَۃِ وَالْاُوْلٰی اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ رِزْقًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا.

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ اَمَرْتَ بِالدُّعَآءِ وَقَضَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ بِالْاِجَابَۃِ وَاِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ وَلَا تَنْکُثُ عَھْدَکَ اَللّٰھُمَّ مَا اَحْبَبْتَ مِنْ خَیْرٍ فَحَبِّبْہُ اِلَیْنَا وَ یَسِّرْہُ لَنَا وَمَا کَرِھْتَ مِنْ شَرٍّ فَکَرِّھْہُ اِلَیْنَا وَجَنِّبْنَاہُ وَلَا تَنْزِعْ مِنَّا الْاِسْلَامَ بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَرٰی مَکَانِیْ وَتَسْمَعُ کَلَامِیْ وَتَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَانِیَتِیْ وَلَا یَخْفٰی عَلَیْکَ شَیْءٌ مِّنْ اَمْرِیْ اَنَا الْبَآئِسُ الْفَقِیْرُ الْمُسْتَغِیْثُ الْمُسْتَجِیْرُ الْوَجِلُ الْمُشْفِقُ الْمُقِرُّ الْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِہٖ اَسْاَلُکَ مَسْاَلَۃَ الْمِسْکِیْنِ وَاَبْتَھِلُ اِلَیْکَ ابْتِھَالَ الْمُذْنِبِ الذَّلِیْلِ وَ اَدْعُوْکَ دُعَآءَ الْخَائِفِ الْمُضْطَرِّ دُعَاءَ مَنْ خَضَعَتْ لَکَ رَقَبَتُہٗ وَفَاضَتْ لَکَ عَیْنَاہُ وَنَحِلَ لَکَ جَسَدُہٗ وَ رَغِمَ اَنْفُہٗ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْنِیْ بِدُعَائِکَ رَبِّ شَقِیًّا وَّ کُنْ بِیْ رَؤُفًا رَّحِیْمًا یَا خَیْرَ الْمَسْئُوْلِیْنَ وَ خَیْرَ الْمُعْطِیْنَ. (2)

میری مغفرت فرما۔

(2) اے اللہ (عزوجل)! اس کو حج مبرور کر اور گناہ بخش دے، الٰہی! تیرے لیے حمد ہے جیسی ہم کہتے ہیں اور اس سے بہتر جس کو ہم کہیں، اے اللہ (عزوجل)! میری نماز وعبادت اور میرا جینا اور مرنا تیرے ہی لیے ہے اور تیری طرف میری واپسی ہے اور اے پروردگار! تو ہی میرا وارث ہے، اے اللہ (عزوجل)! میں تیری پناہ مانگتا ہوں عذاب قبر اور سینہ کے وسوسے اور کام کی پراگندگی سے، الٰہی! میں سوال کرتا ہوں اُس چیز کی خیر کا جس کو ہوا لاتی ہے اور اُس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جسے ہوا لاتی ہے، الٰہی! ہدایت کی طرف ہم کو رہنمائی کر اور تقویٰ سے ہم کو مزین کر اور آخرت و دنیا میں ہم کو بخش دے، الٰہی! میں رزق پاکیزہ و مبارک کا تجھ سے سوال کرتا ہوں۔

الٰہی! تو نے دعا کرنے کا حکم دیا اور قبول کرنے کا ذمہ تو نے خود لیا اور بے شک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا اور اپنے عہد کو نہیں توڑتا، الٰہی! جو اچھی باتیں تجھے محبوب ہیں انھیں ہماری محبوب کردے اور ہمارے لیے میسر کر اور جو بُری باتیں تجھے ناپسند ہیں انھیں ہماری ناپسند کر اور ہم کو اُن سے بچا اور اسلام کی طرف تو نے ہم کو ہدایت فرمائی تو اُس کو ہم سے جدا نہ کر، الٰہی! تو میرے مکان کو دیکھتا ہے اور میرا کلام سنتا ہے اور میرے پوشیدہ وظاہر کو جانتا ہے میرے کام میں سے کوئی شے تجھ پر مخفی نہیں، میں نامراد محتاج فریاد کرنے والا، پناہ چاہنے والا، خوفناک ڈرنے والا اپنے گناہ کا مقر و معترف ہوں، مسکین کی طرح تجھ سے سوال کرتا ہوں اور گنہگار ذلیل کی طرح تجھ سے عاجزی کرتا ہوں ←

اور بیہقی کی روایت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اوپر مذکور ہو چکی اس میں جو دعائیں ہیں انھیں بھی پڑھیں یعنی
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ لَہُ الْمُلْكُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ سو ۱۰۰ بار
قُلْ ھُوَ اللّٰہُ۔ سو بار
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ وَّعَلَیْنَا مَعَھُمْ۔ سو بار

ابن ابی شیبہ وغیرہ امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کہ میری اور انبیا کی دُعا عرفہ کے دن یہ ہے:
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ لَہُ الْمُلْكُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ
اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَّفِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا۔
اَللّٰھُمَّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَّسَاوِسِ الصَّدْرِ وَتَشْتِیْتِ الْاَمْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا یَلِجُ فِی اللَّیْلِ وَشَرِّ مَا یَلِجُ فِی النَّھَارِ وَشَرِّ مَا تَھُبُّ بِہِ الرِّیْحُ وَشَرِّ بَوَائِقِ الدَّھْرِ۔ (3)

اس مقام پر پڑھنے کی بہت دعائیں کتابوں میں مذکور ہیں مگر اتنی ہی میں کفایت ہے اور درود شریف و تلاوتِ قرآن مجید سب دُعاؤں سے زیادہ مفید۔

اور ڈرنے والے مُضطر کی طرح تجھ سے دعا کرتا ہوں، اُس کی مثل دعا جس کی گردن تیرے لیے جھک گئی اور آنکھیں جاری اور بدن لاغر اور ناک خاک میں ملی ہے، اے پروردگار! تو اپنی دعا سے مجھے بدبخت نہ کر اور مجھ پر بہت مہربان اور مہربان ہو جا، اے بہتر سوال کیے گئے اور اے بہتر دینے والے!۔

(3) المسلک المتقسط، (باب الوقوف بعرفات وأحکامہ)، ص۲۰۱۔
المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الحج، مایقال عشیۃ عرفۃ... إلخ، الحدیث: ۳، ج۴، ص۳۷۴۔
میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطاؔر قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں دعائے عرفات کے بارے میں لکھتے ہیں؛
ترجمہ: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے ملک ہے اور اسی کے لیے سب خوبیاں ہیں، وہ زندہ ہے اور اسے کبھی موت نہیں آئے گی اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! میری قوت سماعت کو نور کر اور میری نظر کو نور کر اور میرے دل میں نور بھر دے، اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! میرا سینہ کھول دے اور میرا کام آسان کر اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں سینہ کے وسوسوں اور کام کی پراگندگی اور عذاب قبر سے۔ اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس کی برائی سے ←

جورات میں داخل ہوتی ہے اور اس کی برائی سے جو دن میں داخل ہوتی ہے اور اس کی برائی سے جسے ہوا اڑا لاتی ہے اور آفات زہر کی برائی سے۔

میدانِ عرفات میں دُعا کھڑے کھڑے مانگنا سُنّت ہے لہٰذا جتنی دیر تک ممکن ہو کھڑے کھڑے توجّہ کے ساتھ صدقِ دل سے اپنے ربّ کریم عزّ وجلّ کی طرف رُجوع لائیں اور میدانِ قیامت میں حسابِ اعمال کے لیے اُس کی بارگاہ میں حاضری کا تصوّر کریں۔ نہایت ہی خشوع وخضوع کے ساتھ لرزتے، کانپتے، خوف واُمید کے ملے جُلے جذبات کے ساتھ آنکھیں بند کئے، سر جُھکائے دُعا کے لئے ہاتھ آسمان کی طرف، سر سے اُونچے پھیلائے توبہ و اِستغفار میں ڈوب جایئے، دورانِ دُعا وَقتاً فوقتاً لَبَّيْكَ کی تکرار رکھئے، خوب رو رو کر اپنی اور اپنے والدین اور تمام اُمّت کی مغفرت کی دُعا مانگئے، کوشش کیجئے کہ ایک آدھ قطرۂ آنسو تو ٹپک ہی جائے کہ یہ قبولیّت کی دلیل ہے، اگر رونا نہ آئے تو کم از کم رونے جیسی صُورت ہی بنالیجئے کہ اچھوں کی نقل بھی اچھی ہے۔ تاجدارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم اور تمام انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام اور تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوان کا وسیلہ اپنے پروردگار عزّ وجلّ کے دربار میں پیش کیجئے۔ سرکارِ بغداد، حُضُورِ غوثِ پاک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے توسُّل کیجئے، ہر ولی اور ہر عاشقِ رسول صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کا صَدقہ مانگئے، آج رَحمت کے دروازے کھولے گئے ہیں، مانگنے والے کے لئے ناکامی کی کوئی صُورت نہیں، اللہ عزّ وجلّ کی رحمت کی گھنگھور گھٹائیں جُھوم جُھوم کر آرہی ہیں، رَحمتوں کی موسلا دھار بارش برس رہی ہے۔ سارے کا سارا عَرَفات شریف اَنوار وتجلّیات اور رَحمت وبرکات میں ڈوبا ہُوا ہے، کبھی اللہ عزّ وجلّ کے عذاب سے پناہ مانگتے ہوئے بید کی طرح لرزیئے تو کبھی ایسے جذبات ہوں کہ اُس کی رَحمتِ بے پایاں کی اُمید سے مرجھایا ہُوا دِل گُلِ نو شگفتہ کی طرح کھل اُٹھے۔

دُعائے عَرَفات (اردو)

دونوں ہاتھ سینے تک یا کندھوں تک یا سر سے اُوپر اُٹھا کر اس کی ہتھیلیاں آسمان کی طرف پھیلا دیجئے، اب حمد وثناء اور دُرُود شریف پڑھ کر دُعا شروع کیجئے، دورانِ دُعا وَقتاً فوقتاً لبّیک ودُرُود شریف پڑھئے، جس قدر دُعائے ماثورہ یاد ہوں، وہ عَرَبی میں عرض کرنے کے بعد اپنے دِلی جذبات اپنی مادری زَبان میں اپنے رَحمت والے پروردگار عزّ وجلّ کے دربارِ گہربار میں رو رو کر عرض کیجئے، نہایت ہی تضرّع اور زاری کے ساتھ اور گڑگڑا کر اور اس یقینِ محکم کے ساتھ کہ آپ کی دُعا قبول ہو رہی ہے اس طرح دُعا مانگئے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ () يَارَبَّنَا يَارَبَّنَا يَارَبَّنَا يَارَبَّنَا يَارَبَّنَا () يَااَللّٰهُ يَارَحْمٰنُ يَارَحِيْمُ

تیرے کروڑہا کروڑ احسان کہ تُو نے مجھے اِنسان بنایا، مسلمان کیا اور میرے ہاتھوں میں دامنِ رَحمتِ عالمیان صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم عطا فرمایا۔ یااللہ عزّ وجلّ! اے محمدِ عربی صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کے خالق عزّ وجلّ! میں کس زَبان سے تیرا شکر ادا کروں کہ تُو نے مجھے حج کا شرف بخشا اور آج یومِ عرفہ مجھے میدانِ عرفات میں وُقُوف کی توفیق بخشی، یہاں یقیناً تیرے پیارے پیارے حبیب اور ←

....

میرے پیارے مَدَنی آقا صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بھی تشریف آوری ہوئی تھی اور آج .... آج .... میری کس قدر خوش بختی ہے کہ اُس میدانِ عرفات میں حاضر ہوں جسے یقیناً پیارے مصطفیٰ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی قدم بوسی کا شرف ملا ہے، دُنیا کے کونے کونے سے آکر لاکھوں مسلمان آج یہاں جمع ہوئے ہیں، ان میں یقیناً تیرے دو نبی حضرتِ الیاس وحضرتِ خضر علیہما السَّلام اور بے شمار اولیائے کرام بھی موجود ہیں۔ چنانچہ اے ربِ رسولِ کریم! عزَّ وجلَّ! آج جو رحمت کی بارشیں نبیوں اور ولیوں پر برس رہی ہیں انھیں کے صدقے ایک آدھ قطرہ مجھ گنہگار پر بھی برسادے۔

اے میرے پیارے پیارے اور میٹھے میٹھے مصطفیٰ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے سچے اللہ عزَّ وجلَّ! میں نے گناہوں میں لتھڑے ہوئے گندے گندے اور کالے کالے ہاتھ تیری بارگاہِ بے کس پناہ میں اُٹھا دیئے ہیں، اے میرے مَدَنی محبوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے حقیقی مالک عزَّ وجلَّ! یقیناً میرا پورا نامۂ اَعمال گناہوں سے سیاہ پڑا ہے اور آج یہاں میدانِ عرفات میں جہاں کہ لاکھوں مسلمان جمع ہوئے ہیں ان سب میں سب سے زیادہ گنہگار و مجرم اگر کوئی ہے تو یقیناً وہ میں ہی ہوں، اے میرے پروردگار عزَّ وجلَّ! اگر تو صرف نیک بندوں پر ہی کرم فرمائے گا تو میں پاپی اور بدکار کس کے دروازے پر جاکر دستِ سوال دراز کروں گا، تو اے ربِ مصطفیٰ عزَّ وجلَّ! مَدَنی مصطفیٰ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے صدقے میں مجھ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے راضی ہوجا اور میرے تمام گناہ بخش دے اور میری مغفرت فرما۔

اے میرے پیارے پیارے مَدَنی محبوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو سب سے زیادہ چاہنے والے سچے سچے اللہ عزَّ وجلَّ! میں اِعتراف کرتا ہوں کہ میں جان بوجھ کر عبادتوں سے جی چراتا رہا اور قصداً گناہوں کا اِرتکاب کرتا رہا، تیری حُجت تمام ہوگئی اور آہ! میرے پاس کوئی حُجت نہیں رہی، میں اگرچہ بے حد خطاکار و گنہگار ہوں مگر تیری ذات غفار عزَّ وجلَّ ہے، میں سَرتا پا عیب دار ہوں مگر تیری ذات ستار عزَّ وجلَّ ہے، میں مجسمِ عِصیان وقُصور ہوں مگر تیری ذات عَفُوّ وغفور عزَّ وجلَّ ہے، تو اے خدائے غفار عزَّ وجلَّ! تجھے تیری شانِ غفاری کا واسطہ میری خطاؤں کو بخش دے، اے خدائے ستار عزَّ وجلَّ! تجھے تیری شانِ ستاری کا واسطہ میرے عیبوں کی پردہ پوشی فرما، اے خدائے عَفُوّ وغفور عزَّ وجلَّ! میرے گناہوں کو مُعاف فرما، اے خدائے رحیم وکریم عزَّ وجلَّ! تجھے تیری بے پایاں رحمتوں اور رحمۃ للعٰلمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا واسطہ مجھ پاپی اور کمینے کی مغفرت فرما۔

یا ذَالجَلالِ وَالاِکرام! آہ! میں کمینہ اپنے کمینہ پَن پر اَڑا رہا مگر تو برابر ڈھیل دیتا رہا، ہائے افسوس! میں نے تیری عطا کردہ مہلت سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا، آہ! اب زندگی کی شام ڈھلنے کو ہے اور موت کے سائے گہرے ہوتے چلے جارہے ہیں، افسوس! ماضی غفلتوں میں گزر گیا حال بھی بے حال ہے اور مستقبل اُف! قبر کا بھیانک گڑھا مُنہ کھولے مُنتظِر نظر آرہا ہے۔ اے رسولِ مُعظّم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے خدائے اَعظم عزَّ وجلَّ! تجھے میرے غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صدقہ فضل کر، رحم کر اور کرم کر اور اپنے فضل اور رحم وکرم سے مجھے گناہوں سے مُعافی دے دے۔ نیز گناہوں سے نفرت اور نیکیوں سے پیار بھی عطا فرما اور مزید جتنے سانس دُنیا میں باقی رہ گئے ہیں وہ مجھے اپنی اور اپنے پیارے محبوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی اِطاعت میں گزارنے کی توفیق عطا فرما۔

←

....

اے رسولِ عربی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو ساری کائنات کا مالک ومختار بنانے والے اور اے ہم ذلیلوں کے سروں پر عزّت کا تاج رکھنے والے مولیٰ عزَّ وَجَلَّ! ہماری لاج رکھ لے، تجھے تیرے پیارے پیارے حبیب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے نورانی اور چمکدار چہرے کا واسطہ ہمیں گناہوں کے اندھیروں سے نیکیوں کی روشنیوں کی طرف نکال۔

اے مِیٹھے آمِنہ کے لال، سلطانِ دوجہاں صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے بھی خالق ومالک عزَّ وَجَلَّ تجھے تیرے پیارے پیارے محبوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی مُشکبار سیاہ زُلفوں کا واسطہ، ہماری قبر کی تاریکی کو دُور فرما اور ہمارے حُضور، سراپا نور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے پُرنور جلووں سے ہماری اندھیری قبر کو جگمگا دے اور ساتھ ہی ساتھ ہمارے مَدَنی سرکار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے پسینۂ مُشکبار کی بَرَکت سے ہماری قبر کو قیامت تک کے لیے خوشبودار بنادے اور بس ہمیں دُنیا وقبر وحشر ہر جگہ محبوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے نورانی جلووں میں گم رکھ۔

اے کل کائنات کے رسولِ برحق صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو پیدا کرنے والے خالق عزَّ وَجَلَّ! اے ہم بے کسوں کے والی! اے غمزدوں کا غم دُور کرنے والے! اے تڑپتے دِلوں کو تسکین دینے والے! اے ہم پر ہمارے ماں باپ سے بھی زیادہ مہربانیاں کرنے والے! تُو کتنا اچھا اور پیارا پیارا ہے، تُو کیسا مہربان اور کریم ہے کہ ہم جیسے غافلوں اور ناقدروں کو بھی اپنے حبیبِ خاص صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی اُمّت میں پیدا فرمایا! آہ! ہماری زندگی کے مالک عزَّ وَجَلَّ! ہائے! ہماری غفلت اور لاپرواہی! تیری رحمتوں سے نوازے ہوئے تیرے پیارے حبیب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم، ہم جیسے بدکاروں اور گناہگاروں کے لئے اَشک باری کرتے رہے، فکرِ اُمّت میں راتوں کو روتے رہے اور افسوس! صد افسوس! ہم شب وروز غفلت کی نیند سوتے رہے۔ اے ربِّ مصطفیٰ عزَّ وَجَلَّ! تجھے سُلطانِ اَنبیاء، سردارِ دوسرا صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے پاکیزہ پاکیزہ اور شفقت بھرے آنسوؤں کا واسطہ ہمارے اَعمال نامے کی سیاہی کو دُور فرما اور اپنی قُدرتِ کاملہ سے ہمارے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے۔

اے بے سہاروں کے سہارے! اے بے آسروں کے آسرے! اے چارۂ بے چارگاں! اے کسِ بے کساں! میری بے کسی پر مکے مدینے کے تاجور، شفیعِ روزِ محشر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے طفیل رَحم فرما، میری کمزوری اور ناتوانی تجھ پر آشکار ہے، آہ! میں تو وہ کمزور بندہ ہوں کہ نہ زیادہ گرمی برداشت کرسکتا ہوں نہ زیادہ سردی، نہ زیادہ سرد ہوائیں سہ سکتا ہوں نہ زیادہ گرم لُو اور تُو تو یہ بھی جانتا ہے کہ میں کھٹمل، مچھر کا ڈنک تک بھی برداشت نہیں کرسکتا حتّٰی کہ اگر چیونٹی بھی کاٹ لے تو بے چین ہوکر رہ جاتا ہوں، آہ! اگر کوئی پَروں والا معمولی سا کیڑا کپڑوں میں گُھس جائے تو مجھے اُچھال کر رکھ دیتا ہے، آہ! ہائے میری بربادی! اگر گناہوں کے سبب مجھے قبر میں تیرے قہر وغضب کی آگ نے گھیر لیا تو میں کیا کروں گا؟ آہ! اگر میرے کفن میں سانپ یا بچھو گُھس گئے تو میرا کیا بنے گا؟ اے ربِّ محمد عزَّ وَجَلَّ! بطفیلِ محمد صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کرم کردے، یقیناً تیرے کرم کی فقط ایک نظر ہوجائے تو مجھ پاپی وبدکار کے دُنیا وآخرت دونوں سنور جائیں تو اے ربِّ محبوب عزَّ وَجَلَّ! اِدھر ایک نظرِ کرم ڈال ہی دے، مہربانی کر اور فضل واحسان کر اور اپنی نظرِ عنایت سے مجھے نواز دے۔ ←

اے رحمت والے مدنی سرکار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کے رحمت والے پروردگار عزَّ وجلَّ! مجھے تیری الحمد ودرحمت پر ڈھارس بندھی ہوئی ہے تو یقیناً مجھ گنہگار وسیاہ کار، پاپی وبدکار، رحم وکرم کے طلبگار پر ضرور رحم وکرم فرمائے گا۔ تیری قسم! میں تیری رحمت سے ہرگز ہرگز مایوس نہیں ہوں، اے ربِّ مصطفیٰ عزَّ وجلَّ! مجھے تیرے پیارے رسول، محمدِ عربی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم تیرا یہ ارشاد بتا چکے ہیں کہ اے ابنِ آدم! جب تک تو مجھ سے دُعا کرتا رہے گا اور اُمید کرتا رہے گا میں تیرے گناہوں کو بخشتا رہوں گا، اے ابنِ آدم! اگر تیرے گناہ آسمان تک پہنچ جائیں اور پھر بھی اگر تو مجھ سے بخشش طلب کرے گا تو میں معاف کردوں گا اور مجھے کوئی پرواہ نہ ہوگی، اے ابنِ آدم! اگر تو زمین بھر گناہوں کے ساتھ میرے پاس آئے گا مگر اس حال میں کہ تُو نے کوئی کُفر وشرک نہ کیا ہو تو میں زمین بھر رحمت ومغفرت کے ساتھ تیرے پاس پہنچوں گا۔ تو اے میرے مدنی محبوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کے معبود عزَّ وجلَّ! یقیناً میں نے گناہوں سے زمین وآسمان کو بھر دیا ہے مگر پھر بھی مجھے تیری رحمت پر ناز ہے، الٰہی عزَّ وجلَّ! میرے غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صدقہ، میرے غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صدقہ، میرے مرشدِ کریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صدقہ، عاشقوں کے تاجدار امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واسطہ میری مغفرت فرما، میری مغفرت فرما، میری مغفرت فرما۔

اے ربِّ محمدِ مصطفیٰ عزَّ وجلَّ! میں اِقرار کرتا ہوں کہ میں نے بہت ہی بڑے گناہوں کا اِرتکاب کیا ہے مگر یہ سب کے سب تیری شانِ عفو ودرگزر کے سامنے بہت ہی چھوٹے ہیں، ہاں! ہاں! اے میرے پیارے پیارے مالک عزَّ وجلَّ! تیری مغفرت وبخشش تو گنہگاروں کو ڈھونڈتی ہے اور مجھ سے بڑھ کر اس میدانِ عرفات میں کون بڑا مجرم ہوگا؟ اے میرے مدنی نبی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کے رب عزَّ وجلَّ! اور اے میرے پالنے والے مولیٰ عزَّ وجلَّ! میں اپنے گناہوں پر شرمندہ ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ تیری بخشش کا انعام مجھ گنہگار پر ہوکر ہی رہے گا، یا اِلٰہَ الْعٰلَمِین عزَّ وجلَّ! تجھے خلفائے راشدین علیہم الرضوان اور اُمّہاتُ المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا واسطہ، بلالِ حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُوَیس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صدقہ، میری بھی بخشش فرما اور میرے مرشد کریم، میرے اَساتذۂ کرام، تمام عُلَماء ومشائخ اور میرے والدین اور گھر کے تمام اَفراد کو بخش دے اور ساری اُمّت کی مغفرت فرما۔

اے میرے نبیِ برحق صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کے حقیقی معبود عزَّ وجلَّ! میں تیری عبادت کرنا چاہتا ہوں مگر آہ! شیطان مجھ پر غالب آچکا ہے، نفسِ اَمّارہ نے مجھے برباد کر کے رکھ دیا ہے، موت روز بروز قریب سے قریب تر آرہی ہے مگر افسوس! دُنیا کی محبت بڑھتی ہی چلی جارہی ہے۔ آہ!

دل مرا دُنیا پہ شیداہو گیا!	اے مرے اللہ! یہ کیا ہوگیا
کچھ مرے بچنے کی صورت کیجئے	اب تو جو ہونا تھا مولیٰ ہوگیا

اے شافعِ محشر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کے حقیقی اللہ عزَّ وجلَّ! تجھے مدینے کے ہر پُرنور خار کانٹے اور ہر ہر مشکبار پھول کا واسطہ، تجھے مدینے کی خوشبودار دھول کا واسطہ، مجھے نیک بنادے، مجھے پرہیزگار بنادے، اپنے پیارے پیارے حبیب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کی سچّی

میٹھی میٹھی سنتوں کے صدقے مجھے نیکوں کا آئینہ دار بنادے۔

اے اپنے محبوب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو قاسمِ نعمت بنانے والے! تجھے مدینے کے سدابہار گلزار کا واسطہ، میری گناہوں بھری خزاں رسیدہ زندگی کو مدنی بہاریں نصیب کردے اور اے اللہ عزّ وجلّ! تجھے مدینے کی معطر مُعطر ہواؤں کا واسطہ مجھے باعمل بنادے، اور ایسا بندہ بنادے جو تجھے پسند ہے۔

اے میرے پیارے پیارے مدنی مصطفیٰ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو شفیع روزِ شمار بنانے والے سچے اللہ عزّ وجلّ! تجھے صحرائے مدینہ کی خاردار جھاڑیوں کا صدقہ مجھ کمزور اور ناتواں کو عذابِ نار سے بچالے، آہ! میری کمزوری اور ناتوانی کہ ذرّہ برابر بھی عذاب سہنے کی طاقت نہیں پھر بھی گناہوں پر گناہ کئے جارہا ہوں، ہائے!

سلسلہ آہ! گناہوں کا بڑھا جاتا ہے	نت نیا جرم ہر اک آن ہوا جاتا ہے
قلب پتھر سے بھی سختی میں بڑھا جاتا ہے	دل پر اک خول سیاہی کا چڑھا جاتا ہے
لاؤں وہ اشک کہاں سے جو سیاہی دھوئیں	گندگی میں مرا دل حد سے بڑھا جاتا ہے
امتحاں کے کہاں قابل ہوں میں پیارے اللہ	بے سبب بخش دے مولیٰ! تیرا کیا جاتا ہے

اے اپنے پیارے حبیب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو تمام انبیاء ورُسل علیہم السّلام کا سردار بنانے والے پیارے پیارے اللہ عزّ وجلّ! تُو نے اپنے خلیل حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کے ذریعے حج کی دعوت دی اور حج پر بلایا اور مجھے اپنا مہمان بنایا، اے اللہ عزّ وجلّ! تجھے تیرے خلیل حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کا واسطہ اور اُن کے لختِ جگر حضرت سیّدنا اسمٰعیل علیہ السلام اور اُن کی امی جان حضرت سیّدتنا حاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا صدقہ، مجھے جنّت الفردوس میں بھی ضرور اپنا مہمان بناکر اپنی نعمتوں سے نوازنا اور رحمت والے محبوب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے پڑوس میں جگہ نصیب کرنا۔

اللہ کرم بہرِ ضیاء مجھ پہ کر ایسا	جنّت میں پڑوسی مرے آقا کا بنادے

اے اپنے پیارے محبوب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو تمام مخلوق کا آقا بنانے والے خدائے رحمٰن عزّ وجلّ! اگر کوئی مسلمان اپنے کسی غلام کو آزاد کرتا ہے تو تُو اُس کے اس عمل کو پسند فرماتا ہے، ہم بھی تیرے عاجز بندے ہیں تو تجھے ہمارا جہنم سے آزاد کرنا کیوں کر اچھا نہ لگے گا؟ لہٰذا اے رحمت والے مولیٰ عزّ وجلّ! ہم گناہگاروں اور سیاہ کاروں کو شہیدِ دشتِ کربلا امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صدقے، عباسِ علمدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کٹے ہوئے بازوؤں کے طفیل، ہم شکلِ پیمبر علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اُٹھتی ہوئی جوانی کے واسطے، ننھے علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیاسے گلے کے صدقے، بیمارِ کربلا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طفیل اور کربلا کے تاراج کارواں کے وسیلے سے جہنم سے آزاد فرما۔

اے محمدِ معصوم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو پیدا فرمانے والے! اے میرے گناہوں کو بخشنے والے! تیرا حکم ہے کہ خیرات کرو ←

اور مسکینوں کو صدقہ دو، تو مجھ سے بڑھ کر مسکین و نادار اور اعمالِ صالحہ سے تہی دامن اور نیکیوں کے معاملے میں غریب و مُفلِس کون ہوگا؟ اور دینے والوں میں تجھ سے بڑھ کر غنی کون ہوگا؟ تو اے نہایت ہی مہربان مالک عَزَّوَجَلَّ! اے مالک مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! تجھے آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لاڈلے کی مَحبّت کا واسطہ مجھے اپنی رضامندی اور مغفرت کی خیرات سے نواز کر مجھ پر احسانِ عظیم فرما۔

اے اپنے محبوب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے پسینے میں خوشبو پیدا کرنے والے! اے مریضوں کو شفا دینے والے! تمام مسلمانوں میں سب سے بڑا محبتِ دُنیا کا مریض، مال کی حرص و طمع کا مریض اور سخت ترین گناہوں کا مریض سائل شفا بن کر تیری بارگاہِ بے کس پناہ میں حاضر ہُوا ہے، یاشَافِیَ الْاَمْرَاض! میں گناہوں کی بیماری سے صحّت یابی کا سُوال کرتا ہوں، اے پروردگار عَزَّوَجَلَّ! سیّدُ الابرار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے صدقے میں مجھے گناہوں کی بیماریوں سے شفائے کامِلہ عطا فرما اور میٹھے میٹھے مصطفیٰ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی نیکیوں کے صدقے میں مجھے نیک بنا دے اور مجھے مریضِ مصطفیٰ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم بنا اور مجھے غمِ عشقِ رسول صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی بیماری عطا فرما۔

یاربِّ مصطفیٰ عَزَّوَجَلَّ! تجھے تیرے ہر نبی علیہ السلام کا واسطہ، یاربِّ مصطفیٰ عَزَّوَجَلَّ! تجھے تیرے محبوب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے ہر صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا واسطہ ہمارے بیماروں کو شفا عطا فرما، قرض داروں کو بارِ قرض سے سُبکدوش فرما، تنگدستوں کو فَراخ دستی دے، بے رُوزگاروں کو حلال اور آسان روزی عطا فرما، بے اولادوں کو بغیر آپریشن کے عافِیّت کے ساتھ نیک اولاد نصیب کر، جن کے رِشتوں میں رُکاوٹیں ہیں اُنہیں نیک رِشتے نصیب فرما، یاربِّ مصطفیٰ عَزَّوَجَلَّ! فرنگی فیشن کی آفت کو دُور کر کے مسلمانوں کو اِتّباعِ سُنّت کی توفیق عطا فرما، یاربِّ مصطفیٰ عَزَّوَجَلَّ! جو بے جا مقدّموں میں گھرے ہوئے ہیں اُنہیں نَجات عطا فرما، جن کے رُوٹھے ہوئے ہیں اُن کو منا دے، جن کے بچھڑے ہوئے ہیں اُن کو مِلا دے، جن کے گھروں میں نا چاقیاں ہیں اُن کو آپس میں شیر و شکر کر دے، یاربِّ مصطفیٰ عَزَّوَجَلَّ! جن پر سحر ہے یا جو آسیب زدہ ہیں اُنہیں سحر و آسیب سے چُھٹکارا عطا فرما، یاربِّ مصطفیٰ عَزَّوَجَلَّ! مسلمانوں کو آفات و بَلِیّات سے بچا، ہر طرح کے دُشمنوں کی دُشمنی، شریروں کے شر، حاسدوں کے حَسد اور بدنگاہوں کی نگاہِ بد سے مسلمانوں کو محفوظ و مامون فرما۔

اے بی بی فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کے باباجان صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے ربّ عَزَّوَجَلَّ! بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واسطہ، سیّدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واسطہ، بی بی حوا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا، بی بی سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، بی بی ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، بی بی آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور بی بی مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا صدقہ، ہماری ماؤں بہنوں اور بہو بیٹیوں کو شرم وحیا کی چادر نصیب فرما اور اُنہیں ہر نامَحرم مع اپنے دیور و جیٹھ، چچازاد، خالہ زاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد، بہنوئی، پھوپھا اور خالو سب سے صحیح شرعی پردہ کرنے کی توفیق عطا فرما۔

اے تمام انبیاء و مرسلین عَلَیْہِمُ السَّلَام کے رب عَزَّوَجَلَّ! اے تمام عالم کے نگہبان! آج میدانِ عَرَفات شریف میں دُنیا بھر سے آئے ہوئے تیرے بندے جمع ہوئے ہیں۔ میدانِ عرفات کی مقدّس خاک کا واسطہ، اِن سب مسلمانوں کی بخشش فرما بلکہ تمام مسلمانانِ اُمّت کی مغفرت فرما اور اِن سب مسلمانوں کے صدقے مجھ رُوسیاہ کی بھی مغفِرت فرما۔

(۲۳) ایک ادب واجب الحفظ اس روز کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سچے وعدوں پر بھروسا کر کے یقین کرے کہ آج میں

یا رَبَّ الْعٰلَمِین عَزَّ وَجَلَّ! رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا واسطہ تمام عالمِ اسلام پر رحم فرما اور عالمِ اسلام کو یہود ونصاریٰ اور کفار ومشرکین کی سازشوں سے محفوظ فرما۔

یارَبِّ مصطفیٰ عَزَّ وَجَلَّ! امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا واسطہ ہمیں صرف بقدرِ کفایت روزی عطا فرما، ہمیں ہماری ضرورت سے زائد دولت دے کر ہم کو امتحان میں مبتلا نہ فرما، ہمیں ہر طرح کی جانی ومالی قربانی پیش کرنے کا جذبہ عطا فرما، یارَبِّ مصطفیٰ عَزَّ وَجَلَّ! ہمارے داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا صدقہ ہمیں صرف اپنا محتاج رکھ اور محتاجیٔ غیر سے بچا۔

یارَبِّ مصطفیٰ عَزَّ وَجَلَّ! مجھے جن جن اسلامی بھائیوں اور اسلامی بہنوں نے دُعاؤں کے لیے کہا ہے، بطفیلِ تاجدارِ مدینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اُن سب کی ہر جائز دُعا کو قبول فرما اور اُن سب کی بخشش فرما۔

جن جن مرادوں کے لیے احباب نے کہا
پیش خبیر کیا مجھے حاجت خبر کی ہے

اے میرے پیارے پیارے مکی مدنی محبوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے سچے اور پیارے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! ایسا عمل جو تیری بارگاہ میں مقبول نہ ہو، ایسا دِل جو تیری یاد سے غافل رہے، ایسی آنکھ جو فلمیں ڈرامے دیکھتی رہے اور بدنگاہی کرتی رہے، ایسے کان جو گانے باجے اور غیبت وچغلی سنتے رہیں، ایسے پاؤں جو بُری مجلسوں کی طرف چل کر جاتے رہیں، ایسے ہاتھ جو مظلوموں پر ظلم کے لیے اُٹھتے رہیں، ایسی زبان جو فضول گوئی اور گالی گلوچ سے باز نہ آئے، ایسا دماغ جو بُرے منصوبے باندھتا رہے اور ایسے سینے سے جو مسلمانوں کے کینے سے لبریز ہو تیری پناہ مانگتا ہوں تو اے میرے پیارے پیارے پروردگار عَزَّ وَجَلَّ، مکّے مدینے کے تاجدار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اور تیری عطا سے کل خدائی کے مالک ومختار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے صدقے میں اور آئمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے واسطے اور سلاسلِ اربعہ کے تمام اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے وسیلے سے میرے رونگٹیں رونگٹیں کو اپنا اطاعت شعار بنا کر مجھ پر فضل واحسان فرما۔

اے خدائے مصطفیٰ عَزَّ وَجَلَّ! تجھے ہر عاشقِ رسول کا واسطہ، تیری تمام مخلوق میں جو تجھے سب سے زیادہ عزیز ہے اُسی محبوب پاک، صاحبِ لولاک سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی مجھے سچی غلامی نصیب کردے اور اُن کی یاد میں تڑپنے والا دِل دے دے اور اے ربِّ مصطفیٰ عَزَّ وَجَلَّ! غمِ مصطفیٰ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم میں رونے والی آنکھ عطا فرما، اے ربِّ محمد عَزَّ وَجَلَّ! میرا ویران سینہ عشقِ محمد صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا مدینہ بنا، اے ربِّ رسولِ کریم عَزَّ وَجَلَّ میری رات کی تنہائیوں کو میرے دلدار، میرے مونس وغم خوار، مکّے مدینے کے تاجدار کے جلووں سے آباد فرما اور مجھے سچا عاشقِ رسول صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم بنا، یاربِّ تاجدارِ مدینہ عَزَّ وَجَلَّ! مجھے دیوانہ مدینہ بنادے۔

پیچھا مرا دُنیا کی محبت سے چُھڑا دے
یارب! مجھے دیوانہ مدینے کا بنادے

دِل عشقِ محمد میں تڑپتا رہے ہر دَم
سینے کو مدینہ مرے اللہ بنا دے

بہتی رہے ہر وقت جو سرکار کے غم میں
روتی ہوئی وہ آنکھ مجھے میرے خدا دے

←

گناہوں سے ایسا پاک ہوگیا جیسا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا، اب کوشش کروں کہ آئندہ گناہ نہ ہوں اور جو داغ اللہ تعالٰی نے محض اپنی رحمت سے میری پیشانی سے دھویا ہے پھر نہ لگے۔

❁❁❁❁❁

ایمان پہ دے موت مدینے کی گلی میں — مدفن مرا محبوب کے قدموں میں بنا دے

ہر سال الٰہی! ہو عطا حج کی سعادت — عطّار کو ہر سال مدینہ بھی دِکھا دے

عطّار سے محبوب کی سنت کی لے خدمت — ڈنکا یہ ترے دِین کا دُنیا میں بجا دے

یاربِّ مصطفٰی عَزَّ وَجَلَّ! تجھے کعبۂ مشرفہ کا واسطہ، یاربِّ مصطفٰی عَزَّ وَجَلَّ! تجھے میزابِ رحمت کا واسطہ، حطیم وحجرِ اسود ومقامِ ابراہیم علیہ السلام وبیرِ زم زم کا واسطہ، مکّۂ مکرمہ کے ہر گلی کوچے اور ولادت گاہِ محبوب صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا واسطہ، غارِ حرا وغارِ ثور کا واسطہ، مکّۂ مکرمہ کی پُرسوز فضاؤں اور پُرکیف ہواؤں کا واسطہ، مکّۂ مکرمہ کے ہر گل وخار اور ہر درودیوار کا واسطہ، مکّۂ پاک کی خاکِ پاک کے ہر ذرّے کا واسطہ، اے خدائے محبوب عَزَّ وَجَلَّ! تجھے مدینۂ منوّرہ میں جلوہ فرمانے والے محبوب صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا واسطہ، سبز سبز گنبد ومینار کا واسطہ، مسجدِ نبوی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے تمام ستونوں کا واسطہ، محرابِ انور ومنبرِ اطہر کا واسطہ، سنہری جالیوں کا واسطہ، مدینے کے سدا بہار مہکتے پھولوں کا واسطہ، صحرائے مدینہ کے حسین ودِلرُبا کانٹوں کا واسطہ، مدینے کے ہر ہر شجر وحجر کا واسطہ، مدینۂ منوّرہ کے مُشکبار غبار کا واسطہ، جنّتُ البقیع میں دفن ہونے والے ہر خوش نصیب مسلمان کا واسطہ، مدینے کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں اور رنگین و پُرکیف فضاؤں کا واسطہ، ہمارے حج وزیارت اور ہماری آج کی تمام جائز دُعائیں قبول فرما اور ہمیں مستجابُ الدّعوات بنا دے اور ہمیں ہر سال حج وزیارتِ مدینہ کے شرف سے مشرّف فرما اور ہمیں مدینۂ پاک کے حسین جلوؤں میں محبوبِ پاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے قدموں میں ایمان پر عافیت کے ساتھ موت نصیب فرما اور ہمیں جنّتُ البقیع میں مدفن عطا فرما اور ہمیں جنّتُ الفردوس میں اپنے پیارے حبیب صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا پڑوس نصیب فرما۔ اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم

اسی طرح آہ وزاری کے ساتھ دُعا جاری رکھئے یہاں تک کہ آفتاب ڈوب جائے اور رات کا تھوڑا سا حصّہ آجائے، اس سے پہلے جائے وُقوف (یعنی جہاں آپ ٹھہرے ہوئے ہیں) سے چل پڑنا مکروہ ہے اور غروبِ آفتاب سے قبل حُدودِ عرفات سے باہر نکل جانا حرام ہے اور دَم لازِم، یاد رہے کہ آج حاجی کو نمازِ مغرب یہاں نہیں پڑھنا بلکہ عشاء کے وقت میں مزدلفہ میں مغرب وعشاء ملا کر پڑھنا ہے۔

(رفیق الحرمین صفحہ ۱۷۱۔۱۷۸)

وقوف کے مکروہات

(۲۴) یہاں یہ باتیں مکروہ ہیں:

1- غروب آفتاب سے پہلے وقوف چھوڑ کر روانگی جب کہ غروب تک حدودِ عرفات سے باہر نہ ہوجائے ورنہ حرام ہے۔

2- نمازِ عصر وظہر ملانے کے بعد موقف کو جانے میں دیر۔

3- اُس وقت سے غروب تک کھانے پینے، یا

4- توجہ بخدا کے سوا کسی کام میں مشغول ہونا۔

5- کوئی دنیوی بات کرنا۔

6- غروب پر یقین ہوجانے کے بعد روانگی میں دیر کرنا۔

7- مغرب یا عشا عرفات میں پڑھنا۔(1)

تنبیہ: موقف میں چھتری لگانے یا کسی طرح سایہ چاہنے سے حتّی المقدور بچو ہاں جو مجبور ہے معذور ہے۔

❀❀❀❀❀

(1) الفتاوی الرضویۃ، ج۱۰، ص۷۴۹، وغیرہ۔

ضروری نصیحت

تنبیہ ضروری ضروری اشد ضروری ۔۔۔۔۔۔۔ بدنگاہی ہمیشہ حرام ہے نہ کہ احرام میں، نہ کہ موقف یا مسجد الحرام میں، نہ کہ کعبہ معظمہ کے سامنے، نہ کہ طواف بیت الحرام میں (1)۔ یہ تمھارے بہت امتحان کا موقع ہے عورتوں کو حکم دیا

(1) آنکھوں میں پگھلا ہوا سیسہ

منقول ہے: ''جو شخص شہوت سے کسی اَجْنَبِیَّہ کے حُسن و جمال کو دیکھے گا قیامت کے دن اسکی آنکھوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔''

(ہدایہ ج ۴ ص ۳۶۸)

مختلف اعضاء کا زنا

مکے مدینے کے تاجدار، محبوبِ ربِّ غفار صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ''آنکھوں کا زِنا دیکھنا، کانوں کا زِنا سُننا، زَبان کا زِنا بولنا، ہاتھوں کا زِنا پکڑنا اور پاؤں کا زنا جانا ہے۔'' (مُسلم ص ۱۴۲۸ حدیث ۲۱۔ (۲۶۵۷)) مُحَقِّق عَلَی الْاِطلاق، خاتمُ المُحَدِّثین، حضرتِ علامہ شیخ عبدُالحق مُحَدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ القَوِی اِس حدیثِ پاک کے تَحت فرماتے ہیں: آنکھوں کا زِنا بدنگاہی، کانوں کا زِنا حرام وفحش باتوں کا سننا، زَبان کا زِنا حرام و بے حیائی کی گفتگو اور پاؤں کا زِنا بُرے کام کی طرف جانا ہے۔ (اشعۃ اللّمعات ج ۱ ص ۱۰۰)

آنکھوں میں آگ بھر دی جائے گی

بدنگاہی سے بچنا بے حد ضَروری ہے ورنہ خدا کی قسم! عذاب برداشت نہیں ہو سکے گا۔ منقول ہے: ''جو کوئی اپنی آنکھوں کو نظرِ حرام سے پُر کرے گا قیامت کے روز اُس کی آنکھوں میں آگ بھر دی جائے گی۔'' (مُکاشَفَۃُ القُلُوب ص ۱۰)

آگ کی سَلائی

حضرتِ سیِّدُنا علّامہ ابنِ جوزی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تعالٰی علیہ نَقْل کرتے ہیں: عورت کے مَحاسِن (یعنی حُسن و جمال) کو دیکھنا ابلیس کے زہر میں بُجھے ہوئے تیروں میں سے ایک تیر ہے، جس نے نامَحرم سے آنکھ کی حفاظت نہ کی اُس کی آنکھ میں بروزِ قیامت آگ کی سَلائی پھیری جائی گی۔

(بَحرُ الدُّمُوع ص ۱۷۱)

نظر دل میں شہوت کا بیج بوتی ہے

پیارے اسلامی بھائیو! آنکھوں کی حفاظت کی ہر دم ترکیب رکھئے، ان کو آزاد مت چھوڑیئے ورنہ یہ ہلاکت کے گہرے غار میں جھونک سکتی ہیں، چُنانچہ حضرتِ سیِّدُنا عیسیٰ روحُ اللّٰہ علٰی نَبِیِّنا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ارشاد فرمایا: ''اپنی نظر کی حفاظت کرو کیونکہ یہ دِل میں شہوت کا بیج بوتی ہے اور فتنے کے لیے یہی کافی ہے۔'' (اِحیاءُ العلوم ج ۳ ص ۱۲۶)

نبی ابنِ نبی حضرتِ سیِّدُنا یحییٰ بن زکریا عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے پوچھا گیا: زِنا کی ابتداء کیا ہے؟ فرمایا: ''دیکھنا اور خواہش کرنا۔'' (اَیضاً)

گیا ہے کہ یہاں موںھ نہ چھپاؤ اور تمھیں حکم دیا گیا ہے کہ ان کی طرف نگاہ نہ کرو، یقین جانو کہ یہ بڑے غیرت والے بادشاہ کی باندیاں ہیں اور اس وقت تم اور وہ خاص دربار میں حاضر ہو۔ بلاتشبیہ شیر کا بچہ اس کی بغل میں ہو اس وقت کون اس کی طرف نگاہ اُٹھا سکتا ہے تو اللہ (عزوجل) واحد قہار کی کنیزیں کہ اُس کے خاص دربار میں حاضر ہیں اُن پر بدنگاہی کس قدر سخت ہوگی (وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی)۔(2)

ہاں ہاں ہوشیار! ایمان بچائے ہوئے قلب و نگاہ سنبھالے ہوئے حرم وہ جگہ ہے جہاں گناہ کے ارادہ پر پکڑا جاتا اور ایک گناہ لاکھ گناہ کے برابر ٹھہرتا ہے، الٰہی خیر کی توفیق دے۔ آمین۔

❀❀❀❀❀

(2) پ ۱۴، النحل: ۶۰.

وقوف کے مسائل

مسئلہ ۱: وقوف کا وقت نویں ذی الحجہ کے آفتاب ڈھلنے سے دسویں کی طلوع فجر تک ہے۔ اس وقت کے علاوہ کسی اور وقت وقوف کیا تو حج نہ ملا مگر ایک صورت میں وہ یہ کہ ذی الحجہ کا ہلال دکھائی نہ دیا، ذیقعدہ کے تیس دن پورے کر کے ذی الحجہ کا مہینہ شروع کیا اور اس حساب سے آج نویں ہے، بعد کو ثابت ہوا کہ انتیس کا چاند ہوا تو اس حساب سے دسویں ہوگی اور وقوف دسویں تاریخ کو ہوا مگر ضرورۃً یہ جائز مانا جائے گا اور اگر دھوکا ہوا کہ آٹھویں کو نویں سمجھ کر وقوف کیا پھر معلوم ہوا تو یہ وقوف صحیح نہ ہوا۔ (1)

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الخامس فی کیفیۃ اداء الحج، ج۱، ص۲۲۹، وغیرہ۔

"خوب سہانا سبز گنبد" کے ۱۰ حروف کی نسبت سے مدینے کے مسافروں کے لیے ۱۰ مدنی پھول۔

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

۱۔ فرشتے بعض اوقات انسانی صورت میں آکر آزماتے ہیں، لہٰذا کچھ بھی ہوجائے غصہ میں آکر اول فول نہ بکیں، ہوسکتا ہے جو بظاہر بس ڈرائیور نظر آرہا ہے اُسی کے ذریعے امتحان لیا جارہا ہو۔

۲۔ بالفرض کوئی عرب صاحب سختی کریں تب بھی آپ اَدَباً برداشت کر لیجئے کہ جو اہل عرب کی سختیوں پر صبر کرے گا اس کو میٹھے میٹھے مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوگی۔ ہاں! اگر کسی کے عقیدے میں خرابی ہے تو اس سے سخت نفرت کیجئے۔

۳۔ اِحرام میں تہبند لمبے کا اور اوپر کی چادر تولیہ کی ہو تو نماز میں سہولت رہتی ہے۔

٤۔ احرام کا لباس عمدہ اور موٹا لیں۔ سستے داموں والا بعض اوقات اتنا باریک ہوتا ہے کہ اس سے رانیں چمکتی ہیں۔

٥۔ بے شک گھر ہی میں احرام پہن کر نفل ادا کرلیں مگر نیت اس وقت کریں جب طیارہ فضا میں ہموار ہوجائے۔

٦۔ نماز میں سینے یا پیٹ کا اکثر حصہ کھلا ہونا مکروہ تحریمی ہے۔ لہٰذا محرم تکبیر تحریمہ کہتے وقت کہنیوں کو اچھی طرح پھیلا کر ہاتھ کانوں تک لے جائے اِنْ شَآءَ اللہُ عَزَّ وَجَلَّ سینہ اور پیٹ نہیں کھلیں گے۔

۷۔ احرام میں ہر وقت کندھا کھلا رکھنا سنت نہیں بلکہ اس حالت میں نماز مکروہ ہے۔

۸۔ احرام کی حالت میں غلاف کعبہ، حجر اسود اور رکنِ یمانی کو نہ چھوئیں کہ عموماً لوگ ان پر خوشبو ملتے ہیں۔

۹۔ احرام کی حالت میں ہاتھ ملانے میں احتیاط فرمائیں کہیں دوسرے کے ہاتھ عطر والے نہ ہوں۔

۱۰۔ کفن کو آبِ زم زم سے تر کر کے لانے میں حرج نہیں مگر اس پر صرف آبِ زمزم چھڑ دیں۔ اس کے لیے بھگو کر نچوڑ کر آب زم زم شریف ←

مسئلہ ۲: اگر گواہوں نے رات کے وقت گواہی دی کہ نویں تاریخ آج تھی اور یہ دسویں رات ہے تو اگر اس رات میں سب لوگوں یا اکثر کے ساتھ امام وقوف کرسکتا ہے، تو وقوف لازم ہے وقوف نہ کریں تو حج فوت ہوجائے گا اور اگر اتنا وقت باقی نہ ہو کہ اکثر لوگوں کے ساتھ امام وقوف کرے اگرچہ خود امام اور جو تھوڑے لوگ جلدی کر کے جائیں تو صبح سے پیشتر وہاں پہنچ جائیں گے مگر جو لوگ پیدل ہیں اور جن کے ساتھ بال بچے ہیں اور جن کے پاس اسباب زیادہ ہے ان کو وقوف نہ ملے گا، تو اس شہادت کے موافق عمل نہ کرے بلکہ دوسرے دن بعد زوال تمام حجاج کے ساتھ وقوف کرے۔(2)

مسئلہ ۳: جن لوگوں نے ذی الحجہ کے چاند کی گواہی دی اور اُن کی گواہی قبول نہ ہوئی وہ لوگ اگر امام سے ایک دن پہلے وقوف کریں گے، تو ان کا حج نہ ہوگا بلکہ اُن پر بھی ضرور ہے کہ اُسی دن وقوف کریں، جس دن امام وقوف کرے اگرچہ اُن کے حساب سے اب دسویں تاریخ ہے۔(3)

بہا کر ضائع کرنا گناہ ہے۔(آب زم زم شریف اپنے وطن میں بھی چھڑک سکتے ہیں)

۱۱۔ مطاف و مسعیٰ میں بعض اوقات حج کی کتابوں کے اوراق گرے پڑے نظر آتے ہیں۔ ممکن ہو تو دورانِ طواف و سعی ان کو اٹھا لیا کریں مگر کعبہ شریف کو پیٹھ یا سینہ نہ ہو اس کا خیال رکھیں۔

۱۲۔ حجازِ مقدس میں ننگے پاؤں رہنا اچھا ہے مگر حمام اور راستے کی کیچڑ میں ننگے پاؤں نہ چلیں۔

۱۳۔ منیٰ شریف کے استنجاء خانوں کے نل میں عام طور پر پانی کا بہاؤ کافی تیز ہوتا ہے، لہٰذا بہت تھوڑا تھوڑا کھولیں تاکہ آپ چھینٹوں سے محفوظ رہ سکیں۔

۱٤۔ قربانی کے ٹوکن نہ لیں، دسویں کی رمی کے بعد خود قربانی کریں یا کسی کو وکیل کردیں۔

۱۵۔ اکثر لوگ کفارہ دینے میں بہت سستی کرتے ہیں، یاد رکھیے! جہاں جہاں دم یا صدقہ دینا ہوتا ہے وہاں صرف توبہ کافی نہیں، جہاں کثیر رقم خرچ کر کے سفرِ مدینہ کی سعادت پائی ہے وہاں کفارے دینے پر بھی توجہ رکھیے۔

(2) لباب المناسک والمسلک المتقسط، (باب الوقوف بعرفات وأحکامہ، فصل في اشتباہ یوم عرفۃ)، ص ۲۔

(3) لباب المناسک، (باب الوقوف بعرفات وأحکامہ، فصل في اشتباہ یوم عرفۃ)، ص ۲۔

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

فانقطع مبنی البحث من رأسه واستبان الحق والله الحمد اما ما تمسك به من مسئلة الحج فاقول لا حجة فيها فانهما فيما ارى لدفع الحرج العظيم ونظيره ما في التنوير والدر. تبين ان الامام صلى بغير طهارة تعاد الصلوة دون الاضحية لان من العلماء من قال لا يعيد الصلوة الا الامام وحده فكان للاجتهاد فيه مساغ زيلعي، كما لو شهدوا انه يوم العيد فصلوا ثم ضحوا ثم بان انه يوم عرفة اجزأتهم الصلوة والتضحية لانه لا يمكن ←

مسئلہ ۴: تھوڑی دیر ٹھہرنے سے بھی وقوف ہوجاتا ہے خواہ اُسے معلوم ہو کہ یہ عرفات ہے یا معلوم نہ ہو، باوضو ہو یا بے وضو، جنب ہو یا حیض و نفاس والی عورت، سوتا ہو یا بیدار ہو، ہوش میں ہو یا جنون و بے ہوشی میں یہاں تک کہ عرفات سے ہوکر جو گزر گیا اُسے حج مل گیا یعنی اب اُس کا حج فاسد نہ ہوگا جب کہ یہ سب احرام سے ہوں۔ بے ہوشی میں احرام کی صورت یہ ہے کہ پہلے ہوش میں تھا اور اسی وقت احرام باندھ لیا تھا اور اگر احرام باندھنے سے پہلے بے ہوش ہوگیا اور اُس کے ساتھیوں میں سے کسی نے یا کسی اور نے اُس کی طرف سے احرام باندھ دیا اگرچہ اُس احرام باندھنے والے نے خود اپنی طرف سے بھی احرام باندھا ہو کہ اُس کا احرام اس کے احرام کے منافی نہیں تو اس صورت میں بھی وہ مُحرم ہوگیا دوسرے کے احرام باندھنے کا یہ مطلب نہیں کہ اُس کے کپڑے اُتار کر تہبند باندھ دے بلکہ یہ کہ اُس کی طرف سے نیت کرے اور لبیک کہے۔ (4)

التحرز عن مثل هذا الخطاء فيحكم بالجواز صيانة لجمع المسلمين زيلعي اهـ ملخصا مصححا.

تو بحث کی بنیاد ہی ختم ہوگئی اور حق واضح ہوگیا وللہ الحمد، رہا معاملہ مسئلہ حج سے استدلال، تو میں کہتا ہوں کہ اس میں کوئی دلیل نہیں کیونکہ میرے خیال کے مطابق حج کا مسئلہ دفع حرجِ عظیم پر مبنی ہے اور اس کی نظیر تنویر اور در میں ہے کہ اگر واضح ہوگیا کہ امام نے بغیر طہارت کے نماز پڑھائی تو نماز لوٹائی جائے گی نہ کہ قربانی، کیونکہ بعض علماء نے یہ فرمایا کہ نماز کا صرف امام ہی اعادہ کرے، تو اب یہ مسئلہ اجتہادی قرار پایا، زیلعی۔ جیسا کہ گواہوں نے گواہی دی کہ یہ عید کا دن ہے تو لوگوں نے نماز پڑھی پھر قربانی دی، بعد میں واضح ہوا کہ یہ عرفہ کا دن تھا تو ان کی نماز اور قربانی جائز قرار دی جائے کیونکہ ایسی غلطی سے بچنا ممکن نہیں تو مسلمانوں کے اجتماع کے تحفظ کے پیش نظر جواز کا حکم بھی لگایا جائے گا زیلعی اھ ملخصاً مصححاً، (۱۔ درمختار کتاب الاضحیہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۲)

ثم رأيت بحمد الله التصريح به في اللباب وشرحه بل في نفس الشرح المتعلق به الدر المختار حيث قال شهد وابعد الوقوف بوقوفهم بعد وقته. لا تقبل شهادتهم والوقوف صحيح استحسانا حتى الشهود للحرج الشديد الخ ۲ فقد ظهر الحق والحمد لله رب العالمين. (۲۔ درمختار باب الہدی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۳)

بحمد اللہ پھر میں نے اللباب اور اس کی شرح بلکہ خود شرح درمختار کے مسئلہ سے متعلق درمختار میں تصریح دیکھی کہ اگر گواہوں نے وقوفِ عرفہ کے بعد گواہی دی کہ یہ وقوف وقت کے بعد ہوا ہے تو یہ گواہی مقبول نہ ہوگی اور حاجیوں کا وقوف استحساناً صحیح ہوگا یہاں تک کہ گواہوں کا وقوف بھی صحیح ہوگا ورنہ حرج شدید لازم آئیگا الخ تو اب حق ظاہر ہوگیا والحمد للہ رب العالمین۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۳۲۴۔ ۳۲۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الخامس في کیفیۃ اداء الحج، ج۱، ص ۲۲۹.

والجوھرۃ النیرۃ، کتاب الحج، الجزء الاول، ص ۲۰۹.

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: ←

مسئلہ ۵: جس کا حج فوت ہوگیا یعنی اُسے وقوف نہ ملا تو اب حج کے باقی افعال ساقط ہوگئے اور اُس کا احرام عمرہ کی طرف منتقل ہوگیا لہٰذا عمرہ کر کے احرام کھول ڈالے اور آئندہ سال قضا کرے۔(5)

مسئلہ ۶: آفتاب ڈوبنے سے پہلے ازدحام کے خوف سے حدودِ عرفات سے باہر ہوگیا اُس پر دَم واجب ہے، پھر اگر آفتاب ڈوبنے سے پہلے واپس آیا اور ٹھہرا رہا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوگیا تو دَم معاف ہوگیا اور اگر ڈوبنے کے بعد واپس آیا تو ساقط نہ ہوا اور اگر سواری پر تھا اور جانور اُسے لے کر بھاگ گیا جب بھی دَم واجب ہے۔ یوہیں اگر اُس کا اونٹ بھاگ گیا یہ اُس کے پیچھے چل دیا۔(6)

مسئلہ ۷: مُحرِم نے نمازِ عشا نہیں پڑھی ہے اور وقت صرف اتنا باقی ہے کہ چار رکعت پڑھے مگر پڑھتا ہے تو وقوف عرفہ جاتا رہے گا تو نماز چھوڑے اور عرفات کو جائے۔(7) اور بہتر یہ کہ چلتے میں پڑھ لے بعد کو اعادہ کرے۔

❁❁❁❁❁

ف: وقوف فرض تو اس قدر ہے کہ عرفہ کی دوپہر ڈھلے سے دسویں شب کی صبح صادق تک عرفات میں ہونا پایا جائے اگرچہ ایک عہ ۲ لحہ۔ پھر جو رات کو وقوف کرے اگرچہ مکروہ ہے اسے کچھ دیر لگانا ضرور نہیں اور جو دن کو بعد زوال وقوف کرے کہ سنت یہی ہے اس پر ہمارے نزدیک امور مذکورہ یعنی غروب شمس تک ٹھہرنا اور جزِ قلیل شب کا لے لینا واجب ہیں مگر بعد غروب دیر نہ کرے کہ مکروہ ہے۔

(عہ ۲: اگرچہ بلا قصد، اگرچہ سوتا ہوا، اگرچہ بیہوش، اگرچہ بالاکراہ، اگرچہ بحالت حدث حیض یا نفاس یا جنابت، اگرچہ جانتا بھی نہ ہو کہ یہ مقام عرفات ہے فرض ہر طرح ادا ہوجائے گا ۱۲ منہ)(فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۷۹۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الخامس في کیفیۃ اداء الحج، ج۱، ص۲۲۹۔

(6) لباب المناسک، (باب الوقوف بعرفات وأحکامہ، فصل في الدفع قبل الغروب)، ص۲۱۰۔

(7) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الحج، الجزء الاول، ص۲۰۹۔

مُزدلفہ کی روانگی اور اُس کا وقوف

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿ فَإِذَآ أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَٰتٍ فَٱذْكُرُوا۟ ٱللَّهَ عِندَ ٱلْمَشْعَرِ ٱلْحَرَامِ ۖ وَٱذْكُرُوهُ كَمَا هَدَىٰكُمْ وَإِن كُنتُم مِّن قَبْلِهِۦ لَمِنَ ٱلضَّآلِّينَ ﴿١٩٨﴾ ﴾ (1)

جب عرفات سے تم واپس ہو تو مشعر حرام (مزدلفہ) کے نزدیک، اللہ (عزوجل) کا ذکر کرو اور اس کو یاد کرو جیسے اُس نے تمھیں بتایا اور بیشک اس سے پہلے تم گمراہوں سے تھے۔

❁❁❁❁❁

(1) پ۲، البقرۃ: ۱۹۸.

اس آیت کے تحت مفسر شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ عرفات ایک مقام کا نام ہے جو موقف ہے ضحاک کا قول ہے کہ حضرت آدم وحوا جدائی کے بعد ۹ ذی الحجہ کو عرفات کے مقام پر جمع ہوئے اور دونوں میں تعارف ہوا اس لئے اس دن کا نام عرفہ اور مقام کا نام عرفات ہوا ایک قول یہ ہے کہ چونکہ اس روز بندے اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں اس لئے اس دن کا نام عرفہ ہے

مسئلہ: عرفات میں وقوف فرض ہے کیونکہ افاضہ بلا وقوف متصور نہیں۔

(مزید یہ کہ)

مشعر حرام جبل قُزَح ہے جس پر امام وقوف کرتا ہے مسئلہ: وادی محسّر کے سوا تمام مزدلفہ موقف ہے اس میں وقوف واجب ہے عذر ترک کرنے سے دم لازم آتا ہے اور مشعر حرام کے پاس وقوف افضل ہے۔

احادیث

(حدیث ۱:) صحیح مسلم شریف میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ حجۃ الوداع میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرفات سے مزدلفہ میں تشریف لائے یہاں مغرب وعشا کی نماز پڑھی پھر لیٹے یہاں تک کہ فجر طلوع ہوئی، جب صبح ہوگئی اُس وقت اذان واقامت کے ساتھ نماز فجر پڑھی، پھر قصواء پر سوار ہو کر مشعر حرام میں آئے اور قبلہ کی جانب مونھ کر کے دعا وتکبیر وتہلیل وتوحید میں مشغول رہے اور وقوف کیا یہاں تک کہ خوب اُجالا ہو گیا اور طلوع آفتاب سے قبل یہاں سے روانہ ہوئے۔(1)

(حدیث ۲:) بیہقی محمد بن قیس بن مخرمہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ: اہل جاہلیت عرفات سے اس وقت روانہ ہوتے تھے جب آفتاب مونھ کے سامنے ہوتا غروب سے پہلے اور مزدلفہ سے بعد طلوع آفتاب روانہ ہوتے جب آفتاب چہرے کے سامنے ہوتا اور ہم عرفات سے نہ جائیں گے جب تک آفتاب ڈوب نہ جائے اور مزدلفہ سے طلوع کے قبل روانہ ہوں گے ہمارا طریقہ بت پرستوں اور مشرکوں کے طریقہ کے خلاف ہے۔(2)

---

(1) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۱۸، ص ۶۳۴۔

(2) معرفۃ السنن والآثار، کتاب المناسک، باب الاختیار فی الدفع من المزدلفۃ، الحدیث: ۳۰۴۵، ج ۴، ص ۱۱۷۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ ظاہر یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خطبہ عرفات میں دیا کیونکہ وہاں ارکان حج سکھائے جاتے ہیں اور ہوسکتا ہے کہ حج سے پہلے کسی جمعہ میں ارشاد فرمایا ہوتا کہ حج کو جانے والے ابھی سے احکام سیکھ لیں، اہل جاہلیت سے مراد قریش کے سواء دیگر کفار ہیں، قریش تو عرفات جاتے ہی نہ تھے مزدلفہ سے ہی لوٹ جاتے تھے۔

۲۔ یعنی آفتاب ڈوبنے سے کچھ پہلے وہ عرفات سے روانہ ہوجاتے تھے جب سورج کنارہ مغرب میں پہنچ جاتا اور اس کی دھوپ چہروں پر ایسی ہلالی پڑتی تھی جیسے پیشانی پر عمامہ کا حصہ یعنی سروں پر دھوپ نہ رہتی صرف چہروں پر اس طرح رہتی یا مطلب یہ ہے کہ پہاڑوں پر دھوپ ایسی پڑتی تھی جیسے چہروں پر پگڑی کا کنارہ، عمامہ کی شکل نصف کرہ کی ہے ایسے ہی پہاڑوں پر دھوپ کی شکل ہوجاتی تھی۔

۳۔ خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین عرفات سے سورج ڈوبنے سے پہلے چلتے تھے اور مزدلفہ سے سورج نکلنے کے بعد اسلام میں اس کے برعکس ہے کہ عرفات سے سورج ڈوبنے کے بعد چلتے ہیں تاکہ وہاں ہی رات کی ایک ساعت بھی گزر جائے اور مزدلفہ سے سورج نکلنے سے ←

❁❁❁❁❁

پہلے روانہ ہوجائیں کیونکہ پو پھٹنے پر دن نکل آتا ہے، رات و دن کا اجتماع عرفہ میں بھی کریں گے اور مزدلفہ میں بھی۔ مرقات میں ہے کہ اکثر علماء کے ہاں دن چھپے تک عرفہ میں رہنا واجب ہے اور دن نکلتے وقت تک مزدلفہ میں ٹھہرنا سب کے ہاں سخت مکروہ ہے۔

[۴] یہاں مشکوۃ شریف میں سفیدی چھوڑی ہوئی ہے یعنی مؤلف کو یہ حدیث کہیں نہیں ملی، مگر شیخ ابن حجر اور جزری نے فرمایا کہ یہ حدیث بیہقی شعب الایمان میں ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۴، ص ۲۲۶)

مسائل فقہیّہ

(۱) جب غروب آفتاب کا یقین ہو جائے فوراً مُزدلفہ کو چلو اور امام کے ساتھ جانا افضل ہے (1) مگر وہ دیر کرے تو اُس کا انتظار نہ کرو۔

---

(1) مزدلفہ کو روانگی

جب غُروبِ آفتاب کا یقین ہو جائے تو عَرَفات شریف سے جانبِ مزدَلِفہ شریف چلیے، راستے بھر ذِکر ودُرُود اور لَبَّیک کی تکرار رکھئے، کل میدانِ عَرَفات شریف میں حُقُوقُ اللہ عَزَّ وَجَلَّ معاف ہوئے یہاں حُقُوقُ العِباد معاف فرمانے کا وعدہ ہے۔

اے لیجئے! مزدَلِفہ شریف آگیا ہر طرف چہل پہل اور رونق لگی ہوئی ہے، ہو سکے تو آپ مَشْعَرُ الحَرام (یہ ایک پہاڑ ہے، اِسے جَبَلِ قزح بھی کہتے ہیں) کے پاس قِیام کیجئے اگر یہاں جگہ نہ مل سکے تو تمام مزدَلِفہ میں وادیٔ مُحَسِّر () کے سوا کہیں بھی قِیام کر لیجئے۔ یاد رہے یہاں آپ کو نمازِ مغرب وعشاء وقتِ عشاء میں ادا کرنی ہے۔

مغرب وعشاء مِلا کر پڑھنے کا طریقہ

یہاں آپ کو ایک ہی اذان اور ایک ہی اِقامت سے دونوں نمازیں ادا کرنی ہیں، لہٰذا اذان واِقامت کے بعد پہلے مغرب کے تین فرض ادا کر لیجئے، سلام پھیرتے ہی فوراً عشاء کے فرض پڑھیے پھر مغرب کی سُنّتیں، اِس کے بعد عشاء کی سُنّتیں اور وتر ادا کیجئے۔

کنکریاں چن لیجئے

آج کی رات بعض اکابر علماء رَحِمَہُمُ اللہُ تعالیٰ کے نزدیک لَیلَۃُ القدر سے بھی افضل ہے، یہ رات غفلت یا خوش گپیوں میں ضائع کرنا سخت محرومی ہے، ہو سکے تو ساری رات لَبَّیک اور ذِکر ودُرُود میں گزاریئے۔ رات ہی میں وقت نِکال کر شیطانوں کو مارنے کے لیے اُنچاس کنکریاں کھجور کی گٹھلی کے برابر چُن لیجئے بلکہ کچھ زیادہ لے لیجئے تاکہ وار خالی جانے وغیرہ کی صُورت میں کام آسکیں، کنکریاں بڑے پتھر کو توڑ کر نہ بنائیں نیز اِن کو تین بار پانی سے دھو لینا افضل ہے۔

ایک ضَروری اِحتیاط

شاید آپ بہت تھک چکے ہوں گے لہٰذا چاہیں تو کچھ دیر آرام کر لیں مگر پھر ہو سکے تو جلد ہی اُٹھ جائیں، وُضو بنائیں، تہجد ادا کریں اور عبادت میں مشغول رہیں، آج نمازِ فجر اوّل وقت میں ادا کرنا افضل ہے مگر نماز اُس وقت ادا کریں جب صُبحِ صادِق یقینی طور پر ہو جائے۔ سگِ مدینہ عُفِیَ عَنہ نے خود دیکھا ہے کہ لوگ جلد بازی میں صُبحِ صادِق سے بہت پہلے ہی نمازِ فجر شُروع کر دیتے ہیں تاکہ جلدی جلدی مِنیٰ میں پہنچیں، محترم حاجیو! آپ ایسا نہ کریں۔ آخر ایسی بھی کیا جلدی ہے؟ یاد رکھئے! اگر آپ نے وَقتِ فجر شُروع ہونے سے پہلے فجر کی نماز پڑھ لی تو وہ سرے سے ہوگی ہی نہیں، عُموماً مُعلّم کے آدمی بہت جلدی مچاتے ہیں اور بہت پہلے سے صلوٰۃ صلوٰۃ چلانا شُروع کر دیتے ہیں ←

(۲) راستے بھر ذکر و دُرود و دُعا و لبیک و زاری و بکا میں مصروف رہو۔ اس وقت کی بعض دعائیں یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ اَفَضْتُ وَفِيْ رَحْمَتِكَ رَغِبْتُ وَمِنْ سَخَطِكَ رَهِبْتُ وَمِنْ عَذَابِكَ اَشْفَقْتُ فَاقْبَلْ نُسُكِيْ وَاَعْظِمْ اَجْرِيْ وَتَقَبَّلْ تَوْبَتِيْ وَارْحَمْ تَضَرُّعِيْ وَاسْتَجِبْ دُعَائِيْ وَاَعْطِنِيْ سُؤْلِيْ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ هٰذَا اٰخِرَ عَهْدِنَا مِنْ هٰذَا الْمَوْقِفِ الشَّرِيْفِ الْعَظِيْمِ وَارْزُقْنَا الْعَوْدَ اِلَيْهِ مَرَّاتٍ كَثِيْرَةً بِلُطْفِكَ الْعَمِيْمِ .(2)

(۳) راستہ میں جہاں گنجائش پاؤ اور اپنی یا دوسرے کی ایذا کا احتمال نہ ہو اتنی دیر اتنی دور تیز چلو پیدل ہو خواہ سوار۔

(۴) جب مزدلفہ نظر آئے بشرطِ قدرت پیدل ہولینا بہتر ہے اور نہا کر داخل ہونا افضل، مزدلفہ میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھو:

اَللّٰهُمَّ هٰذَا جَمْعٌ اَسْاَلُكَ اَنْ تَرْزُقَنِيْ جَوَامِعَ الْخَيْرِ كُلِّهٖ اَللّٰهُمَّ رَبَّ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَرَبَّ الرُّكْنِ

اور اعلان کرنے لگ جاتے ہیں کہ فجر کا وقت ہوگیا مگر آپ اُن کی نہ سنیں اُن سے لڑیں بھی نہ بلکہ نرمی سے سمجھائیں کہ ابھی وقت نہیں ہوا ابھی توپ کا گولہ چھوٹے گا پھر نماز ادا کریں گے۔

وُقوفِ مزدلفہ

مزدلفہ میں رات گزارنا سنّتِ مؤکدہ ہے مگر اس کا وُقوف واجب ہے وُقوفِ مزدلفہ کا وقت صُبحِ صادِق سے لے کر طُلوعِ آفتاب تک ہے، اِس کے درمیان اگر ایک لمحہ بھی یہاں گزار لیا تو وُقوف ہوگیا، ظاہر ہے کہ جس نے فجر کے وقت میں یہاں نمازِ فجر ادا کی اُس کا وُقوف صحیح ہوگیا، جو کوئی صُبحِ صادِق سے پہلے ہی مزدلفہ سے چلا گیا اُس کا واجب ترک ہوگیا، لہٰذا اُس پر دَم واجب ہے۔ ہاں، عورت، بیمار یا ضعیف یا کمزور کہ جنہیں بھیڑ کے سبب ایذا پہنچنے کا اَندیشہ ہو اگر ایسے لوگ مجبوراً چلے گئے تو کچھ نہیں۔

کوہِ مَشْعَرُ الْحَرام پر اگر جگہ نہ ملے تو اُس کے دامَن میں اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو وادیٔ مُحَسِّر کے سوا جہاں جگہ مل جائے وُقوف کیجئے اور وُقوفِ عَرَفات والی تمام باتیں یہاں بھی ملحوظ رکھئے یعنی لَبَّیْک کی کثرت کیجئے اور ذِکر و دُرُود اور دُعا میں مشغول ہوجایئے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰه عَزَّ وَجَلَّ! جو کچھ مانگیں گے وہ پائیں گے کہ کل عَرَفات شریف میں حُقوقُ اللّٰه عَزَّ وَجَلَّ معاف ہوئے تھے یہاں حُقوقُ العِباد مُعاف فرمانے کا وعدہ ہے۔

جب طُلُوعِ آفتاب میں دو رَکعت پڑھنے کا وقت باقی رہ جائے تو سُوئے مِنیٰ شریف روانہ ہوجایئے اور راستے بھر لَبَّیْک اور ذِکر و دُرُود کی تکرار رکھئے۔

---

(2) اے اللہ (عزوجل)! میں تیری طرف واپس ہوا اور تیری رحمت میں رغبت کی اور تیری ناخوشی سے ڈرا اور تیرے عذاب سے خوف کیا تو میری عبادت قبول کر اور میرا اجر عظیم کر اور میری توبہ قبول کر اور میری عاجزی پر رحم کر اور مجھے میرا سوال عطا کر۔ اے اللہ (عزوجل)! اس شریف بزرگ جگہ میں میری یہ حاضری آخری حاضری نہ کر اور تو اپنی مہربانی سے یہاں بہت مرتبہ آنا نصیب کر۔

وَالْمَقَامِ وَرَبَّ الْبَلَدِ الْحَرَامِ وَرَبَّ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَسْأَلُكَ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الْكَرِيْمِ اَنْ تَغْفِرَلِيْ ذُنُوْبِيْ وَتَرْحَمَنِيْ وَتَجْمَعَ عَلَى الْهُدٰى اَمْرِيْ وَتَجْعَلَ التَّقْوٰى زَادِيْ وَذُخْرِيْ وَالْاٰخِرَةَ مَاٰبِيْ وَهَبْ لِيْ رِضَاكَ عَنِّيْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ يَامَنْ م بِيَدِهِ الْخَيْرُ كُلُّهُ اَعْطِنِي الْخَيْرَ كُلَّهُ وَاصْرِفْ عَنِّي الشَّرَّ كُلَّهُ اَللّٰهُمَّ حَرِّمْ لَحْمِيْ وَعَظْمِيْ وَشَحْمِيْ وَشَعْرِيْ وَسَائِرَ جَوَارِحِيْ عَلَى النَّارِ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ (3)

❁❁❁❁❁

(3) اے اللہ (عزوجل)! یہ جمع (مزدلفہ) ہے میں تجھ سے تمام خیر کے مجموعہ کا سوال کرتا ہوں، اے اللہ (عزوجل)! مشعر حرام کے رب اور رکن و مقام کے رب اور عزت والے شہر اور عزت والی مسجد کے رب! میں تجھ سے بوسیلہ تیرے وجہ کریم کے نور کے سوال کرتا ہوں کہ تو میرے گناہ بخش دے اور مجھ پر رحم کر اور ہدایت پر میرے کام کو جمع کر دے اور تقویٰ کو میرا توشہ اور ذخیرہ کر اور آخرت میرا مرجع کر اور دنیا اور آخرت میں تو مجھ سے راضی رہ۔ اے وہ ذات جس کے ہاتھ میں تمام بھلائی ہے! مجھ کو ہر قسم کی خیر عطا کر اور ہر قسم کی برائی سے بچا، اے اللہ (عزوجل)! میرے گوشت اور ہڈی اور چربی اور بال اور تمام اعضا کو جہنم پر حرام کر دے، اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربان!۔

مزدلفہ میں مغرب وعشا کی نماز

(۵) وہاں پہنچ کرحتی الامکان جبلِ قزح کے پاس راستہ سے بچ کر اترو ورنہ جہاں جگہ ملے۔

(۶) غالباً وہاں پہنچتے پہنچتے شفق ڈوب جائے گی مغرب کا وقت نکل جائے گا۔ اونٹ کھولنے، اسباب اتارنے سے پہلے امام کے ساتھ مغرب وعشا پڑھو اور اگر وقت مغرب کا باقی بھی رہے جب بھی ابھی مغرب ہرگز نہ پڑھو، نہ عرفات میں پڑھو نہ راہ میں کہ اس دن یہاں نمازِ مغرب وقت مغرب میں پڑھنا گناہ ہے اور اگر پڑھ لو گے عشا کے وقت پھر پڑھنی ہوگی۔ غرض یہاں پہنچ کر مغرب وقت عشا میں بہ نیتِ ادا، نہ بہ نیتِ قضا حتی الامکان امام کے ساتھ پڑھو۔ مغرب کا سلام پھیرتے ہی معاً عشا کی جماعت ہوگی عشا کے فرض پڑھ لو اس کے بعد مغرب وعشا کی سنتیں اور وتر پڑھو اور اگر امام کے ساتھ جماعت نہ مل سکے تو اپنی جماعت کرلو اور نہ ہو سکے تو تنہا پڑھو۔

مسئلہ ۱: یہ مغرب وقت عشا میں پڑھنی اُسی کے لیے خاص ہے جو مزدلفہ کو آئے اور اگر عرفات ہی میں رات کو رہ گیا یا مزدلفہ کے سوا دوسرے راستہ سے واپس ہوا تو اسے مغرب کی نماز اپنے وقت میں پڑھنی ضروری ہے۔(1)

مسئلہ ۲: اگر مزدلفہ کے آنے والے نے مغرب کی نماز راستہ میں پڑھی یا مزدلفہ پہنچ کر عشا کا وقت آنے سے پہلے پڑھ لی، تو اسے حکم یہ ہے کہ اعادہ کرے مگر نہ کیا اور فجر طلوع ہوگئی تو وہ نماز اب صحیح ہوگئی۔(2)

مسئلہ ۳: اگر مزدلفہ میں مغرب سے پہلے عشا پڑھی تو مغرب پڑھ کر عشا کا اعادہ کرے اور اگر طلوع فجر تک اعادہ نہ کیا تو اب صحیح ہوگئی خواہ وہ شخص صاحبِ ترتیب ہو یا نہ ہو۔(3)

مسئلہ ۴: اگر راستہ میں اتنی دیر ہوگئی کہ طلوع فجر کا اندیشہ ہے تو اب راستہ ہی میں دونوں نمازیں پڑھ لے مزدلفہ پہنچنے کا انتظار نہ کرے۔(4)

مسئلہ ۵: عرفات میں ظہر وعصر کے لیے ایک اذان اور دو اقامتیں ہیں اور مزدلفہ میں مغرب وعشا کے لیے ایک

---

(1) ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب في الرفع من عرفات، ج۳، ص۶۰۱.

(2) الدرالمختار، کتاب الحج، ج۳، ص۶۰۱.

(3) المرجع السابق، ص۶۰۲. حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار، کتاب الحج، ج۱، ص۵۰۴.

(4) الدرالمختار، کتاب الحج، ج۳، ص۶۰۲.

اذان اور ایک اقامت۔(5)

مسئلہ ۶: دونوں نمازوں کے درمیان میں سنت ونوافل نہ پڑھے۔ مغرب کی سنتیں بھی بعد عشا پڑھے اگر درمیان میں سنتیں پڑھیں یا کوئی اور کام کیا تو ایک اقامت اور کہی جائے یعنی عشا کے لیے۔(6)

(5) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، مطلب فی الرفع من عرفات، ج۳،ص۶۰۰۔

(6) ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب فی الرفع من عرفات، ج۳،ص۶۰۰۔

مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کی حدیث مبارکہ

حضرت ابن عمر سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں مغرب وعشاء جمع کر کے پڑھیں ا۔ کہ ان میں سے ہر نماز علیحدہ تکبیر سے ادا کی اور نہ ان کے درمیان نفل پڑھے اور نہ ان میں سے کسی نماز کے پیچھے ۲۔(بخاری)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں:

ا۔ اس طرح کہ مغرب عشاء کے وقت میں پڑھی کہ وہاں آج مغرب کا وقت یہ ہی ہے، اگر کوئی عرفات میں یا راستہ میں نماز مغرب پڑھ بھی لے گا تو نہ ہوگی کہ اس نے وقت سے پہلے پڑھ لی۔ خیال رہے کہ عرفات شریف میں تو عصر اپنے وقت سے آگے پڑھتے ہیں کہ ظہر کے وقت میں پڑھی جاتی ہے اس لیے وہاں دونوں نمازوں کے لیے تکبیریں بھی دو ہوں گی اور جو حاجی جماعت امام کے ساتھ پڑھے گا وہ ہی جمع صلوتین کرے گا مگر مزدلفہ میں نماز مغرب پیچھے ہٹ گئی کہ عشاء کے وقت میں پڑھی گئی تو خواہ باجماعت نماز پڑھے یا علیحدہ اور خواہ امام کے ساتھ جماعت پڑھے یا اپنی جماعت علیحدہ کرے، بہرحال جمع صلوتین کرے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ عرفات میں دونوں نمازوں کے لیے اذان ایک اور اقامت دو ہوں گی۔

۲۔ یہ مذہب امام زفر کا ہے کہ مزدلفہ میں بھی مغرب وعشاء دو تکبیروں سے پڑھے ان کی دلیل یہ حدیث ہے، باقی آئمہ فرماتے ہیں کہ یہاں اذان بھی ایک ہوگی اور تکبیر بھی ایک، ان کی دلیل وہ احادیث ہیں جو مسلم شریف نے حضرت سعید ابن جبیر سے اور ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر سے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں ایک اذان ایک اقامت سے دونوں نمازیں پڑھیں وہ احادیث مطابق قیاس ہیں اور یہ حدیث بخاری خلاف قیاس لہذا ان روایات کو ترجیح ہے کیونکہ تکبیر لوگوں کو جمع کرنے کے لیے ہوتی ہے لوگ پہلی اذان وتکبیر پر جمع ہو چکے ہیں اور نماز عشاء کا وقت بھی ہے تو ظاہر ہے کہ بغیر عشاء پڑھے نہ متفرق ہوں گے مگر عرفات میں ظہر اپنے وقت میں ہے اندیشہ ہے کہ لوگ سلام پھیرتے ہی چل دیں گے اس لیے تکبیر فوراً ہی کہہ دی جائے کہ عصر بھی ابھی ہورہی ہے جاؤ مت، بہرحال مذہب آئمہ قوی ہے، امام طحاوی نے امام زفر کا مذہب اختیار کیا ان دونوں نمازوں کے درمیان یا بعد میں نوافل وسنن وغیرہ ہرگز نہ پڑھے کہ یہ ہی سنت ہے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۴،ص۲۲۱)

حجۃ الاسلام حضرت سیدنا امام محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اپنی کتاب لباب الاحیاء میں لکھتے ہیں:

پھر مزدلفہ میں عشاء کے وقت ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ مغرب اور عشاء کی نماز اکٹھی پڑھے اور قصر کرے۔

مسئلہ ۷: طلوعِ فجر کے بعد مزدلفہ میں آیا تو سنت ترک ہوئی مگر دَم وغیرہ اس پر واجب نہیں۔(7)

(۷) نمازوں کے بعد باقی رات ذِکر و لبیک و دُرود و دُعا و زاری میں گزارو کہ یہ بہت افضل جگہ اور بہت افضل رات ہے۔ بعض علما نے اس رات کو شبِ قدر سے بھی افضل کہا۔ زندگی ہے تو سونے کو اور بہت راتیں ملیں گی اور یہاں یہ رات خدا جانے دوبارہ کسے ملے اور نہ ہو سکے تو باطہارت سو رہو کہ فضول باتوں سے سونا بہتر اور اتنے پہلے اُٹھ بیٹھو کہ صبح چمکنے سے پہلے ضروریات وطہارت سے فارغ ہولو، آج نمازِ صبح بہت اندھیرے سے پڑھی جائے گی، کوشش کرو کہ جماعت امام بلکہ پہلی تکبیر فوت نہ ہو کہ عشا و صبح جماعت سے پڑھنے والا بھی پوری شب بیداری کا ثواب پاتا ہے۔

(۸) اب دربارِ اعظم کی دوسری حاضری کا وقت آیا، ہاں ہاں کرم کے دروازے کھولے گئے ہیں، کل عرفات میں حقوق اللہ معاف ہوئے تھے یہاں حقوق العباد معاف فرمانے کا وعدہ ہے۔(8)

دونوں نمازوں کے درمیان نفل نہ پڑھے لیکن دونوں فرض نمازیں ادا کرنے کے بعد مغرب اور عشاء کے نوافل اور وتر نماز کو جمع کرے، پہلے مغرب کے نوافل پڑھے (پھر عشاء کے پڑھے) (لُبَابُ الْاِحْیاء صفحہ ۱۰۶)

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الخامس فی کیفیۃ اداء الحج، ج۱، ص۲۳۱.

(8) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

حق العبد ہر وہ مطالبہ مالی ہے کہ شرعاً اس کے ذمہ کسی کے لئے ثابت ہو اور ہر وہ نقصان وآزار جو بے اجازت شرعیہ کسی قول فعل ترک سے کسی کے دین، آبرو، جسم، مال یا صرف قلب کو پہنچایا جائے۔ تو یہ دو قسمیں ہوئیں، اول کو دیون، ثانی کو مظالم، اور دونوں کو تبعات اور کبھی دیون بھی کہتے ہیں۔ ان دونوں قسم میں نسبت عموم خصوص من وجہ ہے یعنی کہیں تو دین پایا جاتا ہے مظلمہ نہیں، جیسے خریدی چیز کی قیمت، مزدور کی اجرت، عورت کا مہر وغیرہا دیون کہ عقود جائزہ شرعیہ سے اس کے ذمہ لازم ہوئے اور اس نے ان کی ادا میں کمی وتاخیر ناروا نہ برتی یہ حق العبد اس کی گردن پر ہے مگر کوئی ظلم نہیں، اور کہیں مظلمہ پایا جاتا ہے دین نہیں جیسے کسی کو مارا، گالی دی، برا کہا، غیبت کی کہ اس کی خبر اسے پہنچی، یہ سب حقوق العبد وظلم ہیں مگر کوئی دین واجب الادا نہیں، اور کہیں دین اور مظلمہ دونوں ہوتے ہیں جیسے کسی کا مال چرایا، چھینا، لوٹا، رشوت سود جوئے میں لیا، یہ سب دیون بھی ہیں اور ظلم بھی۔ قسم اول میں تمام صور عقود ومطالبہ مالیہ داخل، دوسری میں قول وفعل وترک کو دین آبرو جان جسم مال قلب میں ضرب دینے سے اٹھارہ انواع حاصل، ہر نوع صدہا صورتوں کو شامل، تو کیونکر گنا سکتے ہیں کہ حقوق العباد کس قدر ہیں، ہاں ان کا ضابطہ کلیہ بتا دیا گیا ہے کہ ان دو قسموں سے جو امر جہاں پایا جائے اسے حق العبد جانے پھر حق کس قسم کا ہو جب تک صاحب حق معاف نہ کرے معاف نہیں ہوتا، حقوق اللہ میں تو ظاہر کہ اس کے سوا دوسرا معاف کرنے والا کون ومن یغفر الذنوب الا اللہ [۱] کون گناہ بخشے اللہ کے سوا۔ ([۱] القرآن الکریم ۳/۱۳۵)

الحمدللہ کہ معافی کریم غنی قدیر رؤف رحیم کے ہاتھ ہے والکریم لایأتی منہ الا الکرم (کریم سے سوائے کرم کے کچھ ←

....

اور صادر نہیں ہوتا۔ ت) اور حقوق العباد میں بھی ملک دیان عزجلالہ نے اپنے دار العدل کا یہی ضابطہ رکھا ہے کہ جب تک وہ بندہ معاف نہ کرے معاف نہ ہوگا اگرچہ مولیٰ تعالیٰ ہمارا اور ہمارے جان ومال وحقوق سب کا مالک ہے اگر وہ بے ہماری مرضی کے ہمارے حقوق جسے چاہے معاف فرمادے تو بھی عین حق وعدل ہے کہ ہم بھی اسی کے اور ہمارے حقوق بھی اسی کے مقرر فرمائے ہوئے، اگر وہ ہمارے خون ومال وعزت وغیرہا کو معصوم ومحترم نہ کرتا تو ہمیں کوئی کیسا ہی آزار پہنچاتا نام کو بھی ہمارے حق میں گرفتار نہ ہوتا۔ یونہی اب اس حرمت وعصمت کے بعد بھی جسے چاہے ہمارے حقوق چھوڑ دے ہمیں کیا مجال عذر ہے مگر اس کریم رحیم جل وعلا کی رحمت کہ ہمارے حقوق کا اختیار ہمارے ہاتھ رکھا ہے بے ہمارے بخشے معاف ہوجانے کی شکل نہ رکھی کہ کوئی ستم رسیدہ یہ نہ کہے کہ اے مالک میرے! میں اپنی داد کو نہ پہنچا۔

حدیث میں ہے حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الدواوین ثلثۃ فدیوان لایغفر اللہ منہ شیئا ودیوان لایعبأ اللہ بہ شیئا ودیوان لایترك اللہ منہ شیئا فاما الدیوان الذی لایغفر اللہ منہ شیئا فالاشراك باللہ عزوجل واما الدیوان الذی لایعبأ اللہ بہ شیئا فظلم العبد نفسہ فیما بینہ وبین ربہ من صوم یوم ترکہ اوصلاۃ ترکھا فان اللہ تعالٰی یغفر ذٰلك ان شاء ویتجاوز ان شاء واما الدیوان الذی لایترك اللہ منہ شیئا فمظالم العباد بینھم القصاص لامحالۃ۔ رواہ الامام احمد فی المسند والحاکم فی المستدرك[1] عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

یعنی دفتر تین ہیں، ایک دفتر میں اللہ تعالیٰ کچھ نہ بخشے گا اور ایک دفتر کی اللہ تعالیٰ کو کچھ پروانہیں اور ایک دفتر میں اللہ تعالیٰ کچھ نہ چھوڑے گا، وہ دفتر جس میں اصلاً معافی کی جگہ نہیں وہ تو کفر ہے کہ کسی طرح نہ بخشا جائے گا اور وہ دفتر جس کی اللہ عزوجل کو کچھ پروانہیں وہ بندے کا گناہ ہے خالص اپنے اور اپنے رب کے معاملہ میں کہ کسی دن کا روزہ ترک کیا یا کوئی نماز چھوڑ دی اللہ تعالیٰ چاہے تو اسے معاف کردے اور درگزر فرمائے اور وہ دفتر جس میں سے اللہ تعالیٰ کچھ نہ چھوڑے گا وہ بندوں کا آپس میں ایک دوسرے پر ظلم ہے کہ اس میں ضرور بدلہ ہونا ہے (امام احمد نے مسند میں اور حاکم نے مستدرک میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کی روایت فرمائی۔ ت)

([1] مسند احمد بن حنبل حدیث ۲۵۵۰۰ داراحیاء التراث العربی بیروت ۷/ ۳۴۲) (المستدرک للحاکم کتاب الاھوالباب جعل اللہ القصاص بین الدواب المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۵۷۶۔۵۷۵)

یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لتؤدن الحقوق الٰی اھلھا یوم القیٰمۃ حتی یقاد للشاۃ الجلحاء من الشاۃ القرناء تنطحھا۔ رواہ الائمۃ احمد فی المسند ومسلم[2] فی صحیحہ والبخاری فی الادب المفرد والترمذی فی الجامع عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ

←

بیشک روزِ قیامت تمہیں اہلِ حقوق کو ان کے حق ادا کرنے ہوں گے یہاں تک کہ منڈی بکری کا بدلہ سینگ والی بکری سے لیا جائے گا کہ اسے سینگ مارے (ائمہ کرام نے اس کو روایت کیا مثلاً امام احمد نے مسند میں، امام مسلم نے صحیح مسلم میں، امام بخاری نے الادب المفرد میں اور امام ترمذی نے جامع میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت) (۲۔ صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب نصر الاخ ظالما اومظلوما قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۲۰) (مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۰۱)

ایک روایت میں فرمایا: حتی الذرۃ من الذرۃ۔ رواہ الامام احمد[۳] بسند صحیح۔

یہاں تک کہ چیونٹی سے چیونٹی کا عوض لیا جائے گا۔ (اسے امام احمد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ت)

(۳۔ مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۶۳)

پھر وہاں روپے اشرفیاں تو ہیں نہیں کہ معاوضہ حق میں دی جائیں طریقہ ادا یہ ہوگا کہ اس کی نیکیاں صاحب حق کو دی جائیں گی اگر ادا ہوگیا غنیمت ورنہ اس کے گناہ اس پر رکھے جائیں گے یہاں تک کہ ترازوئے عدل میں وزن پورا ہو۔ احادیث کثیرہ اس مضمون میں وارد، ازاں جملہ حدیث صحیح مسلم وغیرہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ: ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال اتدرون من المفلس قالوا المفلس فینا من لادرھم لہ ولامتاع فقال ان المفلس من امتی من یأتی یوم القیمۃ بصلوۃ وصیام وزکوۃ ویأتی قدشتم ھذا وقد قذف ھذا واکل مال ھذا وسفك دم ھذا وضرب ھذا فیعطی ھذا من حسناتہ وھذا من حسناتہ فان فنیت حسناتہ قبل ان یقضی ماعلیہ اخذ من خطایاھم فطرحت علیہ ثم طرح فی النار[۱]۔ والعیاذ باللہ سبحنہ وتعالٰی۔

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کی ہمارے یہاں تو مفلس وہ ہے جس کے پاس زرومال نہ ہو۔ فرمایا میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے، زکوۃ لے کر آئے اور یوں آئے کہ اسے گالی دی اسے زنا کی تہمت لگائی اس کا مال کھایا اس کا خون گرایا اسے مارا تو اس کی نیکیاں اسے دی گئیں پھر اگر نیکیاں ختم ہوچکیں اور حق باقی ہیں تو ان کے گناہ لے کر اس پر ڈالے گئے پھر جہنم میں پھینک دیا۔ اللہ تعالٰی پاک اور بلند و برتر ذات کی پناہ۔

(۱۔ صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم الظلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۲۰)

غرض حقوق العباد بے ان کی معافی کے معاف نہ ہوں گے ولہذا مروی ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: الغیبۃ اشد من الزنا غیبت زنا سے سخت تر ہے۔ کسی نے عرض کی: یہ کیونکر؟ فرمایا: الرجل یزنی ثم یتوب فیتوب اللہ علیہ وان صاحب الغیبۃ لایغفر لہ حتی یغفر لہ صاحبہ۔ رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ والطبرانی فی الاوسط[۲] عن جابر بن عبداللہ وابی سعید الخدری والبیہقی عنہما وعن انس رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ زانی توبہ کرے تو اللہ تعالٰی قبول فرمالے اور غیبت والے کی مغفرت نہ ہوگی جب تک وہ نہ بخشے جس کی غیبت کی ہے (ابن ابی الدنیا نے ذم الغیبۃ (غیبت کی برائی میں) میں ــــــ

....

اور امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت ابوسعید خدری سے اور امام بیہقی نے ان دونوں کے علاوہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس کی روایت فرمائی۔ت) (۲؎ المعجم الاوسط حدیث ۶۵۸۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۷/۳۰۶)

پھر یہاں معاف کرالینا سہل ہے قیامت کے دن اس کی امید مشکل کہ وہاں ہر شخص اپنے اپنے حال میں گرفتار نیکیوں کا طلبگار برائیوں سے بیزار ہوگا پرائی نیکیاں اپنے ہاتھ آتے اپنی برائیاں اس کے سر جاتے کسے بری معلوم ہوتی ہیں، یہاں تک کہ حدیث میں آیا ہے کہ ماں باپ کا بیٹے پر کچھ دین آتا ہوگا اسے روز قیامت چپٹیں گے کہ ہمارا دین دے وہ کہے گا میں تمہارا بچہ ہوں، یعنی شاید رحم کریں وہ تمنا کریں گے کاش اور زیادہ ہوتا۔

الطبرانی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول انہ یکون للوالدین علی ولد ھما دین فاذا کان یوم القیمۃ یتعلقان بہ فیقول انا ولد کما فیودان او یتمنیان لو کان اکثر من ذٰلک ا؎۔

طبرانی میں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرمارہے تھے کہ والدین کا بیٹے پر دین ہوگا قیامت کے روز والدین بیٹے پر لپکیں گے تو بیٹا کہے گا میں تمہارا بیٹا ہوں تو والدین کو حق دلایا جائے گا اور تمنا کریں گے کاش ہمارا حق اور زائد ہوتا۔ (ا؎ المعجم الکبیر حدیث المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۰/۲۷۰)

جب ماں باپ کا یہ حال تو اوروں سے امید خام خیال، ہاں کریم و رحیم مالک و مولیٰ جل جلالہ وتبارک وتعالیٰ جس پر رحم فرمانا چاہے گا تو یوں کرے گا کہ حق والے کو بے بہا قصور جنت معاوضہ میں عطا فرما کر عفو حق پر راضی کردے گا ایک کرشمہ کرم میں دونوں کا بھلا ہوگا نہ اس کی حسنات اسے دی گئیں نہ اس کی سیأت اس کے سر رکھی گئیں نہ اس کا حق ضائع ہونے پایا بلکہ حق سے ہزاروں درجے بہتر افضل پایا یا رحمت حق کی بندہ نوازی ظالم ناجی مظلوم راضی، فللہ الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ کما یحب ربنا ویرضٰی (پھر اللہ تعالیٰ ہی کے لئے حمد وثنا ہے جس کی ذات بہت زیادہ پاکیزہ اور بابرکت ہے۔ت)

حدیث میں ہے:

بینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جالس اذ رأیناہ اضحک حتی بدت ثنایاہ فقال لہ عمر ما اضحکک یارسول اللہ بابی انت وامی۔

یعنی ایک دن حضور پرنور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما تھے ناگاہ خندہ فرمایا کہ اگلے دندان مبارک ظاہر ہوئے، امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان کس بات پر ہنسی آئی؟

ارشاد فرمایا:

رجلان من امتی جثیا بین یدی رب العزۃ فقال احدھما یارب خذلی مظلمتی من اخی فقال اللہ تعالٰی ←

للطالب کیف تصنع باخیك ولم یبق من حسناته شیئ قال یارب فیحمل من اوزاری وفاضت عینا رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم بالبکاء ثم قال ان ذلك الیوم عظیم یحتاج الناس ان یحمل عنهم من اوزارهم فقال الله للطالب ارفع بصرك فانظر فرفع فقال یارب اری مدائن من ذهب وقصورا من ذهب مکللة باللؤلؤ لای نبی هذا اولای صدیق هذا اولای شهید هذا قال لمن اعطی الثمن قال یارب ومن یملك ذلك قال انت تملکه قال بماذا قال بعفوك عن اخیك قال یارب فانی قد عفوت عنه قال الله تعالی فخذ بید اخیك فادخله الجنة فقال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم عند ذلك اتقوا الله واصلحوا ذات بینکم فان الله یصلح بین المسلمین یوم القیمة۔ رواه الحاکم فی المستدرك [1] والبیهقی فی کتاب البعث والنشور وابویعلی فی مسنده وسعید بن منصور فی سننه عن انس بن مالك رضی الله تعالی عنه۔

دو مرد میری امت سے رب العزت جل جلالہ کے حضور زانوؤں پر کھڑے ہوئے، ایک نے عرض کی: اے رب میرے! میرے اس بھائی نے جو ظلم مجھ پر کیا ہے اس کا عوض میرے لئے لے۔ رب تعالی نے فرمایا: اپنے بھائی کے ساتھ کیا کرے گا اس کی نیکیاں تو سب ہوچکیں، مدعی نے عرض کی: اے رب میرے! تو میرے گناہ وہ اٹھالے۔ یہ فرماکر حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی آنکھیں گریہ سے بہہ نکلیں، پھر فرمایا: بیشک وہ دن بڑا سخت ہے لوگ اس کے محتاج ہوں گے کہ ان کے گناہوں کا کچھ بوجھ اور لوگ اٹھائیں۔ مولی عزوجل نے مدعی سے فرمایا: نظر اٹھاکر دیکھ۔ اس نے نگاہ اٹھائی کہا اے رب میرے! میں کچھ شہر دیکھتا ہوں سونے اور محل سونے کے سراپا موتیوں سے جڑے ہوئے یہ کس نبی کے ہیں یا کس صدیق یا کس شہید کے۔ مولی تبارک وتعالی نے فرمایا: اس کے ہیں جو قیمت دے کہا: اے رب میرے! بھلا ان کی قیمت کون دے سکتا ہے؟ فرمایا: تو۔ عرض کی: کیوں کر؟ فرمایا: یوں کہ اپنے بھائی کو معاف کردے۔ کہا: اے رب میرے! یہ بات ہے تو میں نے معاف کیا۔ مولی جل مجدہ نے فرمایا: اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑلے اور جنت میں لے جا۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اسے بیان کرکے فرمایا کہ اللہ تعالی سے ڈرو اور آپس میں صلح کرو کہ مولی عزوجل قیامت کے دن مسلمانوں میں صلح کرائے گا۔ (حاکم نے مستدرک میں امام بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں ابویعلی نے مسند اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ ت) ([1] مستدرک للحاکم کتاب الاھوال دارالفکر بیروت ۴/ ۵۷۶) (الدرالمنثور بحوالہ ابن ابی الشیخ وابی یعلی والحاکم مکتبۃ العظمی قم ایران ۳/ ۱۶۱)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالی علیہ وسلم:

اذا التقی الخلائق یوم القیمة نادی منادیا یااھل الجمع تتارکوا المظالم بینکم و ثوابکم علی۔ رواه الطبرانی [2] عن انس ایضا رضی الله تعالی عنه بسند حسن۔

جب مخلوق روز قیامت بہم ہوگی ایک منادی رب العزۃ جل وعلا کی طرف سے ندا کرے گا اے مجمع والو! آپس کے ظلموں کا تدارک کرلو ←

....

اور تمہارا ثواب میرے ذمہ ہے۔ (امام طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند حسن اس کو روایت کیا ہے۔ت)

(۲؎ المعجم الاوسط حدیث ۵۱۴۰ مکتبۃ المعارف الریاض ۶/ ۶۷)

اور ایک حدیث میں ہے: حضور والا صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ نے فرمایا:

ان اللہ یجمع الاولین والاٰخرین یوم القیمۃ فی صعید واحد ثم ینادی مناد من تحت العرش یااھل التوحید ان اللہ عزوجل قد عفا عنکم، فیقوم الناس فیتعلق بعضھم ببعض فی ظلامات ثم ینادی منادیا اھل التوحید لیعف بعضکم عن بعض وعلی الثواب. رواہ ایضا؎ عن ام ھانی رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

یعنی بیشک اللہ عزوجل روز قیامت سب اگلوں پچھلوں کو ایک زمین میں جمع فرمائے گا پھر زیر عرش سے منادی ندا کرے گا اے توحید والو! مولٰی تعالٰی نے تمہیں اپنے حقوق معاف فرمائے لوگ کھڑے ہو کر آپ کے دنیاوی مظلموں میں ایک دوسرے سے لپٹیں گے منادی پکارے گا اے توحید والو! ایک دوسرے کو معاف کردو اور ثواب دینا میرے ذمہ ہے۔ (اسے بھی طبرانی نے سیدہ ام ہانی رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔ت) (۱؎ المعجم الاوسط حدیث ۸۳۵۸ مکتبۃ المعارف الریاض ۲/ ۲۰۰)

یہ دولت کبرٰی ونعمت عظمٰی کہ اکرم الاکرمین جلت عظمتہ اپنے محض کرم وفضل سے اس ذلیل روسیاہ سراپا گناہ کو بھی عطا فرمائے۔ ع کہ مستحق کرامت گنہگاراں اند (گنہگار شرف وبزرگی (عطا کئے جانے کے لائق ہیں۔ت)

اس وقت کی نظر میں اس کا جلیل وعدہ جمیل مژدہ صاف صریح بالتصریح یا کالتصریح تصریح پانچ فرقوں کے لئے وارد ہوا:

اول حاجی کہ پاک مال، پاک کمائی، پاک نیت سے حج کرے، اور اس میں لڑائی جھگڑے اور عورتوں کے سامنے تذکرہ جماع اور ہر قسم کے گناہ ونافرمانی سے بچے، اس وقت تک جتنے گناہ کئے تھے بشرط قبول سب معاف ہوجاتے ہیں، پھر اگر حج کے بعد فوراً مرگیا تو اتنی مہلت نہ ملی کہ حقوق اللہ عزوجل یا بندوں کے اس کے ذمہ تھے انہیں ادا یا ادا کی فکر کرتا تو امید واثق ہے کہ مولٰی تعالٰی اپنے تمام حقوق سے مطلقاً درگزر فرمائے یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہا فرائض کہ بجانہ لایا تھا ان کے مطالبہ پر بھی قلم عفو الٰہی پھر جائے اور حقوق العباد دیون ومظالم مثلاً کسی کا قرض آتا ہو، مال چھینا ہو، برا کہا ہو ان سب کو مولٰی تعالٰی اپنے ذمہ کرم پر لے لے اصحاب حقوق کو روز قیامت راضی فرما کر مطالبہ وخصومت سے نجات بخشے، یونہی اگر بعد کو زندہ رہا اور بقدر قدرت تدارک حقوق ادا کرلیا یعنی زکوٰۃ دے دی نماز روزہ کی قضا ادا کی جس کا جو مطالبہ آتا تھا دے دیا جسے آزار پہنچایا تھا معاف کرالیا جس مطالبہ کا لینے والا نہ رہا یا معلوم نہیں اس کی طرف سے تصدق کردیا بوجہ قلت مہلت جو حق اللہ عزوجل یا بندہ کا ادا کرتے کرتے رہ گیا اس کی نسبت اپنے مال میں وصیت کردی، غرض جہاں تک طرق برائت پر قدرت ملی تقصیر نہ کی تو اس کے لئے امید اور زیادہ قوی کہ اصل حقوق کی یہ تدبیر ہوگئی اور اثم مخالفت حج سے دھل چکا تھا، ہاں اگر بعد حج باوصف قدرت ان امور میں قاصر رہا تو یہ سب گناہ از سرنو اس کے سر ہوں گے کہ حقوق تو خود باقی ہی تھے ان کی ادا میں پھر تاخیر وتقصیر گناہ تازہ ہوئے اور وہ حج ان کے ازالہ کو کافی نہ ہوگا کہ حج گزرے گناہوں کو دھوتا ہے آئندہ کے لئے پروانہ بےقیدی نہیں ہوتا بلکہ حج مبرور کی نشانی ←

....

ہی یہ ہے کہ پہلے سے اچھا ہو کر پلٹے فانا للہ وانا الیہ راجعون ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (بے شک ہم اللہ تعالٰی کے لئے ہیں اور یقینا اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں، گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت اللہ تعالٰی بزرگ وبرتر کی توفیق کے بغیر کسی میں نہیں۔ت) مسئلہ حج میں بحمد اللہ تعالٰی یہ وہ قول فیصل ہے جسے فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے بعد تنقیح دلائل ومذاہب واحاطہ اطراف وجوانب اختیار کی نفیس تحقیق بعونہ تعالٰی فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے بعد ورود اس سوال کے ایک تحریر جداگانہ میں لکھی، یہاں اس قدر کافی ہے وباللہ التوفیق (اللہ تعالٰی ہی کے کرم سے توفیق حاصل ہوتی ہے۔ت)

احادیث ابن ماجہ اپنی سنن میں کاملاً اور ابوداؤد مختصراً اور امام عبداللہ بن امام احمد زوائد مسند اور طبرانی معجم کبیر اور ابویعلٰی مسند اور ابن حبان ضعفاء اور ابن عدی کامل اور بیہقی سنن کبرٰی وشعب الایمان وکتاب البعث والنشور اور ضیاء مقدسی بافادہ تصحیح مختارہ میں حضرت عباس بن مرداس اور امام عبداللہ بن مبارک بسند صحیح اور ابویعلٰی وابن منیع بوجہ آخر حضرت انس بن مالک اور ابونعیم حلیۃ الاولیا اور امام ابن جریر طبری تفسیر اور حسن بن سفیان مسند اور ابن حبان ضعفاء میں حضرت عبداللہ بن عمر فاروق اعظم اور عبدالرزاق مصنف اور طبرانی معجم کبیر میں حضرت عبادہ بن صامت اور دارقطنی وابن حبان حضرت ابوہریرہ اور ابن مندہ کتاب الصحابہ اور خطیب تلخیص المتشابہ میں حضرت زید جد عبدالرحمن بن عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے بطرق عدیدہ والفاظ کثیرہ ومعانی متقاربہ راوی:

وهذا حديث الامام عبد الله بن المبارك على سفين الثوری عن الزبير بن عدی عن انس رضی الله تعالى عنه قال وقف النبی صلى الله تعالى عليه وسلم بعرفات وقد كادت الشمس ان تغرب فقال يا بلال انصت لی الناس فقام بلال فقال انصتوا لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فنصت الناس فقال يا معاشر الناس اتانی جبريل انفا فاقرانی من ربی السلام وقال ان الله عزوجل غفر لاهل عرفات واهل المشعر وضمن عنهم التبعات فقام عمر بن الخطاب رضی الله تعالى عنه فقال يارسول الله هذا لنا خاصة قال هذا لكم ولمن اتى من بعدكم الى يوم القيمة فقال عمر بن الخطاب كثر خير الله وطاب [1]۔

(یہ حدیث امام عبداللہ بن مبارک نے امام سفیان ثوری سے انہوں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے۔ت) یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عرفات میں وقوف فرمایا یہاں تک کہ آفتاب ڈوبنے پر آیا اس وقت ارشاد ہوا اے بلال! لوگوں کو میرے لئے خاموش کر، بلال نے کھڑے ہو کر پکارا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے خاموش ہو جاؤ، لوگ ساکت ہوئے۔ حضور پرنور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ نے فرمایا اے لوگو! ابھی جبریل نے حاضر ہو کر مجھے میرے رب کا سلام وپیام پہنچایا کہ اللہ عزوجل نے عرفات ومشعر الحرام والوں کی مغفرت فرمائی اور ان کے باہمی حقوق کا خود ضامن ہوگیا۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی یارسول اللہ کیا یہ دولت خاص ہمارے لئے ہے؟ فرمایا تمہارے لئے اور جو تمہارے بعد قیامت تک آئیں سب کے لئے عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا اللہ عزوجل کی خیر کثیر وپاکیزہ ہے انتہی

[1] الدر المنثور بحوالہ ابن مبارک عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۱/ ۳۳۰۔۳۱ ←

والحمدللہ رب العلمین (اور سب تعریف اللہ تعالٰی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ت)

دوم شہید بحر کہ خاص اللہ عزوجل کی رضا چاہنے اور اس کا بول بالا ہونے کے لئے سمندر میں جہاد کرے اور وہاں ڈوب کر شہید ہو حدیثوں میں آیا کہ مولٰی عزوجل خود اپنے دست قدرت سے اس کی روح قبض کرتا اور اپنے تمام حقوق اسے معاف فرماتا اور بندوں کے سب مطالبے جو اس پر تھے اپنے ذمہ کرم پر لیتا ہے۔

احادیث ابن ماجہ اور طبرانی معجم کبیر میں حضرت ابوامامہ اور ابونعیم حلیہ میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب اور شیرازی کتاب الالقاب میں حضرت عبداللہ ابن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے راوی:

واللفظ لابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یغفر لشھید البر الذنوب کلھا الا الدین ویغفر لشھید البحر الذنوب کلھا والدین۔[1]

(حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے الفاظ ہیں۔ت) یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو خشکی میں شہید ہو اس کے سب گناہ بخشے جاتے ہیں مگر حقوق العباد۔ اور جو دریا میں شہادت پائے اس کے تمام گناہ وحقوق العباد سب معاف ہوجاتے ہیں۔

(1۔ المعجم الکبیر حدیث ۷۷۱۶ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸ /۲۰۱)(سنن ابن ماجہ، کتاب الجہاد باب فضل الغزو والبحر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۴)

اللھم ارزقنا بجاھہ عندک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وبارک اٰمین

(اے اللہ! حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس بلند پایہ رتبہ کے طفیل جو ان کا تیری بارگاہ میں ہے ہمیں یہ دولت نصیب فرما آمین۔ت)

سوم شہید صبر یعنی وہ مسلمان سنی المذہب صحیح العقیدہ جسے ظالم نے گرفتار کرکے بحالت بیکسی ومجبوری قتل کیا، سولی دی، پھانسی دی، کہ یہ بوجہ اسیری قتال ومدافعت پر قادر نہ تھا بخلاف شہید جہاد کہ مارتا مرتا ہے اس کی بیکسی وبیدست پائی زیادہ باعث رحمت الٰہی ہوتی ہے کہ حق اللہ وحق العبد کچھ نہیں رہتا ان شاء اللہ تعالٰی (اگر اللہ تعالٰی چاہے۔ت)

احادیث بزار ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بسند صحیح راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

قتل الصبر لایمر بذنب الامحاہ[2]

قتل صبر کسی گناہ پر نہیں گزرتا مگر یہ کہ اسے مٹادیتا ہے۔

(2۔ کشف الاستار عن زوائد البزار کتاب الحدود باب قتل الصبر حدیث ۱۵۴۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۲ /۲۱۴)

نیز بزار ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

قتل الرجل صبرا کفارۃ لما قبلہ من الذنوب[3]

آدمی کا بروجہ صبر مارا جانا تمام گزشتہ گناہوں کا کفارہ ہے۔

(3۔ کشف الاستار عن زوائد البزار کتاب الحدود باب قتل الصبر حدیث ۱۵۴۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۲ /۲۱۳)

قال المناوی فی التیسیر ظاھرہ وان کان المقتول عاصیا ومات بلا توبۃ ففیہ ردّ علی الخوارج والمعتزلۃ [۴] اھ ورأیتنی کتبت علی ھامشہ مانصہ اقول: بل لامحمل لہ سواہ فانہ ان لم یکن عاصیا لم یمر القتل بذنب وان کان تاب فکذالک فان التائب من الذنب کمن لاذنب لہ۔

علامہ مناوی نے تیسیر میں فرمایا اس کا ظاہر مفہوم یہ ہے کہ اگرچہ مقتول گنہگار ہو اور بغیر توبہ مرجائے۔ پس اس میں خارجیوں اور معتزلہ کا رد ہے اھ، مجھے یاد ہے کہ میں نے اس کے حاشیہ پر لکھا کہ جس کی عبارت یہ ہے میں کہتا ہوں بلکہ اس کے علاوہ اس کا اور کوئی محمل نہیں اس لئے کہ اگر مقتول گنہگار نہ ہو تو پھر قتل کا گناہ پر گزر نہ ہوگا (گناہ ہی نہ ہو تو اس پر گزر کیسا) اور اگر اس نے توبہ کرلی تو پھر بھی یہی حکم ہے اس لئے کہ گناہوں سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہوجاتا ہے کہ جس کا کوئی گناہ ہی نہیں۔ت)

(۴؎ التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث قتل الصبر الخ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۲/ ۱۹۳)

احادیث مطلق ہیں اور مخصص مفقود وحدث عن البحر ولاحرج اور ہم نے سنی المذہب کی تخصیص اس لئے کی کہ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لو ان صاحب بدعۃ مکذبا بالقدر قتل مظلوما صابرا محتسبا بین الرکن والمقام لم ینظر اللہ فی شیئ من امرہ حتی یدخلہ جھنم۔ رواہ ابو الفرج فی العلل [۱] من طریق کثیر من سلیم ثنا انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فذکرہ۔

اگر کوئی بدمذہب تقدیر ہر خیر وشر کا منکر خاص حجر اسود ومقام ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان محض مظلوم وصابر مارا جائے اور وہ اپنے اس قتل میں ثواب الٰہی ملنے کی نیت بھی رکھے تاہم اللہ عزوجل اس کی کسی بات پر نظر نہ فرمائے یہاں تک کہ اسے جہنم میں داخل کرے، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ (ابوالفرج نے العلل میں کثیر بن سلیم ثنا انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند سے روایت کیا اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، پھر پوری حدیث کو ذکر کیا۔ت)

(۱؎ العلل المتناھیۃ باب دخول المبتدع النار حدیث ۲۱۵ نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۱۴۰)

چہارم مدیون جس نے بحاجت شرعیہ کسی نیک جائز کام کے لئے دین لیا اور اپنی چلتی ادا میں کمی نہ کی نہ کبھی تاخیر ناروا رکھی بلکہ ہمیشہ سچے دل سے ادا پر آمادہ اور تاحد قدرت اس کی فکر کرتا رہا پھر بمجبوری ادا نہ ہوسکا اور موت آگئی تو مولٰی عزوجل اس کے لئے اس دین سے درگزر فرمائے گا اور روز قیامت اپنے خزانہ قدرت سے ادا فرما کر دائن کو راضی کردے گا اس کے لئے یہ وعدہ خاص اسی دین کے واسطے ہے نہ تمام حقوق العباد کے لئے۔

احادیث احمد وبخاری وابن ماجہ حضرت ابوہریرہ اور طبرانی معجم کبیر میں بسند صحیح حضرت میمون کردی اور حاکم مستدرک اور طبرانی کبیر میں حضرت ابوامامہ باہلی اور احمد وبزار وطبرانی وابونعیم بسند حسن حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق اور ابن ماجہ وبزار حضرت عبداللہ بن عمرو ←

اور بیہقی مرسلاً قاسم مولائے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی واللفظ لمیمون رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من ادان دینا ینوی قضائہ اداہ اللہ عنہ یوم القیمۃ[1]۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کسی دین کا معاملہ کرے کہ اس کے ادا کی نیت رکھتا ہو اللہ عزوجل اس کی طرف سے روز قیامت ادا فرمائے گا۔ ([1] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۴۹۲۳ / ۴۳۲ وحدیث ۸۷۹۴۹ / ۲۹۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت) (السنن الکبریٰ للبیہقی کتاب البیوع باب ماجاء فی جواز الاستقراض دار الفکر بیروت ۵ / ۳۵۴) (کنز العمال بحوالہ طب عن میمونہ حدیث ۱۵۴۲۷ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶ / ۲۲۱)

حدیث ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لفظ مستدرک میں یہ ہیں حضور اقدس صلوات اللہ وسلامہ علیہ فرماتے ہیں:

من تداین بدین وفی نفسہ وفاؤہ ثم مات تجاوز اللہ عنہ وارضی غریمہ بماشاء[2]۔

جس نے کوئی معاملہ دین کیا اور دل میں ادا کی نیت رکھتا تھا پھر موت آگئی اللہ عزوجل اس سے درگزر فرمائے گا اور دائن کو جس طرح چاہے راضی کرے گا۔

نیک وجائز کی قید حدیث عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ظاہر کہ اس میں ضرورت جہاد وضرورت تجہیز وتکفین مسلمان وضرورت نکاح کو ذکر فرمایا بلکہ بخاری تاریخ اور ابن ماجہ سنن اور حاکم مستدرک میں راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالیٰ مع الدائن حتی یقضی دینہ مالم یکن دینہ فیما یکرہ اللہ[3]۔

بیشک اللہ تعالیٰ قرضدار کے ساتھ ہے یہاں تک کہ اپنا قرض ادا کرے جب تک کہ اس کا دین اللہ تعالیٰ کے ناپسند کام میں نہ ہو۔

([2] المستدرک للحاکم کتاب البیوع ان اللہ مع الدائن الخ دار الفکر بیروت ۲ / ۲۳) ([3] المستدرک للحاکم کتاب البیوع ان اللہ مع الدائن الخ دار الفکر بیروت ۲ / ۲۳) (کنز العمال بحوالہ تخ، ہ، ک حدیث ۱۵۴۳۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶ / ۲۲۱)

مجبوری رہ جانے کی قید حدیث ابن صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ثابت کہ رب العزت جل وعلا روز قیامت مدیون سے پوچھے گا تو نے کاہے میں یہ دین لیا اور لوگوں کا حق ضائع کیا، عرض کرے گا اے رب میرے! تو جانتا ہے کہ میرے اپنے کھانے پینے پہننے ضائع کردینے کے سبب وہ دین نہ رہ گیا بلکہ اتی علی اما حرق واما سرق واما وضیعۃ آگ لگ گئی یا چوری ہوگئی یا تجارت میں ٹوٹا پڑا یوں رہ گیا، مولیٰ عزوجل فرمائے گا: صدق عبدی فانا احق من قضی عنک[1]۔ میرا بندہ سچ کہتا ہے سب سے زیادہ میں مستحق ہوں کہ تیری طرف سے ادا فرمادوں۔ ([1] مسند امام احمد بن حنبل عن عبدالرحمن بن ابی بکر المکتب الاسلامی بیروت ۱ / ۱۹۸) (الترغیب والترہیب بحوالہ احمد والبزار والطبرانی وابی نعیم مصطفی البابی مصر ۲ / ۶۰۲)

پھر مولیٰ سبحنہ وتعالیٰ کوئی چیز منگا کر اس کے پلہ میزان میں رکھ دے گا کہ نیکیاں برائیوں پر غالب آجائیں گی اور وہ بندہ رحمت الٰہی کے فضل سے داخل جنت ہوگا۔

پنجم اولیائے کرام صوفیہ صدق ارباب معرفت قدست اسرارہم ونفعنا اللہ ببرکاتہم فی الدنیا والآخرۃ (ان کے راز پاک کردیے گئے، اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا اور آخرت میں ان کی برکتوں سے فائدہ پہنچائے۔ت) کہ بنص قطعی قرآن روز قیامت ہر خوف وغم سے محفوظ وسلامت ہیں۔ قال تعالٰی الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون [۲]۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) آگاہ ہوجاؤ یقیناً اللہ تعالیٰ کے دوست (ہر خوف اور غم سے محفوظ ہوں گے) نہ انہیں کوئی ڈر ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (۲۔ القرآن الکریم ۱۰/ ۶۲)

توان میں بعض سے اگر بتقاضائے بشریت بعض حقوق الٰہیہ میں اپنے منصب ومقام کے لحاظ سے کہ حسنات الابرار سیئات المقربین کوئی تقصیر واقع ہو تو مولیٰ عزوجل اسے وقوع سے پہلے معاف کرچکا کہ:
قد اعطیتکم من قبل ان تسألونی وقد اجبتکم من قبل ان تدعونی وقد غفرت لکم من قبل ان تعصونی [۳]۔
میں نے تمہیں عطا فرمادیا اس سے پہلے کہ تم مجھ سے کچھ مانگو، اور میں نے تمہاری درخواست قبول کرلی قبل اس کے کہ تم مجھے پکارو، اور یقیناً تمہاری نافرمانی کرنے سے پہلے میں نے تمہیں معاف کردیا۔
(۳۔ مفاتیح الغیب التفسیر الکبیر تحت آیۃ سورۃ القصص وما کنت بجانب الغربی الخ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ ۲۴/ ۲۵۷)

یوہیں اگر باہم کسی طرح کی شکررنجی یا کسی بندہ کے حق میں کچھ کمی ہو جیسے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مشاجرات کہ:
ستکون لاصحابی زلۃ یغفرھا اللہ تعالٰی لھم لسابقتھم معی [۱]۔
عنقریب میرے ساتھیوں سے کچھ لغزشیں ہوں گی جنہیں ان کی پیش قدمی کے باعث اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا۔
(۱۔ الجامع الصغیر حدیث ۴۷۵۶ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۰۱)

تو مولیٰ تعالیٰ وہ حقوق اپنے ذمہ کرم پر لے کر ارباب حقوق کو حکم تجاوز فرمائے گا اور باہم صفائی کراکر آمنے سامنے جنت کے عالیشان تختوں پر بٹھائے گا کہ: ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علی سرر متقبلین [۲]۔ ان کے سینوں کو کینوں اور کدورتوں سے ہم پاک صاف کردیں گے پھر وہ بھائی بھائی ہوکر ایک دوسرے کے آمنے سامنے تخت نشین ہوں گے۔ (۲۔ القرآن الکریم ۱۰/ ۶۲)

اسی مبارک قوم کے سرور وسردار حضرات اہل بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جنہیں ارشاد ہوتا ہے: اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم [۳]۔ جو چاہو کرو کہ میں تمہیں بخش چکا۔ (۳۔ صحیح البخاری کتاب المغازی باب فضل من شہد بدرا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۵۶۷)

انہیں کے اکابر سادات سے حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جن کے لئے بارہا فرمایا گیا:
ما علی عثمٰن ما عمل بعد ھذہ ما علی عثمٰن ما عمل بعد ھذہ [۴]۔
آج سے عثمان کچھ کرے اس پر مواخذہ نہیں، آج سے عثمان کچھ کرے اس پر مواخذہ نہیں۔
(۴۔ جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب عثمان ابن عفان امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۱۱)

....

نقیر غفر اللہ تعالٰی کہتا ہے حدیث: اذا احب الله عبداً لم یضرہ ذنب رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس ۵ ـو الامام القشیری فی رسالتہ وابن النجار فی تاریخہ عن انس بن مالک رضی الله تعالٰی عنه عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم۔

جب اللہ تعالٰی کسی بندے سے محبت کرنے لگے تو اسے کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا، محدث دیلمی نے اسے مسند الفردوس میں، امام قشیری نے اپنے رسالہ میں اور ابن نجار نے اپنی تاریخ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے اسے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت کیا۔ (۵ـ الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۴۳۲ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲ / ۷۷) (الدرالمنثور بحوالہ القشیری وابن نجار تحت آیۃ ان اللہ یحب التوابین الخ منشورات مکتبۃ آیۃ العظمی قم ایران ۱ / ۲۶۱)

کا محمل یہی ہے کہ محبوبان خدا اول تو گناہ کرتے ہی نہیں ع ان المحب لمن یحب مطیع (بے شک محبت کرنے والا جس سے محبت کرتا ہے اس کا فرمانبردار مطیع ہوتا ہے۔ت)

وھذا ما اختارہ سیدنا الوالد رضی الله تعالٰی عنه (اور اسی کو ہمارے والدگرامی (اللہ تعالٰی ان سے راضی ہو) نے پسند فرمایا۔ت) اور احیانًا کوئی تقصیر واقع ہو تو واعظ وزاجر الٰہی انہیں متنبہ کرتا اور توفیق انابت دیتا ہے پھر التائب من الذنب کمن لا ذنب له ا ـ (گناہوں سے توبہ کرنے والا اس آدمی کی طرح ہوجاتا ہے جس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو۔ت) اس حدیث کا ٹکڑا ہے وھذا مامشی علیه المناوی فی التیسیر (یہ وہی ہے جس پر علامہ مناوی نے تیسیر میں روش اختیار فرمائی۔ت) اور بالفرض ارادۂ الٰہیہ دوسرے طور پر تجلی شان عفو ومغفرت واظہار مکان قبول ومحبوبیت پر نافذ ہوا تو عفو مطلق وارضائے اہل حق سامنے موجود، ضرر ذنب بحمد اللہ تعالٰی ہر طرح مفقود، والحمد لله الکریم الودود. وھذا ما زدته بفضل المحمود (سب تعریف اس خدا کے لئے جو بزرگ و برتر، معزز اور بندوں کو دوست رکھنے والا اور ان کا محبوب ہے، یہ وہ ہے جس کا میں نے اللہ تعالٰی ستودہ صفات کے فضل وکرم سے اضافہ کیا ہے۔ت)

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ کے گمان میں حدیث مذکور ام ہانی رضی اللہ تعالٰی عنہا ینادی مناد من تحت العرش یااھل التوحید الحدیث ۲ـ (عرش کے نیچے سے ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا اے توحید پرستو، الحدیث۔ت) میں اہل توحید سے یہی محبوبان خدا مراد ہیں کہ توحید خالص تام کامل ہر گونہ شرک خفی واخفی سے پاک ومنزہ انہیں کا حصہ ہے بخلاف اہل دنیا جنہیں عبدالدینار عبدالدرہم عبدطمع عبدہوٰی عبدرغب فرمایا گیا۔ (ا ـ الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۴۳۲ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲ / ۷۷)

(۲ ـ المعجم الاوسط حدیث ۱۳۵۸ مکتبۃ المعارف الریاض ۲ / ۲۰۰)

وقال اللہ تعالٰی افرأیت من اتخذ الٰھه ھواہ ۱ ـ

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: (اے محبوب!) کیا آپ نے دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ (ا ـ القرآن الکریم ۴۵ / ۲۳) ←

❀❀❀❀❀

اور بیشک بے حصول معرفت الٰہی اطاعت ہوائے نفس سے باہر آنا سخت دشوار، یہ بندگان خدا نہ صرف عبادت بلکہ طلب وارادت بلکہ خود اصل ہستی و وجود میں اپنے رب جل مجدہ کی توحید کرتے ہیں لا الہ الا اللہ (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔ت) کے معنی عوام کے نزدیک **لا معبود الا اللہ** (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسا نہیں جس کی عبادت کی جائے۔ت)، خواص کے نزدیک **لا مقصود الا اللہ** (اللہ تعالیٰ کے سوا مقصود و مطلوب نہیں۔ت)، اہل ہدایت کے نزدیک **لا مشھود الا اللہ** (اللہ تعالیٰ کے کے سوا کوئی ایسا نہیں جس کی وحدانیت کی گواہی دی جائے اور جس کی بارگاہ میں مخلوق حاضر ہونے والی ہو۔ت) ان اخص الخواص ارباب نہایت کے نزدیک **لا موجود الا اللہ** (اللہ تعالیٰ کے سوا حقیقتاً کوئی موجود نہیں۔ت) تو اہل توحید کا سچا نام انہیں کو زیبا، والہٰذا ان کے علم توحید کہتے ہیں: **جعلنا اللہ تعالٰی من خدامھم و تراب اقدامھم فی الدنیا والاٰخرۃ وغفرلنا بجاھھم عندہ انہ اھل التقوٰی واھل المغفرۃ اٰمین!** اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے خادموں میں شامل فرمائے اور دنیا وآخرت میں ان کے قدموں کی مٹی بنادے اور ان کے اس مرتبہ عالیہ کے طفیل جوان کا اس کی بارگاہ میں ہے ہمیں بخش دے بیشک وہی اس لائق ہے کہ اس سے خوف رکھا جائے اور وہی بخش دینے کی اہلیت رکھتا ہے۔اے اللہ! میری دعا قبول و منظور فرما۔

امید کرتا ہوں کہ اس حدیث کی یہ تاویل تاویل امام غزالی قدس سرہ العالی سے احسن واجود، وباللہ التوفیق۔

پھر ان صورتوں میں بھی جبکہ طرز یہی برتی گئی کہ صاحب حق کو راضی فرمائیں اور معاوضہ دے کر اس سے بخشوائیں تو وہ کلیہ ہر طرح صادق رہا کہ حق العبد بے معافی عبد معاف نہیں ہوتا۔غرض معاملہ نازک ہے اور امر شدید اور عمل تباہ اہل بعید، اور کرم عمیم اور رحم عظیم، اور ایمان خوف ورجا کے درمیان۔

وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علٰی شفیع المذنبین نجاۃ الھالکین مرتجی البائسین محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین والحمد للہ رب العٰلمین واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اور ہمیں اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے، اور گناہوں سے کنارہ کش ہونے کی طاقت اور نیکی کرنے کی قدرت اس کی توفیق وعنایت کے بغیر کسی میں نہیں، وہ بلند مرتبہ بزرگ وبرتر ذات ہے، اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمتیں ہوں گنہگاروں کیلئے سفارش کرنے والی ذات پر، تباہ حالوں کے وسیلہ نجات پر اور ناامید ہونے والوں کے مرکز امید پر یعنی ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر، ان کی سب اولاد اور ساتھیوں پر، سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور اللہ تعالیٰ پاک بلند وبالا سب سے بڑا عالم ہے اور اس عظمت والی ذات کا علم نہایت درجہ کامل اور محکم ومضبوط ہے۔ ۱۴/ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۰ھ

(فتاوی رضویہ، جلد ۲۴، ص ۴۶۰۔۴۷۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاویٰ رضویہ جلد 24 رسالہ اعجب الامداد فی مکفرات حقوق العباد ملاحظہ فرمائیے۔

مزدلفہ کا وقوف

مشعر الحرام میں یعنی خاص پہاڑی پر اور نہ ملے تو اس کے دامن میں اور یہ بھی نہ ہوسکے تو وادیٔ محسر (1) کے سوا جہاں گنجائش پاؤ وقوف کرو اور تمام باتیں کہ وقوفِ عرفات میں مذکور ہوئیں ملحوظ رکھو یعنی لبیک کی کثرت کرو اور ذکر و درود و دُعا میں مشغول رہو یہاں کے لیے بعض دُعائیں یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ خَطِیْـئَتِیْ وَجَھْلِیْ وَاِسْرَافِیْ فِیْ اَمْرِیْ وَمَآ اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ جِدِّیْ وَھَزْلِیْ وَخَطَآئِیْ وَعَمْدِیْ وَکُلُّ ذَالِكَ عِنْدِیْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْفَقْرِ وَالْکُفْرِ وَالْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَضَلَعِ الدَّیْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ وَاَسْأَلُكَ اَنْ تَقْضِیَ عَنِّی الْمَغْرَمَ وَاَنْ تَعْفُوَ عَنِّیْ مَظَالِمَ الْعِبَادِ وَاَنْ تُرْضِیَ عَنِّی الْخُصُوْمَ وَالْغُرَمَآءَ وَاَصْحَابَ الْحُقُوْقِ اَللّٰھُمَّ اَعْطِ نَفْسِیْ تَقْوٰھَا وَزَکِّھَا اَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَکّٰھَا اَنْتَ وَلِیُّھَا وَمَوْلٰھَا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَمِنْ غَلَبَةِ الْعَدُوِّ وَمِنم بَوَارِ لَّاَئِمِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ اِذَا اَحْسَنُوا اسْتَبْشَرُوْا وَاِذَا اَسَاؤُا اسْتَغْفَرُوْا.

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِیْنَ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ الْوَفْدِ الْمُتَقَبَّلِیْنَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ فِیْ ھٰذَا الْجَمْعِ اَنْ تَجْمَعَ لِیْ جَوَامِعَ الْخَیْرِ کُلِّهٖ وَاَنْ تُصْلِحَ لِیْ شَاْنِیْ کُلَّهٗ وَاَنْ تَصْرِفَ عَنِّی السُّوْءَ کُلَّهٗ فَاِنَّهٗ لَا یَفْعَلُ ذَالِكَ غَیْرُكَ وَلَا یَجُوْدُ بِهٖ اِلَّا اَنْتَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی بَطْنِهٖ وَمِنْ شَرِّ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی رِجْلَیْنِ وَمِنْ شَرِّ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی اَرْبَعٍ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ اَخْشٰكَ کَاَنِّیْ اَرٰكَ اَبَدًا حَتّٰی اَلْقٰكَ وَاَسْعِدْنِیْ بِتَقْوٰكَ وَلَا تُشْقِنِیْ بِمَعْصِیَتِكَ وَخِرْلِیْ مِنْ قَضَآئِكَ وَبَارِكْ لِیْ فِیْ قَدَرِكَ حَتّٰی لَآ اُحِبَّ تَعْجِیْلَ مَا اَخَّرْتَ وَلَا تَاْخِیْرَ مَا عَجَّلْتَ وَاجْعَلْ غِنَایَ فِیْ نَفْسِیْ وَمَتِّعْنِیْ بِسَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَاجْعَلْھُمَا الْوَارِثَ مِنِّیْ وَانْصُرْنِیْ عَلٰی مَنْ ظَلَمَنِیْ وَاَرِنِیْ فِیْهِ ثَارِیْ وَاَقِرَّ بِذٰلِكَ عَیْنِیْ.(2)

---

(1) کہ اس میں وقوف جائز نہیں۔

(2) اے اللہ (عزوجل)! میری خطا اور جہل اور زیادتی اور جس کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے سب کو بخش دے، اے اللہ (عزوجل)! میرے تمام گناہ معاف کردے کوشش سے جس کو میں نے کیا یا بلا کوشش اور خطا سے کیا یا قصد سے اور یہ سب میں نے کیے، اے اللہ (عزوجل)! تیری پناہ مانگتا ہوں محتاجی اور کفر اور عاجزی و سستی سے اور تیری پناہ غم و حزن سے اور تیری پناہ بزدلی و بخل اور دَین کی گرانی اور ←

مسئلہ ۸: وقوف مزدلفہ کا وقت طلوع فجر سے اُجالا ہونے تک ہے۔ اس درمیان میں وقوف نہ کیا تو فوت ہوگیا اور اگر اس وقت میں یہاں سے ہوکر گزر گیا تو وقوف ہوگیا اور وقوف عرفات میں جو باتیں تھیں وہ یہاں بھی ہیں۔ (3)

مسئلہ ۹: طلوع فجر سے پہلے جو یہاں سے چلا گیا اُس پر دَم واجب ہے مگر جب بیمار ہو یا عورت یا کمزور کہ ازدحام میں ضرر کا اندیشہ ہے اس وجہ سے پہلے چلا گیا تو اُس پر کچھ نہیں۔ (4)

مسئلہ ۱۰: نماز سے قبل مگر طلوع فجر کے بعد یہاں سے چلا گیا یا طلوع آفتاب کے بعد گیا تو بُرا کیا مگر اس پر دم وغیرہ واجب نہیں۔ (5)

❀❀❀❀❀

مردوں کے غلبہ سے اور سوال کرتا ہوں کہ مجھ سے تاوان ادا کر دے اور حقوق العباد مجھ سے معاف کرا اور خصوم وغرما اور حق داروں کو راضی کر دے، اے اللہ (عزوجل)! میرے نفس کو تقوے دے اور اس کو پاک کر تو بہتر پاک کرنے والا ہے تو اس کا ولی ومولیٰ ہے، اے اللہ (عزوجل)! تیری پناہ غلبہ دَین اور غلبہ دشمن سے اور اس ہلاکت سے جو ملامت میں ڈالنے والی ہے اور مسیح دجّال کے فتنہ سے۔

اے اللہ (عزوجل)! مجھے ان لوگوں میں کر جو نیکی کر کے خوش ہوتے ہیں اور بُرائی کر کے استغفار کرتے ہیں۔ اے اللہ (عزوجل)! ہم کو اپنے نیک بندوں میں کر جن کی پیشانیاں اور ہاتھ پاؤں چمکتے ہیں جو مقبول وفد ہیں، اے اللہ (عزوجل)! اس مزدلفہ میں میرے لیے ہر خیر کو جمع کر دے اور میری ہر حالت کو درست کر دے اور ہر بُرائی کو مجھ سے پھیر دے کہ تیرے سوا کوئی نہیں کر سکتا اور تیرے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔

اے اللہ (عزوجل)! تیری پناہ اس کے شر سے جو پیٹ پر چلتا ہے اور دو ۲ پاؤں اور چار ۴ پاؤں پر چلنے والے کے شر سے، اے اللہ (عزوجل)! تو مجھ کو ایسا کر دے کہ ہمیشہ تجھ سے ڈرتا رہوں گویا تجھ کو دیکھتا ہوں یہاں تک کہ تجھ سے ملوں اور تقوے کے ساتھ مجھ کو بہرہ مند کر اور گناہ کر کے بد بخت نہ بنوں اور اپنی قضا میرے لیے بہتر کر اور جو تو نے مقدر کیا ہے اُس میں برکت دے، یہاں تک کہ جو تو نے مؤخر کیا ہے اس کی جلدی کو پسند نہ کروں اور جو تو نے جلد کر دیا، اس کی تاخیر کو دوست نہ رکھوں اور میری تونگری میرے نفس میں کر اور کان، آنکھ سے مجھ کو متمتع کر اور اُن کو میرا وارث کر اور جو مجھ پر ظلم کرے، اُن پر مجھے فتح مند کر اور اس میں میرا بدلہ دکھا دے اور اس سے میری آنکھ ٹھنڈی کر۔

(3) الفتاوی الهندية، كتاب المناسك، الباب الخامس في كيفية اداء الحج، ج۱، ص ۲۳۰.

(4) المرجع السابق، ص۲۳۱.

(5) المرجع السابق۔

منٰی کے اَعمال اور حج کے بقیہ افعال

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿ فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا وَمَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِیْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا وَاللّٰهُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ۝ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِیْۤ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِ ج وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِ لا لِمَنِ اتَّقٰی وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾ (1)

---

(1) پ ۲، البقرۃ: ۲۰۰۔۲۰۳

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ طریق حج کا مختصر بیان یہ ہے کہ حاجی ۸ ذی الحجہ کی صبح کو مکہ مکرمہ سے منٰی کی طرف روانہ ہو وہاں عرفہ یعنی ۹ ذی الحجہ کی فجر تک ٹھہرے اسی روز منٰی سے عرفات آئے بعد زوال امام دو خطبے پڑھے یہاں حاجی ظہر وعصر کی نماز امام کے ساتھ ظہر کے وقت میں جمع کر کے پڑھے ان دونوں نمازوں کے لئے اذان ایک ہوگی اور تکبیریں دو اور دونوں نمازوں کے درمیان سنت ظہر کے سوا کوئی نفل نہ پڑھا جائے اس جمع کے لئے امام اعظم ضروری ہے۔ اگر امام اعظم نہ ہو یا گمراہ بد مذہب ہو تو ہر ایک نماز علیحدہ اپنے اپنے وقت میں پڑھی جائے اور عرفات میں غروب تک ٹھہرے پھر مزدلفہ کی طرف لوٹے اور جبل قُزَح کے قریب اترے مزدلفہ میں مغرب وعشاء کی نمازیں جمع کر کے عشاء کے وقت میں پڑھے اور فجر کی نماز خوب اوّل وقت خوب اندھیرے میں پڑھے وادی مُحَسِّر کے سوا تمام مزدلفہ اور بطن عُرنہ کے سوا تمام عرفات موقف ہے جب صبح خوب روشن ہو تو روزِ نحر یعنی ۱۰ ذی الحجہ کو منٰی کی طرف آئے اور بطنِ وادی سے جمرۂ عقبہ کی ۷ مرتبہ رمی کرے پھر اگر چاہے قربانی کرے پھر بال منڈائے یا کترائے پھر ایّام نحر میں سے پھر طواف زیارت کرے پھر منٰی آ کر تین روز اقامت کرے اور گیارہویں کے زوال کے بعد تینوں جمروں کی رمی کرے اس جمرہ سے شروع کرے جو مسجد کے قریب ہے پھر جو اس کے بعد ہے پھر جمرۂ عقبہ ہر ایک کی سات سات مرتبہ پھر اگلے روز ایسا ہی کرے پھر اگلے روز ایسا ہی پھر مکہ مکرمہ کی طرف چلا آئے (تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے)۔

(مزید یہ کہ)

زمانہ جاہلیت میں عرب حج کے بعد کعبہ کے قریب اپنے باپ دادا کے فضائل بیان کیا کرتے تھے۔ اسلام میں بتایا گیا کہ یہ شہرت وخود نمائی کی بیکار باتیں ہیں بجائے اس کے ذوق وشوق کے ساتھ ذکر الٰہی کرو۔

مسئلہ: اس آیت سے ذکرِ جہر وذکرِ جماعت ثابت ہوتا ہے۔

پھر جب حج کے کام پورے کر چکو تو اللہ (عزوجل) کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ اور بعض آدمی یوں کہتے ہیں کہ اے رب ہمارے! ہمیں دنیا میں دے اور آخرت میں اُس کے لیے کچھ حصہ نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اے رب ہمارے! ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھلائی دے اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا۔ یہ لوگ وہ ہیں کہ ان کی کمائی سے ان کا حصہ ہے اور اللہ (عزوجل) جلد حساب کرنے والا ہے اور اللہ (عزوجل) کی یاد کرو گنے ہوئے دنوں میں تو جو جلدی کر کے دو دن میں چلا جائے اُس پر کچھ گناہ نہیں اور جو رہ جائے تو اُس پر کچھ گناہ نہیں پرہیز گار کے لیے اور اللہ (عزوجل) سے ڈرو اور جان لو کہ تم کو اسی کی طرف اُٹھنا ہے۔

حدیث ۱: صحیح مسلم شریف میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مزدلفہ سے روانہ ہوئے یہاں تک کہ بطنِ محسر میں پہنچے اور یہاں جانور کو تیز کر دیا پھر وہاں سے بیچ والے راستہ سے چلے جو جمرہ کبرٰے کو گیا ہے جب اس جمرہ کے پاس پہنچے تو اُس پر سات کنکریاں ماریں، ہر کنکری پر تکبیر کہتے اور بطنِ وادی سے رَمی کی پھر منحر میں آکر تریسٹھ ۶۳ اونٹ اپنے دستِ مبارک سے نحر فرمائے پھر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیدیا بقیہ کو انھوں نے نحر کیا اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اپنی قربانی میں انھیں شریک کر لیا۔ پھر حکم فرمایا: کہ ہر اونٹ میں سے ایک ایک ٹکڑا ہانڈی میں ڈال کر پکایا جائے۔ دونوں صاحبوں نے اس گوشت میں سے کھایا اور شوربا پیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوار ہو کر بیت اللہ کی طرف روانہ ہوئے اور ظہر کی نماز مکہ میں پڑھی۔ (2)

حدیث ۲: ترمذی شریف میں انھیں سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مزدلفہ سے سکون کے ساتھ روانہ ہوئے اور لوگوں کو حکم فرمایا کہ: اطمینان کے ساتھ چلیں اور وادی محسر میں سواری کو تیز کر دیا اور لوگوں سے فرمایا کہ: چھوٹی چھوٹی کنکریوں سے رَمی کریں اور یہ فرمایا کہ: شاید اس سال کے بعد اب میں تمھیں نہ دیکھوں گا۔ (3)

---

(2) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۱۸، ص ۶۳۴۔

(3) جامع الترمذي، أبواب الحج، باب ماجاء في الافاضۃ من عرفات، الحدیث: ۸۸۷، ج ۲، ص ۲۵۳

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱؎ یعنی مزدلفہ سے منٰی تک کا بقیہ راستہ تو آہستگی سے طے فرمایا مگر یہ مقام قدرے تیزی سے، اس کی وجہ پہلے بیان کی جاچکی ہے مگر یہ تیزی بھی ایسی نہ تھی جس سے لوگوں کو تکلیف ہو اسی لیے اوضع فرمایا، ایضاع کے معنی ہیں جانور کو ایڑھ لگانا تاکہ وہ قدرے تیز ہوجائے۔

۲؎ یعنی یہ ہمارا آخری حج ہے بلکہ مکہ مکرمہ کی حاضری بھی آخری ہے اور ہماری حیات کا آخری سال ہے، جو کچھ سیکھنا ہے ہم سے جلد سیکھ لو، اے مشتاق آنکھوں دیدار محبوب سیر ہو کر کر لو، پھر ترسو گے۔ یہ لَعَلَّ یقین کے لیے ہے جیسے قرآن کریم میں جگہ جگہ لَعَلَّ فرمایا گیا اور دیکھنے سے مراد ان ظاہری آنکھوں سے دیکھنا ہے، ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفات بھی عالم کے ذرہ ذرہ کو ملاحظہ فرمارہے ہیں جس پر بہت دلائل قائم ہیں، دیکھو ہماری کتاب "جاء الحق" حصہ اول انہی الفاظ کی بنا پر اس حج کا نام حجۃ الوداع ہوا کہ حضور نے اس میں ←

حدیث ۳: صحیحین میں انھیں سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یومُ النحر (دسویں تاریخ) میں چاشت کے وقت رَمی کی اور اس کے بعد کے دنوں میں آفتاب ڈھلنے کے بعد۔(4)

حدیث ۴: صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جَمرہ کُبریٰ کے پاس پہنچے تو کعبہ معظمہ کو بائیں جانب کیا اور منیٰ کو دہنی طرف اور سات کنکریاں ماریں، ہر کنکری پر تکبیر کہی پھر فرمایا کہ: اسی طرح انھوں نے رَمی کی جن پر سورہ بقرہ نازل ہوئی۔(5)

حدیث ۵: امام مالک نافع سے راوی، کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں پہلے جمروں کے پاس دیر تک ٹھہرتے تکبیر و تسبیح و حمد و دعا کرتے اور جمرہ عقبہ کے پاس نہ ٹھہرتے۔(6)

اپنے وداع کی خبر دی اور امت کو وداع فرمایا اور ہوا بھی ایسا ہی کہ چند ماہ بعد یعنی بارہویں ربیع الاول کو وفات ہوگئی۔خیال رہے کہ ذی الحجہ ۱۰ھ میں حجۃ الوداع ہوا اور ربیع الاول ۱۱ھ میں وفات تین مہینہ بعد۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۴، ص ۲۲۵)

(4) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان وقت استحباب الرمی، الحدیث: ۳۱۴۔(۹۹)، ص ۶۷۶.

(5) صحیح البخاری، کتاب الحج، باب رمی الجمار بسبع حصیات، الحدیث: ۱۷۴۸، ۱۷۵۰، ج ۱، ص ۵۷۸، ۵۷۹.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ آپ نے جمرہ عقبہ کی اس رخ پر کھڑے ہوکر رمی کی اور باقی جمرہ کی رو بقبلہ ہوکر، یہی ہمارے ہاں مستحب ہے جمہور کا یہی قول ہے ان کا ماخذ یہ حدیث ہے، بعض کے نزدیک ہر جمرہ کی رمی رو بقبلہ ہوکر کی جائے، امام شافعی کے ہاں جمرہ عقبہ کی رمی کعبہ کو پشت کر کے کی جائے، یہ حدیث ان سب کے خلاف ہے۔

۲۔ ساتھ سے مراد متصل ہے لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جس میں ہے کہ ہر کنکری کے بعد تکبیر کہی، رب تعالیٰ بلقیس کا قول نقل فرماتا ہے "اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ" یہاں بھی معیت سے اتصال مراد ہے، سیدنا عبداللہ ابن عمر ہر کنکر پر یہ پڑھتے تھے "اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَبْرُوْرًا وَّذَنْبًا مَغْفُوْرًا وَّعَمَلًا مَشْكُوْرًا" اور فرماتے تھے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا، چونکہ ارکان حج زیادہ سورۂ بقر میں ہیں اس لیے سورۂ بقر کا ذکر کیا ورنہ حضور پر سارا ہی قرآن اترا ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۴، ص ۲۳۴)

(6) الموطا للامام مالک، کتاب الحج، باب رمی الجمار، الحدیث: ۹۴۷، ج ۱، ص ۳۷۲.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی جمرہ اولیٰ اور جمرہ وسطیٰ کی رمی کے بعد بقدر سورۂ بقر ٹھہر کر دعائیں کرتے تھے، اسی طرح کہ دونوں جگہ کے قیام سورۂ بقر کی تلاوت کے بقدر ہوتے، ان دونوں جگہ میں تمام اماموں کے نزدیک ہاتھ اٹھا کر دعائیں مانگنا سنت ہے، امام مالک کے ہاں ہاتھ اٹھانا منع ہے، شاید انہیں ہاتھ اٹھانے کی حدیث نہ پہنچی، یہ حدیث بخاری میں ہے۔

←

حدیث ۶: طبرانی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ رَمی جمار میں کیا ثواب ہے؟ ارشاد فرمایا: تو اپنے رب کے نزدیک اس کا ثواب اُس وقت پائے گا کہ تجھے اس کی زیادہ حاجت ہوگی۔ (7)

حدیث ۷: ابن خزیمہ و حاکم ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام مناسک میں آئے، جمرہ عقبہ کے پاس شیطان سامنے آیا، اُسے سات کنکریاں ماریں یہاں تک کہ زمین میں دھنس گیا پھر جمرہ ثانیہ کے پاس آیا پھر اسے سات کنکریاں ماریں یہاں تک کہ زمین میں دھنس گیا، پھر تیسرے جمرہ کے پاس آیا تو اُسے سات کنکریاں ماریں یہاں تک کہ زمین میں دھنس گیا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، کہ تم شیطان کو رجم کرتے اور ملت ابراہیم کا اتباع کرتے ہو۔ (8)

حدیث ۸: بزار انھیں سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جمروں کی رَمی کرنا تیرے لیے قیامت کے دن نور ہوگا۔ (9)

حدیث ۹: طبرانی و حاکم ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہتے ہیں ہم نے عرض کی، یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہ جمروں پر جو کنکریاں ہر سال ماری جاتی ہیں، ہمارا گمان ہے کہ کم ہوجاتی ہیں۔ فرمایا کہ: جو قبول ہوتی ہیں اُٹھالی جاتی ہیں، ایسا نہ ہوتا تو پہاڑوں کی مثل تم دیکھتے۔ (10)

---

۲ یعنی جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد ٹھہر کر دعا نہ مانگتے تھے ٹھہرنے کی نفی ہے نہ کہ دعا مانگنے کی، جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد نہ دسویں ذی الحجہ کو ٹھہرتے تھے نہ اس کے بعد۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۲۳۹)

(7) المعجم الاوسط، باب العین، الحدیث: ۷۱۴۴، ج ۳، ص ۱۵۰۔

(8) المستدرک للحاکم، کتاب المناسک، باب رمی الجمار ومقدار الحصی، الحدیث: ۱۷۵۶، ج ۲، ص ۲۔

(9) الترغیب والترھیب، کتاب الحج، الترغیب فی رمی الجمار... إلخ، الحدیث: ۳، ج ۲، ص ۱۳۴۔

(10) المعجم الاوسط، باب الالف، الحدیث: ۱۷۵۰، ج ۱، ص ۴۷۴۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱ جمار جمرہ کی جمع ہے، عربی میں جمرہ چھوٹے کنکر یا سنگریزے کو کہتے ہیں مگر حج کے موقعہ پر ان سنگریزوں کو جمرہ کہا جاتا ہے جو دسویں، گیارھویں، بارھویں بلکہ تیرھویں ذی الحجہ کو تین ستونوں پر مارے جاتے ہیں، پھر خود ان ستونوں کو جمرہ کہا جانے لگا جنہیں یہ کنکر مارے جاتے ہیں کیونکہ وہاں ان کنکروں کا اجتماع ہوتا ہے۔ بعض لغت والے کہتے ہیں کہ اجمار کے معنی ہیں جلدی کرنا تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ جن حجاج کے کنکر قبول ہوجاتے ہیں وہ غائب کردیئے جاتے ہیں صرف غیر مقبول کنکر ہی وہاں رہتے ہیں ورنہ وہاں ہر سال کنکریوں کے پہاڑ لگ جایا کرتے۔ اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ ان مقامات میں آدم علیہ السلام نے ابلیس کو کنکر مارے تھے جو

حدیث ۱۰ تا ۱۲: صحیح مسلم میں اُم الحصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں سر مونڈانے والوں کے لیے تین بار دُعا کی اور کتروانے والوں کے لیے ایک بار۔ (11) اس کے مثل ابو ہریرہ و مالک بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی۔

حدیث ۱۳: ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: بال مونڈانے میں ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے اور ایک گناہ مٹایا جاتا ہے۔ (12)

حدیث ۱۴: عُبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سر مونڈانے میں جو بال زمین پر گرے گا، وہ تیرے لیے قیامت کے دن نور ہوگا۔ (13)

(۱) جب طلوع آفتاب میں دو رکعت پڑھنے کا وقت باقی رہ جائے، امام کے ساتھ مِنیٰ کو چلو اور یہاں سے سات چھوٹی چھوٹی کنکریاں کھجور کی گٹھلی برابر کی پاک جگہ سے اُٹھا کر تین بار دھولو، کسی پتھر کو توڑ کر کنکریاں نہ بناؤ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تینوں دن جمروں پر مارنے کے لیے یہیں سے کنکریاں لے لو یا سب کسی اور جگہ سے لو مگر نہ نجس جگہ کی ہوں، نہ مسجد کی، نہ جمرہ کے پاس کی۔

(۲) راستہ میں پھر بدستور ذِکر کرو، دُعا و دُرود و کثرت لبیک میں مشغول رہو اور یہ دعا پڑھو:

اَللّٰھُمَّ اِلَیْكَ اَفَضْتُ وَمِنْ عَذَابِكَ اَشْفَقْتُ وَاِلَیْكَ رَجَعْتُ وَمِنْكَ رَھِبْتُ فَاقْبَلْ نُسُكِیْ

تیزی سے دوڑ گیا تھا یہ انہی کی نقل ہے، بعض روایات میں ہے کہ یہاں اسمٰعیل علیہ السلام نے شیطان کو کنکر مارے تھے، بہر حال یہ فعل بھی بزرگوں کی نقل ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۲۳۲)

(11) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب تفضیل الحلق علی التقصیر ... إلخ، الحدیث: ۱۳۰۳، ص ۶۷۷۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱؎ ان کی دادی صاحبہ کا نام حصین بنت اسحاق ہے، قبیلہ بنی احمس سے ہیں، حجۃ الوداع میں حضور کے ہمراہ تھیں، صحابیہ ہیں، مگر یحیی ابن حصین تابعی ہیں۔

۲؎ یہ حدیث پچھلی حدیث کی شرح ہے کہ وہاں بھی منڈانے والوں کو تین بار دعا دی گئی ہے، دوبار صراحۃً اور ایک بار والمقصرین کے ساتھ کہ واؤ اشتراک کے لیے ہے، چونکہ منڈانے والا بالکل ہی ترک زینت کرتا ہے اور کترانے والا اپنی زینت باقی رکھتا ہے، لہذا پہلا شخص ہی زیادہ دعا کا مستحق ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۲۶۱)

(12) الترغیب والترھیب، کتاب الحج، الترغیب فی حلق الرأس بمنی، الحدیث: ۳، ج ۲، ص ۱۳۵۔

(13) الترغیب والترھیب، کتاب الحج، الترغیب فی حلق الرأس بمنی، الحدیث: ۳، ج ۲، ص ۱۳۵۔

وَعَظِّمْ اَجْرِیْ وَارْحَمْ تَضَرُّعِیْ وَاقْبَلْ تَوْبَتِیْ وَاسْتَجِبْ دُعَائِیْ.(14)

(۳) جب وادی محسر(15) پہنچو پانچ سو پینتالیس ہاتھ بہت جلد تیزی کے ساتھ چل کر نکل جاؤ مگر نہ وہ تیزی جس سے کسی کو ایذا ہو اور اس عرصہ میں یہ دعا پڑھتے جاؤ:

اَللّٰھُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُھْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذَالِكَ.(16)

(۴) جب منیٰ نظر آئے وہی دعا پڑھو جو مکہ سے آتے منیٰ کو دیکھ کر پڑھی تھی۔

❁❁❁❁❁

(14) اے اللہ (عزوجل)! میں تیری طرف واپس ہوا اور تیرے عذاب سے ڈرا اور تیری طرف رجوع کی اور تجھ سے خوف کیا تو میری عبادت قبول کر اور میرا اجر زیادہ کر اور میری عاجزی پر رحم کر اور میری توبہ قبول کر اور میری دُعا مستجاب کر۔

(15) یہ منیٰ و مزدلفہ کے بیچ میں ایک نالہ ہے دونوں کی حدود سے خارج مزدلفہ سے منیٰ کو جاتے ہوئے بائیں ہاتھ کو جو پہاڑ پڑتا ہے اس کی چوٹی سے شروع ہو کر ۵۴۵ ہاتھ تک ہے یہاں اصحاب فیل آکر ٹھہرے اور ان پر عذاب ابابیل اترا تھا لہٰذا اس جگہ سے جلد گزرنا اور عذاب الٰہی سے پناہ مانگنا چاہیے۔

(16) اے اللہ (عزوجل)! اپنے غضب سے ہمیں قتل نہ کر اور اپنے عذاب سے ہمیں ہلاک نہ کر اور اس سے پہلے ہم کو عافیت دے۔

جمرۃُ العقبہ کی رَمی

(۵) جب منیٰ پہنچو سب کاموں سے پہلے جمرۃ العقبہ (1) کو جاؤ جو ادھر سے پچھلا جمرہ ہے اور مکہ معظمہ سے پہلا،

(1) منیٰ اور مکہ کے بیچ میں تین جگہ ستون بنے ہیں ان کو جمرہ کہتے ہیں پہلا جو منیٰ سے قریب ہے جمرہ اولیٰ کہلاتا ہے اور بیچ کا جمرہ وسطیٰ اور اخیر کا کہ مکہ معظمہ سے قریب ہے جمرۃ العقبہ۔

دسویں ذوالحجہ کا پہلا کام رَمی

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُم الْعَالِیَہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

مزدلفہ شریف سے مِنیٰ شریف پہنچ کر سیدھے جَمْرَۃُ الْعَقَبَہ یعنی بڑے شیطان کی طرف تشریف لائیں، آج صرف اسی ایک کو کنکریاں مارنا ہے۔ پہلے کعبہ کی سَمت معلوم کرلیں پھر جمرہ سے کم از کم پانچ ہاتھ (یعنی تقریباً ڈھائی گز) دُور (زیادہ کی کوئی قید نہیں) اِس طرح کھڑے ہوں کہ مِنیٰ آپ کے سیدھے ہاتھ پر اور کعبہ شریف اُلٹے ہاتھ کی طرف رہے اور مُنہ جمرہ کی طرف ہو، سات کنکریاں اپنے اُلٹے ہاتھ میں رکھ لیں بلکہ دو تین کنکریاں زائد لے لیں () اب سیدھے ہاتھ کی شہادت کی اُنگلی اور اَنگوٹھے کی چٹکی میں لے کر اور سیدھا ہاتھ اچھی طرح اُٹھا کر کہ بغل کی رنگت ظاہر ہو ہر بار بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَر کہتے ہوئے ایک ایک کرکے سات کنکریاں اِس طرح ماریں کہ تمام کنکریاں جمرہ تک پہنچیں ورنہ کم از کم تین ہاتھ کے فاصلے تک گریں۔ پہلی کنکری مارتے ہی لَبَّیْک کہنا موقوف کردیں کہ اب لَبَّیْک کہنا سنّت نہ رہا جب سات پوری ہوجائیں تو وہاں نہ رکیے، نہ سیدھے جائیں نہ دائیں بائیں بلکہ فوراً ذِکر و دُعا کرتے ہوئے پلٹ آیئے۔

خبردار!

محترم حاجیو! رَمیِ جمرات کے وَقت خُصُوصاً دسویں کی صُبح حاجیوں کا زبردست رَیلا ہوتا ہے اور بعض اَوقات اِس میں لوگ کچلے بھی جاتے ہیں۔ سگِ مدینہ نے ۱۴۰۰ھ میں دسویں کو صُبح مِنیٰ شریف میں اپنی آنکھوں سے یہ لرزہ خیز منظر دیکھا تھا کہ لاشوں کو اُٹھا اُٹھا کر ایک قِطار میں لِٹایا جارہا تھا لہٰذا کچھ اِحتیاطیں عرض کرتا ہوں:

مدینہ (۱) کنکریاں نیچے سے بھی اور اُوپر کی منزل سے بھی ماری جاسکتی ہیں، اُوپر کی منزل سے مارنے میں بھیڑ کے وَقت آپ کو سُہولت رہ سکے گی۔

مدینہ (۲) کنکریاں مارتے وَقت کوئی چیز ہاتھ سے چھوٹ کر گر جائے تو ہجوم میں ہرگز ہرگز اُٹھانے کی کوشش مت کیجئے گا۔

مدینہ (۳) آپ کی چپّل پاؤں سے نکلتی ہوئی محسوس ہو تو بھیڑ میں بھول کر بھی دُرست کرنے کے لیے مت جھکئے گا۔

مدینہ (٤) ہرگز ہرگز کسی بھی کام کے لیے ہجوم میں مت جھکئے ورنہ کچلے جانے کا اَندیشہ ہے۔

←

نالے کے وسط میں سواری پر جمرہ سے کم از کم پانچ ہاتھ ہٹے ہوئے یوں کھڑے ہو کہ منیٰ دہنے ہاتھ پر اور کعبہ بائیں ہاتھ

مدینہ(۵) اپنی چھتری یا تھیلی لے کر ہجوم میں داخل نہ ہونا اسی طرح دُوسروں کی چھتری وغیرہ سے بھی اپنی آنکھ وغیرہ بچائے رکھنا۔

مدینہ(۶) جب کچھ رُفقا مل کر رَمی کرنا چاہیں تو پہلے ہی سے واپس ملنے کی کوئی قریبی جگہ مقرر کر کے اُس کی نشانی یاد رکھ لیں ورنہ بچھڑ جانے کی صورت میں بے حد پریشانی ہوگی۔ سگِ مدینہ عُفِیَ عَنہ نے ایسے ایسے بوڑھے حاجیوں اور حجنوں کو بچھڑتے دیکھا ہے کہ بے چاروں کو اپنے مُعلِّم تک کا نام معلوم نہیں ہوتا اور پھر وہ آزمائش ہوتی ہے کہ الْاَمان وَالْحَفِیظ۔

رَمی کے چھ مَدَنی پھول

مدینہ(۱) سات کنکریوں سے کم مارنا جائز نہیں۔ اگر صرف تین ماریں یا بالکل رَمی نہ کی تو دَم واجب ہوگا اور اگر چار ماریں تو باقی ہر کنکری کے بدلے صدقہ ہے۔ (ردالمحتار)

مدینہ(۲) اگر سب کنکریاں ایک ساتھ پھینکیں تو یہ سات نہیں فقط ایک مانی جائے گی۔ (ردالمحتار)

مدینہ(۳) کنکریاں زمین کی جنس سے ہونا ضروری ہیں۔ (جیسے کنکر، پتھر، مٹی) اگر مینگنی ماری تو رَمی نہیں ہوگی۔ (دُرِّمُختار و رَدُّ الْمُحتار)

مدینہ(۴) اسی طرح بعض لوگ جمرات پر ڈبے، جوتے وغیرہ برساتے ہیں یہ بھی کوئی سنّت نہیں اور کنکری کے بدلے جوتا یا ڈبہ وغیرہ مارا تو رَمی ہوگی ہی نہیں۔

مدینہ(۵) رَمی کے لیے بہتر یہ ہے کہ مزدلفہ سے کنکریاں لی جائیں مگر لازمی نہیں دُنیا کے کسی بھی حصّے کی کنکریاں ماریں گے رَمی دُرست ہے۔

مدینہ(۶) دسویں کی رَمی طُلُوعِ آفتاب سے لے کر زوال تک سنّت ہے، زَوال سے لے کر غُروبِ آفتاب تک مُباح (یعنی جائز) ہے اور غُروبِ آفتاب سے صُبحِ صادِق تک مکروہ ہے۔ اگر کسی عُذر کے سبب ہو مثلاً چرواہے نے رات میں رَمی کی تو کراہت نہیں۔
(دُرِّمُختار، رَدُّ الْمُحتار)

اسلامی بہنوں کی رَمی

عُموماً دیکھا جاتا ہے کہ مرد بِلا عُذر عورتوں کی طرف سے رَمی کر دیا کرتے ہیں اِس طرح اسلامی بہنیں رمی کی سَعادت سے مَحروم رہ جاتی ہیں اور چُونکہ رَمی واجب ہے لہٰذا ترکِ واجب کے سبب اُن پر دَم بھی واجب ہو جاتا ہے لہٰذا اسلامی بہنیں اپنی رَمی خود ہی کریں۔

مریضوں کی رَمی

- بعض حاجی صاحبان یوں تو ہر جگہ دَنْدَناتے پھرتے ہیں لیکن معمولی سی بیماری کے سبب رَمی کے لیے وہ دوسروں کو نائب مقرر کر کے اُن سے رَمی کروا لیتے ہیں، اُن کی خدمت میں عرض ہے کہ

مدینہ(۱) جو شخص ایسا مریض (خواہ مرد ہو یا عورت) ہو کہ سواری پر بھی جمرہ تک نہ جا سکتا ہو وہ دوسروں کو رَمی کے لیے نائب بنائے، اب نائب کو چاہیے کہ اگر ابھی تک اپنی رَمی نہیں کی تو پہلے اپنی طرف سے سات کنکریاں مارے پھر مریض کی طرف سے رَمی کرے۔ ←

کو اور جمرہ کی طرف مونھ ہو سات کنکریاں جدا جدا چٹکی میں لے کر سیدھا ہاتھ خوب اُٹھا کر کہ بغل کی رنگت ظاہر ہو ہر ایک پر

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ رَغْمًا لِّلشَّيْطٰنِ رِضًا لِّلرَّحْمٰنِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّسَعْيًا مَّشْكُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا. (2)

مدینہ (۲) اگر کسی نے مریض کے حکم کے بغیر اُس کی طرف سے رَمی کر دی تو رَمی نہیں ہوگی۔

مدینہ (۳) بے ہوش، مجنون (یعنی پاگل) یا ناسمجھ بچّہ کی طرف سے اُس کے ساتھ والے رَمی کر دیں اور بہتر یہی ہے کہ اُن کے ہاتھ پر کنکری رکھ کر رَمی کروائیں۔

(2) اللہ (عزوجل) کے نام سے، اللہ (عزوجل) بہت بڑا ہے، شیطان کے ذلیل کرنے کے لیے، اللہ (عزوجل) کی رضا کے لیے، اے اللہ (عزوجل)! اسکو حج مبرور کر اور سعی مشکور کر اور گناہ بخش دے۔

شیطان کو کنکریاں مارنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ویسی ہی روایت منقول ہے جیسی روایت پچھلے صفحات میں حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے گزری لیکن اس میں یہ الفاظ ہیں کہ رسول اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، اور جہاں تک تمہارے عرفات میں وقوف کرنے کی بات ہے تو اللہ عزوجل عرفات والوں پر تجلّی فرما کر ارشاد فرماتا ہے، میرے بندے غبار آلود پراگندہ سر ہو کر میرے پاس ہر وادی سے سفر کر کے آئے ہیں۔ پھر ملائکہ کے سامنے ان پر فخر فرماتا ہے، لہٰذا! اگر تمہارے گناہ ریت کے ذرّات، آسمان کے ستاروں اور سمندر اور بارش کے قطروں کے برابر بھی ہوں تو اللہ عزوجل تمہاری مغفرت فرمادے گا اور تمہارا جمار کی رمی کرنا تو وہ تمہارے لئے اپنے رب عزوجل کے پاس تمہارے محتاجی کے وقت کے لئے ذخیرہ ہے اور سر منڈوانے میں تمہارے سر سے گرنے والے ہر بال کے عوض قیامت کے دن ایک نور ہوگا اور رہا، بیت اللہ کا طواف کرنا تو جب تم طواف کر کے واپس لوٹو گے تو تم اپنے گناہوں سے ایسے نکل جاؤ گے جیسے اس دن تھے جس دن تمہاری ماں نے تمہیں جنا تھا۔

حضرتِ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے سوال کیا کہ شیطان کو کنکریاں مارنے میں ہمارے لئے کیا ثواب ہے؟ تو آپ نے فرمایا، اسے (یعنی کنکریوں کو) تم انتہائی ضرورت کے وقت اپنے رب عزوجل کے پاس پاؤ گے۔ (طبرانی کبیر، مسند ابن عمر، رقم ۱۳۴۴۷، ج ۱۲، ص ۳۰۶)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، تمہارا شیطان کو کنکریاں مارنا قیامت کے دن تمہارے لئے نور ہوگا۔ (الترغیب والترہیب، کتاب الحج، باب فی رمی الجمار، رقم ۴، ج ۲، ص ۱۳۴)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خاتم المُرسَلین، رَحمۃٌ لِّلعٰلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، ←

کہہ کر مارو۔(3) بہتر یہ ہے کہ کنکریاں جمرہ تک پہنچیں ورنہ تین ہاتھ کے فاصلہ تک گریں۔ اس سے زیادہ فاصلہ پر گری تو وہ کنکری شمار میں نہ آئے گی، پہلی کنکری سے لبیک موقوف کردو، اللہ اکبر کے بدلے سُبْحَانَ اللّٰہِ یالَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا جب بھی حرج نہیں۔

(۶) جب سات پوری ہو جائیں وہاں نہ ٹھہرو، فوراً ذکر و دُعا کرتے پلٹ آؤ۔

❀❀❀❀❀

سراج السالکین، محبوب ربُّ العٰلمین، جناب صادق و امین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، جب حضرتِ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام مناسکِ حج کی ادائیگی کے لئے آئے تو جمرہ عَقَبَہ کے پاس آپ کے سامنے شیطان آگیا۔آپ علیہ السلام نے اسے سات پتھر مارے یہاں تک کہ وہ زمین میں دھنس گیا، پھر جمرہ ثانیہ کے پاس آپ علیہ السلام کا اس سے سامنا ہوا تو آپ نے اسے سات پتھر مارے یہاں تک کہ وہ زمین میں دھنس گیا، پھر جمرہ ثالثہ کے پاس آپ علیہ السلام کا اس سے سامنا ہوا تو آپ نے اسے سات پتھر مارے تو وہ زمین میں دھنس گیا۔اس کے بعد مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اور یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ ہے جس کی تم پیروی کرتے ہو۔ (المستدرک، کتاب المناسک، باب رمی الجمار، رقم ۱۷۵۶، ج ۲، ص ۱۲۲)

(3) یاصرف بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر مارو۔

رَمی کے مسائل

مسئلہ ۱: سات سے کم جائز نہیں، اگر صرف تین ماریں یا بالکل نہیں تو دَم لازم ہوگا اور اگر چار ماریں تو باقی ہر کنکری کے بدلے صدقہ دے۔(1)

مسئلہ ۲: کنکری مارنے میں پے در پے ہونا شرط نہیں مگر وقفہ خلافِ سنت ہے۔(2)

مسئلہ ۳: سب کنکریاں ایک ساتھ پھینکیں تو یہ ساتوں ایک کے قائم مقام ہوئیں۔(3)

مسئلہ ۴: کنکریاں زمین کی جنس سے ہوں اور ایسی چیز کی جس سے تیمم جائز ہے کنکر، پتھر، مٹی یہاں تک کہ اگر خاک پھینکی جب بھی رَمی ہوگئی مگر ایک کنکری پھینکنے کے قائم مقام ہوئی۔ موتی، عنبر، مشک وغیرہا سے رَمی جائز نہیں۔ یوہیں جواہر اور سونے چاندی سے بھی رَمی نہیں ہوسکتی کہ یہ تو نچھاور ہوئی مارنا نہ ہوا، مینگنی سے بھی رَمی جائز نہیں۔(4)

مسئلہ ۵: جمرہ کے پاس سے کنکریاں اُٹھانا مکروہ ہے کہ وہاں وہی کنکریاں رہتی ہیں جو مقبول نہیں ہوتیں اور مردود ہوجاتی ہیں اور جو مقبول ہوجاتی ہیں اُٹھالی جاتی ہیں۔(5)

مسئلہ ۶: اگر معلوم ہو کہ کنکریاں نجس ہیں تو اُن سے رَمی کرنا مکروہ ہے اور معلوم نہ ہو تو نہیں مگر دھولینا مستحب ہے۔(6)

مسئلہ ۷: اس رَمی کا وقت آج کی فجر سے گیارھویں کی فجر تک ہے مگر مسنون یہ ہے کہ طلوعِ آفتاب سے زوال تک ہو اور زوال سے غروب تک مُباح اور غروب سے فجر تک مکروہ۔ یوہیں دسویں کی فجر سے طلوعِ آفتاب تک مکروہ اور اگر کسی عُذر کے سبب ہو مثلاً چرواہوں نے رات میں رَمی کی تو کراہت نہیں۔(7)

---

(1) ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب في رمي الجمرة العقبي، ج۳، ص۶۰۸.

(2) ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب في رمي الجمرة العقبي، ج۳، ص۶۰۸.

(3) المرجع السابق، ص۶۰۷.

(4) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، مطلب في رمي الجمرة العقبي، ج۳، ص۶۰۸.

(5) ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب في رمي الجمرة العقبي، ج۳، ص۶۰۹.

(6) المرجع السابق، ص۶۱۰.

(7) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، مطلب في رمي الجمرة العقبي، ج۳، ص۶۱۰.

....

....

❀❀❀❀❀

رَمی کے متعلق سُوال وجواب

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علّامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطّارؔ قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں؛

سُوال: کیا عورت کو بھی رَمی کرنا ضروری ہے؟

جواب: جی ہاں! اگر نہیں کرے گی تو دَم واجب ہوگا۔

سُوال: اگر عورت کسی کو وَکیل کردے تو کوئی حرج ہے یا نہیں؟

جواب: عورت ہو یا مرد، اُس وَقت تک کسی کو وَکیل نہیں کرسکتے جب تک اِس قدر مریض نہ ہوجائیں کہ سُواری پر بھی جمرہ تک نہ پہنچ سکیں اگر اس قدر بیمار نہیں ہیں پھر بھی کسی عورت یا مرد نے دوسرے کو وَکیل کردیا اور خود رَمی نہیں کی تو دَم واجب ہوجائے گا۔

سُوال: اگر کسی دِن کی رَمی رہ گئی تو کیا کفّارہ ہے؟

جواب: دَم واجب ہوگیا۔

سُوال: اگر بالکل رَمی نہیں کی تو کتنے دَم واجب ہوں گے؟

جواب: خواہ ایک دِن کی رہ گئی یا سب دِنوں کی، صِرف ایک ہی دَم واجب ہوگا۔

سُوال: اگر رَمی خِلافِ ترتیب ہوگئی تو کیا کرے؟

جواب: خِلافِ ترتیب رَمی کرنا مکرُوہ ہے کوئی کفّارہ نہیں، بہتر یہ ہے کہ اِعادہ کرلے۔

سُوال: اگر کسی دِن کی اکثر رَمی ترک کردی مَثَلاً دسویں کو صِرف تین کنکریاں ماریں تو کیا سزا ہے؟

جواب: دَم واجب ہوگیا۔

سُوال: اگر کسی دِن آدھی سے زِیادہ ماریں مَثَلاً گیارھویں کو تین شیطانوں کو اِکیس کنکریاں مارنی تھیں مگر گیارہ ماریں تو کیا سزا ہے؟

جواب: فی کنکری ایک ایک صَدَقہ دینا ہوگا۔

حج کی قربانی

(۷) اب رَمی سے فارغ ہوکر قربانی میں مشغول ہو، یہ قربانی وہ نہیں جو بقرعید میں ہوا کرتی ہے کہ وہ تو مسافر پر اصلاً نہیں اور مقیم مالدار پر واجب ہے اگرچہ حج میں ہو بلکہ یہ حج کا شکرانہ ہے۔ قارِن اور متمتع پر واجب اگرچہ فقیر ہو اور مُفرِد کے لیے مستحب اگرچہ غنی ہو۔ جانور کی عمر و اعضا میں وہی شرطیں ہیں جو عید کی قربانی میں۔

مسئلہ ۱: محتاج محض جس کی ملک میں نہ قربانی کے لائق کوئی جانور ہو، نہ اس کے پاس اتنا نقد یا اسباب کہ اسے بیچ کر لے سکے، وہ اگر قِران یا تمتع کی نیت کریگا تو اس پر قربانی کے بدلے دس روزے واجب ہوں گے تین تو حج کے مہینوں میں یعنی یکم شوال سے نویں ذی الحجہ تک احرام باندھنے کے بعد، اس بیچ میں جب چاہے رکھ لے۔ ایک ساتھ خواہ جُدا جُدا اور بہتر یہ ہے کہ ۷۔۸۔۹ کو رکھے اور باقی سات تیرھویں ذی الحجہ کے بعد جب چاہے رکھے اور بہتر یہ کہ گھر پہنچ کر ہوں۔

(۸) ذبح کرنا آتا ہو تو خود ذبح کرے کہ سنت ہے، ورنہ ذبح کے وقت حاضر رہے۔

(۹) رُو بقبلہ جانور کو لٹا کر اور خود بھی قبلہ کو مونھ کرکے یہ پڑھو:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۷۹﴾ (1)

---

(1) پ ۷، الانعام: ۷۹۔

حج کی قربانی

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

مدینہ (۱) دسویں کو بڑے شیطان کی رَمی کرنے کے بعد قُربان گاہ تشریف لائیں اور قُربانی کریں، یہ وہ قُربانی نہیں جو بقرہ عید میں ہوا کرتی ہے بلکہ حج کے شکرانے میں قارن اور مُتَمتِّع پر واجب ہے چاہے وہ فقیر ہی کیوں نہ ہو، مفرِد کے لئے یہ قُربانی مُستحب ہے چاہے وہ غنی ہو۔

مدینہ (۲) یہاں بھی جانور کی وہی شرائط ہیں جو بقرہ عید کی قربانی کی ہوتی ہیں۔

مدینہ (۳) جانور کی خوب دیکھ بھال کر لیں کیوں کہ آج کل یہاں دیکھا گیا ہے کافی جانور کان کٹے ہوتے ہیں، اگر ایک تہائی سے زیادہ کان کٹا ہوا ہوگا تو قُربانی سرے سے ہوگی ہی نہیں اور اگر تہائی یا اُس سے کم کٹا ہوا ہو، کان چِرا ہوا ہو یا اُس میں سوراخ ہو اِسی طرح کوئی معمولی عیب ہو تو ایسے جانور کی قربانی ہو تو جائے گی مگر مکروہ ہے۔

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۲﴾ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۶۳﴾ (2)

اس کے بعد بِسْمِ اللهِ اَللهُ اَكْبَرُ کہتے ہوئے نہایت تیز چھری سے بہت جلد ذبح کردو کہ چاروں رگیں کٹ جائیں، زیادہ ہاتھ نہ بڑھاؤ کہ بے سبب کی تکلیف ہے۔

مدینہ(٤) اگر ممکن ہو تو اپنے ہاتھ سے قربانی کریں کہ یہی سنت ہے۔ دوسرے کو بھی قربانی کا نائب کر سکتے ہیں۔

مدینہ(٥) اُونٹ کی قربانی افضل ہے کہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے دستِ مبارک سے تریسٹھ اُونٹ نحر فرمائے۔

مدینہ(٦) دسویں کو قربانی کرنا افضل ہے گیارھویں اور بارھویں کو بھی کر سکتے ہیں مگر بارھویں کو غروبِ آفتاب پر قربانی کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

قربانی کے ٹوکن

آج کل حجازِ مقدس میں ایک ادارہ قائم کیا گیا ہے جس کے ذریعے حُجاجِ کرام کو ترغیب دلائی جاتی ہے کہ وہ اسلامی ڈیویلپمنٹ بینک میں قربانی کی رقم جمع کروا کر ٹوکن حاصل کریں اور اس ادارہ کو اپنی قربانی کا اختیار دے دیں۔ پیارے حاجیو! اس ادارہ کے ذریعے قربانی کروانے میں سَراسَر خطرہ ہے کیونکہ مُتَمَتِّع اور قارن کے لیے یہ ترتیب واجب ہے کہ پہلے رَمی کرے پھر قربانی اور پھر حلق اگر اس ترتیب کے خلاف کیا تو دَم واجب ہو جائے گا۔ اب اس ادارہ کو آپ نے رقم جمع کروادی اُنہوں نے آپ کی قربانی کا وقت بھی اگر بتادیا پھر بھی آپ کو اس بات کا پتا لگنا بے حد دُشوار ہے کہ آپ کی قربانی وقت پر ہوئی یا نہیں؟ اگر آپ نے قربانی سے پہلے ہی حلق کروادیا تو آپ پر دَم واجب ہو جائے گا۔

جو حاجی اس ادارہ کے ذریعے قربانی کروانا چاہیں اُن کو یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ اگر وہ اپنی قربانی کا صحیح وقت معلوم کرنا چاہیں تو تیس افراد پر اپنا ایک نمائندہ منتخب کرلیں اور اُس کو پھر خصوصی پاس جاری کیا جاتا ہے اور وہ جا کر سب کی قربانیاں ہوتی دیکھ سکتا ہے۔ اب یہاں بھی یہ خطرہ تو موجود ہے کہ ادارہ والے لاکھوں جانور خریدتے ہیں اور اُن سب کا بے عیب ہونا کیونکر ممکن ہے؟ بہر حال اپنی قربانی آپ خود ہی کریں یہی ہر طرح سے مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(2) انظر: سنن ابی داود، کتاب الضحایا، باب ما یستحب من الضحایا، الحدیث: ٢٧٩٥، ج ٣، ص ٦.

ترجمہ: میں نے اپنی ذات کو اس کی طرف متوجہ کیا، جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، میں باطل سے حق کی طرف مائل ہوں اور میں مشرکوں سے نہیں۔

بیشک میری نماز و قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ (عزوجل) کے لیے ہے، جو تمام جہان کا رب ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اُسی کا حکم ہوا اور میں مسلمانوں میں ہوں۔

(۱۰) بہتر یہ ہے کہ ذبح کے وقت جانور کے دونوں ہاتھ، ایک پاؤں باندھ لو ذبح کر کے کھول دو۔

(۱۱) اونٹ ہو تو اسے کھڑا کر کے سینہ میں گلے کی انتہا پر تکبیر کہہ کر نیزہ مارو کہ سنت یوہیں ہے اسے نحر کہتے ہیں اور اس کا ذبح کرنا مکروہ مگر حلال ذبح سے بھی ہو جائے گا اگر ذبح کرے تو گلے پر ایک ہی جگہ اُسے بھی ذبح کرے(3)۔ جاہلوں میں جو مشہور ہے کہ اونٹ تین جگہ ذبح ہوتا ہے غلط و خلاف سنت ہے اور مُفت کی اذیت و مکروہ ہے۔

(۱۲) جانور جو ذبح کیا جائے جب تک سرد نہ ہولے اس کی کھال نہ کھینچو، نہ اعضا کاٹو کہ ایذا ہے۔

(۱۳) یہ قربانی کر کے اپنے اور تمام مسلمانوں کے حج و قربانی قبول ہونے کی دعا مانگو۔

❀❀❀❀❀

---

(3) حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ اونٹ کی نحر سنت ہے اور ذبح خلاف اولٰی۔ نحر کا طریقہ یہ ہے کہ کھڑے اونٹ کا بایاں پاؤں رسی سے باندھ دیں، پھر سینے سے متصل گردن میں نیزہ ماریں اور اوپر کو کھینچیں تا کہ رگیں و حلقوم طول میں چر جائیں جب گر جائے تو استعمال کریں لیکن جسے نحر نہ آتا ہو وہ ذبح کرے، رب تعالٰی فرماتا ہے: "فَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ" کے معنے ہیں تین پاؤں پر کھڑا ہوا اور فرماتا ہے: "فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا" جب اونٹ کی کروٹ زمین پر گرے۔ معلوم ہوا کہ کھڑا کر کے نحر کرو نحر کے بعد وہ گرے۔ گائے بکری وغیرہ میں ذبح چاہیے، ذبح لٹا کر ہوتا ہے رگیں و حلقوم چوڑائی میں کاٹی جاتی ہیں۔ (اشعہ و مرقات) (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۴، ص ۲۵۰)

حلق و تقصیر

(۱۴) قربانی کے بعد قبلہ مونھ بیٹھ کر مرد حلق کریں یعنی تمام سر مونڈائیں کہ افضل ہے یا بال کتروائیں کہ رخصت ہے۔ عورتوں کو بال مونڈانا حرام ہے۔ ایک پورہ برابر بال کتروادیں۔ مُفرِد اگر قربانی کرے تو اُسکے لیے مستحب یہ ہے کہ قربانی کے بعد حلق کرے اور اگر حلق کے بعد قربانی کی جب بھی حرج نہیں اور تمتع و قِران والے پر قربانی کے بعد حلق کرنا واجب ہے یعنی اگر قربانی سے پہلے سر مونڈائے گا تو دَم واجب ہوگا۔

مسئلہ ۱: کتروائیں تو سر میں جتنے بال ہیں ان میں کے چہارم بالوں میں سے کتروانا ضروری ہے، لہٰذا ایک پورہ سے زیادہ کتروائیں کہ بال چھوٹے بڑے ہوتے ہیں ممکن ہے کہ چہارم بالوں میں سب ایک ایک پورا نہ ترشیں۔

مسئلہ ۲: سر مونڈانے یا بال کتروانے کا وقت ایام نحر ہے یعنی ۱۰، ۱۱، ۱۲، اور افضل پہلا دن یعنی دسویں ذی الحجہ۔(1)

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الخامس، فی کیفیۃ اداء الحج، ج۱، ص۲۳۱۔

حَلق اور تَقصیر کے سَترہ مَدَنی پھول

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دَامَت بَرَکَاتُہُم العَالِیَہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں دعائے عرفات کے بارے میں لکھتے ہیں:

مدینہ(۱) قُربانی سے فارِغ ہوکر قِبلہ کی طرف مُنہ کرکے مرد حَلق کریں یعنی تمام سَر کے بال منڈوادیں یا تَقصیر کریں یعنی کم از کم چوتھائی سَر کے بال اُنگلی کے پَورے کے برابر کٹوائیں۔

مدینہ(۲) اِسلامی بہنیں صِرف تَقصیر کروائیں یعنی چوتھائی سَر کے بالوں میں سے ہر بال اُنگلی کے پَورے کے برابر شوہر موجود ہو تو وہ کاٹ دے یا خود ہی قینچی سے کاٹ لیں۔

مدینہ(۳) بعض لوگ قینچی سے چند بال کاٹ لیتے ہیں اِس طرح قصر نہیں ہوتا اور اِحرام کی پابندیاں بھی ختم نہیں ہوتیں، کم از کم چوتھائی سَر کا ہر بال ایک اُنگلی کے پَورے کے برابر کٹنا واجب ہے۔

مدینہ(۴) بال چُونکہ چھوٹے بڑے ہوتے ہیں لہٰذا ایک پورے سے زیادہ کٹوائیں تاکہ سب بال کم از کم ایک پَورے کے برابر کٹ جائیں۔

مدینہ(۵) جب اِحرام سے باہر ہونے کا وَقت آ گیا تو اب مُحرِم (یعنی احرام والا) اپنا یا دوسرے کا سَر مونڈ سکتا ہے اگرچِہ دوسرا بھی مُحرِم ہو۔

مدینہ(۶) حَلق یا تَقصیر سے پہلے نہ ناخُن کتروائیں نہ خط بنوائیں ورنہ کَفّارہ لازم آئے گا۔

←

مسئلہ ۳: جب احرام سے باہر ہونے کا وقت آ گیا تو اب مُحرم اپنا یا دوسرے کا سر مونڈ سکتا ہے، اگرچہ یہ دوسرا بھی مُحرم ہو۔ (2)

مسئلہ ۴: جس کے سر پر بال نہ ہوں اُسے اُسترہ پھروانا واجب ہے اور اگر بال ہیں مگر سر میں پھڑیاں ہیں جن کی وجہ سے مونڈا نہیں سکتا اور بال اتنے بڑے بھی نہیں کہ کتروائے تو اس عُذر کے سبب اُس سے مونڈانا اور کتروانا ساقط ہوگیا۔ اُسے بھی مونڈانے والوں، کتروانے والوں کی طرح سب چیزیں حلال ہوگئیں مگر بہتر یہ ہے کہ ایامِ نحر کے ختم ہونے تک بدستور رہے۔ (3)

مدینہ(۷) حلق یا تقصیر کا وقت ایّامِ نحر ہے یعنی دس، گیارہ اور بارہ ذوالحجہ اور افضل دس ذوالحجہ ہے۔

مدینہ(۸) اگر بارھویں تک حلق یا قصر نہ کیا تو دَم لازم آئے گا۔

مدینہ(۹) جس کے سر پر بال نہ ہوں، قُدرتی گنج ہو تو اس کو بھی اپنے سر پر اُسترا پھروانا واجب ہے۔

مدینہ(۱۰) اگر کسی کے سر پر پھڑیاں یا زخم وغیرہ ہوں جن کی وجہ سے سر نہیں منڈوا سکتا اور بال بھی اتنے بڑے نہیں کہ کٹوا سکے تو اس مجبوری کے سبب اُس کو منڈوانا اور کتروانا ساقط ہو گیا اُسے بھی منڈوانے اور کتروانے والوں کی طرح سب چیزیں حلال ہو گئیں مگر بہتر یہ ہے کہ ایّامِ نحر ختم ہونے تک بدستور اِحرام میں رہے۔

مدینہ(۱۱) حلق یا قصر حُدُودِ حَرَم میں واجب ہے اگر حُدُودِ حَرَم سے باہر کیا تو دَم واجب ہوگا۔ (مِنٰی حُدُودِ حَرَم ہی میں ہے)

مدینہ(۱۲) مِنٰی میں حلق یا تقصیر کروانا سُنّت ہے۔

مدینہ(۱۳) حلق یا تقصیر کرواتے وَقت قبلہ رُو بیٹھنا اور سیدھی جانب سے شُروع کرنا سُنّت ہے۔

مدینہ(۱٤) دورانِ حلق یا تقصیر اس طرح تکبیر پڑھتے رہیے:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

مدینہ(۱۵) قبل بھی اور بعدِ فراغت بھی اپنے لئے اور تمام اُمّت کے لئے دُعائے مغفرت کیجئے۔

مدینہ(۱٦) مفرد اگر قُربانی کرنا چاہے تو اُس کے لیے مُستَحَب یہ ہے کہ حلق یا تقصیر قُربانی کے بعد کروائے اور اگر حلق کے بعد قُربانی کی جب بھی حرج نہیں اور تمتع اور قِران والے کے لیے حلق یا تقصیر قُربانی کے بعد کرنا واجب ہے، اگر پہلے حلق یا تقصیر کرے گا تو دَم واجب ہوجائے گا۔

مدینہ(۱۷) حلق یا تقصیر سے فارِغ ہونے کے بعد اِحرام کی پابندیاں ختم ہوجاتی ہیں مگر بیوی سے صُحبت اور اس کے لوازمات طوافِ زیارۃ کے بعد جائز ہوں گے۔ (رفیق الحرمین صفحہ ۱۹۶۔۱۹۹)

(2) لباب المناسک، (باب مناسک منی، فصل فی الحلق والتقصیر)، ص۲۳۰۔

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الخامس فی کیفیۃ اداء الحج، ص۲۳۱۔

مسئلہ ۵: اگر وہاں سے کسی گاؤں وغیرہ میں ایسی جگہ چلا گیا کہ نہ حجام ملتا ہے، نہ اُسترہ یا قینچی پاس ہے کہ مونڈالے یا کتروائے تو یہ کوئی عُذر نہیں مونڈانا یا کتروانا ضروری ہے۔(4)

اور یہ بھی ضرور ہے کہ حرم سے باہر مونڈانا یا کتروانا نہ ہو بلکہ حرم کے اندر ہو کہ اس کے لیے یہ جگہ مخصوص ہے، حرم سے باہر کریگا تو دَم لازم آئے گا۔(5)

مسئلہ ۶: اس موقع پر سر مونڈانے کے بعد مونچھیں ترشوانا، موئے زیرِ ناف دُور کرنا مستحب ہے اور داڑھی کے بال نہ لے اور لیے تو دَم وغیرہ واجب نہیں۔(6)

مسئلہ ۷: اگر نہ مونڈائے نہ کتروائے تو کوئی چیز جو احرام میں حرام تھی حلال نہ ہوئی اگرچہ طواف بھی کر چکا ہو۔(7)

مسئلہ ۸: اگر بارھویں تک حلق وقصر نہ کیا تو دَم لازم آئے گا کہ اس کے لیے یہ وقت مقرر ہے۔(8)

---

(4) المرجع السابق۔

(5) لباب المناسک، (باب مناسک منی، فصل فی الحلق والتقصیر)، ص۲۳۰۔

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الخامس فی کیفیۃ اداء الحج، ص۲۳۲۔

میرے شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطاؔر قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

پیارے حاجیو! یہ وہ مقدّس گلیاں ہیں جن میں ہمارے پیارے آقا مَدَنی مصطفٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیّبہ کے کم وبیش ترپن سال گزارے ہیں، یہاں ہر جگہ محبوبِ اکرم، رسولِ محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہ وسلم کے نقشِ قدم ہیں، جتنا ہو سکے اِن مقدّس گلیوں کا اَدَب کیجئے۔ خبردار! یہاں گناہ تو کُجا گناہ کا تصوُّر بھی نہ آنے پائے کہ اگر یہاں کی ایک نیکی لاکھ کے برابر ہے تو گناہ بھی لاکھ گنا ہے۔ گالی گلوچ، غیبت، چغلی، جھوٹ، بدنگاہی، بدگمانی وغیرہ ہمیشہ حرام ہیں مگر یہاں کا جرم تو لاکھ گنا ہے اور ہاں! اُن نادانوں کی طرح مت کرنا جو حلق کرواتے ہوئے ساتھ ہی مَعَاذَ اللہ! داڑھی بھی منڈوا دیتے ہیں کہ داڑھی منڈوانا یا کتروا کر ایک مُٹھی سے چھوٹی کرڈالنا دونوں ویسے بھی حرام ہیں اور یہاں تو اگر ایک بار بھی داڑھی منڈوائیں گے یا ایک مُٹھی سے چھوٹی کروائیں گے تو لاکھ بار حرام کا گناہ ملے گا بلکہ اے خوش نصیب حاجیو! اب تو آپ کے چہرے کو مکّے مدینے کی ہوائیں چوم رہی ہیں اس لئے اِن مبارک بالوں کو بڑھنے ہی دیجئے اور ہمیشہ کے لئے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہ وسلم کی پاکیزہ سُنّت داڑھی مبارک کو اپنے چہرے پر سجا لیجئے۔ ؎

سرکار کا عاشق بھی کیا داڑھی منڈاتا ہے ... کیوں عشق کا چہرے سے اظہار نہیں ہوتا

(7) المرجع السابق۔

(8) ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب فی طواف الزیارۃ، ج۳، ص۶۱۶۔

(۱۵) حلق ہو یا تقصیر دہنی طرف (9) سے شروع کرو اور اس وقت اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ کہتے جاؤ اور فارغ ہونے کے بعد بھی کہو اور حلق یا تقصیر کے وقت یہ دُعا پڑھو:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی مَا ھَدَانَا وَاَنْعَمَ عَلَیْنَا وَقَضٰی عَنَّا نُسُکَنَا اَللّٰھُمَّ ھٰذِہٖ نَاصِیَتِیْ بِیَدِكَ فَاجْعَلْ لِیْ بِکُلِّ شَعْرَۃٍ نُوْرًا یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَامْحُ عَنِّیْ بِھَا سَیِّئَۃً وَّارْفَعْ لِیْ بِھَا دَرَجَۃً فِی الْجَنَّۃِ الْعَالِیَۃِ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْ نَفْسِیْ وَتَقَبَّلْ مِنِّیْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَ لِلْمُحَلِّقِیْنَ وَالْمُقَصِّرِیْنَ یَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَۃِ اٰمِیْن.(10)

اور سب مسلمانوں کی بخشش کی دعا کرو۔

مسئلہ ۹: اگر مونڈانے یا کتروانے کے سوا کسی اور طرح سے بال دور کریں مثلاً چونا ہرتال وغیرہ سے جب بھی جائز ہے۔(11)

(۱۶) بال دفن کر دیں اور ہمیشہ بدن سے جو چیز بال، ناخن، کھال جُدا ہوں دفن کر دیا کریں۔

(۱۷) یہاں حلق یا تقصیر سے پہلے ناخن نہ کترواؤ، نہ خط بنواؤ، ورنہ دَم لازم آئے گا۔

(۱۸) اب عورت سے صحبت کرنے، بشہوت اُسے ہاتھ لگانے، بوسہ لینے، شرم گاہ دیکھنے کے سوا جو کچھ احرام نے حرام کیا تھا سب حلال ہو گیا۔

❁❁❁❁❁

(9) یعنی مونڈانے والے کی دہنی جانب یہی حدیث سے ثابت اور امام اعظم نے بھی ایسا ہی کیا لہٰذا بعض کتابوں میں جو حجام کی دہنی جانب سے شروع کرنے کو بتایا صحیح نہیں۔

(10) حمد ہے اللہ (عزوجل) کے لیے اس پر کہ اس نے ہمیں ہدایت کی اور انعام کیا اور ہماری عبادت پوری کرا دی، اے اللہ (عزوجل)! یہ میری چوٹی تیرے ہاتھ میں ہے میرے لیے ہر بال کے بدلے میں قیامت کے دن نور کر اور اس کی وجہ سے میرا گناہ مٹا دے اور جنت میں درجہ بلند کر، الٰہی! میرے لیے میرے نفس میں برکت کر اور مجھ سے قبول کر، اے اللہ (عزوجل)! مجھ کو اور سر منڈانے والوں اور بال کتروانے والوں کو بخش دے، اے بڑی مغفرت والے! آمین۔

(11) الدر المختار، کتاب الحج، مطلب في رمي جمرة العقبة، ج۳، ص۶۔

طوافِ فرض

(۱۹) افضل یہ ہے کہ آج دسویں ہی تاریخ فرض طواف کے لیے جسے طواف زیارت وطواف افاضہ کہتے ہیں، مکہ معظمہ میں جاؤ بدستور مذکور پیدل باوضو وسترِ عورت طواف کرو مگر اس طواف میں اِضطباع نہیں۔

مسئلہ ۱: یہ طواف حج کا دوسرا رکن ہے اس کے سات پھیرے کیے جائیں گے، جن میں چار پھیرے فرض ہیں کہ بغیر ان کے طواف ہوگا ہی نہیں اور نہ حج ہوگا اور پورے سات کرنا واجب تو اگر چار پھیروں کے بعد جماع کیا تو حج ہوگیا مگر دَم واجب ہوگا کہ واجب ترک ہوا۔ (1)

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الخامس في کیفیۃ اداء الحج، ج۱، ص۲۳۲، وغیرہ۔

طَوافِ زِیارت کے ۱۲ مَدَنی پھول

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطّارقادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُم الْعَالِیَہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں؛

مدینہ(۱) طَوافُ الزِّیارۃ حج کا دوسرا رُکن ہے، اِس کے سات پھیرے کئے جائیں گے جن میں چار پھیرے فرض ہیں اور سات پھیرے پورے کرنا واجب ہے۔

مدینہ(۲) طوافُ الزِّیارۃ دسویں ذوالحجہ کو کرلینا افضل ہے۔ لہٰذا پہلے جَمْرَۃُ الْعَقَبَہ کی رَمی پھر قُربانی اور اِس کے بعد حَلق یا تقصیر سے فارِغ ہولیں، اب افضل یہ ہے کہ کچھ قُربانی کا گوشت کھا کر پیدل مَکّۂ مکرَّمہ حاضِر ہوں اور یہ بھی افضل ہے کہ بابُ السَّلام سے مسجدُ الحرام شریف میں داخِل ہوں۔

مدینہ(۳) باوُضو اورسترِ عورت کے ساتھ طَواف کیجئے۔

مدینہ(٤) اگر قارِن اور مفرِد طَوافِ قُدُوم میں اور مُتَمتِّع حج کا اِحرام باندھنے کے بعد کسی نَفلی طَواف میں حج کے رَمَل وسَعی سے فارِغ ہوچکے ہوں تو اب طَوافِ زِیارۃ میں اِس کی حاجت نہیں۔ ہاں! اگر رَمَل وسَعی نہیں کیا تھا یا صِرف رَمَل ہی کیا تھا تو اب اِس طَواف میں رَمَل وسَعی کرلیجئے۔

مدینہ(٥) طوافُ الزِّیارۃ روزمرہ کے لباس میں کرنا ہوتا ہے، لہٰذا بعض اِسلامی بھائی سوچ میں پڑ جاتے ہیں کہ اس لباس میں اب رَمَل و سَعی کیونکر کریں؟ توعرض یہ ہے کہ اگر حج کے رَمَل وسَعی سے پہلے فارِغ نہیں ہوئے تو اب سِلے ہوئے کپڑوں ہی میں رَمَل وسَعی کرلیجئے۔ ہاں اضطباع نہیں ہوسکے گا کیوں کہ اب اِس کا موقع نہ رہا۔

مدینہ(٦) اگر یہ طَواف دسویں کو نہ کرسکے تو گیارہویں اور بارہویں کو بھی کرسکتے ہیں مگر بارہویں کا سورج غُروب ہونے سے پہلے پہلے کر لیجئے۔

←

مدینہ(۷) اگر بارہویں کے غُروبِ آفتاب تک طواف نہ کر سکے تو آپ پر دَم واجب ہو جائے گا، ہاں اگر عورت کو حیض یا نفاس آ گیا اور بارہویں کے بعد پاک ہوئی تو اب کر لے اِس وجہ سے تاخیر ہونے پر اُس پر دَم واجب نہیں۔

مدینہ(۸) اگر طواف الزِّیارۃ نہ کیا عورتیں حلال نہ ہوں گی چاہے برسوں گزر جائیں۔ (عالمگیری)

مدینہ(۹) بہرحال طَواف سے فارغ ہو کر دو رَکعت واجبُ الطَّواف بدستور ادا کیجئے اِس کے بعد مُلتزم پر بھی حاضری دیں اور آبِ زَم زَم بھی خوب پیٹ بھر کر پئیں۔

مدینہ(۱۰) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ! مُبارَک ہو کہ آپ کا حج مکمل ہو گیا اور عورتیں بھی حلال ہو گئیں۔

مدینہ(۱۱) گیارہویں اور بارہویں اور تیرہویں، یہ تین راتیں مِنٰی شریف میں گزارنا سُنّت ہے۔

مدینہ(۱۲) اگر بارہویں کو سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے مِنٰی شریف کی حُدُود سے باہر نکل گئے تو حَرَج نہیں۔

طَوافِ زیارت کے بارے میں سُوال و جواب

سُوال: حائضہ کی نِشَست محفوظ ہے طَوافِ زِیارت کا کیا کرے؟

جواب: ممکن ہو تو نِشَست مَنسُوخ کروائے اور بعدِ طہارت طَوافِ زِیارت کرے۔ اگر نِشَست مَنسُوخ کروانے میں اپنی یا ہمسفروں کی دُشواری ہو تو مجبوری کی صورت میں طَوافِ زِیارت کر لے مگر بَدَنہ یعنی گائے یا اُونٹ کی قربانی لازِم آئے گی اور توبہ کرنا بھی ضَروری ہے کیونکہ جَنابَت کی حالت میں مسجد میں داخِل ہونا گناہ ہے۔ اگر بارہویں کے غُروبِ آفتاب تک طہارت کر کے طَوافُ الزِّیارۃ کا اِعادہ کرنے میں کامیابی ہو گئی تو کَفّارہ ساقِط ہو گیا اور بارہویں کے بعد اگر پاک ہونے کے بعد موقع مل گیا اور اِعادہ کر لیا تو بَدَنہ ساقِط ہو گیا مگر دَم دینا ہو گا۔

سُوال: خواتین حیض روکنے کی گولیاں استعمال کرتی ہیں جس سے باری کے دنوں میں حیض نہیں آتا تو ان باری کے دنوں میں جب کہ حیض بند ہو طَوافُ الزِّیارۃ کر سکتی ہیں یا نہیں؟

جواب: کر سکتی ہیں۔

سُوال: جَنابَت (یعنی اِحتِلام) کی حالت میں دسویں کو کسی نے طَوافُ الزِّیارۃ کر لیا پھر گیارہویں کو یاد آیا تو کیا سزا ہے؟

جواب: اس کا اِعادہ (یعنی دوبارہ لوٹانا) واجب ہے۔ اگر بارہویں کے غُروبِ آفتاب سے پہلے پہلے پاکی کی حالت میں اِعادہ کر لیا تو کوئی کَفّارہ نہیں اگر بارہویں کے بعد کیا تو دَم اور اگر اِعادہ کیا ہی نہیں تو بَدَنہ دے۔

سُوال: اگر کسی نے بے وُضو طَوافُ الزِّیارۃ کر لیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: دَم واجب ہو گیا۔ ہاں! باوُضو اِعادہ کرنا مُستَحَب ہے نیز اِعادہ کر لینے سے دَم بھی واجب نہ رہا بلکہ بارہویں کے بعد بھی اگر اِعادہ کر لیا تو دَم ساقِط ہو گیا۔

سُوال: ناپاک کپڑوں میں طَوافُ الزِّیارۃ کیا تو کیا کَفّارہ ہے؟

اور اگر کسی اور نے اُسے کندھے پر اُٹھا کر طواف کیا تو اُس کا طواف نہ ہوا مگر جب کہ یہ مجبور ہو خود نہ کرسکتا ہو مثلاً بیہوش ہے۔(2)

مسئلہ ۳: بیہوش کو پیٹھ پر لاد کر یا کسی اور چیز پر اُٹھا کر طواف کرایا اور اس میں اپنے طواف کی بھی نیت کر لی تو دونوں کے طواف ہو گئے اگرچہ دونوں کے دو قسم کے طواف ہوں۔

مسئلہ ۴: اس طواف کا وقت دسویں کی طلوعِ فجر سے ہے، اس سے قبل نہیں ہوسکتا۔(3)

مسئلہ ۵: اس میں بلکہ مطلق ہر طواف میں نیت شرط ہے، اگر نیت نہ ہو طواف نہ ہوا مثلاً دشمن یا درندے سے بھاگ کر پھیرے کیے طواف نہ ہوا بخلاف وقوفِ عرفہ کہ وہ بغیر نیت بھی ہو جاتا ہے مگر یہ نیت شرط نہیں کہ یہ طوافِ زیارت ہے۔(4)

جواب: کوئی کفّارہ نہیں البتہ ناپاک کپڑوں میں ہر قسم کا طَواف مکروہ ہے۔

سُوال: دسویں کو طَوافُ الزِّیارۃ کے لئے حاضِر ہوئے مگر غَلَطی سے نَفلی طَواف کی نیّت کرلی، اب کیا کرنا چاہیے؟

جواب: آپ کا طَوافِ زیارت ادا ہوگیا۔ یہ بات ذِہن نشین کر لیجئے کہ طَواف میں نیّت ضَرور فرض ہے کہ اِس کے بغیر طَواف ہوتا ہی نہیں مگر اِس میں یہ شرط نہیں کہ کسی مُعَیَّن (یعنی مخصوص) طَواف کی نیّت کی جائے۔ ہر طَواف فَقَط نیّتِ طَواف سے ادا ہو جاتا ہے، بلکہ جس طَواف کو کسی خاص وَقت کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا ہے اگر اُس مخصوص وَقت میں آپ نے کسی دوسرے طَواف کی نیّت کی بھی، جب بھی یہ دوسرا، نہ ہوگا بلکہ وہ ہوگا جو مخصوص ہے۔ مَثَلاً عُمرہ کا اِحرام باندھ کر باہر سے حاضِر ہوئے اور عُمرہ کے طَواف کی نیّت نہ کی بلکہ صِرف مُطلَقاً طَواف کی نیّت کی بلکہ نفلی طَواف کی نیّت کی، ہر صورت میں یہ عُمرہ ہی کا طَواف مانا جائے گا۔ اِسی طرح قِران کا اِحرام باندھ کر حاضِر ہوئے اور آنے کے بعد جو پہلا طَواف کیا وہ عُمرہ کا ہے اور دوسرا طَواف طوافِ قُدوم۔

سُوال: طَوافِ زیارت کے چار پھیرے کرکے وطن چلا گیا تو کیا سزا ہے؟

جواب: اِس طواف میں چار پھیرے فرض ہیں اور ساتوں پورے کرنا واجب اگر سات میں سے ایک پھیرا بھی کم رہ گیا تو دَم واجب ہے اور دَم صِرف حُدُودِ حَرَم میں دیا جاسکتا ہے، لہٰذا کسی شناسا وغیرہ کے ذریعہ حَرَم میں قربانی کروادیں۔

سُوال: اگر طَوافِ زیارت کے بغیر وطن چلا گیا تو کیا کفّارہ ہے؟

جواب: کفّارے سے گزارہ نہیں کیونکہ حج ہی نہ ہوا اب لازمی ہے کہ دوبارہ مَکّۂ مکرّمہ آئیں اور طَوافِ زیارت کریں، جب تک طَوافِ زیارت نہیں کریں گے عورتیں حلال نہیں ہوں گی چاہے برسوں گزر جائیں۔

(2) ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب: فی طواف الزیارۃ، ج ۳، ص ۶۱۴.

(3) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الحج، ص ۲۰۵.

(4) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الحج، ص ۲۰۵.

مسئلہ ۶: عید الاضحیٰ کی نماز وہاں نہیں پڑھی جائے گی۔ (5)

(۲۰) قارِن و مُفرِد طواف قدوم میں اور متمتع بعد احرام حج کسی طواف نفل میں حج کے رَمَل و سَعی دونوں یا صرف سَعی کر چکے ہوں تو اس طواف میں رَمَل و سعی کچھ نہ کریں اور (۱) اگر اس میں رمل و سعی کچھ نہ کیا ہو یا (۲) صرف رَمَل کیا ہو یا (۳) جس طواف میں کیے تھے وہ عمرہ کا تھا جیسے قارِن و متمتع کا پہلا طواف یا (۴) وہ طواف بے طہارت کیا تھا یا (۵) شوال سے پیشتر کے طواف میں کیے تھے تو ان پانچوں صورتوں میں رمل و سعی دونوں اس طواف فرض میں کریں۔

(۲۱) کمزور اور عورتیں اگر بھیڑ کے سبب دسویں کو نہ جائیں تو اس کے بعد گیارھویں کو افضل ہے اور اس دن یہ بڑا نفع ہے کہ مطاف خالی ملتا ہے گنتی کے بیس تیس آدمی ہوتے ہیں عورتوں کو بھی باطمینان تمام ہر پھیرے میں سنگِ اسود کا بوسہ ملتا ہے۔

(۲۲) جو گیارھویں کو نہ جائے بارھویں کو کرلے اس کے بعد بلا عذر تاخیر گناہ ہے، جرمانہ میں ایک قربانی کرنی ہوگی۔ ہاں مثلاً عورت کو حیض یا نفاس آگیا تو ان کے ختم کے بعد طواف کرے مگر حیض یا نفاس سے اگر ایسے وقت پاک ہوئی کہ نہا دھو کر بارھویں تاریخ میں آفتاب ڈوبنے سے پہلے چار پھیرے کرسکتی ہے تو کرنا واجب ہے، نہ کرے گی گنہگار ہوگی۔ یوہیں اگر اتنا وقت اُسے ملا تھا کہ طواف کرلیتی اور نہ کیا اب حیض یا نفاس آگیا تو گنہگار ہوئی۔ (6)

(۲۳) بہر حال بعد طواف دو رکعت بدستور پڑھیں، اس طواف کے بعد عورتیں بھی حلال ہو جائیں گی اور حج پورا ہو گیا کہ اس کا دوسرا رکن یہ طواف تھا۔

مسئلہ ۷: اگر یہ طواف نہ کیا تو عورتیں حلال نہ ہوں گی اگرچہ برسیں گزر جائیں۔ (7)

مسئلہ ۸: بے وضو یا جنابت میں طواف کیا تو احرام سے باہر ہوگیا، یہاں تک کہ اس کے بعد جماع کرنے سے حج فاسد نہ ہوگا اور اگر اُلٹا طواف کیا یعنی کعبہ کی بائیں جانب سے تو عورتیں حلال ہوگئیں مگر جب تک مکہ میں ہے اس طواف کا اعادہ کرے اور اگر نجس کپڑا پہن کر طواف کیا تو مکروہ ہوا اور بقدر مانع نماز ستر کُھلا رہا تو ہو جائے گا مگر دَم لازم ہے۔ (8)

---

(5) ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب فی طواف الزیارۃ، ج ۳، ص ۶۱۷۔

(6) ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب فی طواف الزیارۃ، ج ۳، ص ۶۱۶۔

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الخامس فی کیفیۃ اداء الحج، ج ۱، ص ۲۳۲۔

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الخامس، ج ۱، ص ۲۳۲. والجوہرۃ النیرۃ، کتاب الحج، ص ۲۰۶۔

(۲۴) دسویں، گیارھویں، بارھویں کی راتیں منیٰ ہی میں بسر کرنا سنت ہے، نہ مزدلفہ میں نہ مکہ میں نہ راہ میں، لہٰذا جو شخص دس یا گیارہ کو طواف کے لیے گیا واپس آکر رات منیٰ ہی میں گزارے۔

مسئلہ ۹: اگر اپنے آپ منیٰ میں رہا اور اسباب وغیرہ مکہ کو بھیج دیا یا مکہ ہی میں چھوڑ کر عرفات کو گیا تو اگر ضائع ہونے کا اندیشہ نہیں ہے، تو کراہت ہے ورنہ نہیں۔ (9)

❁❁❁❁❁

(9) الدرالمختار، کتاب الحج، ج ۳، ص ۶۲۱.

باقی دنوں کی رمی

(۲۵) گیارہویں تاریخ بعد نماز ظہر امام کا خطبہ سُن کر پھر رَمی کو چلو، ان ایام میں رَمی جَمرہ اولیٰ سے شروع کرو جو مسجد خیف سے قریب ہے، اس کی رَمی کو راہِ مکہ کی طرف سے آکر چڑھائی پر چڑھو کہ یہ جگہ نسبت جمرۃ العقبہ کے بلند ہے، یہاں رُو بقبلہ سات کنکریاں بطور مذکور مار کر جَمرہ سے کچھ آگے بڑھ جاؤ اور قبلہ رو دعا میں یوں ہاتھ اُٹھاؤ کہ ہتھیلیاں قبلہ کو رہیں۔ حضور قلب سے حمد و درود و دعا و استغفار میں کم سے کم بیس آیتیں پڑھنے کی قدر مشغول رہو، ورنہ پون پارہ یا سورہ بقرہ کی مقدار تک۔

(۲۶) پھر جَمرہ وسطیٰ پر جا کر ایسا ہی کرو (۲۷) پھر جَمرۃ العقبہ پر مگر یہاں رَمی کر کے نہ ٹھہرو معاً پلٹ آؤ، پلٹتے میں دعا کرو۔

(۲۸) بعینہٖ اسی طرح بارھویں تاریخ بعد زوال تینوں جمرے کی رَمی کرو، بعض لوگ دوپہر سے پہلے آج رَمی کر کے مکہ معظمہ کو چل دیتے ہیں۔ یہ ہمارے اصل مذہب کے خلاف اور ایک ضعیف روایت ہے تم اس پر عمل نہ کرو۔

(۲۹) بارھویں کی رَمی کر کے غروب آفتاب سے پہلے پہلے اختیار ہے کہ مکہ معظمہ کو روانہ ہو جاؤ مگر بعد غروب چلا جانا معیوب۔ اب ایک دن اور ٹھہرنا اور تیرھویں کو بدستور دوپہر ڈھلے رَمی کر کے مکہ جانا ہوگا اور یہی افضل ہے، مگر عام لوگ بارھویں کو چلے جاتے ہیں تو ایک رات دن یہاں اور قیام میں قلیل جماعت کو دقت ہے اور اگر تیرھویں کی صبح ہوگئی تو اب بغیر رَمی کیے جانا جائز نہیں، جائے گا تو دَم واجب ہوگا۔ دسویں کی رَمی کا وقت اوپر مذکور ہوا۔

گیارہویں بارھویں کا وقت آفتاب ڈھلنے (ظہر کا وقت شروع ہونے) سے صبح تک ہے مگر رات میں یعنی آفتاب ڈوبنے کے بعد مکروہ ہے اور تیرھویں کی رَمی کا وقت صبح سے آفتاب ڈوبنے تک ہے مگر صبح سے آفتاب ڈھلنے تک مکروہ وقت ہے، اس کے بعد غروب آفتاب تک مسنون۔ لہٰذا اگر پہلی تین تاریخوں ۱۰، ۱۱، کی رَمی دن میں نہ کی ہو تو رات میں کر لے پھر اگر بغیر عُذر ہے تو کراہت ہے، ورنہ کچھ نہیں اور اگر رات میں بھی نہ کی تو قضا ہوگئی، اب دوسرے دن اس کی قضا دے اور اس کے ذمہ کفارہ واجب اور اس قضا کا بھی وقت تیرھویں کے آفتاب ڈوبنے تک ہے، اگر تیرھویں کو آفتاب ڈوب گیا اور رَمی نہ کی تو اب رَمی نہیں ہو سکتی اور دَم واجب۔ (1)

---

(1) ... ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب فی رمی الجمرات الثلاث، ج ۳، ص ۶۱۹۔

....

گیارہ اور بارہ کی رَمی

مدینہ(۱) گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کو تینوں شیطانوں کو کنکریاں مارنا ہے۔اس کی ترتیب یہ ہے:
پہلے جَمرَۃُ الاُولٰی (یعنی چھوٹا شیطان) پھر جَمرَۃُ الوُسطٰی (یعنی منجھلا شیطان) اور آخر میں جَمرَۃُ العَقَبہ (یعنی بڑا شیطان)

مدینہ(۲) دوپہر کے بعد جَمرَۃُ الاُولٰی (یعنی چھوٹے شیطان) پر آئیں اور قبلہ کی طرف مُنہ کر کے سات کنکریاں ماریں() کنکریاں مار کر جمرہ سے کچھ آگے بڑھ جائیں اور اُلٹے ہاتھ کی جانب ہٹ کر قبلہ رُو کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ کندھوں تک اُٹھائیں کہ ہتھیلیاں آسمان کی طرف رہیں، اب دُعا و اِستغفار میں کم از کم بیس آیتیں پڑھنے کی مِقدار مشغول رہیں۔

مدینہ(۳) اب جَمرَۃُ الوُسطٰی (یعنی منجھلے شیطان) پر بھی اِسی طرح کیجئے۔

مدینہ(٤) پھر آخر میں جَمرَۃُ العَقَبہ (یعنی بڑے شیطان) پر اِسی طرح رَمی کیجئے جس طرح آپ نے دَس تاریخ کو کی تھی() یادرہے بڑے شیطان کی رَمی کے بعد آپ کو ٹھہرنا نہیں ہے، فوراً پلٹ پڑنا ہے اور اِسی دَوران دُعا بھی کرنا ہے۔

مدینہ(٥) بارہویں کو بھی اِسی طرح تینوں جمرات کی رَمی کیجئے۔

مدینہ(٦) گیارہویں اور بارہویں کی رَمی کا وَقت زَوالِ آفتاب کے بعد شُروع ہوتا ہے۔ بے شُمار لوگ صُبح ہی سے رَمی شُروع کر دیتے ہیں یہ غَلَط ہے اور اِس طرح کرنے سے رَمی ہوتی ہی نہیں۔ گیارہویں یا بارہویں کو زَوال سے پہلے اگر کسی نے رَمی کر لی اور اُسی دِن اگر اِعادہ نہ کیا تو دَم واجِب ہو جائے گا۔

مدینہ(٧) بارہویں کی رَمی کر کے اِختیار ہے کہ غُروبِ آفتاب سے قبل مَکّۂ مُعَظَّمہ کے لیے روانہ ہو جائیں۔ اگر آپ ابھی مِنٰی شریف کی حُدُود میں تھے اور سورج غُروب ہو گیا تو اب چلا جانا مَعیُوب ہے۔ اب مِنٰی ہی میں قِیام کر کے تیرہویں کو دوپہر ڈھلنے کے بعد بدستور تینوں شیطانوں کو کنکریاں مار کر مَکّۂ مکرمہ جائیں کہ یہی اَفضل ہے اگر چلے گئے تو کفّارہ وغیرہ واجِب نہیں۔

مدینہ(٨) اگر مِنٰی شریف کی حُدُود ہی میں تیرہویں کی صُبحِ صادِق ہو گئی اب رَمی کرنا واجِب ہو گیا اگر بغیر رَمی کئے چلے گئے تو دَم واجِب ہوگا۔

مدینہ(٩) گیارہویں اور بارہویں کی رَمی کا وَقت آفتاب ڈھلنے (یعنی ظہر کا وَقت شُروع) ہونے سے صُبح تک ہے مگر بِلا عُذر آفتاب ڈوبنے کے بعد رَمی کرنا مکروہ ہے۔

مدینہ(١٠) تیرہویں کی رَمی کا وقت صُبحِ صادِق سے غُروبِ آفتاب تک ہے مگر صُبح سے ابتدائے وَقتِ ظہر تک مکروہ وَقت ہے، ظہر کا وَقت شُروع ہونے کے بعد مَسنُون ہے۔

مدینہ(١١) کسی دِن کی رَمی اگر رہ گئی تو دوسرے دِن قضا کر لیجئے اور دَم بھی دینا ہوگا۔ قضا کا آخری وقت تیرہویں کے غُروبِ آفتاب تک ہے۔

مسئلہ ۱۱: اگر بالکل رَمی نہ کی جب بھی ایک ہی دَم واجب ہوگا۔ (2)

مدینہ (۱۲) رَمی ایک دن کی رہ گئی اور آپ نے تیرھویں کے غروبِ آفتاب سے پہلے پہلے قضا کر لی تب بھی اگر نہیں کی جب بھی یا ایک سے زیادہ دِنوں کی رہ گئی بلکہ بالکل رَمی کی ہی نہیں ہر صورت میں صرف ایک ہی دَم واجب ہے۔

مدینہ (۱۳) زائد بچی ہوئی کنکریاں کسی کو ضرورت ہو تو اُس کو دے دیجئے یا کسی پاک جگہ ڈال دیجئے، ان کو جمروں پر پھینک دینا مکروہ ہے۔

مدینہ (۱٤) آپ نے کنکری ماری اور وہ کسی کے سر وغیرہ سے ٹکرا کر جمرہ کو لگی یا تین ہاتھ کے فاصلے پر گری تو جائز ہوگئی۔

مدینہ (۱۵) اُوپر کی منزل سے رَمی کی اور کنکری جمرہ کے گرد بنی ہوئی پیالہ نما فصیل (یعنی باؤنڈری) میں گری تو جائز ہوگئی کیونکہ فصیل میں سے لڑھک کر یا تو جمرہ کو لگتی ہے یا تین ہاتھ کے فاصلے کے اَندر اَندر گرتی ہے۔

مدینہ (۱٦) ہاں! اگر آپ کی کنکری کسی پر گری اور اُس نے ہاتھ وغیرہ کا جھٹکا دیا اور اِس کی وجہ سے اگر وہاں تک پہنچ گئی تو یہ شمار نہیں ہوگی۔

مدینہ (۱۷) اگر شک ہو کہ کنکری اپنی جگہ پہنچی یا نہیں تو دوبارہ ماریں۔

رَمی کے بارہ مکروہات

مدینہ (۱) دسویں کی رَمی بغیر مجبوری کے غُروبِ آفتاب کے بعد کرنا۔

مدینہ (۲) تیرھویں کی رَمی ظہر کا وَقت شُروع ہونے سے پہلے کرنا۔

مدینہ (۳) بڑا پتھر مارنا۔

مدینہ (٤) بڑے پتھر کو توڑ کر کنکریاں بنانا۔

مدینہ (۵) مسجد کی کنکریاں مارنا۔

مدینہ (٦) جمرہ کے نیچے جو کنکری پڑی ہے اُسے اُٹھا کر مارنا کہ یہ نامقبول کنکریاں ہیں جو مقبول ہوتی ہیں وہ اُٹھالی جاتی ہیں اور قیامت کے دِن نیکیوں کے پلڑے میں رکھی جائیں گی۔

مدینہ (۷) جان بوجھ کر سات سے زیادہ کنکریاں مارنا۔

مدینہ (۸) ناپاک کنکریاں مارنا۔

مدینہ (۹) رَمی کے لیے جو سمت مقرر ہوئی اُس کے خلاف کرنا (لہٰذا بڑے شیطان کو مارتے وَقت کعبہ شریف اُلٹے ہاتھ کی طرف اور منیٰ سیدھے ہاتھ کی طرف ہونا چاہئے باقی دونوں جمروں کو مارتے وَقت آپ کا مُنہ قبلہ کی جانب ہونا چاہئے۔)

مدینہ (۱۰) جمروں سے پانچ ہاتھ سے کم فاصلے پر کھڑے ہونا۔ زیادہ کا کوئی مضائقہ نہیں۔

مدینہ (۱۱) جمروں میں خلافِ ترتیب کرنا۔

مدینہ (۱۲) مارنے کے بعد کنکری جمرے کے قریب ڈال دینا۔

(2) لُبابُ المناسک، (باب رمي الجمار وأحکامہ، فصل رمي الیوم الرابع)، ص ۲۴۴۔

مسئلہ ۲: کنکریاں چاروں دن کے واسطے لی تھیں یعنی ستر اور بارھویں کی رَمی کرکے مکہ جانا چاہتا ہے تو اگر اور کو ضرورت ہو اُسے دیدے، ورنہ کسی پاک جگہ ڈال دے۔ جمروں پر بچی ہوئی کنکریاں پھینکنا مکروہ ہے اور دفن کرنے کی بھی حاجت نہیں۔(3)

مسئلہ ۳: رَمی پیدل بھی جائز ہے اور سوار ہو کر بھی مگر افضل یہ ہے کہ پہلے اور دوسرے جمروں پر پیدل رَمی کرے اور تیسرے کی سواری پر۔(4)

مسئلہ ۴: اگر کنکری کسی شخص کی پیٹھ یا کسی اور چیز پر پڑی اور ہلکی رہ گئی تو اُس کے بدلے کی دوسری مارے اور اگر گر پڑی اور وہاں گری جہاں اُس کی جگہ ہے یعنی جمرہ سے تین ہاتھ کے فاصلہ کے اندر تو جائز ہوگئی۔(5)

مسئلہ ۵: اگر کنکری کسی شخص پر پڑی اور اُس پر سے جمرہ کو لگی تو اگر معلوم ہو کہ اُس کے دفع کرنے سے جمرہ پر پہنچی تو اس کے بدلے کی دوسری کنکری مارے اور معلوم نہ ہو جب بھی احتیاط یہی ہے کہ دوسری مارے۔ یوہیں اگر شک ہو کہ کنکری اپنی جگہ پر پہنچی یا نہیں تو اعادہ کرلے۔(6)

مسئلہ ۶: ترتیب کے خلاف رَمی کی تو بہتر یہ ہے کہ اعادہ کرلے اور اگر پہلے جمرہ کی رَمی نہ کی اور دوسرے تیسرے کی کی تو پہلے پر مار کر پھر دوسرے اور تیسرے پر مار لینا بہتر ہے اور اگر تین تین کنکریاں ماری ہیں تو پہلے پر چار اور مارے اور دوسرے تیسرے پر سات سات اور اگر چار چار ماری ہیں تو ہر ایک پر تین تین اور مارے اور بہتر یہ ہے کہ سرے سے رَمی کرے اور اگر یوں کیا کہ ایک ایک کنکری تینوں پر مار آیا پھر ایک ایک، یوہیں سات بار میں سات سات کنکریاں پوری کیں تو پہلے جمرہ کی رَمی ہوگئی اور دوسرے پر تین اور مارے اور تیسرے پر چھ تو رَمی پوری ہوگی۔(7)

مسئلہ ۷: جو شخص مریض ہو کہ جمرہ تک سواری پر بھی نہ جاسکتا ہو، وہ دوسرے کو حکم کردے کہ اس کی طرف سے رَمی کرے اور اُس کو چاہیے کہ پہلے اپنی طرف سے سات کنکریاں مارنے کے بعد مریض کی طرف سے رَمی کرے یعنی جب کہ خود رَمی نہ کرچکا ہو اور اگر یوں کیا کہ ایک کنکری اپنی طرف سے ماری پھر ایک مریض کی طرف سے، یوہیں سات بار کیا تو مکروہ ہے اور مریض کے بغیر حکم رَمی کردی تو جائز نہ ہوئی اور اگر مریض میں اتنی طاقت نہیں کہ رَمی کرے تو

---

(3) لباب المناسک والمسلک المتقسط، (باب رمي الجمار وأحکامه، فصل رمي الیوم الرابع)، ص ۲۴۴۔

(4) الدرالمختار، کتاب الحج، ج ۳، ص ۶۲۰، وغیرہ۔

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الخامس فی کیفیۃ اداء الحج، ج ۱، ص ۲۳۴۔

(6) لباب المناسک، (باب رمي الجمار وأحکامه، فصل في الرمي وشرائطه وواجباته)، ص ۲۴۵۔

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الخامس في کیفیۃ اداء الحج، ج ۱، ص ۲۳۴۔

بہتر یہ کہ اس کا ساتھی اس کے ہاتھ پر کنکری رکھ کر رَمی کرائے۔ یوہیں بیہوش یا مجنون یا ناسمجھ کی طرف سے اس کے ساتھ والے رَمی کر دیں اور بہتر یہ کہ ان کے ہاتھ پر کنکری رکھ کر رَمی کرائیں۔(8)

مسئلہ ۸: گن کر اکیس ۲۱ کنکریاں لے گیا اور رَمی کرنے کے بعد دیکھتا ہے کہ چار بچی ہیں اور یہ یاد نہیں کہ کون سے جمرہ پر کمی کی تو پہلے پر یہ چار کنکریاں مارے اور دونوں پچھلوں پر سات سات اور اگر تین بچی ہیں تو ہر ایک پر ایک ایک اور اگر ایک یا دو ہوں جب بھی ہر جمرہ پر ایک ایک۔(9)

(۳۰) رَمی سے پہلے حلق جائز نہیں۔

(۳۱) گیارھویں بارھویں کی رَمی دوپہر سے پہلے اصلاً صحیح نہیں۔

❁❁❁❁❁

---

(8) لباب المناسک والمسلک المتقسط، (باب رمي الجمار وأحكامه)، ص۲۴۷۔

(9) فتح القدیر، کتاب الحج، باب الاحرام، ج۲، ص۳۹۱۔

رَمی میں بارہ چیزیں مکروہ ہیں

(۳۲) رَمی میں یہ چیزیں مکروہ ہیں:

1- دسویں کی رَمی غروبِ آفتاب کے بعد کرنا۔

2- تیرھویں کی رَمی دوپہر سے پہلے کرنا۔

3- رَمی میں بڑا پتھر مارنا۔

4- بڑے پتھر کو توڑ کر کنکریاں بنانا۔

5- مسجد کی کنکریاں مارنا۔

6- جمرہ کے نیچے جو کنکریاں پڑی ہیں اُٹھا کر مارنا کہ یہ مردود کنکریاں ہیں، جو قبول ہوتی ہیں اُٹھالی جاتی ہیں کہ قیامت کے دن نیکیوں کے پلے میں رکھی جائیں گی، ورنہ جمروں کے گرد پہاڑ ہوجاتے۔

7- ناپاک کنکریاں مارنا۔

8- سات سے زیادہ مارنا۔

9- رَمی کے لیے جو جہت مذکور ہوئی اس کے خلاف کرنا۔(1)

10- جمرہ سے پانچ ہاتھ سے کم فاصلہ پر کھڑا ہونا زیادہ کا مضایقہ نہیں۔

11- جمروں میں خلاف ترتیب کرنا۔

12- مارنے کے بدلے کنکری جمرہ کے پاس ڈال دینا۔

❀❀❀❀❀

---

(1) شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطارؔ قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُم الْعَالِیَہ رفیق الحرمین میں تحریر فرماتے ہیں: لہٰذا بڑے شیطان کو مارتے وقت کعبہ شریف اُلٹے ہاتھ کی طرف اور منٰی سیدھے ہاتھ کی طرف ہونا چاہیے باقی دونوں جَمروں کو مارتے وقت آپ کا مُنہ قبلہ کی جانب ہونا چاہیے۔

مکہ معظّمہ کو روانگی

(۳۴) اخیر دن یعنی بارھویں خواہ تیرھویں کو جب منیٰ سے رُخصت ہو کر مکہ معظمہ چلو وادی محصب (1) میں کہ جنۃ المعلیٰ کے قریب ہے، سواری سے اُتر لو یا بے اُترے کچھ دیر ٹھہر کر دعا کرو اور افضل یہ ہے کہ عشا تک نمازیں یہیں پڑھو، ایک نیند لے کر مکہ معظمہ میں داخل ہو۔

❁❁❁❁❁

(1) حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں:
محصب عربی میں کنکریلی زمین کو کہتے ہیں، اب ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ معظمہ سے منیٰ جاتے راستہ میں آتی ہے۔ جنت معلے یعنی مکہ معظمہ کے قبرستان سے متصل ہے اسے بطح، بطحا اور خیف بنی کنانہ بھی کہتے ہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۴، ص۲۷۵)

عمرے

(۳۴) اب تیرھویں کے بعد جب تک مکہ میں ٹھہرو اپنے اور اپنے پیر، اُستاد، ماں، باپ، خصوصاً حضور پُرنُور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اُن کے اصحاب و اہلبیت و حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف سے جتنے ہوسکیں عمرے کرتے رہو۔(1) تنعیم کو کہ مکہ معظمہ سے شمال یعنی مدینہ طیبہ کی طرف تین میل فاصلہ پر ہے، جاؤ وہاں سے عمرہ کا احرام جس طرح اوپر بیان ہوا باندھ کر آؤ اور طواف و سعی حسب دستور کر کے حلق یا تقصیر کرلو عمرہ ہوگیا۔ جو حلق کر چکا اور مثلاً اُسی دن دوسرا عمرہ لایا، وہ سر پر اُسترہ پھروالے کافی ہے۔ یوہیں وہ جس کے سر پر قدرتی بال نہ ہوں۔

(۳۵) مکہ معظمہ میں کم سے کم ایک ختم قرآن مجید سے محروم نہ رہے۔

❀❀❀❀❀

---

(1) جب تک مَکّۂ مکرّمہ میں رہیں کیا کریں؟

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں؛

مدینہ(۱) خوب نفلی طواف کیجئے جائیں کہ یہ آپ کے لئے نفل نماز سے افضل ہے، یہ یاد رہے کہ طواف نفل میں طواف کے بعد پہلے ملتزم سے لپٹنا ہے پھر اس کے بعد دو رکعت مقامِ ابراہیم علیہ السلام پر ادا کرنا ہے۔

مدینہ(۲) کبھی حُضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے نام کا طواف کریں تو کبھی غوث الاعظم رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنہ کے نام کا، کبھی اپنے پیر و مرشد کے نام کا کریں تو کبھی اپنے والدین کے نام کا۔

مدینہ(۳) خوب نفلی روزے رکھ کر فی روزہ لاکھ لاکھ روزے کا ثواب لوٹیے، یہ احتیاط فرمایئے کہ اگر آپ مسجدِ حرام میں روزہ افطار کریں یا جب بھی مسجد شریف میں آبِ زم زم پئیں تو اعتکاف کی نیت ہونا ضروری ہے ورنہ گناہ ہوگا اور وہ بھی لاکھ گنا! افسوس! اب اس مسئلہ کی طرف عُموماً لوگوں کی توجہ نہیں ہوتی۔

مدینہ(۴) جب جب کعبۃ اللہ پر نظر پڑے تین بار لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاللہُ اَکْبَرُ کہیں اور دُرُود شریف پڑھ کر دُعا مانگیں اِنْ شَآءَ اللہُ عَزَّوَجَلَّ اِقبول ہوگی اور یہ ہمیشہ کے لئے ہے کہ جب بھی کعبۃ اللہ شریف پر نظر پڑے وہ وَقت دُعا کی قبولیت کا ہوتا ہے۔

مقاماتِ متبرکہ کی زیارت

(۳۶) جنۃ المعلیٰ حاضر ہو کر اُم المومنین خدیجۃ الکبریٰ و دیگر مدفونین کی زیارت کرے۔

(۳۷) مکان ولادت اقدس حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و مکان حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و مکان ولادت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و جبل ثور و غار حرا و مسجد الجن و مسجد جبل ابی قبیس وغیرہا مکانات متبرکہ کی بھی زیارت سے مشرف ہو(1)۔

---

(1) مکۂ مکرمہ کی زیارتیں

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

ولادت گاہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

یہاں پہنچنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ کوہِ مروہ کے کسی بھی قریبی دروازہ سے باہر آجائیں اور سیدھے ہاتھ پر پہاڑ کے نیچے مکانات کے ساتھ ساتھ چلیں، تھوڑی دیر چلنے کے بعد آپ کو یہ مقدس مکان نظر آجائے گا۔ ہارون رشید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی والدہ نے یہاں مسجد تعمیر کروائی تھی، آجکل اس مقدس ترین مکان کو مدرسہ اور لائبریری میں تبدیل کر دیا گیا ہے اور اس پر (۲۵ رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ کو) یہ بورڈ لکھا ہوا دیکھا تھا: مکتبۃ مکۃ المکرمۃ۔

جبلِ ابو قُبیس

یہ مقدس پہاڑ بیتُ اللہ شریف کے بالکل سامنے کوہِ صفا کے قریب واقع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ دُنیا کا سب سے پہلا پہاڑ ہے۔ نیز کہتے ہیں کہ حجرِ اَسود جنت سے یہیں نازل ہُوا تھا، کہتے ہیں ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اِسی پہاڑ پر جلوہ اَفروز ہو کر چاند کے دو ٹکڑے فرمائے تھے۔ چونکہ مکۂ مکرمہ پہاڑوں کے درمیان گھرا ہُوا ہے۔ چنانچہ اس پر سے چاند دیکھا جاتا تھا لہٰذا بطورِ یادگار یہاں مسجد ہلال تعمیر کی گئی ہے۔ بعض لوگ اس کو مسجد بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ وَاللہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہُ تعالیٰ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم۔ پہاڑ پر اب شاہی محل تعمیر کر دیا گیا ہے اور افسوس! اس مسجد شریف کو شہید کر دیا گیا ہے ۱۴۰۹ھ کے موسمِ حج میں اس محل کے قریب بم کے دھماکے ہوئے تھے اور کئی لوگ مارے گئے تھے اس لئے اب محل کے گرد سخت پہرا رہتا ہے۔ محل کی حفاظت کے پیشِ نظر اسی پہاڑ کی سُرنگوں میں بنائے ہوئے وضو خانے بھی ختم کر دیئے گئے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق حضرتِ سیّدنا آدم صَفِیُّ اللہ علیہ السلام اسی جبلِ ابو قُبیس پر مدفون ہیں اور ایک روایت کے مطابق مسجدِ خیف میں جو کہ منٰی میں ہے۔ وَاللہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہُ تعالیٰ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم۔

←

(۳۸) حضرت عبدالمطلب کی زیارت کریں اور ابو طالب کی قبر پر نہ جائیں۔ یوہیں جدہ میں جو لوگوں نے حضرت اٰمنا

خدیجۃ الکبریٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا مکان

جب تک گئے مدینے کے سلطان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مکّۂ مکرمہ میں رہے اِسی میں سکونت پذیر رہے۔ شہزادیٔ کونین بی بی فاطمہ زہرا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی یہیں ولادت ہوئی۔ حُضُور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر کثرت سے نُزُولِ وَحی اِسی میں ہوا۔ مسجِد حرام کے بعد مکّۂ مکرمہ میں اِس سے بڑھ کر افضل کوئی جگہ نہیں۔ مگر افسوس! کہ اب اِس کے نشان تک مٹا دیئے گئے ہیں اور لوگوں کے چلنے کے لئے یہاں ہموار فرش بنا دیا گیا ہے۔ مروہ کی پہاڑی کے قریب واقع بابُ المَروَہ سے نکل کر بائیں طرف حسرت بھری نگاہوں سے صِرف اِس مکانِ مُبارَک کی فضاؤں کی زیارت کر لیجئے۔

غارِ جَبَلِ ثَور

یہ وہ مقدّس غار ہے جہاں گئے مدینے کے تاجور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے رفیقِ خاص حضرتِ سیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ساتھ بوقتِ ہجرت تین رات قِیام پذیر رہے۔ اِسی جَبَلِ ثَور پر قابیل نے سیِّدُنا ہابیل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو شہید کیا۔ یہ غار مُبارَک مکّۂ مکرمہ کی دائیں جانب مَسفلہ کی طرف کم و بیش چار کلومیٹر پر واقع ہے۔

غارِ حِرا

تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ظُہورِ رسالت سے پہلے یہاں ذکر و فکر میں مشغول رہے ہیں۔ یہ قبلہ رُخ واقع ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر پہلی وَحی اِسی غار میں اُتری، وہ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ سے مَا لَمْ یَعْلَمْ تک پانچ آیتیں ہیں۔ یہ غار مُبارَک مسجِدُ الحرام سے جانبِ مشرق تقریباً چار کلومیٹر جَبَلِ نور پر واقع ہے۔ غارِ حرا غارِ ثَور سے افضل ہے۔ حُضُور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیادہ صُحبت اور قُرب کے سبب کہا جاتا ہے کہ غارِ ثَور میں حُضُور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تین رات رہے اور غارِ حرا میں ایک ماہ۔ ؎

قسمتِ ثَور و حِرا کی حِرص ہے　　　چاہتے ہیں دل میں گہرا غار ہم

دارِ اَرقم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ

اگر کوہِ صَفا پر چڑھیں تو بائیں طرف کوہِ صَفا سے بالکل مُتَّصِل ہے۔ جب کُفّار کا خوف زیادہ ہُوا تو حُضُور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اِسی میں پوشیدہ طور پر رہے۔ اِسی گھر میں کئی حضرات مشرّف بہ اسلام ہوئے۔ حضرتِ سیِّدُنا حمزہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرتِ سیِّدُنا عمرِ فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اِسی مکان میں داخلِ اِسلام ہوئے۔ اِسی میں یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ نازل ہوئی۔ حضرتِ خدیجہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے مکان اور وِلادت گاہ شریف کے بعد مکّہ میں اگر کسی مکان کو فضیلت حاصل ہے تو اِسی مکان کو ہے۔ اب اِس کی بھی فضاؤں کی زیارت کر کے برکتیں حاصل کیجئے۔

صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا مکانِ مُبارَک

یہ مَسفلہ میں واقع ہے۔ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اِس مُبارَک مکان میں کئی بار تشریف لے گئے۔ ہجرت کی رات بھی ←

حوّا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مزار کئی سو ہاتھ کا بنا رکھا ہے وہاں بھی نہ جائیں کہ بے اصل ہے۔

اسی مکانِ مُبارَک سے باہر تشریف لا کر غارِ ثور کی طرف روانہ ہوئے۔ بی بی عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کی وِلادت یہیں ہوئی تھی۔ عُشّاق نے یہاں بطورِ یادگار مسجد تعمیر کی تھی۔ آہ! اب شاپنگ سنٹر کی خاطر اسے بھی شہید کر دیا گیا ہے۔ اس کی فضاؤں کی زیارت کیجئے اور عشقِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں دل جلائیے۔

مَحَلّہ مَسفَلہ

یہ مَحَلّہ بڑا تاریخی ہے۔ حضرتِ سیِّدُنا ابراہیم علیہ السلام یہیں رہا کرتے تھے سیِّدُنا صدیق وفاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُما اور سیِّدُنا حمزہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی اِسی مَحَلّہ میں قیام پذیر تھے۔ یہ مَحَلّہ خانۂ کعبہ کے حصّۂ دیوارِ مُستجار کی جانب واقع ہے۔

جنّتُ المَعلیٰ

جنّتُ البَقیع کے بعد جنّتُ المَعلیٰ دُنیا کا سب سے افضل ترین قبرستان ہے۔ یہاں اُمُّ المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا اور کئی صحابہ وتابعین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم، اَولیاء اور صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی کے مزاراتِ مقدسہ ہیں۔ آہ! اب اِن کے قُبّے وغیرہ شہید کر دیئے گئے ہیں۔ مزارات کو مسمار کر کے اُن میں راستے نکالے گئے۔ لہٰذا باہر رہ کر دُور ہی سے سلام عرض کرنا مناسب ہے تاکہ ہمارے گندے پاؤں اہلُ اللہ کے مزارات پر نہ پڑیں اس طرح سلام پیش کریں:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ نَسْئَلُ اللہَ لَنَا وَلَکُمُ الْعَافِیَۃَ

ترجمہ: سلام ہو آپ پر اے قبروں میں رہنے والو مومنو اور مسلمانو! اور ہم بھی اِن شَآءَ اللہُ عَزَّ وَجَلَّ! آپ سے ملنے والے ہیں۔ ہم اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے پاس آپ کی اور اپنی عافیت کے طالب ہیں۔

اپنے لئے اپنے والدین اور تمام اُمّت کے لئے بالخصوص اہلِ جنّتُ المَعلیٰ کے لئے دیر تک دُعا مانگ کر اور اِیصالِ ثواب کر کے لوٹئے۔

مسجدِ جن

یہ مسجد جنّتُ المَعلیٰ کے قریب واقع ہے سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے نَمازِ فجر میں قرآنِ پاک کی تلاوت سن کر یہاں جنات مسلمان ہوئے تھے۔

مسجدُ الرّایہ

یہ مسجد جن کے قریب ہی سیدھے ہاتھ کی طرف ہے۔ رایہ عَرَبی میں جھنڈے کو کہتے ہیں۔ یہ وہ تاریخی مقام ہے جہاں فتحِ مَکّہ کے موقع پر ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا جھنڈا شریف نصب فرمایا تھا۔

مسجدِ جِعرّانہ

مکہ مکرمہ سے جانبِ طائف تقریباً چھبیس کلومیٹر پر واقع ہے۔ غزوۂ حُنَین سے واپسی پر حُضُور سراپا نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ــــــ

(۳۹) علما کی خدمت سے برکت حاصل کرو۔

✻✻✻✻✻

یہاں سے عمرہ کا اِحرام باندھا تھا۔ یہ نہایت ہی پُرسوز مقام ہے۔ حضرتِ سیّدُنا عبدُ الوَہّاب مُتّقی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے یہاں ایک بار رات گزاری تو اُس ایک رات میں سو بار سرکارِ عالم مدار صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلم کے دیدارِ فیض آثار سے خواب میں مشرف ہوئے۔

کعبہ معظّمہ کی داخلی

(۴۰) کعبہ معظمہ کی داخلی کمال سعادت ہے اگر جائز طور پر نصیب ہو۔محرم میں عام داخلی ہوتی ہے مگر سخت کشمکش رہتی ہے۔ کمزور مرد کا تو کام ہی نہیں، نہ عورتوں کو ایسے ہجوم میں جرأت کی اجازت، زبردست مرد اگر آپ ایذا سے بچ بھی گیا تو اَوروں کو دھکے دیکر ایذا دے گا اور یہ جائز نہیں، نہ اس طرح کی حاضری میں کچھ ذوق ملے اور خاص داخلی بے لین دین میسر نہیں اور اس پر لینا بھی حرام اور دینا بھی حرام۔ حرام کے ذریعہ ایک مستحب ملا بھی تو وہ بھی حرام ہو گیا، ان مفاسد سے نجات نہ ملے تو حطیم کی حاضری غنیمت جانے، اوپر گزرا کہ وہ بھی کعبہ ہی کی زمین ہے۔

اور اگر شاید بن پڑے یوں کہ خدام کعبہ سے صاف ٹھہر جائے کہ داخلی کے عوض کچھ نہ دیں گے، اس کے بعد یا قبل چاہے ہزاروں روپے دیدے تو کمال ادب ظاہر و باطن کی رعایت سے آنکھیں نیچی کیے گردن جُھکائے، گناہوں پر شرماتے، جلال رب العزۃ سے لرزتے کانپتے بسم اللہ کہہ کر پہلے سیدھا پاؤں بڑھا کر داخل ہو اور سامنے کی دیوار تک اتنا بڑھے کہ تین ہاتھ کا فاصلہ رہے۔ وہاں دو رکعت نفل غیر وقتِ مکروہ میں پڑھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس جگہ نماز پڑھی ہے پھر دیوار پر رخسارہ اور مونھ رکھ کر حمد و دُرود و دُعا میں کوشش کرے۔ یوہیں نگاہ نیچی کیے چاروں گوشوں پر جائے اور دعا کرے اور ستونوں سے چمٹے اور پھر اس دولت کے ملنے اور حج و زیارت کے قبول کی دعا کرے اور یوہیں آنکھیں نیچی کیے واپس آئے اوپر یا ادھر ادھر ہرگز نہ دیکھے اور بڑے فضل کی امید کرو کہ وہ فرماتا ہے: (وَمَنۡ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا) (1) جو اس گھر میں داخل ہوا وہ امان میں ہے۔ والحمد للہ۔

❁❁❁❁❁

(1) پ ۴، آل عمران: ۹۷۔

حرمین شریفین کے تبرکات

(۴۱) بچی ہوئی بتی وغیرہ جو یہاں یا مدینہ طیبہ میں خدام دیتے ہیں، ہرگز نہ لے بلکہ اپنے پاس سے بتی وہاں روشن کر کے باقی اُٹھا لے۔

مسئلہ ۱: غلاف کعبہ معظّمہ جو سال بھر بعد بدلا جاتا ہے اور جو اُتارا گیا فقرا پر تقسیم کر دیا جاتا ہے، اس کو ان فقرا سے خرید سکتے ہیں اور جو غلاف چڑھا ہوا ہے اس میں سے لینا جائز نہیں بلکہ اگر کوئی ٹکڑا جدا ہو کر گر پڑے تو اسے بھی نہ لے اور لے تو کسی فقیر کو دیدے۔

مسئلہ ۲: کعبہ معظّمہ میں خوشبو لگی ہو اسے بھی لینا جائز نہیں اور لی تو واپس کر دے اور خواہش ہو تو اپنے پاس سے خوشبو لے جا کر مَس کر لائے۔

❁❁❁❁❁

طواف رُخصت

(۴۲) جب ارادہ رخصت کا ہو طواف وداع بے رَمَل و سعی و اضطباع بجالائے کہ باہر والوں پر واجب ہے۔ ہاں وقت رُخصت عورت حیض یا نفاس سے ہو تو اس پر نہیں، جس نے صرف عمرہ کیا ہے اس پر یہ طواف واجب نہیں پھر بعد طواف بدستور دو رکعت مقام ابراہیم میں پڑھے۔

مسئلہ ۱: سفر کا ارادہ تھا طواف رخصت کر لیا مگر کسی وجہ سے ٹھہر گیا، اگر اقامت کی نیت نہ کی تو وہی طواف کافی ہے مگر مستحب یہ ہے کہ پھر طواف کرے کہ پچھلا کام طواف رہے۔ (1)

مسئلہ ۲: مکہ والے اور میقات کے اندر رہنے والے پر طواف رخصت واجب نہیں۔ (2)

مسئلہ ۳: باہر والے نے مکہ میں یا مکہ کے آس پاس میقات کے اندر کسی جگہ رہنے کا ارادہ کیا یعنی یہ کہ اب یہیں رہے گا تو اگر بارھویں تاریخ تک یہ نیت کر لی تو اب اس پر یہ طواف واجب نہیں اور اس کے بعد نیت کی تو واجب ہو گیا اور پہلی صورت میں اگر اپنے ارادہ کو توڑ دیا اور وہاں سے رخصت ہوا تو اس وقت بھی واجب نہ ہوگا۔ (3)

مسئلہ ۴: طواف رُخصت میں نفس طواف کی نیت ضرور ہے، واجب و رخصت نیت میں ہونے کی حاجت نہیں، یہاں تک کہ اگر بہ نیت نفل کیا واجب ادا ہو گیا۔ (4)

مسئلہ ۵: حیض والی مکہ معظمہ سے جانے کے قبل پاک ہو گئی تو اس پر یہ طواف واجب ہے اور اگر جانے کے بعد پاک ہوئی تو اُسے یہ ضرور نہیں کہ واپس آئے اور واپس آئی تو طواف واجب ہو گیا جب کہ میقات سے باہر نہ ہوئی تھی اور اگر جانے سے پہلے حیض ختم ہو گیا مگر نہ غسل کیا تھا، نہ نماز کا ایک وقت گزرا تھا تو اُس پر بھی واپس آنا واجب نہیں۔ (5)

مسئلہ ۶: جو بغیر طواف رخصت کے چلا گیا تو جب تک میقات سے باہر نہ ہوا واپس آئے اور میقات سے باہر

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الخامس في کیفیۃ اداء الحج، ج ۱، ص ۲۳۴، وغیرہ۔

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الخامس في کیفیۃ اداء الحج، ج ۱، ص ۲۳۴۔

(3) المرجع السابق۔

(4) ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب في طواف الصدر، ج ۳، ص ۶۲۲۔

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الخامس في کیفیۃ اداء الحج، ج ۱، ص ۲۳۵۔

ہونے کے بعد یاد آیا تو واپس ہونا ضرور نہیں بلکہ دَم دیدے اور اگر واپس ہو تو عمرہ کا احرام باندھ کر واپس ہو اور عمرہ سے فارغ ہوکر طواف رخصت بجالائے اور اس صورت میں دَم واجب نہ ہوگا۔(6)

مسئلہ ۷: طواف رُخصت کے تین پھیرے چھوڑ گیا تو ہر پھیرے کے بدلے صدقہ دے۔(7)

(۴۳) طواف رخصت کے بعد زمزم پر آکر اُسی طرح پانی پیے، بدن پر ڈالے۔

(۴۴) پھر دروازہ کعبہ کے سامنے کھڑا ہوکر آستانہ پاک کو بوسہ دے اور قبولِ حج و زیارت اور بار بار حاضری کی دعا مانگے اور وہی دُعائے جامع پڑھے یا یہ پڑھے:

اَلسَّآئِلُ بِبَابِكَ يَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ وَمَعْرُوْفِكَ وَيَرْجُوْ رَحْمَتَكَ.(8)

(۴۵) پھر مُلتزم پر آکر غلاف کعبہ تھام کر اُسی طرح چِمٹو، ذِکر و دُرود و دُعا کی کثرت کرو۔ اس وقت یہ دُعا پڑھو:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْ لَآ اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ اَللّٰهُمَّ فَكَمَا هَدَيْتَنَا لِهٰذَا فَتَقَبَّلْهُ مِنَّا وَلَا تَجْعَلْ هٰذَا اٰخِرَ الْعَهْدِ مِنْ بَيْتِكَ الْحَرَامِ وَارْزُقْنِي الْعَوْدَ اِلَيْهِ حَتّٰى تَرْضٰى بِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ.(9)

(۴۶) پھر حجر پاک کو بوسہ دو اور جو آنسو رکھتے ہو گراؤ اور یہ پڑھو:

يَا يَمِيْنَ اللّٰهِ فِيْ اَرْضِهٖ اِنِّيْ اُشْهِدُكَ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا اَنِّيْ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَا اُوَدِّعُكَ هٰذِهِ الشَّهَادَةَ لِتَشْهَدَ لِيْ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ يَوْمَ الْفَزَعِ الْاَكْبَرِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُشْهِدُكَ عَلٰى ذَالِكَ وَاُشْهِدُ مَلٰئِكَتَكَ الْكِرَامَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ.(10)

---

(6) المرجع السابق۔ورد المحتار، کتاب الحج، مطلب في طواف الصدر، ج۳، ص ۶۲۲۔

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن في الجنايات، الفصل الخامس، ج۱، ص ۲۴۶۔

(8) تیرے دروازہ پر سائل تیرے فضل و احسان کا سوال کرتا ہے اور تیری رحمت کا امیدوار ہے۔

(9) حمد ہے اللہ (عزوجل) کے لیے جس نے ہمیں ہدایت کی، اللہ (عزوجل) ہم کو ہدایت نہ کرتا تو ہم ہدایت نہ پاتے، الٰہی! جس طرح ہمیں تو نے اس کی ہدایت کی ہے تو قبول فرما اور بیت الحرام میں یہ ہماری آخری حاضری نہ کر اور اس کی طرف پھر لوٹنا ہمیں نصیب کرنا تا کہ تو اپنی رحمت کے سبب راضی ہو جا۔

اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربان اور حمد ہے اللہ (عزوجل) کے لیے جو رب ہے تمام جہان کا اور اللہ (عزوجل) درود بھیجے ہمارے سردار محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور ان کی آل و اصحاب سب پر۔

(10) اے زمین میں اللہ (عزوجل) کے یمین! میں تجھے گواہ کرتا ہوں اور اللہ (عزوجل) کی گواہی کافی ہے کہ میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ ←

(۴۷) پھر اُلٹے پاؤں کعبہ کی طرف مونھ کرکے یا سیدھے چلنے میں پھر پھر کر کعبہ کو حسرت سے دیکھتے، اُس کی جُدائی پر

اللہ (عزوجل) کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اللہ (عزوجل) کے رسول ہیں۔

اور میں تیرے پاس اس شہادت کو امانت رکھتا ہوں کہ تو اللہ (عزوجل) کے نزدیک قیامت کے دن جس دن بڑی گھبراہٹ ہوگی تو میرے لیے اس کی شہادت دے گا، اے اللہ (عزوجل)! میں تجھ کو اور تیرے ملائکہ کو اس پر گواہ کرتا ہوں، اللہ (عزوجل) درود بھیجے ہمارے سردار محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور ان کی آل واصحاب سب پر۔

طَوافِ رُخصت کے ۱۹ مَدَنی پھول

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علّامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُم الْعَالِیَہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

مدینہ(۱) جب رُخصت کا اِرادہ ہو اُس وَقت آفاقی حاجی پر طَوافِ رُخصت واجب ہے، نہ کرنے والے پر دَم واجب ہوتا ہے۔

مدینہ(۲) اِس میں اِضطِباع، رَمَل اور سَعی نہیں۔

مدینہ(۳) عُمرے والوں پر واجب نہیں۔

مدینہ(٤) حَیض ونِفاس والی کی سیٹ بُک ہے تو جاسکتی ہے اُس پر اب یہ طَواف واجب نہیں اور دَم بھی نہیں۔

مدینہ(٥) طَوافِ رُخصت میں صِرف طَواف کی نیّت ہی کافی ہے، واجب، ادا، وَداع (یعنی رُخصت) وغیرہ اَلفاظ نیّت میں شامل ہونا ضَروری نہیں یہاں تک کہ طَوافِ نَفل کی نیّت کی جب بھی واجب ادا ہو گیا۔

مدینہ(٦) سَفَر کا اِرادہ تھا، طَوافِ رُخصت کرلیا پھر کسی وجہ سے ٹھہرنا پڑا جیسا کہ گاڑی وغیرہ میں عُموماً تاخیر ہو جاتی ہے اور اِقامت کی نیّت نہیں کی تو وہی طَواف کافی ہے، دوبارہ کرنے کی حاجت نہیں اور مسجدُ الحرام میں نَماز وغیرہ کے لیے جانے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں، ہاں مُستحب یہ ہے کہ پھر طَواف کرلے کہ آخری کام طَواف رہے۔

مدینہ(٧) طَوافِ زیارۃ کے بعد جو بھی پہلا نفلی طَواف کیا وُہی طَوافِ رُخصت ہے۔

مدینہ(٨) جو بغیر طواف کے رُخصت ہو گیا تو جب تک میقات سے باہر نہ ہوا واپس آئے اور طواف کرلے۔

مدینہ(٩) اگر میقات سے باہر ہونے کے بعد یاد آیا تو واپس ہونا ضَروری نہیں بلکہ دَم کے لیے جانور حرم میں بھیج دے، اگر واپس ہو، تو عُمرہ کا اِحرام باندھ کر واپس آئے اور عُمرہ سے فارغ ہو کر طَوافِ رُخصت بجالائے اب اِس صورت میں دَم ساقط ہو جائے گا۔

مدینہ(١٠) طَوافِ رُخصت کے تین پھیرے چھوڑے گا تو ہر پھیرے کے بدلے ایک ایک صَدَقہ دے اور اگر چار سے کم کئے ہیں تو دَم دینا ہوگا۔

مدینہ(١١) ہوسکے تو بے قراری کے ساتھ روتے ہوئے طوافِ رُخصت بجالائے کہ نہ جانے آئندہ یہ سَعادت مُیَسَّر آتی بھی ہے یا نہیں۔

مدینہ(١٢) بعدِ طَواف بدستور دو رَکعت واجِبُ الطّواف ادا کیجئے۔

←

روتے یا رونے کا مونھ بناتے مسجدِ کریم کے دروازہ سے بایاں پاؤں پہلے بڑھا کر نکلو اور دعائے مذکور پڑھو اور

مدینہ(۱۳) طوافِ رُخصت کے بعد بدستور زَم زَم شریف پر حاضر ہوکر آبِ زَم زَم پئیں اور بدَن پر ڈالیں۔

مدینہ(۱٤) پھر دروازۂ کعبہ کے سامنے کھڑے ہوکر ہو سکے تو آستانۂ پاک کو بوسہ دیں اور قبولِ حج و زیارت اور بار بار حاضری کی دُعا مانگیں۔

مدینہ(۱۵) ملتزم پر آکر غلافِ کعبہ تھام کر اسی طرح چمٹیں اور ذِکر و دُرُود، دُعا کی کثرت کریں۔

مدینہ(۱٦) پھر ممکن ہو تو حجرِ اسوَد کو بوسہ دیں اور جو آنسو رکھتے ہیں وہ گرائیں۔

مدینہ(۱۷) پھر کعبہ کی طرف مُنہ کئے اُلٹے پاؤں یا حسبِ معمول چلتے ہوئے بار بار مڑ کر کعبۂ مُعظّمہ کو حسرت سے دیکھتے، اُس کی جدائی پر آنسو بہاتے یا کم از کم رونے جیسی صورت بنائے مسجدُ الحرام سے ہمیشہ کی طرح اُلٹا پاؤں بڑھا کر باہر نکلیں اور باہر نکلنے کی دُعا پڑھیں۔

مدینہ(۱۸) حَیض و نِفاس والی اسلامی بہن دروازۂ مسجد پر کھڑی ہوکر بہ نگاہِ حسرت رو رو کر کعبۂ مشرّفہ کی زیارت کرے اور روتی ہوئی دُعا کرتی ہوئی چلے۔

مدینہ(۱۹) پھر بقدرِ قُدرت فُقَرائے مَکّۂ مُعظّمہ میں خیرات بانٹیں۔

طَوافِ رُخصت کے بارے میں سُوال و جواب

سُوال: طوافِ رُخصت کرلیا پھر گاڑی لیٹ ہوگئی اب نَماز کے لئے مسجدُ الحرام جاسکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: جاسکتے ہیں بلکہ جتنی بار موقع ملے مزید طَواف وغیرہ بھی کرسکتے ہیں۔

سُوال: اگر حج کے بعد وطن روانگی سے قَبل دو دِن جَدّہ شریف میں کسی عزیز کے ہاں ٹھہرنے کا اِرادہ ہے اور پھر بعد میں عَزمِ مدینہ ہے تو طوافِ رُخصت کب کریں؟

جواب: جَدّہ شریف جانے سے پہلے کرلیجئے کنزُ الدَّ قائق میں ہے کہ طَوافِ زیارت کے بعد اگر کوئی نفلی طواف ادا کیا تو وُہی طوافِ رُخصت ہے کیونکہ آفاقی کے لئے طوافِ زیارت کے فوراً بعد طوافِ رُخصت کا وَقت شُروع ہوجاتا ہے اور آگے گزرا کہ ہر طواف مُطلَقاً طَواف کی نیّت سے بھی ادا ہوجاتا ہے۔ اَلْحاصِل اگر روانگی سے قَبل طَوافِ زیارت کے بعد اگر کوئی نفلی طَواف کرلیا ہے تو طوافِ رُخصت ادا ہوگیا۔

سُوال: وَقتِ رُخصت آفاقی عورَت کو حَیض آگیا طَوافِ رُخصت کا کیا کرے رُک جائے یا دَم دے کر چلی جائے؟

جواب: اس پر اب طَوافِ رُخصت واجب نہ رہا، جاسکتی ہے۔ دَم کی بھی حاجت نہیں۔ (بہارِ شریعت ج۱ حصّہ ٦ ص۱۱۵۱)

سُوال: طَوافِ رُخصت کا ایک پھیرا چھوٹ گیا تو کیا کفّارہ ہے؟

جواب: کل (یعنی ساتوں پھیرے) یا اَکثر (یعنی چار یا زائد) کے تَرک پر دَم ہے اور تین یا اِس سے کم پھیروں کے تَرک پر ہر پھیرے کے بدلے ایک صَدَقہ۔

سُوال: جو مَکّۂ مکرّمہ یا جَدّہ شریف میں رہتے ہیں کیا اُن پر بھی طَوافِ رُخصت واجب ہے۔

←

اسکے لیے بہتر باب الحذورہ ہے۔

(۴۸) حیض ونفاس والی عورت دروازہ مسجد پر کھڑی ہوکر بہ نگاہ حسرت دیکھے اور دعا کرتی پلٹے۔

(۴۹) پھر بقدر قدرت فقرائے مکہ معظمہ پر تصدق کرکے متوجہ سرکارِ اعظم مدینہ طیبہ ہو وباللہ التوفیق۔

❁❁❁❁❁

جواب: جی نہیں! جولوگ میقات کے باہر سے حج پر آتے ہیں وہ آفاقی حاجی کہلاتے ہیں صرف اُن پر طوافِ رُخصت واجب ہوتا ہے۔

سوال: کیا عمرہ کرنے والے پر بھی طوافِ رُخصت واجب ہے؟

جواب: جی نہیں، یہ صرف آفاقی حاجی پر وقتِ رُخصت واجب ہے۔

قِران کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ) (1)

اور اللہ (عزوجل) کے لیے حج وعمرہ کو پورا کرو۔

---

(1) پ ۲، البقرۃ:۱۹۶

اس آیت کے تحت مفسر شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ اور ان دونوں کو ان کے فرائض وشرائط کے ساتھ خاص اللہ کے لئے بے سستی ونقصان کامل کرو حج نام ہے احرام باندھ کر نویں ذی الحجہ کو عرفات میں ٹھہرنے اور مکہ معظمہ کے طواف کا اس کے لئے خاص وقت مقرر ہے جس میں یہ افعال کئے جائیں تو حج ہے مسئلہ: حج بقول راجح ۹ھ میں فرض ہوا اس کے فرضیت قطعی ہے حج کے فرائض یہ ہیں۔(۱) احرام (۲) عرفہ میں وقوف (۳) طواف زیارت۔حج کے واجبات (۱) مزدلفہ میں وقوف (۲) صفا ومروہ کے درمیان سعی (۳) رمی جمار اور (۴) آفاقی کے لئے طواف رجوع اور (۵) حلق یا تقصیر عمرہ کے رکن طواف وسعی ہیں اور اس کی شرط احرام و حلق ہے حج وعمرہ کے چار طریقے ہیں۔(۱) افراد بالحج وہ یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں یا ان سے قبل میقات سے یا اس سے پہلے حج کا احرام باندھے اور دل سے اس کی نیت کرے خواہ زبان سے تلبیہ کے وقت اس کا نام لے یا نہ لے (۲) افراد بالعمرہ وہ یہ ہے کہ میقات سے یا اس سے پہلے اشہر حج میں یا ان سے قبل عمرہ کا احرام باندھے اور دل سے اس کا قصد کرے خواہ وقت تلبیہ زبان سے اس کا ذکر کرے یا نہ کرے اور اس کے لئے اشہر حج میں یا اس سے قبل طواف کرے خواہ اس سال میں حج کرے یا نہ کرے مگر حج وعمرہ کے درمیان المام صحیح کرے اس طرح کہ اپنے اہل کی طرف حلال ہو کر واپس ہو۔(۳) قران یہ ہے کہ حج وعمرہ دونوں کو ایک احرام میں جمع کرے وہ احرام میقات سے باندھا ہو یا اس سے پہلے اشھر حج میں یا اس سے قبل اول سے حج وعمرہ دونوں کی نیت ہو خواہ وقت تلبیہ زبان سے دونوں کا ذکر کرے یا نہ کرے پہلے عمرہ کے افعال ادا کرے پھر حج کے۔(۴) تمتع یہ ہے کہ میقات سے یا اس سے پہلے اشہر حج میں یا اس سے قبل عمرہ کا احرام باندھے اور اشہر حج میں عمرہ کرے یا اکثر طواف اس کے اشہر حج میں ہوں اور حلال ہو کر حج کے لئے احرام باندھے اور اسی سال حج کرے اور حج وعمرہ کے درمیان اپنے اہل کے ساتھ المام صحیح نہ کرے۔(مسکین وفتح) مسئلہ: اس آیت سے علماء نے قران ثابت کیا ہے۔ (مزید یہ کہ)

مسئلہ: اہل مکہ کے لئے نہ تمتع ہے نہ قران اور حدود مواقیت کے اندر کے رہنے والے اہل مکہ میں داخل ہیں۔ مواقیت پانچ ہیں۔(۱) ذوالحلیفہ (۲) ذات عرق (۳) جحفہ (۴) قرن (۵) یلملم، ذوالحلیفہ: اہل مدینہ کے لئے ذات عرق اہل عراق کے لئے، جحفہ اہل شام کے لئے، قرن اہل نجد کے لئے، یلملم اہل یمن کے لئے۔

احادیث

(حدیث ۱:) ابوداود ونسائی وابن ماجہ صُبَی بن معبد تغلبی سے راوی، کہتے ہیں میں نے حج وعمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھا، امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تو نے اپنے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کی۔ (1)

(حدیث ۲:) صحیح بخاری وصحیح مسلم میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سنا، حج وعمرہ دونوں کو لبیک میں ذکر فرماتے ہیں۔ (2)

(حدیث ۳:) امام احمد نے ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج وعمرہ کو جمع فرمایا۔ (3)

❁❁❁❁❁

---

(1) سنن أبي داود، کتاب المناسک، باب في الاقران، الحدیث: ۱۷۹۸، ج۲، ص۲۲۷.

(2) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب في الافراد والقران، الحدیث: ۳۲، ص۶۴۷.

(3) المسند للامام أحمد بن حنبل، حدیث أبي طلحۃ، الحدیث: ۱۶۳۴۶، ج۵، ص۵۰۸.

مسائل فقہیّہ

مسئلہ ۱: قِران کے یہ معنی ہیں کہ حج و عمرہ دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھے یا پہلے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور ابھی طواف کے چار پھیرے نہ کیے تھے کہ حج کو شامل کرلیا یا پہلے حج کا احرام باندھا تھا اُس کے ساتھ عُمرہ بھی شامل کرلیا، خواہ طوافِ قدوم سے پہلے عمرہ شامل کیا یا بعد میں۔ طوافِ قدوم سے پہلے اساءت ہے کہ خلاف سنت ہے مگر دَم واجب نہیں اور طوافِ قدوم کے بعد شامل کیا تو واجب ہے کہ عمرہ توڑ دے اور دَم دے اور عمرہ کی قضا کرے اور عمرہ نہ توڑا جب بھی دَم دینا واجب ہے۔ (1)

مسئلہ ۲: قِران کے لیے شرط یہ ہے کہ عمرہ کے طواف کا اکثر حصہ وقوفِ عرفہ سے پہلے ہو، لہٰذا جس نے طواف کے چار پھیروں سے پہلے وقوف کیا اُس کا قِران باطل ہوگیا۔ (2)

مسئلہ ۳: سب سے افضل قِران ہے پھر تمتّع پھر اِفراد۔ (3) قِران کے احرام کا طریقہ احرام کے بیان میں مذکور ہوا۔

مسئلہ ۴: قِران کا احرام میقات سے پہلے بھی ہوسکتا ہے اور شوال سے پہلے بھی مگر اس کے افعال حج کے مہینوں میں کیے جائیں، شوال سے پہلے افعال نہیں کرسکتے۔ (4)

مسئلہ ۵: قِران میں واجب ہے کہ پہلے سات پھیرے طواف کرے اور ان میں پہلے تین پھیروں میں رَمَل سنت ہے پھر سعی کرے، اب قِران کا ایک جز یعنی عمرہ پورا ہوگیا مگر ابھی حلق نہیں کرسکتا اور کیا بھی تو احرام سے باہر نہ ہوگا اور اس کے جرمانہ میں دو دَم لازم ہیں۔ عمرہ پورا کرنے کے بعد طوافِ قدوم کرے اور چاہے تو ابھی سعی بھی کرلے، ورنہ طوافِ افاضہ کے بعد سعی کرے۔ اگر ابھی سعی کرے تو طوافِ قدوم کے تین پہلے پھیروں میں بھی رَمَل کرے اور دونوں طوافوں میں اِضطباع بھی کرے۔ (5)

---

(1) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، باب القران، ج ۳، ص ۶۳۳۔

(2) فتح القدیر

(3) ردالمحتار، کتاب الحج، باب القران، ج ۳، ص ۶۳۱، وغیرہ۔

(4) الدرالمختار، کتاب الحج، باب القران، ج ۳، ص ۶۳۴۔

(5) الدرالمختار، کتاب الحج، باب القران، ج ۳، ص ۶۳۵، وغیرہ۔

مسئلہ ۶: ایک ساتھ دو طواف کیے پھر دو سعی جب بھی جائز ہے مگر خلاف سنت ہے اور دَم لازم نہیں، خواہ پہلا

اِضطِباع اور رَمَل کے بارے میں سُوال وجواب

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علّامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دَامَت بَرَکَاتُہُم العَالِیَہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں؛

سُوال: اگر طَواف کے پہلے پھیرے میں رَمَل کرنا بھول گئے تو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: رَمَل صِرف ابتدائی تین پھیروں میں سنّت ہے، لہٰذا اگر پہلے میں نہ کیا تو دوسرے اور تیسرے (ان دو پھیروں) میں کرلیں اور اگر ابتدائی دو پھیروں میں رہ گیا تو صِرف تیسرے میں کرلیں اور اگر شُروع کے تینوں پھیروں میں نہ کیا تو اب باقی چار پھیروں میں نہیں کرسکتے۔

سُوال: اگر بِھیڑ کی وجہ سے رَمَل کرنا دُشوار ہو تو کیا کریں؟

جواب: اگر دَورانِ طَواف کعبۂ مشرَّفہ سے دُور رہنے میں رَمَل ہوسکتا ہے تو افضل یہ ہے کہ دُور سے طَواف کریں اور اگر موقع ملتا ہی نہیں تو دَورانِ طَواف رَمَل کی خاطر رُکنے کی اِجازت نہیں، بِلا رَمَل طَواف جاری رکھیں اور جہاں جہاں موقع ہاتھ آئے اُتنا فاصلہ رَمَل کرلیں۔

سُوال: جس طَواف میں اِضطِباع اور رَمَل کرنا تھا اُس میں نہ کیا تو کیا کفّارہ ہے؟

جواب: اِضطِباع یا رَمَل کے تَرک پر کوئی کفّارہ نہیں۔ البتّہ عظیم سُنّت سے مَحرومی ضَرور ہے۔

سُوال: بعض لوگ ساتوں پھیروں میں رَمَل کرتے ہیں، یہ کرنا کیسا؟ کوئی جُرمانہ وغیرہ؟

جواب: جہالت ہے، خِلافِ سُنّت ہونے کے سبب مکروہ ہے مگر کوئی جُرمانہ وغیرہ نہیں۔

سُوال: لوگوں کی اکثریت اِحرام کی حالت میں کندھا کھلا لئے پھرتی ہے، کیا یہ دُرُست ہے؟

جواب: سُنّت کے خِلاف ہے۔ اِضطِباع (یعنی سیدھا کندھا کھلا رکھنا) صِرف اُس طَواف کے ساتوں پھیروں میں سُنّت ہے جس کے بعد سَعی ہے۔ طَواف کے فوراً بعد کندھا ڈھک لینا چاہئے۔

سُوال: کندھا کھلا ہونے کی صورت میں نَمازِ واجبُ الطواف ادا کرنا کیسا؟

جواب: ہر قسم کی نَماز مکروہ ہے۔

سُوال: سَعی کے دَوران کندھا کھلا رکھنا کیسا ہے؟

جواب: سُنّت کے خِلاف ہے، سَعی میں بھی اور اِس کے علاوہ بھی دونوں کندھے، پیٹ، پیٹھ وغیرہ سب چھپے ہوئے رکھنا سُنّت ہے۔

سُوال: طَوافِ قُدوم میں رَمَل کرنا سُنّت ہے یا نہیں؟

جواب: رَمَل صِرف اُس طَواف میں سُنّت ہے جس کے بعد سَعی ہو۔ ہاں! اگر طَوافِ قُدوم کے بعد حج کی سَعی سے فارغ ہو لینے کا اِرادہ ہو تو اب طَوافِ قُدوم میں بھی رَمَل کرنا سُنّت ہے۔

طواف عمرہ کی نیت سے اور دوسرا قدوم کی نیت سے ہو یا دونوں میں سے کسی میں تعیین نہ کی یا اس کے سوا کسی اور طرح کی نیت کی۔ بہرحال پہلا عمرہ کا ہوگا اور دوسرا طواف قدوم۔(6)

مسئلہ ۷: پہلے طواف میں اگر طواف حج کی نیت کی، جب بھی عمرہ ہی کا طواف ہے۔(7) عمرہ سے فارغ ہوکر بدستور مُحرِم رہے اور تمام افعال بجالائے، دسویں کو حلق کے بعد پھر طواف افاضہ کے بعد جیسے حج کرنے والے کے لیے چیزیں حلال ہوتی ہیں اُس کے لیے بھی حلال ہوں گی۔

مسئلہ ۸: قارِن پر دسویں کی رَمی کے بعد قربانی واجب ہے اور یہ قربانی کسی جرمانہ میں نہیں بلکہ اس کا شکریہ ہے کہ اللہ عزوجل نے اسے دو عبادتوں کی توفیق بخشی۔ قارِن کے لیے افضل یہ ہے کہ اپنے ساتھ قربانی کا جانور لے جائے۔(8)

مسئلہ ۹: اس قربانی کے لیے یہ ضرور ہے کہ حرم میں ہو، بیرون حرم نہیں ہوسکتی اور سنت یہ کہ منٰی میں ہو اور اس کا وقت دسویں ذی الحجہ کی فجر طلوع ہونے سے بارھویں کے غروب آفتاب تک ہے مگر یہ ضرور ہے کہ رَمی کے بعد ہو، رَمی سے پہلے کریگا تو دَم لازم آئے گا اور اگر بارھویں تک نہ کی تو ساقط نہ ہوگی بلکہ جب تک زندہ ہے قربانی اس کے ذمہ ہے۔(9)

مسئلہ ۱۰: اگر قربانی پر قادر تھا اور ابھی قربانی نہ کی تھی کہ انتقال ہوگیا تو اس کی وصیت کر جانا واجب ہے اور اگر وصیت نہ کی مگر وارثوں نے خود کردی جب بھی صحیح ہے۔(10)

مسئلہ ۱۱: قارِن کو اگر قربانی میسر نہ آئے کہ اس کے پاس ضرورت سے زیادہ مال نہیں، نہ اتنا اسباب کہ اُسے بیچ کر جانور خریدے تو دس روزے رکھے۔ ان میں تین تو وہیں یعنی یکم شوال سے ذی الحجہ کی نویں تک احرام باندھنے کے بعد رکھے، خواہ سات، آٹھ، نو، کو رکھے یا اس کے پہلے اور بہتر یہ ہے کہ نویں سے پہلے ختم کردے اور یہ بھی اختیار ہے کہ متفرق طور پر رکھے، تینوں کا پے در پے رکھنا ضرور نہیں اور سات روزے حج کا زمانہ گزرنے کے بعد یعنی تیرھویں کے

---

(6) المرجع السابق. ولباب المناسک والمسلک المتقسط، (باب القران، فصل في اداء القران)، ص ۲۶۲.

(7) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الحج، باب القران، ص ۲۱۰.

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب السابع في القران والتمتع، ج۱، ص ۲۳۸.

والدرالمختار، کتاب الحج، باب القران، ج۳، ص ۶۳۶، وغیرھما.

(9) لباب المناسک والمسلک المتقسط، (باب القران، فصل في ھدی القارن والمتمتع)، ص ۲۶۳.

(10) لباب المناسک والمسلک المتقسط، (باب القران، فصل في ھدی القارن والمتمتع)، ص ۲۶۳.

بعد رکھے، تیرھویں کو یا اس کے پہلے نہیں ہو سکتے۔ ان سات روزوں میں اختیار ہے کہ وہیں رکھے یا مکان واپس آکر اور بہتر مکان پر واپس ہو کر رکھنا ہے اور ان دسوں روزوں میں رات سے نیت ضرور ہے۔(11)

مسئلہ ۱۲: اگر پہلے کے تین روزے نویں تک نہیں رکھے تو اب روزے کافی نہیں بلکہ دَم واجب ہوگا، دَم دے کر احرام سے باہر ہو جائے اور اگر دَم دینے پر قادر نہیں تو سر مونڈا کر یا بال کتروا کر احرام سے جُدا ہو جائے اور دو دَم واجب ہیں۔(12)

مسئلہ ۱۳: قادر نہ ہونے کی وجہ سے روزے رکھ لیے پھر حلق سے پہلے دسویں کو جانور مل گیا، تو اب وہ روزے کافی نہیں لہٰذا قربانی کرے اور حلق کے بعد جانور پر قدرت ہوئی تو وہ روزے کافی ہیں، خواہ قربانی کے دنوں میں قدرت پائی گئی یا بعد میں۔ یوہیں اگر قربانی کے دنوں میں سر نہ مونڈایا تو اگرچہ حلق سے پہلے جانور پر قادر ہو وہ روزے کافی ہیں۔(13)

مسئلہ ۱۴: قارن نے طوافِ عمرہ کے تین پھیرے کرنے کے بعد وقوفِ عرفہ کیا تو وہ طواف جاتا رہا اور چار پھیرے کے بعد وقوف کیا تو باطل نہ ہوا اگرچہ طوافِ قدوم یا نفل کی نیت سے کیے، لہٰذا یوم النحر میں طوافِ زیارت سے پہلے اُس کی تکمیل کرے اور پہلی صورت میں چونکہ اُس نے عمرہ توڑ ڈالا، لہٰذا ایک دَم واجب ہوا اور وہ قربانی کہ شکر کے لیے واجب تھی ساقط ہوگئی اور اب قارن نہ رہا اور ایامِ تشریق کے بعد اس عمرہ کی قضا دے۔(14)

❀❀❀❀❀

---

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب السابع فی قران والتمتع، ج۱، ص۲۳۹۔
والدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، باب القران، ج۳، ص۶۳۶۔

(12) الدرالمختار، کتاب الحج، باب القران، ج۳، ص۶۳۸۔

(13) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، باب القران، ج۳، ص۶۳۸۔

(14) الدرالمختار، کتاب الحج، باب القران، ج۳، ص۶۳۹۔

تمتّع کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ)(1)

جس نے عمرہ سے حج کی طرف تمتع کیا، اس پر قربانی ہے جیسی میسر آئے پھر جسے قربانی کی قدرت نہ ہو تو تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات واپسی کے بعد، یہ دس پورے ہیں۔ یہ اُس کے لیے ہے جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو اور اللہ (عزوجل) سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ (عزوجل) کا عذاب سخت ہے۔

تمتّع اُسے کہتے ہیں کہ حج کے مہینے میں عمرہ کرے پھر اسی سال حج کا احرام باندھے یا پورا عمرہ نہ کیا، صرف چار پھیرے کیے پھر حج کا احرام باندھا۔

مسئلہ ۱: تمتّع کے لیے یہ شرط نہیں کہ میقات سے احرام باندھے اس سے پہلے بھی ہوسکتا ہے بلکہ اگر میقات کے بعد احرام باندھا جب بھی تمتع ہے، اگرچہ بلا احرام میقات سے گزرنا گناہ اور دَم لازم یا پھر میقات کو واپس جائے۔ یوہیں تمتع کے لیے یہ شرط نہیں کہ عمرہ کا احرام حج کے مہینے میں باندھا جائے بلکہ شوال سے پیشتر بھی احرام باندھ سکتے ہیں، البتہ یہ ضروری ہے کہ عمرہ کے تمام افعال یا اکثر طواف حج کے مہینے میں ہو، مثلاً تین پھیرے طواف کے رمضان میں کیے پھر شوال میں باقی چار پھیرے کر لیے پھر اسی سال حج کر لیا تو یہ بھی تمتع ہے اور اگر رمضان میں چار پھیرے کر لیے تھے اور شوال میں تین باقی تو یہ تمتع نہیں اور یہ بھی شرط نہیں کہ جس سال احرام باندھا اسی سال تمتع کرلے مثلاً اس رمضان میں احرام باندھا اور احرام پر قائم رہا، دوسرے سال عمرہ پھر حج کیا تو تمتع ہوگیا۔ (2)

❁❁❁❁❁

(1) پ ۲، البقرۃ: ۱۹۶

(2) ردالمحتار، کتاب الحج، باب التمتع، ج ۳، ص ۶۴۰.

و الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب السابع فی القران والتمتع، ج ۱، ص ۲۴۰.

تمتّع کے شرائط

تمتع کی دس شرطیں ہیں:

1- حج کے مہینے میں پورا طواف کرنا یا اکثر حصہ یعنی چار پھیرے۔

2- عمرہ کا احرام حج کے احرام سے مقدم ہونا۔

3- حج کے احرام سے پہلے عمرہ کا پورا طواف یا اکثر حصہ کرلیا ہو۔

4- عمرہ فاسد نہ کیا ہو۔

5- حج فاسد نہ کیا ہو۔

6- اِلمام صحیح نہ کیا ہو۔ اِلمام صحیح کے یہ معنی ہیں کہ عمرہ کے بعد احرام کھول کر اپنے وطن کو واپس جائے اور وطن سے مراد وہ جگہ ہے جہاں وہ رہتا ہے پیدائش کا مقام اگرچہ دوسری جگہ ہو، لہٰذا اگر عمرہ کرنے کے بعد وطن گیا پھر واپس آکر حج کیا تو تمتع نہ ہوا اور اگر عمرہ کرنے سے پیشتر گیا یا عمرہ کر کے بغیر حلق کیے یعنی احرام ہی میں وطن گیا پھر واپس آکر اسی سال حج کیا تو تمتع ہے۔ یوہیں اگر عمرہ کر کے احرام کھول دیا پھر حج کا احرام باندھ کر وطن گیا تو یہ بھی اِلمام صحیح نہیں، لہٰذا اگر واپس آکر حج کریگا تو تمتع ہوگا۔

7- حج وعمرہ دونوں ایک ہی سال میں ہوں۔

8- مکہ معظمہ میں ہمیشہ کے لیے ٹھہرنے کا ارادہ نہ ہو، لہٰذا اگر عمرہ کے بعد پکا ارادہ کرلیا کہ یہیں رہے گا تو تمتع نہیں اور دو ایک مہینے کا ہو تو ہے۔

9- مکہ معظمہ میں حج کا مہینہ آجائے تو بے احرام کے نہ ہو، نہ ایسا ہو کہ احرام ہے مگر چار پھیرے طواف کے اس مہینے سے پہلے کر چکا ہے، ہاں اگر میقات سے باہر واپس جائے پھر عمرہ کا احرام باندھ کر آئے تو تمتع ہو سکتا ہے۔

10- میقات سے باہر کا رہنے والا ہو۔ مکہ کا رہنے والا تمتع نہیں کر سکتا۔(1)

مسئلہ ۲: تمتع کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اپنے ساتھ قربانی کا جانور لایا، دوسری یہ کہ نہ لائے۔ جو جانور نہ لایا وہ میقات سے عمرہ کا احرام باندھے، مکہ معظمہ میں آکر طواف وسعی کرے اور سر مونڈائے اب عمرہ سے فارغ ہوگیا اور طواف شروع کرتے ہی یعنی سنگِ اَسود کو بوسہ دیتے وقت لبیک ختم کر دے اب مکہ میں بغیر احرام رہے۔ آٹھویں ذی

(1) ردالمحتار، کتاب الحج، باب التمتع، ج۳، ص۶۴۰، ۶۴۳.

الحجہ کو مسجد الحرام شریف سے حج کا احرام باندھے اور حج کے تمام افعال بجالائے مگر اس کے لیے طواف قدوم نہیں اور طواف زیارت میں یا حج کا احرام باندھنے کے بعد کسی طواف نفل میں رَمَل کرے اور اس کے بعد سعی کرے اور اگر حج کا احرام باندھنے کے بعد طواف قدوم کرلیا ہے (اگرچہ اس کے لیے یہ طواف مسنون نہ تھا) اور اس کے بعد سعی کرلی ہے تو اب طواف زیارت میں رَمَل نہیں، خواہ طواف قدوم میں رَمَل کیا ہو یا نہیں اور طواف زیارت کے بعد اب سعی بھی نہیں، عمرہ سے فارغ ہوکر حلق بھی ضروری نہیں۔ اُسے یہ بھی اختیار ہے کہ سر نہ مونڈائے بدستور مُحرم رہے۔

یوہیں مکہ معظمہ ہی میں رہنا اُسے ضرور نہیں، چاہے وہاں رہے یا وطن کے سوا کہیں اور مگر جہاں رہے وہاں والے جہاں سے احرام باندھتے ہیں یہ بھی وہیں سے احرام باندھے، اگر مکہ مکرمہ میں ہے تو یہاں والوں کی طرح احرام باندھے اور اگر حرم سے باہر اور میقات کے اندر ہے تو حِل میں احرام باندھے اور میقات سے بھی باہر ہوگیا تو میقات سے باندھے۔ یہ اُس صورت میں ہے، جب کہ کسی اور غرض سے حرم یا میقات سے باہر جانا ہو اور اگر احرام باندھنے کے لیے حرم سے باہر گیا تو اُس پر دَم واجب ہے مگر جب کہ وقوف سے پہلے مکہ میں آگیا تو ساقط ہوگیا اور مکہ معظمہ میں رہا تو حرم میں احرام باندھے اور بہتر یہ ہے کہ مکہ معظمہ میں ہو اور اس سے بہتر یہ کہ مسجد حرم میں ہو اور سب سے بہتر یہ کہ حطیم شریف میں ہو۔ یوہیں آٹھویں کو احرام باندھنا ضرور نہیں، نویں کو بھی ہوسکتا ہے اور آٹھویں سے پہلے بھی بلکہ یہ افضل ہے۔ تمتع کرنے والے پر واجب ہے کہ دسویں تاریخ کو شکرانہ میں قربانی کرے، اس کے بعد سر مونڈائے۔ اگر قربانی کی استطاعت نہ ہو تو اُسی طرح روزے رکھے جو قِران والے کے لیے ہیں۔ (2)

مسئلہ ۳: اگر اپنے ساتھ جانور لے جائے تو احرام باندھ کر لے چلے اور کھینچ کر لے جانے سے ہانکنا افضل ہے۔ ہاں اگر پیچھے سے ہانکنے سے نہیں چلتا تو آگے سے کھینچے اور اُس کے گلے میں ہار ڈال دے کہ لوگ سمجھیں یہ حرم میں قربانی کو جاتا ہے، اور ہار ڈالنا جھول ڈالنے سے بہتر ہے اور بدنہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس جانور کے کوہان میں دہنی یا بائیں جانب خفیف سا شگاف کردے کہ گوشت تک نہ پہنچے، اب مکہ معظّمہ میں پہنچ کر عمرہ کرے اور عمرہ سے فارغ ہوکر بھی مُحرم رہے جب تک قربانی نہ کرلے۔ اُسے سر مونڈانا جائز نہیں جب تک قربانی نہ کرلے ورنہ دَم لازم آئے گا پھر وہ تمام افعال کرے جو اس کے لیے بتائے گئے کہ جانور نہ لایا تھا اور دسویں تاریخ کو رَمی کرکے سر مونڈائے اب دونوں احرام سے ایک ساتھ فارغ ہوگیا۔ (3)

---

(2) الجوھرۃ النیرۃ، کتاب الحج، باب التمتع، ص ۲۔ ۲۱۳۔

والفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب السابع فی القران والتمتع، ج۱، ص ۲۳۸۔ ۲۳۹۔

(3) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، باب التمتع، ج ۳، ص ۶۴۵۔

مسئلہ ۴: جو جانور لایا اور جو نہ لایا دونوں میں فرق یہ ہے کہ اگر جانور نہ لایا اور عمرہ کے بعد احرام کھول ڈالا اب حج کا احرام باندھا اور کوئی جنایت واقع ہوئی تو جرمانہ مثل مُفرِد کے ہے اور وہ احرام باقی تھا تو جرمانہ قارِن کی مثل ہے اور جانور لایا ہے تو بہر حال قارِن کی مثل ہے۔(4)

مسئلہ ۵: میقات کے اندر والوں کے لیے قِران وتمتع نہیں، اگر کریں تو دَم دیں۔(5)

مسئلہ ۶: جو جانور لایا ہے اُسے روزہ رکھنا کافی نہ ہوگا اگرچہ نادار ہو۔(6)

مسئلہ ۷: جانور نہیں لے گیا اور عمرہ کر کے گھر چلا آیا تو یہ اِلمام صحیح ہے اس کا تمتع جاتا رہا، اب حج کریگا تو مُفرِد ہے اور جانور لے گیا ہے اور عمرہ کر کے گھر واپس آیا پھر مُحرِم رہا اور حج کو گیا تو یہ اِلمام صحیح نہیں، لہٰذا اس کا تمتع باقی ہے۔ یوہیں اگر گھر نہ آیا عمرہ کر کے کہیں اور چلا گیا تو تمتع نہ گیا۔(7)

مسئلہ ۸: تمتع کرنے والے نے حج یا عمرہ فاسد کر دیا تو اس کی قضا دے اور جرمانہ میں دَم اور تمتع کی قربانی اُس کے ذمہ نہیں کہ تمتع رہا ہی نہیں۔(8)

مسئلہ ۹: تمتع کے لیے یہ ضرور نہیں کہ حج وعمرہ دونوں ایک ہی کی طرف سے ہوں بلکہ یہ ہوسکتا ہے کہ ایک اپنی طرف سے ہو اور دوسرا کسی اور کی جانب سے یا ایک شخص نے اُسے حج کا حکم دیا اور دوسرے نے عمرہ کا اور دونوں نے تمتع کی اجازت دیدی تو کرسکتا ہے مگر قربانی خود اس کے ذمہ ہے اور اگر نادار ہے تو روزے رکھے۔(9)

مسئلہ ۱۰: حج کے مہینے میں عمرہ کیا مگر اُسے فاسد کر دیا پھر گھر واپس گیا پھر آ کر عمرہ کی قضا کی اور اُسی سال حج کیا تو یہ تمتع ہوگیا اور اگر مکہ ہی میں رہ گیا یا مکہ سے چلا گیا مگر میقات کے اندر رہا یا میقات سے بھی باہر ہوگیا مگر گھر نہ گیا اور آ کر عمرہ کی قضا کی اور اسی سال حج بھی کیا تو ان سب صورتوں میں تمتع نہ ہوا۔(10)

❁❁❁❁❁

---

(4) ردالمحتار، کتاب الحج، باب التمتع، ج۳، ص۶۴۵۔

(5) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، باب التمتع، ج۳، ص۶۴۶۔

(6) الدرالمختار، کتاب الحج، باب التمتع، ج۳، ص۶۴۸۔

(7) الدرالمختار، کتاب الحج، باب التمتع، ج۳، ص۶۴۸، وغیرہ۔

(8) الدرالمختار، کتاب الحج، باب التمتع، ج۳، ص۶۵۰۔

(9) المسلک المتقسط، (باب التمتع، فصل ولایشترط لصحۃ التمتع إحرام العمرۃ من المیقات)، ص۲۸۶۔

(10) الجوھرۃ النیرۃ، کتاب الحج، باب التمتع، ص۲۱۶۔

جُرم اور اُن کے کفارے کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ وَ مَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ یَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْیًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِیْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِیَامًا لِّیَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ وَ مَنْ عَادَ فَیَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾ اُحِلَّ لَكُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ وَ طَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِلسَّیَّارَةِ وَ حُرِّمَ عَلَیْكُمْ صَیْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ) (1)

---

(1) پ ۷، المائدہ: ۹۵۔۹۶

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ

مسئلہ: مُحرِم پر شکار یعنی خشکی کے کسی وحشی جانور کو مارنا حرام ہے۔

مسئلہ: جانور کی طرف شکار کرنے کے لئے اشارہ کرنا یا کسی طرح بتانا بھی شکار میں داخل اور ممنوع ہے۔

مسئلہ: حالتِ احرام میں ہر وحشی جانور کا شکار ممنوع ہے خواہ وہ حلال ہو یا نہ ہو۔

مسئلہ: کاٹنے والا کتّا اور کوّا اور بچھو اور چیل اور چوہا اور بھیڑیا اور سانپ ان جانوروں کو احادیث میں فواسق فرمایا گیا اور ان کے قتل کی اجازت دی گئی۔

مسئلہ: مچھر، پسو، چیونٹی، مکھی اور حشرات الارض اور حملہ آور درندوں کو مارنا معاف ہے۔ (تفسیر احمدی وغیرہ)

(مزید یہ کہ)

مسئلہ: حالتِ احرام میں جن جانوروں کا مارنا ممنوع ہے وہ ہر حال میں ممنوع ہے عمداً ہو یا خطاء، عمداً کا حکم تو اس آیت سے معلوم ہوا اور خطاء کا حدیث شریف سے ثابت ہے۔ (مدارک)

(مزید یہ کہ)

ویسا ہی جانور دینے سے مراد یہ ہے کہ قیمت میں مارے ہوئے جانور کے برابر ہو حضرت امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کا یہی قول ہے اور امام محمد و شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک خلقت و صورت میں مارے ہوئے جانور کی مثل ہونا مراد ہے۔ (مدارک و احمدی)

(مزید یہ کہ)

←

اے ایمان والو! احرام کی حالت میں شکار نہ کرو اور جو تم میں سے قصداً جانور کو قتل کریگا تو بدلہ دے مثل اُس جانور کے جو قتل ہوا، تم میں کے دو عادل جو حکم کریں وہ بدلا قربانی ہو گی۔ جو کعبہ کو جائے یا کفارہ مسکین کا کھانا یا اس کے برابر روزے تا کہ اپنے کیے کا وبال چکھے۔ اللہ (عزوجل) نے اسے معاف فرما دیا، جو پیشتر ہو چکا اور جو پھر کریگا تو اللہ (عزوجل) اس سے بدلا لے گا اور اللہ (عزوجل) غالب بدلا لینے والا ہے۔ دریا کا شکار اور اس کا کھانا تمھارے لیے حلال کیا گیا، تمھارے اور مسافروں کے برتنے کے لیے اور خشکی کا شکار تم پر حرام ہے، جب تک تم مُحرِم ہو اور اللہ (عزوجل) سے ڈرو جس کی طرف تم اُٹھائے جاؤ گے۔

اور فرماتا ہے:

﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ﴾ (2)

جو تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو (اور سر مونڈا لے) تو فدیہ دے روزے یا صدقہ یا قربانی۔

❁❁❁❁❁

یعنی کفارہ کے جانور کا حرمِ مکہ شریف کے باہر ذبح کرنا درست نہیں مکہ مکرمہ میں ہونا چاہئے اور عین کعبہ میں بھی ذبح جائز نہیں، اسی لئے کعبہ کو پہنچتی فرمایا، کعبہ کے اندر نہ فرمایا اور کفارہ کھانے یا روزہ سے ادا کیا جائے تو اس کے لئے مکہ مکرمہ میں ہونے کی قید نہیں باہر بھی جائز ہے۔ (تفسیر احمدی وغیرہ)

(مزید یہ کہ)

مسئلہ: یہ بھی جائز ہے کہ شکار کی قیمت کا غلہ خرید کر مساکین کو اس طرح دے کہ ہر مسکین کو صدقۂ فطر کے برابر پہنچے اور یہ بھی جائز ہے کہ اس قیمت میں جتنے مسکینوں کے ایسے حصے ہوتے تھے اتنے روزے رکھے۔

(2) پ ۲، البقرۃ: ۱۹۶

احادیث

صحیحین وغیرہما میں کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن کے پاس تشریف لائے اور یہ مُحرم تھے اور ہانڈی کے نیچے آگ جلا رہے تھے اور جوئیں ان کے چہرے پر گر رہی تھیں، ارشاد فرمایا: کیا یہ کیڑے تمھیں تکلیف دے رہے ہیں؟ عرض کی، ہاں۔ فرمایا: سر مونڈا ڈالو اور تین صاع کھانا چھ مسکینوں کو دیدو یا تین روزے رکھو یا قربانی کرو۔ (1)

---

(1) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب جواز حلق الرأس... إلخ، الحدیث: ۸۳۔(۱۲۰۱)، ص ۶۱۸.

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ آپ صحابی ہیں بیعۃ الرضوان میں حاضر تھے، زمانہ جاہلیت میں عبادہ ابن صامت سے دوستی تھی، آپ کا ایک بت تھا جس کی پرستش کرتے تھے، ایک دن حضرت عبادہ نے ان کی غیر موجودگی میں بت توڑ دیا، آپ نے آکر بت کو ٹوٹا ہوا اور حضرت عبادہ کو وہاں بیٹھا ہوا پایا تو حضرت عبادہ پر غصہ آیا مگر فورًا دل سے آواز آئی کہ اے کعب اگر بت کچھ کر سکتے ہوتے تو اپنے کو عبادہ سے کیوں نہ بچاتے یہ خیال آتے ہی اسلام قبول کرلیا۔ (اشعہ) کوفہ میں قیام رہا، مدینہ منورہ میں وفات پائی، ۷۵ سال عمر پائی ۵۱ھ میں انتقال ہوا۔ (اکمال)

۲۔ یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے سال کا ہے، ابھی کفار مکہ سے صلح کی گفتگو شروع نہ ہوئی تھی، مسلمانوں کو عمرہ کرنے کی قوی امید تھی۔

۳۔ یعنی سر میں جوئیں بہت ہوگئیں تھیں مگر احرام کی وجہ سے نہ مار سکتے تھے نہ سر خطمی وغیرہ سے دھو سکتے تھے حتی کہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ چہرے پر جوئیں رینگنے لگیں۔

۴۔ فرق عرب کے ایک پیمانہ کا نام ہے جس میں سولہ رطل یا بارہ مد یا تین صاع گندم سماتے ہیں، راء کے سکون سے بھی ہے اور فتح سے بھی۔

۵۔ لہذا ہر مسکین کو آدھا صاع ملے گا، دانہ سے مراد گندم ہے۔ ہمارا یہ ہی مذہب ہے کہ محرم پر سر منڈانے کی صورت میں تین صاع گندم چھ مسکینوں میں تقسیم کرنا لازم ہے۔ (مرقات)

۶۔ یہ حدیث اس آیت کریمہ کی تفسیر "وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى یَبْلُغَ الْهَدْیُ مَحِلَّهٗ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِیْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْیَةٌ مِّنْ صِیَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ" یعنی قربانی اپنے ٹھکانے پر پہنچنے سے پہلے سر نہ منڈاؤ، جو تم میں بیمار یا اس کے سر میں تکلیف ہو تو اس پر فدیہ لازم ہے روزے یا صدقہ یا قربانی۔ حدیث شریف نے بتایا کہ روزے تین واجب ہوں گے اور اگر صدقہ دے تو تین صاع مسکینوں کو دے گا، ہر مسکین کو نصف صاع، غرض کہ ضرورۃً سر منڈانے کا محرم پر کفارہ ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۴، ص ۲۹۸)

مسائل فقہیہ

تنبیہ: مُحرِم اگر بالقصد بلا عُذر جرم کرے تو کفارہ بھی واجب ہے (1) اور گنہگار بھی ہوا، لہٰذا اس صورت میں توبہ واجب کہ محض کفارہ سے پاک نہ ہوگا جب تک توبہ نہ کرے اور اگر نادانستہ یا عذر سے ہے تو کفارہ کافی ہے۔ جرم میں کفارہ بہرحال لازم ہے، یاد سے ہو یا بھول چوک سے، اس کا جرم ہونا جانتا ہو یا معلوم نہ ہو، خوشی سے ہو یا مجبوراً، سوتے میں ہو یا بیداری میں، نشہ یا بے ہوشی میں یا ہوش میں، اُس نے اپنے آپ کیا ہو یا دوسرے نے اُس کے حکم سے کیا۔

تنبیہ: اس بیان میں جہاں دَم کہیں گے اس سے مراد ایک بکری یا بھیڑ ہوگی اور بدنہ اونٹ یا گائے یہ سب جانور انھیں شرائط کے ہوں جو قربانی میں ہیں اور صدقہ سے مراد انگریزی روپے سے ایک سو پچھتّر روپے آٹھ آنہ بھر گیہوں کہ سو۱۰۰ روپے کے سیر سے پونے دو سیر اٹھنی بھر اوپر ہوئے یا اس کے دُونے جَو یا کھجور یا ان کی قیمت۔

مسئلہ ۱: جہاں دَم کا حکم ہے وہ جرم اگر بیماری یا سخت گرمی یا شدید سردی یا زخم یا پھوڑے یا جُوؤں کی سخت ایذا کے باعث ہوگا تو اُسے جُرمِ غیر اختیاری کہتے ہیں۔ اس میں اختیار ہوگا کہ دَم کے بدلے چھ مسکینوں کو ایک ایک صدقہ دے دے یا دونوں وقت پیٹ بھر کھلائے یا تین روزے رکھ لے، اگر چھ صدقے ایک مسکین کو دیدیے یا تین یا سات مساکین پر تقسیم کر دیے تو کفارہ ادا نہ ہوگا بلکہ شرط یہ ہے کہ چھ مسکینوں کو دے اور افضل یہ ہے کہ حرم کے مساکین ہوں

(1) اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے ڈریئے

میں نے لوگوں کو دیکھا ہے کہ جان بوجھ کر جُرم کرتے ہیں اور کفّارہ بھی نہیں دیتے۔ یہاں دو گناہ ہوئے ایک تو جان بوجھ کر جُرم کرنے کا۔ دوسرا کفّارہ نہ دینے کا۔ لہٰذا کفّارہ بھی دینا ہوگا اور توبہ بھی واجب ہوگی۔ ہاں اگر نادانستہ یا مجبوراً جُرم کرنا یا بے خیالی میں ہوگیا تو کفّارہ کافی ہے توبہ واجب نہیں اور یہ بھی یاد رکھئے کہ جُرم چاہے یاد سے ہو یا بھول چُوک سے، اس کا جُرم ہونا جانتا ہو یا نہ جانتا ہو، خوشی سے ہو یا مجبوراً، سوتے میں ہو یا جاگتے میں، بے ہوشی میں ہو یا ہوش میں، اپنی مرضی سے کیا ہو یا دوسرے کے ذریعے کروایا ہو۔ ہر صورت میں کفّارہ لازمی ہے۔ اگر نہیں دے گا تو گنہگار ہوگا۔ جب خرچ سر پر آتا ہے تو بعض لوگ یہ بھی کہہ دیا کرتے ہیں: اللہ عَزَّ وَجَلَّ مُعاف فرمائے گا۔ اور پھر وہ دَم وغیرہ نہیں دیتے تو انھیں سوچنا چاہیے کہ دَم وغیرہ اسی نے واجب کیا ہے اور جان بوجھ کر ٹال مٹول کرنا ہی کی خلاف ورزی ہے جو بذاتِ خود سخت ترین جرم ہے۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ مَدَنی فکر نصیب فرمائے۔ اٰمین بجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلم

جہاں ایک کفّارہ (یعنی ایک دَم یا ایک صدقہ) کا حکم ہے وہاں قارِن کے لئے دو کفّارے ہیں۔ نابالغ اگر جُرم کرے تو کوئی کفّارہ نہیں۔

اور اگر اس میں صدقہ کا حکم ہے اور مجبوری کیا تو اختیار ہوگا کہ صدقہ کے بدلے ایک روزہ رکھ لے۔ کفارہ اس لیے ہے کہ بھول چوک سے یا سوتے میں یا مجبوری سے جرم ہوں تو کفارہ سے پاک ہو جائیں، نہ اس لیے کہ جان بوجھ کر بلا عذر جُرم کرو اور کہو کہ کفارہ دیدیں گے، دینا تو جب بھی آئے گا مگر قصداً حکم الٰہی کی مخالفت سخت تر ہے۔

مسئلہ ۲: جہاں ایک دَم یا صدقہ ہے، قارِن پر دو ہیں۔(2)

مسئلہ ۳: کفارہ کی قربانی یا قارِن و متمتع کے شکرانہ کی غیر حرم میں نہیں ہوسکتی۔ غیر حرم میں کی تو ادا نہ ہوئی، ہاں جُرم غیر اختیاری میں اگر اس کا گوشت چھ مسکینوں پر تصدق کیا اور ہر مسکین کو ایک صدقہ کی قیمت کا پہنچا تو ادا ہوگیا۔(3)

مسئلہ ۴: شکرانہ کی قربانی سے آپ کھائے، غنی کو کھلائے، مساکین کو دے اور کفارہ کی صرف محتاجوں کا حق ہے۔

مسئلہ ۵: اگر کفارے کے روزے رکھے تو اس میں شرط یہ ہے کہ رات سے یعنی صبح صادق سے پہلے نیت کرلے اور یہ بھی نیت کہ فُلاں کفارہ کا روزہ ہے، مطلق روزہ کی نیت یا نفل یا کوئی اور نیت کی تو کفارہ ادا نہ ہوا اور پے در پے ہونا یا حرم میں یا احرام میں رکھنا ضرور نہیں۔(4)

اب احکام سنیے:

---

(2) الھدایۃ، کتاب الحج، باب الجنایات، فصل في جزاء الصید، ج۱، ص۱۷۱۔

دَم وغیرہ کی تعریف

(۱) دَم یعنی ایک بکرا۔ (اس میں نر، مادہ، دُنبہ، بھیڑ، نیز گائے یا اُونٹ کا ساتواں حصّہ سب شامل ہیں)

(۲) بَدَنہ یعنی اُونٹ یا گائے یہ تمام جانور اُن ہی شرائط کے ہوں جو قربانی میں ہیں۔

(۳) صَدَقہ یعنی صَدَقۂ فطر کی مقدار

دَم وغیرہ میں رِعایت

اگر بیماری، سخت سردی، سخت گرمی، پھوڑے اور زخم یا جُوؤں کی شدید تکلیف کی وجہ سے کوئی جُرم ہوا تو اُسے جُرمِ غیر اِختیاری کہتے ہیں۔ اگر کوئی جُرمِ غیر اِختیاری صادِر ہوا جس پر دَم واجِب ہوتا ہے تو اس صورت میں اِختیار ہے کہ چاہے تو دَم دے دے اور اگر چاہے تو دَم کے بدلے چھ مِسکینوں کو صَدَقہ دے دے۔ اگر ایک ہی مِسکین کو چھ صدقے دے دیئے تو ایک ہی شُمار ہوگا۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ الگ الگ چھ مسکینوں کو دے۔ دوسری رِعایت یہ ہے کہ اگر چاہے تو دَم کے بدلے چھ مساکین کو دونوں وَقت پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیں۔ تیسری رِعایت یہ ہے کہ اگر صَدَقہ وغیرہ نہیں دینا چاہتا تو تین روزے رکھ لے۔ دم ادا ہوگیا۔ اگر کوئی ایسا جُرمِ غیر اِختیاری کیا جس پر صَدَقہ واجِب ہوتا ہے تو اِختیار ہے کہ صدقے کے بجائے ایک روزہ رکھ لے۔

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن في الجنایات، الفصل الثالث، ج۱، ص۲۴۴۔

(4) المسلک المتقسط، (باب فجزاء الجنایات وکفاراتھا، فصل في احکام الصیام في باب الاحرام)، ص۴۰۱۔۴۰۳۔

←

....

❁❁❁❁❁

کفّارے کے روزے کا ضروری مسئلہ

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُم الْعَالِیَہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

اگر کفّارے کے روزے رکھیں تو یہ شرط ہے کہ رات سے یعنی صبح صادق سے پہلے پہلے یہ نیّت کرلیں کہ یہ فلاں کفّارے کا روزہ ہے۔ ان روزوں کے لئے نہ احرام شرط ہے نہ ان کا پے درپے ہونا ضروری ہے۔ صدَقہ اور روزہ کی ادائیگی اپنے وطن میں بھی کرسکتے ہیں، البتہ صدَقہ اور کھانا اگر حرم کے مساکین کو پیش کردیا جائے تو یہ افضل ہے۔ دَم اور بَدَنہ کے جانور کو حرم میں ذبح ہونا شرط ہے۔ شکرانے کی قربانی کا گوشت آپ خود بھی کھاسکتے ہیں اور مال دار کو بھی کھلاسکتے ہیں، مگر دَم وغیرہ کا گوشت صرف محتاجوں کا حق ہے۔ نہ خود کھاسکتے ہیں نہ غنی کو کھلاسکتے ہیں۔

(۱) خوشبو اور تیل لگانا

مسئلہ ۶: خوشبو اگر بہت سی لگائی جسے دیکھ کر لوگ بہت بتائیں اگرچہ عضو کے تھوڑے حصہ پر یا کسی بڑے عضو جیسے سر، مونھ، ران، پنڈلی کو پورا سان دیا اگرچہ خوشبو تھوڑی ہے تو ان دونوں صورتوں میں دَم ہے اور اگر تھوڑی سی خوشبو عضو کے تھوڑے سے حصہ میں لگائی تو صدقہ ہے۔(1)

مسئلہ ۷: کپڑے یا بچھونے پر خوشبو مَلی تو خود خوشبو کی مقدار دیکھی جائے گی، زیادہ ہے تو دَم اور کم ہے تو صدقہ۔(2)

مسئلہ ۸: خوشبو سونگھی پھل ہو یا پھول جیسے لیمو، نارنگی، گلاب، چمیلی، بیلے، جوہی وغیرہ کے پھول تو کچھ کفارہ نہیں اگرچہ مُحرم کو خوشبو سونگھنا مکروہ ہے۔(3)

مسئلہ ۹: احرام سے پہلے بدن پر خوشبو لگائی تھی، احرام کے بعد پھیل کر اور اعضا کو لگی تو کفارہ نہیں۔(4)

مسئلہ ۱۰: مُحرِم نے دوسرے کے بدن پر خوشبو لگائی مگر اس طرح کہ اس کے ہاتھ وغیرہ کسی عضو میں خوشبو نہ لگی یا اس کو سلا ہوا کپڑا پہنایا تو کچھ کفارہ نہیں مگر جب کہ مُحرم کو خوشبو لگائی یا سلا ہوا کپڑا پہنایا تو گنہگار ہوا اور جس کو لگائی یا پہنایا اس پر کفارہ واجب ہے۔(5)

مسئلہ ۱۱: تھوڑی سی خوشبو بدن کے متفرق حصوں میں لگائی اگر جمع کرنے سے پورے بڑے عضو کی مقدار کو پہنچ جائے تو دَم ہے ورنہ صدقہ اور زیادہ خوشبو متفرق جگہ لگائی تو بہر حال دَم ہے۔(6)

مسئلہ ۱۲: ایک جلسہ میں کتنے ہی اعضا پر خوشبو لگائے بلکہ سارے بدن پر بھی لگائے تو ایک ہی جُرم ہے اور ایک کفارہ واجب اور کئی جلسوں میں لگائی تو ہر بار کے لیے الگ الگ کفارہ ہے، خواہ پہلی بار کا کفارہ دے کر دوسری بار لگائی

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الاول، ج۱، ص۲۴۰۔۲۴۱۔

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الاول، ج۱، ص۲۴۱۔

(3) ردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۵۳۔

(4) ردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۵۳۔

(5) ردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۵۳، وغیرہ۔

(6) ردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۵۴۔

یا ابھی کسی کا کفارہ نہ دیا ہو۔ (7)

مسئلہ ۱۳: کسی شے میں خوشبو لگی تھی اسے چھوا، اگر اس سے خوشبو چھوٹ کر بڑے عضوِ کامل کی قدر بدن کو لگی تو دَم دے اور کم ہو تو صدقہ اور کچھ نہیں تو کچھ نہیں مثلاً سنگِ اَسود شریف پر خوشبو ملی جاتی ہے اگر بحالتِ احرام بوسہ لیتے میں بہت سی لگی تو دَم دے اور تھوڑی سی تو صدقہ۔ (8)

مسئلہ ۱۴: خوشبودار سُرمہ ایک یا دو بار لگایا تو صدقہ دے، اس سے زیادہ میں دَم اور جس سُرمہ میں خوشبو نہ ہو اُس کے استعمال میں حرج نہیں، جب کہ بضرورت ہو اور بلا ضرورت مکروہ۔ (9)

مسئلہ ۱۵: اگر خالص خوشبو جیسے مشک، زعفران، لونگ، الائچی، دارچینی اتنی کھائی کہ مونھ کے اکثر حصہ میں لگ گئی تو دَم ہے ورنہ صدقہ۔ (10)

مسئلہ ۱۶: کھانے میں پکتے وقت خوشبو پڑی یا فنا ہوگئی تو کچھ نہیں، ورنہ اگر خوشبو کے اجزا زیادہ ہوں تو وہ خالص خوشبو کے حکم میں ہے اور کھانا زیادہ ہو تو کفارہ کچھ نہیں مگر خوشبو آتی ہو تو مکروہ ہے۔ (11)

مسئلہ ۱۷: پینے کی چیز میں خوشبو ملائی، اگر خوشبو غالب ہے یا تین بار یا زیادہ پیا تو دَم ہے، ورنہ صدقہ۔ (12)

مسئلہ ۱۸: تمباکو کھانے والے اس کا خیال رکھیں کہ احرام میں خوشبو دار تمباکو نہ کھائیں کہ پتیوں میں تو ویسے ہی کچی خوشبو ملائی جاتی ہے اور قوام میں بھی اکثر پکانے کے بعد مُشک وغیرہ ملاتے ہیں۔

مسئلہ ۱۹: خمیرہ تمباکو نہ پینا بہتر ہے، کہ اس میں خوشبو ہوتی ہے مگر پیا تو کفارہ نہیں۔

مسئلہ ۲۰: اگر ایسی جگہ گیا جہاں خوشبو سُلگ رہی ہے اور اس کے کپڑے بھی بس گئے تو کچھ نہیں اور سُلگا کر اس نے خود بَسائے تو قلیل میں صدقہ اور کثیر میں دَم اور نہ بسے تو کچھ نہیں اور اگر احرام سے پہلے بسایا تھا اور احرام میں پہنا تو مکروہ ہے مگر کفارہ نہیں۔ (13)

---

(7) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۵۴.

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الاول، ج ۱، ص ۲۴۱.

(9) المرجع السابق. ولباب المناسک والمسلک المتقسط، (باب الجنایات، فصل فی الکحل المطیب)، ص ۳۱۴.

(10) ردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۵۴.

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الاول، ج ۱، ص ۲۴۱.
والدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۵۶.

(12) ردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۵۴، وغیرہ.

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الاول، ج ۱، ص ۲۴۱.

مسئلہ ۲۱: سر پر مہندی کا پتلا خضاب کیا کہ بال نہ چھپے تو ایک دَم اور گاڑھی تھوپی کہ بال چھپ گئے اور چار پہر گزرے تو مرد پر دو دَم اور چار پہر سے کم میں ایک دَم اور ایک صدقہ اور عورت پر بہر حال ایک دم، چوتھائی سر چھپنے کا بھی یہی حکم ہے اور چوتھائی سے کم میں صدقہ ہے اور سر پر وسمہ پتلا پتلا لگایا تو کچھ نہیں اور گاڑھا ہو تو مرد کو کفارہ دینا ہوگا۔(14)

مسئلہ ۲۲: داڑھی میں مہندی لگائی جب بھی دَم واجب ہے، پوری ہتھیلی یا تلوے میں لگائی تو دَم دے، مرد ہو یا عورت اور چاروں ہاتھ پاؤں میں ایک ہی جلسہ میں لگائی جب بھی ایک ہی دَم ہے، ورنہ ہر جلسہ پر ایک دَم اور ہاتھ پاؤں کے کسی حصہ میں لگائی تو صدقہ۔(15)

مسئلہ ۲۳: خطمی سے سر یا داڑھی دھوئی تو دَم ہے۔(16)

مسئلہ ۲۴: عطر فروش کی دُکان پر خوشبو سونگھنے کے لیے بیٹھا تو کراہت ہے ورنہ حرج نہیں۔(17)

مسئلہ ۲۵: چادر یا تہبند کے کنارہ میں مشک، عنبر، زعفران باندھا اگر زیادہ ہے اور چار پہر گزرے تو دَم ہے اور کم ہے تو صدقہ۔(18)

مسئلہ ۲۶: خوشبو استعمال کرنے میں بقصد یا بلا قصد ہونا، یاد کر کے یا بھولے سے ہونا، مجبوراً یا خوشی سے ہونا، مرد و عورت دونوں کے لیے سب کا یکساں حکم ہے۔(19)

مسئلہ ۲۷: خوشبو لگانا جب جُرم قرار پایا تو بدن یا کپڑے سے دُور کرنا واجب ہے اور کفارہ دینے کے بعد زائل نہ کیا تو پھر دَم وغیرہ واجب ہوگا۔(20)

ولباب المناسک، (باب الجنایات، فصل في تطییب الثوب... إلخ)، ص۳۲۱.

(14) الجوهرة النيرة، كتاب الحج، باب الجنايات، ص۲۱۷.

والفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب الثامن في الجنايات، الفصل الاول، ج۱، ص۲۴۱.

(15) ردالمحتار، كتاب الحج، باب الجنايات، ج۳، ص۶۵۴، وغيرهما.

(16) الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب الثامن في الجنايات، الفصل الاول، ج۱، ص۲۴۱.

(17) الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب الثامن في الجنايات، الفصل الاول، ج۱، ص۲۴۲.

(18) ردالمحتار، كتاب الحج، باب الجنايات، ج۳، ص۶۵۴.

(19) الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب الثامن في الجنايات، الفصل الاول، ج۱، ص۲۴۱.

(20) الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب الثامن في الجنايات، الفصل الاول، ج۱، ص۲۴۱۔۲۴۲.

مسئلہ ۲۸: خوشبو لگانے سے بہر حال کفارہ واجب ہے، اگرچہ فوراً زائل کر دی ہو اور اگر کوئی غیر مُحرم ملے تو اس سے دھلوائے اور اگر صرف پانی بہانے سے دُھل جائے تو یوہیں کرے۔(21)

مسئلہ ۲۹: روغنِ چنبیلی وغیرہ خوشبودار تیل لگانے کا وہی حکم ہے جو خوشبو استعمال کرنے میں تھا۔(22)

مسئلہ ۳۰: تِل اور زیتون کا تیل خوشبو کے حکم میں ہے اگرچہ ان میں خوشبو نہ ہو، البتہ ان کے کھانے اور ناک میں چڑھانے اور زخم پر لگانے اور کان میں ٹپکانے سے صدقہ واجب نہیں۔(23)

مسئلہ ۳۱: مشک، عنبر، زعفران وغیرہ جو خود ہی خوشبو ہیں، ان کے استعمال سے مطلقاً کفارہ لازم ہے اگرچہ دواء استعمال کیا ہو، یہ اس صورت میں ہے جب کہ ان کو خالص استعمال کریں اور اگر دوسری چیز جو خوشبودار نہ ہو، اس کے ساتھ ملا کر استعمال کیا تو غالب کا اعتبار ہے اور دوسری چیز میں ملا کر پکا لیا ہو تو کچھ نہیں۔(24)

مسئلہ ۳۲: زخم کا علاج ایسی دوا سے کیا جس میں خوشبو ہے پھر دوسرا زخم ہوا، اس کا علاج پہلے کے ساتھ کیا تو جب تک پہلا اچھا نہ ہو اس دوسرے کی وجہ سے کفارہ نہیں اور پہلے کے اچھے ہونے کے بعد بھی دوسرے میں وہ خوشبودار دوا لگائی تو دو کفارے واجب ہیں۔(25)

مسئلہ ۳۳: کُسم یا زعفران کا رنگا ہوا کپڑا چار پہر پہنا تو دَم دے اور اس سے کم تو صدقہ، اگرچہ فوراً اُتار ڈالا۔(26)

---

(21) لباب المناسک والمسلک المتقسط، (کتاب الحج، باب الجنایات، فصل لایشترط بقاء الطیب)، ص۳۱۹.

(22) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الاول، ج۱، ص۲۴۰.

(23) ردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۵۵.

(24) الدرالمختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۵۶.

(25) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الاول، ج۱، ص۲۴۱.

(26) لباب المناسک، (باب الجنایات، فصل فی تطیب الثوب اذا کان الطیب فی ثوبہ شبرا فی شبر)، ص۳۲۰.

خوشبو کے بارے میں سوال وجواب

میرے شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علّامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں؛

سوال: احرام کی حالت میں عطر کی شیشی ہاتھ میں لی اور ہاتھ میں خوشبو لگ گئی تو کیا کفارہ ہے؟

جواب: اگر لوگ دیکھ کر کہیں کہ یہ بہت سی خوشبو لگ گئی ہے اگرچہ عُضو کے تھوڑے سے حصّے میں لگی ہو تو دَم واجب ہے ورنہ معمولی سی خوشبو بھی جسم پر لگ گئی تو صدقہ ہے۔

←

....

سوال: سر میں خوشبودار تیل ڈال لیا تو کیا کرے؟

جواب: اگر کوئی بڑا عُضو مثلاً ران، مُنہ، پنڈلی یا سَر سارے کا سارا خوشبو سے آلودہ ہو جائے خواہ خوشبودار تیل کے ذریعے ہو یا عِطر سے، دَم واجب ہو جائے گا۔

سوال: بچھونے یا اِحرام کے کپڑے پر خوشبو لگ گئی یا کسی نے لگادی تو؟

جواب: خوشبو کی مقدار دیکھی جائے زیادہ ہے تو دَم اور کم ہے تو صَدَقہ۔

سوال: اس بچھونے پر ہم اُس وقت موجود نہ ہوں یا وہ اِحرام کا کپڑا اگر اُس وقت ہمارے جسم پر نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر اب اُسے اِستعمال نہ کریں تو کوئی کفّارہ نہیں۔

سوال: جو خوشبو نیّتِ اِحرام سے پہلے بدن یا اِحرام کی چادروں پر لگائی تھی کیا نیّتِ اِحرام کے بعد اُس خوشبو کو زائل کرنا ضَروری ہے؟

جواب: نہیں، اُن دونوں خوشبودار چادروں کو اِستعمال کرنے کی اِجازت ہے، چاہے اُن میں کتنی ہی مہک ہو۔

سوال: اِحتلام ہو گیا یا کسی وجہ سے اِحرام کی ایک یا دونوں چادریں ناپاک ہو گئیں اب دوسری چادریں موجود تو ہیں مگر اُن میں پہلے کی خوشبو لگی ہوئی ہے، اُنھیں پہن سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: اگر خوشبو مہک رہی ہے تو نہیں پہن سکتے اور اگر مہک اُڑ چکی ہے تو پہننے میں حَرج نہیں۔ صِرف اُن دو خوشبودار چادروں کو مُحرِم پہن سکتا ہے جس پر اُس نے قبلِ نیّتِ اِحرام خوشبو لگائی تھی اور اُنھیں پہن کر اِحرام کی نیّت کی تھی۔ اُن دو کے علاوہ اگر کوئی سی بھی خوشبودار چادر پہنیں گے تو کفّارہ لازم آئے گا۔ لہٰذا بغیر خوشبو کی چادر اگر مُیَسَّر نہیں تو جو پہنی ہوئی ہیں اُن کو اُتار کر پاک کر کے پھر پہن لیں۔

سوال: اِحرام کی حالت میں حَجرِ اَسوَد کا بوسہ لینے میں اگر خوشبو لگ گئی تو کیا کریں۔

جواب: اگر بہت سی لگ گئی تو دَم اور تھوڑی سی لگ گئی تو صَدَقہ دیں۔()

سوال: اِحرام کی نیّت کر لینے کے بعد ائیر پورٹ وغیرہ پر لوگ اِحرام والے حاجی صاحب کو گلاب یا موتیا کے پھولوں کا گجرا ڈالتے ہیں یہ کیسا ہے؟

جواب: ممنوع ہے۔

سوال: مُحرِم خوشبودار پھول سونگھ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں! خوشبودار پھل جیسا کہ لیموں، نارنگی وغیرہ یا پھول جیسا کہ گلاب، چنبیلی وغیرہ سونگھنا مکروہ ہے مگر کفّارہ نہیں۔

سوال: مُحرِم بے پکائی ہوئی اِلائچی کھاسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: حرام ہے نہیں کھاسکتا، اگر خالص خوشبو، جیسے اِلائچی، لونگ، دار چینی، اِتنی کھائیں کہ مُنہ کے اکثر حصّے میں لگ گئی تو دَم واجب ہو گیا اور کم میں صَدَقہ۔

←

....

❀❀❀❀❀

سوال: خوشبودار زردہ، بریانی اور قورمہ کھاسکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: جو خوشبو کھانے میں پکالی گئی ہو، چاہے اب بھی اُس سے خوشبو آرہی ہو، اُسے کھانے میں مضائقہ نہیں۔ اسی طرح خوشبو پکاتے وقت تو نہیں ڈالی تھیں اُوپر ڈال دی تھی مگر اب اُس کی مہک اُڑگئی اُس کا کھانا بھی جائز ہے، اگر بغیر پکائی ہوئی خوشبو کھانے یا مَعجون وغیرہ دوا میں ملادی گئی تو اب اُس کے اَجزاء غذا یا دوا وغیرہ بے خوشبو اشیاء کے اَجزاء سے زیادہ ہیں تو وہ خالص خوشبو کے حکم میں ہے اور کفارہ ہے کہ مُنہ کے اَکثر حصّے میں خوشبو لگ گئی تو دَم اور کم میں لگی تو صدَقہ اور اگر اَناج وغیرہ کی مقدار زیادہ ہے اور خالص خوشبو کی مقدار کم تو کوئی کفارہ نہیں، ہاں! خالص خوشبو کی مہک آتی ہو تو مکروہ ہے۔

سوال: اِحرام کی حالت میں خوشبودار شربت پینا کیسا ہے؟

جواب: پینے کے چیز میں اگر خوشبو ملائی اگر خوشبو غالب ہے (تو دم ہے) یا خوشبو کم ہے مگر اُسے تین بار یا زیادہ پیا تو دَم ہے ورنہ صدَقہ۔ (بہارِ شریعت)

سوال: مُحرِم ناریل کا تیل سر وغیرہ میں لگاسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: کوئی حرج نہیں، البتہ تِل اور زیتون کا تیل خوشبو کے حکم میں ہے۔ اگرچہ ان میں خوشبو نہ ہو یہ جسم پر نہیں لگاسکتے۔ ہاں! ان کے کھانے، ناک میں چڑھانے، زخم پر لگانے اور کان میں ٹپکانے میں کفارہ واجب نہیں۔

سوال: اِحرام کی حالت میں آنکھوں میں خوشبودار سُرمہ لگانا کیسا ہے؟

جواب: حرام ہے۔ اس کی ایک یا دو سلائی لگائی تو صدَقہ واجب اور تین یا زیادہ سلائیاں لگانے میں دَم واجب ہوجائے گا۔

(رُکنِ دین کتاب الحج)

سوال: اِحرام کی حالت میں ہاتھ دھونے کے لئے خوشبودار صابُن وشیمپو نیز کپڑے اور برتن وغیرہ دھونے کیلئے خوشبودار پاؤڈر یا لوشن استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: کرسکتے ہیں۔

سوال: خوشبو لگالی اور کفارہ بھی دے دیا تو اب لگی رہنے دیں یا کیا کریں؟

جواب: خوشبو لگانا جب جُرم ٹھہرا تو بدن یا کپڑے سے دُور کرنا واجب ہے اور کفارہ دینے کے بعد اگر زائل نہ کیا تو پھر دَم وغیرہ واجب ہوگا۔ لہٰذا کفارہ دینے سے قبل خوشبو زائل کرنا ضروری ہے۔

(۲) سلے کپڑے پہننا

مسئلہ ۱: مُحرِم نے سلا کپڑا چار پہر(1) کامل پہنا تو دَم واجب ہے اور اس سے کم تو صدقہ اگرچہ تھوڑی دیر پہنا اور لگا تار کئی دن تک پہنے رہا جب بھی ایک ہی دَم واجب ہے، جب کہ یہ لگا تار پہننا ایک طرح کا ہو یعنی عُذر سے یا بلا عذر اور اگر مثلاً ایک دن بلا عذر تھا، دوسرے دن بعذر یا بالعکس تو دو کفارے واجب ہوں گے۔(2)

مسئلہ ۲: اگر دن میں پہنا رات میں گرمی کے سبب اُتار ڈالا یا رات میں سردی کی وجہ سے پہنا دن میں اُتار ڈالا، باز آنے کی نیت سے نہ اُتارا تو ایک کفارہ ہے اور توبہ کی نیت سے اُتارا تو ہر بار میں نیا کفارہ واجب ہوگا۔ یوہیں کسی ایک دن کُرتا پہنا تھا اور اُتار ڈالا پھر پاجامہ پہنا اُسے بھی اُتار کر ٹوپی پہنی تو یہ سب ایک ہی پہننا ہے اور اگر ایک دن ایک پہنا دوسرے دن دوسرا تو دو کفارے واجب ہیں۔(3)

مسئلہ ۳: بیماری کے سبب پہنا تو جب تک وہ بیماری رہے گی ایک ہی جرم ہے اور بیماری یقیناً جاتی رہی اور نہ اُتارا تو یہ دوسرا جرم اختیاری ہے اور اگر وہ بیماری یقیناً جاتی رہی مگر دوسری بیماری معاً شروع ہوگئی اور اُس میں بھی پہننے کی ضرورت ہے جب بھی یہ دوسرا جرم غیر اختیاری ہے۔(4)

مسئلہ ۴: باری کے ساتھ بخار آتا ہے اور جس دن بخار آیا کپڑے پہن لیے، دوسرے دن اُتار ڈالے تیسرے دن پھر پہنے، تو جب تک یہ بخار آئے ایک ہی جرم ہے۔(5)

مسئلہ ۵: اگر سلا کپڑا پہنا اور اس کا کفارہ ادا کر دیا مگر اُتارا نہیں، دوسرے دن بھی پہنے ہی رہا تو اب دوسرا کفارہ واجب ہے۔ یوہیں اگر احرام باندھتے وقت سلا ہوا کپڑا نہ اُتارا تو یہ جُرم ہے۔(6)

---

(1) چار پہر سے مراد ایک دن یا ایک رات کی مقدار ہے، مثلاً طلوع آفتاب سے غروب آفتاب یا غروب آفتاب سے طلوع آفتاب یا دوپہر سے آدھی رات یا آدھی رات سے دوپہر تک۔ (حاشیہ انوار البشارۃ. الفتاوی الرضویۃ، ج۱۰، ص۷۵۷).

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن في الجنایات، الفصل الثاني، ج۱، ص۲۴۲، وغیرہ.

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن في الجنایات، الفصل الثاني، ج۱، ص۲۴۲.
والدر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۵۷.

(4) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۵۸.

(5) لباب المناسک والمسلک المتقسط في المنسک المتوسط، (باب الجنایات)، ص۳۰۳.

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن في الجنایات، الفصل الثاني، ج۱، ص۲۴۲.

مسئلہ ۶: بیماری وغیرہ کے سبب اگر سر سے پاؤں تک سب کپڑے پہننے کی ضرورت ہوئی تو ایک ہی جُرم غیر اختیاری ہے اور بلا عذر سب کپڑے پہنے تو ایک جُرم اختیاری ہے یعنی چار پہر پہنے تو دونوں صورتوں میں دَم ہے اور اس سے کم میں صدقہ اور اگر ضرورت ایک کپڑے کی تھی اُس نے دو پہنے تو اگر اسی موضعِ ضرورت پر دوسرا بھی پہنا تو ایک کفارہ ہے اور گنہگار ہوا۔ مثلاً ایک کُرتے کی ضرورت تھی، دو پہن لیے یا ٹوپی کی ضرورت تھی عمامہ بھی باندھ لیا اور اگر دوسرا کپڑا اس جگہ کے سوا دوسری جگہ پہنا مثلاً ضرورت صرف عمامہ کی ہے اُس نے کُرتا بھی پہن لیا تو دو جرم ہیں، عمامہ کا غیر اختیاری اور کرتے کا اختیاری۔ خلاصہ یہ کہ موضعِ ضرورت میں زیادتی کی تو ایک جُرم ہے اور موضعِ ضرورت کے علاوہ اور جگہ بھی پہنا تو دو۔ (7)

مسئلہ ۷: بغیر ضرورت سب کپڑے ایک ساتھ پہن لیے تو ایک جرم ہے، دو جرم اس وقت ہیں کہ ایک بضرورت ہو دوسرا بے ضرورت۔ (8)

مسئلہ ۸: دشمن کی وجہ سے کپڑے پہنے، ہتھیار باندھے اور وہ بھاگا اس نے اُتار ڈالے وہ پھر آگیا، اس نے پھر پہنے تو یہ ایک ہی جُرم ہے۔ یوہیں دن میں دشمن سے لڑنا پڑتا ہے یہ دن میں ہتھیار باندھ لیتا ہے رات میں اُتار ڈالتا ہے تو یہ ہر روز کا باندھنا ایک ہی جُرم ہے جب تک عُذر باقی ہے۔ (9)

مسئلہ ۹: مُحرِم نے دوسرے مُحرِم کو سلا ہوا یا خوشبودار کپڑا پہنایا تو اس پہنانے والے پر کچھ نہیں۔ (10)

مسئلہ ۱۰: مرد یا عورت نے مونھ کی ٹکلی ساری یا چہارم چھپائی یا مرد نے پورا یا چہارم سر چھپایا تو چار پہر یا زیادہ لگاتار چھپانے میں دَم ہے اور کم میں صدقہ اور چہارم سے کم کو چار پہر تک چھپایا تو صدقہ ہے اور چار پہر سے کم میں کفارہ نہیں مگر گناہ ہے۔ (11)

مسئلہ ۱۱: مُحرِم نے سر پر کپڑے کی گٹھری رکھی تو کفارہ ہے اور غلہ کی گٹھری یا تختہ یا لگن وغیرہ کوئی برتن رکھ لیا تو نہیں اور اگر سر پر مٹی تھوپ لی تو کفارہ ہے۔ (12)

والدر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۵۸۔

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الاول، ج۱، ص۲۴۲۔ ۲۴۳، وغیرہ۔

(8) لباب المناسک، (باب الجنایات)، ص۳۰۲۔ ۳۰۳۔

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الثانی، ج۱، ص۲۴۳۔

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الثانی، ج۱، ص۲۴۲۔

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الثانی، ج۱، ص۲۴۲، وغیرہ۔

(12) المرجع السابق، ولباب المناسک و المسلک المتقسط، (باب الجنایات)، ص۳۰۸۔

مسئلہ ۱۲: سلا ہوا کپڑا پہننے میں یہ شرط نہیں کہ قصداً پہنے بلکہ بھول کر ہو یا نادانی میں بہر حال وہی حکم ہے۔ یوہیں سر اور مونھ چھپانے میں، یہاں تک کہ مُحرِم نے سوتے میں سر یا مونھ چھپالیا تو کفارہ واجب ہے۔ (13)

مسئلہ ۱۳: کان اور گدی کے چھپانے میں حرج نہیں۔ یوہیں ناک پر خالی ہاتھ رکھنے میں اور اگر ہاتھ میں کپڑا ہے اور کپڑے سمیت ناک پر ہاتھ رکھا تو کفارہ نہیں مگر مکروہ وگناہ ہے۔ (14)

مسئلہ ۱۴: پہننے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کپڑا اس طرح پہنے جیسے عادۃً پہنا جاتا ہے، ورنہ اگر کرتے کا تہبند باندھ لیا یا پاجامہ کو تہبند کی طرح لپیٹا پاؤں پائچے میں نہ ڈالے تو کچھ نہیں۔ یوہیں انگرکھا پھیلا کر دونوں شانوں پر رکھ لیا، آستینوں میں ہاتھ نہ ڈالے تو کفارہ نہیں مگر مکروہ ہے اور مونڈھوں پر سِلے کپڑے ڈال لیے تو کچھ نہیں۔ (15)

مسئلہ ۱۵: جوتے نہ ہوں تو موزے کو وہاں سے کاٹ کر پہنے جہاں عربی جوتے کا تسمہ ہوتا ہے اور بغیر کاٹے ہوئے پہن لیا تو پورے چار پہر پہننے میں دَم ہے اور اس سے کم میں صدقہ اور جوتے موجود ہوں تو موزے کاٹ کر پہننا جائز نہیں کہ مال کو ضائع کرنا ہے پھر بھی اگر ایسا کیا تو کفارہ نہیں۔ (16)

---

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن في الجنایات، الفصل الثاني، ج۱، ص۲۴۲.

(14) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۵۹.

(15) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۵۶.

والفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن في الجنایات، الفصل الثاني، ج۱، ص۲۴۲.

(16) لباب المناسک والمسلک المتقسط، (باب الجنایات، فصل في لبس الخفین)، ص۳۰۹۔۳۱۰.

سلے ہوئے کپڑے وغیرہ کے متعلق سوال وجواب

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دَامَت بَرَکَاتُہُم العَالِیَہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں؛

سوال: مُحرِم نے اگر بھول کر سِلا ہوا لباس پہن لیا اور دس منٹ کے بعد یاد آتے ہی اُتار دیا تو کوئی کفارہ وغیرہ ہے یا نہیں؟

جواب: ہے اگرچہ ایک لمحے کے لئے پہنا ہو، جان بوجھ کر پہنا ہو یا بھولے سے صَدَقہ واجب ہوگیا اور اگر چار پہر یا اس سے زیادہ چاہے لگاتار کئی دن تک پہنے رہا دَم واجب ہوگا۔

سوال: اگر ٹوپی یا عمامہ یا احرام ہی کی چادر مُحرِم نے سَر پر اوڑھ لی تو اس کی کیا سزا ہے؟

جواب: مرد سارا سَر یا سَر کا چوتھائی حصّہ (۱/۴) یا مَرد خواہ عورت مُنہ کی ٹکلی ساری یا چوتھائی حصّہ چار پہر یا زیادہ لگاتار چُھپائیں دَم ہے اور چوتھائی (۱/۴) سے کم چار پہر تک یا چار پہر سے کم اگرچہ سارا مُنہ یا سَر تو صَدَقہ ہے اور چہارُم سے کم کو چار پہر سے کم تک چھپائیں تو کفارہ نہیں مگر گناہ ہے۔ (فتاوٰی رضویہ)

←

یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ احرام میں انگریزی جوتے پہننا جائز نہیں کہ وہ اُس جوڑ کو چھپاتے ہیں، پہنے گا تو

سوال: نزلہ میں کپڑے سے ناک پونچھ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: کپڑے سے نہیں پونچھ سکتے، کپڑا یا تولیہ دُور رکھ کر اُس میں ناک سنک لیجئے۔

سوال: سوتے وقت سلی ہوئی چادر اوڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: اوڑھ سکتے ہیں بلکہ ایک سے زیادہ چادریں بھی چہرے کو بچا کر اوڑھنے میں کوئی حرج نہیں، خواہ پاؤں پورے ڈھک جائیں۔

سوال: اگر نیند میں چادر مُنہ پر اوڑھ لی تو کوئی حرج تو نہیں؟

جواب: حرج ہے، سوتے میں بھی جُرم پر کفّارہ ہے۔

سوال: اگر مُحرِم نے سر پر کوئی بڑا سا برتن اُٹھالیا تو کیا کفّارہ دینا ہوگا؟

جواب: کوئی کفّارہ نہیں، مُحرِم سر پر غلّہ کی بوری، لگن، برتن، تختہ وغیرہ اُٹھالے تو جائز ہے۔ ہاں! کپڑے کی گٹھڑی اُٹھائے تو کفّارہ ہے اور مُحرِمہ کپڑے کی گٹھڑی بھی اُٹھاسکتی ہے کیونکہ اُس کو تو سر ڈھکنے کی بھی اجازت ہے۔

سوال: اگر بھولے سے سلے ہوئے کپڑے پہن کر احرام کی نیّت کرلی اب نیّت کے بعد فوراً سلے ہوئے کپڑے اُتار کر بے سلے پہن لئے تو کیا جُرمانہ ہے؟

جواب: صَدَقہ دے۔

سوال: اگر نیّتِ احرام سے پہلے سر ننگا کرنا بھول گیا بعدِ نیّت فوراً سر ننگا کرلیا تو کوئی کفّارہ؟

جواب: صَدَقہ دے۔

سوال: بھیڑ میں دوسرے کی چادر سے ہمارا مُنہ یا سر ڈھک گیا، اِس میں ہمارا تو کوئی قُصور نہیں، کیا اب بھی کوئی سزا ہے؟

جواب: آپ کو صَدَقہ دینا ہوگا، اِس میں یہ ہے کہ آپ کو گناہ نہیں ہوگا ورنہ قصداً اگر سر یا مُنہ ڈھکتے تو گناہ بھی ہوتا اور کفّارہ بھی۔

سوال: کیا بیماری وغیرہ کی مجبوری سے سلا ہوا لباس پہننے میں کفّارے ہیں؟

جواب: جی ہاں! بیماری وغیرہ کے سبب اگر سر سے پاؤں تک سب کپڑے پہننے کی ضَرورت پیش آئی تو ایک ہی جُرم غیر اختیاری ہے۔ اگر چار پہر پہنے یا زیادہ تو دَم اور کم میں صَدَقہ اور اگر اُس بیماری میں اس جگہ ضَرورت ایک کپڑے کی تھی اور دو پہن لئے مثلاً ضَرورت کُرتے کی تھی اور سلائی والا بنیان بھی پہن لیا تو اس صورت میں کفّارہ تو ایک ہی ہوگا مگر گنہگار ہوگا اور اگر دوسرا کپڑا دوسری جگہ پہن لیا مثلاً ضَرورت پاجامے کی تھی اور کُرتہ بھی پہن لیا تو ایک جرم غیر اختیاری ہُوا اور ایک جُرم اختیاری۔

سوال: اگر بغیر ضَرورت سارے کپڑے پہن لئے تو کتنے کفّارے دینا ہوں گے؟

جواب: اگر بغیر ضَرورت سب کپڑے ایک ساتھ پہن لئے تو ایک ہی جُرم ہے دو جُرم اُس وَقت ہیں کہ ایک ضَرورت سے ہو اور دوسرا بلا ضَرورت۔

←

کفارہ لازم آئے گا۔

❁❁❁❁❁

سوال: اگر منہ دونوں ہاتھوں سے چھپالیا یا سر پر کسی نے ہاتھ رکھ دیا کوئی حرج تو نہیں؟

جواب: کوئی حرج نہیں۔

سوال: محرم موزے پہن سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں پہن سکتا اگر پہنے گا تو وہی کفارہ ہے جو سلا ہوا لباس پہننے کا ہے۔

سوال: اگر کندھے پر سلے ہوئے کپڑے ڈال لے کیا سزا ہے؟

جواب: جائز ہے کوئی کفارہ نہیں۔

(۳) بال دُور کرنا

مسئلہ ۱: سر یا داڑھی کے چہارم بال یا زیادہ کسی طرح دُور کیے تو دَم ہے اور کم میں صدقہ اور اگر چندلا ہے یا داڑھی میں کم بال ہیں، تو اگر چوتھائی کی مقدار ہیں تو کل میں دَم ورنہ صدقہ۔ چند جگہ سے تھوڑے تھوڑے بال لیے تو سب کا مجموعہ اگر چہارم کو پہنچتا ہے تو دَم ہے ورنہ صدقہ۔(1)

مسئلہ ۲: پوری گردن یا پوری ایک بغل میں دَم ہے اور کم میں صدقہ اگرچہ نصف یا زیادہ ہو۔ یہی حکم زیرِ ناف کا ہے۔ دونوں بغلیں پوری مونڈائے، جب بھی ایک ہی دَم ہے۔(2)

مسئلہ ۳: پورا سر چند جلسوں میں مونڈایا، تو ایک ہی دَم واجب ہے مگر جب کہ پہلے کچھ حصہ مونڈا کر اُس کا کفارہ ادا کر دیا پھر دوسرے جلسہ میں مونڈایا تو اب نیا کفارہ دینا ہوگا۔ یوہیں دونوں بغلیں دو جلسوں میں مونڈائیں تو ایک ہی کفارہ ہے۔(3)

مسئلہ ۴: سر مونڈایا اور دَم دیدیا پھر اسی جلسہ میں داڑھی مونڈائی تو اب دوسرا دَم دے۔(4)

مسئلہ ۵: سر اور داڑھی اور بغلیں اور سارے بدن کے بال ایک ہی جلسہ میں مونڈائے تو ایک ہی کفارہ ہے اور اگر ایک ایک عضو کے ایک ایک جلسہ میں تو اتنے ہی کفارے۔(5)

مسئلہ ۶: سر اور داڑھی اور گردن اور بغل اور زیرِ ناف کے سوا باقی اعضا کے مونڈانے میں صرف صدقہ ہے۔(6)

مسئلہ ۷: مونچھ اگرچہ پوری مونڈائے یا کتروائے صدقہ ہے۔(7)

مسئلہ ۸: روٹی پکانے میں کچھ بال جل گئے تو صدقہ ہے، وضو کرنے یا کھجانے یا کنگھا کرنے میں بال گرے،

---

(1) ردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۵۹.

(2) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۵۹.

(3) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۵۹۔۶۶۱.

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن في الجنایات، الفصل الثالث، ج۱، ص۲۴۳.

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن في الجنایات، الفصل الثالث، ج۱، ص۲۴۳.

(6) ردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۶۰.

(7) ردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ص۶۶۹.

اس پر بھی پورا صدقہ ہے اور بعض نے کہا دو تین بال تک ہر بال کے لیے ایک مٹھی ناج یا ایک ٹکڑا روٹی یا ایک چھوہارا۔(8)

مسئلہ ۹: اپنے آپ بے ہاتھ لگائے بال گر جائے یا بیماری سے تمام بال گر پڑیں تو کچھ نہیں۔(9)

مسئلہ ۱۰: مُحرِم نے دوسرے مُحرِم کا سر مونڈا اس پر بھی صدقہ ہے خواہ اُس نے اُسے حکم دیا ہو یا نہیں، خوشی سے مونڈایا ہو یا مجبور ہو کر اور غیر مُحرِم کا مونڈا تو کچھ خیرات کر دے۔(10)

مسئلہ ۱۱: غیر مُحرِم نے مُحرِم کا سر مونڈا اُس کے حکم سے یا بلا حکم تو مُحرِم پر کفارہ ہے اور مونڈنے والے پر صدقہ اور وہ مُحرِم اس مونڈنے والے سے اپنے کفارہ کا تاوان نہیں لے سکتا اور اگر مُحرِم نے غیر کی مونچھیں لیں یا ناخن تراشے تو مساکین کو کچھ صدقہ کھلا دے۔(11)

مسئلہ ۱۲: مونڈنا، کترنا، موچنے سے لینا یا کسی چیز سے بال اُڑانا، سب کا ایک حکم ہے۔(12)

مسئلہ ۱۳: عورت پورے یا چہارم سر کے بال ایک پورے برابر کترے تو دَم دے اور کم میں صدقہ۔(13)

مسئلہ ۱۴: بال مونڈا کر پچھنے لیے تو دَم ہے ورنہ صدقہ۔(14)

مسئلہ ۱۵: آنکھ میں بال نکل آئے تو اُن کے اوکھاڑنے میں صدقہ نہیں۔(15)

---

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن في الجنایات، الفصل الثالث، ج۱، ص۲۴۳.
درالمختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ص۶۷۰.

(9) لباب المناسک، (باب الجنایات، فصل في سقوط الشعر)، ص۳۲۸.

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن في الجنایات، الفصل الثالث، ج۱، ص۲۴۳.

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن في الجنایات، الفصل الثالث، ج۱، ص۲۴۳.

(12) ردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۶۰، وغیرہ.

(13) لباب المناسک والمسلک المتقسط، (باب الجنایات، فصل في حکم التقصیر)، ص۳۲۷.

(14) الدرالمختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۵۹.

(15) لباب المناسک، (باب الجنایات، فصل في سقوط الشعر)، ص۳۲۸.

بال دُور کرنے کے اَحکام پر سوال وجواب

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطارؔ قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

سوال: اگر مَعَاذَ اللہ! کسی محرم نے اپنی داڑھی منڈوا دی تو کیا سزا ہے؟

جواب: داڑھی منڈوانا یا خشخشی کروادینا ویسے بھی حرام ہے اور اِحرام کی حالت میں سخت حرام، البتہ اِحرام کی حالت میں سَر کے بال بھی نہیں کاٹ سکتے تو اگر چوتھائی سَر یا چوتھائی داڑھی کے بال یا اِس سے بھی زائد کسی طرح دُور کئے تو دَم واجب ہوگیا اور چوتھائی سے کم میں صَدَقہ۔

سُوال: عورت اپنے بال لے سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں! عورت اگر پورے سَر یا چوتھائی (۱/٤) سَر کے بال ایک پورے کے برابر لے تو دَم دے اور کم میں صَدَقہ۔

سُوال: کیا مُحرِم موئے زیرِ ناف بھی نہیں لے سکتا؟

جواب: جی نہیں، اگر آدھے یا اِس سے بھی زیادہ لئے تو صَدَقہ واجب ہوگا اور تمام لے لئے تو دَم۔

سُوال: بغل کے بالوں کے بارے میں بھی ارشاد ہو۔

جواب: بغل کے بال لینے میں دَم واجب ہوجاتا ہے۔ دونوں بغلوں کا ایک ہی حکم ہے، ہاں! اگر ایک بغل کے بال لینے کے بعد کفّارہ دے دیا اور اب دوسری بغل کے بال کاٹے تو دوسرا کفّارہ دینا ہوگا۔

سُوال: اگر اَدھوری بغل کے بال اُتارے تھے اور یاد آگیا اور رُک گئے تو کیا اب بھی دَم واجب ہوگیا؟

جواب: نہیں! آدھی بلکہ اس سے بھی زائد بال لئے تو صَدَقہ واجب ہے اور دَم صِرف بغل کے سارے بال لینے پر ہے۔

سُوال: سَر، داڑھی، بغلیں وغیرہ سب ایک ہی مجلس میں منڈوا دیئے تو کتنے کفّارے ہوں گے؟

جواب: خواہ سَر سے لے کر پاؤں تک سارے بدن کے بال ایک ہی مجلس میں منڈوائیں تو ایک ہی دم واجب ہوگا اگر الگ الگ اَعضا کے الگ الگ مجلس میں منڈائیں گے تو اُتنے ہی کفّارے ہوں گے۔

سُوال: اگر وُضو کرنے میں بال جھڑتے ہوں تو کیا اِس پر بھی کفّارہ ہے؟

جواب: کیوں نہیں، وُضو کرنے میں، کھجانے میں یا کنگھا کرنے میں اگر دو تین بال گرے تو ہر بال کے بدلے میں ایک ایک مٹھی اناج یا ایک ایک ٹکڑا روٹی یا ایک چھوہارا خیرات کریں اور تین سے زیادہ گرے تو صَدَقہ دینا ہوگا۔

سُوال: اگر کھانا پکانے میں چولہے کی گرمی سے کچھ بال جل گئے تو؟

جواب: صَدَقہ دینا ہوگا۔

سُوال: مونچھ صاف کروادی، کیا کفّارہ ہے؟

جواب: مونچھ اگرچہ پوری منڈوائیں یا کتروائیں صَدَقہ ہے۔

سُوال: اگر سینے کے بال منڈوا دیئے تو کیا کرے؟

جواب: سَر، داڑھی، گردن اور موئے زیرِ ناف کے علاوہ باقی اَعضاء کے بال منڈوانے میں صِرف صَدَقہ ہے۔

....

❀❀❀❀❀

سوال: بال جھڑنے کی بیماری ہو اور خود بخود بال جھڑتے ہوں تو اس پر کوئی رعایت ہے یا نہیں؟

جواب: کیوں نہیں، اگر بغیر ہاتھ لگائے خود بخود بال گر جائیں بلکہ اگر خود بخود تمام بال بھی جھڑ جائیں کوئی کفارہ نہیں۔

سوال: مُحرِم نے دوسرے مُحرِم کا سر مونڈا تو کیا سزا ہے؟

جواب: اگر احرام کھولنے کا وقت آگیا ہے مثلاً دونوں عُمرہ والوں نے طواف وسَعی سے فراغت حاصل کرلی ہے تو اب دونوں ایک دوسرے کے بال مونڈ سکتے ہیں اگر ابھی اِحرام کھولنے کا وقت نہیں آیا تو اس پر کفارے کی صورت مختلف ہے۔ اگر مُحرِم نے مُحرِم کا سَر مونڈا تو جس کا سَر مونڈا گیا اُس پر تو کفارہ ہے ہی، مونڈنے والے پر بھی صَدَقہ ہے اور اگر مُحرِم نے غیر مُحرِم کا سَر مونڈا یا مونچھیں یا ناخن تراشے تو مساکین کو کچھ خیرات کردے۔

سوال: غیر مُحرِم، مُحرِم کا سَر مونڈ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: وَقت سے پہلے نہیں مونڈ سکتا، اگر مونڈے گا تو مُحرِم پر تو کفارہ ہے ہی، غیر مُحرِم کو بھی صَدَقہ دینا پڑے گا۔

سوال: کوئی بال خود بخود جھڑ کر آنکھ میں آگیا تو کیا کریں؟

جواب: نکال لیں، کوئی کفارہ نہیں۔

(۴) ناخن کترنا

مسئلہ ۱: ایک ہاتھ ایک پاؤں کے پانچوں ناخن کترے یا بیسوں ایک ساتھ تو ایک دَم ہے اور اگر کسی ہاتھ یا پاؤں کے پورے پانچ نہ کترے تو ہر ناخن پر ایک صدقہ، یہاں تک کہ اگر چاروں ہاتھ پاؤں کے چار چار کترے تو سولہ صدقے دے مگر یہ کہ صدقوں کی قیمت ایک دَم کے برابر ہو جائے تو کچھ کم کرلے یا دَم دے اور اگر ایک ہاتھ یا پاؤں کے پانچوں ایک جلسہ میں اور دوسرے کے پانچوں دوسرے جلسہ میں کترے تو دو دَم لازم ہیں اور چاروں ہاتھ پاؤں کے چار جلسوں میں تو چار دَم۔(1)

مسئلہ ۲: کوئی ناخن ٹوٹ گیا کہ بڑھنے کے قابل نہ رہا، اس کا بقیہ اُس نے کاٹ لیا تو کچھ نہیں۔(2)

مسئلہ ۳: ایک ہی جلسہ میں ایک ہاتھ کے پانچوں ناخن تراشے اور چہارم سر مونڈایا اور کسی عضو پر خوشبو لگائی تو ہر ایک پر ایک ایک دَم یعنی تین دَم واجب ہیں۔(3)

مسئلہ ۴: مُحرِم نے دوسرے کے ناخن تراشے تو وہی حکم ہے جو دوسرے کے بال مونڈنے کا ہے۔(4)

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الثالث، ج۱، ص۲۴۴.

(2) المرجع السابق.

(3) المرجع السابق.

(4) المسلک المتقسط، (باب الجنایات، فصل فی قلم الاظفار)، ص۳۳۲.

ناخن تراشنے کے بارے میں سُوال وجواب

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

سُوال: احرام کی حالت میں ناخن کاٹنا کیسا ہے؟

جواب: حرام ہے مگر کوئی ناخن ٹوٹ گیا کہ اب بڑھنے کے قابل نہ رہا تو اُس کا بقیہ حصّہ کاٹ لیا تو کوئی حرج نہیں۔

سُوال: مسئلہ معلوم نہیں تھا اور دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کے ناخن کاٹ لئے اب کیا ہوگا؟

جواب: جاننا یا نہ جاننا یہاں عذر نہیں ہوتا، خواہ بھول کر جُرم کریں یا جان بوجھ کر اپنی مرضی سے کریں یا کوئی زبردستی کروائے کفّارہ ہر صورت میں دینا ہوگا۔

مسئلہ ۵: چاقو اور ناخن گیر سے تراشنا اور دانت سے کھٹکنا سب کا ایک حکم ہے۔

❁❁❁❁❁

سوال: تو ان کا کفارہ بھی بتا دیجئے؟

جواب: اگر چاروں ہاتھ پاؤں کے ناخن ایک ہی مجلس میں کاٹے تو ایک دَم واجب ہوا اور اگر دو مجلسوں میں کاٹے مثلاً دونوں ہاتھوں کے ناخن ایک مجلس میں کاٹ لئے پھر بعد میں دوسری مجلس میں دونوں پاؤں کے تو دو دَم واجب ہوئے۔ اسی طرح اگر چاروں ہاتھ پاؤں کے ناخن چار مجلسوں میں کاٹے تو چار دَم واجب ہوں گے۔

سوال: ابھی ہاتھ کی چار اُنگلیوں کے ناخن کاٹے تھے کہ یاد آگیا کہ احرام سے ہے تو اب کیا سزا ہے؟

جواب: پانچ اُنگلیوں سے کم میں فی اُنگلی ایک ایک صَدَقہ واجب ہوگا۔ لہٰذا چار صَدَقے واجب ہوئے۔

سوال: ناخن اگر دانت سے کتر ڈالے تو کیا سزا ہے؟

جواب: خواہ بلیڈ سے کاٹیں یا چاقو سے، ناخن تَراش (یعنی نیل کٹر) سے تَراشیں یا دانتوں سے کتریں سب کا ایک ہی حکم ہے۔

سوال: مُحرِم کسی دوسرے کے ناخن کاٹ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں کاٹ سکتا، اِس کے وُہی اَحکام ہیں جو دوسروں کے بال مونڈنے کے ہیں۔

(۵) بوس و کنار وغیرہ

مسئلہ ا: مباشرت فاحشہ اور شہوت کے ساتھ بوس و کنار اور بدن مَس کرنے میں دَم ہے، اگرچہ انزال نہ ہو اور بلا شہوت میں کچھ نہیں۔ یہ افعال عورت کے ساتھ ہوں یا امرد کے ساتھ دونوں کا ایک حکم ہے۔(1)

مسئلہ ۲: مرد کے ان افعال سے عورت کو لذت آئے تو وہ بھی دَم دے۔(2)

مسئلہ ۳: اندامِ نہانی پر نگاہ کرنے سے کچھ نہیں اگرچہ انزال ہوجائے اگرچہ بار بار نگاہ کی ہو۔ یوہیں خیال جمانے سے۔(3)

مسئلہ ۴: جلق (مشت زنی) سے انزال ہوجائے تو دَم ہے ورنہ مکروہ اور احتلام سے کچھ نہیں۔(4)

---

(1) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳،ص ۶۶۷.

(2) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الحج، باب الجنایات فی الحج،ص ۲۲۰.

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن في الجنایات، الفصل الرابع، ج ۱،ص ۲۴۴.

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن في الجنایات، الفصل الرابع، ج ۱،ص ۲۴۴.

بوس وکنار کے بارے میں سُوال وجواب

میرے شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ العَالِیَہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

سُوال: اِحرام کی حالت میں بیوی کو ہاتھ لگانا کیسا؟

جواب: بیوی کو بِلا شَہوت ہاتھ لگانا جائز ہے مگر شَہوت کے ساتھ ہاتھ میں ہاتھ ڈالنا یا بدن کو چھونا حرام ہے۔ اگر شَہوت کی حالت میں بوس وکنار کیا یا جسم کو چُھوا تو دَم واجب ہوجائے گا۔

سُوال: کیا مُحرِمہ (یعنی اِحرام والی) پر بھی اِس صورت میں کوئی کفّارہ ہے؟

جواب: اگر مُحرِمہ کو بھی مرد کے اِن اَفعال سے لذّت آئے تو اُسے بھی دَم دینا پڑے گا۔

سُوال: اگر مَعَاذَ اللہ! مرد نے مرد کے بدن کو شَہوت کے ساتھ چُھوا تو اس کا کوئی کفّارہ؟

جواب: اِس پر بھی وُہی کفّارہ ہے۔ یعنی دَم واجب ہوگا اگر دونوں کو شَہوت ہوئی اور دوسرا بھی مُحرِم ہے تو اُس پر بھی دَم واجب ہے۔

سُوال: اگر تصوُّر جم جائے یا شرمگاہ پر نظر پڑ جائے اور اِنزال ہوجائے تو کیا کفّارہ ہے؟

جواب: اِس صورت میں کوئی کفّارہ نہیں۔ رہا غیر عورت پر نظر ڈالنا یا اُس کا تصوُّر باندھنا یہ اِحرام کے علاوہ بھی سخت گناہ ہے اور ←

❀❀❀❀❀

اِحرام کی حالت میں میاں بیوی بھی اِحتیاط رکھیں۔

سُوال: اگر اِحتلام ہوجائے تو؟

جواب: کوئی کَفّارہ نہیں۔

سُوال: اگر خُدا نخواستہ کوئی مُحرِم مُشت زَنی (ہینڈ پریکٹس) کا مرتکب ہُوا تو کیا کَفّارہ ہے؟

جواب: اگر اِنزال ہوگیا تو دَم واجِب ہے ورنہ مکرُوہ۔ یہ فعل، خواہ اِحرام ہو یا نہ ہو بہرحال ناجائز وحرام ہے۔ مُشت زَنی کرنے والے کو مَلعُون کہا گیا ہے۔

(۶) جماع

مسئلہ ۱: وقوف عرفہ سے پہلے جماع کیا تو حج فاسد ہوگیا۔ اُسے حج کی طرح پورا کر کے دَم دے اور سال آئندہ ہی میں اس کی قضا کرلے۔ عورت بھی احرام حج میں تھی تو اس پر بھی یہی لازم ہے اور اگر اس بلا میں پھر پڑ جانے کا خوف ہو تو مناسب ہے کہ قضا کے احرام سے ختم تک دونوں ایسے جدا رہیں کہ ایک دوسرے کو نہ دیکھے۔ (1)

مسئلہ ۲: وقوف کے بعد جماع سے حج تو نہ جائے گا مگر حلق وطواف سے پہلے کیا تو بدنہ دے اور حلق کے بعد تو دَم اور بہتر اب بھی بدنہ ہے اور دونوں کے بعد کیا تو کچھ نہیں۔ طواف سے مُراد اکثر ہے یعنی چار پھیرے۔ (2)

مسئلہ ۳: قصداً جماع ہو یا بھولے سے یا سوتے میں یا اکراہ کے ساتھ سب کا ایک حکم ہے۔ (3)

مسئلہ ۴: وقوف سے پہلے عورت سے ایسے بچہ نے وطی کی جس کا مثل جماع کرتا ہے یا مجنون نے تو حج فاسد ہو جائے گا۔ یوہیں مرد نے مشتہاۃ لڑکی یا مجنونہ سے وطی کی حج فاسد ہوگیا مگر بچہ اور مجنون پر نہ دَم واجب ہے، نہ قضا۔ (4)

مسئلہ ۵: وقوف عرفہ سے پہلے چند بار جماع کیا اگر ایک ہی مجلس میں ہے تو ایک دَم واجب ہے اور دو مختلف مجلسوں میں تو دو دَم اور اگر دوسری بار احرام توڑنے کے قصد سے جماع کیا تو بہر حال ایک ہی دَم واجب ہے، چاہے ایک ہی مجلس میں ہو یا متعدد میں۔ (5)

مسئلہ ۶: وقوف عرفہ کے بعد سر مونڈانے سے پہلے چند بار جماع کیا اگر ایک مجلس میں ہے تو ایک بدنہ اور دو مجلسوں میں ہے تو ایک بدنہ اور ایک دَم اور اگر دوسری بار احرام توڑنے کے ارادہ سے جماع کیا تو اس بار کچھ نہیں۔ (6)

مسئلہ ۷: جانور یا مردہ یا بہت چھوٹی لڑکی سے جماع کیا تو حج فاسد نہ ہوگا، انزال ہو یا نہیں مگر انزال ہوا تو دَم

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن في الجنایات، الفصل الرابع، ج۱، ص۲۴۴.

(2) المرجع السابق ص۲۴۵.

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن في الجنایات، الفصل الرابع، ج۱، ص۲۴۴.

(4) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۷۲.

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن في الجنایات، الفصل الرابع، ج۱، ص۲۴۵.

(6) المرجع السابق، ورد المحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۷۵.

لازم۔ (7)

مسئلہ ۸: عورت نے جانور سے وطی کرائی یا کسی آدمی یا جانور کا کٹا ہوا آلہ اندر رکھ لیا حج فاسد ہوگیا۔ (8)

مسئلہ ۹: عمرہ میں چار پھیرے سے قبل جماع کیا عمرہ جاتا رہا، دَم دے اور عمرہ کی قضا اور چار پھیروں کے بعد کیا تو دَم دے عمرہ صحیح ہے۔ (9)

مسئلہ ۱۰: عمرہ کرنے والے نے چند بار متعدد مجلس میں جماع کیا تو ہر بار دَم واجب اور طواف وسعی کے بعد حلق سے پہلے کیا جب بھی دَم واجب ہے اور حلق کے بعد تو کچھ نہیں۔ (10)

مسئلہ ۱۱: قِران والے نے عمرہ کے طواف سے پہلے جماع کیا تو حج وعمرہ دونوں فاسد مگر دونوں کے تمام افعال بجا لائے اور دو دَم دے اور سال آئندہ حج وعمرہ کرے اور اگر عمرہ کا طواف کر چکا ہے اور وقوف عرفہ سے پہلے جماع کیا تو عمرہ فاسد نہ ہوا، حج فاسد ہوگیا دو دَم دے اور سال آئندہ حج کی قضا دے اور اگر وقوف کے بعد کیا تو نہ حج فاسد ہوا، نہ عمرہ ایک بدنہ اور ایک دَم دے اور ان کے علاوہ قِران کی قربانی۔ (11)

مسئلہ ۱۲: جماع سے احرام نہیں جاتا وہ بدستور مُحرِم ہے اور جو چیزیں مُحرِم کے لیے ناجائز ہیں وہ اب بھی ناجائز ہیں اور وہی سب احکام ہیں۔ (12)

مسئلہ ۱۳: حج فاسد ہونے کے بعد دوسرے حج کا احرام اسی سال باندھا تو دوسرا نہیں ہے بلکہ وہی ہے جسے اُس نے فاسد کردیا، اس ترکیب سے سال آئندہ کی قضا سے نہیں بچ سکتا۔ (13)

---

(7) الدرالمختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۷۲.

(8) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۷۳.

(9) الدرالمختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۷۶.

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن في الجنایات، الفصل الرابع، ج ۱، ص ۲۴۵.

(11) لباب المناسک والمسلک المتقسط، (باب الجنایات)، ص ۳۳۸.

(12) الدرالمختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۷۳.

(13) المرجع السابق.

ہم بستری کے بارے میں سُوال وجواب

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

سُوال: کیا حج فاسد بھی ہوسکتا ہے؟

←

....

❁❁❁❁❁

جواب: جی ہاں! اگر مُحرِم نے وُقوفِ عَرَفات سے قبل ہم بستری کرلی تو حج فاسد ہوجائے گا۔ اس میں دَم بھی لازِم ہوگا اور آئندہ سال قضا بھی کرنی ہوگی۔ اگر عورت بھی مُحرِمہ تھی تو دونوں پر یہی کفّارہ ہے لیکن حج فاسد ہوجانے کے باوجود تمام اَفعالِ حج بدستور ادا کرنے ہوں گے اور ان کا اِحرام بھی ابھی باقی ہے۔

سُوال: اگر مسئلہ معلوم نہ ہو اور بھول سے جماع کر بیٹھا پھر؟

جواب: بھول کر ہم بستری کی ہو یا جان بُوجھ کر، اپنی مرضی سے کی ہو یا بالجبر ہر حال میں حج فاسد ہوجائے گا اور دَم دینا پڑے گا بلکہ دوسری مجلس میں دوسری بار اگر جماع کر بیٹھا تو دوسرا دَم بھی دینا ہوگا، ہاں! تَرکِ حج کا ارادہ کرلینے کے بعد جماع سے دَم لازم نہ ہوگا۔

سُوال: اگر کوئی حاجی وُقوفِ عَرَفات کے بعد حَلق وطَوافُ الزِّیارۃ سے قبل جماع کرلے تو اس کا کیا کفّارہ ہے؟

جواب: اُس کا حج نہ جائے گا مگر اُس پر بَدَنہ واجب ہوجائے گا اور اگر حَلق کے بعد مگر طواف سے قبل کیا تو دَم لازِم ہوگا اور بہتر اب بھی بَدَنہ ہے اور اگر حَلق وطَواف کے بعد (چاہے ابھی جمرات کی رَمی باقی ہو) کیا تو کوئی کفّارہ نہیں۔

سُوال: کیا جماع سے حاجی کا اِحرام ختم ہوجاتا ہے؟

جواب: جی نہیں، اِحرام بدستور باقی ہے جو چیزیں مُحرِم کے لئے ناجائز ہیں وہ اب بھی ناجائز ہیں اور وُہی تمام اَحکام ہیں۔

سُوال: اگر حج فاسد ہوجائے اور اُسی وَقت نیا اِحرام اُسی سال کے حج کے لئے اگر باندھ لے تو؟

جواب: اِس طرح نہ کفّارے سے خَلاصی ہوگی نہ اب اِس سال کا حج ہوسکے گا کہ وہ تو فاسد ہوچکا، البتّہ تمام اَفعالِ حج بجالانے ضَروری ہیں۔ بہر حال آئندہ سال کی قضا سے بچ نہیں سکے گا۔

سُوال: مُتَمَتِّع نے عُمرہ کر کے اِحرام کھول دیا ہے اور ابھی مَناسِکِ حج شُروع ہونے میں کئی روز باقی ہیں، بیوی کے ساتھ خَلوَت کرسکتا ہے یانہیں؟

جواب: جب تک حج کا اِحرام نہیں باندھا خلوَت کرسکتا ہے۔

سُوال: اگر عُمرہ کا اِحرام باندھنے کے بعد طَواف وغیرہ سے قبل ہم بستری کرلی تو کیا کفّارہ ہے؟

جواب: عُمرہ میں طَواف کے چار پھیرے کرنے سے پہلے اگر جماع کیا تو عُمرہ فاسد ہوگیا، عُمرہ پھر سے کرے اور دَم بھی دینا ہوگا، اگر چار پھیرے یا مکمل طَواف کے بعد کیا تو صِرف دم واجب ہوا عُمرہ صحیح ہوگیا۔

سُوال: اگر مُعتَمِر (یعنی عُمرہ کرنے والا) طَواف وسَعی کے بعد مگر سَر منڈانے سے پہلے جماع میں مبتلا ہوگیا پھر تو کوئی سزا نہیں؟

جواب: کیوں نہیں! اب بھی دَم واجب ہوگا حَلق یا قصر کروانے کے بعد ہی بیوی حلال ہوگی۔

(۷) طواف میں غلطیاں

مسئلہ ۱: طوافِ فرض کُل یا اکثر یعنی چار پھیرے جنابت یا حیض و نفاس میں کیا تو بدنہ ہے اور بے وضو کیا تو دَم اور پہلی صورت میں طہارت کے ساتھ اعادہ واجب، اگر مکہ سے چلا گیا ہو تو واپس آکر اعادہ کرے اگرچہ میقات سے بھی آگے بڑھ گیا ہو مگر بارھویں تاریخ تک اگر کامل طور پر اعادہ کرلیا تو جرمانہ ساقط اور بارھویں کے بعد کیا تو دَم لازم، بدنہ ساقط۔ لہٰذا اگر طوافِ فرض بارھویں کے بعد کیا ہے تو دم ساقط نہ ہوگا کہ بارھویں تو گزر گئی اور اگر طوافِ فرض بے وضو کیا تھا تو اعادہ مستحب پھر اعادہ سے دَم ساقط ہو گیا اگرچہ بارھویں کے بعد کیا ہو۔ (1)

مسئلہ ۲: چار پھیرے سے کم بے طہارت کیا تو ہر پھیرے کے بدلے ایک صدقہ اور جنابت میں کیا تو دَم پھر اگر بارھویں تک اعادہ کرلیا تو دَم ساقط اور بارھویں کے بعد اعادہ کیا تو ہر پھیرے کے بدلے ایک صدقہ۔ (2)

مسئلہ ۳: طوافِ فرض کُل یا اکثر بلا عذر چل کر نہ کیا بلکہ سواری پر یا گود میں یا گھسٹ کر یا بے ستر کیا مثلاً عورت کی چہارم کلائی یا چہارم سر کے بال کھلے تھے یا اُلٹا طواف کیا یا حطیم کے اندر سے طواف میں گزرا یا بارھویں کے بعد کیا تو ان سب صورتوں میں دَم دے اور صحیح طور پر اعادہ کرلیا تو دَم ساقط اور بغیر اعادہ کیے چلا آیا تو بکری یا اُس کی قیمت بھیج دے کہ حرم میں ذبح کردی جائے، واپس آنے کی ضرورت نہیں۔ (3)

مسئلہ ۴: جنابت میں طواف کر کے گھر چلا گیا تو پھر سے نیا احرام باندھ کر واپس آئے اور واپس نہ آیا بلکہ بدنہ بھیج دیا تو بھی کافی ہے مگر افضل واپس آنا ہے اور بے وضو کیا تھا تو واپس آنا بھی جائز ہے اور بہتر یہ کہ وہیں سے بکری یا قیمت بھیج دے۔ (4)

مسئلہ ۵: طوافِ فرض چار پھیرے کر کے چلا گیا یعنی تین یا دو یا ایک پھیرا باقی ہے تو دَم واجب، اگر خود نہ آیا بھیج

---

(1) الجوھرۃ النیرۃ، کتاب الحج، باب الجنایات فی الحج، ص۲۲۱.

والفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن في الجنایات، الفصل الخامس، ج۱، ص۲۴۵.

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن في الجنایات، الفصل الخامس، ج۱، ص۲۴۶.

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن في الجنایات، الفصل الخامس، ج۱، ص۲۴۷.

وردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۶۲.

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن في الجنایات، الفصل الخامس، ج۱، ص۲۴۵، ۲۴۶.

دیا تو کافی ہے۔(5)

مسئلہ ۶: فرض کے سوا کوئی اور طواف کل یا اکثر جنابت میں کیا تو دَم دے اور بے وضو کیا تو صدقہ اور تین پھیرے یا اس سے کم جنابت میں کیے تو ہر پھیرے کے بدلے ایک صدقہ پھر اگر مکہ معظمہ میں ہے تو سب صورتوں میں اعادہ کرلے، کفارہ ساقط ہوجائے گا۔(6)

مسئلہ ۷: طوافِ رخصت کُل یا اکثر ترک کیا تو دَم لازم اور چار پھیروں سے کم چھوڑا تو ہر پھیرے کے بدلے میں ایک صدقہ اور طوافِ قدوم ترک کیا تو کفارہ نہیں مگر بُرا کیا اور طوافِ عمرہ کا ایک پھیرا بھی ترک کریگا تو دَم لازم ہوگا اور بالکل نہ کیا یا اکثر ترک کیا تو کفارہ نہیں بلکہ اُس کا ادا کرنا لازم ہے۔(7)

مسئلہ ۸: قارن نے طوافِ قدوم وطوافِ عمرہ دونوں بے وضو کیے تو دسویں سے پہلے طوافِ عمرہ کا اعادہ کرے اور اگر اعادہ نہ کیا یہاں تک کہ دسویں تاریخ کی فجر طلوع ہوگئی تو دَم واجب اور طوافِ فرض میں رَمَل وسعی کرلے۔(8)

مسئلہ ۹: نجس کپڑوں میں طواف مکروہ ہے کفارہ نہیں۔(9)

مسئلہ ۱۰: طوافِ فرض جنابت میں کیا تھا اور بارھویں تک اس کا اعادہ بھی نہ کیا، اب تیرھویں کو طوافِ رُخصت باطہارت کیا تو یہ طوافِ رخصت طوافِ فرض کے قائم مقام ہوجائے گا اور طوافِ رُخصت کے چھوڑنے اور طوافِ فرض میں دیر کرنے کی وجہ سے اس پر دو دَم لازم اور اگر بارھویں کو طوافِ رخصت کیا ہے تو یہ طوافِ فرض کے قائم مقام ہوگا اور چونکہ طوافِ رخصت نہ کیا، لہٰذا ایک دَم لازم اور اگر طوافِ رُخصت دوبارہ کرلیا تو یہ دَم بھی ساقط ہوگیا اور اگر طوافِ فرض بے وضو کیا تھا اور یہ باوضو تو ایک دَم اور اگر طوافِ فرض بے وضو کیا تھا اور طوافِ رُخصت جنابت میں تو دو دَم۔(10)

مسئلہ ۱۱: طوافِ فرض کے تین پھیرے کیے اور طوافِ رُخصت پورا کیا تو اس میں کے چار پھیرے اس میں محسوب ہوجائیں گے اور دو ۲ دَم لازم، ایک طوافِ فرض میں دیر کرنے، دوسرا طوافِ رُخصت کے چار پھیرے

(5) المرجع السابق.

(6) المرجع السابق.

(7) لباب المناسک والمسلک المتقسط، (باب الجنایات، فصل في الجنایۃ في طواف الصدر)، ص ۳۵۰۔۳۵۳.

(8) المرجع السابق، ص ۳۵۳.

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن في الجنایات، الفصل الخامس، ج ۱، ص ۲۴۶، وغیرہ.

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن في الجنایات، الفصل الخامس، ج ۱، ص ۲۴۶.

چھوڑنے کا۔ اور اگر ہر ایک کے تین تین پھیرے کیے تو کل فرض میں شمار ہوں گے اور دو ۲ دَم واجب۔ (11) اس

(11) المرجع السابق۔

طواف کے بارے میں مُتفرِّق سُوال وجواب

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

سُوال: بھیڑ کے سبب یا بے خیالی میں کسی طواف کے دَوران تھوڑی دیر کے لئے اگر سینہ یا پیٹھ کعبہ کی طرف ہوجائے تو کیا کریں؟

جواب: طواف میں سینہ یا پیٹھ کئے جتنا فاصلہ طے کیا ہو اُتنے فاصلے کا اِعادہ کریں اور افضل یہ ہے کہ وہ پھیرا نئے سرے سے کرلیں۔

سُوال: دَورانِ طواف دُعا کے لئے رُک سکتے ہیں؟

جواب: جی نہیں، چلتے چلتے دُعا پڑھیں۔

سُوال: نفلی طواف بے وُضو کرنا کیسا؟ کوئی کفّارہ وغیرہ؟

جواب: حرام ہے۔ طوافِ زیارت کے عِلاوہ کوئی بھی طواف ہو (خواہ نفل ہی کیوں نہ ہو) اُس کے کل (یعنی سات) یا اَکثر (یعنی چار) پھیرے ناپاکی (یعنی غُسل فرض ہونے) کی حالت میں کئے تو دَم واجب ہے اور اگر بے وُضو کئے تو صَدَقہ اور اگر تین پھیرے جَنابت (یعنی ناپاکی) کی حالت میں کئے تو ہر پھیرے کے بدلے میں صَدَقہ۔ اگر آپ مَکّۂ مُعَظّمہ میں موجود ہیں تو اِن سب صورتوں میں اعادہ کرلینے سے کفّارہ ساقط ہوجائے گا۔

سُوال: اگر دَورانِ طواف پھیروں کی گنتی بھول گئے یا تعداد کے بارے میں شک واقع ہوا اس پریشانی کا کیا حل ہے؟

جواب: اگر یہ طواف فرض (مَثَلاً طوافِ زیارت) یا واجب (مَثَلاً طوافِ وَداع) ہے تو نئے سرے سے شُروع کریں اور اگر یہ طواف فرض یا واجب نہیں مَثَلاً طوافِ قُدوم (کہ یہ سُنّت ہے) یا کوئی نفلی طواف ہے تو ایسے موقع پر گمانِ غالب پر عمل کریں۔

سُوال: اگر تیسرے پھیرے میں وُضو ٹوٹ گیا اور نیا وُضو کرنے چلے گئے تو اب واپس آکر طواف کس طرح شُروع کریں؟

جواب: چاہیں تو ساتوں پھیرے نئے سرے سے شُروع کریں اور یہ بھی اِختیار ہے کہ جہاں سے چھوڑا وَہیں سے شُروع کریں۔ چار سے کم کا یہی حکم ہے۔ ہاں! اگر چار یا زِیادہ پھیرے کرلئے تھے تو اب نئے سرے سے نہیں کرسکتے جہاں سے چھوڑا تھا وَہیں سے کرنا ہوگا۔ حَجَرِاَسوَد سے بھی شُروع کرنے کی ضَرورت نہیں۔

سُوال: طواف میں آٹھویں پھیرے کو ساتواں گمان کیا اب یاد آگیا کہ یہ تو آٹھواں پھیرا ہے اب کیا کرے؟

جواب: اسی پر طواف ختم کردیں۔ ہاں! اگر جان بوجھ کر آٹھواں پھیرا شُروع کیا تو یہ ایک جدید طواف شُروع ہوگیا اب اس کے بھی سات پھیرے پورے کریں۔

سُوال: عُمرہ کے طواف کا ایک پھیرا چھوٹ گیا تو کیا کفّارہ ہے؟

مسئلہ میں فروع کثیرہ ہیں بخوفِ تطویل ذکر نہ کیے۔

❁❁❁❁❁

جواب: اِس کا اگر ایک پھیرا بھی چھوٹ گیا تو دَم واجب ہے اگر بالکل طواف نہ کیا یا اکثر (یعنی چار پھیرے) تَرک کیے تو کفارہ نہیں بلکہ ان کا ادا کرنا لازم ہے۔

سوال: قارن یا مفرد نے طوافِ قُدوم تَرک کیا تو کیا سزا ہے؟

جواب: اُس پر کوئی کفارہ نہیں لیکن سنّت مؤکدہ کا تارک ہوا اور بُرا کیا۔

(۸) سعی میں غلطیاں

مسئلہ ۱: سعی کے چار پھیرے یا زیادہ بلا عذر چھوڑ دیے یا سواری پر کیے تو دَم دے اور حج ہوگیا اور چار سے کم میں ہر پھیرے کے بدلے صدقہ اور اعادہ کرلیا تو دَم وصدقہ ساقط اور عذر کے سبب ایسا ہوا تو معاف ہے۔ یہی ہر واجب کا حکم ہے کہ عذرِ صحیح سے ترک کرسکتا ہے۔(1)

مسئلہ ۲: طواف سے پہلے سعی کی اور اعادہ نہ کیا تو دَم دے۔(2)

مسئلہ ۳: جنابت میں یا بے وضو طواف کر کے سعی کی تو سعی کے اعادہ کی حاجت نہیں۔(3)

❁❁❁❁❁

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن في الجنایات، الفصل الخامس، ج۱، ص ۲۴۷۔
درمختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص ۶۶۵۔

(2) الدرالمختار کتاب الحج، باب فی السعی بین الصفا والمروۃ، ج۳، ص ۵۸۷۔

(3) الدرالمختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص ۶۶۱۔

(۹) وقوف عرفہ میں غلطی

مسئلہ ۱: جو شخص غروب آفتاب سے پہلے عرفات سے چلا گیا دَم دے پھر اگر غروب سے پہلے واپس آیا تو ساقط ہو گیا اور غروب کے بعد واپس ہوا تو نہیں اور عرفات سے چلا آنا خواہ باختیار ہو یا بلا اختیار ہو مثلاً اونٹ پر سوار تھا وہ اسے لے بھاگا دونوں صورت میں دَم ہے۔(1)

❁❁❁❁❁

(1) الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب الثامن في الجنايات، الفصل الخامس، ج۱، ص ۲۴۷.
والجوهرة النيرة، كتاب الحج، باب الجنايات في الحج، ص ۲۲۲.

وُقوفِ عَرَفات کے بارے میں سُوال وجواب

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علّامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَكَاتُهُمُ الْعَالِيَه اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

سُوال: جو حاجی غُروبِ آفتاب سے قَبل میدانِ عَرَفات سے نکل جائے اُس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: اُس پر دَم واجب ہو گیا۔ ہاں! اگر غُروبِ آفتاب سے پہلے پہلے حُدودِ عَرَفات میں واپس داخل ہو گیا تو دَم ساقط ہو جائے گا۔

سُوال: کیا دسویں رات کو بھی وُقوفِ عَرَفات ہو سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں! کیونکہ وُقوف کا وَقت نویں ذوالحجہ کے اِبتدائے وقتِ ظُہر سے لے کر دسویں کی طُلُوعِ فَجر تک ہے۔ اِس دَوران ایک لمحہ کے لئے بھی جو مسلمان اِحرام کے ساتھ میدانِ عَرَفات میں داخل ہو گیا تو اُس کا حج ہو گیا یہاں تک کہ اگر کوئی اِحرام کے ساتھ ہَوائی جہاز میں اُس کی فضاؤں سے گزر گیا وہ بھی حاجی ہو گیا۔

سُوال: وُقوفِ عَرَفات کی نیّت کیا ہے؟

جواب: وُقوفِ عَرَفات کی کوئی نیّت نہیں، اگر وُقوف کے وَقت کے دَوران کسی بے ہوش مُحرِم کو بھی کوئی عَرَفات میں اُٹھا لائے تو وہ حاجی ہو گیا۔

(۱۰) وقوفِ مُزدَلِفہ

مسئلہ ۱: دسویں کی صبح کو مزدلفہ میں بلا عذر وقوف نہ کیا تو دَم دے۔ ہاں کمزور یا عورت بخوف ازدحام وقوف ترک کرے تو جرمانہ نہیں۔(1)

(1) الجوھرۃ النیرۃ، کتاب الحج، باب الجنایات فی الحج، ص۲۲۳.

وُقوفِ مزدَلِفہ کے بارے میں سُوال وجواب

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

سُوال: مزدَلِفہ سے اگر دسویں کو راتوں رات منیٰ چلا گیا تو کیا کفّارہ ہے؟

جواب: دَسویں کی صُبحِ صادِق تا طُلُوعِ آفتاب یہاں کے وُقوف کا وَقت ہے چاہے لحہ بھر کا وُقوف کرلیا واجب ادا ہوگیا اور اگر اُس وَقت کے دَوران ایک لحہ بھی مزدَلِفہ میں نہ گزارا تو دَم واجب ہوگیا۔

سُوال: اگر مزدَلِفہ میں دَسویں رات کوئی سخت بیمار ہوگیا کہ راتوں رات اُسے مَکّۂ مکرّمہ جانا پڑا اور اُس سے صُبح کا وُقوفِ مزدَلِفہ فوت ہوگیا تو کیا کرے؟

جواب: اگر کمزور یا عورَت یا مریض ہے اور اُسے بھیڑ میں ضَرَر (یعنی ایذا) کا اَندیشہ ہے اِس وجہ سے راتوں رات چلا گیا تو اُس پر کوئی کفّارہ نہیں۔

(۱۱) رَمی کی غلطیاں

مسئلہ ۱: کسی دن بھی رَمی نہیں کی یا ایک دن کی بالکل یا اکثر ترک کر دی مثلاً دسویں کو تین کنکریاں تک ماریں یا گیارھویں وغیرہ کو دس کنکریاں تک یا کسی دن کی بالکل یا اکثر رَمی دوسرے دن کی تو ان سب صورتوں میں دَم ہے اور اگر کسی دن کی نصف سے کم چھوڑی مثلاً دسویں کو چار کنکریاں ماریں، تین چھوڑ دیں یا اور دِنوں کی گیارہ ماریں دس چھوڑ دیں یا دوسرے دن کی تو ہر کنکری پر ایک صدقہ دے اور اگر صدقوں کی قیمت دَم کے برابر ہو جائے تو کچھ کم کر دے۔(1)

❀❀❀❀❀

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الخامس، ج۱، ص۲۴۷.
والدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۶۶.

(۱۴) قربانی اور حلق میں غلطی

مسئلہ ۱: حرم میں حلق نہ کیا، حدودِ حرم سے باہر کیا یا بارھویں کے بعد کیا یا رَمی سے پہلے کیا یا قارِن و مُتمتّع نے قربانی سے پہلے کیا یا ان دونوں نے رَمی سے پہلے قربانی کی تو ان سب صورتوں میں دَم ہے۔(1)

مسئلہ ۲: عمرہ کا حلق بھی حرم ہی میں ہونا ضرور ہے، اس کا حلق بھی حرم سے باہر ہوا تو دَم ہے مگر اس میں وقت کی شرط نہیں۔(2)

مسئلہ ۳: حج کرنے والے نے بارھویں کے بعد حرم سے باہر سر مونڈایا تو دو دَم ہیں، ایک حرم سے باہر حلق کرنے کا دوسرا بارھویں کے بعد ہونے کا۔(3)

❀❀❀❀❀

(1) الدرالمختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۲۶۶، وغیرہ۔

قُربانی سے مُتَعلِّق سُوال وجواب

میرے شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علّامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطّارقادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

سُوال: دسویں کی رَمی کے بعد اگر جدّہ شریف میں جاکر تَمتُّع کی قربانی اور حَلق کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: نہیں کر سکتے، کیونکہ جدّہ شریف حُدُودِ حَرم سے باہر ہے جب کہ تَمتُّع اور قِران کی قربانی اور حَلق کا حُدُودِ حَرم میں ہونا واجب ہے۔ لہٰذا اگر یہ دونوں جدّہ میں کریں گے تو دو دَم واجب ہو جائیں گے۔

سُوال: مُتَمتِّع اور قارِن نے اگر رَمی سے پہلے قربانی کر دی یا قربانی سے پہلے حَلق کر دیا تو کیا کفّارہ ہے؟

جواب: اِن دونوں صورتوں میں دَم دینا ہوگا۔

سُوال: اگر حجِ اِفراد والے نے قربانی سے پہلے ہی حَلق کر دیا تو کیا کوئی سزا ہے؟

جواب: نہیں، کیونکہ مفرِد پر قربانی واجب نہیں اُس کے لئے مُستحب ہے۔ اگر قربانی کرنا چاہے تو اُس کے لئے افضل یہ ہے کہ پہلے حَلق کرے پھر قربانی۔

(2) الدرالمختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۲۶۶۔

(3) ردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۲۶۶۔

(۱۴) شکار کرنا

مسئلہ ۱: خشکی کا وحشی جانور شکار کرنا یا اس کی طرف شکار کرنے کو اشارہ کرنا یا اور کسی طرح بتانا، یہ سب کام حرام ہیں اور سب میں کفارہ واجب اگرچہ اُس کے کھانے میں مُضطر ہو۔ یعنی بھوک سے مرا جاتا ہو اور کفارہ اِس کی قیمت ہے یعنی دو عادل وہاں کے حسابوں جو قیمت بتادیں وہ دینی ہوگی اور اگر وہاں اُس کی کوئی قیمت نہ ہو تو وہاں سے قریب جگہ میں جو قیمت ہو وہ ہے اور اگر ایک ہی عادل نے بتا دیا جب بھی کافی ہے۔(1)

مسئلہ ۲: پانی کے جانور کو شکار کرنا جائز ہے، پانی کے جانور سے مراد وہ جانور ہے جو پانی میں پیدا ہوا ہو اگرچہ خشکی میں بھی کبھی رہتا ہو اور خشکی کا جانور وہ ہے جس کی پیدائش خشکی کی ہو اگرچہ پانی میں رہتا ہو۔(2)

مسئلہ ۳: شکار کی قیمت میں اختیار ہے کہ اس سے بھیڑ بکری وغیرہ اگر خرید سکتا ہے تو خرید کر حرم میں ذبح کر کے فقرا کو تقسیم کر دے یا اُس کا غلہ خرید کر مساکین پر صدقہ کر دے، اتنا اتنا کہ ہر مسکین کو صدقہ فطر کی قدر پہنچے اور یہ بھی

---

(1) الدرالمختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۷۶، وغیرہ۔

مُحرِم کا شکار کرنا

یعنی محرم کا حج یا عمرے کے دوران کھائے جانے والے جنگلی شکار کو قتل کرنا، اگرچہ وہ مخلوق سے مانوس ہو یا ان صفات میں سے کسی ایک صفت کے حامل جانور کو جان بوجھ کر اختیار سے قتل کرنا۔

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌؕ وَ مَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ یَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْیًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِیْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِیَامًا لِّیَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَؕ وَ مَنْ عَادَ فَیَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُؕ وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿95﴾

ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو شکار نہ مارو جب تم احرام میں ہو اور تم میں جو اسے قصداً قتل کرے تو اس کا بدلہ یہ ہے کہ ویسا ہی جانور مویشی سے دے تم میں کے دو ثقہ آدمی اس کا حکم کریں یہ قربانی ہو کعبہ کو پہنچتی یا کفارہ دے چند مسکینوں کا کھانا یا اس کے برابر روزے کہ اپنے کام کا وبال چکھے اللہ نے معاف کیا جو ہو گزرا اور جو اَب کریگا اللہ اس سے بدلہ لے گا اور اللہ غالب ہے بدلہ لینے والا۔

(پ7، المآئدۃ:95)

(2) لباب المناسک، (باب الجنایات، فصل فی ترک الواجبات بعذر)، ص۳۶۰۔

ہوسکتا ہے کہ اس قیمت کے غلہ میں جتنے صدقے ہو سکتے ہوں ہر صدقہ کے بدلے ایک روزہ رکھے اور اگر کچھ غلہ بچ جائے جو پورا صدقہ نہیں تو اختیار ہے وہ کسی مسکین کو دیدے یا اس کی عوض ایک روزہ رکھے اور اگر پوری قیمت ایک صدقہ کے لائق بھی نہیں تو بھی اختیار ہے کہ اتنے کا غلہ خرید کر ایک مسکین کو دیدے یا اس کے بدلے ایک روزہ رکھے۔(3)

مسئلہ ۴: کفارہ کا جانور حرم کے باہر ذبح کیا تو کفارہ ادا نہ ہوا اور اگر اس میں سے خود بھی کھالیا تو اتنے کا تاوان دے اور اگر اس کفارہ کے گوشت کو ایک مسکین پر تصدق کیا جب بھی جائز ہے۔ یوہیں تاوان کی قیمت بھی ایک مسکین کو دے سکتا ہے اور اگر جانور کو باہر ذبح کیا اور اُس کا گوشت ہر مسکین کو ایک ایک صدقہ کی قیمت کا دیا اور وہ سب گوشت اتنی قیمت کا ہے جتنی قیمت کا غلہ خریدا جاتا تو ادا ہوگیا۔(4)

مسئلہ ۵: کفارہ کا جانور چوری گیا یا زندہ جانور ہی تصدق کر دیا تو ناکافی ہے اور اگر ذبح کر دیا اور گوشت چوری گیا تو ادا ہوگیا۔(5)

مسئلہ ۶: قیمت کا غلہ تصدق کرنے کی صورت میں ہر مسکین کو صدقہ کی مقدار دینا ضروری ہے کم وبیش دے گا تو ادا نہ ہوگا۔ کم کم دیا تو کل نفل صدقہ ہے اور زیادہ زیادہ دیا تو ایک صدقہ سے جتنا زیادہ دیا نفل ہے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ ایک ہی دن میں دیا ہو اور اگر کئی دن میں دیا اور ہر روز پورا صدقہ تو یوں ایک مسکین کو کئی صدقہ دے سکتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہر مسکین کو ایک ایک صدقہ کی قیمت دیدے۔(6)

مسئلہ ۷: مُحرِم نے جنگل کے جانور کو ذبح کیا تو حلال نہ ہوا بلکہ مُردار ہے ذبح کرنے کے بعد اُسے کھا بھی لیا تو اگر کفارہ دینے کے بعد کھایا تو اب پھر کھانے کا کفارہ دے اور اگر نہیں دیا تھا تو ایک ہی کفارہ کافی ہے۔(7)

مسئلہ ۸: جتنی قیمت اُس شکار کی تجویز ہوئی اُس کا جانور خرید کر ذبح کیا اور قیمت میں سے بچ رہا تو بقیہ کا غلہ خرید کر تصدق کرے یا ہر صدقہ کے بدلے ایک روزہ رکھے یا کچھ روزے رکھے کچھ صدقہ دے سب جائز ہے۔ یوہیں اگر وہ

---

(3) الدرالمختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۸۱.

والفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب التاسع في الصید، ج۱، ص۲۴۸، وغیرھما.

(4) الفتاوی الھندیۃ، المرجع السابق ص۲۴۸ وردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۸۱.

(5) ردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۸۱.

(6) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۸۱۔۶۸۳.

(7) الجوھرۃ النیرۃ، کتاب الحج، باب الجنایات فی الحج، ص۲۲۸.

قیمت دو جانوروں کے خریدنے کے لائق ہے تو چاہے دو ۲ جانور ذبح کرے یا ایک ذبح اور ایک کے بدلے کا صدقہ دے یا روزے رکھے ہرطرح اختیار ہے۔(8)

مسئلہ ۹: احرام والے نے حرم کا جانور شکار کیا تو اس کا بھی یہی حکم ہے، حرم کی وجہ سے دوہرا کفارہ واجب نہ ہوگا اور اگر بغیر احرام کے حرم میں شکار کیا تو اس کا بھی وہی کفارہ ہے جو مُحرِم کے لیے ہے مگر اس میں روزہ کافی نہیں۔(9)

مسئلہ ۱۰: جنگل کے جانور سے مراد وہ ہے جو خشکی میں پیدا ہوتا ہے اگرچہ پانی میں رہتا ہو۔ لہٰذا مرغابی اور وحشی بط کے شکار کرنے کا بھی یہی حکم ہے اور پانی کا جانور وہ ہے جس کی پیدائش پانی میں ہوتی ہے اگرچہ کبھی کبھی خشکی میں رہتا ہو۔ گھریلو جانور جیسے گائے، بھینس، بکری اگر جنگل میں رہنے کے سبب انسان سے وحشت کریں تو وحشی نہیں اور وحشی جانور کسی نے پال لیا تو اب بھی جنگل ہی کا جانور شمار کیا جائے گا، اگر پلاؤ ہرن شکار کیا تو اس کا بھی وہی حکم ہے۔ جنگل کا جانور اگر کسی کی ملک میں ہو جائے مثلاً پکڑ لایا یا پکڑنے والے سے مول لیا تو اس کے شکار کرنے کا بھی وہی حکم ہے۔(10)

مسئلہ ۱۱: حرام اور حلال جانور دونوں کے شکار کا ایک حکم ہے مگر حرام جانور کے قتل کرنے میں کفارہ ایک بکری سے زیادہ نہیں ہے اگرچہ اس جانور کی قیمت ایک بکری سے بہت زائد کی ہو مثلاً ہاتھی کو قتل کیا تو صرف ایک بکری کفارہ میں واجب ہے۔(11)

مسئلہ ۱۲: سکھایا ہوا جانور قتل کیا تو کفارہ میں وہی قیمت واجب ہے جو بے سکھائے کی ہے، البتہ اگر وہ کسی کی ملک ہے تو کفارہ کے علاوہ اس کے مالک کو سکھائے ہوئے کی قیمت دے۔(12)

مسئلہ ۱۳: کفارہ لازم آنے کے لیے قصداً قتل کرنا شرط نہیں بھول چوک سے قتل ہوا جب بھی کفارہ ہے۔(13)

مسئلہ ۱۴: جانور کو زخمی کر دیا مگر مرا نہیں یا اس کے بال یا پر نوچے یا کوئی عضو کاٹ ڈالا تو اس کی وجہ سے جو کچھ اُس جانور میں کمی ہوئی وہ کفارہ ہے اور اگر زخم کی وجہ سے مر گیا تو پوری قیمت واجب۔(14)

---

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب التاسع فی الصید، ج۱، ص۲۴۸.

(9) المرجع السابق.

(10) المرجع السابق ص ۲۴۷. ورد المحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۷۶.

(11) الدرالمختار و ردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۸۱.

(12) الدرالمختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۸۱.

(13) الدرالمختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۷۸، وغیرہ.

(14) تنویر الابصار والدرالمختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۸۳.

مسئلہ ۱۵: زخم کھا کر بھاگ گیا اور معلوم ہے کہ مرگیا یا معلوم نہیں کہ مرگیا یا زندہ ہے تو قیمت واجب ہے اور اگر معلوم ہے کہ مرگیا مگر اس زخم کے سبب سے نہیں بلکہ کسی اور سبب سے تو زخم کی جزا دے اور بالکل اچھا ہوگیا، جب بھی کفارہ ساقط نہ ہوگا۔(15)

مسئلہ ۱۶: جانور کو زخمی کیا پھر اُسے قتل کر ڈالا تو زخم و قتل دونوں کا کفارہ دے۔(16)

مسئلہ ۱۷: جانور جال میں پھنسا ہوا تھا یا کسی درندہ نے اسے پکڑا تھا اُس نے چھوڑانا چاہا، تو اگر مر بھی جائے جب بھی کچھ نہیں۔(17)

مسئلہ ۱۸: پرند کے پر نوچ ڈالے کہ اُوڑ نہ سکے یا چوپایہ کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے کہ بھاگ نہ سکے تو پورے جانور کی قیمت واجب ہے اور انڈا توڑا یا بھونا تو اس کی قیمت دے مگر جب کہ گندہ ہو تو کچھ واجب نہیں اگرچہ اس کا چھلکا قیمتی ہو جیسے شُتر مرغ کا انڈا کہ لوگ اُسے خرید کر بطور نمائش رکھتے ہیں اگرچہ گندہ ہو۔ انڈا توڑا اس میں سے بچہ مرا ہوا نکلا تو بچہ کی قیمت دے اور جنگل کے جانور کا دودھ دوہا تو دودھ کی اور بال کترے تو بالوں کی قیمت دے۔(18)

مسئلہ ۱۹: پرند کے پر نوچ ڈالے یا چوپایہ کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے پھر کفارہ دینے سے پہلے اُسے قتل کر ڈالا تو ایک ہی کفارہ ہے اور کفارہ ادا کرنے کے بعد قتل کیا تو دو کفارے، ایک زخم وغیرہ کا دوسرا قتل کا اور اگر زخمی کیا پھر وہ جانور زخم کے سبب مرگیا تو ایک ہی کفارہ ہے خواہ مرنے سے پہلے دیا ہو یا بعد۔(19)

مسئلہ ۲۰: جنگل کے جانور کا انڈا بھونا یا دودھ دوہا اور کفارہ ادا کر دیا تو اب اس کا کھانا حرام نہیں اور بیچنا بھی جائز مگر مکروہ ہے اور جانور کا کفارہ دیا اور کھایا تو پھر کفارہ دے اور دوسرے محرم نے کھا لیا تو اس پر کفارہ نہیں اگرچہ کھانا حرام تھا کہ وہ مُردار ہے۔(20)

---

(15) ردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۸۳۔

(16) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب التاسع فی الصید، ج ۱، ص ۲۴۸۔

(17) الدرالمختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۸۴۔

(18) الدرالمختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۸۴، وغیرہ۔

(19) المسلک المتقسط، (باب الجنایات، فصل فی الجرح)، ص ۳۶۲۔

والفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب التاسع فی الصید، ج ۱، ص ۲۴۸۔

(20) الجوھرۃ النیرۃ، کتاب الحج، باب الجنایات فی الحج ص ۲۲۶۔

وردالمحتار، کتاب الجنایات، ج ۳، ص ۶۸۸۔

مسئلہ ۲۱: جنگل کے جانور کا انڈا اُٹھالایا اور مرغی کے نیچے رکھ دیا اگر گندہ ہوگیا تو اس کی قیمت دے اور اس سے بچہ نکلا اور بڑا ہوکر اُڑ گیا تو کچھ نہیں اور اگر انڈے پر سے جانور کو اڑا دیا اور انڈا گندہ ہوگیا تو کفارہ واجب۔ (21)

مسئلہ ۲۲: ہرنی کو مارا اس کے پیٹ میں بچہ تھا، وہ مرا ہوا گرا تو اس بچہ کی قیمت کفارہ دے اور ہرنی بعد کو مرگئی تو اس کی قیمت بھی اور اگر نہ مری تو اس کی وجہ سے جتنا اس میں نقصان آیا وہ کفارہ میں دے اور اگر بچہ نہیں گرا مگر ہرنی مر گئی تو حالتِ حمل میں جو اس کی قیمت تھی وہ دے۔ (22)

مسئلہ ۲۳: کوا، چیل، بھیڑیا، بچھو، سانپ، چوہا، گھونس، چھچھوندر، کٹکھنا کتا، پسّو، مچھر، کلّی، کچھوا، کیکڑا، پتنگا، کاٹنے والی چیونٹی، مکھی، چھپکلی، بُر اور تمام حشرات الارض بجو، لومڑی، گیدڑ جب کہ یہ درندے حملہ کریں یا جو درندے ایسے ہوں جن کی عادت اکثر ابتدائً حملہ کرنے کی ہوتی ہے جیسے شیر، چیتا، تیندوا، اِن سب کے مارنے میں کچھ نہیں۔ یوہیں پانی کے تمام جانوروں کے قتل میں کفارہ نہیں۔ (23)

---

(21) لباب المناسک، (باب الجنایات، فصل فی حکم البیض)، ص۳۶۶۔

(22) الجوھرۃ النیرۃ، کتاب الحج، باب الجنایات فی الحج ص۲۲۶۔

(23) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۸۹۔۶۹۱۔

والفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب التاسع فی الصید، ج۱، ص۲۵۲۔

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدددین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

قتل سانپ کا مستحب ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم کیا ہے یہاں تک کہ اس کے قتل کی حرم میں اور محرم کو بھی اجازت ہے اور جو خوف سے چھوڑ دے اس کے لئے لفظ لیس منّی ۳۔ (وہ شخص مجھ سے یعنی میرے طریقے سے اسے کوئی تعلق نہیں۔ت) (۳۔ سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی قتل الحیات آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۵۶)

حدیث میں وارد، فی صحیح البخاری قال عبد اللہ بینما نحن مع رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی غار اذنزلت علیہ والمرسلت فالتلقینا ھا من فیہ وان فاہ لرطب بہا وخرجت حیۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اقتلوھا قال فابتدرناھا فسبقتنا قال فقال وقیت شرکم کما وقیتم شرھا ۱۔

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ ہم ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ غار میں تھے جبکہ آپ پر سورہ مرسلت نازل ہوئی اور ہم نے اسی وقت آپ کے منہ مبارک سے اسے حاصل کیا جبکہ آپ کا مبارک دہن اس سے تر وتازہ تھا، پھر اچانک وہاں ایک سانپ نکلا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اسے مار ڈالو۔ ہم نے اس کے مارنے میں بڑی جلدی کی لیکن وہ ہم سے سبقت کرتے ہوئے بھاگ گیا۔ اس آپ نے یہ ارشاد فرمایا وہ تمہارے شر سے بچ گیا اور تم اس کے شر سے بچ گئے۔ (۱۔ صحیح البخاری کتاب ابواب العمرہ باب مایقتل المحرم من الدواب، قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۴۷) (صحیح البخاری، بدأ الخلق باب خمس ←

مسئلہ ۲۴: ہرن اور بکری سے بچہ پیدا ہوا تو اس کے قتل میں کچھ نہیں، ہرنی اور بکرے سے ہے تو کفارہ

من الدواب، قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۶۷) (صحیح البخاری، کتاب التفسیر سورۃ ۷۷، قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۵-۷۳۴)
اور اسی کے مثل مسلم ونسائی نے روایت کیا:

وفی صحیح مسلم، سأل رجل ابن عمر مایقتل الرجل من الدواب وھو محرم قال حدثنی احدی نسوۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ کان یامر بقتل الکلب العقور والفارۃ والعقرب والحدیا والغراب والحیۃ قال وفی الصلوۃ ایضا ۲؎۔

صحیح مسلم شریف میں ہے کہ ایک آدمی حضرت عبداللہ ابن عمر سے پوچھ رہا تھا کہ جب کوئی آدمی حالت احرام میں ہوتو وہ کون کون سے جانور مارسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ امہات المؤمنین میں سے ایک بی بی صاحبہ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بحالت احرام بعض جانوروں کو مارڈالنے کا حکم فرمایا اور وہ بعض یہ ہیں: (۱) کاٹنے والا کتا (۲) چوہا (۳) بچھو (۴) چیل (۵) کوا (۶) سانپ۔ ان سب کو مارڈالنے کا آپ حکم فرمایا کرتے تھے اور فرمایا: نماز میں بھی ان کے بارے میں یہی حکم ہے۔

(۲؎ صحیح مسلم کتاب الحج باب مایندب للمحرم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۸۲)

وفی سنن النسائی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال خمس یقتلھن محرم، الحیّۃ و والفارۃ والحدأۃ والغراب الابقع والکلب العقور ۱؎ وفی سنن ابی داؤد عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال خمس قتلھن حلال فی الحرم الحیۃ والعقرب والحداءۃ والفارۃ والکلب العقور ۲؎۔

سنن نسائی میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ پانچ جانور ایسے ہیں کہ انہیں محرم مارسکتا ہے: (۱) سانپ (۲) چوہا (۳) چیل (۴) سیاہ وسفید نشان والا کوا (۵) کاٹنے والا کتا۔ سنن ابوداؤد میں حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ پانچ جانور ایسے ہیں کہ انہیں حدودِ حرم میں بھی مارڈالنا حلال اور جائز ہے: (۱) سانپ (۲) بچھو (۳) چیل (۴) چوہا (۵) کاٹ کھانے والا کتا۔ (۱؎ سنن النسائی کتاب الحج باب یقتل المحرم من الدواب نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۲۵) (۲؎ سنن ابی داؤد کتاب المناسک باب یقتل المحرم من الدواب آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۵۴)

وفی صحیح مسلم ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امر محرما بقتل حیّۃ ۳؎ بمعلی وفی سنن ابی داؤد عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال اقتلوا الحیات کلھن فمن خاف ثأرھن فلیس منّی ۴؎۔

(۳؎ صحیح مسلم کتاب قتل الحیات قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۵) (۴؎ سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی قتل الحیات آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۵۶)

صحیح مسلم میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے محرم کو منٰی میں سانپ مارڈالنے کا حکم فرمایا نیز سنن ابی داؤد میں حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمام سانپوں کو مارڈالو پھر جو کوئی ان کے خون کے مطالبے سے خوف کھائے وہ ــــ

واجب۔(24)

مسئلہ ۲۵: غیر مُحرم نے شکار کیا تو مُحرم اُسے کھا سکتا ہے اگر چہ اُس نے اسی کے لیے کیا ہو، جب کہ اُس محرم نے نہ اُسے بتایا، نہ حکم کیا، نہ کسی طرح اس کام میں اعانت کی ہو اور یہ شرط بھی ہے کہ حرم سے باہر اُسے ذبح کیا ہو۔(25)

مسئلہ ۲۶: بتانے والے، اشارہ کرنے والے پر کفارہ اس وقت لازم ہے کہ 1- جسے بتایا وہ اس کی بات جھوٹی نہ جانے اور 2- بے اس کے بتائے وہ جانتا بھی نہ ہو اور 3- اُس کے بتانے پر فوراً اُس نے مار بھی ڈالا ہو اور 4- وہ جانور وہاں سے بھاگ نہ گیا اور 5- یہ بتانے والا جانور کے مارے جانے تک احرام میں ہو۔ اگر ان پانچوں شرطوں میں ایک نہ پائی جائے تو کفارہ نہیں رہا گناہ وہ بہر حال ہے۔(26)

مسئلہ ۲۷: ایک مُحرم نے کسی کو شکار کا پتا دیا مگر اس نے نہ اُسے سچا جانا نہ جھوٹا پھر دوسرے نے خبر دی، اب اس نے جستجو کی اور جانور کو مارا تو دونوں بتانے والوں پر کفارہ ہے اور اگر پہلے کو جھوٹا سمجھا تو صرف دوسرے پر ہے۔(27)

مسئلہ ۲۸: مُحرِم نے شکار کا حکم دیا تو کفارہ بہر حال لازم اگر چہ جانور خود مارنے والے کے علم میں ہے۔(28)

مسئلہ ۲۹: ایک مُحرِم نے دوسرے مُحرِم کو شکار کرنے کا حکم دیا اور دوسرے نے خود نہ کیا بلکہ اُس نے تیسرے مُحرِم کو حکم دیا، اب تیسرے نے شکار کیا تو پہلے پر کفارہ نہیں اور دوسرے اور تیسرے پر لازم اور اگر پہلے نے دوسرے سے کہا کہ تو فلاں کو شکار کا حکم دے اور اس نے حکم دیا تو تینوں پر جرمانہ لازم۔(29)

مسئلہ ۳۰: غیر مُحرِم نے مُحرِم کو شکار بتایا یا حکم کیا تو گنہگار ہوا توبہ کرے، اس غیر مُحرِم پر کفارہ نہیں۔(30)

مسئلہ ۳۱: مُحرِم نے جسے بتایا وہ مُحرِم ہو یا نہ ہو بہر حال بتانے والے پر کفارہ لازم۔(31)

مجھ سے نہیں۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۲۴، ص ۶۴۵۔ ۶۴۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(24) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۹۲۔

(25) الدرالمختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۹۲۔

(26) الجوهرة النيرة، کتاب الحج، باب الجنایات فی الحج ص ۲۲۴۔

والدرالمختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۷۷۔

(27) ردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۷۷۔

(28) المرجع السابق۔

(29) لباب المناسک، (باب الجنایات، فصل فی الدلالة والاشارة ونحو ذلک)، ص ۳۶۹۔

(30) لباب المناسک، (باب الجنایات، فصل فی الدلالة والاشارة ونحو ذلک)، ص ۳۶۹۔

(31) ردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۷۷۔

مسئلہ ۳۲: کئی شخصوں نے مل کر شکار کیا تو سب پر پورا پورا کفارہ ہے۔(32)
مسئلہ ۳۳: ٹڈی بھی خشکی کا جانور ہے، اُسے مارے تو کفارہ دے اور ایک کھجور کافی ہے۔(33)
مسئلہ ۳۴: مُحرِم نے جنگل کا جانور خریدا یا بیچا تو بیع باطل ہے پھر بائع و مشتری دونوں مُحرِم ہیں اور جانور ہلاک ہوا تو دونوں پر کفارہ ہے۔ یہ حکم اس وقت ہے کہ احرام کی حالت میں پکڑا اور احرام ہی میں بیچا اور اگر پکڑنے کے وقت مُحرِم نہ تھا اور بیچنے کے وقت ہے تو بیع فاسد ہے اور اگر پکڑنے کے وقت مُحرِم تھا اور بیچنے کے وقت نہیں ہے تو بیع جائز۔(34)
مسئلہ ۳۵: غیر مُحرِم نے غیر مُحرِم کے ہاتھ جنگل کا جانور بیچا اور مشتری نے ابھی قبضہ نہ کیا تھا کہ دونوں میں سے ایک نے احرام باندھ لیا تو اب وہ بیع باطل ہوگئی۔(35)
مسئلہ ۳۶: احرام باندھا اور اس کے ہاتھ میں جنگل کا جانور ہے تو حکم ہے کہ چھوڑ دے اور نہ چھوڑا یہاں تک کہ مر گیا تو ضمان دے مگر چھوڑنے سے اس کی ملک سے نہیں نکلتا جب کہ احرام سے پہلے پکڑا تھا اور یہ بھی شرط ہے کہ بیرونِ حرم پکڑا ہو فلہٰذا اگر اسے کسی نے پکڑ لیا تو مالک اس سے لے سکتا ہے۔ جب کہ احرام سے نکل چکا ہو اور اگر کسی اور نے اس کے ہاتھ سے چھڑا دیا تو یہ تاوان دے اور اگر جانور اس کے گھر ہے تو کچھ مضایقہ نہیں یا پاس ہی ہے مگر پنجرے میں ہے تو جب تک حرم سے باہر ہے چھوڑنا ضروری نہیں۔ لہٰذا اگر مر گیا تو کفارہ لازم نہیں۔(36)
مسئلہ ۳۷: مُحرِم نے جانور پکڑا تو اس کی مِلک نہ ہوا، حکم ہے کہ چھوڑ دے اگرچہ پنجرے میں ہو یا گھر پر ہو اور اُسے کوئی پکڑ لے تو احرام کے بعد اس سے نہیں لے سکتا اور اگر کسی دوسرے نے چھوڑ دیا تو اُس سے تاوان نہیں لے سکتا اور دوسرے مُحرِم نے مار ڈالا تو دونوں پر کفارہ ہے مگر پکڑنے والے نے جو کفارہ دیا ہے، وہ مارنے والے سے وصول کرسکتا ہے۔(37)
مسئلہ ۳۸: مُحرِم نے جنگل کا جانور پکڑا تو اُس پر لازم ہے کہ جنگل میں یا ایسی جگہ چھوڑ دے جہاں وہ پناہ لے

---

(32) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب التاسع في الصید، ج۱، ص۲۴۹۔

(33) الجوھرۃ النیرۃ، کتاب الحج، باب الجنایات فی الحج ص۲۲۷۔

(34) الجوھرۃ النیرۃ، کتاب الحج، باب الجنایات فی الحج ص۲۲۹۔

(35) المرجع السابق۔

(36) المرجع السابق۔ والفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب التاسع في الصید، ج۱، ص۲۵۰،۲۵۱۔

(37) المرجع السابق۔

سکے، اگر شہر میں لاکر چھوڑا جہاں اس کے پکڑنے کا اندیشہ ہے تو جرمانہ سے بَری نہ ہوگا۔ (38)

مسئلہ ۳۹: کسی نے ایسی جگہ شکار دیکھا کہ مارنے کے لیے تیر کمان، غلیل، بندوق وغیرہا کی ضرورت ہے اور مُحرم نے یہ چیزیں اسے دیں تو اس پر پورا کفارہ لازم اور شکار ذبح کرنا ہے اُس کے پاس ذبح کرنے کی چیز نہیں، مُحرم نے چُھری دی تو کفارہ ہے اور اگر اس کے پاس ذبح کرنے کی چیز ہے اور مُحرِم نے چھری دی تو کفارہ نہیں مگر کراہت ہے۔ (39)

مسئلہ ۴۰: مُحرم نے جانور پر اپنا کتّا یا باز سکھایا ہوا چھوڑا، اُس نے شکار کو مار ڈالا تو کفارہ واجب ہے اور اگر احرام کی وجہ سے تعمیلِ حکمِ شرع کے لیے باز چھوڑ دیا، اُس نے جانور کو مار ڈالا یا شکھانے کے لیے جال پھیلایا، اس میں جانور پھنس کر مر گیا یا کوآں کھودا تھا اُس میں گر کر مرا تو ان صورتوں میں کفارہ نہیں۔ (40)

❀❀❀❀❀

(38) لباب المناسک والمسلک المتقسط، (باب الجنايات، فصل في أخذ الصيد وارساله)، ص۳۶۸.

(39) الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب التاسع في الصيد، ج۱، ص۲۵۰.

(40) المرجع السابق ص۲۵۱.

(۱۴) حرم کے جانور کو ایذا دینا

مسئلہ ۱: حرم کے جانور کو شکار کرنا یا اُسے کسی طرح ایذا دینا سب کو حرام ہے۔ مُحرِم اور غیر مُحرِم دونوں اس حکم میں یکساں ہیں۔ غیر مُحرِم نے حرم کے جنگل کا جانور ذبح کیا تو اس کی قیمت واجب ہے اور اس قیمت کے بدلے روزہ نہیں رکھ سکتا اور مُحرِم ہے تو روزہ بھی رکھ سکتا ہے۔(1)

مسئلہ ۲: مُحرِم نے اگر حرم کا جانور مارا تو ایک ہی کفارہ واجب ہوگا دو نہیں اور اگر وہ جانور کسی کا مملوک تھا تو مالک کو اس کی قیمت بھی دے۔ پھر اگر سکھایا ہوا ہو مثلاً طوطی تو مالک کو وہ قیمت دے جو سیکھے ہوئے کی ہے اور کفارہ میں بے سکھائے ہوئے کی قیمت۔(2)

مسئلہ ۳: جو حرم میں داخل ہوا اور اُس کے پاس کوئی وحشی جانور ہو اگرچہ پنجرے میں تو حکم ہے کہ اُسے چھوڑ دے، پھر اگر وہ شکاری جانور باز، شکرا، بہری وغیرہا ہے اور اس نے اس حکم شرع کی تعمیل کے لیے اُسے چھوڑا، اُس نے شکار کیا تو اُس کے ذمہ تاوان نہیں اور شکار پر چھوڑا تو تاوان ہے۔(3)

مسئلہ ۴: ایک شخص دوسرے کا وحشی جانور غصب کر کے حرم میں لایا تو واجب ہے کہ چھوڑ دے اور مالک کو قیمت دے اور نہ چھوڑا بلکہ مالک کو واپس دیا تو تاوان دے۔ غصب کے بعد احرام باندھا جب بھی یہی حکم ہے۔(4)

مسئلہ ۵: دو غیر مُحرِم نے حرم کے جانور کو ایک ضرب میں مار ڈالا تو دونوں آدھی آدھی قیمت دیں۔ یوہیں اگر بہت سے لوگوں نے مارا تو سب پر وہ قیمت تقسیم ہو جائے گی اور اگر اُن میں کوئی محرم بھی ہے تو علاوہ اُس کے جو اُس کے حصہ میں پڑا پوری قیمت بھی کفارہ میں دے اور ایک نے پہلے ضرب لگائی پھر دوسرے نے تو ہر ایک کی ضرب سے اس کی قیمت میں جو کمی ہوئی وہ دے۔ پھر باقی قیمت دونوں پر تقسیم ہو جائے گی اس بقیہ کا نصف نصف دونوں دیں۔(5)

---

(1) الدرالمختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص ۶۹۳۔

(2) لباب المناسک والمسلک المتقسط، (باب الجنایات، فصل فی صید الحرم)، ص ۳۷۴۔

(3) الدرالمختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص ۶۹۳، وغیرہ۔

(4) ردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص ۶۹۴۔

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب التاسع فی الصید، ج۱، ص ۲۴۹۔

ولباب المناسک والمسلک المتقسط، (باب الجنایات)، ص ۳۶۴۔

مسئلہ ۶: ایک نے حرم کا جانور پکڑا، دوسرے نے مار ڈالا تو دونوں پوری پوری قیمت دیں اور پکڑنے والے کو اختیار ہے کہ دوسرے سے تاوان وصول کرلے۔ (6)

مسئلہ ۷: چند شخص مُحرِم مکہ کے کسی مکان میں ٹھہرے، اس مکان میں کبوتر رہتے تھے۔ سب نے ایک سے کہا، دروازہ بند کردے، اس نے دروازہ بند کردیا اور سب منیٰ کو چلے گئے، واپس آئے تو کبوتر پیاس سے مرے ہوئے ملے تو سب پورا پورا کفارہ دیں۔ (7)

مسئلہ ۸: جانور کا کچھ حصہ حرم میں ہو اور کچھ باہر تو اگر کھڑا ہو اور اس کے سب پاؤں حرم میں ہوں یا ایک ہی پاؤں تو وہ حرم کا جانور ہے، اُس کو مارنا حرام ہے اگرچہ سر حرم سے باہر ہے اور اگر صرف سر حرم میں ہے اور پاؤں سب کے سب باہر تو قتل پر جرمانہ لازم نہیں اور اگر لیٹا سویا ہے اور کوئی حصہ بھی حرم میں ہے تو اسے مارنا حرام۔ (8)

مسئلہ ۹: جانور حرم سے باہر تھا، اس نے تیر چھوڑا وہ جانور بھاگا اور تیر اُسے اس وقت لگا کہ حرم میں پہنچ گیا تھا تو جرمانہ لازم اور اگر تیر لگنے کے بعد بھاگ کر حرم میں گیا اور وہیں مرگیا تو نہیں مگر اس کا کھانا حلال نہیں۔ (9)

مسئلہ ۱۰: جانور حرم میں نہیں مگر یہ شکار کرنے والا حرم میں ہے اور حرم ہی سے تیر چھوڑا تو جرمانہ واجب۔ (10)

مسئلہ ۱۱: جانور اور شکاری دونوں حرم سے باہر ہیں مگر تیر حرم سے ہوتا ہوا گزرا تو اسمیں بھی بعض علما تاوان واجب کرتے ہیں۔ درمختار میں یہی لکھا مگر بحر الرائق و لباب میں تصریح ہے کہ اس میں تاوان نہیں اور علامہ شامی نے فرمایا کلام علما سے یہی ثابت۔ کتا یا باز وغیرہ چھوڑا اور حرم سے ہوتا ہوا گزرا، اس کا بھی یہی حکم ہے۔ (11)

مسئلہ ۱۲: جانور حرم سے باہر تھا اس پر کتا چھوڑا، کتے نے حرم میں جاکر پکڑا تو اُس پر تاوان نہیں مگر شکار نہ کھایا جائے۔ (12)

---

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب التاسع في الصید، ج۱، ص۲۵۰.

(7) المرجع السابق.

(8) ردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۸۷.

(9) المرجع السابق، ص۶۸۸.

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب التاسع في الصید، ج۱، ص۲۵۱.

(11) انظر: الدرالمختار وردالمحتار، باب الجنایات، ج۳، ص۶۸۷. والبحرالرائق، کتاب الحج، باب الجنایات، فصل ان قتل محرم صیداً، ج۳، ص۶۹. و لباب المناسک، (باب الجنایات، فصل في صید الحرم)، ص۳۶۷.

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب التاسع في الصید، ج۱، ص۲۵۱.

مسئلہ ۱۳: گھوڑے وغیرہ کسی جانور پر سوار جا رہا تھا یا اسے ہانکتا یا کھینچتا لیے جا رہا تھا، اُس کے ہاتھ پاؤں سے کوئی جانور دب کر مر گیا یا اس نے کسی جانور کو دانت سے کاٹا اور مر گیا تو تاوان دے۔(13)

مسئلہ ۱۴: بھیڑیے پر کتا چھوڑا، اُس نے جا کر شکار پکڑا یا بھیڑیا پکڑنے کے لیے جال تانا، اُس میں شکار پھنس گیا تو دونوں صورتوں میں تاوان کچھ نہیں۔(14)

مسئلہ ۱۵: جانور کو بھگایا وہ کوئیں میں گر پڑا یا پھسل کر گرا اور مر گیا یا کسی چیز کی ٹھوکر لگی وہ مر گیا تو تاوان دے۔(15)

مسئلہ ۱۶: حرم کا جانور پکڑ لایا اور اسے بیرون حرم چھوڑ دیا، اب کسی نے مار ڈالا تو پکڑنے والے پر کفارہ لازم ہے اور اگر کسی نے نہ بھی مارا تو جب تک امن کے ساتھ حرم کی زمین میں پہنچ جانا معلوم نہ ہو، کفارہ سے بَری نہ ہوگا۔(16)

مسئلہ ۱۷: جانور حرم سے باہر تھا اور اس کا بہت چھوٹا بچہ حرم کے اندر، غیر مُحرِم نے اُس جانور کو مارا تو اس کا کفارہ نہیں مگر بچہ بھوک سے مر جائے گا تو بچہ کا کفارہ دینا ہوگا۔(17)

مسئلہ ۱۸: ہرنی کو حرم سے نکالا وہ بچے جنی پھر وہ مر گئی اور بچے بھی تو سب کا تاوان دے اور اگر تاوان دینے کے بعد جنی تو بچوں کا تاوان لازم نہیں۔(18)

مسئلہ ۱۹: پرند درخت پر بیٹھا ہوا ہے اور وہ درخت حرم سے باہر ہے مگر جس شاخ پر بیٹھا ہے وہ حرم میں ہے تو اُسے مارنا حرام ہے۔(19)

❁❁❁❁❁

---

(13) المرجع السابق، ص ۲۵۲.

(14) المرجع السابق

(15) المرجع السابق.

(16) لباب المناسک، (باب الجنایات، فصل في أخذ الصید دارسالہ)، ص ۳۶۸.

(17) لباب المناسک، (باب الجنایات، فصل في صید الحرم)، ص ۳۷۷.

(18) الدر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۷۰۴، وغیرہ.

(19) المرجع السابق ص ۶۸۶.

(۱۵) حرم کے پیڑ وغیرہ کاٹنا

مسئلہ ۱: حرم کے درخت چار قسم ہیں: 1- کسی نے اُسے بویا ہے اور وہ ایسا درخت ہے جسے لوگ بویا کرتے ہیں۔ 2- بویا ہے مگر اس قسم کا نہیں جسے لوگ بویا کرتے ہیں۔ 3- کسی نے اسے بویا نہیں مگر اس قسم سے ہے جسے لوگ بویا کرتے ہیں۔ 4- بویا نہیں، نہ اس قسم سے ہے جسے لوگ بوتے ہیں۔

پہلی تین قسموں کے کاٹنے وغیرہ میں کچھ نہیں یعنی اس پر جرمانہ نہیں۔ رہا یہ کہ وہ اگر کسی کی ملک ہے تو مالک تاوان لے گا، چوتھی قسم میں جرمانہ دینا پڑے گا اور کسی کی ملک ہے تو مالک تاوان بھی لے گا اور جرمانہ اُسی وقت ہے کہ تر ہو اور ٹوٹا یا اُکھڑا ہوا نہ ہو۔ جرمانہ یہ ہے کہ اُس کی قیمت کا غلہ لے کر مساکین پر تصدق کرے، ہر مسکین کو ایک صدقہ اور اگر قیمت کا غلہ پورے صدقہ سے کم ہے تو ایک ہی مسکین کو دے اور اس کے لیے حرم کے مساکین ہونا ضرور نہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قیمت ہی تصدق کر دے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس قیمت کا جانور خرید کر حرم میں ذبح کر دے روزہ رکھنا کافی نہیں۔ (1)

مسئلہ ۲: درخت اُکھیڑا اور اس کی قیمت بھی دیدی، جب بھی اُس سے کسی قسم کا نفع لینا جائز نہیں اور اگر بیچ ڈالا تو بیع ہو جائے گی مگر اُس کی قیمت تصدق کر دے۔ (2)

مسئلہ ۳: جو درخت سُوکھ گیا اُسے اُکھاڑ سکتا ہے اور اس سے نفع بھی اُٹھا سکتا ہے۔ (3)

مسئلہ ۴: درخت اُکھاڑا اور تاوان بھی ادا کر دیا پھر اسے وہیں لگا دیا اور وہ جم گیا پھر اسی کو اُکھاڑا تو اب تاوان نہیں۔ (4)

مسئلہ ۵: درخت کے پتے توڑے اگر اس سے درخت کو نقصان نہ پہنچا تو کچھ نہیں۔ یوہیں جو درخت پھلتا ہے اُسے بھی کاٹنے میں تاوان نہیں جب کہ مالک سے اجازت لے لی ہو اُسے قیمت دیدے۔ (5)

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب التاسع في الصید، ج۱، ص۲۵۲۔۲۵۳.

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب التاسع في الصید، ج۱، ص۲۵۳.

(3) المرجع السابق.

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب التاسع في الصید، ج۱، ص۲۵۳.

(5) الدر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۸۵.

مسئلہ ۶: چند شخصوں نے مل کر درخت کاٹا تو ایک ہی تاوان ہے جو سب پر تقسیم ہو جائے گا، خواہ سب مُحرِم ہوں یا غیر مُحرِم یا بعض مُحرِم بعض غیر مُحرِم۔(6)

مسئلہ ۷: حرم کے پیلو یا کسی درخت کی مسواک بنانا جائز نہیں۔(7)

مسئلہ ۸: جس درخت کی جڑ حرم سے باہر ہے اور شاخیں حرم میں وہ حرم کا درخت نہیں اور اگر تنے کا بعض حصہ حرم میں ہے اور بعض باہر تو وہ حرم کا ہے۔(8)

مسئلہ ۹: اپنے یا جانور کے چلنے میں یا خیمہ نصب کرنے میں کچھ درخت جاتے رہے تو کچھ نہیں۔(9)

مسئلہ ۱۰: ضرورت کی وجہ سے فتویٰ اس پر ہے کہ وہاں کی گھاس جانوروں کو چرانا جائز ہے۔ باقی کاٹنا، اُکھاڑنا، اس کا وہی حکم ہے جو درخت کا ہے۔ سوا اِذخر اور سوکھی گھاس کے کہ ان سے ہر طرح انتفاع جائز ہے۔ کھمبی کے توڑنے، اُکھاڑنے میں کچھ مضایقہ نہیں۔(10)

❀❀❀❀❀

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب التاسع في الصید، ج۱، ص۲۵۳.

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب السابع عشر في النذر بالحج، ج۱، ص۲۶۴.

(8) الدرالمختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۸۶، وغیرہ.

(9) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۶۸۶.

(10) المرجع السابق، ص۶۸۸.

(۱۶) جوں مارنا

مسئلہ ۱: اپنی جوں اپنے بدن یا کپڑوں میں ماری یا پھینک دی تو ایک میں روٹی کا ٹکڑا اور دو یا تین ہوں تو ایک مُٹھی اناج اور اس سے زیادہ میں صدقہ۔(1)

مسئلہ ۲: جوئیں مرنے کو سر یا کپڑا دھویا یا دھوپ میں ڈالا، جب بھی یہی کفارے ہیں جو مارنے میں تھے۔(2)

مسئلہ ۳: دوسرے نے اُس کے کہنے یا اشارہ کرنے سے اُس کی جوں ماری، جب بھی اُس پر کفارہ ہے اگرچہ دوسرا احرام میں نہ ہو۔(3)

مسئلہ ۴: زمین وغیرہ پر گری ہوئی جوں یا دوسرے کے بدن یا کپڑوں کی مارنے میں اس پر کچھ نہیں اگرچہ وہ دوسرا بھی احرام میں ہو۔(4)

مسئلہ ۵: کپڑا بھیگ گیا تھا سکھانے کے لیے دھوپ میں رکھا، اس سے جوئیں مر گئیں مگر یہ مقصود نہ تھا تو کچھ حرج نہیں۔(5)

مسئلہ ٦: حرم کی خاک یا کنکری لانے میں حرج نہیں۔(6)

❁❁❁❁❁

(1) الدرالمختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۸۹.

(2) المرجع السابق.

(3) المرجع السابق.

(4) البحرالرائق، کتاب الحج، باب الجنایات، فصل ان قتل محرم صیدا، ج ۳، ص ۶۱.

(5) لباب المناسک والمسلک المتقسط، (باب الجنایات، فصل في قتل القمل)، ص ۳۷۸.

(6) الفتاوی الہندیۃ، کتاب المناسک، الباب السابع عشر فی النذر بالحج، ج ۱، ص ۲۶۴.

(۱۷) بغیر احرام میقات سے گزرنا

مسئلہ ۱: میقات کے باہر سے جو شخص آیا اور بغیر احرام مکہ معظمہ کو گیا تو اگرچہ نہ حج کا ارادہ ہو، نہ عمرہ کا مگر حج یا عمرہ واجب ہوگیا پھر اگر میقات کو واپس نہ گیا، یہیں احرام باندھ لیا تو دَم واجب ہے اور میقات کو واپس جا کر احرام باندھ کر آیا تو دَم ساقط اور مکہ معظمہ میں داخل ہونے سے جو اُس پر حج یا عمرہ واجب ہوا تھا اس کا احرام باندھا اور ادا کیا تو بری الذّمہ ہوگیا۔ یوہیں اگر حجۃ الاسلام یا نفل یا منّت کا عمرہ یا حج جو اُس پر تھا، اُس کا احرام باندھا اور اُسی سال ادا کیا جب بھی بری الذّمہ ہوگیا اور اگر اس سال ادا نہ کیا تو اس سے بری الذّمہ نہ ہوا، جو مکہ میں جانے سے واجب ہوا تھا۔(1)

مسئلہ ۲: چند بار بغیر احرام مکہ معظمہ کو گیا، پچھلی بار میقات کو واپس آ کر حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر ادا کیا تو صرف اس بار جو حج یا عمرہ واجب ہوا تھا، اس سے بری الذّمہ ہوا، پہلوں سے نہیں۔(2)

مسئلہ ۳: حج یا عمرہ کا ارادہ ہے اور بغیر احرام میقات سے آگے بڑھا تو اگر یہ اندیشہ ہے کہ میقات کو واپس جائے گا تو حج فوت ہو جائے گا تو واپس نہ ہو، وہیں سے احرام باندھ لے اور دَم دے اور اگر یہ اندیشہ نہ ہو تو واپس آئے۔ پھر اگر میقات کو بغیر احرام آیا تو دَم ساقط۔ یوہیں اگر احرام باندھ کر آیا اور لبیک کہہ چکا ہے تو دَم ساقط اور نہیں کہا تو نہیں۔(3)

مسئلہ ۴: میقات سے بغیر احرام گیا پھر عمرہ کا احرام باندھا اور عمرہ کو فاسد کر دیا، پھر میقات سے احرام باندھ کر عمرہ کی قضا کی تو میقات سے بے احرام گزرنے کا دَم ساقط ہوگیا۔(4)

مسئلہ ۵: مُتمتع نے حرم کے باہر سے حج کا احرام باندھا، اُسے حکم ہے کہ جب تک وقوفِ عرفہ نہ کیا اور حج فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو حرم کو واپس آئے اگر واپس نہ آیا تو دَم واجب ہے اور اگر واپس ہوا اور لبیک کہہ چکا ہے تو دَم

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب العاشر في مجاوزۃ المیقات بغیر احرام، ج۱، ص۲۵۳.
والدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، مطلب لایجب الضمان بکسر آلات اللھو، ج۳، ص۷۱۱.

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب العاشر في مجاوزۃ المیقات بغیر احرام، ج۱، ص۲۵۳، ۲۵۴.

(3) المرجع السابق ص۲۵۳.

(4) الدرالمختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص۷۱۳.

ساقط ہے نہیں تو نہیں اور باہر جا کر احرام نہیں باندھا تھا اور واپس آیا اور یہاں سے احرام باندھا تو کچھ نہیں۔ مکہ میں جس نے اقامت کرلی ہے اس کا بھی یہی حکم ہے اور اگر مکہ والا کسی کام سے حرم کے باہر گیا تھا اور وہیں سے حج کا احرام باندھ کر وقوف کرلیا تو کچھ نہیں اور اگر عمرہ کا احرام حرم میں باندھا تو دَم لازم آیا۔(5)

مسئلہ ٦: نابالغ بغیر احرام میقات سے گزرا پھر بالغ ہوگیا اور وہیں سے احرام باندھ لیا تو دَم لازم نہیں اور غلام اگر بغیر احرام گزرا پھر اُس کے آقا نے احرام کی اجازت دے دی اور اُس نے احرام باندھ لیا تو دَم لازم ہے جب آزاد ہو ادا کرے۔(6)

مسئلہ ٧: میقات سے بغیر احرام گزرا پھر عمرہ کا احرام باندھا اس کے بعد حج کا یا قران کیا تو دَم لازم ہے اور اگر پہلے حج کا باندھا پھر حرم میں عمرہ کا تو دو دَم۔(7)

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب العاشر في مجاوزۃ المیقات بغیر احرام، ج۱، ص ۲۵۴. ورد المحتار

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب العاشر في مجاوزۃ المیقات بغیر احرام، ج۱، ص ۲۵۳.

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب العاشر في مجاوزۃ المیقات بغیر احرام، ج۱، ص ۲۵۳.

(۱۸) احرام ہوتے ہوئے دوسرا احرام باندھنا

مسئلہ ۱: جو شخص میقات کے اندر رہتا ہے اُس نے حج کے مہینوں میں عمرہ کا طواف ایک پھیرا بھی کرلیا، اُس کے بعد حج کا احرام باندھا تو اسے توڑ دے اور دَم واجب ہے۔ اس سال عمرہ کرلے، سال آئندہ حج اور اگر عمرہ توڑ کر حج کیا تو عمرہ ساقط ہوگیا اور دَم دے اور دونوں کرلیے تو ہو گئے مگر گنہگار رہوا اور دَم واجب۔(1)

مسئلہ ۲: حج کا احرام باندھا پھر عرفہ کے دن یا رات میں دوسرے حج کا احرام باندھا تو اسے توڑ دے اور دَم دے اور حج و عمرہ اُس پر واجب اور اگر دسویں کو دوسرے حج کا احرام باندھا اور حلق کرچکا ہے تو بدستور احرام میں رہے اور دوسرے کو سال آئندہ میں پورا کرے اور دَم واجب نہیں اور حلق نہیں کیا ہے تو دَم واجب۔(2)

مسئلہ ۳: عمرہ کے تمام افعال کرچکا تھا صرف حلق باقی تھا کہ دوسرے عمرہ کا احرام باندھا تو دَم واجب ہے اور گنہگار ہوا۔(3)

مسئلہ ۴: باہر کے رہنے والے نے پہلے حج کا احرام باندھا اور طوافِ قدوم سے پیشتر عمرہ کا احرام باندھ لیا تو قارِن ہوگیا مگر اساءت ہوئی اور شکرانہ کی قربانی کرے اور عمرہ کے اکثر طواف یعنی چار پھیرے سے پہلے وقوف کرلیا تو عمرہ باطل ہوگیا۔(4)

مسئلہ ۵: طوافِ قدوم کا ایک پھیرا بھی کرلیا تو عمرہ کا احرام باندھنا جائز نہیں پھر بھی اگر باندھ لیا تو بہتر یہ ہے کہ عمرہ توڑ دے اور قضا کرے اور دَم دے اور اگر نہیں توڑا اور دونوں کرلیے تو دَم دے۔(5)

مسئلہ ۶: دسویں سے تیرھویں تک حج کرنے والے کو عمرہ کا احرام باندھنا ممنوع ہے، اگر باندھا تو توڑ دے اور اُس کی قضا کرے اور دَم دے اور کرلیا تو ہوگیا مگر دَم واجب ہے۔(6)

---

(1) الدرالمختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۷۱۳۔

(2) ردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، مطلب لا یجب الضمان بکسر آلات اللھو، ج ۳، ص ۷۱۵۔

(3) الدرالمختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۷۱۶۔

(4) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، مطلب لا یجب الضمان... الخ، ج ۳، ص ۷۱۷۔

(5) الدرالمختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۷۱۷۔

(6) المرجع السابق ص ۷۱۸۔

مُحصر کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ) (1)

اگر حج وعمرہ سے تم روک دیے جاؤ تو جو قربانی میسر آئے کرو اور اپنے سر نہ مُنڈاؤ، جب تک قربانی اپنی جگہ (حرم) میں نہ پہنچ جائے۔

اور فرماتا ہے:

(إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ) (2)

---

(1) پ ۲، البقرۃ:۱۹۶

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں

احصار حصر سے بنا بمعنی روکنا و باز رکھنا، رب تعالٰی فرماتا ہے: "أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ"۔ شریعت میں احصار یہ ہے کہ انسان بعد احرام حج کرنے پر قادر نہ ہو۔ مسئلہ احصار میں تین قسم کا اختلاف ہے: ایک یہ ہے کہ ہمارے امام اعظم کے ہاں دشمن، مرض، خرچہ، ہلاک ہوجانے، راستہ میں عورت محرمہ کے محرم مرجانے سے احصار ہوجاتا ہے، دیگر اماموں کے ہاں احصار صرف دشمن کافر سے ہوگا اور کسی وجہ سے نہیں۔ دوسرے یہ کہ ہمارے مذہب میں احصار کی قربانی حرم شریف میں ہی بھیجی جائے گی کہ وہاں ذبح ہو، دیگر آئمہ کے ہاں جہاں احصار ہو وہاں ہی ذبح کردی جائے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی حدیبیہ میں ہی کردی تھی، ہم کہتے ہیں کہ وہ مجبوراً ہوا کہ وہاں سے حرم تک قربانی لے جانے والا کوئی نہ تھا، سب ہی روک دیئے گئے تھے ایسی مجبوری میں ہم بھی کہتے ہیں حل میں قربانی کردے۔ (اشعہ) یا حدیبیہ کا بعض حصہ حرم میں داخل ہے، یہ قربانیاں داخل حرم والے حصہ میں ہوئیں۔ تیسرے یہ کہ ہمارے ہاں محصر پر قضا واجب ہے، امام شافعی کے ہاں نہیں مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمرہ قضا ہماری تائید کرتا ہے۔ حج کا فوت قیام عرفات رہ جانے سے ہوتا ہے، قیام عرفات کا وقت نویں بقرعید کے زوال سے دسویں کی پو پھٹنے تک ہے اگرچہ ایک ساعت ہی وہاں ٹھہر جائے حتی کہ تنگی کے وقت اس وقوف کے لیے نماز عشاء قضا کردے۔ (اشعہ ومرقات) (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۴، ص ۳۱۷)

(2) پ ۱۷، الحج:۲۵

اس آیت کے تحت مفسر شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ آیت سفیان بن حرب وغیرہ کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روکا تھا۔ مسجد حرام سے یا خاص کعبہ معظمہ ←

بیشک وہ جنھوں نے کفر کیا اور روکتے ہیں اللہ (عزوجل) کی راہ سے اور مسجد حرام سے، جس کو ہم نے سب لوگوں کے لیے مقرر کیا، اس میں وہاں کے رہنے والے اور باہر والے برابر حق رکھتے ہیں اور جو اس میں ناحق زیادتی کا ارادہ کرے، ہم اُسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔

❀❀❀❀❀

مراد ہے جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ وہ تمام لوگوں کا قبلہ ہے، وہاں کے رہنے والے اور پردیسی سب برابر ہیں، سب کے لئے اس کی تعظیم و حرمت اور اس میں ادائے مناسکِ حج یکساں ہے اور طواف و نماز کی فضیلت میں شہری اور پردیسی کے درمیان کوئی فرق نہیں اور امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک یہاں مسجدِ حرام سے مکۂ مکرمہ یعنی جمیع حرم مراد ہے، اس تقدیر پر معنیٰ یہ ہوں گے کہ حرم شریف شہری اور پردیسی سب کے لئے یکساں ہے، اس میں رہنے اور ٹھہرنے کا سب کسی کو حق ہے بجز اس کے کہ کوئی کسی کو نکالے نہیں اسی لئے امام صاحب مکۂ مکرمہ کی اراضی کی بیع اور اس کے کرایہ کو منع فرماتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مکۂ مکرمہ حرام ہے اس کی اراضی فروخت نہ کی جائیں۔ (تفسیر احمدی)

(مزید یہ کہ)

اِلْحَادٍ بِظُلْمٍ ناحق زیادتی سے یا شرک و بت پرستی مراد ہے۔ بعض مفسّرین نے کہا کہ ہر ممنوع قول و فعل مراد ہے حتی کہ خادم کو گالی دینا بھی۔ بعض نے کہا اس سے مراد ہے حرم میں بغیر احرام کے داخل ہونا یا ممنوعاتِ حرم کا ارتکاب کرنا مثل شکار مارنے اور درخت کاٹنے کے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا مراد یہ ہے کہ جو تجھے نہ قتل کرے تو اسے قتل کرے یا جو تجھ پر ظلم نہ کرے تو اس پر ظلم کرے۔

شانِ نزول: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن انیس کو دو آدمیوں کے ساتھ بھیجا تھا جن میں ایک مہاجر تھا دوسرا انصاری، ان لوگوں نے اپنے اپنے مفاخرِ نسب بیان کئے تو عبداللہ بن انیس کو غصّہ آیا اور اس نے انصاری کو قتل کر دیا اور خود مرتد ہو کر مکۂ مکرمہ کی طرف بھاگ گیا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

احادیث

(حدیث ۱:) صحیح بخاری شریف میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ چلے، کفارِ قریش کعبہ تک جانے سے مانع ہوئے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قربانیاں کیں اور سر مونڈایا اور صحابہ نے بال کتروائے۔(1)

---

(1) صحیح البخاري، کتاب المغازي، باب غزوة الحدیبیة، الحدیث: ۴۱۸۵، ج۳، ص۷۵.

صلح حدیبیہ

اس سال کے تمام واقعات میں سب سے زیادہ اہم اور شاندار واقعہ بیعۃ الرضوان اور صلح حدیبیہ ہے۔ تاریخ اسلام میں اس واقعہ کی بڑی اہمیت ہے۔ کیونکہ اسلام کی تمام آئندہ ترقیوں کا راز اسی کے دامن سے وابستہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گو بظاہر یہ ایک مغلوبانہ صلح تھی مگر قرآن مجید میں خداوند عالم نے اس کو فتح مبین کا لقب عطا فرمایا ہے۔

ذوالقعدہ ۶ھ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چودہ سو صحابۂ کرام کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ کے لئے روانہ ہوئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اندیشہ تھا کہ شاید کفار مکہ ہمیں عمرہ ادا کرنے سے روکیں گے اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے ہی قبیلۂ خزاعہ کے ایک شخص کو مکہ بھیج دیا تھا تاکہ وہ کفار مکہ کے ارادوں کی خبر لائے۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قافلہ مقام عسفان کے قریب پہنچا تو وہ شخص یہ خبر لے کر آیا کہ کفار مکہ نے تمام قبائل عرب کے کافروں کو جمع کر کے یہ کہہ دیا ہے کہ مسلمانوں کو ہرگز ہرگز مکہ میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ چنانچہ کفار قریش نے اپنے تمام ہمنوا قبائل کو جمع کر کے ایک فوج تیار کر لی اور مسلمانوں کا راستہ روکنے کے لئے مکہ سے باہر نکل کر مقام بلدح میں پڑاؤ ڈال دیا۔ اور خالد بن الولید اور ابوجہل کا بیٹا عکرمہ یہ دونوں دو سو چنے ہوئے سواروں کا دستہ لے کر مقام غمیم تک پہنچ گئے۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو راستہ میں خالد بن الولید کے سواروں کی گرد نظر آئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شاہراہ سے ہٹ کر سفر شروع کر دیا اور عام راستہ سے کٹ کر آگے بڑھے اور مقام حدیبیہ میں پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔ یہاں پانی کی بے حد کمی تھی۔ ایک ہی کنواں تھا۔ وہ چند گھنٹوں ہی میں خشک ہو گیا۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پیاس سے بے تاب ہونے لگے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بڑے پیالہ میں اپنا دست مبارک ڈال دیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس انگلیوں سے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خشک کنویں میں اپنے وضو کا غسالہ اور اپنا ایک تیر ڈال دیا تو کنویں میں اس قدر پانی ابل پڑا کہ پورا لشکر اور تمام جانور اس کنویں سے کئی دنوں تک سیراب ہوتے رہے۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الحدیبیة، الحدیث: ۴۱۵۰، ۴۱۵۲، ج۳، ص۶۸، ۶۹ ملخصاً والکامل فی التاریخ، ذکر عمرة الحدیبیة، ج۲، ص۸۶، ۸۷ ملخصاً)

←

....

بیعۃ الرضوان

مقام حدیبیہ میں پہنچ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دیکھا کہ کفار قریش کا ایک عظیم لشکر جنگ کے لئے آمادہ ہے اور ادھر یہ حال ہے کہ سب لوگ احرام باندھے ہوئے ہیں اس حالت میں جوئیں بھی نہیں مار سکتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مناسب سمجھا کہ کفار مکہ سے مصالحت کی گفتگو کرنے کے لئے کسی کو مکہ بھیج دیا جائے۔ چنانچہ اس کام کے لئے آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منتخب فرمایا۔ لیکن انہوں نے یہ کہہ کر معذرت کردی کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفار قریش میرے بہت ہی سخت دشمن ہیں اور مکہ میں میرے قبیلہ کا کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ہے جو مجھ کو ان کافروں سے بچا سکے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ بھیجا۔ انہوں نے مکہ پہنچ کر کفار قریش کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے صلح کا پیغام پہنچایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مالداری اور اپنے قبیلہ والوں کی حمایت و پاسداری کی وجہ سے کفار قریش کی نگاہوں میں بہت زیادہ معزز تھے۔ اس لئے کفار قریش ان پر کوئی دراز دستی نہیں کر سکے۔ بلکہ ان سے یہ کہا کہ ہم آپ کو اجازت دیتے ہیں کہ آپ کعبہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کر کے اپنا عمرہ ادا کرلیں مگر ہم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو کبھی ہرگز ہرگز کعبہ کے قریب نہ آنے دیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار کردیا اور کہا کہ میں بغیر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ساتھ لئے کبھی ہرگز ہرگز اکیلے اپنا عمرہ نہیں ادا کرسکتا۔ اس پر بات بڑھ گئی اور کفار نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ میں روک لیا۔ مگر حدیبیہ کے میدان میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ کفار قریش نے ان کو شہید کردیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کا بدلہ لینا فرض ہے۔ یہ فرما کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا کہ تم سب لوگ میرے ہاتھ پر اس بات کی بیعت کرو کہ آخری دم تک تم لوگ میرے وفادار اور جاں نثار رہو گے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نہایت ہی ولولہ انگیز جوش و خروش کے ساتھ جاں نثاری کا عہد کرتے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر بیعت کرلی۔ یہی وہ بیعت ہے جس کا نام تاریخ اسلام میں بیعۃ الرضوان ہے۔ حضرت حق جل مجدہ نے اس بیعت اور اس درخت کا تذکرہ قرآن مجید کی سورۂ فتح میں اس طرح فرمایا ہے کہ

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْۚ پ۲۶، الفتح:۱۰

یقینا جو لوگ (اے رسول) تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

اسی سورہ فتح میں دوسری جگہ ان بیعت کرنے والوں کی فضیلت اور ان کے اجر و ثواب کا قرآن مجید میں اس طرح خطبہ پڑھا کہ

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ﴿۱۸﴾ پ۲۶، الفتح:۱۸

بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ درخت کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے ←

پھران پر اطمینان اتار دیا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔
لیکن بیعۃ الرضوان ہوجانے کے بعد پتا چلا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت کی خبر غلط تھی۔ وہ باعزت طور پر مکہ میں زندہ و سلامت تھے اور پھر وہ بخیر وعافیت حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر بھی ہوگئے۔
(المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب امر الحدیبیۃ، ج ۳،ص ۲۲۲۔۲۲۶)

صلح حدیبیہ کیونکر ہوئی

حدیبیہ میں سب سے پہلا شخص جو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا وہ بدیل بن ورقاء خزاعی تھا۔ ان کا قبیلہ اگرچہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوا تھا مگر یہ لوگ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حلیف اور انتہائی مخلص و خیر خواہ تھے۔ بدیل بن ورقاء نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خبر دی کہ کفار قریش نے کثیر تعداد میں فوج جمع کرلی ہے اور فوج کے ساتھ راشن کے لئے دودھ والی اونٹنیاں بھی ہیں۔ یہ لوگ آپ سے جنگ کریں گے اور آپ کو خانہ کعبہ تک نہیں پہنچنے دیں گے۔
حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم قریش کو میرا یہ پیغام پہنچادو کہ ہم جنگ کے ارادہ سے نہیں آئے ہیں اور نہ ہم جنگ چاہتے ہیں۔ ہم یہاں صرف عمرہ ادا کرنے کی غرض سے آئے ہیں۔ مسلسل لڑائیوں سے قریش کو بہت کافی جانی و مالی نقصان پہنچ چکا ہے۔ لہٰذا ان کے حق میں بھی یہی بہتر ہے کہ وہ جنگ نہ کریں بلکہ مجھ سے ایک مدت معینہ تک کے لئے صلح کا معاہدہ کرلیں اور مجھ کو اہل عرب کے ہاتھ میں چھوڑ دیں۔ اگر قریش میری بات مان لیں تو بہتر ہوگا اور اگر انہوں نے مجھ سے جنگ کی تو مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ میں ان سے اس وقت تک لڑوں گا کہ میری گردن میرے بدن سے الگ ہوجائے۔
بدیل بن ورقاء آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ پیغام لے کر کفار قریش کے پاس گیا اور کہا کہ میں محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کا ایک پیغام لے کر آیا ہوں۔ اگر تم لوگوں کی مرضی ہو تو میں ان کا پیغام تم لوگوں کو سناؤں۔ کفار قریش کے شرارت پسند لونڈے جن کا جوش ان کے ہوش پر غالب تھا شور مچانے لگے کہ نہیں! ہرگز نہیں! ہمیں ان کا پیغام سننے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن کفار قریش کے سنجیدہ اور سمجھدار لوگوں نے پیغام سنانے کی اجازت دے دی اور بدیل بن ورقاء نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی دعوت صلح کو ان لوگوں کے سامنے پیش کردیا۔
یہ سن کر قبیلہ قریش کا ایک بہت ہی معمر اور معزز سردار عروہ بن مسعود ثقفی کھڑا ہوگیا اور اس نے کہا کہ اے قریش! کیا میں تمہارا باپ نہیں؟ سب نے کہا کہ کیوں نہیں۔ پھر اس نے کہا کہ کیا تم لوگ میرے بچے نہیں؟ سب نے کہا کہ کیوں نہیں۔ پھر اس نے کہا کہ میرے بارے میں تم لوگوں کو کوئی بدگمانی تو نہیں؟ سب نے کہا کہ نہیں! ہرگز نہیں۔ اس کے بعد عروہ بن مسعود نے کہا کہ محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے بہت ہی سمجھداری اور بھلائی کی بات پیش کردی۔ لہٰذا تم لوگ مجھے اجازت دو کہ میں ان سے مل کر معاملات طے کروں۔ سب نے اجازت دے دی کہ بہت اچھا! آپ جائیے۔ عروہ بن مسعود وہاں سے چل کر حدیبیہ کے میدان میں پہنچا اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو مخاطب کرکے یہ کہا کہ بدیل بن ورقاء کی زبانی آپ کا پیغام ہمیں ملا۔ اے محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) مجھے آپ سے یہ کہنا ہے کہ اگر آپ نے ←

....

کر قریش کو برباد کر کے دنیا سے نیست و نابود کر دیا تو مجھے بتایئے کہ کیا آپ سے پہلے کبھی کسی عرب نے اپنی ہی قوم کو برباد کیا ہے؟ اور اگر لڑائی میں قریش کا پلہ بھاری پڑا تو آپ کے ساتھ جو یہ لشکر ہے میں ان میں ایسے چہروں کو دیکھ رہا ہوں کہ یہ سب آپ کو تنہا چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ عروہ بن مسعود کا یہ جملہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صبر وضبط کی تاب نہ رہی۔ انہوں نے تڑپ کر کہا کہ اے عروہ! چپ ہو، جا! اپنی دیوی لات کی شرمگاہ چوس، کیا ہم بھلا اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ عروہ بن مسعود نے تعجب سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ ابوبکر ہیں۔ عروہ بن مسعود نے کہا کہ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اے ابوبکر! اگر تیرا ایک احسان مجھ پر نہ ہوتا جس کا بدلہ میں اب تک تجھ کو نہیں دے سکا ہوں تو میں تیری اس تلخ گفتگو کا جواب دیتا۔(1) (مدارج النبوت، قسم سوم، باب ششم، ج ۲، ص ۲۰۴، ۲۰۶ ملخصاً)

عروہ بن مسعود اپنے کو سب سے بڑا آدمی سمجھتا تھا۔ اس لئے جب بھی وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی بات کہتا تو ہاتھ بڑھا کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ریش مبارک پکڑ لیتا تھا اور بار بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس داڑھی پر ہاتھ ڈالتا تھا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ننگی تلوار لے کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے تھے۔ وہ عروہ بن مسعود کی اس جرأت اور حرکت کو برداشت نہ کر سکے۔ عروہ بن مسعود جب ریش مبارک کی طرف ہاتھ بڑھاتا تو وہ تلوار کا قبضہ اس کے ہاتھ پر مار کر اس سے کہتے کہ ریش مبارک سے اپنا ہاتھ ہٹا لے۔ عروہ بن مسعود نے اپنا سر اٹھایا اور پوچھا کہ یہ کون آدمی ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ مغیرہ بن شعبہ ہیں۔ تو عروہ بن مسعود نے ڈانٹ کر کہا کہ اے دغاباز! کیا میں تیری عہد شکنی کو سنبھالنے کی کوشش نہیں کر رہا ہوں؟ (حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چند آدمیوں کو قتل کر دیا تھا جس کا خون بہا عروہ بن مسعود نے اپنے پاس سے ادا کیا تھا یہ اسی طرف اشارہ تھا)

(مدارج النبوت، قسم سوم، باب ششم، ج ۲، ص ۲۰۶، ۲۰۷ ملخصاً)

اس کے بعد عروہ بن مسعود صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دیکھنے لگا اور پوری لشکر گاہ کو دیکھ بھال کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔ عروہ بن مسعود نے حدیبیہ کے میدان میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حیرت انگیز اور تعجب خیز عقیدت ومحبت کا جو منظر دیکھا تھا اس نے اس کے دل پر بڑا عجیب اثر ڈالا تھا۔ چنانچہ اس نے قریش کے لشکر میں پہنچ کر اپنا تاثر ان لفظوں میں بیان کیا۔

اے میری قوم! خدا کی قسم! جب محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اپنا کھنکھار تھوکتے ہیں تو وہ کسی نہ کسی صحابی کی ہتھیلی میں پڑتا ہے اور وہ فرط عقیدت سے اس کو اپنے چہرے اور اپنی کھال پر مل لیتا ہے۔ اور اگر وہ کسی بات کا ان لوگوں کو حکم دیتے ہیں تو سب کے سب اس کی تعمیل کے لئے جھپٹ پڑتے ہیں۔ اور وہ جب وضو کرتے ہیں تو ان کے اصحاب ان کے وضو کے دھوون کو اس طرح لوٹتے ہیں کہ گویا ان میں تلوار چل پڑے گی اور وہ جب کوئی گفتگو کرتے ہیں تو تمام اصحاب خاموش ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے ساتھیوں کے دلوں میں ان کی اتنی زبردست عظمت ہے کہ کوئی شخص ان کی طرف نظر بھر دیکھ نہیں سکتا۔ اے میری قوم! خدا کی قسم! میں نے بہت سے بادشاہوں کا دربار دیکھا ہے۔ میں قیصر وکسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں بھی باریاب ہو چکا ہوں۔ مگر خدا کی قسم! میں نے کسی بادشاہ کے درباریوں کو ←

اپنے بادشاہ کی اتنی تعظیم کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہے جتنی تعظیم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ساتھی محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی کرتے ہیں۔(الکامل فی التاریخ، ذکر عمرۃ الحدیبیۃ، ج ۲، ص ۸۸)

عروہ بن مسعود کی یہ گفتگو سن کر قبیلہ بنی کنانہ کے ایک شخص نے جس کا نام حلیس تھا، کہا کہ تم لوگ مجھ کو اجازت دو کہ میں ان کے پاس جاؤں۔ قریش نے کہا کہ ضرور جایئے چنانچہ یہ شخص جب بارگاہ رسالت کے قریب پہنچا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا کہ یہ فلاں شخص ہے اور یہ اس قوم سے تعلق رکھتا ہے جو قربانی کے جانوروں کی تعظیم کرتے ہیں۔ لہٰذا تم لوگ قربانی کے جانوروں کو اس کے سامنے کھڑا کردو اور سب لوگ لبیک پڑھنا شروع کردو۔ اس شخص نے جب قربانی کے جانوروں کو دیکھا اور احرام کی حالت میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو لبیک پڑھتے ہوئے سنا تو کہا کہ سبحان اللہ! بھلا ان لوگوں کو کس طرح مناسب ہے کہ بیت اللہ سے روک دیا جائے؟ وہ فوراً ہی پلٹ کر کفار قریش کے پاس پہنچا اور کہا کہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آرہا ہوں کہ قربانی کے جانور ان لوگوں کے ساتھ ہیں اور سب احرام کی حالت میں ہیں۔ لہٰذا میں کبھی بھی یہ رائے نہیں دے سکتا کہ ان لوگوں کو خانہ کعبہ سے روک دیا جائے۔ اس کے بعد ایک شخص کفار قریش کے لشکر میں سے کھڑا ہوگیا جس کا نام مکرز بن حفص تھا اس نے کہا کہ مجھ کو تم لوگ وہاں جانے دو۔ قریش نے کہا: تم بھی جاؤ چنانچہ یہ چلا۔ جب یہ نزدیک پہنچا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مکرز ہے۔ یہ بہت ہی لچا آدمی ہے۔ اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گفتگو شروع کی۔ ابھی اس کی بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ ناگہاں سہیل بن عمرو آگیا اس کو دیکھ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نیک فالی کے طور پر یہ فرمایا کہ سہیل آگیا، لو! اب تمہارا معاملہ سہل ہوگیا۔

(الکامل فی التاریخ، ذکر عمرۃ الحدیبیۃ، ج ۲، ص ۸۸، ۸۹)

چنانچہ سہیل نے آتے ہی کہا کہ آیئے ہم اور آپ اپنے اور آپ کے درمیان معاہدہ کی ایک دستاویز لکھ لیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو منظور فرمالیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دستاویز لکھنے کے لئے طلب فرمایا۔ سہیل بن عمرو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان دیر تک صلح کے شرائط پر گفتگو ہوتی رہی۔ بالآخر چند شرطوں پر دونوں کا اتفاق ہوگیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سہیل نے کہا کہ ہم رحمٰن کو نہیں جانتے کہ یہ کیا ہے؟ آپ باسمک اللھم لکھوایئے جو ہمارا اور آپ کا پرانا دستور رہا ہے۔ مسلمانوں نے کہا کہ ہم بسم اللہ الرحمن الرحیم کے سوا کوئی دوسرا لفظ نہیں لکھیں گے۔ مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سہیل کی بات مان لی اور فرمایا کہ اچھا۔ اے علی! باسمك اللھم ہی لکھ دو۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ عبارت لکھوائی۔ ھذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللہ یعنی یہ وہ شرائط ہیں جن پر قریش کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صلح کا فیصلہ کیا۔ سہیل پھر بھڑک گیا اور کہنے لگا کہ خدا کی قسم! اگر ہم جان لیتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو نہ ہم آپ کو بیت اللہ سے روکتے نہ آپ کے ساتھ جنگ کرتے لیکن آپ محمد بن عبداللہ لکھیئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی قسم! میں محمد رسول اللہ بھی ہوں اور محمد بن عبداللہ بھی ہوں۔ یہ اور بات ہے کہ تم لوگ میری رسالت کو جھٹلاتے ہو۔ یہ کہہ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ محمد رسول اللہ کو مٹا دو اور اس جگہ محمد بن عبداللہ لکھ دو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ کون مسلمان ←

نیز بخاری میں مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حلق سے پہلے قربانی کی اور صحابہ کو بھی اسی کا حکم فرمایا۔(2)

(حدیث ۲:) ابو داود و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و دارمی حجاج بن عمرو انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی ہڈی ٹوٹ جائے یا لنگڑا ہو جائے تو احرام کھول سکتا ہے اور سال آئندہ اُس کو حج کرنا ہوگا۔(3) اور ابو داود کی ایک روایت میں ہے، یا بیمار ہو جائے۔(4)

آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمانبردار ہو سکتا ہے؟ لیکن محبت کے عالم میں کبھی کبھی ایسا مقام بھی آ جاتا ہے کہ سچے محب کو بھی اپنے محبوب کی فرمانبرداری سے محبت ہی کے جذبہ میں انکار کرنا پڑتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں آپ کے نام کو تو کبھی ہرگز ہرگز نہیں مٹاؤں گا۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا مجھے دکھاؤ میرا نام کہاں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس جگہ پر انگلی رکھ دی۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وہاں سے رسول اللہ کا لفظ مٹا دیا۔ بہر حال صلح کی تحریر مکمل ہو گئی۔ اس دستاویز میں یہ طے کر دیا گیا کہ فریقین کے درمیان دس سال تک لڑائی بالکل موقوف رہے گی۔ صلح نامہ کی باقی دفعات اور شرطیں یہ تھیں کہ

(۱) مسلمان اس سال بغیر عمرہ ادا کیے واپس چلے جائیں۔

(۲) آئندہ سال عمرہ کیلئے آئیں اور صرف تین دن مکہ میں ٹھہر کر واپس چلے جائیں۔

(۳) تلوار کے سوا کوئی دوسرا ہتھیار لے کر نہ آئیں۔ تلوار بھی نیام کے اندر رکھ کر تھیلے وغیرہ میں بند ہو۔

(۴) مکہ میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں اور مسلمانوں میں سے اگر کوئی مکہ میں رہنا چاہے تو اس کو نہ روکیں۔

(۵) کافروں یا مسلمانوں میں سے کوئی شخص اگر مدینہ چلا جائے تو واپس کر دیا جائے لیکن اگر کوئی مسلمان مدینہ سے مکہ میں چلا جائے تو وہ واپس نہیں کیا جائے گا۔

(۶) قبائل عرب کو اختیار ہوگا کہ وہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں دوستی کا معاہدہ کر لیں۔

یہ شرطیں ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے سخت خلاف تھیں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو اس پر بڑی زبردست ناگواری ہو رہی تھی مگر وہ فرمان رسالت کے خلاف دم مارنے سے مجبور تھے۔ (الکامل فی التاریخ، ذکر عمرۃ الحدیبیۃ، ج ۲، ص ۸۹، ۹۰) (والسیرۃ النبویۃ لابن ھشام، امر الحدیبیۃ فی اٰخر سنۃ... الخ، ص ۴۳۱) (والسیرۃ الحلبیۃ، باب ذکر مغازیہ، غزوۃ الحدیبیۃ، ج ۳، ص ۲۹) (وشرح الزرقانی علی المواھب، باب امر الحدیبیۃ، ج ۳، ص ۱۹۸۔ ۲۰۰، ۲۰۸۔ ۲۱۰)

(2) صحیح البخاري، أبواب المحصر وجزاء الصید، باب النحر قبل الحلق في الحصر، الحدیث: ۱۸۱۱، ج ۱، ص ۵۹۷.

(3) سنن أبي داود، کتاب المناسک، باب الاحصار، الحدیث: ۱۸۶۲، ج ۲، ص ۲۵۱.

(4) سنن أبي داود، کتاب المناسک، باب الاحصار، الحدیث: ۱۸۶۳، ج ۲، ص ۲۵۲.

مسئلہ ۱: جس نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا مگر کسی وجہ سے پورا نہ کرسکا، اُسے مُحصَر کہتے ہیں۔ جن وجوہ سے حج یا عمرہ نہ کرسکے وہ یہ ہیں: 1- دشمن۔ 2- درندہ۔ 3- مرض کہ سفر کرنے اور سوار ہونے میں اس کے زیادہ ہونے کا گمان غالب ہے۔(5)

4- ہاتھ پاؤں ٹوٹ جانا۔ 5- قید۔ 6- عورت کے محرم یا شوہر جس کے ساتھ جارہی تھی اُس کا انتقال ہو جانا۔ 7- عدّت۔

8- مصارف یا سواری کا ہلاک ہوجانا۔ (شوہر حجِ نفل میں عورت کو اور مولیٰ لونڈی غلام کو منع کردے۔
مسئلہ ۲: مصارف چوری گئے یا سواری کا جانور ہلاک ہوگیا، تو اگر پیدل نہیں چل سکتا تو مُحصَر ہے ورنہ نہیں۔(6)
مسئلہ ۳: صورتِ مذکورہ میں فی الحال تو پیدل چل سکتا ہے مگر آئندہ مجبور ہوجائے گا، اُسے احرام کھول دینا جائز ہے۔(7)

مسئلہ ۴: عورت کا شوہر یا محرم مرگیا اور وہاں سے مکہ معظمہ مسافتِ سفر یعنی تین دن کی راہ سے کم ہے تو مُحصَر نہیں اور تین دن یا زیادہ کی راہ ہے تو اگر وہاں ٹھہرنے کی جگہ ہے تو مُحصَر ہے ورنہ نہیں۔(8)
مسئلہ ۵: عورت نے بغیر شوہر یا محرم کے احرام باندھا تو وہ بھی مُحصَر ہے کہ اُسے بغیر ان کے سفر حرام ہے۔(9)
مسئلہ ۶: عورت نے حج نفل کا احرام بغیر اجازت شوہر باندھا تو شوہر منع کرسکتا ہے، لہٰذا اگر منع کردے تو مُحصَر

---

(5) حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں:
جس نے احرام حج باندھ لیا ہو پھر اس کے پاؤں کی ہڈی ٹوٹ جائے یا ہڈی تو نہ ٹوٹے لنگ پیدا ہوجائے جس سے وہ آگے سفر اور ارکان حج ادا نہ کرسکے تو وہ اپنا احرام کھول دے اور وہاں سے لوٹ جائے یا ٹھہر جائے، ہدی مکہ معظمہ بھیج دے اور تاریخ ذبح پر احرام کھول دے، سال آئندہ قضاء کرے۔ اس سے دو مسئلے ثابت ہوئے: ایک یہ کہ احصار صرف دشمن ہی سے نہیں ہوتا بلکہ بیماری وغیرہ سے بھی ہوجاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ نفلی عبادت شروع کردینے سے فرض ہوجاتی ہے کہ اگر پوری نہ ہوسکے تو اس کی قضا لازم ہے کیونکہ یہاں حج مطلق فرمایا گیا ہے فرضی ہو یا نفلی لہٰذا یہ حدیث احناف کی قوی دلیل ہے، بعض نے فرمایا کہ اگر شرط سے احرام باندھا ہے تب مرض سے احصار ہوسکے گا ورنہ نہیں مگر یہ بھی صحیح نہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۳۲۲)

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثاني عشر في الاحصار، ج ۱، ص ۲۵۵.

(7) ردالمحتار، کتاب الحج، باب الاحصار، ج ۴، ص ۵.

(8) ردالمحتار، کتاب الحج، باب الاحصار، ج ۴، ص ۵.

والفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثاني عشر في الاحصار، ج ۱، ص ۲۵۵.

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثاني عشر في الاحصار، ج ۱، ص ۲۵۵.

ہے اگرچہ اس کے ساتھ محرم بھی ہو اور حج فرض کو منع نہیں کر سکتا، البتہ اگر وقت سے بہت پہلے احرام باندھا تو شوہر کھلوا سکتا ہے۔(10)

مسئلہ ۷: مولیٰ نے غلام کو اجازت دیدی پھر بھی منع کرنے کا اختیار ہے اگرچہ بغیر ضرورت منع کرنا مکروہ ہے اور لونڈی کو مولیٰ نے اجازت دیدی تو اُس کے شوہر کو روکنے کا حق حاصل نہیں ہے۔(11)

مسئلہ ۸: عورت نے احرام باندھا اس کے بعد شوہر نے طلاق دیدی، تو مُحصرہ ہے اگرچہ محرم بھی ہمراہ موجود ہو۔(12)

مسئلہ ۹: مُحصر کو یہ اجازت ہے کہ حرم کو قربانی بھیج دے، جب قربانی ہو جائے گی اس کا احرام کھل جائے گا یا قیمت بھیج دے کہ وہاں جانور خرید کر ذبح کر دیا جائے بغیر اس کے احرام نہیں کھل سکتا، جب تک مکہ معظمہ پہنچ کر طواف و سعی و حلق نہ کر لے، روزہ رکھنے یا صدقہ دینے سے کام نہ چلے گا اگرچہ قربانی کی استطاعت نہ ہو۔ احرام باندھتے وقت اگر شرط لگائی ہے کہ کسی وجہ سے وہاں تک نہ پہنچ سکوں تو احرام کھول دوں گا، جب بھی یہی حکم ہے اس شرط کا کچھ اثر نہیں۔(13)

مسئلہ ۱۰: یہ ضروری امر ہے کہ جس کے ہاتھ قربانی بھیجے اس سے ٹھہرا لے کہ فلاں دن فلاں وقت قربانی ذبح ہو اور وہ وقت گزرنے کے بعد احرام سے باہر ہوگا پھر اگر اسی وقت قربانی ہوئی جو ٹھہرا تھا یا اس سے پیشتر فبہا اور اگر بعد میں ہوئی اور اُسے اب معلوم ہوا تو ذبح سے پہلے چونکہ احرام سے باہر ہوا لہٰذا دَم دے۔ مُحصر کو احرام سے باہر آنے کے لیے حلق شرط نہیں مگر بہتر ہے۔(14)

مسئلہ ۱۱: مُحصر اگر مُفرِد ہو یعنی صرف حج یا صرف عمرہ کا احرام باندھا ہے تو ایک قربانی بھیجے اور دو بھیجیں تو پہلی ہی کے ذبح سے احرام کھل گیا اور قارن ہو تو دو بھیجے ایک سے کام نہ چلے گا۔(15)

---

(10) ردالمحتار، کتاب الحج، باب الاحصار، ج ۴، ص ۶۔

(11) ردالمحتار، کتاب الحج، باب الاحصار، ج ۴، ص ۶۔

(12) ردالمحتار، کتاب الحج، باب الاحصار، ج ۴، ص ۶۔

(13) الدرالمختار و ردالمحتار، کتاب الحج، باب الاحصار، ج ۴، ص ۶۔

و الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثاني عشر في الاحصار، ج ۱، ص ۲۵۵۔

(14) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثاني عشر في الاحصار، ج ۱، ص ۲۵۵۔

(15) الدرالمختار، کتاب الحج، باب الاحصار، ج ۴، ص ۶، وغیرہ۔

مسئلہ ۱۲: اس قربانی کے لیے حرم شرط ہے بیرونِ حرم نہیں ہوسکتی، دسویں، گیارھویں، بارھویں تاریخوں کی شرط نہیں، پہلے اور بعد کو بھی ہوسکتی ہے۔(16)

مسئلہ ۱۳: قارن نے اپنے خیال سے دو ۲ قربانیوں کے دام بھیجے اور وہاں ان داموں کی ایک ہی ملی اور ذبح کر دی تو یہ ناکافی ہے۔(17)

مسئلہ ۱۴: قارن نے دو قربانیاں بھیجیں اور یہ معیّن نہ کیا کہ یہ حج کی ہے اور یہ عمرہ کی تو بھی کچھ مضایقہ نہیں مگر بہتر یہ ہے کہ معیّن کردے کہ یہ حج کی ہے اور یہ عمرہ کی۔(18)

مسئلہ ۱۵: قارن نے عمرہ کا طواف کیا اور وقوفِ عرفہ سے پیشتر مُحصر ہوا تو ایک قربانی بھیجے اور حج کے بدلے ایک حج اور ایک عمرہ کرے دوسرا عمرہ اس پر نہیں۔(19)

مسئلہ ۱۶: اگر احرام میں حج یا عمرہ کسی کی نیت نہیں تھی تو ایک جانور بھیجنا کافی ہے اور ایک عمرہ کرنا ہوگا اور اگر نیت تھی مگر یہ یاد نہیں کہ کاہے کی نیت تھی تو ایک جانور بھیج دے اور ایک حج اور ایک عمرہ کرے اور اگر دو حج کا احرام باندھا تو دو دَم دے کر احرام کھولے اور دو عمرے کا احرام باندھا اور ادا کرنے کے لیے مکہ معظمہ کو چلا مگر نہ جا سکا تو ایک دَم دے اور چلا نہ تھا کہ مُحصر ہوگیا تو دو دَم دے اور اس کو دو عمرے کرنے ہوں گے۔(20)

مسئلہ ۱۷: عورت نے حجِ نفل کا احرام باندھا تھا اگرچہ شوہر کی اجازت سے پھر شوہر نے احرام کھلوا دیا، تو اس کا احرام کھلنے کے لیے قربانی کا ذبح ہوجانا ضرور نہیں بلکہ ہر ایسا کام جو احرام میں منع تھا اس کے کرنے سے احرام سے باہر ہوگئی مگر اس پر بھی قربانی یا اس کی قیمت بھیجنا ضرور ہے اور اگر حج کا احرام تھا تو ایک حج اور ایک عمرہ قضا کرنا ہوگا اور اگر شوہر یا محرم کے مرجانے سے مُحصرہ ہوئی یا حج فرض کا احرام تھا اور بغیر محرم جارہی تھی شوہر نے منع کردیا تو اس میں بغیر قربانی ذبح ہوئے احرام سے باہر نہیں ہوسکتی۔(21)

مسئلہ ۱۸: مُحصر نے قربانی نہیں بھیجی ویسے ہی گھر کو چلا آیا اور احرام باندھے ہوئے رہ گیا تو یہ بھی جائز

---

(16) الدرالمختار، کتاب الحج، باب الاحصار، ج ۴، ص ۷.

(17) ردالمحتار، کتاب الحج، باب الاحصار، ج ۴، ص ۷.

(18) الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثاني عشر في الاحصار، ج ۱، ص ۲۵۵.

(19) المرجع السابق.

(20) المرجع السابق، ص ۲۵۵۔۲۵۶.

(21) لباب المناسک والمسلک المتقسط، (باب الاحصار)، ص ۴۲۲۔۴۲۳.

ہے۔(22)

مسئلہ ۱۹: وہ مانع جس کی وجہ سے رُکنا ہوا تھا جاتا رہا اور وقت اتنا ہے کہ حج اور قربانی دونوں پالے گا، تو جانا فرض ہے اب اگر گیا اور حج پالیا فبہا، ورنہ عمرہ کرکے احرام سے باہر ہو جائے اور قربانی کا جانور جو بھیجا تھا مل گیا تو جو چاہے کرے۔(23)

مسئلہ ۲۰: مانع جاتا رہا اور اسی سال حج کیا تو قضا کی نیت نہ کرے اور اب مُفرِد پر عمرہ بھی واجب نہیں۔(24)

مسئلہ ۲۱: وقوفِ عرفہ کے بعد احصار نہیں ہو سکتا اور اگر مکہ ہی میں ہے مگر طواف اور وقوفِ عرفہ دونوں پر قادر نہ ہو تو مُحصر ہے اور دونوں میں سے ایک پر قادر ہے تو نہیں۔(25)

مسئلہ ۲۲: مُحصر قربانی بھیج کر جب احرام سے باہر ہو گیا اب اس کی قضا کرنا چاہتا ہے تو اگر صرف حج کا احرام تھا تو ایک حج اور ایک عمرہ کرے اور قِران تھا تو ایک حج دو عمرے اور یہ اختیار ہے کہ قضا میں قِران کرے، پھر ایک عمرہ یا تینوں الگ الگ کرے اور اگر احرام عمرہ کا تھا تو صرف ایک عمرہ کرنا ہوگا۔(26)

❀❀❀❀❀

---

(22) الدرالمختار، کتاب الحج، باب الاحصار، ج۴، ص۷۔

(23) الدرالمختار، کتاب الحج، باب الاحصار، ج۴، ص۸، وغیرہ۔

(24) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثاني عشر في الاحصار، ج۱، ص۲۵۶۔

(25) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثاني عشر في الاحصار، ج۱، ص۲۵۶، وغیرہ۔

(26) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثاني عشر في الاحصار، ج۱، ص۲۵۵، وغیرہ۔

حج فوت ہونے کا بیان

(حدیث ۱:) ابوداود و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و دارمی عبدالرحمن بن یعمر دیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا: کہ حج عرفہ ہے، جس نے مزدلفہ کی رات میں طلوع فجر سے قبل وقوف عرفہ پالیا اُس نے حج پالیا۔(1)

(حدیث ۲:) دارقطنی نے ابن عمر و ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا وقوف عرفہ رات تک میں فوت ہوگیا، اُس کا حج فوت ہوگیا تو اب اسے چاہیے کہ عمرہ کرکے احرام کھول ڈالے اور سال آئندہ حج کرے۔(2)

❁❁❁❁❁

---

(1) سنن النسائي، کتاب مناسک الحج، باب فرض الوقوف بعرفۃ، الحدیث:۳۰۱۹، ص۲۲۸۲.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعمری کے فتح، ع کے جزم، میم کے فتح سے ہے۔ دیل د کے کسرہ، ی کے سکون سے، آپ صحابی ہیں، کوفہ میں رہے، خراسان میں وفات پائی۔

۲۔ یعنی حج کا رکن اعلیٰ جس پر حج پانے نہ پانے کا مدار ہے وہ قیام عرفات ہے اس کے وقت میں اتنی گنجائش کردی گئی ہے کہ اگلی رات بھی نویں تاریخ میں شامل کردی گئی لہذا جو حاجی دسویں کی فجر سے پہلے پہلے اگر ایک ساعت کے لیے بھی عرفات پہنچ جائے اسے حج مل جائے گا، بعض علماء نے فرمایا کہ جمعہ کا بھی یہ ہی حال ہے کہ ہفتہ کی رات بھی اس میں شمار ہے کہ اس شب میں مرجانے والا جمعہ کا ہی میت ہوگا۔

۳۔ گیارھویں، بارھویں، تیرھویں بقرعید جنہیں ایام تشریق کہا جاتا ہے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۴، ص۲۲۴)

(2) سنن الدارقطني، کتاب الحج، باب المواقیت، الحدیث:۲۴۹۶، ج۲، ص۳۰۵.

مسائل فقہیہ

مسئلہ ۱: جس کا حج فوت ہوگیا یعنی وقوفِ عرفہ اسے نہ ملا تو طواف و سعی کر کے سر مونڈا کر یا بال کتروا کر احرام سے باہر ہو جائے اور سال آئندہ حج کرے اور اُس پر دَم واجب نہیں۔ (1)

مسئلہ ۲: قارن کا حج فوت ہوگیا تو عمرہ کے لیے سعی و طواف کرے پھر ایک اور طواف و سعی کر کے حلق کرے اور دَمِ قِران جاتا رہا اور پچھلا طواف جسے کر کے احرام سے باہر ہوگا اُسے شروع کرتے ہی لبیک موقوف کر دے اور سال آئندہ حج کی قضا کرے، عمرہ کی قضا نہیں کیونکہ عمرہ کر چکا۔ (2)

مسئلہ ۳: تمتع والا قربانی کا جانور لایا تھا اور تمتع باطل ہوگیا تو جانور کو جو چاہے کرے۔ (3)

مسئلہ ۴: عمرہ فوت نہیں ہوسکتا کہ اس کا وقت عمر بھر ہے اور جس کا حج فوت ہوگیا اس پر طوافِ صدر نہیں۔ (4)

مسئلہ ۵: جس کا حج فوت ہوا اس نے طواف و سعی کر کے احرام نہ کھولا اور اسی احرام سے سال آئندہ حج کیا تو یہ حج صحیح نہ ہوا۔ (5)

---

(1) الجوہرة النیرة، کتاب الحج، باب الفوات، ص ۲۳۲.

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثالث عشر في فوات الحج، ج۱، ۲۵۶.
ولباب المناسک، (باب الفوات)، ص ۴۳۰.

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثالث عشر في فوات الحج، ج۱، ۲۵۶.

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثالث عشر في فوات الحج، ج۱، ۲۵۶.

(5) لباب المناسک، (باب الفوات)، ص ۴۳۱.

حجِ بدل کا بیان

حدیث ۱: دارقطنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اپنے والدین کی طرف سے حج کرے یا ان کی طرف سے تاوان ادا کرے، روزِ قیامت ابرار کے ساتھ اُٹھایا جائے گا۔(1)

حدیث ۲: نیز جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: جو اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے تو اُن کا حج پورا کر دیا جائے گا اور اُس کے لیے دس حج کا ثواب ہے۔(2)

حدیث ۳: نیز زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی اپنے والدین کی طرف سے حج کریگا تو مقبول ہوگا اور اُن کی رُوحیں خوش ہوں گی اور یہ اللہ (عزوجل) کے نزدیک نیکوکار لکھا جائیگا۔(3)

حدیث ۴: ابوحفص کبیر انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا، کہ ہم اپنے مُردوں کی طرف سے صدقہ کرتے اور اُن کی طرف سے حج کرتے اور ان کے لیے دُعا کرتے ہیں، آیا یہ اُن کو پہنچتا ہے؟ فرمایا: ہاں بیشک ان کو پہنچتا ہے اور بے شک وہ اس سے خوش ہوتے ہیں جیسے تمھارے پاس طبق میں کوئی چیز ہدیہ کی جائے تو تم خوش ہوتے ہو۔(4)

حدیث ۵: صحیحین میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، کہ ایک عورت نے عرض کی، یا رسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میرے باپ پر حج فرض ہے اور وہ بہت بوڑھے ہیں کہ سواری پر بیٹھ نہیں سکتے کیا میں اُن کی طرف سے حج کروں؟ فرمایا: ہاں۔(5)

حدیث ۶: ابوداود و ترمذی و نسائی ابی رزین عقیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

---

(1) سنن الدارقطني، کتاب الحج، باب المواقیت، الحدیث: ۲۵۸۵، ج ۲، ص ۳۲۸.

(2) سنن الدارقطني، کتاب الحج، باب المواقیت، الحدیث: ۲۵۸۷، ج ۲، ص ۳۲۹.

(3) سنن الدارقطني، کتاب الحج، باب المواقیت، الحدیث: ۲۵۸۴، ج ۲، ص ۳۲۸.

(4) المسلک المتقسط للقاری، (باب الحج عن الغیر)، ص ۴۳۳.

ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب فیمن أخذ فی عبادتہ شیئا من الدنیا، ج ۴، ص ۱۵.

(5) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب الحج عن العاجز لزمانۃ... إلخ، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ص ۶۹۶، ۶۹۷.

←

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱؎ یہ وہ عورت ہے جس کے متعلق بیہقی شریف میں ہے کہ ایک حسینہ عورت نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ہی مسئلہ پوچھا حضرت فلت ابن عباس جو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ پر سوار تھے اسے دیکھنے لگے اور وہ انہیں دیکھنے لگی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضل کا منہ دوسری طرف پھیر دیا اور فرمایا کہ زمانہ حج میں جو شخص اپنے آنکھ کان زبان کی حفاظت کرے ان کا مالک رہے تو اس کی ضرور بخشش کی جاتی ہے۔(مرقات وغیرہ) حضرت فضل ابن عباس بھی بہت خوبصورت جوان تھے اس لیے وہ عورت بھی اس طرف دیکھتی تھی۔(اشعہ)

۲؎ یعنی میرے باپ پر بڑھاپے میں حج فرض ہوا ہے یا اس طرح کہ اسلام میں فرضیت حج کا حکم جب آیا تو بڈھے تھے یا اس طرح کہ ان کے پاس مال بڑھاپے میں ہی آیا ہے، یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ اس نے حج نہ کیا حتی کہ بڈھا ہوگیا، پہلے معنی پر یہ حدیث امام شافعی کی دلیل ہے۔خیال رہے کہ اگر بہت بڑھاپے و معذوری کی حالت میں مسلمان صاحب نصاب ہو جب کہ سواری پر بھی سفر نہ کرسکے تو امام ابوحنیفہ کے ہاں اس پر حج فرض نہ ہوگا کہ وہ "مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا" میں داخل نہیں۔امام شافعی کے ہاں فرض ہوجائے گا، ہاں صاحبین کے ہاں اگر یہ بڈھا دوسرے ساتھی مددگار کے خرچہ پر بھی قادر ہو تو حج فرض ہوجائے گا۔

۳؎ اس جواب سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ ایسا معذور شخص جس میں طاقت آنے کی امید نہ ہو حج بدل کراسکتا ہے، حج نفل میں طاقتور آدمی بھی کراسکتا ہے۔دوسرے ۲ یہ کہ عورت مرد کی طرف سے حج کرسکتی ہے اگرچہ مرد و عورت کے طریقہ حج میں قدرے فرق ہوتا ہے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۴،ص ۱۲۷)

(6) جامع الترمذي، أبواب الحج، ۸۷۔باب، الحدیث:۹۳۱، ج۲، ص ۲۷۲.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱؎ یعنی میرے والد زیادہ بوڑھے ہونے کی وجہ سے نہ تو حج وعمرہ کے ارکان ادا کرسکتے ہیں طواف سعی وغیرہ اور نہ سواری پر بیٹھ سکتے ہیں جو مکہ معظمہ تک پہنچائے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔غالبًا ان کے والد پر پہلے سے حج فرض تھا کسی مجبوری کی وجہ سے حج نہ کیا تھا ورنہ ایسے بوڑھے پر اگر اس کمزوری میں مال آئے تو حج فرض نہیں۔

۲؎ یا تو ان کی طرف سے حج وعمرہ خود کردو یا کسی سے کرادو۔خیال رہے کہ حج بدنی و مالی عبادت کا مجموعہ ہے لہذا بوقت مجبوری دوسرا اس کی طرف سے کرسکتا ہے یعنی حج بدل مگر قدرت ہوتے ہوئے خود ہی کرنا ہوگا، محض بدنی عبادات میں نیابت مطلقًا ناجائز ہے اور محض مالی عبادات میں مطلقًا جائز لہذا کوئی کسی کی طرف سے نماز روزہ کبھی ادا نہیں کرسکتا اور زکوۃ قربانی بہرحال ادا کرسکتا ہے اس کی اجازت سے۔خیال رہے کہ عمرہ فرض یا واجب نہیں سنت ہے لہذا حدیث میں دونوں کا حکم دینا استحبابًا ہے، یعنی بہتر یہ ہے کہ دونوں ہی ←

....

❀❀❀❀❀

باپ کی طرف سے ادا کرو، آیت کریمہ "وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ" میں عمرہ شروع کردینے کے بعد اس کے پورا کردینے کا حکم ہے یعنی جب حج وعمرہ شروع کردیا تو انہیں ضرور پورا کروں کیونکہ ہر نفل شروع کردینے سے فرض ہوجاتا۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۴، ص ۱۴۳)

مسائل فقہیہ

مسئلہ ۱: عبادت تین قسم ہے: 1 بدنی۔ 2 مالی۔ 3 مرکب۔

عبادت بدنی میں نیابت نہیں ہوسکتی یعنی ایک کی طرف سے دوسرا ادا نہیں کرسکتا۔ جیسے نماز، روزہ۔

مالی میں نیابت بہرحال جاری ہوسکتی ہے جیسے زکاۃ وصدقہ۔

مرکب میں اگر عاجز ہوتو دوسرا اس کی طرف سے کرسکتا ہے ورنہ نہیں جیسے حج۔

رہا ثواب پہنچانا کہ جو کچھ عبادت کی اُس کا ثواب فلاں کو پہنچے، اس میں کسی عبادت کی تخصیص نہیں ہر عبادت کا ثواب دوسرے کو پہنچا سکتا ہے۔ نماز، روزہ، زکاۃ، صدقہ، حج، تلاوت قرآن، ذکر، زیارت قبور، فرض ونفل سب کا ثواب زندہ یا مردہ کو پہنچا سکتا ہے اور یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ فرض کا پہنچا دیا تو اپنے پاس کیا رہ گیا کہ ثواب پہنچانے سے اپنے پاس سے کچھ نہ گیا، لہٰذا فرض کا ثواب پہنچانے سے پھر وہ فرض عود نہ کریگا کہ یہ تو ادا کرچکا، اس کے ذمہ سے ساقط ہوچکا ورنہ ثواب کس شے کا پہنچاتا ہے۔(1)

اس سے بخوبی معلوم ہوگیا کہ فاتحہ مروّجہ جائز ہے کہ وہ ایصالِ ثواب ہے اور ایصالِ ثواب جائز بلکہ محمود، البتہ کسی معاوضہ پر ایصالِ ثواب کرنا مثلاً بعض لوگ کچھ لے کر قرآن مجید کا ثواب پہنچاتے ہیں یہ ناجائز ہے کہ پہلے جو پڑھ چکا ہے اس کا معاوضہ لیا، تو یہ بیع ہوئی اور بیع قطعاً باطل وحرام اور اگر اب جو پڑھے گا اس کا ثواب پہنچائے گا تو یہ اجارہ ہوا اور طاعت پر اجارہ باطل سوا ان تین چیزوں کے جن کا بیان آئے گا۔(2)

---

(1) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، مطلب في اھداء ثواب الاعمال للغیر، ج۴، ص۱۷۔

والفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الرابع عشر في الحج عن الغیر ج۱، ۲۵۷۔

(2) ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب فی اھداء ثواب الاعمال، ج۴، ص۱۳۔

حجِ بدل

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطارؔ قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

جس پر حج فرض ہو اُس کی طرف سے کئے جانے والے حجِ بدل کی کچھ شرطیں ہیں مگر حجِ نفل کی کوئی شرط نہیں، یہ تو ایصالِ ثواب کی ایک صورت ہے اور ایصالِ ثواب فرض نماز و روزہ، حج و زکوۃ، صدقات و خیرات وغیرہ تمام اَعمال کا ہوسکتا ہے۔ لہٰذا اگر اپنے مرحوم ←

....

والدین وغیرہ کی طرف سے آپ اپنی مرضی سے حج کرنا چاہیں یعنی نہ اُن پر فرض تھا نہ اُنہوں نے وصیت کی تھی تو اس کی کوئی شرائط نہیں ہیں۔ اِحرام حج والد یا والدہ کی نیت سے باندھ لیں اور تمام مناسکِ حج بجالائیں۔ اس طرح فائدہ یہ ہوگا کہ اُن کو ایک حج کا ثواب ملے گا اور حج کرنے والے کو بحکمِ حدیث دس حج کا ثواب عطا کیا جائے گا۔ لہٰذا جب بھی نفل حج کریں تو افضل یہی ہے کہ والد یا والدہ کی طرف سے کریں۔

حجِ بدل کی شرائط

اب جن لوگوں پر حج فرض ہو چکا اُن کے حجِ بدل کے شرائط پیش کئے جاتے ہیں۔

مدینہ(۱) جو حجِ بدل کرواتا ہو اُس کے لئے ضروری ہے کہ اُس پر حج فرض ہو چکا ہو۔ یعنی اگر فرض نہ ہونے کے باوجود اُس نے حجِ بدل کروایا تو فرض حج ادا نہ ہوا۔

مدینہ(۲) جس کی طرف سے حج کیا ہو وہ اِس قدر عاجز و مجبور ہو کہ خود حج کر ہی نہ سکتا ہو۔ اگر اس قابل ہو کہ خود حج کرسکتا ہے تو اُس کی طرف سے حجِ بدل نہیں ہوسکتا۔

مدینہ(۳) وقتِ حج سے موت تک عُذر برابر باقی رہے۔ یعنی حجِ بدل کروانے کے بعد موت سے پہلے پہلے اگر خود حج کرنے کے قابل ہوگیا تو جو حج دوسرے سے کروالیا تھا وہ ناکافی ہوگیا۔

مدینہ(٤) ہاں! اگر وہ کوئی ایسا عُذر تھا جس کے جانے کی اُمید ہی نہ تھی مثلاً نابینا ہے اور حجِ بدل کروانے کے بعد انکھیارا ہوگیا تو اب دوبارہ حج کرنے کی ضرورت نہیں۔

مدینہ(٥) جس کی طرف سے حجِ بدل کیا جائے خود اُس نے حکم بھی دیا ہو بغیر اُس کے حکم کے حجِ بدل نہیں ہوسکتا۔

مدینہ(٦) ہاں! وارث نے اگر مورث (یعنی وارث کرنے والے) کی طرف سے کیا تو اِس میں حکم کی ضرورت نہیں۔

مدینہ(٧) تمام اَخراجات یا کم از کم اَکثر اَخراجات بھیجنے والے کی طرف سے ہوں۔ (فتاوٰی رضویہ)

مدینہ(٨) وصیت کی تھی کہ میرے مال سے حج کروادیا جائے مگر وارث نے اپنے مال سے کروادیا تو حجِ بدل نہ ہوا، ہاں اگر یہ نیت ہو کہ ترکہ (یعنی میت کے چھوڑے ہوئے مال) میں سے لے لوں گا تو ہوجائے گا اور اگر لینے کا ارادہ نہ ہو تو نہیں ہوگا اور اگر اجنبی نے اپنے مال سے حجِ بدل کروادیا تو نہ ہوا، اگرچہ واپس لینے کا اِرادہ ہو، اگرچہ وہ مرحوم خود اُسی کو حجِ بدل کرنے کو کہہ گیا ہو۔ (رَدُّالمحتار)

مدینہ(٩) اگر یوں کہا کہ میری طرف سے حجِ بدل کروادیا جائے اور یہ نہ کہا کہ میرے مال سے اب اگر وارث نے خود اپنے مال سے حجِ بدل کروادیا اور واپس لینے کا بھی اِرادہ نہ ہو، ہوگیا۔ (رَدُّالمحتار)

مدینہ(١٠) جس کو حکم دیا وُہی کرے اگر جس کو حکم تھا اُس نے کسی دوسرے سے کروادیا تو نہ ہوا۔

مدینہ(١١) میت نے جس کے بارے میں وصیت کی تھی اُس کا بھی اگر اِنتقال ہوگیا یا وہ جانے پر راضی نہیں تو اب دوسرے سے حج کروا ←

....

لیا گیا تو جائز ہے۔(رَدُّالمحتار)

مدینہ(۱۲) حج بَدَل کرنے والا اکثر راستہ سُواری پر قطع کرے ورنہ حجِ بَدَل نہ ہوگا اور خرچ بھیجنے والے کو دینا پڑے گا۔ ہاں! اگر خرچ میں کمی پڑی تو پیدل بھی جاسکتا ہے۔(خلاصہ از فتاوٰی رضویہ)

مدینہ(۱۳) جس کی طرف سے حجِ بَدَل کرنا ہے اُسی کے وطن سے حج کو جائے۔

مدینہ(۱٤) اگر آمر (حکم دینے والے) نے حج کا حکم دیا تھا اور خود مامور نے (یعنی جس کو حکم دیا گیا اُس نے) حجِ تمتّع کیا تو خرچہ واپس کر دے۔ کیونکہ حجِ تمتّع میں حج کا اِحرام میقاتِ آمر سے نہیں ہوگا بلکہ حرم ہی سے بندھے گا۔ ہاں! اگر آمر کی اِجازت سے ایسا کیا گیا (یعنی حجِ تمتّع کیا گیا) تو مضائقہ نہیں۔

مدینہ(۱۵) وصی نے (یعنی جس کو وصیّت کر گیا تھا کہ تُو میری طرف سے حج کروا دینا، اُس نے) اگر میّت کے چھوڑے ہوئے مال کا تیسرا حصّہ اِتنا ہونے کے باوُجود کہ وطن سے آدمی بھیجا جاسکتا تھا، پھر بھی اگر غیر جگہ سے بھیجا تو یہ حج میّت کی طرف سے نہ ہوا۔ ہاں! اگر وہ جگہ وطن سے اِتنی قریب ہو کہ وہاں جا کر رات کے آنے سے پہلے واپس آسکتا ہے تو ہو جائے گا ورنہ اُسے چاہئے کہ خود اپنے مال سے میّت کی طرف سے دوبارہ حج کروائے۔(عالمگیری)

مدینہ(۱٦) آمر (یعنی جس نے حج کا حکم دیا ہے) اُسی کی نیّت سے حج کرے اور افضل یہ ہے کہ زَبان سے بھی لَبَّیۡکَ عَنۡ فُلَان ( ) کہہ لے اور اگر اُس کا نام بھول گیا ہے تو یہ نیّت کرلے کہ جس نے بھیجا ہے (یا جس کے لیے بھیجا ہے) اُس کی طرف سے کرتا ہوں۔

مدینہ(۱۷) اگر اِحرام باندھتے وقت نیّت کرنا بھول گئے تو جب تک اَفعالِ حج شُروع نہ کئے ہوں اِختیار ہے کہ نیّت کرلے۔

حجِ بَدَل کے آٹھ متفرّق مَدَنی پھول

مدینہ(۱) وصی نے اِس سال کسی کو حجِ بَدَل کے لیے مقرّر کیا مگر وہ اِس سال نہ گیا سالِ آئندہ جا کر ادا کیا، ادا ہو گیا، اُس پر کوئی جرمانہ نہیں۔(عالمگیری)

مدینہ(۲) حجِ بَدَل کرنے والے کے لیے ضَروری ہے کہ جو کچھ بچا ہے وہ واپس کردے۔ اگرچہ بہت تھوڑی سی چیز ہو اُسے رکھ لینا جائز نہیں۔ اگرچہ شرط کرلی ہو کہ جو کچھ بچا وہ واپس نہیں دوں گا کہ یہ شرط باطِل ہے۔ ہاں! دو صورتوں میں رکھنا جائز ہوگا: (۱) بھیجنے والا اُس کو وکیل کردے کہ جو کچھ بچ جائے وہ اپنے آپ کو ہبہ (یعنی بخشش) کر کے قبضہ کرلینا۔ (۲) یہ کہ بھیجنے والا قریبُ المرگ ہو اور اِس طرح وصیّت کردے کہ جو کچھ بچے اُس کی میں نے تجھے وصیّت کی۔

مدینہ(۳) بہتر یہ ہے کہ جسے حجِ بَدَل کے لیے بھیجا جائے پہلے وہ خود اپنے فرض حج سے سُبکدوش ہو چکا ہو، اگر ایسے کو بھیجا جس نے خود حج نہیں کیا جب بھی حجِ بَدَل ہو جائے گا۔(عالمگیری)

مدینہ(٤) بہتر یہ ہے کہ ایسے شخص کو بھیجیں جو حج کے اَفعال اور طریقے سے آگاہ ہو، اگر مُراہِق یعنی قریبُ البلوغ بچّہ سے ←

....

❁❁❁❁❁

حج بدل کروایا جب بھی ادا ہو جائے گا۔(دُرِمختار)

مدینہ(۵) بھیجنے والے کے پیسوں سے نہ کسی کو کھانا کھلا سکتا ہے نہ فقیر کو دے سکتا ہے، ہاں! اگر بھیجنے والے نے اِجازت دی ہو تو مضائقہ نہیں۔

مدینہ(۶) ہر قسم کے جُرمِ اِختیاری کے دَم خود حجِ بدل ادا کرنے والے پر ہیں، بھیجنے والے پر نہیں۔

مدینہ(۷) اگر کسی نے نہ خود حج کیا ہو نہ وارث کو وصیّت کی ہو اور اِنتقال کر گیا اور وارث نے اپنی مرضی سے اپنی طرف سے حجِ بدل کروا دیا (یا خود کیا) تو اِن شآء اللہ عَزَّ وَجَلَّ! اُمید ہے کہ اُس کی طرف سے ادا ہو جائے گا۔(عالمگیری)

مدینہ(۸) حجِ بدل کرنے والا اگر مکّۂ مکرّمہ ہی میں رہ گیا تو یہ بھی جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ واپس آئے، آنے جانے کے اخراجات بھیجنے والے کے ذِمّے ہیں۔

حج بدل کے شرائط

مسئلہ ۱: حج بدل کے لیے چند شرطیں ہیں:

1- جو حج بدل کراتا ہو اس پر حج فرض ہو یعنی اگر فرض نہ تھا اور حج بدل کرایا تو حج فرض ادا نہ ہوا، لہٰذا اگر بعد میں حج اس پر فرض ہوا تو یہ حج اس کے لیے کافی نہ ہوگا بلکہ اگر عاجز ہو تو پھر حج کرائے اور قادر ہو تو خود کرے۔(1)

2- جس کی طرف سے حج کیا جائے وہ عاجز ہو یعنی وہ خود حج نہ کرسکتا ہو اگر اس قابل ہو کہ خود کرسکتا ہے، تو اس کی طرف سے نہیں ہوسکتا اگرچہ بعد میں عاجز ہوگیا، لہٰذا اس وقت اگر عاجز نہ تھا پھر عاجز ہوگیا تو اب دوبارہ حج کرائے۔

3- وقتِ حج سے موت تک عذر برابر باقی رہے اگر درمیان میں اس قابل ہوگیا کہ خود حج کرے تو پہلے جو حج کیا جاچکا ہے وہ ناکافی ہے۔ ہاں اگر وہ کوئی ایسا عذر تھا، جس کے جانے کی امید ہی نہ تھی اور اتفاقاً جاتا رہا تو وہ پہلا حج جو اس کی طرف سے کیا گیا کافی ہے مثلاً وہ نابینا ہے اور حج کرانے کے بعد انکھیارا ہوگیا تو اب دوبارہ حج کرانے کی

---

(1) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:
زندگی میں جو کوئی حجِ بدل اپنی طرف سے بوجہ عجز ومجبوری کرائے اس حج کی صحت کے لیے شرط ہے کہ وُہ مجبوری آخر عمر تک مستمر رہے، اگر حج کے بعد مجبوری جاتی رہی اور بذاتِ خود حج کرنے پر قدرت پائی تو اس سے پہلے جتنے حج بدل اپنی طرف سے کرائے ہوں سب ساقط ہوگئے حج نفل کا ثواب رہ گیا فرض ادا نہ ہوا، اب اس پر فرض ہے کہ خود حج کرے پھر اگر غفلت کی اور وقت گزر گیا اور اب دوبارہ مجبوری لاحق ہوئی تو ازسرِ نو حج بدل کرانا ضرور ہے، ہاں اگر کسی کی معذوری ایسی ہو جو عادۃً اصلاً زوال پذیر نہیں اور اس نے حجِ بدل کرلیا اور اس کے بعد محض قدرت الٰہی مثلاً کسی ولی کی کرامت سے وہ عذر ناقابل الزوال زائل ہوگیا مثلاً اندھے نے حجِ بدل کرایا تھا پھر رب العزۃ نے اسے آنکھیں دے دیں تو اس کا وہ حج بدل ساقط نہ ہوا وہی کافی ہے، خود اگر حج کرے سعادت ہے ورنہ فرض ادا ہوگیا، ایسا زوال عذر کہ کرامت خرق عادت ہو معتبر نہیں، مسئلہ شرعیہ تو یہ ہے اور صورتِ سوال سے ظاہر کہ عورت نے پہلے جو دو حج بدل کرائے یا تو وُہ حقیقۃً ایسی مجبوری نہ تھی کہ خود نہ جاسکتی یا مرض وضعف وغیرہا کی وجہ سے مجبوری تھی اور بعد کو وہ مجبوری زائل ہوگئی کہ اس نے خود حج کا قصد کیا جس پر دلیل روشن، اسی نیت سے اس کا نکاح کرنا ہے ورنہ پچپن سالہ عورت کو نکاح کی کیا حاجت تھی، بہر حال ان دونوں صورتوں میں کوئی شکل ہو وُہ دونوں حجِ بدل یا تو سرے سے ناکافی تھے یا اب ساقط ہوگئے، صرف ثواب نفل رہا، فرض گردن پر باقی ہے خود ادا کرے، اور مجبور ونا امید ہو تو پھر حج بدل کرائے۔ وباللہ التوفیق واللہ تعالٰی (فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۶۶۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ضرورت نہ رہی۔

4- جس کی طرف سے کیا جائے اس نے حکم دیا ہو بغیر اس کے حکم کے نہیں ہوسکتا۔ ہاں وارث نے مورث کی طرف سے کیا تو اس میں حکم کی ضرورت نہیں۔

5- مصارف اُس کے مال سے ہوں جس کی طرف سے حج کیا جائے، لہٰذا اگر مامور نے اپنا مال صرف کیا حج بدل نہ ہوا یعنی جب کہ تبرّعاً ایسا کیا ہو اور اگر کُل یا اکثر اپنا مال صرف کیا اور جو کچھ اس نے دیا ہے اتنا ہے کہ خرچ اس میں سے وصول کرلے گا تو ہوگیا اور اتنا نہیں کہ جو کچھ اپنا خرچ کیا ہے وصول کرلے تو اگر زیادہ حصہ اس کا ہے جس نے حکم دیا ہے تو ہوگیا ورنہ نہیں۔

مسئلہ ۲: اپنا اور اُس کا مال ایک میں ملا دیا اور جتنا اُس نے دیا تھا اُتنا یا اس میں سے زیادہ حصہ کی برابر خرچ کیا تو حج بدل ہوگیا اور اس ملانے کی وجہ سے اُس پر تاوان لازم نہ آئے گا بلکہ اپنے ساتھیوں کے مال کے ساتھ بھی ملا سکتا ہے۔ (1A)

(1A) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الرابع عشر فی الحج عن الغیر، ج۱، ص۲۵۷، وردالمحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، مطلب فی الاستئجار علی الحج، ج۴، ص۲۳

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

حجِ بدل یعنی نیابۃً دوسرے کی طرف سے حجِ فرض ادا کرنا کہ اُس پر سے اسقاطِ فرض کرے ان شرائط سے مشروط ہے:

(۱) جس کی طرف سے حج کیا جائے قبل احجاج اس پر حج فرض ہو، اگر فقیر نے حج کرادیا پھر غنی ہوا خود حج کرنا فرض ہوگا۔

(۲) محجوج عنہ حجِ بدل یعنی نائب کے وقوفِ عرفہ کرنے سے پہلے خود ادا سے عاجز ہو، اگر بحالِ قدرت حج کرایا پھر عاجز ہوگیا ازسرِ نو احجاج لازم ہوگا۔

(۳) عجز اگر ممکن الزوال تھا مثل حبس ومرض، تو شرط ہے کہ تادمِ مرگ دائم رہے، اگر بعد حج خود قادر ہوا خود ادا فرض ہوگی بخلاف اس عجز کے کہ قابلِ زوال نہیں، جیسے نابینائی اگر بطور خرقِ عادت بعد احجاج زائل بھی ہوجائے اعادہ ضرور نہیں۔

(۴) حجِ بدل کرنے والا تنہا ایک محجوج عنہ کی طرف سے حج واحد کی نیت کرے مثلاً احرمت عن فلان یا اللھم لبیک عن فلان ا؎ اگر اس کی طرف سے نیت نہ کی یا دو حج کی نیت کی ایک اس کی طرف سے ایک اپنی طرف سے یا دو شخصوں کی طرف سے نیت کی ایک اس کی جانب ایک مُبہم آخر کی جانب سے، تو کافی نہ ہوگا۔ (ا؎ المنسک المتقسط مع ارشاد الساری باب الحج عن الغیر دارالکتاب العربی بیروت ص ۲۹۲)

(۵) یہ حج بامر محجوج عنہ ہو بلا اجازت دوسرے کی طرف سے حج کافی نہ ہوگا مگر جبکہ وارث اپنے مورث کی طرف سے حج کرے یا کرائے لقیامہ مقامہ خلافۃ۔

(۶) مصارف آمد ورفت وسائر نفقۂ حج کل یا اکثر مال محجوج عنہ سے ہوں۔ ←

مسئلہ ۳: وصیت کی تھی کہ میرے مال سے حج کرا دیا جائے اور وارث نے اپنے مال سے تبرّعاً کرایا تو حج بدل نہ ہوا اور اگر اپنے مال سے حج کیا یوں کہ جو خرچ ہوگا ترکہ میں سے لے لے گا تو ہوگیا اور لینے کا ارادہ نہ ہو تو نہیں اور اجنبی نے حج بدل اپنے مال سے کرا دیا تو نہ ہوا اگرچہ واپس لینے کا ارادہ ہو اگرچہ وہ خود اسی کو حج بدل کرنے کے لیے کہہ گیا ہو اور اگر یوں وصیت کی کہ میری طرف سے حج بدل کرا دیا جائے اور یہ نہ کہا کہ میرے مال سے اور وارث نے اپنے مال سے حج کرا دیا اگرچہ لینے کا ارادہ بھی نہ ہو، ہوگیا۔(2)

مسئلہ ۴: میّت کی طرف سے حج کرنے کے لیے مال دیا اور وہ کافی تھا مگر اُس نے اپنا مال بھی کچھ خرچ کیا ہے تو جو خرچ ہوا وصول کرلے اور اگر ناکافی تھا مگر اکثر میّت کے مال سے صرف ہوا تو میّت کی طرف سے ہوگیا، ورنہ نہیں۔(3)

6- جس کو حکم دیا وہی کرے، دوسرے سے اُس نے حج کرایا تو نہ ہوا۔

مسئلہ ۵: میّت نے وصیت کی تھی کہ میری طرف سے فُلاں شخص حج کرے اور وہ مر گیا یا اُس نے انکار کر دیا،

---

(۷) حج اگر بحیات محجوج عنہ ہو تو جسے اس نے امر کیا وہی حج کرے، وہ دوسرے سے کرادے گا تو ادا نہ ہوگا اور اگر بعد وفات محجوج عنہ ہے تو مامور دوسرے کو بھی اپنی جگہ قائم کرسکتا ہے اگرچہ میت نے اس کا نام لے کر وصیت کی ہو کہ فلاں میری طرف سے حج کرے، ہاں اگر صراحۃً اس نے نہی کردی تھی کہ وہی کرے، نہ دوسرا، تو اب دوسرا کافی نہیں۔

(۸) حج بدل کرنے والا اکثر راستہ سواری پر طے کرے اگر باوصف گنجائش نفقہ پیادہ حج کرے گا نفقہ واپس دے دے گا اور حج اس کی طرف سے نہ ہوگا۔

(۹) محجوج عنہ جب اہل آفاق سے ہو تو لازم ہے کہ اس کی طرف سے حج آفاقی کیا جائے اگر اس نے حج کو بھیجا اس نے عمرہ کا احرام باندھا بعد عمرہ مکہ معظمہ سے احرام حج باندھا اس کی طرف سے حج نہ ہوگا کہ یہ حج مکی ہوا نہ آفاقی، ہاں اگر قریب حج میقات کی طرف نکل کر احرامِ حج میقات سے باندھے تو جائز ہے کہ حج آفاقی ہوا نہ مکی۔

(۱۰) مخالفت نہ کرے مثلاً تنہا حج کے لیے امر کیا تھا اس نے قران یا تمتع کیا نفقہ واپس دے گا اور حج اس کی طرف سے نہ ہوگا۔

(۱۱) حج بدل کرنے والا حج صحیح اس دفعہ میں ادا کرے، نا عاقل بچے یا مجنون کا حج کافی نہیں، ہاں مراہق کا کافی ہے، یونہی اگر وہ حج فاسد کر دیا کافی نہ ہوگا اگرچہ قضا بھی کرے۔ بیس ۲۰ شرطیں منسک متقسط میں ہیں انہیں گیارہ میں آگئیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۶۵۹ - ۶۶۰ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) ردالمحتار، کتاب الحج، ج ۴، ص ۲۸۔

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الرابع عشر فی الحج عن الغیر، ج ۱، ص ۲۵۷۔

اب دوسرے سے حج کرالیا گیا تو جائز ہے۔(4)

7- سواری پر حج کو جائے پیدل حج کیا تو نہ ہوا، لہٰذا سواری میں جو کچھ صرف ہوا دینا پڑے گا۔ ہاں اگر خرچ میں کمی پڑی تو پیدل بھی ہو جائے گا۔ سواری سے مراد یہ ہے کہ اکثر راستہ سواری پر قطع کیا ہو۔

8- اس کے وطن سے حج کو جائے۔

9- میقات سے حج کا احرام باندھے اگر اس نے اس کا حکم کیا ہو۔

10- اُس کی نیت سے حج کرے اور افضل یہ ہے کہ زبان سے بھی لَبَّیْکَ عَنْ فُلَان (5) کہہ لے اور اگر اس کا نام بھول گیا ہے تو یہ نیت کرلے کہ جس نے مجھے بھیجا ہے اس کی طرف سے کرتا ہوں اور ان کے علاوہ اور بھی شرائط ہیں جو ضمناً مذکور ہونگی۔ یہ شرطیں جو مذکور ہوئیں حجِ فرض میں ہیں، حجِ نفل ہو تو ان میں سے کوئی شرط نہیں۔(6)

مسئلہ ۶: احرام باندھتے وقت یہ نیت نہ تھی کہ کس کی طرف سے حج کرتا ہوں تو جب تک حج کے افعال شروع نہ کیے اختیار ہے کہ نیت کرلے۔(7)

مسئلہ ۷: جس کو بھیجے اس سے یوں نہ کہے کہ میں نے تجھے اپنی طرف سے حج کرنے کے لیے اجیر بنایا یا نوکر رکھا کہ عبادت پر اجارہ کیسا، بلکہ یوں کہے کہ میں نے اپنی طرف سے تجھے حج کے لیے حکم دیا اور اگر اجارہ کا لفظ کہا جب بھی حج ہو جائے گا مگر اُجرت کچھ نہ ملے گی صرف مصارف ملیں گے۔(8)

مسئلہ ۸: حجِ بدل کی سب شرطیں جب پائی جائیں تو جس کی طرف سے کیا گیا اس کا فرض ادا ہوا اور یہ حج کرنے والا بھی ثواب پائے گا مگر اس حج سے اُس کا حجۃ الاسلام ادا نہ ہوگا۔(9)

مسئلہ ۹: بہتر یہ ہے کہ حج بدل کے لیے ایسا شخص بھیجا جائے جو خود حجۃ الاسلام (حجِ فرض) ادا کر چکا ہو اور اگر ایسے کو بھیجا جس نے خود نہیں کیا ہے، جب بھی حجِ بدل ہو جائے گا۔(10) اور اگر خود اس پر حج فرض ہو اور ادا نہ کیا ہو تو

---

(4) ردالمحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، مطلب في الفرق بین العبادۃ والقربۃ والطاعۃ، ج۴، ص۱۹.

(5) فلاں کی جگہ جس کے نام پر حج کرنا چاہتا ہے اُس کا نام لے مثلاً لبیک عَنْ عَبْدِ اللہ۔

(6) ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب شروط الحج عن الغیر عشرون، ج۴، ص۲۰.

(7) ردالمحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، مطلب في الفرق بین العبادۃ والقربۃ والطاعۃ، ج۴، ص۱۸.

(8) ردالمحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، مطلب في الاستیجار علی الحج، ج۴، ص۲۲.

(9) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، مطلب في الاستیجار علی الحج، ج۴، ص۲۴.

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الخامس عشر في الوصیۃ بالحج، ج۱، ص۲۵۷.

اسے بھیجنا مکروہ تحریمی ہے۔(11)

مسئلہ ۱۰: افضل یہ ہے کہ ایسے شخص کو بھیجیں جو حج کے طریقے اور اُس کے افعال سے آگاہ ہو اور بہتر یہ ہے کہ آزاد مرد ہو اور اگر آزاد عورت یا غلام یا باندی یا مراہق یعنی قریب البلوغ بچہ سے حج کرایا جب بھی ادا ہو جائے گا۔(12)

مسئلہ ۱۱: مجنون یا کافر (مثلاً وہابی زمانہ وغیرہ) کو بھیجا تو ادا نہ ہوا کہ یہ اس کے اہل ہی نہیں۔(13)

مسئلہ ۱۲: دو شخصوں نے ایک ہی کو حج بدل کے لیے بھیجا، اس نے ایک حج میں دونوں کی طرف سے لبیک کہا تو دونوں میں کسی کی طرف سے نہ ہوا بلکہ اس حج کرنے والے کا ہوا اور دونوں کو تاوان دے اور اب اگر چاہے کہ دونوں میں سے ایک کے لیے کر دے تو یہ بھی نہیں کر سکتا اور اگر ایک کی طرف سے لبیک کہا مگر یہ معین نہ کیا کہ کس کی طرف سے تو اگر یوہیں مبہم رکھا جب بھی کسی کا نہ ہوا اور اگر بعد میں یعنی افعال حج ادا کرنے سے پہلے معین کر دیا تو جس کے لیے کیا اُس کا ہو گیا اور اگر احرام باندھتے وقت کچھ نہ کہا کہ کس کی طرف سے ہے نہ معین نہ مبہم جب بھی یہی دونوں صورتیں ہیں۔(14)

مسئلہ ۱۳: ماں باپ دونوں کی طرف سے حج کیا تو اُسے اختیار ہے کہ اس حج کو باپ کے لیے کر دے یا ماں کے لیے اور اُس کا حج فرض ادا ہوگا یعنی جب کہ ان دونوں نے اُسے حکم نہ کیا اور اگر حج کا حکم دیا ہو تو اس میں بھی وہی احکام ہیں جو اوپر مذکور ہوئے اور اگر بغیر کہے اپنے آپ دو شخصوں کی طرف سے حجِ نفل کا احرام باندھا تو اختیار ہے جس کے لیے چاہے کر دے مگر اس سے اُس کا فرض ادا نہ ہوگا جب کہ وہ اجنبی ہے۔ یوہیں ثواب پہنچانے کا بھی اختیار رہے بلکہ ثواب تو دونوں کو پہنچا سکتا ہے۔(15)

مسئلہ ۱۴: حج فرض ہونے کے بعد مجنون ہو گیا تو اُس کی طرف سے حج بدل کرایا جا سکتا ہے۔(16)

---

(11) المسلک المتقسط للقاری، (باب الحج عن الغیر)، ص ۴۵۳۔

(12) الدرالمختار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، ج ۴، ص ۲۵، وغیرہ۔

(13) الدرالمختار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، ج ۴، ص ۲۶۔

(14) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الرابع عشر فی الحج عن الغیر، ج ۱، ص ۲۵۷۔

(15) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الرابع عشر فی الحج عن الغیر، ج ۱، ص ۲۵۷۔

وردالمحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر مطلب العمل علی القیاس دون الاستحسان ھنا، ج ۴، ص ۳۱۔

(16) ردالمحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر مطلب شروط الحج عن الغیر عشرون، ج ۴، ص ۲۱۔

مسئلہ ۱۵: صرف حج یا صرف عمرہ کو کہا تھا اُس نے دونوں کا احرام باندھا، خواہ دونوں اُسی کی طرف سے کیے یا ایک اس کی طرف سے، دوسرا اپنی یا کسی اور کی طرف سے بہر حال اس کا حج ادا نہ ہوا تاوان دینا آئے گا۔(17)

مسئلہ ۱۶: حج کے لیے کہا تھا اُس نے عمرہ کا احرام باندھا، پھر مکہ معظمہ سے حج کا جب بھی اُس کی مخالفت ہوئی لہٰذا تاوان دے۔(18)

مسئلہ ۱۷: حج کے لیے کہا تھا اُس نے حج کرنے کے بعد عمرہ کیا یا عمرہ کے لیے کہا تھا اس نے عمرہ کر کے حج کیا، تو اِس میں مخالفت نہ ہوئی اُس کا حج یا عمرہ ادا ہوگیا۔ مگر اپنے حج یا عمرہ کے لیے جو خرچ کیا خود اس کے ذمہ ہے، بھیجنے والے پر نہیں اور اگر اُولٹا کیا یعنی جو اُس نے کہا اسے بعد میں کیا تو مخالفت ہوگئی، اس کا حج یا عمرہ ادا نہ ہوا تاوان دے۔(19)

مسئلہ ۱۸: ایک شخص نے اس سے حج کو کہا دوسرے نے عمرہ کو مگر ان دونوں نے جمع کرنے کا حکم نہ دیا تھا، اس نے دونوں کو جمع کر دیا تو دونوں کا مال واپس دے اور اگر یہ کہہ دیا تھا کہ جمع کر لینا تو جائز ہوگیا۔(20)

مسئلہ ۱۹: افضل یہ ہے کہ جسے حجِ بدل کے لیے بھیجا جائے، وہ حج کر کے واپس آئے اور جانے آنے کے مصارف بھیجنے والے پر ہیں اور اگر وہیں رہ گیا جب بھی جائز ہے۔(21)

مسئلہ ۲۰: حج کے بعد قافلہ کے انتظار میں جتنے دن ٹھہرنا پڑے، اِن دنوں کے مصارف بھیجنے والے کے ذمہ ہیں اور اس سے زائد ٹھہرنا ہو تو خود اس کے ذمہ مگر جب وہاں سے چلا تو واپسی کے مصارف بھیجنے والے پر ہیں اور اگر مکہ معظمہ میں بالکل رہنے کا ارادہ کر لیا تو اب واپسی کے اخراجات بھی بھیجنے والے پر نہیں۔(22)

مسئلہ ۲۱: جس کو بھیجا وہ اپنے کسی کام میں مشغول ہوگیا اور حج فوت ہوگیا تو تاوان لازم ہے، پھر اگر سال آئندہ اس نے اپنے مال سے حج کر دیا تو کافی ہوگیا اور اگر وقوفِ عرفہ سے پہلے جماع کیا جب بھی یہی حکم ہے اور اُسے اپنے مال سے سالِ آئندہ حج وعمرہ کرنا ہوگا اور اگر وقوف کے بعد جماع کیا تو حج ہوگیا اور اُس پر اپنے مال سے دَم دینا لازم

---

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الرابع عشر في الحج عن الغیر، ج۱، ص۲۵۸.

(18) المرجع السابق، وردالمحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، مطلب العمل علی القیاس... إلخ، ج۴، ص۳۶.

(19) المرجع السابق.

(20) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الرابع عشر في الحج عن الغیر، ج۱، ص۲۵۸.

(21) المرجع السابق

(22) المرجع السابق

اور اگر غیر اختیاری آفت میں مبتلا ہو گیا تو جو کچھ پہلے خرچ ہو چکا ہے، اُس کا تاوان نہیں مگر واپسی میں اب اپنا مال خرچ کرے۔(23)

مسئلہ ۲۲: نزدیک راستہ چھوڑ کر دُور کی راہ سے گیا، کہ خرچ زیادہ ہوا اگر اس راہ سے حاجی جایا کرتے ہیں تو اس کا اُسے اختیار ہے۔(24)

مسئلہ ۲۳: مرض یا دشمن کی وجہ سے حج نہ کرسکا یا اور کسی طرح پر مُحصر ہوا تو اس کی وجہ سے جو دَم لازم آیا، وہ اُس کے ذمہ ہے جس کی طرف سے گیا اور باقی ہر قسم کے دَم اِس کے ذمہ ہیں۔ مثلاً سلا ہوا کپڑا پہنا یا خوشبو لگائی یا بغیر احرام میقات سے آگے بڑھا یا شکار کیا یا بھیجنے والے کی اجازت سے قران وتمتع کیا۔(25)

مسئلہ ۲۴: جس پر حج فرض ہو یا قضا یا منت کا حج اُس کے ذمہ ہو اور موت کا وقت قریب آ گیا تو واجب ہے کہ وصیت کرجائے۔(26)

مسئلہ ۲۵: جس پر حج فرض ہے اور نہ ادا کیا نہ وصیت کی تو بالا جماع گنہگار ہے، اگر وارث اُس کی طرف سے حجِ بدل کرانا چاہے تو کراسکتا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ امید ہے کہ ادا ہو جائے اور اگر وصیت کر گیا تو تہائی مال سے کرایا جائے اگرچہ اُس نے وصیت میں تہائی کی قید نہ لگائی۔ مثلاً یہ کہہ مرا کہ میری طرف سے حجِ بدل کرایا جائے۔(27)

مسئلہ ۲۶: تہائی مال کی مقدار اتنی ہے کہ وطن سے حج کے مصارف کے لیے کافی ہے تو وطن ہی سے آدمی بھیجا جائے، ورنہ بیرونِ میقات جہاں سے بھی اُس تہائی سے بھیجا جاسکے۔ یونہیں اگر وصیت میں کوئی رقم معین کردی ہو تو اس رقم میں اگر وہاں سے بھیجا جاسکتا ہے تو بھیجا جائے ورنہ جہاں سے ہو سکے اور اگر وہ تہائی یا وہ رقم معین بیرونِ میقات کہیں سے بھی کافی نہیں تو وصیت باطل۔(28)

مسئلہ ۲۷: کوئی شخص حج کو چلا اور راستہ میں یا مکہ معظّمہ میں وقوفِ عرفہ سے پہلے اُس کا انتقال ہو گیا تو اگر اُسی

---

(23) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الرابع عشر في الحج عن الغیر، ج۱، ص۲۵۸.

والدرالمختار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، ج۴، ص۳۶.

(24) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الرابع عشر في الحج عن الغیر، ج۱، ص۲۵۸.

(25) الدرالمختار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، ج۴، ص۳۶۔۳۷.

(26) لباب المناسک والمسلک المتقسط، (باب الحج عن الغیر)، ص۴۳۴.

(27) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الرابع عشر في الحج عن الغیر، ج۱، ص۲۵۸.

(28) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الرابع عشر في الحج عن الغیر، ج۱، ص۲۵۹.

والدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر مطلب العمل علی القیاس... إلخ، ج۴، ص۳۷.

سال اُس پر حج فرض ہوا تھا تو وصیت واجب نہیں اور اگر وقوف کے بعد انتقال ہوا تو حج ہوگیا، پھر اگر طوافِ فرض باقی ہے اور وصیت کرگیا کہ اُس کا حج پورا کر دیا جائے تو اُس کی طرف سے بدنہ کی قربانی کر دی جائے۔ (29)

(29) ردالمحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر مطلب فی حج الصرورۃ، ج ۴، ص ۲۷۔

حج کے لئے نکلنے والے کے فوت ہو جانے کا ثواب

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا

ترجمہ کنزالایمان: اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہوگیا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے (پ 5، النسآء: 100)۔

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک شخص شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہ وسلَّم کے ساتھ کھڑا تھا کہ اچانک سواری سے گر کر اسکی گردن ٹوٹ گئی۔ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اسے پانی اور بیری کے پتوں کے ساتھ غسل دو اور اسے انہی کپڑوں میں کفناؤ اور اس کے سر کو مت ڈھانپو اور خوشبو نہ لگاؤ کیونکہ یہ قیامت کے دن تلبیہ پڑھتا ہوا اُٹھے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حالتِ احرام میں تھا۔ اس کی اونٹنی نے اسے گرا کر اسکی گردن توڑ دی اور وہ مرگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو حکم فرمایا، اسے پانی اور بیری کے پتوں کے ساتھ غسل دیکر اس کا چہرہ (یا فرمایا) اس کا سر کھول دو کیونکہ یہ قیامت کے دن بلند آواز کے ساتھ تلبیہ پڑھتے ہوئے اٹھے گا۔

(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب ما یفعل بالمحرم اذا مات، رقم ۱۲۰۶، ص ۶۲۰، ۶۲۲)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہ وسلَّم نے فرمایا، جو حج کے ارادے سے نکلے اور مرجائے اس کے لئے قیامت تک حج کرنے والے کا ثواب لکھا جاتا رہے گا اور جو عمرہ کے ارادہ سے نکلا اور مرگیا اس کے لئے قیامت تک کے لئے عمرہ کرنے والے کا ثواب لکھا جاتا رہے گا اور جو جہاد کے ارادے سے نکلا پھر مرگیا تو اس کے لئے قیامت تک جہاد کرنے والے کا ثواب لکھا جائے گا۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الحج، باب الترغیب فی الحج والعمرۃ، رقم ۳۴، ج ۲، ص ۱۱۱)

حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہ وسلَّم نے فرمایا، جو حج کے لئے مکہ کے راستے میں آتے یا جاتے ہوئے مرگیا اس سے نہ تو کوئی سوال ہوگا اور نہ ہی اس سے حساب لیا جائے گا اور اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔ (الترغیب والترہیب، کتاب الحج، باب فی الحج والعمرۃ ما جاء فیمن خرج یقصد حما فمات، رقم ۴۷، ج ۲، ص ۱۱۲) ←

مسئلہ ۲۸: راستہ میں انتقال ہوا اور حجِ بدل کی وصیت کر گیا تو اگر کوئی رقم یا جگہ معین کر دی ہے تو اس کے کہنے کے موافق کیا جائے، اگرچہ اس کے مال کی تہائی اتنی تھی کہ اُس کے وطن سے بھیجا جاسکتا اور اس نے غیر وطن سے بھیجنے کی وصیت کی یا وہ رقم اتنی بتائی کہ اس میں وطن سے نہیں جایا جاسکتا تو گنہگار ہوا اور معین نہ کی تو وطن سے بھیجا جائے۔(30)

مسئلہ ۲۹: وصی نے یعنی جس کو کہہ گیا کہ تو میری طرف سے حج کرا دینا، غیر جگہ سے بھیجا اور تہائی اتنی تھی کہ وطن سے بھیجا جاسکتا ہے تو یہ حج میت کی طرف سے نہ ہوا بلکہ وصی کی طرف سے ہوا، لہٰذا میت کی طرف سے یہ شخص دوبارہ اپنے مال سے حج کرائے مگر جب کہ وہ جگہ جہاں سے بھیجا ہے وطن سے قریب ہو کہ وہاں جا کر رات کے آنے سے پہلے واپس آسکتا ہو تو ہو جائے گا۔(31)

مسئلہ ۳۰: مال اس قابل نہیں کہ وطن سے بھیجا جائے تو جہاں سے ہو سکے بھیجیں، پھر اگر حج کے بعد کچھ بچ رہا جس سے معلوم ہوا کہ اور ادھر سے بھیجا جاسکتا تھا تو وصی پر اس کا تاوان ہے، لہٰذا دوبارہ حجِ بدل وہاں سے کرائے جہاں سے ہوسکتا تھا مگر جب کہ بہت تھوڑی مقدار بچی مثلاً توشہ وغیرہ۔(32)

مسئلہ ۳۱: اگر اس کے لیے وطن نہ ہو تو جہاں انتقال ہوا وہاں سے حج کو بھیجا جائے اور اگر متعدد وطن ہوں تو ان میں جو جگہ مکہ معظمہ سے زیادہ قریب ہو وہاں سے۔(33)

مسئلہ ۳۲: اگر یہ کہہ گیا کہ تہائی مال سے ایک حج کرا دینا تو ایک حج کرا دیں اور چند حج کی وصیت کی اور ایک

حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہ وسلَّم نے فرمایا، یہ گھر اسلام کے ارکان میں سے ایک رکن ہے تو جس نے اس گھر کا حج یا عمرہ کیا وہ اللہ عزوجل کی ضمانت میں ہے اگر مرجائے تو اسے جنت میں داخل فرمائے گا اور اگر اپنے گھر کی طرف واپس ہو تو ثواب وغنیمت لے کر لوٹے گا۔

(مجمع الزوائد، کتاب الحج، باب فضل الحج والعمرۃ، رقم ۵۲۷۵، ج ۳، ص ۴۷۹)

ام المؤمنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہ وسلَّم نے فرمایا، جو اس سمت حج یا عمرہ کرنے نکلا پھر راستے میں ہی مرگیا تو اس سے کوئی سوال نہ کیا جائے گا اور نہ ہی اس کا حساب ہوگا اور اس سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جا۔(المعجم الاوسط، رقم ۵۳۸۸، ج ۴، ص ۱۱۱)

(30) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر مطلب في حج الصرورۃ، ج ۴، ص ۲۷۔

(31) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الخامس عشر في الوصیۃ بالحج، ج ۱، ص ۲۵۹۔

وردالمحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر مطلب العمل علی القیاس دون الاستحسان ھنا، ج ۴، ص ۲۷۔

(32) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الخامس عشر في الوصیۃ بالحج، ج ۱، ص ۲۵۹۔

(33) المرجع السابق

سے زیادہ نہیں ہوسکتا تو ایک حج کرادیں اس کے بعد جو بچے وارث لے لیں اور اگر یہ وصیت کی کہ میرے مال کی تہائی سے حج کرایا جائے یا کئی حج کرائے جائیں اور کئی ہو سکتے ہیں تو جتنے ہو سکتے ہیں کرائے جائیں، اب اگر کچھ بچ رہا جس سے وطن سے نہیں بھیجا جاسکتا تو جہاں سے ہو سکے اور کئی حج کی صورت میں اختیار ہے کہ سب ایک ہی سال میں ہوں یا کئی سال میں اور بہتر اول ہے۔ یوہیں اگر یوں وصیت کی کہ میرے مال کی تہائی سے ہر سال ایک حج کرایا جائے تو اس میں بھی اختیار ہے کہ سب ایک ساتھ ہوں یا ہر سال ایک اور اگر یوں کہا کہ میرے مال میں ہزار روپے سے حج کرایا جائے تو اس میں جتنے حج ہوسکیں کرادیے جائیں۔(34)

مسئلہ ۳۳: اگر وصی سے یہ کہا کہ کسی کو مال دے کر میری طرف سے حج کرادینا تو وصی خود اُس کی طرف سے حجِ بدل نہیں کرسکتا اور اگر یہ کہا کہ میری طرف سے حجِ بدل کرادیا جائے تو وصی خود بھی کرسکتا ہے اور اگر وصی وارث بھی ہے یا وصی نے وارث کو مال دے دیا کہ وہ وارث حجِ بدل کرے تو اب باقی ورثہ اگر بالغ ہوں اور ان کی اجازت سے ہو تو ہوسکتا ہے ورنہ نہیں۔(35)

مسئلہ ۳۴: حج کی وصیت کی تھی اُس کے انتقال کے بعد حج کے مصارف نکالنے کے بعد ورثہ نے مال تقسیم کرلیا، پھر وہ مال جو حج کے لیے نکالا تھا ضائع ہوگیا تو اب جو باقی ہے اُس کی تہائی سے حج کا خرچ نکالیں پھر اگر تلف ہوجائے تو بقیہ کی تہائی سے وعلیٰ ہذا القیاس یہاں تک کہ مال ختم ہوجائے اور وہ مال وصی کے پاس سے ضائع ہوا ہو یا اس کے پاس سے جس کو حج کے لیے بھیجنا چاہتے ہیں دونوں کا ایک حکم ہے۔(36)

مسئلہ ۳۵: جسے حج کرنے کو بھیجا وقوفِ عرفہ سے پیشتر اس کا انتقال ہوگیا یا مال چوری گیا پھر جو مال باقی رہ گیا، اُس کی تہائی سے دوبارہ وطن سے حج کرنے کے لیے کسی کو بھیجا جائے اور اگر اتنے میں وطن سے نہیں بھیجا جاسکتا تو جہاں سے ہوسکے اور اگر دوسرا شخص بھی مرگیا یا پھر مال چوری ہوگیا تو اب جو کچھ مال ہے، اس کی تہائی سے بھیجا جائے اور یکے بعد دیگرے یوہیں کرتے رہیں، یہاں تک کہ مال کی تہائی اس قابل نہ رہی کہ اس سے حج ہوسکے تو وصیت باطل ہوگئی اور اگر وقوفِ عرفہ کے بعد مرا تو وصیت پوری ہوگئی۔(37)

---

(34) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الخامس عشرفي الوصیۃ بالحج، ج۱،ص۲۵۹.

وردالمحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر مطلب العمل علی القیاس دون الاستحسان ھنا، ج۴،ص۲۷..

(35) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الخامس عشرفي الوصیۃ بالحج، ج۱،ص۲۵۹.

(36) لباب المناسک والمسلک المتقسط، (باب الحج عن الغیر)،ص۴۵۴۔۴۵۵.

(37) الدرالمختار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، ج۴،ص۳۷، وغیرہ

مسئلہ ۳۶: جسے بھیجا تھا وہ وقوف کرکے بغیر طواف کیے واپس آیا تو میت کا حج ہوگیا مگر اسے عورت کے پاس جانا حلال نہیں، اُسے حکم ہے کہ اپنے خرچ سے واپس جائے اور جو افعال باقی ہیں ادا کرے۔(38)

مسئلہ ۳۷: وصی نے کسی کو اس سال حجِ بدل کے لیے مقرر کیا اور خرچ بھی دے دیا مگر وہ اس سال نہ گیا، سال آئندہ جاکر ادا کیا تو ہوگیا اُس پر تاوان نہیں۔(39)

مسئلہ ۳۸: جسے بھیجا وہ مکہ معظمہ میں جاکر بیمار ہوگیا اور سارا مال خرچ ہوگیا تو وصی کے ذمہ واپسی کے لیے خرچ بھیجنا لازم نہیں۔(40)

مسئلہ ۳۹: جسے حج کے لیے مقرر کیا وہ بیمار ہوگیا تو اُسے یہ اختیار نہیں کہ دوسرے کو بھیج دے، ہاں اگر بھیجنے والے نے اُسے اجازت دیدی ہو تو دوسرے کو بھیج سکتا ہے۔ لہٰذا بھیجتے وقت چاہیے کہ یہ اجازت دیدی جائے۔(41)

مسئلہ ۴۰: اگر اس سے یہ کہہ دیا کہ خرچ ختم ہو جائے تو قرض لے لینا اور اُس کا ادا کرنا میرے ذمہ ہے تو جائز ہے۔(42)

مسئلہ ۴۱: احرام کے بعد راستہ میں مال چوری گیا، اُس نے اپنے پاس سے خرچ کرکے حج کیا اور واپس آیا تو بغیر حکم قاضی بھیجنے والے سے وصول نہیں کرسکتا۔(43)

مسئلہ ۴۲: یہ وصیت کی کہ فُلاں شخص میری طرف سے حج کرے اور وہ شخص مر گیا تو کسی اور کو بھیج دیں مگر جب کہ حصر کردیا ہو کہ وہی کرے دوسرا نہیں تو مجبوری ہے۔(44)

مسئلہ ۴۳: ایک شخص نے اپنی طرف سے حجِ بدل کے لیے خرچ دے کر بھیجا، بعدہٗ اس کا انتقال ہوگیا اور حج کی وصیت نہ کی تو وارث اُس شخص سے مال واپس لے سکتے ہیں اگرچہ احرام باندھ چکا ہو۔(45)

مسئلہ ۴۴: مصارفِ حج سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کی سفرِ حج میں ضرورت پڑتی ہے۔ مثلاً کھانا پانی، راستہ میں

---

(38) الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب الخامس عشر في الوصية بالحج، ج۱، ص۲۶۰.

(39) المرجع السابق

(40) المرجع السابق

(41) المرجع السابق. والدرالمختار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، ج۴، ص۲۶.

(42) الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب الخامس عشر في الوصية بالحج، ج۱، ص۲۶۰.

(43) المرجع السابق

(44) المرجع السابق

(45) الدرالمختار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، ج۴، ص۴۰.

پہننے کے کپڑے، احرام کے کپڑے، سواری کا کرایہ، مکان کا کرایہ، مشکیزہ، کھانے پینے کے برتن، جلانے اور سر میں ڈالنے کا تیل، کپڑے دھونے کے لیے صابون، پہرا دینے والے کی اُجرت، حجامت کی بنوائی غرض جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے اُن کے اخراجات متوسط کہ نہ فضول خرچی ہو، نہ بہت کمی اور اُس کو یہ اختیار نہیں کہ اس مال میں سے خیرات کرے یا کھانا فقیروں کو دیدے یا کھاتے وقت دوسروں کو بھی کھلائے ہاں اگر بھیجنے والے نے ان اُمور کی اجازت دیدی ہو تو کرسکتا ہے۔(46)

مسئلہ ۴۵: جس کو بھیجا ہے اگر وہ اپنا کام اپنے آپ کیا کرتا تھا اور اب خادم سے کام لیا تو اس کا خرچ خود اس کے ذمہ ہے اور اگر خود نہیں کرتا تھا تو بھیجنے والے کے ذمہ۔(47)

مسئلہ ۴۶: حج سے واپسی کے بعد جو کچھ بچا واپس کردے، اُسے رکھ لینا جائز نہیں اگرچہ وہ کتنی ہی تھوڑی سی چیز ہو، یہاں تک کہ توشہ میں سے جو کچھ بچا وہ اور کپڑے اور برتن غرض تمام سامان واپس کردے بلکہ اگر شرط کرلی ہو کہ جو بچے گا واپس نہ کروں گا جب بھی کہ یہ شرط باطل ہے مگر دو ۲ صورتوں میں، اول یہ کہ بھیجنے والا اسے وکیل کردے کہ جو بچے اُسے اپنے کو تو ہبہ کردینا اور قبضہ کرلینا، دوم ۲ یہ کہ اگر قریب بمرگ ہو تو اُسے وصیت کردے کہ جو بچے اُس کی میں نے تجھے وصیت کی اور اگر یوں وصیت کی کہ وصی سے کہہ دیا کہ جو بچے وہ اُس کے لیے ہے جو بھیجا جائے یا تو جسے چاہے دیدے تو یہ وصیت باطل ہے وارث کا حق ہوجائے گا اور واپس کرنا پڑے گا۔(48)

مسئلہ ۴۷: یہ وصیت کی کہ ایک ہزار فلاں کو دیا جائے اور ایک ہزار مسکینوں کو اور ایک ہزار سے حج کرایا جائے اور ترکہ کی تہائی کل دو ہزار ہے تو دو ہزار میں برابر برابر کے تین حصے کیے جائیں۔ ایک حصہ تو اُسے دیں جس کے لیے کہا اور حج و مساکین کے دونوں حصے ملا کر جتنے سے حج ہوسکے حج کرایا جائے اور جو بچے مسکینوں کو دیا جائے۔(49)

مسئلہ ۴۸: زکاۃ و حج اور کسی کو دینے کی وصیت کی تو تہائی کے تین حصے کریں اور زکاۃ و حج میں جسے اُس نے پہلے کہا اُسے پہلے کریں۔ اُس سے جو بچے دوسرے میں صرف کریں، فرض اور منّت کی وصیت کی تو فرض مقدم ہے اور نفل و نذر میں نذر مقدم ہے اور سب فرض یا نفل یا واجب ہیں تو مقدم وہ ہے جسے اُس نے پہلے کہا۔(50)

---

(46) لباب المناسک، (باب الحج عن الغیر، فصل فی النفقۃ)، ص۴۵۶۔۴۵۷۔

(47) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الخامس عشر فی الوصیۃ بالحج، ج۱، ص۲۶۰۔

(48) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر مطلب العمل علی القیاس... الخ، ج۴، ص۳۸۔

(49) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الخامس عشر فی الوصیۃ بالحج، ج۱، ص۲۶۰۔

(50) الدرالمختار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، ج۴، ص۴۱۔

ہدی کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَاۤ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۳۳﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ) (1)

اور جو اللہ (عزوجل) کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیز گاری سے ہے، تمھارے لیے چوپایوں میں ایک مقرر میعاد تک فائدے ہیں پھر ان کا پہنچنا ہے اِس آزاد گھر تک۔ اور ہر اُمت کے لیے ہم نے ایک قربانی مقرر کی کہ اللہ (عزوجل) کا نام ذکر کریں، اُن بے زبان چوپایوں پر جو اُس نے انھیں دیے۔

اور فرماتا ہے:

(وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۳۶﴾ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۷﴾) (2)

اور قربانی کے اونٹ، گائے ہم نے تمھارے لیے اللہ (عزوجل) کی نشانیوں سے کیے، تمھارے لیے ان میں بھلائی ہے تو اُن پر اللہ (عزوجل) کا نام لو، ایک پاؤں بندھے، تین پاؤں سے کھڑے پھر جب اُن کی کروٹیں گر جائیں تو اُن میں سے خود کھاؤ اور قناعت کرنے والے اور بھیک مانگنے والے کو کھلاؤ۔ یوہیں ہم نے ان کو تمھارے قابو میں کردیا کہ تم احسان مانو، اللہ (عزوجل) کو ہرگز نہ اُن کے گوشت پہنچتے ہیں، نہ اُن کے خون، ہاں اُس تک تمھاری پرہیزگاری پہنچتی ہے۔ یوہیں اُن کو تمھارے قابو میں کردیا کہ تم اللہ (عزوجل) کی بڑائی بولو، اُس پر کہ اُس نے تمھیں ہدایت فرمائی اور خوشخبری پہنچادو نیکی کرنے والوں کو۔

❁❁❁❁❁

---

(1) پ۱۷، الحج: ۳۲۔۳۴

(2) پ۱۷، الحج: ۳۶۔۳۷.

احادیث

حدیث ۱: صحیحین میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی، کہتی ہیں: میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قربانیوں کے ہار اپنے ہاتھ سے بنائے پھر حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اُن کے گلوں میں ڈالے اور اُن کے کوہان چیرے اور حرم کو روانہ کیں۔ (1)

حدیث ۲: صحیح مسلم شریف میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دسویں ذی الحجہ کو عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے ایک گائے ذبح فرمائی۔ اور دوسری روایت میں ہے۔ کہ ازواجِ مُطہرات کی طرف سے حج میں گائے ذبح کی۔ (2)

---

(1) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب استحباب بعث الھدی إلی الحرم... إلخ، الحدیث: ۳۶۲۔(۱۳۲۱)، ص۶۸۶.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یہ واقعہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حج سے ایک سال پہلے کا ہے جب آپ نے حضرت ابوبکر صدیق کو حج کے موقعہ پر مکہ معظمہ کچھ اعلانات کے لیے امیر حج بنا کر بھیجا۔

۲۔ ام المؤمنین کو خبر پہنچی تھی کہ سیدنا عبداللہ ابن عباس ہدی بھیجنے والے کو محرم مانتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جب تک مکہ معظمہ میں اس کی ہدی ذبح نہ ہوجائے تب تک یہ تمام ممنوعات احرام سے بچے ان کے جواب میں آپ یہ فرمارہی ہیں کہ ہدی بھیجنے سے انسان محرم نہیں ہوجاتا۔ سیدنا عبداللہ ابن عمر، عطاء، مجاہد، سعید ابن جبیر کا بھی یہی مذہب تھا، شاید ان بزرگوں کو یہ حدیث پہنچی نہیں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۴، ص۲۴۴)

(2) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب جواز الاشتراک فی الھدی... إلخ، الحدیث: ۳۵۶۔(۱۳۱۹)، ۳۵۷(۱۳۱۹)، ص۶۸۴، ۶۸۵.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ غالبًا یہ قربانی ہے جو مدینہ منورہ میں کی گئی۔ گائے میں سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں مگر ایک کی طرف سے بھی جائز ہے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ گائے کی قربانی بھی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ دوسرے یہ کہ کسی کا کارمختار اس کی طرف سے قربانی کرسکتا ہے، اذن خصوصی سے بھی اور اذن عمومی سے بھی اس لیے کہ یہاں ام المؤمنین کی خصوصی اجازت لینے کا ذکر نہیں، اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو محض ہندوؤں کو خوش کرنے کے لیے قربانی گائے روکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ خلاف اسلام ہے، مرقات نے فرمایا کہ افضل قربانی اونٹ کی ہے پھر گائے کی۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۴، ص۲۴۲)

(مزید یہ کہ)

←

حدیث ۳: صحیح مسلم شریف میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا: کہ جب تو مجبور ہو جائے تو ہدی پر معروف کے ساتھ سوار ہو، جب تک دوسری سواری نہ ملے۔(3)

حدیث ۴: صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سولہ اونٹ ایک شخص کے ساتھ حرم کو بھیجے۔ انھوں نے عرض کی، ان میں سے اگر کوئی تھک جائے تو کیا کروں؟ فرمایا: اُسے نحر کر دینا اور خون سے اُس کے پاؤں رنگ دینا اور پہلو پر اُسکا چھاپا لگا دینا اور اس میں سے تم اور تمھارے ساتھیوں میں سے کوئی نہ کھائے۔(4)

حدیث ۵: صحیحین میں علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی قربانی کے جانوروں پر مامور فرمایا اور مجھے حکم فرمایا: کہ گوشت اور کھالیں اور جُھول تصدق کر دوں اور قصاب کو اس میں سے کچھ نہ دوں۔ فرمایا کہ ہم اُسے اپنے پاس سے دیں گے۔(5)

حدیث ۶: ابوداود عبداللہ بن قرط رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ پانچ یا چھ اونٹ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی خدمت میں قربانی کے لیے پیش کیے گئے، وہ سب حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے قریب ہونے لگے کہ کس سے شروع فرمائیں (یعنی ہر ایک کی یہ خواہش تھی کہ پہلے مجھے ذبح فرمائیں یا اس لیے کہ پہلے جسے چاہیں ذبح فرمائیں) پھر جب اُن کی کروٹیں زمین سے لگ گئیں تو فرمایا: جو چاہے ٹکڑا لے لے۔(6)

❀❀❀❀❀

ا۔ یہ دوسرا واقعہ ہے جو حج میں ہوا اور یہ قربانی نہیں کیونکہ مسافر پر قربانی واجب نہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حج میں مسافر تھے بلکہ یہ حج کا دم ہے نحر بمعنی ذبح ہے کیونکہ گائے کو نحر کرنا منع ہے اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کی طرف سے ایک گائے دی ہے تو یہ حضور کی خصوصات سے ہے، آپ نے تو اپنی ساری امت کے فقراء کی طرف سے ایک بکری بھی قربانی دی ہے، فقراء کروڑوں ہیں اور اگر یہ گائے کچھ ازواج کی طرف سے تھی اور کچھ ازواج کو ان سو اونٹوں میں شریک فرمالیا ہو تو عمومی حکم ہے۔ امام مالک اس حدیث کی بناء پر فرماتے ہیں کہ ایک گائے تمام گھر والوں کی طرف سے درست ہے اگرچہ سات سے زیادہ ہوں مگر یہ استدلال کچھ کمزور سا ہے کہ اس میں وہ احتمالات ہیں جو عرض کیے گئے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۴، ص ۲۴۳)

(3) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب جواز رکوب البدنۃ۔۔۔ إلخ، الحدیث: ۱۳۲۴، ص ۶۸۸۔

(4) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب مایفعل بالھدی إذا عطب فی الطریق، الحدیث: ۱۳۲۵، ص ۶۸۸۔

(5) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب الصدقۃ بلحوم الھدی۔۔۔ إلخ، الحدیث: ۱۳۱۷، ص ۶۸۳۔

(6) سنن أبی داود، کتاب المناسک، ۱۸۔ باب، الحدیث: ۱۷۶۵، ج ۲، ص ۲۱۱۔

مسائل فقہیۃ

مسئلہ ۱: ہدی اُس جانور کو کہتے ہیں جو قربانی کے لیے حرم کو لے جایا جائے۔ یہ تین قسم کے جانور ہیں: 1- بکری، اس میں بھیڑ اور دُنبہ بھی داخل ہے۔ 2- گائے، بھینس بھی اسی میں شمار ہے۔ 3- اونٹ ہدی کا ادنیٰ درجہ بکری ہے تو اگر کسی نے حرم کو قربانی بھیجنے کی منّت مانی اور معیّن نہ کی تو بکری کافی ہے۔(1)

مسئلہ ۲: قربانی کی نیت سے بھیجا یا لے گیا جب تو ظاہر ہے کہ قربانی ہے اور اگر بدنہ کے گلے میں ہار ڈال کر ہانکا جب بھی ہدی ہے اگرچہ نیت نہ ہو۔ اس لیے کہ اس طرح قربانی ہی کو لے جاتے ہیں۔(2)

مسئلہ ۳: قربانی کے جانور میں جو شرطیں ہیں وہ ہدی کے جانور میں بھی ہیں مثلاً اونٹ پانچ سال کا، گائے دو ۲ سال کی، بکری ایک سال کی مگر بھیڑ دُنبہ چھ ۶ مہینے کا اگر سال بھر والی کی مثل ہو تو ہوسکتا ہے اور اونٹ گائے میں یہاں بھی سات آدمی کی شرکت ہوسکتی ہے۔(3)

مسئلہ ۴: اونٹ، گائے کے گلے میں ہار ڈال دینا مسنون ہے اور بکری کے گلے میں ہار ڈالنا سنت نہیں مگر صرف شکرانہ یعنی تمتع و قران اور نفل اور منّت کی قربانی میں سنت ہے، احصار اور جرمانہ کے دَم میں نہ ڈالیں۔(4)

مسئلہ ۵: ہدی اگر قران یا تمتع کا ہو تو اس میں سے کچھ کھا لینا بہتر ہے۔ یوہیں اگر نفل ہو اور حرم کو پہنچ گیا ہو اور اگر حرم کو نہ پہنچا تو خود نہیں کھا سکتا، فقرا کا حق ہے اور ان تین کے علاوہ نہیں کھا سکتا اور جسے خود کھا سکتا ہے، مالداروں کو بھی کھلا سکتا ہے، نہیں تو نہیں اور جس کو کھا نہیں سکتا اس کی کھال وغیرہ سے بھی نفع نہیں لے سکتا۔(5)

مسئلہ ۶: تمتع و قران کی قربانی دسویں سے پہلے نہیں ہوسکتی اور دسویں کے بعد کی تو ہوجائے گی مگر دَم لازم ہے کہ تاخیر جائز نہیں اور ان دو ۲ کے علاوہ کے لیے کوئی دن معیّن نہیں اور بہتر دسویں ہے۔ حرم میں ہونا سب میں ضروری ہے، منیٰ کی خصوصیت نہیں ہاں دسویں کو ہو تو منیٰ میں ہونا سنت ہے اور دسویں کے بعد مکہ میں۔ منّت کے بدنہ کا حرم میں ذبح

---

(1) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الحج، باب الھدی، ج ۴، ص ۴۱، وغیرہ۔

(2) رد المحتار، کتاب الحج، باب الھدی، ج ۴، ص ۴۲۔

(3) الدر المختار، کتاب الحج، باب الھدی، ج ۴، ص ۴۲، وغیرہ۔

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب السادس عشر فی الھدی، ج ۱، ص ۲۶۱۔

(5) الدر المختار، کتاب الحج، باب الھدی، ج ۴، ص ۴۵۔

ہونا شرط نہیں جبکہ منّت میں حرم کی شرط نہ لگائی۔(6)

مسئلہ ۷: ہدی کا گوشت حرم کے مساکین کو دینا بہتر ہے، اس کی نکیل اور جھول کو خیرات کر دیں اور قصاب کو اس کے گوشت میں سے کچھ نہ دیں۔ ہاں اگر اُسے بطور تصدق دیں تو حرج نہیں۔(7)

مسئلہ ۸: ہدی کے جانور پر بلا ضرورت سوار نہیں ہوسکتا نہ اس پر سامان لاد سکتا ہے اگرچہ نفل ہو اور ضرورت کے وقت سوار ہوا یا سامان لادا اور اس کی وجہ سے اُس میں کچھ نقصان آیا تو اتنا محتاجوں پر تصدّق کرے۔(8)

مسئلہ ۹: اگر وہ دودھ والا جانور ہے تو دودھ نہ دوہے اور تھن پر ٹھنڈا پانی چھڑک دیا کرے کہ دودھ موقوف ہو جائے اور اگر ذبح میں وقفہ ہو اور نہ دوہنے سے ضرر ہوگا تو دوہ کر دودھ خیرات کر دے اور اگر خود کھالیا یا غنی کو دیدیا یا ضائع کر دیا تو اتنا ہی دودھ یا اس کی قیمت مساکین پر تصدّق کرے۔(9)

مسئلہ ۱۰: اگر وہ بچہ جنی تو بچہ کو تصدق کر دے یا اُسے بھی اُس کے ساتھ ذبح کر دے اور اگر بچہ کو بیچ ڈالا یا ہلاک کر دیا تو قیمت کو تصدق کرے اور اس قیمت سے قربانی کا جانور خرید لیا تو بہتر ہے۔(10)

مسئلہ ۱۱: غلطی سے اُس نے دوسرے کے جانور کو ذبح کر دیا اور دوسرے نے اُس کے جانور کو تو دونوں کی قربانیاں ہوگئیں۔(11)

مسئلہ ۱۲: اگر جانور حرم کو لے جا رہا تھا راستہ میں مرنے لگا تو اُسے وہیں ذبح کر ڈالے اور خون سے اُس کا ہار رنگ دے اور کوہان پر چھاپا لگادے تاکہ اُسے مالدار لوگ نہ کھائیں، فقرا ہی کھائیں پھر اگر وہ نفل تھا تو اُس کے بدلے کا دوسرا جانور لے جانا ضرور نہیں اور اگر واجب تھا تو اس کے بدلے کا دوسرا لے جانا واجب ہے اور اگر اس میں کوئی ایسا عیب آگیا کہ قربانی کے قابل نہ رہا تو اسے جو چاہے کرے اور اُس کے بدلے دوسرا لے جائے جب کہ واجب ہو۔(12)

(6) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، باب الھدی، ج۴، ص۴۷.

والفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب السادس عشر في الھدی، ج۱، ص۲۶۱.

(7) الدرالمختار، کتاب الحج، باب الھدی، ج۴، ص۴۷.

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب السادس عشر في الھدی، ج۱، ص۲۶۱.

(9) المرجع السابق. وردالمحتار کتاب الحج، باب الھدی، ج۴، ص۴۸.

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب السادس عشر في الھدی، ج۱، ص۲۶۱.

(11) لباب المناسک، (باب الھدایا)، ص۴۷۴.

(12) الدرالمختار، کتاب الحج، باب الھدی، ج۴، ص۴۹، وغیرہ.

مسئلہ ۱۳: جانور حرم کو پہنچ گیا اور وہاں مرنے لگا تو اسے ذبح کر کے مساکین پر تصدق کرے اور خود نہ کھائے اگرچہ نفل ہو اور اگر اس میں تھوڑا سا نقصان پیدا ہوا ہے کہ ابھی قربانی کے قابل ہے تو قربانی کرے اور خود بھی کھا سکتا ہے۔(13)

مسئلہ ۱۴: جانور چوری گیا اُس کے بدلے کا دوسرا خریدا اور اُسے ہار ڈال کر لے چلا پھر وہ مل گیا تو بہتر یہ ہے کہ دونوں کی قربانی کردے اور اگر پہلے کی قربانی کی اور دوسرے کو بیچ ڈالا تو یہ بھی ہوسکتا ہے اور اگر پچھلے کو ذبح کیا اور پہلے کو بیچ ڈالا تو اگر وہ اُس کی قیمت میں برابر تھا یا زیادہ تو کافی ہے اور کم ہے تو جتنی کمی ہوئی صدقہ کردے۔(14)

---

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب السادس عشر فی الھدی، ج۱، ص۲۶۱.

(14) المرجع السابق.

متفرق سوال وجواب

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں؛

سُوال: اگر مُحرِم کا سَر پھٹ گیا یا مُنہ پر زَخم ہوگیا اور بصُورتِ مجبوری اُس نے سَر یا مُنہ پر پٹّی باندھ لی تو اُس پر کوئی گناہ تو نہیں؟

جواب: مجبوری کی صورت میں گناہ نہیں ہوگا، البتّہ جُرمِ غیر اختیاری کا کفّارہ دینا آئے گا۔ لہٰذا اگر دِن یا رات یا اِس سے زِیادہ دیر تک اِتنی چوڑی پٹّی باندھی کہ چوتھائی (۱/۴) یا اِس سے زِیادہ سَر یا مُنہ چُھپ گیا تو دَم اور کم میں صَدَقہ واجِب ہوگا (جُرمِ غیر اختیاری کی تفصیل ص۲۷۹ پر مُلاحَظہ فرمائیں) اِس کے علاوہ جِسم کے دوسرے اَعضا پر نیز عورت کے سَر پر بھی مجبوراً پٹّی باندھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

سُوال: مُتَمَتِّع اور قارِن حج کے اِنتظار میں ہیں، اِس دَوران عُمرہ کرسکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: قارِن کا اِحرام تو ابھی باقی ہے، یہ تو کر ہی نہیں سکتا، رہا مُتَمَتِّع تو اِس بارے میں عُلَماء کا اِختلاف ہے، بہتر یہی ہے کہ صِرف نفلی طواف جتنے کرنا چاہے کرتا رہے اگر عُمرہ کر بھی لے تو بعض عُلَماء کے نزدیک کوئی مضائقہ نہیں۔ ہاں! مَناسِکِ حج سے فراغت کے بعد مُتَمَتِّع، قارِن، مفرِد ہر کوئی عُمرہ کرسکتے ہیں یہ یاد رہے کہ اَیّامِ تَشریق یعنی ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذوالحجہ اِن پانچ دِنوں میں عُمرہ کرنا مکرُوہِ تحریمی ہے۔ اگر عُمرہ کیا تو دَم لازِم آئے گا۔ (تنویر، دُرِّ مختار)

سُوال: کھانا کھانے کے بعد مُحرِم صابون سے ہاتھ دھوسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: چکناہٹ دُور کرنے کے لئے صابون سے ہاتھ دھوسکتا ہے۔

سُوال: وُضو کے بعد مُحرِم کا رُومال سے ہاتھ پونچھنا کیسا ہے؟

جواب: مُنہ پر (اور مرد سَر پر بھی) کپڑا نہیں لگا سکتے، جِسم کا باقی حصّہ اِتنی اِحتیاط کے ساتھ پونچھ سکتے ہیں کہ میل بھی نہ چھوٹے اور بال بھی نہ ٹوٹے۔

←

سوال: مُحرِمہ اِس طرح مُنہ پر کمانی دار نِقاب ڈالے جو چہرے پر مَس نہ ہو اِس کی اجازت ہے یا نہیں؟

جواب: اگر چہرے پر مَس نہیں ہوتا تو ڈال سکتی ہے تاہم اِس میں بعض مسائل ضَرور پیدا ہو سکتے ہیں، مَثَلاً ہوا چلی یا غَلَطی ہی سے اپنا ہاتھ نِقاب پر رکھ لیا جس کے سبب چاہے تھوڑی سی دیر کے لئے بھی اگر سارے چہرے پر نِقاب لگ گیا تو صَدَقہ واجِب ہو جائے گا۔

سوال: حَلْق کرواتے وَقت مُحرِم سَر پر صابون لگائے یا نہیں؟

جواب: صابون نہ لگائے کیوں کہ مَیل چھوٹے گا اور مَیل چُھڑانا اِحرام میں مکرُوہ ہے۔

سوال: مُحرِم گھٹنوں میں مُنہ رکھ کر سو سکتا ہے یا نہیں، کوئی جُرمانہ وغیرہ؟

جواب: نہیں سو سکتا، کیونکہ اِس سے چہرے پر کپڑا لگے گا۔ کپڑے سے مُنہ چُھپانے پر جُرمانے کے مسائل آگے گزرے۔

سوال: ماہواری کی حالت میں عورت اِحرام کی نیّت کر سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: کر سکتی ہے مگر اِحرام کے نَفل ادا نہیں کر سکتی، نیز طَواف پاک ہونے کے بعد کرے۔

سوال: سِلائی والے چپّل پہننا کیسا ہے؟

جواب: وَسْطِ قدم یعنی قدم کا اُبھرا ہُوا حصّہ اگر نہ چُھپائیں تو بِلا کراہت جائز ہیں۔

سوال: اِحرام میں گِرہ لگانے کی اِجازت ہے یا نہیں؟

جواب: مکرُوہ ہے۔

سوال: عُمُوماً حُجّاج اِحتیاطاً ایک دَم دیتے ہیں یہ کیسا؟ اگر بعد کو معلوم ہوا کہ واقِعی ایک دَم واجِب ہوا تھا تو وہ دَمِ اِحتیاطی کافی ہوگا یا نہیں؟

جواب: دَم واجِب ہونے کے بعد دیا تھا کافی ہو جائے گا اور اگر پہلے دَم دے دیا اور اِس کے بعد کسی عُمرے وغیرہ میں دَم واجِب ہوا تو وہ گزشتہ دَم کافی نہ ہوگا۔

سوال: مُحرِم ناک یا کان کا مَیل نکال سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: وُضو میں ناک صاف کرنا سُنّت ہے بلکہ غُسل میں اگر ناک میں رینٹھ سوکھ گئی ہو تو چُھڑا کر پانی بہانا فرض ہے۔ لہٰذا اِحرام میں ناک صاف کر سکتے ہیں۔ اسی طرح پلکوں وغیرہ میں اگر آنکھ کی چیپڑ سوکھ گئی ہے تو اُسے وُضو میں چُھڑانا فرض ہے۔ رہا کان کا مَیل نکالنا تو چُونکہ کان کے سوراخ کے اندر پانی بہانا نہ وُضو میں ہے نہ غُسل میں، لہٰذا اِس کا حکم وُہی ہوگا جو بدن کے مَیل کا ہے یعنی اِس کا چُھڑانا مکرُوہ ہے۔

سوال: کیا اپنے زِندہ والِدَین کے نام پر عُمرہ کر سکتے ہیں؟

جواب: کر سکتے ہیں۔ فرض نَماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ہو یا کوئی نَفلی کام ہر قِسم کا ثواب زندہ، مُردہ سب کو ایصال کر سکتے ہیں بلکہ ہر نیک کام کا ثواب بلکہ روزانہ کی پانچوں نمازوں کا ثواب بھی روزانہ بارگاہِ حَیاتُ النّبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں نذر کر کے تمام اُمّت کو ایصال کرتے رہنا چاہیے اِس طرح ہمارے ثواب میں کمی نہیں ہوتی بلکہ بڑھ جاتا ہے۔

←

....

❁❁❁❁❁

سُوال: اِحرام کی حالت میں جُوں مارنے کے کَفّارے بیان کریں؟

جواب: اپنی جُوں اپنے بدن یا کپڑے میں ماری یا پھینک دی تو ایک جُوں ہو تو روٹی کا ایک ٹکڑا اور دو یا تین ہوں تو ایک مُٹھی اَناج اور اِس سے زِیادہ میں صَدَقہ۔ جُوئیں مارنے کے لئے سَر یا کپڑا دھویا یا دُھوپ میں ڈالا جب بھی ؤہی کَفّارے ہیں جو مارنے میں ہیں۔ دوسرے نے اِس کے کہنے پر اِس کی جُوں ماری جب بھی اِس کا کَفّارہ ہے۔ اگرچہ مارنے والا اِحرام میں نہ ہو۔ زمین وغیرہ پر گری ہوئی جُوں یا دوسرے کے بدن یا کپڑوں کی جُوئیں مارنے والے پر کچھ نہیں اگرچہ وہ دوسرا بھی مُحرِم ہو۔

حج کی مَنّت کا بیان

حج کی منت مانی تو حج کرنا واجب ہوگیا، کفارہ دینے سے بری الذمہ نہ ہوگا۔ خواہ یوں کہا کہ اللہ (عزوجل) کے لیے مجھ پر حج ہے یا کسی کام کے ہونے پر حج کو مشروط کیا اور وہ ہوگیا۔(1)

مسئلہ ۱: احرام باندھنے یا کعبۂ معظمہ یا مکۂ مکرمہ جانے کی منت مانی تو حج یا عمرہ اُس پر واجب ہے اور ایک کو معین کرلینا اُس کے ذمہ ہے۔(2)

مسئلہ ۲: پیدل حج کرنے کی مَنّت مانی تو واجب ہے کہ گھر سے طواف فرض تک پیدل ہی رہے اور پورا سفر یا اکثر سواری پر کیا تو دَم دے اور اگر اکثر پیدل رہا اور کچھ سواری پر تو اُسی حساب سے بکری کی قیمت کا جتنا حصہ اس کے مقابل آئے خیرات کرے۔ پیدل عمرہ کی منت مانی تو سر مونڈانے تک پیدل رہے۔(3)

مسئلہ ۳: ایک سال میں جتنے حج کی مَنّت مانی سب واجب ہوگئے۔(4)

مسئلہ ۴: لونڈی غلام مُحرِم کو خریدنا جائز ہے اور مشتری کو اختیار ہے کہ احرام تڑوا دے اگرچہ انھوں نے اپنے پہلے مولیٰ کی اجازت سے احرام باندھے ہوں اور احرام توڑنے کے لیے فقط یہ کہہ دینا کافی نہیں کہ احرام توڑ دیا بلکہ کوئی ایسا کام کرنا ضروری ہے جو احرام میں منع تھا مثلاً بال یا ناخن ترشوانا یا خوشبو لگانا۔ اِس کی ضرورت نہیں کہ حج کے افعال بجالا کر احرام توڑے اور قربانی بھیجنا بھی ضروری نہیں مگر آزادی کے بعد قربانی اور حج وعمرہ واجب ہے اگر حج کا احرام تھا اور عمرہ اگر عمرہ کا احرام تھا۔(5)

مسئلہ ۵: افضل یہ ہے کہ اس خریدی ہوئی لونڈی کا احرام جماع کے علاوہ کسی اور چیز سے کھلوادے اور جماع سے بھی احرام کھل جائے گا مگر جب کہ اُسے یہ معلوم نہ ہو کہ احرام سے ہے اور جماع کرلیا تو حج فاسد ہوجائے گا۔(6)

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب السابع عشر في النذر بالحج، ج۱، ص۲۶۲.

(2) المرجع السابق.

(3) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، باب الھدی، ج۴، ص۵۲.

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب السابع عشر في النذر بالحج، ج۱، ص۲۶۳.

(5) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الحج، باب الھدی، ج۴، ص۵۲.

(6) الدرالمختار وردالمحتار

مسئلہ ۶: اگر مولیٰ نے احرام کھلوادیا پھر اس نے باندھا پھر کھلوادیا، اگر چند بار اسی طرح ہوا پھر اسی سال احرام باندھ کر حج کرلیا تو کافی ہوگیا اور اگر سال آئندہ میں حج کیا تو ہر بار احرام کھولنے کا ایک ایک عمرہ کرے۔(7)

مسئلہ ۷: احرام کی حالت میں نکاح ہوسکتا ہے کسی احرام والی عورت سے نکاح کیا تو اگر نفل کا احرام ہے کھلوا سکتا ہے اور فرض کا ہے تو دو صورتیں ہیں۔ اگر عورت کا محرم ساتھ میں ہے تو نہیں کھلوا سکتا اور محرم ساتھ میں نہ ہو تو فرض کا احرام بھی کھلوا سکتا ہے اور اگر اس کا مُحرِمہ ہونا معلوم نہ ہوا اور جماع کرلیا تو حج فاسد ہوگیا۔(8)

مسئلہ ۸: مسافر خانہ بنانا، حج نفل سے افضل ہے اور حج نفل صدقہ سے افضل یعنی جب کہ اس کی زیادہ حاجت نہ ہو ورنہ حاجت کے وقت صدقہ حج سے افضل ہے۔(9)

علامہ شامی نے نہایت نفیس حکایت اس بیان میں نقل فرمائی کہ ایک صاحب ہزار اشرفیاں لےکر حج کو جارہے تھے، ایک سیّدانی تشریف لائیں اور اپنی ضرورت ظاہر فرمائی۔ انھوں نے سب اشرفیاں نذر کر دیں اور واپس آئے، جب وہاں کے لوگ حج سے واپس ہوئے تو ہر حاجی ان سے کہنے لگا، اللہ (عزوجل) تمہارا حج قبول فرمائے۔ انھیں تعجب ہوا کہ کیا معاملہ ہے، میں تو حج کو گیا نہیں، یہ لوگ ایسا کیوں کہتے ہیں؟ خواب میں زیارتِ اقدس سے مشرف ہوئے، ارشاد فرمایا: کیا تجھے لوگوں کی بات سے تعجب ہوا؟ عرض کی، ہاں یا رسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرمایا کہ: تو نے جو میری اہلبیت کی خدمت کی، اس کی عوض میں اللہ عزوجل نے تیری صورت کا ایک فرشتہ پیدا فرمایا، جس نے تیری طرف سے حج کیا اور قیامت تک حج کرتا رہے گا۔(10)

---

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب السابع عشر في النذر بالحج، ج۱، ص۲۶۴.

(8) المرجع السابق

(9) نفلی عبادت سے افضل عمل

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ العَالِیَہ اپنی کتاب باحیا نوجوان میں لکھتے ہیں:

پیارے بھائیو! یاد رکھئے! ہزاروں سال کی نفلی نمازوں، نفلی روزوں، کروڑوں، اربوں روپیوں کی نفلی خیراتوں، بہت سارے نفلی حج اور عمرے کی سعادتوں کے بجائے صرف ایک گناہِ صغیرہ سے اپنے آپ کو بچا لینا افضل ہے۔ کیونکہ کروڑوں نفلی کاموں کے ترک پر بھی قیامت میں عذاب کی کوئی وعید نہیں جبکہ گناہ صغیرہ سے بچنا واجب اور اس کے اِرتکاب پر بروزِ قیامت مؤاخذہ اور سزا کا اِستحقاق (اس۔تخ۔تاق) ہے۔

(10) ردالمحتار، کتاب الحج، باب الھدي، مطلب في تفضیل الحج علی الصدقۃ، ج۴، ص۵۴.

مسئلہ ۹: حج تمام گناہوں کا کفارہ ہے یعنی فرائض کی تاخیر کا جو گناہ اس کے ذمہ ہے وہ انشاء اللہ تعالیٰ محو ہو جائے گا، واپس آکر ادا کرنے میں پھر دیر کی تو پھر یہ نیا گناہ ہوا۔ (11)

مسئلہ ۱۰: وقوفِ عرفہ جمعہ کے دن ہو تو اس میں بہت ثواب ہے کہ یہ دو عیدوں کا اجتماع ہے اور اسی کو لوگ حجِ اکبر کہتے ہیں (12)۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا زِیَارَۃَ حَرَمِکَ وَحَرَمِ حَبِیْبِکَ بِجَاھِہٖ عِنْدَکَ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَابْنِہٖ وَحِزْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

(11) الدرالمختار، کتاب الحج، باب الھدی، مطلب فی تکفیر الحج الکبائر، ج ۴، ص ۵۶۔

(12) حجِ اَکبر (اَکبری حج)

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

سوال: یہ جو مشہور ہے کہ جمعہ کو جو حج ہو وہ حجِ اَکبر ہے، یہ کہاں تک دُرُست ہے؟

جواب: دراَصل عُمرہ کو حجِ اَصغر کہا جاتا ہے لہٰذا اس کے مقابلے میں حج کو حجِ اَکبر کہتے ہیں اس میں دِن کی کوئی قید نہیں۔ (رُکنِ دِین ص ۱۰۵)

مولٰینا حسن رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

نہیں کچھ جمعہ پر موقوف اَفضال وکرم اُس کا ۔۔۔ جو وہ مقبول فرما لے تو ہر حج حجِ اَکبر ہے

سوال: تو کیا جمعہ کے حج کی کوئی بھی فضیلت نہیں؟

جواب: خیر ایسا بھی نہیں، عُشاق کے لئے اِس کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ سرکارِ مدینہ، قرار قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حج وَداع جُمعہ کو واقع ہُوا تھا یہی نسبت تمام فضائل کی اَصل ہے۔ نیز مراقی الفلاح میں ہے کہ جُمعہ کا حج ستر حج کے برابر ہے۔

فضائلِ مدینہ طیبہ

حدیث ۱: صحیح مسلم وترمذی میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ کی تکلیف وشدت پر میری اُمت میں سے جوکوئی صبر کرے، قیامت کے دن میں اس کا شفیع ہوں گا۔ (1)

❁❁❁❁❁

(1) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب الترغیب فی سکنی المدینۃ... إلخ، الحدیث: ۱۳۷۸، ص۷۱۶۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ شفاعت خصوصی، حق یہ ہے کہ یہ وعدہ ساری امت کے لیے ہے کہ مدینہ میں مرنے والے حضور انور کی اس شفاعت کے مستحق ہیں۔ شعر

طیبہ میں سر کے سیدھے چلے جاؤ آنکھیں بند　　　سیدھی سڑک یہ شہر شفاعت نگر کی ہے

خیال رہے کہ حضور انور کی ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ میں رہنا بہتر تھا اور ہجرت کے بعد فتح مکہ سے پہلے مکہ معظمہ میں رہنا مسلمان کو منع ہوگیا ہجرت واجب ہوگئی اور فتح مکہ کے بعد وہاں رہنا تو جائز ہوا مگر مدینہ منورہ میں رہنا افضل قرار پایا کہ یہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب ہے اسی لیے زیادہ تر فضائل مدینہ پاک میں رہنے کے آئے ہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۴، ص۳۳۹)

مدینہ منورہ کے فضائل:

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: میرا جو اُمتی مدینہ منورہ کی سختی اور تنگدستی پر صبر کریگا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا یا وہ مسلمان ہوگا تو اس کے حق میں گواہی دوں گا۔

(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب الترغیب فی سکنی المدینہ۔۔۔۔۔۔ الخ الحدیث: ۳۳۴۷، ص۷۰۹، بدون اذا کان مسلما)

صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: میں مدینہ منورہ کے ان دو پہاڑوں کے درمیان کے درخت کاٹنے کو یا اس کے شکار کو حرام قرار دیتا ہوں، مدینہ منورہ ان لوگوں کے لئے بہتر تھا اگر وہ جانتے جو اس سے روگردانی کرتے ہوئے اسے چھوڑے گا اللہ عزوجل اس کی جگہ اس سے بہتر کو بدل دے گا۔ (المرجع السابق، الحدیث: ۳۳۱۸، ص۷۰۵)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اہل مدینہ پر ایک زمانہ ایسا ضرور آئے گا کہ لوگ خوشحالی کی تلاش میں یہاں سے چراگاہوں کی طرف نکل جائیں گے، پھر جب وہ خوشحالی پالیں گے تو لوٹ کر آئیں گے اور اہلِ مدینہ کو اس کشادگی کی طرف جانے پر آمادہ کریں گے حالانکہ اگر وہ جان لیں تو مدینہ منورہ ان کے لئے بہتر ہے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبداللہ، الحدیث: ۱۴۶۸۶، ج۵، ص۱۰۶، الا ریا فبدلہا لا فاق)

مدینہ طیبہ کی اقامت

حدیث ۲ و ۳: نیز مسلم میں سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: مدینہ لوگوں کے لیے بہتر ہے اگر جانتے، مدینہ کو جو شخص بطور اعراض چھوڑے گا، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اُسے لائے گا جو اس سے بہتر ہوگا اور مدینہ کی تکلیف و مشقت پر جو ثابت قدم رہے گا روزِ قیامت میں اس کا شفیع یا شہید ہوں گا۔(1)

---

(1) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فی فضل المدینة... إلخ، الحدیث: ۱۳۶۳، ص۷۰۹۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۲؎ یعنی اگر شام وغیرہ سرسبز ملکوں میں دنیاوی آرام زیادہ ہیں مگر جس مسلمان کو مدینہ پاک میں رہنا سہنا نصیب ہوجائے تو اس کی خوش نصیبی ہے وہ اسے تمام سرسبز ملکوں سے بہتر جانے۔

۳؎ خلاصہ یہ ہے کہ مدینہ منورہ ہمیشہ آباد رہے گا کبھی ویران نہ ہوگا، اگر کوئی قوم یا جماعت اسے چھوڑ بھی جائے تو دوسری قوم اسے آباد کرے گی، یہاں رہنے والے بہت ہیں جو یہاں آباد ہونے کی آرزو کرتے ہیں، یہ خبر بالکل برحق ہے جس کا ثبوت مشاہدہ سے ہورہا ہے، کتنے کنبے اور کتنی قومیں ہیں جو وہاں آباد ہوگئیں اور کتنے سینے ہیں جن میں وہاں کی تڑپ ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ ثُمَّ لَا یَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ"۔ حق یہ ہے کہ یہ قانون قیامت تک کے لیے ہے۔

۴؎ لاواو اور جہد یا ہم معنے ہیں یا قریب المعنے یعنی جو مدینہ منورہ کی غربت و بے کسی کی زندگی یہاں کی تکالیف وقحط و بھوک پر صبر کرکے حضور کے قدموں میں پڑا رہے گا ان شاءاللہ اس کا خاتمہ بخیر ہوگا اور حضور انور اس کے گناہوں کی شفاعت نیکیوں کی گواہی ادا فرمائیں گے یا حضور انور اپنے زمانہ میں مرنے والوں کی گواہی اور بعد میں وہاں مرنے والوں کی شفاعت کریں گے اگرچہ حضور اپنے ہر امتی کے گواہ بھی ہیں اور شفیع بھی مگر مدینہ میں مرنے والوں کی شفاعت بھی خصوصی ہوگی اور گواہی بھی خصوصی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان حرمین طیبین خصوصًا مدینہ منورہ میں رہنے مرنے کو رب تعالیٰ کی اعلیٰ نعمت جانے، اگر یہ مٹی وہاں کی پاک مٹی سے مل جائے تو اس سے بڑھ کر کیا ہوسکتا ہے۔ شعر

پس مرگ مری مٹی ٹھکانے خوب لگ جاتی　　　میسر گر مجھے دو گز مدینہ کی زمیں ہوتی

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۴، ص۲۳۸)

مدینہ منورہ میں رہائش کا ثواب

حضرتِ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَرصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا، اگر لوگ جانتے کہ مدینہ منورہ ان کے لئے بہتر ہے اور جو اس شہر سے منہ پھیر کر اسے چھوڑ دے گا اللہ عزوجل اس سے ←

اور ایک روایت میں ہے، جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کریگا، اللہ (عزوجل) اُسے آگ میں اس

بہتر لوگوں کو اس شہر میں بسادے گا اور جو اس میں تنگدستی اور یہاں کی تکالیف پر ثابت قدم رہے گا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا یا گواہی دوں گا۔ (مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینۃ، رقم ۱۳۶۳، ص ۷۰۹)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روزِ شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیب پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، جو میری امت میں سے مدینہ میں تنگدستی اور سختی پر صبر کریگا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا یا اس کے لئے گواہی دوں گا۔ (مسلم، کتاب الحج، باب الترغیب فی سکنی المدینۃ، رقم ۱۳۷۸، ص ۷۱۶)

امیر المؤمنین حضرتِ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں چیزوں کے نرخ بڑھ گئے اور حالات سخت ہوگئے تو نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، صبر کرو اور خوش ہوجاؤ کہ میں نے تمہارے صاع اور مُد کو بابرکت کردیا اور اکٹھے ہوکر کھایا کرو کیونکہ ایک کا کھانا دو کو کفایت کرتا ہے اور دو کا کھانا چار کو کفایت کرتا ہے اور چار کا کھانا پانچ اور چھ کو کفایت کرتا ہے اور بیشک برکت جماعت میں ہے تو جس نے مدینہ کی تنگدستی اور سختی پر صبر کیا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا یا اس کے حق میں گواہی دوں گا اور جو اس کے حالات سے منہ پھیر کر مدینہ سے نکلا اللہ عزوجل اس سے بہتر لوگوں کو اس میں بسادے گا اور جس نے مدینہ سے برائی کرنے کا ارادہ کیا اللہ عزوجل اسے اس طرح پگھلادے گا جیسے نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الحج، باب الصبر علی جھد المدینۃ، رقم ۵۸۱۹، ج ۳، ص ۶۵۷)

حضرتِ سیدنا اَفلَح رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرتِ سیدنا یزید بن ثابت اور سیدنا ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قریب سے گزرا۔ یہ دونوں مسجد جنائز کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے پوچھا، کیا تمہیں وہ بات یاد ہے جو رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ہمیں اسی مسجد میں بیان فرمائی تھی؟ تو دوسرے نے کہا، ہاں مدینہ شریف کے بارے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خیال تھا کہ عنقریب لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا جس میں زمین کی فتوحات کھول دی جائیں گی اور لوگ اس کی طرف نکل کھڑے ہونگے تو وہ خوشحالی اور عیش و عشرت اور لذیذ کھانے پائیں گے پھر اپنے حج یا عمرہ کرنے والے بھائیوں کے پاس سے گزریں گے تو ان سے کہیں گے تم تنگدستی اور سخت بھوک کی زندگی کیوں گزار رہے ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کئی مرتبہ یہ جملہ دہرایا کہ جانے والا اور رہ جانے والا اور مدینہ ان کے لئے بہتر ہے جو اس میں ٹھہرا رہے اور مرنے تک تنگدستی و سختی پر صبر کرے میں اس کی گواہی دوں گا یا شفاعت کروں گا۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم ۳۹۸۵، ج ۴، ص ۱۵۳)

حضرتِ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، میری اس مسجد میں نماز پڑھنا مسجد حرام کے علاوہ دیگر مساجد میں ایک ہزار نمازیں پڑھنے سے افضل ہے اور میری اس مسجد میں ایک جمعہ ادا کرنا مسجد حرام کے علاوہ دیگر مساجد میں ایک ہزار جمعہ ادا کرنے سے افضل ہے اور میری اس مسجد میں رمضان کا ایک مہینہ گزارنا مسجد حرام کے علاوہ دیگر مساجد میں ایک ہزار ماہِ رمضان گزارنے سے افضل ہے۔

(شعب الایمان، باب فی المناسک فضل الحج والعمرۃ، رقم ۴۱۴۷، ج ۳، ص ۴۸۶) ←

طرح پگھلائے گا جیسے سیسہ یا اس طرح جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔(2) اسی کی مثل بزار نے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

حدیث ۴: صحیحین میں سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: کہ یمن فتح ہوگا، اس وقت کچھ لوگ دوڑتے ہوئے آئیں گے اور اپنے گھر والوں کو اور ان کو جو اُن کی اطاعت میں ہیں لے جائیں گے حالانکہ مدینہ اُن کے لیے بہتر ہے اگر جانتے۔ اور شام فتح ہوگا کچھ لوگ دوڑتے آئیں گے اپنے گھر والوں اور فرمانبرداروں کو لے جائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہتر ہے اگر جانتے۔ اور عراق فتح ہوگا کچھ لوگ جلدی کرتے آئیں گے اور اپنے گھر والوں اور فرمانبرداروں کو لے جائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہتر ہے اگر جانتے۔(3)

حدیث ۵: طبرانی کبیر میں ابی اُسید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت سیدنا بلال بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا، مدینہ منورہ میں رمضان کا ایک مہینہ گزارنا دیگر شہروں میں رمضان کے ایک ہزار مہینے گزارنے سے بہتر ہے اور مدینہ منورہ میں ایک جمعہ ادا کرنا دیگر شہروں میں ایک ہزار جمعے ادا کرنے سے بہتر ہے۔ (طبرانی کبیر، رقم ۱۱۴۴، ج ۱، ص ۳۷۲)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پاک، صاحب لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے دعا مانگی، اے اللہ عزوجل! تو نے جو برکت مکہ میں رکھی ہے مدینہ کو اس سے دگنی برکت عطا فرما۔

(بخاری، کتاب فضائل المدینہ، رقم ۱۸۸۵، ج ۱، ص ۶۲۰)

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے دعا مانگی، یا اللہ عزوجل! تیرے بندے اور خلیل حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے تجھ سے مکہ والوں کے لئے برکت کی دعا کی اور میں محمد تیرا بندہ اور رسول ہوں اور میں مدینہ والوں کے لئے برکت کی دعا کرتا ہوں کہ تو ان کے صاع اور مد (یہ دونوں پیمانے ہیں) میں ویسی برکت عطا فرما جیسی برکت تو نے مکہ والوں کے لئے عطا فرمائی اور اس برکت کے ساتھ دو برکتیں اور عطا فرما۔

(مجمع الزوائد، کتاب الحج، باب جامع فی الدعا لھا، رقم ۵۸۱۵، ج ۳، ص ۶۵۶)

(2) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فی فضل المدینۃ... إلخ، الحدیث: ۴۶۰۔(۱۳۶۳)، ص ۷۱۰۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ یہ بالکل صحیح اور مجرب ہے کہ جس نے اہلِ مدینہ کو ستایا چین نہ پایا، یزید پلید واقعہ حرہ کے بعد دق اور سل میں مبتلا ہو کر مرگیا، حجاج ابن یوسف برے حال سے ہلاک ہوا۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۲۵۲)

(3) صحیح البخاري، کتاب فضائل المدینۃ، باب من رغب عن المدینۃ، الحدیث: ۱۸۷۵، ج ۱، ص ۶۱۸۔

وسلم کے ہمراہ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر حاضر تھے (ان کے کفن کے لیے صرف ایک کملی تھی) جب لوگ اسے کھینچ کر اُن کا مونھ چھپاتے قدم کھل جاتے اور قدم پر ڈالتے تو چہرہ کھل جاتا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کملی سے مونھ چھپادو اور پاؤں پر یہ گھاس ڈال دو۔ پھر حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے سر اقدس اٹھایا، صحابہ کو روتا پایا۔ ارشاد فرمایا: لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ سرسبز ملک کی طرف چلے جائیں گے، وہاں کھانا اور لباس اور سواری انھیں ملے گی پھر وہاں سے اپنے گھر والوں کو لکھ بھیجیں گے کہ ہمارے پاس چلے آؤ کہ تم حجاز کی خشک زمین پر پڑے ہو حالانکہ مدینہ اُن کے لیے بہتر ہے اگر جانتے۔ (4)

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ يُبِسُّوْنَ بَسٌّ سے بنا بمعنی نرم رفتار، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَّ بُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا" یعنی فتح یمن کے بعد بعض مدینہ والے وہاں جاکر وہاں کے عیش و آرام دیکھیں گے تو خراماں خراماں خوش خوش مدینہ آئیں گے اور اپنے بال بچوں کو یمن لے جائیں گے، مدینہ منورہ کی رہائش چھوڑ کر یمن کی بود و باش اختیار کرلیں گے بعض شارحین نے اس جملہ کے یہ معنے کیے کہ فتح یمن کے بعد بعض یمنی لوگ اپنے بال بچے مدینہ منورہ لے آئیں گے اور مدینہ کی بود باش اختیار کرلیں گے مگر یہ معنے بعید ہیں اگلا مضمون اس کے موافق نہیں الا بالتاویل البعید۔ (از مرقات)

۲۔ ظاہر یہ ہے کہ لو تمنا کا ہے یعنی کاش یہ چلے جانے والے لوگ یہ جان لیتے کہ دوسرے شہروں سے مدینہ منورہ ان کے لیے بہتر ہے کہ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب ہے، مسجد نبوی شریف میں نماز میسر ہے، یہ سرزمین جائے نزول وحی ہے، یہاں دین و دنیا کی بھلائیاں ہیں۔

۳۔ خیال رہے کہ عراق عہد صدیقی میں فتح ہوا اور شام خلافت فاروقی میں لہذا یہاں ذکر کی ترتیب واقع کی ترتیب کے موافق نہیں ہے۔

۴۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یمن، شام، عراق غرضکہ تمام ملکوں سے مدینہ منورہ بہتر اور افضل ہے اگرچہ شام میں ہزارہا انبیاء کرام کے مزارات ہیں وہاں بیت المقدس ہے اور مدینہ منورہ میں صرف حضور انور آرام فرما ہیں مگر مدینہ ہی افضل ہے کہ سارے تارے شام میں ہیں اور سورج مدینہ میں، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس جملہ کے معنے یہ کرتے ہیں کہ تمام جگہ سے بہتر مدینہ ہے، اس میں مکہ معظمہ بھی داخل ہے، اسی بنا پر وہ فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ افضل ہے۔ (مرقات) خیال رہے کہ تمام اماموں کا ہاں مدینہ میں رہنا افضل ہے، مکہ میں رہنے سے بھی کسی حدیث میں مکہ معظمہ کے رہنے پر اتنا زور نہیں دیا گیا جتنا مدینہ پاک میں رہنے پر دیا گیا ہے، مکہ معظمہ کا افضل ہونا اور ہے اور وہاں رہنے سہنے کا افضل ہونا کچھ اور۔ ہم اس کے متعلق پہلے عرض کرچکے ہیں کہ سیدنا عبداللہ ابن عباس نے طائف شریف کا قیام اختیار فرمایا۔ شعر

میرا دل زار مدینہ میں ہے میں ہوں یہاں یار مدینہ میں
خلد کا مختار مدینہ میں ہے دید کا بازار مدینہ میں

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۴، ص ۳۴۵)

(4) المعجم الکبیر للطبرانی، الحدیث: ۵۸۷، ج ۱۹، ص ۲۶۵۔

حدیث ۶ تا ۸: ترمذی و ابن ماجہ و ابن حبان و بیہقی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس سے ہو سکے کہ مدینہ میں مرے تو مدینہ ہی میں مرے کہ جو شخص مدینہ میں مرے گا، میں اُس کی شفاعت فرماؤں گا۔ (S)

(S) جامع الترمذي، أبواب المناقب، باب ما جاء في فضل المدينة، الحديث: ۳۹۴۳، ج ۵، ص ۴۸۳.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ بشارت اور ہدایت سارے مسلمانوں کو ہے نہ کہ صرف مہاجرین کو یعنی جس مسلمان کی نیت مدینہ پاک میں مرنے کی ہو وہ کوشش بھی وہاں ہی مرنے کی کرے کہ خدا نصیب کرے تو وہاں ہی قیام کرے، خصوصًا بڑھاپے میں اور بلاضرورت مدینہ پاک سے باہر نہ جائے کہ موت و دفن وہاں کا ہی نصیب ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دعا کرتے تھے کہ مولٰی مجھے اپنے محبوب کے شہر میں شہادت کی موت دے، آپ کی دعا ایسی قبول ہوئی کہ سبحان اللہ! فجر کی نماز مسجد نبوی محراب النبی، مصلےٰ نبی اور وہاں شہادت۔ میں نے بعض لوگوں کو دیکھا کہ تیس چالیس سال سے مدینہ منورہ میں ہیں، حدود مدینہ بلکہ شہر مدینہ سے بھی باہر نہیں جاتے اسی خطرہ سے کہ موت باہر نہ آجائے، حضرت امام مالک کا بھی یہ ہی دستور رہا، یہاں شفاعت سے مراد خصوصی شفاعت ہے، گنہگاروں کے سارے گناہ بخشوانے کی شفاعت اور نیک کاروں کے بہت درجے بلند کرنے کی شفاعت، ورنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ساری ہی امت کی شفاعت فرمائیں گے۔ خیال رہے کہ مدینہ پاک میں رہنا بھی افضل وہاں مرنا بھی اعلٰی اور وہاں دفن ہونا بھی بہتر بعض صحابہ بعد موت مدینہ میں لاکر دفن کیے گئے۔ اس سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص مدینہ پاک میں مرے دفن ہونے کی کوشش کرے وہ ان شاء اللہ ایمان پر مرے گا کیونکہ اس کے لیے شفاعت خاص کا وعدہ ہے اور شفاعت صرف مؤمن کی ہو سکتی ہے۔ (از مرقات)

۲۔ یعنی یہ حدیث بہت سی اسنادوں سے مروی ہے بعض اسنادوں میں صحیح ہے بعض میں حسن بعض میں غریب۔ علماء فرماتے ہیں کہ بمقابلہ دوسروں کے بقیع میں دفن ہونا افضل ہے کہ یہ قبرستان روضہ اطہر سے قریب ہے اس میں بہت صحابہ کے مزارات ہیں، جتنا ان سے قرب ہو اتنا ہی اچھا۔ (مرقات) شعر

مٹی عزیز بلبل بے بال و پر کی ہے

یہ فقیر گنہگار شرمسار احمد یار بارگاہ الٰہی میں دعا کرتا ہے کہ صدقہ اپنے محبوب اکبر صلی اللہ علیہ وسلم کا مجھے رب تعالٰی مدینہ پاک کا قیام، وہاں کی مسجد نبوی شریف کا اعتکاف، وہاں کی موت، وہاں کا دفن نصیب کرے اگر وہاں دفن میسر ہو جائے تو میری مٹی عزیز ہو جائے۔ آمین یارب العلمین وصلی اللہ علی سیدنا محمد والہ وصحبہ وسلم شعر۔

در کو تکتے تکتے ہو جاؤں ہلاک　　وہاں کی خاک پاک سے مل جائے خاک

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۲۵۹) ←

اور اسی کی مثل صمیتہ اور سبیعہ اسلمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی۔

مدینہ منورہ میں مرنے کی فضیلت:

دو جہاں کے تاجوَر، سلطانِ بحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: تم میں سے جو مدینہ منورہ میں مرنے کی استطاعت رکھے وہ مدینہ ہی میں مرے کیونکہ جو مدینہ منورہ میں مرے گا میں اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے حق میں گواہی دوں گا۔

(شعب الایمان، باب فی المناسک، فضل الحج والعمرۃ، الحدیث: ۴۱۸۲، ج ۳، ص ۴۹۷)

سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: بیماری اور دجال مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔ (الترغیب والترھیب، کتاب الحج، باب الترغیب فی سکنی۔۔۔۔۔۔الخ، تحت الحدیث: ۱۸۷۴، ج ۲، ص ۱۱۹)

شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار باذنِ پروردگار عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے دعا مانگی: اے اللہ عزوجل! تیرے خلیل، تیرے بندے اور تیرے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تجھ سے مکہ مکرمہ والوں کے لئے دعا مانگی تھی اور میں تیرا بندہ اور تیرا رسول محمد (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم) تجھ سے اسی طرح مدینہ منورہ والوں کے لئے دعا مانگتا ہوں جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ والوں کے لئے دعا مانگی تھی، ہم تجھ سے دعا مانگتے ہیں کہ تو ان کے لئے ان کے صاع، ان کے مد اور ان کے پھلوں میں برکت عطا فرما۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی قتادۃ، الحدیث: ۲۲۶۹۳، ج ۸، ص ۳۸۴)

حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے دعا مانگی یا الٰہی عزوجل! جس طرح تُو نے مکہ مکرمہ کو ہمارا محبوب بنایا اسی طرح مدینہ منورہ کو بھی ہمارا محبوب بنا دے اور اس کی بیماری کو مقامِ جُحفہ کی طرف منتقل فرما دے۔ (وہاں سے کوئی پرندہ بھی اڑتا ہوا گزرتا تو بیمار ہو جاتا) (المرجع السابق، الحدیث: ۲۲۶۹۳، ج ۸، ص ۳۸۴)

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں عرض کی: اے اللہ عزوجل! میں نے مدینہ منورہ کی دو پہاڑیوں کے درمیان کو حرم بنایا (یعنی میں نے اس کی حرمت ظاہر فرمائی) جس طرح تو نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی زبان سے مکہ مکرمہ کو حرم فرمایا ہے۔ (المرجع السابق، الحدیث: ۲۲۶۹۳، ج ۸، ص ۳۸۴)

مراد یہ ہے کہ مکہ مکرمہ زمین وآسمان کی تخلیق کے وقت سے ہی تھا مگر اس کی حرمت مخفی ہو جانے کے باعث کم ہو گئی تھی پھر اللہ عزوجل نے حضرت سیدنا ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے اس کی حرمت کو ظاہر فرمایا۔

شاہِ ابرار، ہم غریبوں کے غمخوار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں عرض کی: اے اللہ عزوجل! ہمارے لئے ہمارے پھلوں میں برکت عطا فرما اور ہمارے لئے ہمارے مدینے میں برکت عطا فرما اور ہمارے لئے ہمارے صاع اور مد میں برکت عطا فرما۔

(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینۃ ودعاء۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۳۳۳۴، ص ۹۰۶)

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں عرض کی: اے اللہ عزوجل! حضرت ابراہیم (علیہ السلام) تیرے بندے، خلیل اور نبی ہیں جبکہ میں بھی تیرا بندہ اور نبی ہوں، انہوں نے تجھ سے مکہ مکرمہ کے لئے دعا کی ←

....

❁❁❁❁❁

اور میں مدینہ منورہ کے لئے وہی دعا کرتا ہوں جو انہوں نے مکہ مکرمہ کے لئے مانگی تھی اور اتنی ہی اس کے ساتھ مزید کی دعا مانگتا ہوں تو اس برکت کو دو برکتوں کے ساتھ ملا دے اور اس کی بیماری جحفہ کی طرف منتقل کر دے۔ (کیونکہ وہ یہودیوں کا مسکن تھا)

(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینۃ ودعاء النبی ۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۳۳۳۴، ص۹۰۶) (صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب مقدم النبی واصحاب المدینۃ، الحدیث: ۳۹۲۶، ص۳۲۰)

مدینہ طیبہ کے برکات

حدیث ۹: صحیح مسلم وغیرہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ لوگ جب شروع شروع پھل دیکھتے، اُسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر لاتے، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اسے لے کر یہ کہتے: الٰہی! تو ہمارے لیے ہماری کھجوروں میں برکت دے اور ہمارے لیے ہمارے مدینہ میں برکت کر اور ہمارے صاع و مد میں برکت کر، یا اللہ! (عزوجل) بے شک ابراہیم تیرے بندے اور تیرے خلیل اور تیرے نبی ہیں اور بے شک میں تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں۔ انھوں نے مکہ کے لیے تجھ سے دُعا کی اور میں مدینہ کے لیے تجھ سے دُعا کرتا ہوں، اُسی کی مثل جس کی دعا مکہ کے لیے انھوں نے کی اور اتنی ہی اور (یعنی مدینہ کی برکتیں مکہ سے دو چند ہوں)۔ پھر جو چھوٹا بچہ سامنے ہوتا اُسے بلا کر وہ کھجور عطا فرما دیتے۔ (1)

---

(1) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینۃ... الخ، الحدیث: ۴۷۳ ۱۳، ص ۷۱۳۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ یعنی باغ والے اپنے باغ کا پہلا پھل، یوں ہی مدینہ والے جب بازار میں نیا پھل دیکھتے تو حضور انور کی خدمت میں ہدیۃً لاتے تاکہ باغ میں اور گھروں میں برکت رہے، بعض لوگ پہلے پھل پر فاتحہ دے کر بچوں میں تقسیم کرتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے، فاتحہ میں ثواب کا نذرانہ ہوتا ہے اگر ہم کو وہ میسر نہ ہوا تو ہدیہ ثواب ہی کریں۔

۲۔ یعنی مدینہ کی آبادی میں بھی برکت دے اور یہاں کے پھل فروٹ میں بھی حضور کی دعائیں قبول ہوئیں۔ چنانچہ زمانہ فاروقی میں مدینہ میں چالیس ہزار سوار فوجی تھے، پیادے ان کے علاوہ دوسری آبادی ان کے سواء اور وہاں کے پھلوں کی برکت تو مشہور ہی ہے۔ (مرقات)

۳۔ صاع و مد سے مراد ان پیمانوں میں نپنے والے دانہ ہیں جیسے گندم جو وغیرہ، پھلوں کی برکت کی دعا پہلے گزر گئی اور غلہ کی برکت کی دعا یہ ہے، ہمارے لیے فرما کر یہ بتایا کہ یہ برکتیں مسلمانوں کے لیے ہوں۔

۴۔ حضور انور نے حضرت ابراہیم کے خلیل ہونے کا تو ذکر فرمایا مگر اپنے حبیب ہونے کا ذکر نہ فرمایا تواضع و انکسار کے لیے۔ خلیل وہ جو رب کی مانے، حبیب وہ کہ رب اس کی مانے، خلیل بیرونی دوست، حبیب اندرونی دوست، دوستوں سے ملاقات پردہ کے باہر ہوتی ہے حبیب سے ملاقات پردہ کے اندر۔ شعر

تم تو مغز اور پوست اور ہیں باہر کے دوست | تم ہو درون سرا تم پہ کروڑوں درود

نبی و رسول کبھی ہم معنے ہوتے ہیں اور کبھی نبی رسول سے عام نبوت میں رب تعالیٰ سے فیض لیتا ہے اور رسالت میں دوسروں کو فیض دیتا ہے۔ حق یہ ہے نبوت سے رسالت افضل ہے رسول تین سو تیرہ ہیں، نبی ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش، نبی کی ولایت ان کی ←

حدیث ۱۰ تا ۱۳: صحیح مسلم میں اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

نبوت سے بعض کے نزدیک افضل ہے، بعض کے ہاں برعکس۔ (مرقات)

۵۔ جناب خلیل نے مکہ معظمہ کے لیے دعا کی تھی "فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْۤ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ" خدایا لوگوں کے دل مکہ معظمہ کی طرف مائل فرمادے اور یہاں کے باشندوں کو پھل دے تاکہ وہ شکر ادا کریں۔

۶۔ اور سے مراد صرف دوگنی نہیں بلکہ کئی گنی یعنی مدینہ کی طرف لوگوں کے دل خوب مائل کردے اور یہاں بہت پھل فروٹ پیدا فرما، برکتیں دے، اس دعا شریف کا اثر آج بھی دیکھا جارہا ہے کہ مکہ معظمہ سے زیادہ مدینہ پاک کی طرف لوگوں کا میلان قلبی ہے، مدینہ کی تعریف میں ہزار ہا قصیدے لکھے گئے، وہاں کا سا پانی، کھانا پھل اور جگہ دیکھے نہ گئے۔

۷۔ اس حدیث سے پہلے پھل پر، پھل سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا بچوں میں تقسیم کرنا سب کچھ ثابت ہے کہ حضور انور پھل سامنے رکھ کر یا ہاتھ میں لے کر یہ دعا پڑھتے تھے، فاتحہ میں کھانا، پھل سامنے ہوتے ہیں، ایصال ثواب اور دعائیہ کلمات کہے جاتے ہیں، حضور انور نے بچے کو یہ پھل دیئے، اب بھی بچوں میں تقسیم کیے جاتے ہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۴، ص ۲۴۰)

مدینۂ مُنَوَّرہ یامَکّہ مُعَظَّمہ میں مرنے اور روضۂ انور کی زیارت کا ثواب

پچھلے صفحات میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ جو مدینہ میں ثابت قدم رہے اور مرنے تک اس کی تنگی اور سختی پر صبر کرے قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں گا یا اس کے حق میں گواہی دُوں گا۔

بنولیث کی ایک خاتون حضرتِ سیدتنا صُمَیْتَہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا، تم میں سے جو مدینہ میں مرنے کی استطاعت رکھے وہ مدینے میں ہی مرے کیونکہ جو مدینہ میں مرے گا اس کی شفاعت کی جائے گی یا اس کے حق میں گواہی دی جائے گی۔

(الاحسان بترتیب ابن حبان، کتاب الحج، باب فضل المدینۃ، رقم ۳۷۴۳، ج ۶، ص ۲۱)

ایک روایت میں ہے کہ جو مدینہ میں مرنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ مدینہ میں ہی مرے کیونکہ جو مدینہ میں مرے گا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کرونگا اور اس کے حق میں گواہی دوں گا۔ (شعب الایمان، باب فی المناسک فضل الحج والعمرۃ، رقم ۴۱۸۲، ج ۳، ص ۴۹۷)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَرصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے فرمایا، جو مدینہ میں مرنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ مدینہ میں ہی مرے کیونکہ جو مدینہ میں مرے گا میں اس کی شفاعت کروں گا۔ (ترمذی، کتاب المناقب، باب فی فضل المدینۃ، رقم ۳۹۴۳، ج ۵، ص ۴۸۳)

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال،، دافِعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُودو نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے فرمایا، تم میں سے جس سے ہو سکے وہ مدینہ ہی میں مرے کیونکہ جو مدینہ میں مرے گا میں قیامت کے دن اس کی گواہی دوں گا یا اس کی شفاعت کروں گا۔ (طبرانی کبیر مسند، رقم ۷۴۷، ج ۲۴، ص ۲۹۴)

←

وسلم نے فرمایا: یا اللہ! (عزوجل) تو مدینہ کو ہمارا محبوب بنادے جیسے ہم کو مکہ محبوب ہے بلکہ اس سے زیادہ اور اُس کی آب وہوا کو ہمارے لیے درست فرمادے اور اُس کے صاع و مد میں برکت عطا فرما اور یہاں کے بخار کو منتقل کر کے جحفہ میں بھیج دے۔ (2)

حضرتِ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خاتم المرسلین، رحمۃ للعلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوب ربُّ العلمین، جنابِ صادق وامین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، جو شخص دو حرموں (یعنی مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ) میں سے کسی ایک میں مرے گا قیامت کے دن امن والوں میں اٹھایا جائے گا اور جو ثواب کی نیت سے مدینہ میں میری زیارت کرنے آئے گا وہ قیامت کے دن میرے پڑوس میں ہوگا۔ (شعب الایمان، باب فی مناسک فضل الحج والعمرۃ، رقم ۴۱۵۸، ج ۳، ص ۴۹۰)

حضرتِ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، محبوبِ ربُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، جس نے میری قبر کی زیارت کی، یا یہ فرمایا، جس نے میری زیارت کی قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں گا یا اس کے حق میں گواہی دوں گا اور جو دو حرموں میں سے کسی ایک میں مرے گا اللہ عزوجل اسے قیامت کے دن امن والوں میں اٹھائے گا۔ (الترغیب والترہیب، کتاب الحج، باب فی سکنی المدینۃ وفضل احد ووادی العقیق، رقم ۱۶، ج ۲، ص ۱۴۷)

حضرتِ سیدنا حاطب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، جس نے میرے وصال (ظاہری) کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی اور جو دو حرموں (مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ) میں سے کسی ایک میں مرے گا قیامت کے دن امن والوں میں سے اٹھایا جائے گا۔

(سنن الدارقطنی، کتاب الحج، رقم ۲۶۶۸، ج ۲، ص ۳۵۱)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

(سنن الدارقطنی، کتاب الحج، رقم ۲۶۶۹، ج ۲، ص ۳۵۱)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، جو مجھ پر سلام بھیجتا ہے اللہ عزوجل میری روح میری طرف لوٹا دیتا ہے تاکہ میں اسے سلام کا جواب دے سکوں۔ (ابوداؤد، کتاب المناسک، باب زیارۃ القبور، رقم ۲۰۴۱، ج ۲، ص ۳۱۵)

(2) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب الترغیب فی سکنی المدینۃ...الخ، الحدیث: ۱۳۷۶، ص ۷۱۵۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اور یہ دونوں حضرات بخار کی شدت میں مکہ معظمہ کو بہت یاد کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت بلال یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔ شعر

الا لیت شعری ہل ابیتن لیلۃ
بواد و عندی اذخر و جلیل

←

(یہ دعا اُس وقت کی تھی، جب ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے اور یہاں کی آب و ہوا صحابہ کرام کو ناموافق ہوئی کہ پیشتر یہاں وبائی بیماریاں بکثرت ہوتیں) یہ مضمون کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے مدینہ طیبہ کے واسطے دعا کی کہ مکہ سے دوچند یہاں برکتیں ہوں۔(3) مولیٰ علی و ابوسعید و انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی۔

وھل اردن یوما میاہ مجنۃ   وھل تبدون لی شامۃ والفیل

غرضکہ مکہ کی آب و ہوا اور شیریں پانی حتی کہ وہاں کے گھاس و پہاڑ بھی یاد ہوتے تھے۔

۲ے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تمام دعائیں قبول ہوئیں۔چنانچہ آج بھی ہر مسلمان کو بمقابلہ مکہ مکرمہ کے مدینہ منورہ زیادہ پیارا ہے اور مدینہ پاک کی آب و ہوا بہت ہی صحت بخش ہے حتی کہ وہاں کی خاک خاک شفا کہلاتی ہے،وہاں کی روزی میں بڑی برکت ہے۔جحفہ حرمین طیبین کے درمیان چھوٹی سی بستی ہے جہاں اس زمانہ میں یہود آباد تھے،اب بھی وہاں کی آب و ہوا ترا بخار ہے کہ اگر پرندہ وہاں سے گزر جائے تو بیمار پڑ جاتا ہے۔(لمعات) یہ حدیث امام مالک کی دلیل ہے کہ مدینہ منورہ افضل ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح،ج۴،ص۳۴۳)

(3) صحیح مسلم،کتاب الحج،باب الترغیب فی سکنی المدینۃ...الخ،الحدیث:۱۳۷۴،ص۷۱۳۔

اہلِ مدینہ کے ساتھ بُرائی کرنے کے نتائج

حدیث ۱۴: صحیح بخاری و مسلم میں سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو شخص اہلِ مدینہ کے ساتھ فریب کریگا، ایسا گھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے۔(1)

حدیث ۱۵: ابن حبان اپنی صحیح میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اہلِ مدینہ کو ڈرائے گا، اللہ (عزوجل) اُسے خوف میں ڈالے گا۔(2)

حدیث ۱۶ و ۱۷: طبرانی عُبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ (عزوجل)! جو اہلِ مدینہ پر ظلم کرے اور انھیں ڈرائے تو اُسے خوف میں مبتلا کر اور اس پر اللہ (عزوجل) اور فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت اور اس کا نہ فرض قبول کیا جائے، نہ نفل۔(3) اسی کی مثل نسائی و طبرانی نے سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

حدیث ۱۸: طبرانی کبیر میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اہلِ مدینہ کو ایذا دے گا، اللہ (عزوجل) اُسے ایذا دے گا اور اس پر اللہ (عزوجل) اور فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت اور اس کا نہ فرض قبول کیا جائے، نہ نفل۔(4)

حدیث ۱۹: صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایک ایسی بستی کی طرف (ہجرت) کا حکم ہوا جو تمام بستیوں کو کھا جائے گی (سب پر غالب آئے گی) لوگ اسے یثرب(5)

---

(1) صحیح البخاري، کتاب فضائل المدینۃ، باب اثم من کاد اھل المدینۃ، الحدیث: ۱۸۷۷، ج۱، ص۶۱۸۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ یہ بالکل صحیح اور مجرب ہے کہ جس نے اہلِ مدینہ کو ستایا چین نہ پایا، یزید پلید واقعہ حرہ کے بعد دق اور سل میں مبتلا ہو کر مر گیا، حجاج ابن یوسف برے حال سے ہلاک ہوا۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۴، ص۲۵۲)

(2) الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الحج، باب فضل المدینۃ، الحدیث: ۳۷۳۰، ج۶، ص۲۰۔

(3) المعجم الاوسط للطبراني، الحدیث: ۳۵۸۹، ج۲، ص۳۷۹۔

(4) مجمع الزوائد، کتاب الحج، باب فیمن اخاف اھل المدینۃ...إلخ، الحدیث: ۵۸۲۶، ج۳، ص۶۵۹۔

(5) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: ←

کہتے ہیں۔

مدینہ طیبہ کو یثرب کہنا ناجائز وممنوع وگناہ ہے اور کہنے والا گنہگار۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من سمی المدینۃ یثرب فلیستغفر اللہ ھی طابۃ ھی طابۃ. رواہ الامام ا۔ احمد بسند صحیح عن البراء ان عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ.

جو مدینہ کو یثرب کہے اس پر توبہ واجب ہے۔ مدینہ طابہ ہے مدینہ طابہ ہے۔ (اسے امام احمد نے بسند صحیح براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت) (ا۔ مسند امام احمد بن حنبل عن براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴ / ۲۸۵)

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

فتسمیتھا بذلک حرام لان الاستغفار انما ھو عن خطیئۃ ۲۔

یعنی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مدینہ طیبہ کا یثرب نام رکھنا حرام ہے کہ یثرب کہنے سے استغفار کا حکم فرمایا اور استغفار گناہ ہی سے ہوتی ہے۔ (۲۔ التیسیر شرح جامع الصغیر تحت حدیث من سمی المدینۃ یثرب الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲ / ۴۲۴)

ملاعلی قاری رحمہ الباری مرقاۃ شریف میں فرماتے ہیں:

قد حکی عن بعض السلف تحریم تسمیۃ المدینۃ بیثرب ویؤیدہ مارواہ احمد لافذ کر الحدیث المذکور ثم قال) قال الطیبی رحمہ اللہ تعالٰی فظھران من یحقر شان ما عظمہ اللہ تعالٰی ومن وصف ماسماہ اللہ تعالٰی بالایمان بمالایلیق بہ یستحق ان یسمی عاصیا ا۔ الخ.

بعض اسلاف سے حکایت کی گئی ہے کہ مدینہ منورہ کو یثرب کہنا حرام ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو امام احمد نے روایت فرمایا ہے۔ پھر حدیث مذکور بیان فرمائی۔ پھر علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا پس اس سے ظاہر ہوا کہ جو اس کی شان کی تحقیر کرے کہ جس کو اللہ تعالٰی نے عظمت بخشی اور جس کو اللہ تعالٰی نے ایمان کا نام دیا اس کا ایسا وصف بیان کرے جو اس کے لائق اور شایان شان نہیں تو وہ اس قابل ہے کہ اس کا نام عاصی (گنہگار) رکھا جائے الخ (ت)

(ا۔ المرقاۃ شرح المشکوٰۃ، کتاب المناسک، تحت حدیث ۲۷۳۸، مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۵ / ۶۲۲)

قرآن عظیم میں کہ لفظ یثرب آیا وہ رب العزت جل وعلا نے منافقین کا قول نقل فرمایا ہے:

واذاقالت طائفۃ منھم یااھل یثرب لامقام لکم ۲۔

جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا اے یثرب کے رہنے والو! تمہارے لئے کوئی جگہ اور ٹھکانا نہیں۔ (ت)

(۲۔ القرآن الکریم ۳۳ / ۱۳)

یثرب کا لفظ فساد وملامت سے خبر دیتا ہے وہ ناپاک اسی طرف اشارہ کرکے یثرب کہتے اللہ عزوجل نے ان پر رد کے لئے مدینہ طیبہ کا نام طابہ رکھا، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یقولون یثرب وھی المدینۃ. رواہ الشیخان ۳۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ. ←

....

وہ اسے یثرب کہتے ہیں اور وہ تو مدینہ ہے۔ (اس کو بخاری و مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

(۳۔ صحیح البخاری، فضائل المدینۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۲) (صحیح مسلم کتاب الحج باب المدینۃ تنفی خبثہا الخ ۱/ ۴۴۴)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللہ تعالی سمی المدینۃ طابۃ۔ رواہ الائمۃ احمد ومسلم ۱ والنسائی عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالی عنہ۔

بے شک اللہ عزوجل نے مدینہ کا نام طابہ رکھا۔ (اسے ائمہ احمد، مسلم اور نسائی نے جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

(۱۔ مسند احمد بن حنبل، عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۸۹) (صحیح مسلم کتاب الحج باب المدینۃ تنفی خبثہا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۵)

مرقاۃ میں ہے:

المعنی ان اللہ تعالی سماہا فی اللوح المحفوظ او امر نبیہ ان یسمیہا بہا ردا علی المنافقین فی تسمیتہا بیثرب ایماء الی تثریبہم فی الرجوع الیہا ۲۔

مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے لوح محفوظ میں مدینہ منورہ کا نام طابہ رکھا ہے یا اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ وہ مدینہ پاک کا نام طابہ رکھیں، یثرب رکھنے میں اہل نفاق کا رد کرتے ہوئے ان کی سرزنش (توبیخ) کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ انھوں نے پھر نازیبا (یا متروک) نام کی طرف رجوع کرلیا۔ (ت)

(۲۔ المرقاۃ شرح المشکوۃ کتاب المناسک حدیث ۲۷۳۸ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۵/ ۶۲۲)

اسی میں ہے:

قال النووی رحمہ اللہ تعالی قد حکی عیسی بن دینار ان من سماہا یثرب کتب علیہ خطیئۃ واما تسمیتہا فی القرآن بیثرب فہی حکایۃ قول المنافقین الذین فی قلوبہم مرض ۳۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا عیسٰی بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے حکایت کی گئی ہے کہ جس کسی نے مدینہ طیبہ کا نام یثرب رکھا یعنی اس نام سے پکارا تو وہ گناہ گار ہوگا، جہاں تک کہ قرآن مجید میں یثرب نام کے ذکر کا تعلق ہے تو معلوم ہونا چاہئے کہ وہ منافقین کے قول کی حکایت ہے کہ جن کے دلوں میں بیماری ہے۔ (ت) (۳۔ المرقاۃ شرح المشکوۃ کتاب المناسک حدیث ۲۷۳۸ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۵/ ۶۲۲)

بعض اشعار اکابر میں کہ یہ لفظ واقع ہوا، ان کی طرف سے عذر یہی ہے کہ اس وقت اس حدیث وحکم پر اطلاع نہ پائی تھی جو مطلع ہو کر کہے اس کے لئے عذر نہیں معہذا شرع مطہر شعر وغیرہ شعر سب پر حجت ہے۔ شعر شرع پر حجت نہیں ہوسکتا، مولانا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ، مشکوۃ میں فرماتے ہیں:

آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او را مدینہ نام نہاد از جہت تمدن واجتماعی مردم واستیناس وائتلاف ایشاں درو ے ونہی کرد از خواندن یثرب یا از جہت آنکہ نام جاہلیت است یا بسبب آنکہ مشتق از ثرب بمعنی ہلاک وفساد وتثریب بمعنی توبیخ وملامت ست یا بتقریب آنکہ دراصل نام ←

اور وہ مدینہ ہے، لوگوں کو اس طرح پاک وصاف کرے گی جیسے بھٹی لوہے کے میل کو۔(6)

ملے یا یکے از جبابرہ بود، بخاری در تاریخ خود حدیثے آوردہ کہ یکبار یثرب گوید باید کہ دہ بار مدینہ گوید تا تدارک وتلافی آں کند ودر روایتے دیگر آمدہ باید کہ استغفار کند وبعضے گفتہ اند کہ تعزیر باید کرد قائل آں راو آنکہ در قرآن مجید آمدہ است یا اہل یثرب از زبان منافقان ست کہ بذکر آں قصد اہانت آن می کردند عجب کہ برزبان بعضے اکابر در اشعار لفظ یثرب آمدہ اے انتہی۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ۔

(اے اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ کتاب المناسک باب حرم المدینۃ مکتبہ نوری رضویہ سکھر ۲/۹۴-۳۹۳)

آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کا نام مدینہ رکھا، اس کی وجہ وہاں لوگوں کا رہنا سہنا اور جمع ہونا اور اس سے انس ومحبت رکھنا ہے اور آپ نے اسے یثرب کہنے سے منع فرمایا اس لئے کہ یہ زمانہ جاہلیت کا نام ہے یا اس لئے کہ یہ ثرب سے بنا ہے جس کے معنی ہلاکت اور فساد ہے اور تثریب بمعنی سرزنش اور ملامت ہے یا اس وجہ سے کہ یثرب کسی بت یا کسی جابر وسرکش بندے کا نام تھا۔ امام بخاری اپنی تاریخ میں ایک حدیث لائے ہیں کہ جو کوئی ایک مرتبہ یثرب کہہ دے تو اسے دس مرتبہ مدینہ کہنا چاہئے تا کہ اس کی تلافی اور تدارک ہو جائے قرآن مجید جو یا اھل یثرب آیا ہے تو وہ اہل نفاق کی زبان سے ادا ہوا ہے کہ یثرب کہنے سے وہ مدینہ منورہ کی توہین کا ارادہ رکھتے تھے، ایک دوسری روایت میں ہے کہ یثرب کہنے والا اللہ تعالٰی سے استغفار کرے اور معافی مانگے اور بعض نے فرمایا کہ اس نام سے پکارتے والے کو سزا دینی چاہئے۔ حیرت کی بات ہے کہ بعض بڑے لوگوں کی زبان سے اشعار لفظ یثرب صادر ہوا ہے۔ انتہی، اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے اور عظمت وشان والے کا علم بہت پختہ اور بڑا اکمل ہے۔(ت) (فتاوی رضویہ، جلد ۲۱، ص ۱۱۵-۱۱۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(6) صحیح البخاري، کتاب فضائل المدینۃ، باب فضل المدینۃ... إلخ، الحدیث: ۱۸۷۱، ج ۱، ص ۶۱۷۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ غالبًا یہ ارشاد گرامی ہجرت سے پہلے ہوا کہ مجھے ہجرت کرکے وہاں جانے کا حکم دیا ہے، ہوسکتا ہے کہ بعد ہجرت کا یہ فرمان ہو یعنی مجھے رب تعالٰی نے اس مدینہ کی بستی میں رہنے کا حکم دیا ہے۔ کھا جانے کے معنے یہ ہیں کہ یہاں کے لوگ تمام ملکوں کو فتح کریں گے اور ان کے مال اور خزانے مدینہ میں پہنچ جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ شام، فارس اور روم کے خزانے مدینہ پہنچے یا یہاں کے باشندے پہلے بھی دوسروں پر غالب آتے رہے ہیں۔ چنانچہ پہلے مدینہ منورہ میں قوم عمالقہ رہی تو وہ بہت ملکوں پر غالب آگئی پھر یہاں یہود آباد ہوئے تو وہ عمالقہ پر غالب آئے پھر مہاجرین مؤمن یہاں رہے وہ تمام روئے زمین پر غالب آگئے۔

۲۔ مدینہ منورہ کے نام سو سے بھی زیادہ ہیں، طیبہ، طابہ، بطحے، مدینہ، ابطح وغیرہ، ہجرت سے پہلے لوگ اسے یثرب کہتے تھے یا تو اس لیے کہ یہاں قوم عمالقہ کا جو پہلا آدمی آیا اس کا نام یثرب تھا یا یہ لفظ ثرب سے مشتق ہے بمعنی سرزنش، سزا مصیبت وبلا، رب تعالٰی فرماتا ہے: "لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ" اب اسے یثرب کہنا سخت منع ہے، قرآن کریم میں جو اسے یثرب کہا گیا "یٰۤاَهْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ" وہ قول منافقین ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ جو مدینہ منورہ کو یثرب کہے وہ توبہ کرے، بخاری نے اپنی تاریخ میں فرمایا کہ جو ایک بار اسے یثرب کہے وہ بطور کفارہ دس بار اسے مدینہ کہے۔ مدینہ کے معنے ہیں اجتماع کی جگہ، مدن سے مشتق ہے بمعنی اجتماع اسی سے ہے ←

حدیث ۲۰: صحیحین میں انھیں سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ کے راستوں پر فرشتے (پہرا دیتے ہیں) اس میں نہ دجال آئے، نہ طاعون۔(7)

حدیث ۲۱: صحیحین میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مکہ و مدینہ کے سوا کوئی شہر ایسا نہیں کہ وہاں دجال نہ آئے، مدینہ کا کوئی راستہ ایسا نہیں جس پر ملائکہ پرا باندھ کر پہرا نہ دیتے ہوں، دجال (قریب مدینہ) شور زمین میں آکر اُترے گا، اس وقت مدینہ میں تین زلزلے ہوں گے جن سے ہر کافر و منافق یہاں سے نکل کر دجال کے پاس چلا جائے گا۔(8)

تمدن و مدنیت، شہر کو مدینہ اسی لیے کہتے ہیں کہ وہاں ہر قسم کے لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے، کسی شاعر نے مدینہ کے عجیب معنے یہ بیان کیے۔

معجزہ شق القمر کا ہے مدینہ سے عیاں — مدنے شق کرلیا ہے دین کو آغوش میں

۳۔ یہ زمین مدینہ کی تاثیر ہے کہ اس نے وہاں سے مشرکین و کفار کو یا تو مؤمن بنادیا اور یا وہاں سے نکال دیا۔ چنانچہ اوس و خزرج تو مؤمن ہوگئے بنی قریظہ ہلاک اور بنی نضیر وہاں سے جلاوطن کردیے گئے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ اگر کوئی خبیث وہاں مرکر دفن بھی ہوجائے تو فرشتے وہاں سے اس کی نعش کسی دوسری جگہ منتقل کردیتے ہیں اور اگر کوئی وہاں کا عاشق دوسری جگہ دفن ہوجائے تو اس کی نعش مدینہ منورہ پہنچادیتے ہیں، غرضیکہ زمین مدینہ بھی بھٹی ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۴، ص ۳۴۶)

(7) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب صیانۃ المدینۃ من دخول الطاعون... إلخ، الحدیث: ۱۳۷۹، ص ۷۱۶.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ انقاب نقب کی جمع، پہاڑ کے درّہ یا دو پہاڑوں کے درمیان کے راستہ کو نقب کہتے ہیں، یہاں مطلقاً راستہ مراد ہے۔ مدینہ منورہ پر فرشتوں کا یہ پہرہ دائمی ہے کہ اس کے تمام راستوں پر ایسے فرشتے پہرہ دے رہے ہیں جن کی وجہ سے وہ جنات مدینہ پاک میں نہیں آسکتے جن کے اثر سے طاعون پھیلتی ہے، آج تک وہاں طاعون نہ پھیلی اور نہ ان شاءاللہ پھیلے گی، دجال بھی وہاں نہ پہنچ سکے گا، پیداوار والے ممالک میں قحط پڑتے رہتے ہیں، لوگ بھوک سے ہلاک ہوتے رہتے ہیں مگر آج تک حرمین شریفین میں قحط نہیں سنا گیا، نہ لوگ وہاں بھوک سے ہلاک ہوئے اگرچہ وہاں پیداوار کوئی نہیں یہ کھلا معجزہ ہے۔ خیال رہے کہ شہر مدینہ کی حفاظت پر اور قسم کے فرشتے مامور ہیں اور روضہ اطہر پر سلام عرض کرنے کے لیے ستر ہزار دوسرے فرشتے مامور ہیں جن کی دن رات تبدیلیاں ہوتی ہیں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۴، ص ۳۵۰)

(8) صحیح مسلم، کتاب الفتن... إلخ، باب قصۃ الجساسۃ، الحدیث: ۲۹۴۳، ص ۱۵۷۷.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی دجال تمام دنیا کے سارے شہروں گاؤں میں پہنچ کر فساد پھیلادے گا مگر حرمین طیبین میں داخل نہ ہوسکے گا اور یہاں پہنچ کر فساد نہ پھیلا سکے گا۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جسم پاک مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے مدینہ منورہ دجال سے محفوظ ہے تو جس دل پر ←

✿✿✿✿✿

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کرم ہو جائے وہ بھی یقیناً شیطان سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

۲؎ دجّال مدینہ منورہ میں داخل ہونا چاہے گا مگر ان فرشتوں کو دیکھ کر آگے نہ بڑھ سکے گا جیسے شیطان فرشتوں کو دیکھ لیتا ہے ایسے ہی وہ بھی دیکھ لے گا۔

۳؎ سبخہ شورستان یعنی کھاری زمین کو کہتے ہیں اور مدینہ منورہ سے قریب ایک جگہ کا نام بھی ہے۔ باھلہا میں ب یا سببیہ ہے یا صلہ کی، پہلی صورت میں اہل سے مراد وہاں کے منافق و کافر باشندے ہیں، دوسری صورت میں سارے اہل مدینہ مراد ہیں یعنی زمین مدینہ وہاں کے بے دینی باشندوں کی وجہ سے یا تمام باشندوں پر تین بار کانپے گی یعنی زلزلہ آئے گا تاکہ بے دین نکل کر دجّال کے پاس پہنچ جائیں اور مخلصین یہیں رہ جائیں، مخلصین کسی مصیبت میں بھی مدینہ پاک نہیں چھوڑتے، یہ زلزلے کھروں کھوٹوں میں چھانٹ کے لیے ہوں گے ان سے وہاں کے مکانات نہ گریں گے صرف انسانوں کو جھٹکے محسوس ہوں گے اسی لیے باھلہا فرمایا۔

۴؎ معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں مدینہ طیبہ میں کفار ہوں گے، چھپے یا کھلے یا وہ لوگ جو اسلام کا دعوٰی کریں گے مگر ہوں گے کافر مشرک نہ ہوں گے لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ جزیرہ عرب میں شیطان کی عبادت نہیں ہوسکتی۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۳۵۱)

حاضری سرکارِ اعظم مدینہ طیبہ حضور حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا﴾(1)

(1) پ۵، النساء: ۶۴.

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ بارگاہِ الٰہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ اور آپ کی شفاعت کار برآری کا ذریعہ ہے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات شریف کے بعد ایک اعرابی روضہء اقدس پر حاضر ہوا اور روضہ شریفہ کی خاک پاک اپنے سر پر ڈالی اور عرض کرنے لگا یارسول اللہ جو آپ نے فرمایا ہم نے سنا اور جو آپ پر نازل ہوا اس میں یہ آیت بھی ہے: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا میں نے بے شک اپنی جان پر ظلم کیا اور میں آپ کے حضور میں اللہ سے اپنے گناہ کی بخشش چاہنے حاضر ہوا تو میرے رب سے میرے گناہ کی بخشش کرایئے اس پر قبر شریف سے ندا آئی کہ تیری بخشش کی گئی اس سے چند مسائل معلوم ہوئے

مسئلہ: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرضِ حاجت کے لئے اُس کے مقبولوں کو وسیلہ بنانا ذریعہ کامیابی ہے

مسئلہ قبر پر حاجت کے لئے جانا بھی جَآءُوْكَ میں داخل اور خیرُ القرون کا معمول ہے مسئلہ: بعد وفات مقبولانِ حق کو (یا) کے ساتھ ندا کرنا جائز ہے

مسئلہ: مقبولانِ حق مدد فرماتے ہیں اور ان کی دعا سے حاجت روائی ہوتی ہے۔

قبرِ انور کی زیارت

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ مقدسہ کی زیارت سنت موکدہ قریب واجب ہے۔

اس آیت میں گناہگاروں کے گناہ کی بخشش کے لئے ارحم الراحمین نے تین شرطیں لگائی ہیں اول دربار رسول میں حاضری۔ دوم استغفار۔ سوئم رسول کی دعائے مغفرت۔ اور یہ حکم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری دنیوی حیات ہی تک محدود نہیں بلکہ روضہ اقدس میں حاضری بھی یقیناً دربار رسول ہی میں حاضری ہے۔ اسی لئے علماء کرام نے تصریح فرمادی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار کا یہ فیض آپ کی وفات اقدس سے منقطع نہیں ہوا ہے۔ اس لئے جو گناہگار قبر انور کے پاس حاضر ہو جائے اور وہاں خدا سے استغفار کرے اور چونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو اپنی قبر انور میں اپنی امت کے لئے استغفار فرماتے ہی رہتے ہیں۔ لہٰذا اس گناہگار کے لئے مغفرت کی تینوں شرطیں پائی گئیں۔ اس لئے ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی ضرور مغفرت ہو جائے گی۔

اگر لوگ اپنی جانوں پر ظلم کریں اور تمھارے حضور حاضر ہوکر اللہ (عزوجل) سے مغفرت طلب کریں اور رسول بھی

یہی وجہ ہے کہ چاروں مذاہب کے علماء کرام نے مناسک حج وزیارت کی کتابوں میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ جو شخص بھی روضہ منورہ پر حاضری دے اس کے لئے مستحب ہے کہ اس آیت کو پڑھے اور پھر خدا سے اپنی مغفرت کی دعا مانگے۔

اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مقدس زمانے سے لے کر آج تک تمام دنیا کے مسلمان قبر منور کی زیارت کرتے اور آپ کی مقدس جناب میں توسل اور استغاثہ کرتے رہے ہیں اور ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک یہ مبارک سلسلہ جاری رہے گا۔

چنانچہ حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وفات اقدس کے تین دن بعد ایک اعرابی مسلمان آیا اور قبر انور پر گر کر لپٹ گیا پھر کچھ مٹی اپنے سر پر ڈال کر یوں عرض کرنے لگا کہ

یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ نے جو کچھ فرمایا ہم اس پر ایمان لائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر قرآن نازل فرمایا جس میں اس نے ارشاد فرمایا: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ...الخ (1) تو یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں نے اپنی جان پر (گناہ کرکے) ظلم کیا ہے اس لئے میں آپ کے پاس آیا ہوں تاکہ آپ میرے حق میں مغفرت کی دعا فرمائیں۔ اعرابی کی اس فریاد کے جواب میں قبر انور سے آواز آئی کہ اے اعرابی! تو بخش دیا گیا۔ (وفاء الوفاء للسمہودی، الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ...الخ، ج ۲، ص ۱۳۶۱)

ضروری تنبیہ

ناظرین کرام یہ سن کر حیران ہوں گے کہ میں (یعنی شیخ الحدیث حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی) نے بچشم خود دیکھا ہے کہ گنبد خضرا کے اندر مواجہہ اقدس اور اس کے قریب مسجد نبوی کی دیواروں پر قبر انور کی زیارت کے فضائل کے بارے میں جو حدیثیں کندہ کی ہوئی تھیں، نجدی حکومت نے ان حدیثوں پر مسالہ لگوا کر ان کو مٹانے کی کوشش کی ہے اگرچہ اب بھی اس کے بعض حروف ظاہر ہیں۔ اسی طرح مسجد نبوی کے گنبدوں کے اندرونی حصہ میں قصیدہ بردہ شریف کے جن اشعار میں توسل واستغاثہ کے مضامین تھے ان سب کو مٹا دیا گیا ہے۔ باقی اشعار باقی گنبدوں پر اس وقت تک باقی تھے۔ میں نے جو کچھ دیکھا ہے وہ جولائی ۱۹۵۹ء کا واقعہ ہے اسکے بعد وہاں کیا تبدیلی ہوئی اس کا حال نئے حجاج کرام سے دریافت کرنا چاہیے۔

ابن تیمیہ کا فتویٰ

بعض لوگ انبیاء کرام اور اولیاء وشہداء کے مزاروں کی طرف سفر کرنے کو حرام وناجائز بتاتے ہیں۔ چنانچہ وہابیوں کے مورث اعلیٰ ابن تیمیہ نے تو کھلے الفاظ میں یہ فتویٰ دے دیا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ مبارکہ کے قصد سے سفر کرنا گناہ ہے اس لئے اس سفر میں نمازوں کے اندر قصر جائز نہیں۔ (معاذ اللہ)

ابن تیمیہ کے اس فتویٰ سے شام ومصر میں بہت بڑا فتنہ برپا ہوگیا۔ چنانچہ شامیوں نے ابن تیمیہ کے بارے میں علماء حق سے استفتاء طلب کیا اور علامہ برہان بن کاح فزاری نے تقریباً چالیس سطروں میں فتویٰ لکھ کر ابن تیمیہ کو کافر بتایا اور علامہ شہاب بن جہبل نے اس فتویٰ پر اپنی مہر تصدیق لگائی۔ پھر مصر میں یہی فتویٰ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، چاروں مذاہب کے قاضیوں کے سامنے پیش کیا گیا۔ چنانچہ ←

اُن کے لیے استغفار کریں تو اللہ (عزوجل) کو توبہ قبول کرنے والا، رحم کرنے والا پائیں گے۔

علامہ بدر بن جماعہ شافعی نے اس پر یہ فیصلہ تحریر فرمایا کہ ابن تیمیہ کو ایسے فتاویٰ باطلہ سے بزجر وتوبیخ منع کیا جائے اگر باز نہ آئے تو اس کو قید کر دیا جائے اور محمد بن الجریری حنفی نے یہ حکم دیا کہ اسی وقت بلا کسی شرط کے اُس کو قید کیا جائے اور محمد بن ابی بکر مالکی نے یہ حکم دیا کہ اس کو اس قسم کی زجر وتوبیخ کی جائے کہ وہ ایسے مفاسد سے باز آجائے اور احمد بن عمر مقدسی حنبلی نے بھی ایسا ہی حکم لکھا نتیجہ یہ ہوا کہ ابن تیمیہ شعبان ۷۲۶ھ میں دمشق کے قلعہ کے اندر قید کیا گیا اور جیل خانہ ہی میں ۲۰ ذوالقعدہ ۷۲۸ھ کو وہ اس دنیا سے رخصت ہوا۔ مواخذہ اخروی ابھی باقی ہے۔ (سیرت رسول عربی، باب امت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کا بیان، ص ۵۰۵)

حدیث لاتشد الرحال

ابن تیمیہ اور اس کی معنوی اولاد یعنی فرقہ وہابیہ قبر انور کی زیارت سے منع کرنے کے لئے بخاری کی اس حدیث کو بطور دلیل کے پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الرَّسُوْلِ وَمَسْجِدِ الْاَقْصٰی.

(صحیح البخاری، کتاب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ، باب فضل الصلاۃ... الخ، الحدیث: ۱۱۸۹، ج ۱، ص ۴۰۱)

کجاوے نہ باندھے جائیں مگر تین ہی مسجدوں یعنی مسجد حرام ومسجد رسول ومسجد اقصیٰ کی طرف۔

اس حدیث کا سیدھا سادہ مطلب جس کو تمام شراح حدیث نے سمجھا ہے یہی ہے کہ تمام دنیا میں تین ہی مسجدیں یعنی مسجد حرام، مسجد رسول، مسجد اقصیٰ ایسی مساجد ہیں جن کو تمام دنیا کی مسجدوں پر اجر وثواب کے معاملہ میں ایک خاص فضیلت حاصل ہے۔ لہٰذا ان تین مسجدوں کی طرف کجاوے باندھ کر دور دور سے سفر کر کے جانا چاہیے لیکن ان تین مسجدوں کے سوا چونکہ دنیا بھر کی تمام مسجدیں اجر وثواب کے معاملہ میں برابر ہیں۔

اس لئے ان تین مسجدوں کے سوا کسی دوسری مسج[illegible] ف کجاوے باندھ کر دور دور سے سفر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس حدیث کو مشاہدہ مقابر کی طرف سفر کرنے یا نہ کرنے سے تو [illegible] ہیں ہے۔

اگر اس بات کو عالموں کی زبان میں سمجھنا ہو تو یوں سمجھئے کہ اس حدیث میں اِلَّا اِلٰی ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ مستثنیٰ مفرغ ہے اور مستثنیٰ مفرغ میں مستثنیٰ منہ ہمیشہ وہی مقدر مانا جائے گا جو مستثنیٰ کی نوع ہو مثلاً مَا جَاءَنِیْ اِلَّا زَیْدٌ میں لفظ جِسْمٌ یا حَیَوَانٌ کو مستثنیٰ منہ مقدر نہیں مانا جائے گا اور اس عبارت کا مطلب مَا جَاءَنِیْ جِسْمٌ اِلَّا زَیْدٌ یا [illegible] ماءَنِیْ حَیَوَانٌ اِلَّا زَیْدٌ نہیں مانا جائے گا بلکہ اس کا مطلب یہی مانا جائے گا کہ مَا جَاءَنِیْ رَجُلٌ اِلَّا زَیْدٌ تو اس حدیث میں بھی مستثنیٰ منہ بجز لفظ مسجد اور کوئی دوسرا ہو ہی نہیں سکتا لہٰذا حدیث کی اصل عبارت یہ ہوئی کہ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلٰی مَسْجِدٍ اِلَّا اِلٰی ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ یعنی تین مسجدوں کے سوا کسی دوسری مسجد کی طرف کجاوے نہ باندھے جائیں۔

چنانچہ اس حدیث کی بعض روایات میں یہ لفظ آیا بھی ہے۔ مثلاً ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ لاینبغی للمطی ان یشد رحاله الی مسجد یبتغی فیه الصلاة غیر المسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ ومسجدی هذا۔ (قسطلانی وعمدۃ القاری)

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، کتاب فضل الصلوۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ، باب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ... الخ تحت الحدیث: ۱۱۸۹، ج ۵، ص ۵۶۴،۵۶۳،۵۶۶)

حدیث ۱: دار قطنی وبیہقی وغیرہما عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو میری قبر کی زیارت کرے، اس کے لیے میری شفاعت واجب۔ (2)

یعنی سواریوں پر کجاوے کسی مسجد کی طرف بقصد نماز نہ باندھے جائیں سوائے مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ اور میری اس مسجد کے۔
ملاحظہ فرمایئے کہ اس حدیث میں مستثنیٰ منہ ذکر کر دیا گیا ہے اور وہ الی مسجد ہے بہر حال وہابیہ خذلہم اللہ نے عداوت رسول میں اس حدیث کا مطلب بیان کرنے میں اتنی بڑی جہالت کا ثبوت دیا ہے کہ قیامت تک تمام اہل علم انکی اس جہالت پر ماتم کرتے رہیں گے۔
(سیرت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صفحہ ۸۵۱)

(2) سنن الدارقطني، کتاب الحج، باب المواقیت، الحدیث: ۲۶۶۹، ج ۲، ص ۳۵۱۔
حاجیو! آؤ شہنشاہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا روضہ دیکھو
(عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مولانا شاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے، کعبے کا کعبہ دیکھو
رُکنِ شامی سے مٹی وحشتِ شامِ غربت
اب مدینے کو چلو صبحِ دلآرا دیکھو
آبِ زم زم تو پیا خوب بجھائیں پیاسیں
آؤ جُودِ شہِ کوثر کا بھی دریا دیکھو
خوب آنکھوں سے لگایا ہے غلافِ کعبہ
قصرِ محبوب کے پردے کا بھی جلوہ دیکھو
دھو چکا ظلمتِ دِل بوسۂ سنگِ اسود
خاک بوسئ مدینہ کا بھی رُتبہ دیکھو
بے نیازی سے وہاں کانپتی پائی طاعت
جوشِ رحمت پہ یہاں نازِ گنہ کا دیکھو
رقصِ بسمل کی بہاریں تو منیٰ میں دیکھیں
دلِ خوننابہ فشاں کا بھی تڑپنا دیکھو
غور سے سُن تو رضاؔ کعبے سے آتی ہے صدا
میری آنکھوں سے مرے پیارے کا روضہ دیکھو

حدیث ۲: طبرانی کبیر میں اُنھیں سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جو میری زیارت کو آئے سوا میری زیارت کے اور کسی حاجت کے لیے نہ آیا تو مجھ پر حق ہے کہ قیامت کے دن اُس کا شفیع بنوں۔(3)

حدیث ۳: دارقطنی و طبرانی اُنھیں سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے حج کیا اور بعد میری وفات کے میری قبر کی زیارت کی تو ایسا ہے جیسے میری حیات میں زیارت سے مشرف ہوا۔(4)

حدیث ۴: بیہقی نے حاطب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی تو گویا اُس نے میری زندگی میں زیارت کی اور جو حرمین میں مرے گا، قیامت کے دن امن والوں میں اُٹھے گا۔(5)

---

(3) المعجم الکبیر للطبراني، باب العین، الحدیث: ۱۳۱۴۹، ج، ص ۲۲۵.

(4) سنن الدارقطني، کتاب الحج، باب المواقیت، الحدیث: ۲۶۶۷، ج ۲، ص ۳۵۱.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ف سے معلوم ہوتا ہے کہ حج پہلے کرے مدینہ پاک بعد میں حاضر ہو۔علماء کرام نے فرمایا کہ حج فرض میں پہلے حج کرنا افضل ہے اور حج نفل میں پہلے زیارت مدینہ طیبہ بہتر ہے تاکہ مدینہ پاک سے حج کے لیے رخصت ہو نہ کہ گھر جانے کے لیے یہ تفصیل بہت اعلٰی ہے، بعض عشاق حج نفل میں زیارت کی نیت سے گھر سے چلتے ہیں راستہ میں مکہ مکرمہ پڑتا ہے تو حج بھی کر لیتے ہیں۔شعر

کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا — پوچھا کسی نے ہم کو نہضت کدھر کی ہے

کعبہ بھی ہے انہیں کی تجلی کا ایک ظل — روشن انہیں کے نور سے پتلی حجر کی ہے

۲۔یہ اس لیے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور میں بحیات حقیقی دنیاوی زندہ و حیات ہیں کہ آپ سے ہر طرح کی مدد و نصرت حاصل کی جاتی ہے۔(مرقات و لمعات و اشعہ) شہداء کی حیات معنوی ہے حضور انور کی حیات حقیقی دنیاوی ہے کہ رزق بھی ملتا ہے۔(اشعہ) ہم حیات النبی کی بحث باب الجمعہ میں کر چکے ہیں۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۳۶۵)

(5) شعب الایمان، باب فی المناسک، فضل الحج والعمرۃ، الحدیث: ۴۱۵۱، ج ۳، ص ۴۸۸.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔اس جملہ کے علماء نے اور معنے کیے ہیں عشاق نے کچھ اور۔علماء فرماتے ہیں کہ جو مدینہ منورہ صرف روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی نیت سے جائے، نام نمود یا کوئی تجارتی کاروبار دنیاوی کام مقصود نہ ہو وہ قیامت میں حضور کا پڑوسی اور حضور کی امان میں ہوگا۔مسجد نبوی کی زیارت بقیع اور مسجد قبا کی حاضری اسی کے تابع ہو، اصل مقصود حاضری بارگاہ عالی ہو جیسے نفل نماز میں اصل مقصود رضاء الٰہی ہے مگر بھی قضاء حاجات اداء شکر، تحیۃ الوضو وغیرہ بھی اس سے ادا ہو جاتے ہیں مگر تبعًا لیکن عشاق کہتے ہیں کہ مدینہ پاک کی حاضری میں مسجد نبوی شریف، جنت البقیع وغیرہ کی حاضری کی بھی نیت نہ کرے بلکہ بعض عشاق تو حج کے سفر میں مدینہ پاک حاضر نہ ہوئے بلکہ مدینہ کے لیے ← بقیہ

حدیث ۵: بیہقی عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو میں نے فرماتے سُنا: جو شخص میری زیارت کریگا، قیامت کے دن میں اُس کا شفیع یا شہید ہوں گا اور جو حرمین میں مرے گا، اللہ تعالٰی اُسے قیامت کے دن امن والوں میں اُٹھائے گا۔ (6)

حدیث ٦: ابن عدی کامل میں اُنھیں سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی، اُس نے مجھ پر جفا کی۔ (7)

(۱) زیارتِ اقدس قریب بواجب ہے۔ بہت لوگ دوست بن کر طرح طرح ڈراتے ہیں راہ میں خطر ہے، وہاں بیماری ہے، یہ ہے، وہ ہے۔ خبردار! کسی کی نہ سُنو اور ہرگز محرومی کا داغ لے کر نہ پلٹو۔ جان ایک دن ضرور جانی ہے، اس سے کیا بہتر کہ اُن کی راہ میں جائے اور تجربہ ہے کہ جو اُن کا دامن تھام لیتا ہے، اُسے اپنے سایہ میں بآرام لے جاتے ہیں، کیل کا کھٹکا نہیں ہوتا۔ ؎

ہم کو تو اپنے سایہ میں آرام ہی سے لائے حیلے بہانے والوں کو یہ راہ ڈر کی ہے

(۲) والحمدللہ! حاضری میں خالص زیارت اقدس کی نیت کرو، یہاں تک کہ امام ابن الہمام فرماتے ہیں: اِس بار مسجد شریف کی نیت بھی شریک نہ کرے۔ (8)

علیحدہ مستقل علیحدہ سفر کیا اور اس حدیث کو بالکل ظاہری معنے پر محمول فرمایا۔ مدینہ پاک کی حاضری صرف زیارت کے لیے ہو۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ وہاں کی حاضری صرف مسجد نبوی کی نماز کی نیت سے ہو، زیارت کی نیت نہ ہو معاذ اللہ! مسجدیں تو دنیا میں ہزار ہا ہیں اس مسجد کی عظمت زیادہ کیوں ہے؟ صرف حضور کے دم قدم سے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیامت میں حضور کی امان ہی کام آئے گی۔ اس سے وہ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ خدا کے سوا کسی کی امان نہیں۔ (از مرقات ولمعات واشعہ)

۲۔ یعنی تا قیامت اور خصوصاً میرے حیات شریف کے زمانہ میں جو مدینہ پاک کی ظاہر تکالیف پر صبر کر جائے اسے کل قیامت میں میری خاص شفاعت میسر ہوگی جو دوسروں کو نصیب نہ ہوگی۔

۳۔ یعنی مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ میں مرنے والا قیامت کی بڑی گھبراہٹ جسے فزع اکبر کہتے ہیں، اس سے محفوظ رہے گا مگر یہ فوائد مسلمانوں کے لیے ہیں لہذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ ابوجہل وغیرہ کفار بھی وہاں ہی مرے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۲۴۳)

(6) السنن الکبری للبیہقي، کتاب الحج، باب زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۱۰۲۷۳، ج ۵، ص ۴۰۳.

(7) الکامل فی ضعفاء الرجال، الحدیث: ۱۹۵٦، ج ۸، ص ۲۴۸، عن ابن عمر رضی اللہ عنہما.

(8) فتح القدیر، کتاب الحج، مسائل منثورۃ، ج ۳، ص ۹۴.

مدینے کی حاضری:

مدینے کا سفر ہے اور میں نمدیدہ نمدیدہ جبیں افسردہ افسردہ قدم لغزیدہ لغزیدہ

←

....

ذوق بڑھانے کا طریقہ

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنّت، بانیٔ دعوت اسلامی حضرت علّامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

مدینۂ منوّرہ کا مقدّس سفر کرنے والوں کو چاہیے کہ راستے بھر دُرُود وسلام کی کثرت کریں اور نعتیہ اَشعار پڑھتے رہیں یا ہوسکے تو ٹیپ ریکارڈر پر خوش اِلحان نعت خوانوں کے کیسٹ سنتے رہیں کہ یہ اِن شَآءَ اللہُ عَزَّ وَجَلَّ! ترقّیٔ ذوق کا سبب ہوگا۔ مدینۂ پاک کی عظمت ورِفعت کا تصوُّر باندھتے رہیں، اس کے فضائل پر غور کرتے رہیں، اس سے بھی اِن شَآءَ اللہُ عَزَّ وَجَلَّ! آپ کا شوق مزید بڑھے گا۔ جُوں ہی عاشقوں کی بستی دیارِ مدینہ آئے گا اور اگر آپ کا دِل زِندہ ہوا تو آپ قلب میں ہلچل محسوس کریں گے، بے اختیار آپ کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑیں گے۔ ؎

صائم کمالِ ضبط کی کوشش تو کی مگر پلکوں کا حلقہ توڑ کر آنسو نکل پڑے

ہَوائے مدینہ سے آپ کے مشامِ دماغ مُعطّر ہو رہے ہوں گے اور آپ اپنی رُوح میں تازگی محسوس کر رہے ہوں گے، ہوسکے تو ننگے پاؤں روتے ہوئے مدینۂ منوّرہ کی فضاؤں میں داخل ہوں۔ ؎

جوتے اُتار لو چلو باہوش باادب
دیکھو مدینے کا حسیں گلزار آ گیا

ننگے پاؤں رہنے کی قرآنی دلیل

اور یہاں ننگے پاؤں رہنا کوئی خلافِ شرع فعل بھی نہیں بلکہ مقدّس سرزمین کا سراسر ادب ہے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے اپنے ربّ عَزَّ وَجَلَّ سے ہم کلامی کا شرَف حاصل کیا تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى (پ۱۶،ع۱۰)

تو اپنے جُوتے اُتار ڈال، بیشک تُو پاک جنگل طُویٰ میں ہے۔ (کنز الایمان)

سُبْحٰنَ اللہِ عَزَّ وَجَلَّ! جب طورِ سینا کی مقدّس وادی میں سیِّدُنا موسیٰ علیہ السلام کو خود اللہ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی جُوتے اُتار لینے کا حکم فرمائے اور مدینہ تو پھر مدینہ ہے، یہاں اگر ننگے پاؤں رہا جائے تو کتنی بڑی سعادت ہوگی۔ حضرت سیِّدُنا امام مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ مدینۂ پاک میں ہی سکونت پذیر تھے مگر زندگی بھر آپ نے یہاں پاؤں میں جُوتے نہیں پہنے۔ ؎

اے خاکِ مدینہ! تُو ہی بتا کس طرح قدم رکھوں گا یہاں تُو خاکِ پا سرکار کی ہے آنکھوں سے لگائی جاتی ہے

حاضری سے پہلے

اب حاضریٔ روضۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم سے قبل اپنا سامان وغیرہ کسی محفوظ جگہ پر رکھ دیں کمرے وغیرہ کا بندوبست ←

کرلیں، بھوک پیاس وغیرہ ہے تو کھاپی لیں، الغرض ہر وہ بات جو خشوع وخضوع میں مانع ہو اُس سے فارغ ہولیں۔

حاضری کی تیاری کریں

اب تازہ وُضو کریں اس میں مسواک ضرور کریں بلکہ بہتر یہ ہے کہ غسل کرلیں، دُھلے ہوئے کپڑے بلکہ ہو سکے تو نیا سفید لباس زیب تن کریں، خوب عطر لگائیں، آنکھوں میں سُرمہ بھی لگائیں، اب روتے ہوئے دربار کی طرف بڑھیں۔

اے لیجئے! سبز گنبد آگیا

اے لیجئے! وہ سبز سبز گنبد جسے آپ نے تصویروں میں دیکھا تھا، خیالوں میں چُوما تھا اب سچ مچ آپ کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ ؎

اَشکوں کے موتی اب نچھاور زائرو کرو — وہ سبز گنبد منبعِ انوار آگیا
سَر کو جھکائے باادب پڑھتے ہوئے دُرود — روتے ہوئے آگے بڑھو دربار آگیا

ہاں ہاں! یہ وُہی سبز گنبد ہے جس کو دیکھنے کے لئے عُشاق کے دِل بے قرار رہتے ہیں، آنکھیں اَشکبار ہوجایا کرتی ہیں، خُدا عزَّ وَجَلَّ کی قسم! روضۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے حسین اور عظیم جگہ دُنیا کے کسی مقام میں تو کُجا جنّت میں بھی نہیں ہے۔ ؎

فردوس کی بُلندی بھی چھو سکے نہ اس کو — خلدِ بریں سے اُونچا بیٹھے نبی کا روضہ

بابُ البقیع سے حاضر ہوں

اب سراپا ادب و ہوش بنے آنسو بہاتے یا رونا نہ آئے تو کم از کم رونے جیسی صورت بنائے بابُ البقیع پر حاضر ہوں۔(یہ مسجدِ نبوی علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام کے جانبِ مشرق واقع ہے) اور اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہ عرض کر کے ذرا ٹھہر جائیں۔ گویا سرکار ذی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے شاہی دربار میں حاضری کی اِجازت مانگ رہے ہیں۔ اب بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہہ کر اپنا سیدھا قدم مسجد شریف میں رکھیں اور ہمہ تن ادب ہو کر داخلِ مسجدِ نبوی علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام ہوں اس وقت جو تعظیم وادب فرض ہے وہ ہر مومن کا دِل جانتا ہے۔ ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان، زبان، دِل سب خیالِ غیر سے پاک کریں اور روتے ہوئے آگے بڑھیں، نہ اردگرد نظریں گھمائیں، نہ ہی مسجد کے نقش و نگار دیکھیں، بس ایک ہی تڑپ، ایک ہی لگن، ایک ہی خیال ہو کہ بھاگا ہوا مجرم اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں پیش ہونے کے لئے چلا ہے۔ ؎

چلا ہوں ایک مجرم کی طرح میں جانبِ آقا — نظر شرمندہ شرمندہ، بدن لرزیدہ لرزیدہ

نمازِ شکرانہ

اب اگر مکروہ وقت نہ ہو اور غلبۂ شوق مُہلت دے تو دو دو رَکعت تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد و شکرانۂ بارگاہِ اقدس ادا کریں، پہلی رَکعت میں بعد اَلْحَمْد قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْن اور دوسری میں بعد اَلْحَمْد قُلْ ھُوَ اللہ شریف پڑھیں۔

←

....

سنہری جالیوں کے رُوبرُو

اب ادب وشوق میں ڈوبے ہوئے گردن جھکائے آنکھیں نیچی کئے، آنسو بہاتے، لرزتے کانپتے، گناہوں کی ندامت سے پسینہ پسینہ ہوتے، سرکارِ نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلم کے فضل وکرم کی اُمید رکھتے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلم کے قدمینِ شریفین کی طرف سے سنہری جالیوں کے رُوبرُو مواجہہ شریف میں حاضر ہوں کہ سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلم اپنے مزارِ پُرانوار میں رُوبقبلہ جلوہ اَفروز ہیں، مُبارک قدموں کی طرف سے آپ حاضر ہوں گے تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلم کی نِگاہ بے کس پناہ براہِ راست آپ کی طرف ہوگی اور یہ بات بےحد ذوق اَفزا ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کے لئے سعادتِ دارین کا سبب بھی ہے۔

اَصل مواجَہہ شریف کس طرف ہے؟

اب سَراپا ادب بنے زیرِ قندیل اُس چاندی کی کیلوں کے سامنے جو سنہری جالیوں کے دروازۂ مُبارکہ میں اُوپر کی طرف جانبِ مشرق لگی ہوئی ہیں، قبلہ کو پیٹھ کئے کم از کم چار ہاتھ (یعنی دو گز) دُور نَماز کی طرح ہاتھ باندھ کر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلم کے چہرۂ انور کی طرف رُخ کر کے کھڑے ہوں کہ فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں یہی ادب لکھا ہے کہ يَقِفُ كَمَا يَقِفُ فِي الصَّلٰوةِ یعنی سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلم کے دَربار میں اِس طرح کھڑا ہو جس طرح نَماز میں کھڑا ہوتا ہے۔ یاد رکھیں! سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلم اپنے مزارِ پُرانوار میں عینِ حیاتِ ظاہری کی طرح زِندہ ہیں اور آپ کو بھی دیکھ رہے ہیں بلکہ آپ کے دِل میں جو خیالات آرہے ہیں اُن پر بھی مُطّلع ہیں۔ خبردار! جالی مُبارک کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچیں کہ یہ خِلافِ اَدب ہے کہ ہمارے ہاتھ اس قابل ہی نہیں کہ جالی مُبارک کو چھو سکیں، لہٰذا چار ہاتھ (یعنی دو گز) دُور ہی رہیں، یہ کیا کم شرف ہے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلم نے آپ کو اپنے مواجَہہِ اَقدس کے قریب بُلایا اور سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلم کی نِگاہِ کرم اب خُصوصیّت کے ساتھ آپ کی طرف ہے۔

دِیدار کے قابل تو کہاں میری نظر ہے   یہ تیری عنایت ہے جو رُخ تیرا اِدھر ہے

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کریں

اب ادب اور شوق کے ساتھ درد بھری آواز میں مگر آواز اتنی بلند اور سخت نہ ہو کہ سارے اعمال ہی ضائع ہو جائیں، نہ بالکل ہی پست کہ یہ بھی سُنّت کے خِلاف ہے، مُعتدِل آواز میں اِن الفاظ کے ساتھ سلام عرض کریں:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَيْرَ خَلْقِ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا شَفِيْعَ الْمُذْنِبِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ وَاُمَّتِكَ اَجْمَعِيْنَ

ترجمہ: اے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلم آپ پر سلام اور اللہ عزَّ وَجَلَّ کی رحمت اور برکتیں۔ اے اللہ عزَّ وَجَلَّ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلم آپ پر سلام۔ اے اللہ عزَّ وَجَلَّ کی تمام مخلوق سے بہتر آپ پر سلام۔ اے گناہ گاروں کی شفاعت کرنے والے آپ پر سلام، آپ پر، آپ کی آل واصحاب پر اور آپ کی تمام امت پر سلام۔

←

جہاں تک زبان ساتھ دے، دل جمعی ہو مختلف القاب کے ساتھ سلام عرض کرتے رہیں، اگر القاب یاد نہ ہوں تو اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ الله کی تکرار کرتے رہیں، جن جن لوگوں نے آپ کو سلام کے لئے کہا ہے اُن کا بھی سلام عرض کریں، جو جو اسلامی بھائی یا بہنیں یہ تحریر پڑھیں وہ مجھ سگِ مدینہ کا سلام عرض کردیں تو مجھ کمینے پر احسانِ عظیم ہوگا، یہاں خوب دُعائیں مانگیں اور بار بار اس طرح شفاعت کی بھیک مانگیں:

اَسْئَلُكَ الشَّفَاعَةَ يَا رَسُوْلَ الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم یعنی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم! آپ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں۔

صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خدمت میں سلام

پھر مشرق کی جانب (یعنی اپنے سیدھے ہاتھ کی طرف) آدھے گز کے قریب ہٹ کر (قریبی چھوٹے سوراخ کی طرف) حضرتِ سیِّدُنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے چہرۂ انور کے سامنے دست بستہ کھڑے ہو کر اُن کو سلام عرض کریں، بہتر یہ ہے کہ اِس طرح سلام عرض کریں:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَزِيْرَ رَسُوْلِ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللهِ فِي الْغَارِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ

ترجمہ: اے خلیفۂ رسول اللہ! آپ پر سلام، اے رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم) کے وزیر آپ پر سلام، اے غارِ ثور میں رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم) کے رفیق! آپ پر سلام اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی رحمتیں اور برکتیں۔

فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خدمت میں سلام

پھر اتنا ہی مزید جانبِ مشرق سَرک کر (آخری سوراخ کی طرف) حضرتِ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے رُوبرُو عرض کریں:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُتَمِّمَ الْاَرْبَعِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عِزَّ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ

ترجمہ: اے امیر المؤمنین! آپ پر سلام، اے چالیس کا عدد پورا کرنے والے آپ پر سلام، اے اسلام و مسلمین کی عزت آپ پر سلام اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی رحمتیں اور برکتیں۔

دوبارہ ایک ساتھ شیخین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی خدمت میں سلام

پھر بالشت بھر جانبِ مغرب یعنی اپنے اُلٹے ہاتھ کی طرف سَرک جائیں اور دونوں چھوٹے سوراخوں کے دَرمیان کھڑے ہو کر ایک ساتھ صدیقِ اکبر و فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی خدمت میں اِس طرح سلام عرض کریں:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا خَلِيْفَتَيْ رَسُوْلِ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا وَزِيْرَيْ رَسُوْلِ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا ضَجِيْعَيْ ←

....

رَسُوْلِ اللہِ وَرَحْمَةُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَسْئَلُکُمَا الشَّفَاعَۃَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلَیْکُمَا وَبَارَکَ وَسَلَّمَ

ترجمہ: اے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے دونوں خلفاء آپ دونوں پر سلام، اے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے دونوں وزراء آپ دونوں پر سلام، اے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں آرام فرمانے والے (ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما) آپ دونوں پر سلام ہو اور اللہ عزَّ وَجلَّ کی رحمتیں اور برکتیں آپ دونوں حضرات سے سوال کرتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے حضور ہماری سفارش کیجئے اللہ عزَّ وَجلَّ ان پر اور آپ دونوں پر درودو برکت اور سلام نازل فرمائے۔

یہ دُعائیں مانگیں

یہ تمام حاضِریاں قبولیّتِ دُعا کے مقامات ہیں، یہاں آخرت کی خیر، ایمان کی سلامتی، ایمان پر عافیت کے ساتھ مدینے میں موت کی دُعا کریں، بالخُصوص عِشقِ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی بھیک مانگیں، رونے والی آنکھ، تڑپنے والا دِل طلب کریں، اپنے والدین، پیرو مرشد، اُستاد، اَولاد، دوست و اَحباب اور تمام اُمّت کے لئے دُعائے مغفرت کریں اور سرکار صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کی بھیک مانگیں، خُصوصاً مواجَہہ شریف میں نعتیہ اَشعار عرض کریں، اگر یہاں سگِ مدینہ کی طرف سے یہ مَقطع بارہ بار عرض کردیں تو اِحسانِ عظیم ہوگا۔

پڑوسی خُلد میں عطّار کو اپنا بنا لیجے ۔۔ جہاں ہیں اِتنے اِحساں اور اِحساں یارسول اللہ

جالی مُبارَک کے پاس پڑھے

جوکوئی حُضورِ اَکرم نورِ مُجسّم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ مُعظّم کے رُوبَرُو کھڑا ہوکر یہ آیت شریفہ پڑھے:

اِنَّ اللہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ﴿۵۶﴾

پھر ستّر مرتبہ یہ عرض کرے:

صَلَّی اللہُ عَلَیْکَ وَسَلَّمَ یَارَسُوْلَ اللہِ

فرشتہ اس کے جواب میں یوں کہتا ہے: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم پر اللہ عزَّ وَجلَّ نے دُرُود و سلام بھیجا اور اے فُلاں! تجھ پر اللہ عزَّ وَجلَّ کا دُرُود و سلام ہو۔ پھر فرشتہ اُس کے لئے دُعا کرتا ہے: یا اللہ عزَّ وَجلَّ! اس کی کوئی حاجت ایسی نہ رہے جس میں یہ ناکام ہو۔ (مواھب لدنیہ)

دُعا کیلئے جالی مُبارَک کو پیٹھ نہ کریں

● جب جب سنہری جالیوں کے پاس حاضِر ہوں اِدھر اُدھر ہرگز نہ دیکھیں اور خاص کر جالی شریف کے اندر دیکھنا تو بہت بڑی جُرأت ہے۔ قبلہ کی طرف پیٹھ کئے کم از کم چار ہاتھ جالی مُبارَک سے دُور رہیں اور مواجَہہ شریف کی طرف رُخ کر کے سلام عرض کریں، دُعا بھی مواجَہہ شریف کی طرف رُخ کئے مانگیں۔ بعض لوگ وہاں دُعا مانگنے کے لئے کعبے کی طرف مُنہ کرنے کو کہتے ہیں اُن کی باتوں میں آکر ←

....

ہرگز ہرگز سنہری جالیوں کی طرف آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کو یعنی کعبے کے کعبے کو پیٹھ نہ کریں۔

پچاس ہزار اِعتِکاف کا ثواب

جب جب آپ مسجدِ نبوی شریف علٰی صَاحِبِہَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں داخل ہوں تو اِعتِکاف کی نیت کرنا نہ بھولیں، اس طرح ہر بار آپ کو پچاس ہزار نفلی اِعتِکاف کا ثواب ملتا رہے گا اور ضِمناً کھانا، پینا، افطار کرنا وغیرہ بھی جائز ہو جائے گا۔ اِعتِکاف کی نیّت اس طرح کریں:

نَوَیْتُ سُنَّتَ الْاِعْتِکَاف

ترجمہ: میں نے سُنّتِ اِعتِکاف کی نیّت کی۔

روزانہ پانچ حج کا ثواب

خُصُوصاً چالیس نمازیں بلکہ تمام فرض نمازیں مسجدِ نبوی ہی میں ادا کریں کہ تاجدارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو شخص وُضو کر کے میری مسجد میں نماز پڑھنے کے اِرادہ سے نکلے یہ اُس کے لئے ایک حج کے برابر ہے۔" (وَفاءُالوَفاء)

سُبْحٰنَ اللہِ عَزَّوَجَلَّ! اس طرح جو کوئی روزانہ پانچوں نمازیں مسجدِ نبوی علٰی صَاحِبِہَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں ادا کرے اُسے روزانہ پانچ حج کا ثواب ہاتھ آئے گا۔

روزانہ کتنی بار سلام عرض کریں؟

روزانہ پانچوں نماز وں کے بعد یا صبح وشام دِن میں دوبار جتنی بار میں آپ کا ذَوق بڑھے اُتنی بار دَربارِ دُربار میں سلام عرض کرنے کے لئے حاضر ہوں۔

سلام زَبانی ہی عرض کریں

وہاں جو بھی سلام عرض کریں وہ زَبانی یاد کرنے کے بعد عرض کریں۔ کتاب سے دیکھ کر سلام اور دُعا کے صیغے وہاں پڑھنا عجیب سا لگتا ہے کیونکہ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم جسمانی حیات کے ساتھ حُجرۂ مُبارکہ میں قبلہ کی طرف رُخ کئے تشریف فرما ہیں اور ہمارے دِلوں تک کے خطرات سے آگاہ ہیں، اِس تَصَوُّر کے قائم ہوجانے کے بعد کتاب میں سے دیکھ کر سلام وغیرہ عرض کرنا بظاہر بھی نامناسب معلوم ہوتا ہے۔ مَثَلاً آپ کے پیر صاحب آپ کے سامنے موجود ہوں تو کیا آپ اُن کو کتاب سے پڑھ پڑھ کر سلام عرض کریں گے یا زَبانی ہی یاحضرت السلام علیکم کہیں گے۔ اُمید ہے آپ میرا مُدَّعا سمجھ گئے ہوں گے۔ یاد رکھئے! بارگاہِ رِسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم میں بنے سجے اَلفاظ نہیں بلکہ دِل دیکھے جاتے ہیں۔

مدینۂ مُنوَّرہ ۱٤۰۰ھ کی حاضری میں سگِ مدینہ کو ایک پیر بھائی مرحوم حاجی اسمٰعیل نے یہ واقعہ سُنایا تھا:

بُڑھیا کو دیدار ہوگیا

دو یا تین سال پہلے کا واقعہ ہے، ایک پچاسی سالہ بُڑھیا حج کے لئے آئی تھی، مدینۂ مُنوَّرہ میں سنہری جالیوں کے سامنے صلوٰۃ وسلام کے لئے حاضر ہوئی اور اپنے ٹوٹے پھوٹے اَلفاظ میں صلوٰۃ وسلام عرض کرنا شروع کیا ناگاہ ایک خاتون پر نظر پڑی جو ایک کتاب میں سے ←

(۳) حج اگر فرض ہے تو حج کر کے مدینہ طیبہ حاضر ہو۔ ہاں اگر مدینہ طیبہ راستہ میں ہو تو بغیر زیارت حج کو جانا سخت محرومی وقساوت قلبی ہے اور اس حاضری کو قبولِ حج وسعادت دینی و دنیوی کے لیے ذریعہ و وسیلہ قرار دے اور حج نفل ہو تو اختیار ہے کہ پہلے حج سے پاک صاف ہو کر محبوب کے دربار میں حاضر ہو یا سرکار میں پہلے حاضری دے کر حج کی مقبولیت و نورانیت کے لیے وسیلہ کرے۔ غرض جو پہلے اختیار کرے اسے اختیار ہے مگر نیت خیر درکار ہے کہ: اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَلِكُلِّ امْرِءٍ مَّانَوٰى۔ (9) اعمال کا مدار نیت پر ہے اور ہر ایک کے لیے وہ ہے، جو اُس نے نیت کی۔

(۴) راستے بھر درود و ذِکر شریف میں ڈوب جاؤ اور جس قدر مدینہ طیبہ قریب آتا جائے، شوق وذوق زیادہ ہوتا جائے۔

(۵) جب حرم مدینہ آئے بہتر یہ کہ پیادہ ہولو، روتے، سر جھکائے، آنکھیں نیچی کیے، درود شریف کی اور کثرت کرو اور

دیکھ دیکھ کر بڑے ہی عُمدہ اَلقاب کے ساتھ صلوٰۃ وسلام عرض کر رہی تھی، یہ دیکھ کر بے چاری اَن پڑھ بُڑھیا کا دِل ڈوبنے لگا، عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم! میں تو پڑھی لکھی ہوں نہیں جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کے شایانِ شان اَلقاب کے ساتھ سلام عرض کروں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کی عظمت وشان واقعی بہت بلند وبالا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم تو اُنہیں کا سلام قبول فرماتے ہوں گے جو بہترین انداز میں سلام پیش کرتے ہوں گے، ظاہر ہے مجھ اَن پڑھ کا سلام آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کو کہاں پسند آئے گا۔ دِل بھر آیا، رو دھو کر چُپ ہو رہی، رات کو جب سوئی تو قسمت اَنگڑائی لے کر جاگ اُٹھی، کیا دیکھتی ہے کہ سرہانے اُمّت کے والی، سرکارِ عالی صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم تشریف لائے ہیں، لب ہائے مُبارکہ کو جُنبش ہوئی، پھول جھڑنے لگے، اَلفاظ کچھ یوں ترتیب پائے: مایوس کیوں ہوتی ہو؟ ہم نے تمہارا سلام سب سے پہلے قبول فرمایا ہے۔

تم اُس کے مددگار ہو تم اُس کے طرفدار — جو تم کو نکمّے سے نکمّا نظر آئے
لگاتے ہی اُس کو بھی سینے سے آقا — جو ہوتا نہیں مُنہ لگانے کے قابل

اَلانتظار! اَلانتظار!

سبز سبز گنبد اور حُجرۂ مقصورہ (جس میں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کی قبرِ اَنور ہے) پر نظر جمانا کارِ ثواب ہے۔ زیادہ سے زیادہ وَقت مسجدِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم میں گزارنے کی کوشش کریں۔ مسجد شریف میں بیٹھے ہوئے دُرُود وسلام پڑھتے ہوئے حُجرۂ مطہرہ پر جتنا ہو سکے نگاہِ عقیدت جمایا کریں اور اِس حسین تصوُّر میں ڈوب جایا کریں گویا عنقریب ہمارے بیٹھے بیٹھے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم حُجرۂ مُنوَّرہ سے باہر تشریف لانے والے ہیں۔ ہجر وفراق اور اِنتظارِ آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم میں اپنے آنسوؤں کو بہنے دیجئے۔ کیا خبر آج ہی دیدار کا اَرماں نکلے، اپنے آنکھوں کو عقیدت سے بچھائے رکھئے۔

(9) صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، الحدیث: ۱، ج ۱، ص ۵۔

ہو سکے تو ننگے پاؤں چلو بلکہ ؎

جائے سرست اینکہ تو پا می نہی	پائے نہ بینی کہ کجا می نہی
حرم کی زمین اور قدم رکھ کے چلنا	ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

جب قبہ انور پر نگاہ پڑے، درود سلام کی خوب کثرت کرو۔

(۶) جب شہر اقدس تک پہنچو، جلال و جمال محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تصور میں غرق ہو جاؤ اور دروازہ شہر میں داخل ہوتے وقت پہلے دہنا قدم رکھو اور پڑھو:

بِسْمِ اللهِ مَاشَآءَ اللهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَارْزُقْنِیْ مِنْ زِیَارَةِ رَسُوْلِكَ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا رَزَقْتَ اَوْلِیَآئَكَ وَاَهْلَ طَاعَتِكَ وَانْقِذْنِیْ مِنَ النَّارِ وَاغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ یَاخَیْرَ مَسْئُوْلٍ.(10)

(۷) حاضری مسجد سے پہلے تمام ضروریات سے جن کا لگاؤ دل بٹنے کا باعث ہو، نہایت جلد فارغ ہو ان کے سوا کسی بیکار بات میں مشغول نہ ہو معاً وضو و مسواک کرو اور غسل بہتر، سفید پاکیزہ کپڑے پہنو اور نئے بہتر، سرمہ اور خوشبو لگاؤ اور مشک افضل۔

(۸) اب فوراً آستانہ اقدس کی طرف نہایت خشوع و خضوع سے متوجہ ہو، رونا نہ آئے تو رونے کا مونھ بناؤ اور دل کو بزور رونے پر لاؤ اور اپنی سنگ دلی سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف التجا کرو۔

(۹) جب درِ مسجد پر حاضر ہو، صلوۃ و سلام عرض کر کے تھوڑا ٹھہرو جیسے سرکار سے حاضری کی اجازت مانگتے ہو، بِسْمِ اللہ کہہ کر سیدھا پاؤں پہلے رکھ کر ہمہ تن ادب ہو کر داخل ہو۔

(۱۰) اس وقت جو ادب و تعظیم فرض ہے ہر مسلمان کا دل جانتا ہے آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں، دل سب خیال غیر سے پاک کرو، مسجد اقدس کے نقش و نگار نہ دیکھو۔

(۱۱) اگر کوئی ایسا سامنے آئے جس سے سلام کلام ضرور ہو تو جہاں تک بنے کترا جاؤ، ورنہ ضرورت سے زیادہ نہ بڑھو پھر بھی دل سرکار ہی کی طرف ہو۔

---

(10) اللہ (عزوجل) کے نام سے میں شروع کرتا ہوں جو اللہ (عزوجل) نے چاہا، نیکی کی طاقت نہیں مگر اللہ (عزوجل) سے، اے رب! سچائی کے ساتھ مجھ کو داخل کر اور سچائی کے ساتھ باہر لے جا۔ الٰہی! تو اپنی رحمت کے دروازے میرے لیے کھول دے اور اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مجھے وہ نصیب کر جو اپنے اولیاء اور فرمانبردار بندوں کے لیے تو نے نصیب کیا اور مجھے جہنم سے نجات دے اور مجھ کو بخش دے اور مجھ پر رحم فرما، اے بہتر سوال کیے گئے۔

(۱۲) ہرگز ہرگز مسجد اقدس میں کوئی حرف چلا کر نہ نکلے۔

(۱۳) یقین جانو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سچی حقیقی دنیاوی جسمانی حیات سے ویسے ہی زندہ ہیں جیسے وفات شریف سے پہلے تھے، اُن کی اور تمام انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کی موت صرف وعدہ خدا کی تصدیق کو ایک آن کے لیے تھی، اُن کا انتقال صرف نظر عوام سے چھپ جانا ہے۔ امام محمد ابن حاج مکی مدخل اور امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ میں اور ائمہ دین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین فرماتے ہیں:

لَا فَرْقَ بَيْنَ مَوْتِهٖ وَحَيَاتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مُشَاهَدَتِهٖ لِاُمَّتِهٖ وَمَعْرِفَتِهٖ بِاَحْوَالِهِمْ وَنِيَّاتِهِمْ وَعَزَائِمِهِمْ وَخَوَاطِرِهِمْ وَذٰلِكَ عِنْدَهٗ جَلِيٌّ لَا خِفَاءَ بِهٖ.(11)

(11) المدخل لابن الحاج، فصل فی زیارۃ القبور، ج۱، ص۱۸۷.

حیات النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ تمام انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام بالخصوص حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حیات حقیقی جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں۔ اپنی نورانی قبروں میں اللہ تعالٰی کا دیا ہوا رزق کھاتے ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں، گونا گوں لذتیں حاصل کرتے ہیں۔ سنتے ہیں، دیکھتے ہیں، جانتے ہیں، کلام فرماتے ہیں اور سلام کرنے والوں کو جواب دیتے ہیں۔ چلتے پھرتے اور آتے جاتے ہیں جس طرح چاہتے ہیں۔ تصرفات فرماتے ہیں اپنی امتوں کے اعمال کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور مستفیضین کو فیوض و برکات پہنچاتے ہیں۔ اس عالم دنیا میں بھی ان کے ظہور کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ آنکھوں والوں نے ان کے جمالِ جہاں آراء کی بار بار زیارت کی اور ان کے انوار سے مستنیر (منور) ہوئے۔

سردست ہمارا روئے سخن خاتم النبیین رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ذات مقدسہ کی طرف ہے۔ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام اور حضرات شہدائے عظام رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کی حیات کا مسئلہ ہمارے کلام میں ضمناً مذکور ہوگا۔ حضور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حیات مقدسہ قرآن مجید کی متعدد آیات سے ثابت ہے۔

پہلی آیت: اللہ تعالٰی فرماتا ہے

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء آیت ۱۰۷)

''اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو (اے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) مگر رحم کرنے والا تمام جہانوں کے لئے''

وجہ استدلال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بموجب آیۃ کریمہ تمام عالموں کیلئے رحمت ہیں اور جمیع ممکنات پر ان کی قابلیت کے موافق واسطہ فیض الٰہی ہیں اور اول مخلوقات ہیں اور عطاء الٰہی کو اس کی مخلوقات پر تقسیم فرمانے والے ہیں۔

تفسیر روح المعانی میں اسی آیت کریمہ کے تحت مرقوم ہے۔

وکونہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رحمۃ للجمیع باعتبار انہ علیہ الصلوۃ والسلام واسطۃ الفیض الالٰھی ←

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات و وفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ وہ اپنی اُمت کو دیکھ

علی الممکنات علی حسب القوابل ولذا کان نورہ صلی اللہ علیہ وسلم اول المخلوقات ففی الخبر اول ما خلق اللہ تعالیٰ نور نبیك یا جابر وجاء "اللہ تعالیٰ المعطی وانا القاسم (روح المعانی پ ۱۷ ص ۹۶)

اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تمام عالموں کے لئے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام ممکنات پر ان کی قابلیتوں کے مواقف فیض الٰہی کا واسطہ ہیں اور اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور اول مخلوقات ہے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے

"اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ تَعَالٰی نُوْرُ نَبِیِّكَ یَا جَابِرُ"

ترجمہ: "اے جابر اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا۔"

دوسری حدیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ معطی ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں آگے چل کر صاحب روح المعانی فرماتے ہیں:

والذی اختارہ انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انما بعث رحمۃ لکل فرد من العالمین ملئکتھم وانسھم وجنھم ولا فرق بین المؤمن والکافر من الانس والجن فی ذالك والرحمۃ متفاوتۃ (ص ۹۷ پ ۱۷)

ترجمہ: "اور میرے نزدیک مسلک مختار یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالمین کے ہر فرد کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ فرشتوں، انسانوں اور جنات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب کے لئے رحمت ہیں اور اس امر میں جن وانس کے مومن و کافر کے مابین بھی کوئی فرق نہیں اور رحمت ہر ایک کے حق میں الگ الگ اور متفاوت نوعیت رکھتی ہے۔"

اسی آیت کریمہ پر کلام کرتے ہوئے صاحب روح المعانی آگے چل کر فرماتے ہیں۔

"وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ" اکثر الصوفیۃ قدست اسرارھم علی ان المراد من العالمین جمیع الخلق وھو صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ لکل منھم الا ان الحظوظ متفاوتۃ ویشترك الجمیع فی انہ علیہ الصلوۃ والسلام سبب لوجودھم بل قالوا ان العالم کلہ مخلوق من نورہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقد صرح بذالك الشیخ عبدالغنی النابلسی قدس سرہ فی قولہ وقد تقدم غیر مرۃ

طٰہٰ النبی تکونت من نورہ　　　کل الخلیقۃ ثم لو ترك القطا

واشار بقولہ "لو ترك القطا" الی ان الجمیع من نورہ علیہ الصلوۃ والسلام (روح المعانی پ ۱۷ ص ۱۰۰)

ترجمہ: اور آیۂ کریمہ "وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ" کے بارے میں اکثر صوفیائے کرام قدست اسرارہم کا مسلک یہ ہے کہ عالمین سے تمام مخلوق مراد ہے اور یہ واقعہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالمین میں سے ہر ایک کے لیے رحمت ہیں لیکن ہر ایک کی رحمت کا حصہ مختلف اور جداگانہ ہے۔ البتہ اتنی بات میں سب شریک ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب کے وجود کا سبب ہیں۔ بلکہ صوفیائے کرام نے یہ فرمایا کہ تمام عالم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور سے مخلوق ہے۔ سیدنا شیخ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ العزیز اپنے اس قول میں تصریح فرماتے ہیں اور ان کا یہ قول بار بار گزر چکا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

رہے ہیں اوران کی حالتوں، اُن کی نیتوں، اُن کے ارادوں، اُن کے دلوں کے خیالوں کو پہچانتے ہیں اور یہ سب

''طٰہٰ نبی کے نور سے تمام مخلوقات پیدا کی گئی۔ پھر جمیع افراد اس کے ضمن میں آ گئے اور کوئی ایسا فرد باقی نہ رہا جو اس عموم میں شامل نہ ہوا ہو۔ اس شعر میں لو ترك القطا سے اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جمیع کائنات کا ایک ایک ذرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے ہے۔''

ان تمام عبارات سے ثابت ہوا کہ آیت کریمہ "وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ" کا مفادیہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھارہ ہزار عالم کے ہر ہر فرد کو فیض پہنچا رہے ہیں۔ جس طرح اصل تمام شاخوں کو حیات بخشی ہے۔ اسی طرح تمام عالم ممکنات اور جملہ موجوداتِ عالم کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ اصل الاصول ہے اور ہر فرد ممکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے فرع اور شاخ کا حکم رکھتا ہے۔

جس طرح درخت کی تمام شاخیں جڑ سے حیات نباتی حاصل کرتی ہیں اسی طرح عالم امکان کا ہر فرد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر قسم کے فیوض و برکات اور حیات کا استفادہ کرتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر فرد ممکن کو اس کے حسب حال حیات واقعی عطا فرماتے ہیں اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ عالم کے ہر ذرہ کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم متوجہ ہوتے ہیں اور ہر ایک کو اس کے حسب حال فیض رسانی فرماتے ہیں چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی مشہور کتاب فیوض الحرمین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس رحمت اور فیض رسانی کا اس طرح بیان فرمایا ہے۔

فتفطنت ان له خاصية من تقويم روحه بصورة جسده عليه الصلوة والسلام وانه الذى اشار اليه بقوله ان الانبياء لا يموتون وانهم يصلون و يحجون فى قبورهم وانهم احياء الى غير وذالك لم اسلم عليه قط الاوقد انبسط الى وانشرح وتبدى وظهر وذالك لانه رحمة للعالمين (فیوض الحرمین ص ۲۸ طبع دیوبند)

ترجمہ: ''پس مجھ کو دریافت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے۔ رُوح کو صورت جسم میں قائم کرنا اور یہ وہی بات ہے جس کی طرف آپ نے اپنے اس قول سے اشارہ فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام نہیں مرتے اور نماز پڑھا کرتے ہیں اپنی قبروں میں اور انبیاء حج کیا کرتے ہیں اپنی قبروں میں اور وہ زندہ ہیں وغیرہ وغیرہ اور جب میں نے آپ پر سلام بھیجا تو آپ مجھ سے خوش ہوئے اور انشراح فرمایا اور ظاہر ہوئے اور یہ اس واسطے کہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔''

نیز حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اسی کتاب فیوض الحرمین میں ایک دوسرے مقام پر رقم طراز ہیں کہ

لما دخلت المدينة المنورة وزرت الروضة المقدسة على صاحبها افضل الصلوة والتسليمات رأيت روحه صلى الله عليه وسلم ظاهرة بارزة لا فى عالم الارواح فقط بل فى المثال القريب من الحس فادركت ان العوام انما يذكرون حضور النبى صلى الله عليه وسلم فى الصلوة وامامة بالناس فيها وامثال ذالك من هذه الدقيقة

(فیوض الحرمین ص ۲۷)

ترجمہ: ''جب میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مقدسہ کی زیارت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو ظاہر اور عیاں دیکھا نہ صرف عالمِ ارواح میں بلکہ عالم مثال میں ان آنکھوں سے قریب، پس میں نے معلوم کیا کہ جو لوگ کہا کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نمازوں میں بنفسِ نفیس تشریف لاتے ہیں اور لوگوں کی امامت فرماتے ہیں اور ایسی ہی اور باتیں اسی نازک

حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر ایسا روشن ہے جس میں اصلا پوشیدگی نہیں۔

مسئلہ سے متعلق ہیں۔"

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور عبارت ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں:

لم یزل ﷺ ولا یزال متوجها الی الخلق مقبلا الیهم بوجهه (فیوض الحرمین ص ۳۰)

ترجمہ: "آنحضرت ﷺ ہمیشہ خلقت کی طرف متوجہ ہیں اور انکی طرف اپنا رخ انور فرمائے ہوئے ہیں۔"

اسی سلسلہ میں آگے چل کر حضرت شاہ صاحب موصوف ایک نہایت ہی بصیرت افروز تقریر فرماتے ہیں:

ورایته ﷺ مستقرا علی تلك الحالة الواحدة دائما لا یزعجه فی نفسه ارادة متجددة ولا شیء من الدواعی نعم لما کان وجهه ﷺ الی الخلق کان قریبا جدا من ان یرتفع انسان الیه بجهد همته فیغیثه فی نائبة او یفیض علیه من برکاته حتی یتخیل انه ذوارادات متجددة کمثل الذی بهمة اغاثة الملهوفین المحتاجین (فیوض الحرمین ص ۳۰)

ترجمہ: "اور دیکھا میں نے آنحضرت ﷺ کو قائم ہمیشہ اسی حالت واحدہ پر کہ وہاں سے نہ تو آپ کو کوئی ارادہ متجددہ ہٹا سکتا ہے اور نہ کوئی داعیہ۔ ہاں جس وقت آپ متوجہ ہوتے ہیں خلق کی طرف تو نہایت قریب ہوتے ہیں کہ انسان اپنی کوشش و ہمت سے عرض کرے اور آپ فریادرسی کریں اس کی مصیبت میں یا اس پر ایسی برکتیں افاضہ فرمائیں کہ وہ خیال کرے کہ آپ صاحب ارادات متجددہ ہیں۔ جیسے کوئی شخص مظلوموں محتاجوں کی مدد میں مصروف ہو۔"

صاحب روح المعانی اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہما کی ان عبارات سے یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہو کر سامنے آگئی کہ رسول اللہ ﷺ کا رحمۃ للعالمین ہونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرکز حیات ہونے کی چمکتی ہوئی دلیل ہے کیونکہ جب تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام متصف بحیات نہ ہوں کسی کو فیض نہیں پہنچا سکتے۔ تمام عالم اور کل مخلوقات کے ہر ہر فرد کو فیض پہنچانا اس وقت تک ممکن ہی نہیں جب تک ہر ذرہ کائنات میں پائے جانے والے کمال کا وجود ذات مقدسہ میں نہ ہو۔ حیاتِ ارواح روحِ اقدس کے زندہ ہونے کی دلیل ہے اور حیاتِ اجسام جسم پاک کی حیات کی دلیل ہے۔

دوسری آیت جو رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مقدسہ کو ثابت کرتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

ترجمہ: "اور نہ کہو ان لوگوں کے لیے جو قتل کئے گئے اللہ کی راہ میں مردہ بلکہ وہ زندہ ہیں اور لیکن تم نہیں جانتے۔" (البقرۃ: ۱۵۴)

بظاہر یہ آیت کریمہ شہدا (غیر انبیاء) کی حیات پر دلالت کرتی ہے لیکن درحقیقت انبیاء علیہم السلام بالخصوص نبی کریم ﷺ اس میں شامل ہیں۔ اس لئے کہ دلائل و واقعات کی روشنی میں یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام شہید ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے دنیا میں شہادت کا درجہ پایا اور "مَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ" کے عموم میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بلا شبہ داخل ہیں۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ "یقتل" "قتل" سے ماخوذ ہے اور قتل کے معنی ہیں اماتت یعنی مار ڈالنا۔

رسول اللہ ﷺ کا مقام (اس حیثیت سے کہ حضور ﷺ کی ذات مقدسہ سے بڑے بڑے عظیم الشان معجزات کا ظہور ہوا) یہ تھا کہ ←

کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے اور مار ڈالنے پر قادر نہ ہو۔ اس لئے کہ ایسا ہونا بادی النظر میں معجزات عظام کے منافی (۱) تھا۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ" (المائدہ: ۶۷) یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچائے گا۔ اور کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے اور مار ڈالنے پر قادر نہ ہوگا۔ قتل اور اماتت کے معنی میں ایک باریک فرق ہے جسے ملحوظ رکھنا ضروری ہے امام راغب اصفہانی قتل کے معنی بیان کرتے ہوئے اس فرق کو ظاہر فرماتے ہیں مفردات راغب میں ہے۔

(قتل) اصل القتل ازالة الروح عن الجسد كالموت لكن اذا اعتبر بفعل المتولى لذلك يقال قتل واذا اعتبر بفوت الحياة يقال موت

ترجمہ: "قتل" قتل کے اصل معنی جسم سے روح کو زائل کرنے کے ہیں۔ جیسے موت لیکن جب متولی اور متصرف ازالہ کے فعل کا اعتبار کیا جائے تو قتل کہا جائے گا اور جب فوت حیات کا اعتبار کیا جائے تو موت کہا جائے گا۔

قتل میں چونکہ فاعل کا فعل معتبر ہوتا ہے اور فعل کا اختیار عبد کیلئے بھی حاصل ہے۔ اس لئے قتل کی اسناد عبد کی طرف صحیح ہے اور عبد کو قاتل کہا جاسکتا ہے بخلاف اماتت کے کہ اس میں فعل مذکور معتبر نہیں بلکہ فوت حیات کا اعتبار ہے اور عبد کا اختیار فعل سے متجاوز ہو کر فوت حیات تک نہیں پہنچتا۔ حیات کا فوت ہونا قدرت خداوندی ہی سے متعلق ہے اس لئے اماتت کی اسناد صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہوسکتی ہے ازالۂ حیات صرف اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ اور ممیت اس کے سوا کوئی نہیں۔

ہمارے اس بیان سے ناظرین کے ذہن میں ایک اشکال پیدا ہوگیا ہوگا۔ اور وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا "من يقتل" کے عموم میں داخل ہونا "وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ" کے منافی ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ ان کی جان پاک کو لوگوں سے بچانے کا وعدہ فرما چکا۔ تو اب انہیں کس طرح قتل کیا جاسکتا ہے اور بغیر قتل ہوئے "مَنْ يُّقْتَلُ" میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شامل ہونا ممکن نہیں۔

اس کے حل کی طرف ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں کہ قتل میں فعل فاعل کا اعتبار ہوتا ہے اور اماتت میں فوت حیات کا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ وعدۂ الٰہیہ کے الفاظ ہیں "وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ" اس میں نہ قتل کا لفظ ہے نہ موت کا۔ اس وعدہ کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگوں کے مار ڈالنے سے اللہ آپ کو بچائے گا۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کیلئے کوئی ایسا فعل نہ کرسکے گا جس سے عادتاً علی الفور آپ کی موت واقع ہو جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا اور کسی شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مار ڈالنے پر قدرت نہ پائی۔

رہا یہ امر کہ "مَنْ يُّقْتَلُ" کے عموم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیسے داخل ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ قتل سے مراد وہ فعل ہے جو فوت حیات کا موجب ہو جائے۔

فعل قتل کا فوت حیات کیلئے موجب ہونا دو طریقے سے ہوتا ہے ایک عادتاً دوسرا خارقاً للعادۃ۔ عادۃً فعل قتل سے علی الفور ازالہ حیات ہو جاتا ہے اور خرق عادت کے طور پر علی الفور ازالہ حیات نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک مدت طویلہ کے بعد ہی اس کا سبب موت ہونا ظاہر ہوسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی قسم کے قتل سے بچا کر اپنے وعدے کو پورا فرما دیا اور دوسری قسم کا فعل قتل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بر بناء حکمت متحقق کر دیا تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم "مَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" کے عموم میں داخل ہو کر شہادت کا مرتبہ پائیں اور کسی بے دین کے لئے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مردہ کہہ کر حیات نبوت کے انکار کی مجال باقی نہ رہے۔

ہمارے اس دعویٰ کی دلیل امام بخاری اور امام بیہقی کی وہ حدیث ہے جو امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب ''انباء الاذکیا بحیاۃ الانبیاء'' میں نقل فرمائی ہے۔

واخرج البخاری والبیہقی عن عائشة قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی مرضه الذی توفی فیه لم ازل اجد الم الطعام الذی اکلت بخیبر فهذا اوان انقطع ابهری من ذالك السم (انباء الاذکیاء ص ۱۴۹)

ترجمہ: ''امام بخاری اور امام بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض میں فرماتے تھے کہ میں نے خیبر میں جو زہر آلود، لقمہ کھایا تھا میں اس کی تکلیف ہمیشہ محسوس کرتا رہا ہوں پس اب وہ وقت آپہنچا کہ اسی زہر کے اثر سے میری رگ جان منقطع ہوگئی۔''

نیز امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وقد ثبت ان نبینا صلی اللہ علیہ وسلم مات شهیدا لاکله یوم خیبر من شاة مسمومة سما قاتلا من ساعته حتی مات منه بشر (بکسر الموحدة) وسکون المعجمة (ابن البراء) بن معرور (وصار بقاؤه صلی اللہ علیہ وسلم معجزة فکان به الم السم یتعاهده) احیانا (الی ان مات به) (زرقانی جلد ۸ ص ۳۱۳)

ترجمہ: ''اور بیشک یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت کی وفات پائی۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن ایسی زہر ملائی ہوئی بکری کے گوشت کا ایک لقمہ تناول فرمایا، جس کا زہر ایسا قاتل تھا کہ اس کے کھانے سے اس وقت علی الفور موت واقع ہوجائے۔ یہاں تک کہ اس زہر کے اثر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی بشر بن براء بن معرور اسی وقت فوت ہوگئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا باقی رہنا معجزہ ہوگیا۔ وہ زہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر تکلیف دیتا تھا۔ یہاں تک کہ اسی کے اثر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موت واقع ہوئی۔''

بخاری، بیہقی، سیوطی اور زرقانی کی ان پیش کردہ روایات سے ہمارا دعویٰ بخوبی ثابت ہوگیا اور وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لیے زہر دیا گیا اور اسی زہر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موت واقع ہوئی۔ اگرچہ زہر دینے اور موت واقع ہونے میں تین سال کا وقفہ تھا لیکن وفات شریف اسی زہر دینے کے فعل سے واقع ہوئی اور تین سال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا باقی رہنا زہر دینے اور اس فعل قتل کی کمزوری کی بناء پر نہ تھا بلکہ خرق عادت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کے طور پر تھا جیسا کہ ہم عبارات منقولہ سے ثابت کر چکے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ''انباء الاذکیا بحیاۃ الانبیاء'' میں فرماتے ہیں:

واخرج احمد و ابو یعلی والطبرانی والحاکم فی المستدرك والبیہقی فی دلائل النبوة عن ابن مسعود قال لان احلف تسعا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل قتلا احب الی من ان احلف واحدة انه لم یقتل وذالك ان اللہ تعالی اتخذه نبیا واتخذه شهیدا۔ (انباء الاذکیاء ص ۱۴۸، ۱۴۹ مطبوعہ مصر)

←

....

ترجمہ: ''احمد، ابویعلیٰ، طبرانی اور مستدرک میں حاکم نے اور دلائل النبوۃ میں بیہقی نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر میں نو مرتبہ قسم کھا کر یہ بات کہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل کئے گئے تو یہ بات مجھے اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ میں ایک دفعہ قسم کھا کر یہ کہہ دوں کہ حضور ﷺ قتل نہیں کئے گئے اور یہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو نبی بھی بنایا اور شہید بھی!

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے ظاہر ہو گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ ''مَن یُقتَل فِی سَبِیلِ اللہِ'' کے عموم میں داخل ہیں۔ اس بناء پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زندہ ہونا نص قطعی سے ثابت ہے۔

علاوہ ازیں یہ کہ اللہ تعالیٰ نے منعم علیہم کے چار گروہ قرآن کریم میں بیان فرمائے ہیں۔ نبیین، صدیقین، شہدا اور صالحین اور ہر نعمت کی اصل رسول اللہ ﷺ کی ذات مقدسہ ہے۔ جیسا کہ سابقاً تفصیل سے معلوم ہو چکا۔ نبوت، صدیقیت اور صالحیت کے اوصاف کا حضور ﷺ کی ذات مقدسہ میں پایا جانا تو سب کے نزدیک قطعی طور پر ثابت ہے۔ اب اگر وصف شہادت حضور ﷺ کیلئے (ہمارے بیان کردہ دلائل کی روشنی میں) تسلیم نہ کیا جائے تو حضور ﷺ کی ذات مقدسہ کمال شہادت سے محروم رہے گی۔ جو حضور ﷺ کے رحمۃ للعلمین ہونے اور تمام کمالات وانعاماتِ الہیہ کے لئے حضور ﷺ کے اصل ہونے کے منافی اور معارض ہے جو باطل محض اور دلائل کی روشنی میں مردود ہے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ نبوت وصدیقیت اور صالحیت کی طرح وصفِ شہادت بھی حضور اکرم کی ذات مقدسہ میں بلاشبہ پایا جاتا ہے۔ ''وھوالمراد''

نبوت ورسالت، رُسل وانبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات پر روشن دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس وقت بھی کوئی نبی اور رسول دنیا میں مبعوث فرمایا تو وصف نبوت اور رسالت کو جسم اور روح دونوں کے ساتھ متعلق فرمایا اور حقیقی نبوت ورسالت جسم وروح کے مجموعے کیلئے ہی متحقق ہے۔ عالم ارواح میں حضور ﷺ کا نبی ہونا اور حضور ﷺ کا ''کنت نبیا وادم بین الروح والجسد'' فرمانا، ہمارے اس بیان کے منافی نہیں۔ اس لئے کہ عالم ارواح میں روحانی نبوت متحقق تھی۔ جس کو اس عالم میں پائی جانے والی نبوت کے مقابلہ میں حکمی نبوت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ حقیقی نبوت ورسالت وہی ہے جو مجموعہ جسد وروح کے لئے متحقق ہو۔ علامہ زرقانی صرف روح کے لئے نبوت ورسالت ماننے کے قول پر تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں

(وتعقب) هٰذا التعليل (بان الانبياء احياء في قبورهم) كما صرحت به الاحاديث (فوصف النبوة في الجسد والروح معا) اى الاتصاف بالنبوة مع الرسالة وان انقطع العمل بشر ائعهم سوى شريعة نبينا صلى الله عليه وسلم (زرقانی جلد ۶ ص ۱۶۹)

ترجمہ: ''اور (منکرین کی) اس تعلیل کا تعاقب اس طرح کیا گیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں جیسا کہ احادیث میں اس کی تصریح موجود ہے۔ لہٰذا وصف نبوت ورسالت جسم وروح دونوں کیلئے ایک ساتھ باقی ہے۔ یعنی ''اتصاف بالنبوۃ مع الرسالۃ'' ←

....

اگرچہ ان کی شرائع پر عمل منقطع ہو چکا۔ سوا ہمارے نبی کریم ﷺ کی شریعت کے۔"
اس عبارت سے ثابت ہوا کہ نبوت صرف روح کیلئے نہیں بلکہ جسم و روح دونوں کیلئے ہے ایسی صورت میں حیات جسمانی کا انکار نبوت و رسالت حقیقیہ کا انکار ہے جیسا کہ بعض گمراہوں کا غلط عقیدہ ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

امام زرقانی فرماتے ہیں:

(فان قلت هل هو عليه الصلوة والسلام باق على رسالته الى الآن) بعد الموت الى الابد اجاب ابو المعين (النسفي) منه (بان الاشعري قال انه عليه الصلوة والسلام الآن في حكم الرسالة وحكم الشيء يقوم مقام اصل الشيء) الخ (زرقانی جلد ۶، ص ۱۶۸، ۱۶۹، مطبوعہ مصر)

اگر سوال کیا جائے کہ نبی کریم ﷺ اپنی رسالت پر اب باقی ہیں یا نہیں تو اس کے جواب میں ابو المعین نسفی نے کہا کہ امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اب رسالت کے حکم میں ہیں اور کسی شے کا حکم اصل شے کے قائم مقام ہوا کرتا ہے۔ الخ۔
اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک حضور ﷺ کی وفات کے بعد حضور کی رسالت حقیقی نہیں بلکہ حکمی ہے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ امام اشعری رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضور ﷺ کے لیے حیات جسمانی کی نفی بالضرور لازم آئے گی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام کا دعویٰ کرنے والے بہت سے لوگ ایسے ہیں جنہوں نے محض اپنی ضد پر اصرار کرنے کی وجہ سے بہت سی غلط باتیں ائمہ اہلسنت کے سر تھوپ دیں اور بعض علماء اہل حق نے محض سادہ لوحی کی بنا پر انہیں نقل کر دیا لیکن تحقیق کے بعد ان باتوں کا کذب صریح ہونا ثابت ہو گیا۔ یہ بات بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ امام اشعری رضی اللہ عنہ پر یہ کھلا بہتان ہے اور افتراء صریح ہے۔ دیکھئے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ اسی بہتان کے جواب میں فرماتے ہیں۔

ثم قال ويمكن ان يقال انها باقية حكما بعد موته وكان استحقاقه بحقيقة الرسالة لا بالقيام بامور الامة اه ولا يخفى ما فى كلامه من ايهام انقطاع حقيقتها بعده صلى الله عليه وسلم فقد افاد فى الدر المنتقى انه خلاف الاجماع قلت واما ما نسب الى الامام الاشعرى امام اهل السنة والجماعة من انكار ثبوتها بعد الموت فهو افتراء وبهتان والمصرح فى كتبه و كتب اصحابه خلاف ما نسب اليه بعض اعدائه لان الانبياء عليهم الصلوة والسلام احياء فى قبورهم وقد اقام النكير على افتراء ذلك الامام العارف ابو القاسم القشيرى فى كتابه شكاية اهل السنة و كذا غيره كما بسط ذلك الامام ابن السبكى فى طبقات الكبرى فى ترجمة الامام الاشعرى . انتهى (شامی جلد سوم ص ۲۵۹)

←

ترجمہ: ''پھر (مقدسی نے کہا) کہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضور ﷺ کی رسالت حضور کی موت کے بعد علما باقی ہے اور حضور ﷺ کا (غنیمت کے حصے کا) مستحق ہونا امور امت کے قیام کے ساتھ نہیں بلکہ حقیقت رسالت کے ساتھ متعلق تھا۔ مقدسی کے اس کلام میں حضور ﷺ کے بعد حضور کی حقیقت رسالت کے انقطاع کا جو ایہام پایا جاتا ہے محل نہیں۔ در منتقی میں مذکور ہے کہ حضور ﷺ کے بعد حقیقت رسالت کے انقطاع کا قول خلاف اجماع ہے۔ میں کہتا ہوں کہ امام اہلسنت امام اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف حضور کے بعد حضور کی رسالت حقیقیہ کے ثبوت کا جو انکار منسوب کیا جاتا ہے، وہ افتراء اور بہتان ہے۔ امام اشعری رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کی کتابوں میں اس کے خلاف تصریحات موجود ہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور اس افتراء عظیم پر امام عارف باللہ ابوالقاسم القشیری نے اپنی کتاب شکایت اہلسنت میں اور اسی طرح انکے علاوہ دیگر ائمہ دین نے زبردست انکار کیا جیسا کہ امام سبکی نے طبقات کبریٰ میں امام اشعری رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں اس بہتان طرازی کا نہایت تفصیل سے جواب دیا ہے۔'' انتہیٰ

علامہ شامی امام ابوالقاسم قشیری امام ابن سبکی اور ان کے علاوہ دیگر علمائے اعلام کی تصریحات سے یہ بات آفتاب سے زیادہ روشن ہوگئی کہ امام اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کی حیات کا انکار کر کے معاذ اللہ حضور ﷺ کی رسالت حقیقیہ کے ہرگز منکر نہیں اور ایسی ناپاک بات ان کے دشمنوں نے ان کی طرف منسوب کر کے ان پر بہتان باندھا ہے۔

تیسری آیت جو حیات النبی ﷺ کی روشن دلیل ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

(آل عمران آیت ۱۶۹، ۱۷۰)

علامہ شوکانی (غیر مقلدین کے پیشوا) اس آیت کے تحت اپنی ''تفسیر فتح القدیر'' میں لکھتے ہیں:

ومعنى الاية عند الجمهور انهم احياء حياة محققة ثم اختلفوا فمنهم من يقول انها ترد اليهم ارواحهم في قبورهم فيتنعمون وقال مجاهد يرزقون من ثمر الجنة اي يجدون ريحها وليسوا فيها وذهب من عدا الجمهور الى انها حياة مجازية والمعنى انهم في علم الله مستحقون التنعم في الجنة والصحيح الاول ولا موجب المصير الى المجاز وقد وردت السنة المطهرة بأن ارواحهم في اجواف طيور وانهم في الجنة يرزقون ويأكلون ويتمتعون

(فتح القدیر ص ۱۶۵)

ترجمہ: ''جمہور اہلسنت کے نزدیک آیت کے معنی یہ ہیں کہ شہداء کرام حیات حقیقیہ کے ساتھ زندہ ہیں۔ (حیاۃ حقیقی تسلیم کرنے کے بعد) اس کی کیفیت میں جمہور کے درمیان اختلاف ہے کہ بعض نے کہا ہے کہ ان کی روحیں ان کی قبروں میں لوٹا دی جاتی ہیں اور وہ عیش وطرب میں رہتے ہیں اور مجاہد کا قول ہے کہ انہیں جنت کے پھل دیئے جانے سے یہ مراد ہے کہ وہ ان کی خوشبو محسوس کرتے ہیں اور وہ جنت میں نہیں ہیں۔ جمہور کے علاوہ لوگوں کا قول ہے کہ شہداء کی حیات حقیقی نہیں ہے۔ بلکہ وہ مجازی طور پر زندہ ہیں۔ ان کے نزدیک اس سے

آیت کے معنی یہ ہیں کہ یہ لوگ علم الٰہی میں جنت کی نعمتوں کے حقدار ہیں۔مگر صحیح وہ پہلا قول ہے جو جمہور نے اختیار کیا مجازی معنی لینے کی کوئی وجہ نہیں۔حدیث شریف میں آیا ہے کہ شہیدوں کی روحیں پرندوں کے پوٹوں میں ہوتی ہیں اور وہ جنت میں ہیں۔انہیں رزق دیا جاتا ہے اور وہ کھاتے ہیں اور ہر قسم کے فوائد حیات حاصل کرتے ہیں۔"

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء میں فرماتے ہیں:

وقد قال اللہ تعالیٰ فی الشھداء (وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ) والانبیاء اولی بذلك فھم اجل واعظم وما من نبی الا وقد جمع مع النبوۃ وصف الشھادۃ فید خلون فی عموم لفظ الآیۃ (انباء الاذکیاص ۱۴۸)

ترجمہ:"اللہ تعالیٰ نے شہداء کے بارے میں فرمایا (اور نہ گمان کروان لوگوں کے بارے میں جو قتل کئے گئے اللہ کی راہ میں مردہ بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے نزدیک رزق دیئے جاتے ہیں)اور انبیاء اس کے ساتھ اولیٰ ہیں اور وہ اجل واعظم ہیں اور کوئی نبی نہیں لیکن اس نے نبوت کے ساتھ وصف شہادت کو بھی جمع کرلیا ہے۔لہٰذا وہ لفظ آیت کے عموم میں ضرور داخل ہوں گے۔"

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے یہی واضح ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام میں وصف شہادت پایا جاتا ہے۔لہٰذا حیات انبیاء علیہم السلام بطریق اولیٰ ثابت ہوگی۔شہدا کی حیات اہلسنت کے نزدیک اس قدر اہمیت رکھتی ہے کہ شوافع نے اس آیت" وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ" کو اس مسئلہ کی دلیل بنالیا۔کہ شہید کے جنازے کی نماز نہیں ہوتی۔شوافع کہتے ہیں۔

لقولہ تعالیٰ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا والصلوٰۃ علی المیت لا علی الحی

(مبسوط امام سرخسی جلد ۲ ص ۵۰)

شوافع کی اس دلیل کے جواب میں احناف حیات شہدا کا انکار نہیں کرتے بلکہ انہیں زندہ مان کر احکام حیات کو دنیا کی بجائے آخرت سے متعلق قرار دیتے ہیں۔دیکھئے مبسوط جلد ۲ صفحہ ۵۰۔

سوال: حیات بعد الموت شہداء کے لئے خاص نہیں بلکہ ہر مومن صالح کیلئے ثابت ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

فَلَنُحْیِیَنَّهٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً (س: النحل آیت ۹۷)

پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ مردہ کہنے کی ممانعت صرف شہدا کے حق میں کیوں وارد ہوئی۔

جواب: صرف مومن صالح نہیں بلکہ مومن و کافر سب کے لئے نفس حیات ثابت ہے۔کما سنبینہ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے باوجود مردہ کہنے کی ممانعت صرف شہداء کے حق میں اس لئے وارد ہوئی کہ شہداء مقتول فی سبیل اللہ ہوتے ہیں اور اپنی جانیں خدا کے لئے دیتے ہیں اور خاص طور پر اپنی عزیز ترین متاع حیات (دنیا) کو خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور ان کا یہ وصف دیگر اوصاف پر غالب ہوتا ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ انہیں انعام خاص کے طور پر حیات دنیویہ کے بدلے میں ایسی حیات عطا فرماتا ہے۔جس کے اثرات بعض احکام ←

....

دنیاوی کی صورت میں بھی ظاہر ہوتے ہیں۔ مثلاً ان کو غسل نہ دینا اور ان کے حق میں مردہ نہ کہنا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (الانعام ۱۶۰)

''جو ایک نیکی کرے اسے اس کی مثال دس نیکیاں ملیں گی۔''

لہٰذا ایک جان دینے والے کو دس جانیں عطا کیا جانا ثابت ہوا۔

دنیا میں ایک جان کے ساتھ زندہ انسان جب اپنے آپ کو زندہ سمجھتا ہے تو جسے اس ایک جان کے بدلے دس جانیں عطا کی گئی ہیں وہ کیونکر مردہ ہوسکتا ہے اور اسے مردہ کہنا یا سمجھنا کس طرح درست قرار پاسکتا ہے۔ اس بناء پر شہداء کے حق میں مردہ کہنے کی نہی وارد ہوئی چونکہ تمام انبیاء علیہم السلام شہید ہیں لہٰذا مردہ کہنے کی ممانعت انبیاء علیہم السلام کے حق میں پہلے ہوگی اور محض شہداء کے حق میں ان کے بعد

''فائدہ ان دونوں آیتوں'' وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ اور وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا میں لفظ ''انبیاء'' سے لِمَنْ يُّقْتَلُ اور اَلَّذِيْنَ قُتِلُوْا کی طرف عدول فرمانے میں بھی یہی نکتہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اگرچہ شہید ہیں لیکن ان کی شہادت وصف نبوت سے مغلوب ہے اور دونوں آیتوں میں مضمون کلام کی مناسبت وصف شہادت سے تھی اس لئے انبیاء کی بجائے مَنْ يُّقْتَلُ اور اَلَّذِيْنَ قُتِلُوْا فرمایا گیا۔

علاوہ ازیں اگر لفظ ''انبیاء'' لایا جاتا تو مردہ کہنے کی ممانعت اور ''بل احیاء'' کا حکم انبیاء کے ساتھ خاص ہو جاتا جو صحیح نہ تھا۔ نیز ''لِمَنْ يُّقْتَلُ'' کا عموم اور ''اَلَّذِيْنَ قُتِلُوْا'' کا مفہوم عامۃ المسلمین کو جہاد کی رغبت دلاتا ہے۔ اس کی بجائے ''لفظ انبیاء'' یہ فائدہ نہیں دیتا۔ لہٰذا منقولہ بالا دونوں آیتوں میں لفظ انبیاء کا نہ ہونا نکتہ اور حکمت پر مبنی ہے اس بناء پر نہیں کہ معاذ اللہ حضرات انبیاء علیہم السلام مضمون آیت سے خارج ہیں۔ فافہم وتدبر۔

احادیث کی روشنی میں انبیاء علیہم السلام کی حیات کا مسئلہ

(۱) ابویعلیٰ نے اپنی مسند میں اور امام بیہقی نے کتاب حیات الانبیاء میں روایت کی: عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون

حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں۔

(۲) ابونعیم نے حلیہ میں روایت کی ہے کہ

عن یوسف بن عطیۃ قال سمعت ثابت البنانی رحمۃ اللہ علیہ یقول لحمید الطویل ھل بلغک ان احدا یصلی فی قبرہ الا الانبیاء قال لا

ترجمہ: ''یوسف بن عطیہ سے مروی ہے کہ میں نے ثابت بنانی کو حمید طویل سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ کیا تمہیں کوئی ایسی حدیث پہنچی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے سوا کوئی قبر میں نماز پڑھتا ہوا انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔''

←

ان دونوں حدیثوں سے یہ ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔

(۳) ابوداؤد اور بیہقی نے روایت کی:

عن اوس بن اوس الثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من افضل ایامکم یوم الجمعۃ فا کثروا علی الصلوۃ فیہ فان صلا تکم تعرض علی قالوا یارسول اللہ و کیف تعرض علیک صلاتنا وقدارمت یعنی بلیت فقال ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء (ابوداؤد ص ۱۵۰)

ترجمہ: ''اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہارے سب دنوں میں افضل ترین دن یوم جمعہ ہے۔ لہٰذا جمعہ کے دن مجھ پر درود کی کثرت کیا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا؟ حالانکہ آپ تو بوسیدہ ہو جائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ نبیوں کے جسموں کو کھائے۔''

(۴) بیہقی نے شعب الایمان اور اصبہانی نے ترغیب میں روایت کی ہے کہ:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیا ابلغتہ

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے میری قبر کے نزدیک مجھ پر درود پڑھا میں اسے خصوصی توجہ کے ساتھ خود سنتا ہوں اور جس نے دور ہونے کی حالت میں مجھ پر درود پڑھا وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔''

(۵) امام بخاری نے اپنی تاریخ میں روایت کی:

عن عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان للہ ملکا اعطاہ اسماع الخلائق قائم علی قبری فما من احد یصلی علی صلاۃ الا بلغنیہا

''حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بیشک اللہ تعالیٰ کا ایک خاص فرشتہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کی اسماع (یعنی سب کی آوازیں سننے کی طاقت) عطا فرمائی ہے اور وہ میری قبر انور پر کھڑا ہے، پس کوئی شخص نہیں جو مجھ پر درود بھیجے، مگر وہ فرشتہ اس کا درود مجھ پر پہنچا دیتا ہے۔''

(۶) امام بیہقی نے حیات الانبیاء میں اور اصبہانی نے ترغیب میں روایت کی

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی مائۃ فی یوم الجمعۃ و لیلۃ الجمعۃ قضی اللہ لہ مائۃ حاجۃ سبعین من حوائج الاٰخرۃ وثلاثین من حوائج الدنیا ثم وکل اللہ بذالک ملکا یدخلہ فی قبری کما یدخل علیکم الھدایا ان علمی بعد موتی کعلمی فی الحیاۃ ولفظ البیہقی یخبرنی من ←

....

صلی علی باسمه ونسبه فاثبته فی صحیفة بیضاء

''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات میں مجھ پر سو دفعہ درود شریف پڑھا اس کی سو حاجتیں پوری ہوں گی۔ ستر حوائج آخرت سے اور تیس حوائج دنیا سے پھر یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے درود شریف پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا ہے جو اسے میری قبر میں داخل کرتا ہے۔ جس طرح تم پر ہدایا داخل کیے جاتے ہیں۔ بیشک موت کے بعد میرا علم ایسا ہی ہے جیسا حیات میں میرا علم ہے اور بیہقی کے الفاظ یہ ہیں کہ وہ فرشتہ درود پڑھنے والے کا نام اور اس کا نسب مجھے بتاتا ہے تو میں اسے ایک چمکتے ہوئے صحیفہ میں لکھ لیتا ہوں۔''

(۷) امام بیہقی نے روایت کی:

عن انس ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قال ان الانبیاء لا یتروکون فی قبورهم بعد اربعین لیلة ولکنهم یصلون بین یدی اللہ سبحانه وتعالیٰ حتی ینفخ فی الصور

''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا بیشک انبیاء علیہم السلام چالیس راتوں کے بعد اپنی قبروں میں نہیں چھوڑے جاتے اور لیکن وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سامنے نماز پڑھتے رہتے ہیں یہاں تک کہ صور پھونکا جائے۔''

(۸) سفیان ثوری نے جامع میں روایت کی اور کہا کہ

قال شیخ لنا عن سعید بن المسیب قال ما مکث نبی فی قبره اکثر من اربعین لیلة حتی یرفع

''ہمارے شیخ نے سعید بن مسیب سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا کوئی نبی اپنی قبر میں چالیس راتوں سے زیادہ نہیں ٹھہرتا یہاں تک کہ وہ اٹھا لیا جاتا ہے۔''

(۹) امام بیہقی نے واقعہ معراج میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور اس میں رسول اللہ ﷺ کے یہ الفاظ ہیں:

وقد رأیتنی فی جماعة من الانبیاء فاذا موسیٰ قائم یصلی واذا رجل ضرب جعد کانه من رجال شنوءة واذا ابن مریم قائم یصلی واذا ابراهیم قائم یصلی اشبه الناس به صاحبکم یعنی نفسه فحانت الصلوٰة فاممتهم

''اور بیشک میں نے خود اپنے آپ کو بھی جماعت انبیاء علیہم السلام میں دیکھا پھر موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں۔ ناگہاں ایک ایسے آدمی ہیں جو دبلے پتلے گھنگھریالے بالوں والے ہیں گویا کہ وہ شنوہ کے آدمیوں میں سے ہیں اور اچانک ابن مریم کو دیکھا کہ وہ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں۔ اسی طرح ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں۔ وہ تمہارے صاحب سے بہت زیادہ مشابہ ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لفظ صاحب سے آپنے آپ کو مراد لیا پھر نماز کا وقت آ گیا تو میں نے ان سب انبیاء علیہم السلام کی امامت کی۔''

(۱۰) امام بیہقی نے یہ حدیث بھی روایت کی:

اِنَّ النَّاسَ یُصْعَقُوْنَ فَاَکُوْنُ اَوَّلَ مَنْ یُّفِیْقُ

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (نفحہ اولیٰ کے وقت) سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے تو سب سے پہلے جس کو افاقہ ہوگا وہ میں ہوں گا۔''

اس حدیث سے بھی یہی ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام قیامت تک زندہ رہیں گے۔ اس لئے کہ زندگی کے بغیر کسی پر بے ہوشی کا حال طاری ہونا ممکن نہیں۔ پھر یہ بے ہوشی احساس وشعور کے لیے محض ایک حجاب ہوگی۔ جسے موت کہنا جائز نہیں۔

(۱۱) ابو یعلیٰ نے روایت کی:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول والذی نفسی بیدہٖ لینزلن عیسی ابن مریم ثم لئن قام علی قبری فقال یا محمدُ لاجبتہ

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ عیسیٰ ابن مریم ضرور نازل ہونگے پھر وہ اگر میری قبر پر کھڑے ہوں اور یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر مجھے پکاریں تو میں انہیں ضرور جواب دوں گا۔''

(۱۲) ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں روایت کی:

عن سعید بن المسیّب قال لقد رأیتنی لیالی الحرّۃ وما فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیری وما یأتی وقت الصّلٰوۃ الا وسمعت الاذان من القبر

''سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا جنگ حرہ کے زمانہ میں میں نے اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا کہ مسجد نبوی میں میرے سوا اس وقت کوئی نہ تھا۔ ان ایام میں کسی نماز کا وقت نہ آتا تھا مگر قبر انور سے میں اذان کی آواز سنتا تھا۔''

(۱۳) زبیر بن بکار نے اخبار مدینہ میں روایت کی:

عن سعید بن المسیّب قال لم ازل اسمع الاذان والاقامۃ فی قبر رسول اللہ ﷺ ایام الحرۃ حتّٰی عاد الناس

''سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا میں ہمیشہ اذان اور تکبیر کی آواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور میں سنتا رہا۔ جنگ حرہ کے زمانہ میں یہاں تک کہ لوگ واپس آ گئے۔''

(۱۴) ابن سعد نے طبقات میں روایت کی:

عن سعید بن المسیّب انہ کان یلازم المسجد ایام الحرۃ والناس یقتتلون قال فکنت اذا حانت الصلٰوۃ اسمع اذانا من قبل القبر الشریف

''سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جنگ حرہ کے زمانہ میں وہ مسجد نبوی میں ٹھہرے رہے اور لوگ آپس میں قتال کر رہے تھے۔ سعید بن مسیب نے فرمایا کہ جب نماز کا وقت آتا تو میں مسجد نبوی کی طرف سے اذان کی آواز سنتا تھا۔''

(۱۵) دارمی نے اپنی مسند میں روایت کی انہوں نے کہا ہمیں مروان بن محمد نے خبر دی:

←

....

عن سعید بن عبد العزیز قال لما کان ایام الحرۃ لم یؤذن فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم وان سعید بن المسیب لم یبرح مقیما فی المسجد وکان لا یعرف وقت الصلوۃ الا بھمھمۃ یسمعھا من قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم

''سعید بن عبدالعزیز سے مروی ہے انہوں نے کہا جب حرہ کی جنگ کا زمانہ تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف میں نہ اذان ہوتی نہ اقامت اور سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ مسجد شریف ہی میں مقیم رہے انہیں نماز کے وقت کا علم نہ ہوتا تھا لیکن ایک آواز سے جسے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف سے سنتے تھے۔''

یہ احادیث وروایات حضرات انبیاء کرام علیہم السلام بالخصوص سید عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات جسمانی اور حقیقی پر صاف اور واضح طور پر دلالت کر رہی ہیں۔ جن میں کسی قسم کی تاویل نہیں ہوسکتی۔

(۱۶) امام احمد نے اپنی مسند میں، ابوداؤد نے اپنی سنن میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں بسند صحیح روایت کی ہے:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال ما من احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتّٰی ارد علیہ السلام

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کوئی جو مجھ پر سلام بھیجے لیکن اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر لوٹا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کو اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔''

احادیث منقولہ بالا سے انبیاء علیہم السلام کی حیات حقیقی کے ساتھ حسب ذیل امور مستفاد ہوئے:

۱۔ انبیاء علیہم السلام کا اپنی قبروں میں نماز پڑھنا اور دفن کے بعد چالیس راتیں گزرنے کے بعد انکا قبروں سے اٹھالیا جانا۔

۲۔ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پیش کیا جانا اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا درود شریف سننا۔

۳۔ انبیاء علیہم السلام کے اجساد مقدسہ کا کھانا زمین پر حرام ہے۔

۴۔ دور سے پڑھنے والے کا درود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچا دیا جاتا ہے۔

۵۔ ایک فرشتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر مقرر ہے جو تمام مخلوق کی آوازیں سنتا ہے اور ہر ایک درود پڑھنے والے کا درود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔

۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور میں درود شریف ہدایا کی صورت میں داخل کیا جاتا ہے۔

۷۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم وفات شریف کے بعد ایسا ہی ہے جیسے حیات مقدسہ میں تھا۔

۸۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم درود بھیجنے والوں کا نام ونسب روشن صحیفے میں لکھتے ہیں۔

۹۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شب معراج خود اپنے آپ کو بھی جماعت انبیاء علیہم السلام میں دیکھا۔

←

۱۰۔حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر انور میں کھڑے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا۔

۱۱۔حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ابن مریم علیہما السلام وابراھیم علیہ السلام کو نماز پڑھتے دیکھا۔

۱۲۔حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے نماز میں انبیاء علیہم السلام کی امامت فرمائی۔

۱۳۔تمام لوگ نفخہ اولیٰ کے وقت بیہوش ہوجائیں گے۔سب سے پہلے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو افاقہ ہوگا۔

۱۴۔عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوکر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے مزار مبارک پر کھڑے ہوکر اگر حضور ﷺ کو پکاریں تو حضور ﷺ انہیں ضرور جواب دیں گے۔

۱۵۔قبر انور سے ہر نماز کے وقت اذان اور تکبیر کی آواز کا آنا۔

۱۶۔ہر سلام بھیجنے والے کے سلام بھیجنے کے وقت رسول اللہ ﷺ پر رد روح ہونا اور ہر ایک کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا جواب دینا۔

امور مفصلہ بالا سے حیات بعد الوفات کے علاوہ مندرجہ ذیل عنوانات نکلتے ہیں:

۱۔انبیاء علیہم السلام کا اپنی قبروں میں نماز پڑھنا۔

۲۔حضور علیہ الصلوۃ والسلام پر درود وسلام پیش کیا جانا۔

۳۔اجساد انبیاء علیہم السلام کا بعد الوفات محفوظ رہنا۔

۴۔بعد الوفات انبیاء علیہم السلام کے علم وادراک اور سمع وبصر کا برقرار رہنا۔

۵۔قبور مقدسہ میں انبیاء علیہم السلام کے اعمال وتصرفات کا برقرار رہنا۔

۶۔بارگاہ اقدس میں درود شریف کا بصورت ہدیہ پیش کرنا۔

۷۔قبور سے اجساد انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا اٹھایا جانا۔

موت وحیات

سب سے پہلے ہم موت اور حیات پر معروضات پیش کرتے ہیں علامہ سید محمود الوسی حنفی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں ارقام فرماتے ہیں:

والموت علی ما ذهب الكثير من اهل السنة صفة وجودية تضاد الحياة واستدل على وجوديته بتعلق الخلق به وهو لا يتعلق بالعدمي لازلية الاعدام... وذهب القدرية وبعض اهل السنة الى انه امر عدمي هو عدم الحيات عما من شانه وهو المتبادر الى الذهن والاقرب الى الفهم واجيب عن الاستدلال بالأية بان الخلق فيها بمعنى التقدير وهو يتعلق بالعدمي كما يتعلق بالوجودي اوان الموت ليس عدما مطلقا صرفا بل هو عدم شئ مخصوص ومثله يتعلق به الخلق والايجاد بناء على انه اعطاء الوجود ولو للغير دون اعطاء الوجود للشئ فی ←

....

نفسه او ان الخلق بمعنی الانشاء والاثبات دون الایجاد وهو بهذا المعنی یجری فی العدمیات او ان الکلام علی تقدیر مضاف ای اسباب الموت او ان المراد بخلق الموت والحیاۃ خلق زمان ومدۃ معینة لهما لایعلمها الا الله فایجادهما عبارۃ عن ایجاد زمانهما مجازا ولا یخفی الحال فی هذه الاحتمالات ... والموت علی ماسمعت والحیاۃ صفة وجودیة بلا خلاف وهی مایصح بوجوده الاحساس اومعنی زائد علی العلم والقدرۃ یوجب للموصوف به حالا لم یکن قبله من صحة العلم والقدرۃ (روح المعانی جلدنمبر ۲۹ ص ۴/۵ طبع مصر)

اکثر اہلسنت کے نزدیک ''موت'' صفت وجودیہ ہے جو حیات کی ضد ہے۔ اس کے صفت وجودیہ ہونے پر آیت قرآنیہ خلق الموت والحیات سے استدلال کیا گیا۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ ازلیت عدم کی وجہ سے امرِ عدمی کے ساتھ خلق متعلق نہیں ہوسکتی...... اور قدریہ اور بعض اہلسنت اس طرف گئے ہیں کہ موت امرِ عدمی ہے اور موت کے معنی ہیں قابلِ حیات چیز میں حیات کا نہ ہونا یہی معنی متبادر الی الذہن اور اقرب الی الفہم کے ہیں۔

ان قائلین کی طرف سے آیت سے استدلال کا جواب اس طرح دیا گیا ہے کہ یہاں خلق بمعنی تقدیر ہے اور وہ جس طرح امرِ وجودی سے متعلق ہوتی ہے اسی طرح عدمی سے بھی متعلق ہوتی ہے یا یہ کہ موت صرف عدم مطلق نہیں، بلکہ وہ شئ مخصوص کا عدم ہے اور اس جیسے عدمی کے ساتھ اس بنا پر خلق متعلق ہوسکتی ہے کہ وہ اعطائے وجود ہے۔ اگرچہ یہ اعطاء فی نفسہ کسی شے کیلئے ہونے کی بجائے غیر ہی کے لیے کیوں نہ ہو۔ بہرصورت اعطاء وجود ضرور ہے۔ لہٰذا بایں معنی اس کے ساتھ خلق ایجاد کا متعلق ہونا درست ہوگا یا یہ کہ اس آیت میں خلق ایجاد کے معنی میں نہیں بلکہ انشاء واثبات کے معنی میں ہے اور بایں معنی فعل خلق کا عدمیات میں جاری ہونا صحیح ہے یا یہ کہ کلام تقدیرِ مضاف پر ہے "ای خلق اسباب الموت" یعنی موت نہیں بلکہ اسباب موت کو پیدا کیا یا یہ کہ اس آیت میں خلق موت وحیات سے موت وحیات کے زمانے اور ان کی مدت معینہ کا پیدا کرنا مراد ہے۔ جسے (ذاتی طور پر) اللہ تعالٰی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ لہٰذا ان کی ایجاد مجازی طور پر عبارت ہے ان کے زمانے کی ایجاد سے یہ احتمالات ایسے ہیں جن کا حال اہلِ علم سے مخفی نہیں۔

حیات کے معنی

موت کے عدمی اور وجودی ہونے میں اختلافِ اقوال تو آپ سن چکے۔ اب حیات کا حال سنیئے کہ حیات بغیر کسی خلاف کے صفت وجودیہ ہے۔ اس کی تعریف یہ ہے کہ جس صفت کے پائے جانے سے احساس کا وجود صحیح قرار پائے۔ وہ حیات ہے یا ایسے معنی کا نام حیات ہے جس کا وجود علم وقدرت کے وجود پر زائد ہو اور وہ اپنے موصوف کے لیے صحت علم وقدرت کے ایسے حال کو واجب کردے جو اس سے پہلے نہ تھا۔ (روح المعانی، ص ۵، ج ۴)

۲۔ قاضی ثناء اللہ تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں:

والحیاۃ من صفات الله تعالٰی وهی صفة یستتبعها العلم والقدرۃ والارادۃ وغیرها من صفات الکمال ←

وقد استودعها الله تعالیٰ فی الممکنات وخلقها فیها علی حسب ارادته واستعداداتها فظهرت فی الممکنات علی مراتب شتی ظهرت فی بعضها بحیث یستتبع المعرفة وفی بعضها بحیث یستتبع الحس والحرکة الحیوانیة المعبر عنها وعما یقابلها بقوله تعالیٰ "کُنْتُمْ اَمْوَاتاً فَاَحْیَاکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ" والموت فی کل مرتبة من المراتب المذکورة عبارة عن عدم الحیاة او مطلقا اوعدم الحیاة عما من شانه ان یکون حیا فالتقابل بینهما اما تقابل العدم والملکة اوالایجاب والسلب فهی صفة عدمیة وقال بعض العلماء الموت صفة وجودیة والتقابل بالتضاد فهی کیفیة فی الاجسام مانعة من العلم والقدرة والحس والحرکة ونحوها الخ (تفسیر مظہری پ ۲۹ ص ۱۸)

''اور حیات اللہ تعالیٰ کی صفات سے ہے اور وہ ایسی صفت ہے۔ جس کے ساتھ علم وقدرت، ارادہ وغیرہ تمام صفات کمالیہ وابستہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے صفت حیات ممکنات میں ودیعت فرمائی اور افراد ممکنات میں اسے اپنے ارادے اوران کی قابلیتوں کے موافق پیدا کیا۔ چنانچہ وہ صفت حیات ممکنات میں مختلف مراتب پر ظاہر ہوئی۔ بعض میں اس طرح کہ اس کے ساتھ معرفت وابستہ ہے اور بعض میں اس طرح کہ حس وحرکت حیوانیہ اس کے ساتھ مربوط ہے جسے مع اس کے مقابل کے "کُنْتُمْ اَمْوَاتاً فَاَحْیَاکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ" کے ساتھ تعبیر کیا گیا اور موت مراتب مذکورہ میں سے ہر مرتبہ میں عبارت ہے عدم حیات سے، یا مطلقاً عدم سے "یا عدم الحیاة عما من شانه ان یکون حیا" سے۔ پس تقابل ان دونوں کے درمیان یا تقابل عدم والملکہ ہے یا تقابل الایجاب والسلب ہے۔ ان دونوں صورتوں میں موت صفت عدمیہ قرار پائے گی اور بعض علماء نے کہا کہ موت صفت وجودیہ ہے اور ان دونوں کے درمیان تقابل تضاد ہے۔ اس قول پر موت اجسام میں ایسی کیفیت کا نام ہے جو علم وقدرت اور حس وحرکت وغیرہ سے مانع ہو۔''

(۳) علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مدارک میں فرماتے ہیں: (والحیٰوة) ای ما یصح بوجوده الاحساس والموت ضده ومعنیٰ خلق الموت والحیٰوة ایجاد ذلک المصحح واعدامه (تفسیر مدارک جلد ۴ ص ۲۰۶)

''حیات وہ ہے جس کے پائے جانے سے احساس کا وجود صحیح قرار پائے اور موت اس کی ضد ہے اور ''خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ'' کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس مصحح کا ایجاد واعدام فرمایا۔''

(۴) امام راغب اصفہانی مفردات میں فرماتے ہیں:

الحیاة تستعمل علی اوجه الاول للقوة النامیة ...... الثانیة للقوة الحساسة (مفردات امام راغب ص ۱۳۸ طبع مصر)

''حیات کا استعمال کئی وجہ پر ہے اول قوت نامیہ کے لئے .... دوم قوت حساسہ کیلئے۔''

(۵) امام جلال الدین تفسیر جلالین میں فرماتے ہیں:

الحیٰوة وهی مابه الاحساس والموت ضدها اوعدمه قولان والخلق علی الثانی بمعنی التقدیر (جلالین ص ۴۶۴)

....

"حیات وہ صفت ہے جس کے ساتھ احساس ہو اور موت اس کی ضد ہے یا اس کا عدم یہ دو قول ہیں اور قول ثانی کی بناء پر خلق بمعنی تقدیر ہے۔"

(۶) علامہ خازن تفسیر خازن میں فرماتے ہیں:

وقیل ان الموت صفة وجودیة مضادة للحیاة وقیل الموت عبارة عن زوال القوة الحیوانیة وابانة الروح عن الجسد وضده الحیاة وھی القوة الحساسة مع وجود الروح فی الجسد وبه سمی الحیوان حیوانا

(تفسیر خازن جلد ۷ ص ۱۰۳، ۱۰۴)

"بعض نے کہا کہ موت صفت وجودیہ ہے جو حیات کی ضد ہے اور بعض نے کہا کہ موت قوت حیوانیہ کے زائل ہو جانے اور جسم سے روح کے جدا ہو جانے کا نام ہے۔ اس کی ضد حیات ہے اور حیات ایسی قوت حساسہ کو کہتے ہیں جو عادتاً بدن میں روح کے پائے جانے کے ساتھ پائی جائے اور اسی وجہ سے حیوان کا نام حیوان رکھا گیا ہے۔"

ان تمام عبارات و اقتباسات سے یہ حقیقت واضح ہو کر سامنے آگئی کہ حیات ایسی صفت کا نام ہے جو علم وقدرت سمع وبصر کا سبب ہو اور موت وہ صفت ہے جو علم وقدرت سمع وبصر سے مانع ہو یا ان امور مخصوصہ کے عدم کا نام موت ہے جن علماء نے ازالہ قوت حیوانیہ اور ابانۃ الروح عن الجسد (قوت حیوانیہ کا زائل ہونا اور جسم سے روح کا جدا ہونا) موت کے معنی بیان کئے ہیں۔ ان کے کلام کا مفاد بھی اسی صفت کا انعدام ہے جو علم واحساس قوت وارادہ کی مصحح تسلیم کی جاتی ہے۔ رہا یہ امر کہ روح کا بدن میں ہونا حیات ہے اور بدن سے اس کا مجرد خروج موت ہے تو موت وحیات کی یہ تعریف آج تک کسی نے نہیں کی پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی حیات پر تو یہ تعریف کسی طرح صادق نہیں آسکتی۔ اس لئے کہ وہ جسم وروح سے پاک ہے۔ اس تقدیر پر حیات النبی کے انکار کے ساتھ حیات الٰہی کا بھی انکار لازم آئے گا۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ! کائنات میں روح سبب حیات ہو سکتی ہے۔ لیکن اسے نفس حیات کہنا کسی طرح درست نہیں علی ہذا روح کو خالق حیات کہنا بھی باطل محض بلکہ کفر خالص ہے۔ "خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ" اس دعویٰ کی روشن دلیل ہے۔ کہ موت وحیات کی ایجاد یا تقدیر محض اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔

ہاں البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ممکنات عالم کے افراد میں علم وادراک، قوت وارادہ حرکت واحساس کی صفت مصحّحہ پائے جانے کے لئے ان میں عادۃً روح کا ہونا ضروری ہے کیونکہ روح سبب حیات ہے اور سبب کا بغیر مسبب کے پایا جانا محال عادی ہے۔

اس بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ بدن میں روح کا مجرد دخول اور اس سے مطلق خروج حقیقتاً موت وحیات نہیں حقیقی موت وحیات جسم میں صفت **مصححه للعلم والقدرة (اوما یقوم مقامها)** کا ہونا یا نہ ہونا ہے البتہ روح کے اس دخول وخروج کو موت عادی وحیات عادی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اور اسے حقیقی موت وحیات کیلئے سبب عادی کہا جا سکتا ہے۔ اسباب وعادات کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور خالق وموجد حقیقی اپنی تاثیر وایجاد میں اسباب وعلل کا محتاج نہیں ہوا کرتا۔ اس کی شان "یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ" اور "فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ" ہے۔ اگر وہ چاہے تو عادت کے خلاف بھی کر سکتا ہے اور سبب کے بغیر ہی مسبب کو وجود میں لا سکتا ہے بلکہ وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ سبب کے باوجود ←

سبب کو نہ ہونے دے۔ دیکھئے! مرد وعورت کا وجود اور ان کا اجتماع معہود انسانی پیدائش کا سبب عادی ہے۔ جیسا کہ تمام دنیا کے انسان اسی سبب کے ماتحت پیدا ہو رہے ہیں لیکن جب اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت کے موافق اپنی قدرت کا اظہار چاہا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سبب عادی کے بغیر پیدا کر دیا اور آدم و حوا علیہما السلام کی تخلیق بھی اسی سبب معہود کے بغیر ہوئی۔ پھر یہ حقیقت بھی نا قابل انکار ہے کہ ہزاروں نہیں بلکہ بے شمار مواقع ایسے ہیں کہ جہاں پیدائش انسانی کا سبب معہود موجود ہے۔ لیکن تخلیق انسانی مفقود ہزاروں گھر بے چراغ ملیں گے۔ جہاں میاں بیوی ہزاروں جتن کرنے کے باوجود بھی اولاد کی نعمت سے محروم ہیں تو کیا اس کے باوجود بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ روح کے بغیر تاثیر حیات معاذ اللہ تحت قدرت نہیں۔

خلاصہ یہ کہ موت و حیات ہر ایک کی دو قسمیں ہیں۔ موت عادی، موت حقیقی۔ حیات عادی، حیات حقیقی۔ جسم میں روح کا نہ ہونا یا ہونے کے بعد نکل جانا موت عادی ہے اور جسم میں روح کا موجود ہونا حیات عادی ہے اور جسم میں **صفت مصححہ للعلم والقدرۃ (اوما یقوم مقامہا)** کا پایا جانا حیات حقیقی ہے اور اس کا نہ پایا جانا موت حقیقی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ کسی جسم میں روح کے بغیر حیات حقیقی پیدا کر دے اور اسی طرح وہ اس پر بھی قادر ہے کہ کسی جسم میں روح کے موجود ہوتے ہوئے حیات حقیقی کو پیدا نہ ہونے دے یہ اور بات ہے کہ وہ اپنی حکمت کی بناء پر ایسا نہیں کرتا لیکن اگر کرنا چاہے تو اسے کوئی روکنے والا نہیں۔

اس مقام پر یہ شبہ پیدا نہ کیا جائے کہ قبض روح کے باوجود بھی کسی جسم میں علم و ادراک اور قدرت و احساس پایا جائے تو بیک وقت موت و حیات کا اجتماع لازم آئے گا جو باطل ہے کیونکہ ہم اس کے جواب میں عرض کریں گے کہ مجرد قبض روح موت عادی ہے۔ حقیقی نہیں اور قبض روح کے بعد علم و ادراک سمع و بصر اور قدرت و تصرف کا پایا جانا حیات حقیقی ہے۔ عادی نہیں۔ موت عادی حیات عادی کے منافی ہے اور حیات حقیقی موت حقیقی کے۔ حقیقی کو عادی کے اور عادی کو حقیقی کے منافی سمجھنا جہالت ہے۔

لہٰذا قبض روح کے ساتھ حیات حقیقی کا پایا جانا بلاشبہ جائز ہے اگرچہ یہ بیان اپنے مقام پر اس قدر پختہ ہے کہ کسی قسم کی تائید و تقویت کا محتاج نہیں۔ لیکن ناظرین کرام کے اذہان میں راسخ کرنے کے لئے ہم بعض شواہد پیش کرتے ہیں۔ تاکہ ادنیٰ خفا کا امکان بھی باقی نہ رہے۔

(۱) بخاری شریف میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ منبر شریف کے بننے سے پہلے کھجور کی ایک لکڑی پر ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے، جب منبر شریف بن گیا تو حضور ﷺ اس لکڑی کو چھوڑ کر منبر پر جلوہ گر ہوئے وہ لکڑی حضور ﷺ کے فراق میں اس طرح روئی جیسے کسی اونٹنی کا بچہ گم ہو جائے اور وہ دردناک آواز سے روئے۔ ملاحظہ فرمایئے، بخاری شریف میں ہے۔

فلما وضع له المنبر سمعنا للجذع مثل اصوات العشار حتى نزل النبي صلى الله عليه وسلم فوضع يده عليه

(بخاری جلد اول ص ۱۲۵)

....

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے منبر رکھا گیا (اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے تنے کو چھوڑ کر منبر پر جلوہ گر ہوئے) تو ہم نے اس لکڑی کی ایسی درد ناک آواز سنی جیسے گم کردہ اولاد اونٹنیوں کی غم ناک آواز ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف سے اُترے اور اس پر اپنا دست کرم رکھ دیا۔

اسی بخاری شریف کی دوسری روایت میں ہے کہ صحابہ کرام نے فرمایا کھجور کا وہ خشک تنا ایسی دردناک آواز سے رویا جسے سن کر قریب تھا کہ ہمارے جگر پھٹ جائیں۔

علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث شریف کی شرح میں فرماتے ہیں: وفیہ دلیل علی صحۃ رسالتہ وھو حنین الجماد و ذالك ان اللہ تعالیٰ جعل للجذع حیاۃ حن بھا۔ عینی حاشیہ بخاری ص ۱۲۵ (۱۲)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت رسالت کی دلیل ہے اور وہ جسم بے جان کا (جانداروں کی طرح) رونا ہے۔ اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے کھجور کی خشک بے جان لکڑی میں ایسی حیات پیدا کردی جس کی وجہ سے وہ غم ناک آواز کے ساتھ روئی۔

''جماد'' غیر ذی روح کو کہتے ہیں۔ اس کے رونے کو علامہ عینی شارح بخاری نے اس کی حیات قرار دیا۔ معلوم ہوا کہ بغیر روح کے حیات ممکن ہے۔

(۲) علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ صحیح مسلم کی شرح میں ربعی، ربیع، مسعود تینوں بھائیوں کے مرنے کے بعد ہنسنا اور کلام کرنا حسب ذیل عبارت میں بیان فرمایا ہے:

وھو ربعی بن حراش بن جحش العبسی بالموحدۃ الکوفی ابو مریم اخو مسعود الذی تکلم بعد الموت و اخوھما ربیع و ربعی تابعی کبیر جلیل لم یکذب قط و حلف انہ لا یضحك حتی یعلم این مصیرہ فما ضحك الا بعد موتہ و کذالك حلف اخوہ ربیع ان لا یضحك حتی یعلم افی الجنۃ ھو او فی النار قال غاسلہ فما زال متبسما علی سریرہ و نحن نغسلہ حتی فرغنا۔ (شرح مقدمہ صحیح مسلم جلد اول ص ۷)

ترجمہ: اور وہ ربعی بن حراش بن جحش ہیں۔ ان کی کنیت ابو مریم ہے۔ یہ مسعود کے بھائی ہیں۔ جنھوں نے مرنے کے بعد کلام کیا اور ان دونوں (ربعی اور مسعود) کے بھائی ربیع ہیں۔ ربعی جلیل القدر تابعی ہیں جنھوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور انہوں نے قسم کھائی تھی کہ جب تک انہیں اپنا ٹھکانہ معلوم نہ ہو جائے وہ نہ ہنسیں گے۔ چنانچہ وہ موت کے بعد ہی ہنسے اسی طرح ان کے بھائی ربیع نے قسم کھائی کہ وہ اس وقت تک نہیں ہنسیں گے جب تک کہ انہیں اپنے جنتی یا ناری ہونے کا علم نہ ہو جائے۔ ان کی لاش کو غسل دینے والے نے کہا کہ ربیع ہمارے غسل دینے کے اثناء میں اپنے سریر پر برابر ہنستے رہے۔ یہاں تک کہ ہم ان کے غسل سے فارغ ہوئے۔

(۳) امام جلال الدین سیوطی نے بروایت ابونعیم و بیہقی ربعی بن حراش کی ایک روایت نقل فرمائی ہے، جس میں انھوں نے اپنے بھائی ربیع بن حراش کے مرنے کے بعد ان کے کلام کرنے کا واقعہ بیان فرمایا ہے۔ روایت حسب ذیل ہیں:

←

واخرج ابو نعیم عن ربعی قال کنا اربعة اخوة وکان ربیع اخی اکثرنا صلوٰة واکثرنا صیاما وانه توفی فبینا نحن حوله اذ کشف الثوب عن وجهه فقال السلام علیکم فقلنا وعلیکم السلام ابعد الموت؟ قال نعم انی لقیت ربی بعد کم فلقیت ربا غیر غضبان فاستقبلنی بروح وریحان واستبرق الاوان ابالقاسم ینتظر الصلوٰة علی فعجلوا بی ولا تؤخروانی ثم طفی فنمی الحدیث الی عائشة رضی الله عنها فقالت اما انی سمعت رسول الله ﷺ یقول یتکلم رجل من امتی بعد الموت قال ابو نعیم حدیث مشهور واخرج البیهقی فی الدلائل وقال صحیح لاشك فی صحته (شرح الصدور ص ۲۸ مطبوعہ مصر)

امام ابونعیم نے ربعی سے روایت کیا ہے ربعی فرماتے ہیں ہم چار بھائی تھے اور میرا بھائی ربیع ہم سب میں زیادہ نماز روزہ کی کثرت کرنے والا تھا۔ اس کی وفات ہوگئی۔ اس کے مرنے کے بعد ہم سب اس کے آس پاس بیٹھے تھے۔ یکدم اس نے اپنے منہ سے کپڑا ہٹا دیا اور السلام علیکم کہا ہم نے وعلیکم السلام کہہ کر جواب دیا اور کہا کہ موت کے بعد کلام؟ اس نے کہا کہ ہاں موت کے بعد میں نے اپنے رب سے اس حال میں ملاقات کی کہ وہ غضبناک نہیں تھا۔ میرے رب نے اعلیٰ درجہ کی نعمتوں اور ریشمی لباس کے عطیہ کے ساتھ میرا استقبال کیا۔ خبردار ہوجاؤ کہ بے شک ابوالقاسم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ مجھ پر نماز پڑھنے کا انتظار فرمارہے ہیں۔ تم میرا جنازہ جلدی لے کر چلو میرے لیجانے میں دیر نہ کرو۔ پھر سکوت موت کے ساتھ خاموشی اختیار کی۔ انہوں نے حدیث کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تک پہنچایا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا خبردار بیشک میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے فرماتے تھے میری امت میں سے ایک آدمی موت کے بعد کلام کرے گا۔ ابونعیم نے کہا یہ مشہور حدیث ہے اور امام بیہقی نے بھی دلائل میں اس کی تخریج کی اور یہ کہا کہ یہ حدیث ایسی صحیح ہے جس کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں۔

ان تینوں جلیل القدر تابعین کا مرنے کے بعد اثنا غسل میں ہنسنا اور قبل الدفن کلام کرنا روح کے بغیر حیات پائے جانے کی ایسی روشن دلیل ہے جس کا انکار جاہل معاند کے سوا کوئی نہیں کرسکتا۔

(۴) حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے خود نبی اکرم ﷺ کے قبر انور میں جلوہ گر ہونے کے بعد دفن سے پہلے کلام فرمانے کو نقل کیا ہے۔ مدارج النبوۃ میں ہے:

و بود قثم بن عباس آخر کسے کہ برآمد از قبر و از وے می آرند کہ گفت آخر کیسکہ روئے مبارک آنحضرت ﷺ را دید در قبر من بودم نظر کردم در قبر کہ آنحضرت علیہ السلام لب ہائے مبارک خود را می جنبانید۔ پس گوش پیش دہان وے داشتم شنیدم کہ می فرمود "رب امتی، امتی" انتہیٰ

(مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۵۶۸ مطبوعہ نولکشور)

حضرت قثم بن عباس قبر انور سے باہر آنیوالوں میں سب سے آخر تھے۔ ان سے مروی ہے جس نے قبر انور میں رسول اللہ ﷺ کا آخری دیدار کیا وہ میں تھا۔ میں نے قبر انور میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ اپنے لب ہائے اقدس کو متحرک فرمارہے ہیں۔ دہن اقدس کے ←

....

آگے میں نے اپنے کان لگا دیئے۔ میں نے سنا کہ حضور ﷺ رب امتی امتی فرما رہے تھے۔
اس روایت کے بعد کسی مجادل کو یہ کہنے کا موقع نہ رہا کہ قبض روح کے بعد ثبوت حیات کیلئے خاص رسول اللہ ﷺ کے متعلق کوئی دلیل موجود نہیں۔ الحمد للہ! یہ آخری حجت بھی تمام ہوئی۔
روح کے بغیر حیات پائے جانے کا مسئلہ امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت تفصیل سے لکھا۔ اس موقع پر ان کا نمونہ کلام بھی ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ دیکھئے امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
وقد ثبت ان اجساد الانبياء لا تبلى وعود الروح الى الجسد ثابت فی الصحيح لسائر الموتى فضلا ای نهاية عن الشهداء فضلا عن الانبياء وانما النظر فی استمرارها فی البدن وفی ان البدن يصير حيا كحالته فی الدنيا او حيا بدونها وهی حيث شاء الله تعالى فان ملازمة الروح للحياة امر عادی اجرى الله به العادة فيجوز تخلفه (لا عقلی) فيمتنع تخلفه فهذا ای الحياة بلا روح مما يجوزه العقل فان صح به سمع اتبع وقد ذكره جماعة من العلماء و يشهد له صلوة موسى فی قبره كما ثبت فی الصحيح۔ (زرقانی جلد پنجم ص ۳۳۴ مطبوعہ مصر)
یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اجساد انبیاء علیہم السلام بوسیدہ نہیں ہوتے اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں کل اموات کیلئے جسم میں روح کا لوٹنا بھی ثابت ہو چکا ہے۔ چہ جائیکہ شہداء پھر چہ جائیکہ انبیاء کرام علیہم السلام اعادہ روح فی الجسد میں نہیں بلکہ ہماری نظر تو صرف اس بات میں ہے کہ اعادہ کے بعد ارواح اجسام کریمہ میں دائم اور مستمر رہتی ہیں اور اس بات میں کہ بدن مبارک حیات دنیا کی طرح زندہ ہو جاتا ہے۔ یا ارواح کے بغیر ہی زندہ رہتا ہے اور مقدس روحیں وہاں رہتی ہیں۔ جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کیونکہ روح وحیات کا آپس میں لازم ملزوم ہونا محض امر عادی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح عادت کو جاری فرما دیا ہے۔ ایسی صورت میں ایک دوسرے کے بغیر ہونا ممکن (بلکہ امر واقع) ہے۔ یہ ملازمہ عقلی نہیں کہ روح وحیات کا ایک دوسرے کے بغیر پایا جانا ممتنع ہو لہٰذا یہ حیات بلا روح ایسے امور سے ہے جنہیں عقل جائز رکھتی ہے۔ اگر کوئی دلیل سمعی اس کے ثبوت میں درجہ صحت کو پہنچ جائے تو ضرور اس کی اتباع کی جائیگی اور دلیل سمعی کو علماء کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا بھی اس دعوی کی دلیل ہے جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے۔
(زرقانی جلد ۵ ص ۳۳۴)
علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت ہمارے بیان سابق کی ایسی روشن تائید ہے جسے پڑھ کر کوئی اہل علم اس کی صحت میں تردد نہیں کر سکتا۔

روح کے لئے موت نہیں

موت وحیات کے بیان میں یہ امر ملحوظ ہے کہ روح کے حق میں موت کے صرف یہ معنیٰ ہیں کہ وہ بدن سے خارج ہو جائے۔ یہ نہیں کہ طریان موت روح کو معدوم کر دے۔ اس لئے کہ موت کے بعد ارواح کا باقی رہنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ دیکھئے قرآن مجید میں جہاں اللہ تعالیٰ نے شہدا کی حیات کو بیان فرمایا ہے، وہاں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ←

يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (آل عمران آیت ۱۶۹، ۱۷۰)

وہ رزق دیئے جاتے ہیں اور خوش باش رہتے ہیں۔ اس چیز کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دی۔

اگر ان کی ارواح معدوم ہو جائیں تو اجسام بھی ''جماد'' محض ہو کر رہ جائیں گے۔ ایسی صورت میں ان کو رزق دیا جانا اور ان کا خوش باش رہنا کیونکر متصور ہو سکتا ہے؟ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ۔ (یٰسین: ۲۶)

(مرنے والے کو عالم برزخ میں) کہا جائے گا جنت کی راحتوں میں داخل ہو جا۔ وہ کہے گا کاش میری قوم جان لیتی کہ میرے رب نے میری کیسی بخشش فرمائی اور کس طرح مجھے عزت والوں میں سے کیا یہ تو شہداء اور مومنین کے بارے میں ارشاد خداوندی تھا۔ اب کفار کے حق میں ملاحظہ فرمایئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ اسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ (س: اعراف آیت ۴۰)

جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان کے مقابلہ میں تکبر کیا ان کے لئے آسمانوں کے دروازے نہ کھولے جائیں گے۔ یہاں تک کہ داخل ہو اونٹ سوئی کے ناکے میں اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں گنہگاروں کو۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ مجرمین کی ارواح بھی موت کے بعد معدوم نہیں ہوتیں بلکہ آسمانوں پر لے جائے جانے کے بعد انتہائی ذلت سے واپس آتی ہیں اور اپنے جرائم کا بدلہ پاتی ہیں اور احادیث تو اس مسئلہ میں بے شمار ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے (ابتداء امر میں) جب سماع موتی کا انکار کیا تھا تو ارواح کے علم کا انکار نہیں فرمایا چنانچہ بخاری شریف میں ان کی حدیث میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ

وقالت انما قال انهم الان ليعلمون انما كنت اقول لهم حق

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صرف اتنی بات ارشاد فرمائی تھی کہ مقتولین بدر اب اچھی طرح جانتے ہیں کہ جو کچھ میں ان سے کہتا تھا۔ وہ حق ہے۔

اس کے علاوہ احادیث صحیحہ کثیرہ جن میں مرنے کے بعد تنعیم و تعذیب کا بیان وارد ہے سب اس بات کی روشن دلیل ہیں کہ مرنے کے بعد ارواح معدوم نہیں ہوتیں بلکہ علم و ادراک، سمع و بصر قول و عمل کے ساتھ متصف ہو کر موجود رہتی ہیں۔

روح کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا (بنی اسرائیل: ۸۵) ←

....

"(اے محبوب ﷺ) لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں فرما دیجئے روح میرے رب کے امر سے ہے اور تم نہیں دیئے گئے علم سے مگر تھوڑا"۔

روح کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے سوال کرنے والے یہودی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے بھی روح کا علم قلیل ثابت فرمایا۔ جب یہودیوں کیلئے روح کے مسئلہ میں علم قلیل ثابت ہے تو مومنین بالخصوص صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور ان کے بعد ائمہ دین رحمہم اللہ تعالیٰ کیلئے تو یقیناً اس علم قلیل سے زیادہ علم حاصل ہوگا جس کا یہودیوں کیلئے اثبات کیا گیا۔ پھر حضور ﷺ کی شان تو سب سے بلند ہے اس لئے سب سے زیادہ روح کا علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے تسلیم کرنا پڑے گا۔ یہ صحیح ہے کہ بعض علماء نے روح کے بارے میں کچھ کہنے سے توقف کیا ہے لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ جن لوگوں نے روح کے متعلق کلام کیا انہیں اس بارے میں سائلین عن الروح سے کہیں زیادہ علم حاصل تھا ورنہ وہ اس نازک مسئلہ میں ہرگز کلام نہ فرماتے۔ مختصر یہ کہ اسی علم کی بناء پر جمہور اہلسنت نے روح کی تعریف اس طرح کی:

انها جسم و هؤلاء تنوعوا انواعاً امثلها قول من قال انها اجسام لطيفة مشتبكة بالاجسام الكثيفة جرى الله العادة بالحياة مع مقامها وهو مذهب جمهور اهل السنة والى ذالك يشير قول الاشعرى والعلامة الباقلانى وامام الحرمين وغيرهم ويوافقهم قول كثير من قدماء الفلاسفة و منهم من قال انها عرض خاص ولم يعينه.

و منهم من عينه و منهم من قال انها جوهر فرد متحيزة..... واتفق الاطباء على ان فى بدن الانسان ثلثة ارواح روح طبيعى ... و روح حيوانى... و روح نفسانى... ولم يتكلمو فى النفس الناطقة الخاصة بالانسان التى هى غرضنا هنا. (شفاء السقام ص ۱۷۷ مطبوعہ مصر)

کہ وہ (روح) جسم ہے۔ پھر انہوں نے جسم کہہ کر بھی کئی قسم کے قول کیے۔ سب سے بہتر قول یہ ہے کہ روحیں اجسام لطیفہ ہیں جو اجسام کثیفہ پر چھائی ہوئی ہیں ان کے قیام مع البدن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حیات پائے جانے کی ایک عادت جاریہ مقرر فرما دی ہے۔ یہ جمہور اہلسنت کا مذہب ہے۔ امام اشعری علامہ باقلانی اور امام الحرمین وغیرہم کا قول اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ بعض کا قول ہے کہ وہ عرض خاص ہے۔ اس قائل نے اسے متعین نہیں کیا۔ بعض نے اس کی تعیین بھی کی ہے۔

بعض نے کہا، وہ جوہر فرد متحیزہ ہے اور اطبا کا اتفاق اس امر پر ہے کہ بدن انسان میں تین روح ہیں۔ روح طبعی، روح حیوانی، روح نفسانی اور نفس ناطقہ خاصہ بالانسان کے بارے میں انہوں نے کوئی کلام نہیں کیا، جس کے ساتھ اس مقام پر ہماری غرض وابستہ ہے۔ (شفاء السقام ص ۱۷۷)

حقیقت انسان

امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ شفاء السقام میں فرماتے ہیں، "والانسان فيه امران جسد(۱) و نفس (۲)"۔ ←

....

انسان میں دو چیزیں ہیں: جسم (۱) اور روح (۲)۔

فاضل محشی نے اس عبارت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

(قوله فيه امران) قال السبكى للسيد الصفوى هنا تحقيق فى مسئلة المعاد فليراجع وعبارته الانسان هو مجموع الجسد والروح وما فيه من المعانى فان الجسد الفارغ من الروح والمعانى تسمى شجاوجثة لا انسانًا وكذا الروح المجرد لا يسمى انسانا وكذا المعانى المحققة لا تسمى على الانفراد انسانًا لا عرفًا ولا عقلًا اه من الاصول المنقول عنها

(قولہ فیہ امران) امام سبکی نے سید صفوی سے فرمایا یہاں مسئلہ معاد میں ایک تحقیق ہے جس کی طرف مراجعت کرنی چاہئے۔ ان کی عبارت یہ ہے کہ انسان جسم و روح اور ان تمام معانی کا مجموعہ ہے۔ جو اس میں پائے جاتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ جسم جو روح اور اس میں پائے جانے والے معانی سے فارغ ہو اس کا نام شج اور جثہ رکھا جاتا ہے۔ اسے انسان نہیں کہا جاتا۔ اسی طرح روح مجرد کا نام بھی انسان نہیں اور ایسے ہی اس میں پائے جانے والے معانی کو بھی علی الانفراد از روئے عرف و عقل انسان نہیں کہا جاتا۔

نفس انسانی کی حقیقت کیا ہے؟

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اصل" حقيقة النفس الانسانية عندنا انها برزة للنفس الكلية مدبرة للنسمة والنسمة حالة فى البدن مدبرة له حاملة للقوى

"اصل" الاصل الذى به زيد زيد و عمر و عمر و عند التحقيق ليس هى المشخصات بل نحو البرزة الذى به صارت هذه البرزة نفس زيد و تلك نفس عمر و.....

"اصل" معنى الموت انفكاك النسمة عن البدن لا انفكاك النفس عن النسمة فاحفظ

"اصل" لما كان من خاصية هذه البرزة ان تحل فى النسمة نسمة لا يمكن ان تصير مجردة محضة ولكن تتقوم بالنسمة فقط (فتاوی عزیزی ص۵۹، ج۱)

اصل نفس انسانیہ کی حقیقت ہمارے نزدیک یہ ہے کہ وہ نفس کلیہ کے لئے "حقیقت لطیفہ" کا برزہ یعنی اس کی ایک صورت ہے جو نسمہ جان کیلئے مدبرہ ہے اور نسمہ بدن میں حال ہے اس کے لئے مدبرہ ہے تمام قویٰ کیلئے یہی حاملہ ہے۔

"اصل" وہ اصل حقیقت جس کی وجہ سے زید فی الواقع زید ہے اور عمرو عمرو ہے عند التحقیق مشخصات نہیں بلکہ برزہ جیسی ایک حقیقت ہے جس کی وجہ سے یہ صورت نفس زید اور یہ صورت نفس عمرو قرار پائی۔

اصل موت کے معنی بدن سے نسمہ کا جدا ہونا ہیں نسمہ کا نسمہ سے جدا ہونا نہیں۔ یاد رکھو!

←

....

''اصل'' جبکہ اس برزہ کی خاصیت سے یہ بات ہے کہ وہ نسمہ میں حلول کرے تو اس کا مجردہ محضہ ہونا ممکن نہیں اس کا تقوم ہمیشہ نسمہ کے ساتھ ہوگا۔ (فتاویٰ عزیزی)

حقیقت انسان یا نفس انسانی کی حقیقت کے بارے میں مختلف عنوانات سے جو اقوال متعددہ پائے جاتے ہیں۔ ان تمام کا احصاء اور ان پر تبصرہ اس وقت ہمارا مقصود نہیں۔ ہمیں صرف یہ بتانا ہے کہ علیٰ اختلاف الاقوال جس چیز کو بھی اصل حقیقت قرار دیا جائے۔ وہ بعد الوفات بھی موجود ہے۔ ورنہ کتاب وسنت میں وارد ہونے والے وہ تمام حالات جن کا تعلق انسان اور اس کی حقیقت سے ہے۔ معاذ اللہ خلاف واقع اور کذب محض قرار پائیں گے۔ اس لئے وفات کے بعد روح یا بالفاظ دیگر حقیقت نفس انسانی کا باقی اور موجود رہنا تسلیم کرنا پڑے گا۔ اور وہ حالات جب ہر ایک کے حسب حال ہیں تو بقاء حیات پر روشن دلیل ہوں گے۔

موت وحیات سے متعلق بقیہ ضروری تفصیلات انشاء اللہ اگلے عنوانات میں ہدیہ ناظرین کی جائیں گی۔ سردست ہم امور مذکورہ سابقہ میں سے امر اول پر کلام شروع کرتے ہیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام کا قبروں میں نماز پڑھنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کو ان کی قبروں میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ یہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ لیکن اس مضمون پر حسب ذیل شکوک وشبہات اور اعتراضات پیدا ہوتے ہیں، جن کا جواب دینا اثبات مدعا کے لئے ضروری ہے لہٰذا پہلے اعتراضات کو بیان کیا جاتا ہے۔ پھر ان کے جوابات عرض کئے جائیں گے۔

اعتراضات حسب ذیل ہیں:

(۱) انبیاء کرام علیہم السلام کو دیکھنے سے مراد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی روحوں یا مثالی صورتوں کو دیکھا ورنہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں بھی ہوں اور بیت المقدس میں بھی اور پھر اپنے اپنے مقامات پر آسمانوں میں بھی موجود رہیں۔

(۲) اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ قبروں میں اور بیت المقدس میں اور آسمانوں پر انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اصلی جسموں کے ساتھ موجود تھے تو بیت المقدس اور آسمانوں پر ہونے کے وقت لازم آئے گا۔ کہ ان کی قبریں ان کے جسموں سے خالی ہوں۔ اسی طرح چالیس راتوں کے بعد انبیاء علیہم السلام کا اپنی قبروں سے اٹھالیا جانا بھی اس بات کو مستلزم ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی تمام قبریں ان کے وجود سے خالی ہوں حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی ہونا لازم آئے گا جو دلائل وواقعات کی روشنی میں صراحتاً باطل ہے۔

(۳) اگر انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو آپ قبور میں تسلیم کرتے ہیں تو ان کی زندگی کیسے ثابت ہوگی جبکہ ان کی ارواح کا اعلیٰ علیین میں ہونا قطعی طور پر معلوم ہے۔

پہلے اور دوسرے اعتراض کا جواب

ان اعتراضات کے جوابات نمبروار ملاحظہ فرمائیے۔

←

زمان ومکان کی قیود وحدود مادی کثافتوں تک محدود رہتی ہیں۔ کثافتیں جس قدر دور ہوتی جائیں گی زمان ومکان کی قیود اسی قدر مرتفع ہوتی چلی جائیں گی۔ ایک جسم کا آن واحد میں متعدد مقامات پر پائے جانے کا استحالہ اسی مادی کثافت کا نتیجہ ہے۔ جہاں یہ کثافتیں موجود نہ رہیں وہاں زمان ومکان کی حد بندیاں بھی باقی نہیں رہتیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام محققین کے نزدیک ایسے لطیف تھے کہ ان میں اور ارواح میں کوئی فرق نہ تھا۔ معترضین کو چاہیے کہ وہ اس بارے میں اپنے اکابر کی عبارات کو دیکھیں آپ کے مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نے فرمایا موت سب کو شامل ہے مگر انبیاء علیہم السلام کی ارواح مشاہدہ جمال وجلال حق تعالیٰ شانہ وتقابل آفتاب وجود باری تعالیٰ سے اس درجہ تک پہنچ جاتی ہیں کہ اجزاء بدن پر ان کا یہ اثر ہوتا ہے کہ تمام بدن حکم (۱) روح پیدا کر لیتا ہے اور تمام جسم ان کا عین ادراک اور عین حیات ہو جاتا ہے اور یہ حیات دوسری قسم کی ہوتی ہے اور اس تحقیق سے نکتہ ان اللہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء بھی ظاہر ہو جاتا ہے۔

شمائم امدادیہ میں جناب گنگوہی صاحب کے پیر ومرشد حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں، ''اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جائے مضائقہ نہیں کیونکہ عالم خلق مقید بزمان ومکان ہے لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے۔ پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں۔''

(شمائم امدادیہ ص ۹۳)

گنگوہی صاحب کے اقتباس سے اتنی بات تو معلوم ہو گئی کہ انبیاء علیہم السلام کا تمام بدن حکم روح پیدا کر لیتا ہے۔ اب یہ سنیئے کہ وہ روح جس کو قرآن نے ''الروح الامین'' قرار دیا اور لسان شرع میں جبرائیل سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ اسی زمان ومکان کے باب میں اس کا کیا حال ہے۔ صاحب روح المعانی فرماتے ہیں:

ان جبریل علیہ السلام مع ظهورہ بین یدی النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فی صورۃ دحیۃ الکلبی او غیرہ لم یفارق سدرۃ المنتهیٰ (روح المعانی ص ۳۵ پ ۲۲)

ترجمہ: بے شک جبرائیل علیہ السلام دحیہ کلبی وغیرہ کی صورت میں نبی کریم ﷺ کے سامنے ظاہر ہونے کے باوجود سدرۃ المنتہیٰ سے جدا نہیں ہوئے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح طیبہ تو ارواح ملائکہ سے کہیں زیادہ قوت وتصرف کی صفت سے متصف ہیں۔ بالخصوص ہمارے نبی کریم ﷺ کی روح اقدس تو روح الارواح ہے۔ جب ان کے اجسام کریمہ ان کی ارواح مقدسہ کا حکم پیدا کر لیں گے تو ان کیلئے یہ کون سی بڑی بات ہوگی کہ وہ آسمانوں اور بیت المقدس میں ظاہر ہونے کے باوجود اپنی قبور شریفہ سے جدا نہ ہوں۔

اس مضمون کی تائید کنز العمال کی ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ فیض الباری میں اس حدیث کو حسب ذیل عبارت میں نقل کر کے اس کی مراد کو واضح طور پر بیان کیا:

وفی کنز العمال ان اجساد الانبیاء نابتة علی اجساد الملائکة و اسنادہ ضعیف و مرادہ ان حال ←

....

الانبياء عليهم السلام في حياتهم كحال الملائكة بخلاف عامة الناس فان ذالك حالهم في الجنة فلا تكون فضلاتهم غير رشحات عرق. انتهى. (فیض الباری جز اول ص ۲۵۱)

اور کنز العمال میں ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے جسموں کی پیدائش اجسام ملائکہ کے موافق ہوتی ہے۔ اس کی اسناد ضعیف ہے۔ اور اس حدیث کی مراد یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات دنیا میں ان کا حال ملائکہ کے حال کی طرح ہوتا ہے۔ بخلاف عامۃ الناس کے کہ ان کا یہ حال جنت میں ہوگا اسی وجہ سے انبیاء کرام علیہم السلام کے فضلات پسینے کے قطروں کے سوا نہیں ہوتے۔ (فیض الباری)

اگر چہ اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے مگر باب مناقب میں وہ بالاتفاق مقبول ہے۔ دیکھئے اعلاء السنن میں ہے:

ولا يخفى ان الضعاف مقبولة معمولة بها في فضائل الاعمال و مناقب الرجال على ما صرحوا به. انتهى.

(اعلاء السنن حصہ چہارم ص ۶۵) مصدقہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی مطبوعہ اشرف المطابع تھانہ بھون

اور مخفی نہ رہے کہ محدثین کی تصریح کے موافق ضعیف حدیثیں فضائل اعمال اور مناقب رجال میں مقبول ہیں۔ معمول بہا ہیں۔

اجساد انبیاء علیہم السلام جب اجساد ملائکہ کے موافق ہوئے حتیٰ کہ ان کے فضلات بھی پسینے کے چند قطروں سے متجاوز نہیں ہوتے تو اب ان کا قیاس عامۃ الناس کے اجسام پر کرنا غلطی نہیں تو اور کیا ہے؟

انبیاء علیہم السلام کے اپنی قبروں میں نماز پڑھنے اور آسمان و بیت المقدس اور قبور میں انبیاء علیہم السلام کے پائے جانے کے مسئلہ میں اسی قسم کے معترضین کو ان کی غلطی پر متنبہ کرنے کیلئے امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

ورأى رسول الله صلى الله عليه وسلم صورته هناك في اشخاص السعداء فشكر الله تعالىٰ و علم عند ذالك كيف يكون الانسان في مكانين وهو عينه لا غيره .... و فيها شهود الجسم الواحد في مكانين في آن واحد كما رأى محمد صلى الله عليه و سلم نفسه في اشخاص بني آدم سعداء حين اجتمع به في السماء الاولىٰ كما مر و كذالك آدم و موسىٰ و غيرهما فانهم في قبورهم في الارض حال كونهم ساكنين في السماء فانه قال رأيت آدم رأيت موسىٰ رأيت ابراهيم واطلق وما قال روح آدم ولا روح موسىٰ فراجع صلى الله عليه وسلم موسىٰ في السماء وهو بعينه في قبره في الارض قائما يصلي كما ورد فيا من يقول ان الجسم الواحد لا يكون في مكانين كيف يكون ايمانك بهذا الحديث (اليواقيت والجواهر ج ۲ ص ۳۴)

ترجمہ: اور نبی کریم ﷺ نے اس جگہ (آدم علیہ السلام کے پاس) نیک بختوں کے افراد میں اپنی صورت مبارک بھی دیکھی۔ پھر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا فرمایا اور اس وقت حضور ﷺ نے علم مشاہدہ کے ساتھ اس بات کو جان لیا۔ کہ ایک انسان دو جگہ میں کس طرح پایا جاتا ہے۔ درآن حالیکہ وہ اس کا عین ہے، غیر نہیں...... فوائد معراج سے یہ بھی ہے کہ ایک جسم کا ایک ہی آن میں دو جگہ حاضر ہونا جیسا کہ حضور ﷺ نے اپنی ذات مقدسہ کو بنی آدم کے نیک بخت افراد میں دیکھا۔ جب کہ حضور ﷺ پہلے آسمان میں آدم علیہ السلام کے ساتھ ←

جمع ہوئے۔ جیسا کہ ابھی گزر چکا اور اسی طرح آدم وموسیٰ اور ان کے علاوہ انبیاء کرام کہ وہ زمین میں اپنی قبروں میں بھی موجود تھے اور اسی وقت آسمانوں میں بھی ساکن ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا کہ میں نے آدم کو دیکھا۔ میں نے موسیٰ کو دیکھا۔ میں نے ابراہیم کو دیکھا اور روح کی قید لگا کر یہ نہیں فرمایا کہ میں نے روح آدم کو دیکھا اور نہ یہ فرمایا کہ میں نے روح موسیٰ کو دیکھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ آسمان میں گفتگو بھی فرمائی۔ حالانکہ موسیٰ علیہ السلام بعینہٖ زمین میں اپنی قبر کے اندر کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا، پس اسے وہ شخص جو یہ کہتا ہے کہ ایک جسم دو جگہ نہیں پایا جا سکتا اس حدیث پر تیرا ایمان کیسے ہوگا؟ (الیواقیت والجواہر)

عالم مثال

عبارات منقولہ سے معترض کے اعتراض کا جہالت اور بے دینی پر مبنی ہونا اچھی طرح واضح ہوگیا۔ لیکن اگر ان تمام حقائق سے قطع نظر کر لی جائے تو ہم دوسرے طریقہ سے بھی جواب دے سکتے ہیں اور وہ یہ کہ صوفیہ عارفین کے نزدیک عالم کئی قسم کا ہے، ان میں سے ایک عالم اجسام ہے، دوسرا عالم مثال اور تیسرا عالم ارواح، ایک ہی چیز بیک وقت تینوں عالموں میں پائی جاتی ہے اور ان میں سے کوئی وجود دوسرے کا غیر نہیں بلکہ ان میں سے جس کا بھی اعتبار کیا جاوے باقی اس کا عین ہوں گے، غیر نہ ہوں گے۔ لہٰذا انبیاء کرام کے ان اجسام کریمہ کو جو ان کی قبور اور بیت المقدس اور آسمانوں میں پائے گئے۔ عالم مثال پر حمل کر دیا جائے تو کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔ انور شاہ صاحب کشمیری مقدمہ فیض الباری میں لکھتے ہیں:

العوالم عند الصوفية على انحاء عالم الاجساد العنصرية وهى التى فيها المادة والمقدار وعالم الامثال وهى التى لا مادة فيها مع بقاء الكم والمقدار كالشج المرئى فى المرآة وعالم الارواح وهى التى لا مادة فيها ولا كم ولا مقدار وقد صرحوا ان عالم المثال لتجرده عن المادة اقوى من عالم الاجساد وليس كما زعمه بعض الجهلاء انه من التخيلات الصرفة وقالوا ان زيدا فى آن واحد موجود فى مواطن ثلاثة عالم الاجساد والمثال والارواح بدون تفاوت ولا تغير اصلى (مقدمہ فیض الباری جز اول ص ٦٥)

عارفین صوفیہ کے نزدیک عالم کی چند قسمیں ہیں ایک ان میں سے عالم اجساد عنصریہ ہے اور وہ وہ ہے جس میں مادہ اور مقدار دونوں چیزیں پائی جائیں۔ دوسرا عالم مثال اور وہ وہ ہے جس میں مادہ نہ ہو صرف کمیت اور مقدار پائی جائے جیسے آئینہ میں نظر آنے والی شکل، تیسرا عالم ارواح اس میں نہ مادہ ہوتا ہے اور نہ کمیت اور نہ مقدار۔ عارفین کرام نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ عالم مثال تجرد عن المادہ کی وجہ سے عالم اجسام سے زیادہ قوی ہے اور یہ بات نہیں جیسا کہ بعض جہلاء نے گمان کر لیا کہ عالم مثال محض تخیلات کا مجموعہ ہے۔ صوفیائے کرام نے یہ فرمایا کہ زید آن واحد میں تین جگہ موجود ہے۔ ایک عالم اجساد، دوسرے عالم مثال اور تیسرے عالم ارواح میں۔ ان تینوں جگہ زید بغیر کسی تفاوت اور تغیر کے پایا جاتا ہے۔ پھر آگے چل کر اگلے صفحے پر فرماتے ہیں

←

ثم ان عالم المثال ليس اسما للعدم كما يتوهم بل هو اسم لنوع من الموجودات فما كان من عالم المثال ربما يوجد في هذا العالم بعينه كالملئكة فانهم في عالم المثال عندهم ومع ذالك تتعاقب في هذا العالم بكرة واصيلا انتهى (مقدمہ فیض الباری ص ٦٦)

پھر عالم مثال کسی چیز کا نام نہیں۔ جیسا کہ وہم کیا جاتا ہے بلکہ وہ موجودات کی ایک قسم کا نام ہے تو بسا اوقات عالم مثال کی چیز اس عالم میں بعینہ پائی جاتی ہے جیسے فرشتے کہ وہ ان کے نزدیک عالم مثال میں ہیں اور اس کے باوجود اس عالم میں بھی ایک دوسرے کے پیچھے صبح و شام آتے ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ

شاید کوئی کہہ دے کہ صاحب فیض الباری نے صوفیاء کا مذہب نقل کر دیا۔ جس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان کا اپنا بھی یہی عقیدہ ہے۔ اس کے جواب میں عرض کروں گا کہ اول تو صوفیاء کا عقیدہ ہی ہماری دلیل ہے۔ دوم یہ کہ صاحب فیض الباری نے اس مسئلہ میں اپنے عقیدہ کی خود تصریح کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

وقد ثبت عندي تجسد المعاني وتجوهر الاعراض بالعقل والنقل فلا بعد عندي في صعودها

(فیض الباری جز ۲ ص ۳۰۲)

میرے نزدیک اعراض و معانی کا جسد مثالی اور جوہر مثالی میں ظاہر ہونا عقل و نقل سے ثابت ہو چکا ہے۔

اس لیے کلمات طیبات کے آسمانوں کی طرف چڑھنے میں کوئی بعد نہیں پایا جاتا۔ اس عبارت سے ثابت ہوا کہ صاحب فیض الباری نے عالم مثال کا قول محض نقل نہیں کیا بلکہ ان کے نزدیک اس کا وجود عقل و نقل سے ثابت ہے۔

عالم مثال کا بے حقیقت ہونا

شاید کوئی جھگڑالو آدمی یہ کہہ دے کہ عالم مثال تخیلات صرفہ اور فراغ متوہم کا نام ہے۔ اس کی حقیقت کچھ نہیں۔

تو اس کا جواب مقدمہ فیض الباری سے ہماری نقل کی ہوئی عبارت میں واضح طور پر آ چکا ہے۔ کیونکہ اس میں صاف موجود ہے کہ عالم مثال کو تخیلات محضہ قرار دینا جہلاء کا کام ہے۔ اسی طرح اسے محض فراغ متوہم ماننا بھی وہم ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ عالم مثال موجودات کی ایک نوع کو کہتے ہیں۔ یہاں تک کہ عالم مثال کی چیزیں بسا اوقات اس عالم میں بعینہٖ پائی جاتی ہیں۔

اتنی روشن تصریحات کے باوجود بھی عالم مثال کی حقیقت و واقعیت سے انکار کرنا ہٹ دھرمی کے سوا کیا ہو سکتا ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ عالم مثال پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

والصوفية العلية لما ظهر لهم من العوالم عالم المثال وفيه مثال لكل جوهر وعرض بل للمجردات ايضاً بل لله سبحانه ايضاً مع كونه متعال عن الشبه والمثال ذالك هو المحل لحديث رأيت ربي على صورة امرد ←

شاب قطط فی رجلیه نعلا الذهب وقد ینتقل الصورة المثالیة من عالم المثال الی عالم الشهادة بکمال قدرته تعالی وقد اشتهر ذالک کرامة عن کثیر من الاولیاء ولعل الله تعالی یحضر الصورة المثالیة للموت من عالم المثال فی الآخرة الی عالم الشهادة فیؤمر بذبحه حتی یظهر علی اهل الجنة والنار انه خلود ولا موت وهکذا التاویل فی حشر الاسلام والایمان والقرآن والاعمال والامانة والرحم وایام الدنیا کما نطق به الاحادیث الصحیحة التی لا یسع ذکرها المقام قال السیوطی فی البدور السافرة الاعمال والمعانی کلها مخلوقة ولها صورة عندالله تعالی وان کنا لا نشاهدها وقد نص ارباب الحقیقة علی ان من انواع الکشف الوقوف علی حقائق المعانی و ادراک صورها بصور الاجسام والاحادیث شاهدة بذالک وهی کثیرة انتهی و هذا القول من السیوطی حکایة عن عالم المثال والله تعالی اعلم۔

اور صوفیاء علیہ پر عوالم میں سے عالم مثال ظاہر ہوا۔ جس میں ہر جو ہر وعرض بلکہ مجردات بلکہ اللہ تعالیٰ کی بھی مثال ہے باوجودیکہ اللہ تعالیٰ شبہ وامثال سے پاک ہے۔ صوفیاء نے کہا۔ یہی عالم مثال اس حدیث کا محل ہے کہ میں نے اپنے رب کو گھنگھریالے بالوں والے نوجوان کی شکل میں دیکھا جس کے پاؤں میں سونے کی جوتیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کبھی عالم مثال سے صورت مثالیہ عالم شہادت کی طرف اپنی کمال قدرت کے ساتھ منتقل فرمادیتا ہے اور اسی عالم مثال کی بناء پر آن واحد میں مقامات متعددہ پر موجود ہونے کی یہ کرامت بکثرت اولیاء اللہ سے مشہور ہوگئی اور شاید اللہ تعالیٰ موت کے لئے آخرت میں عالم مثال سے عالم شہادت کی طرف ایک صورت مثالیہ حاضر فرمائے گا۔ پھر اسے ذبح کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ جنتیوں اور دوزخیوں پر ظاہر ہوجائے گا کہ خلود ہے موت نہیں۔ یہی تاویل حشر، اسلام، ایمان، قرآن، اعمال، امانت، رحم اور ایام دنیا کے بارے میں ہے۔ جیسا کہ بکثرت احادیث صحیحہ اس پر ناطق ہیں۔ جن کے ذکر کی گنجائش نہیں۔

امام سیوطی نے بدور سافرہ میں کہا: اعمال اور معانی سب مخلوق ہیں۔ اور ان کیلئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک صورتیں پائی جاتی ہیں۔ اگرچہ ہم ان کا مشاہدہ نہیں کرسکتے ارباب حقیقت نے اس بات پر نص کی ہے۔ کہ منجملہ انواع کشف کے وقوف حاصل کرنا ہے حقائق معانی پر اور ان صورتوں کے ادراک پر جو اجسام کی سی صورتیں ہوں اور احادیث کثیرہ اس کیلئے شاہد ہیں انتہی! اور یہ قول امام سیوطی کا ہے جس کے ذریعہ انہوں نے عالم مثال کی حکایت کی ہے۔ ''اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ (تفسیر مظہری پ ۲۹ ص ۲۱،۲۰)

ان تمام عبارات سے عالم مثال کا وجود اظہر من الشمس ہوگیا اور یہ بات واضح ہوگئی کہ موجودات عالم مثال وجود واقعی رکھتے ہیں اور وہ انواع کائنات میں سے ایک نوع ہیں۔ نیز یہ کہ جو چیز عوالم ثلثہ میں بیک وقت موجود ہوگی اس کا وجود تینوں میں سے کسی عالم کے وجود کا غیر نہ ہوگا۔ لہٰذا انبیاء کرام علیہم السلام جو مقامات متعددہ پر دیکھے گئے ان سب کا وجود ہر جگہ وجود واقعی ہے اور وہ ان کا غیر نہیں بلکہ عین ہے۔

....

امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث "لا یترکون فی قبورھم بعد اربعین لیلۃ" کے متعلق امام بیہقی سے نقل کیا ہے۔

قال البیھقی ان صح فالمراد انھم لا یترکون یصلون الا ھذا المقدار و یکونون مصلین بین یدی اللہ

(زرقانی جلد پنجم ص ۳۳۵)

بیہقی نے کہا: اگر یہ حدیث صحیح ہو تو اس کی مراد یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اس عرصہ معینہ کے بعد نماز پڑھنے کیلئے نہیں چھوڑے جاتے۔ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور خاص میں نماز پڑھتے ہیں۔

بہر حال معترضین کے شبہات محدثین و علماء محققین کی تصریحات کی روشنی میں لغو اور بے بنیاد ہیں۔ ہمارے اس جواب میں دوسرے اعتراض کا جواب بھی آگیا۔ جس کو دوبارہ لکھنا تطویل لا طائل ہے۔

تیسرے اعتراض کا جواب

رہا تیسرا اعتراض تو ہم پوچھتے ہیں کہ معترض کو ارواح انبیاء کرام علیہم السلام کے اعلیٰ علیین میں ہونے کا علم قطعی کس دلیل سے حاصل ہوا۔ جب دلائل سے ہم نے ثابت کر دیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں تو یہ کیوں نہ کہا جائے کہ ارواح مقدسہ ابدان شریفہ میں ہونے کے باوجود اپنی روحانی قوت اور طاقت تصرف کی بناء پر اعلیٰ علیین سے بھی اس طرح متعلق ہیں کہ گویا وہ وہاں موجود ہیں اور اگر بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے تو ہمارے مسلک پر پھر بھی کوئی زد نہیں پڑتی۔ اس لئے کہ جب اجسام مقدسہ کا امکنہ متعددہ میں ہونا باہمی غیریت کو مستلزم نہیں تو روح اقدس کے لئے تو بطریق اولیٰ یہ بات ماننی پڑے گی اور اس میں شک نہیں کہ ارواح مقدسہ انبیاء کرام علیہم السلام کے ابدان مبارکہ میں موجود ہونے کے باوجود بھی اعلیٰ علیین میں موجود ہیں۔ غیر مرئی پر مرئی سے دلیل لانا اور ایک عالم پر دوسرے عالم کا قیاس کرنا صحیح نہیں۔

بارگاہ اقدس میں درود شریف کا پیش ہونا

امر اول سے فراغت پا کر امر دوم کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پیش ہونے کا مضمون ناظرین کرام اس سے پہلے ہمارے بیان میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ جو اس دعویٰ کی روشن دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر انور میں زندہ ہیں ورنہ درود شریف پیش ہونے کے معنی متحقق نہیں ہو سکتے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو درود کا علم کس طرح ہوتا ہے۔ حضور خود سنتے ہیں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دیا جاتا ہے تو بعض لوگ کہتے ہیں کہ قبر انور پر درود پڑھا جائے تو حضور سنتے ہیں اور دور سے پڑھنے والوں کا درود حضور نہیں سنتے۔ بلکہ فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دیتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے قول کی دلیل میں حضرت ابو ہریرہ کی حدیث پیش کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من صلی علی عند قبری سمعتہ و من صلی علی نائیا ابلغتہ

ترجمہ: یعنی جس شخص نے میری قبر کے پاس آ کر مجھ پر درود پڑھا میں اسے سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر دور سے درود پڑھا تو وہ مجھے

پہنچادیا جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سننا اسی وقت ہوتا ہے۔ جب قبر شریف کے پاس درود پڑھا جائے اور جو درود دور سے پڑھا جائے۔ اسے حضور نہیں سنتے۔ وہ فرشتوں کے ذریعے حضور کو پہنچا دیا جاتا ہے۔

لیکن ہمارے نزدیک ہر شخص کا درود وسلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سنتے ہیں۔ درود وسلام پڑھنے والا خواہ قبر انور کے پاس حاضر ہو یا کہیں دور ہو قریب اور دور کا فرق رسول کے لئے نہیں بلکہ درود وسلام پڑھنے والے کیلئے ہے۔ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ نزدیک اور دور کی قید عالم خلق کے لئے ہے، عالم امر کے لئے نہیں۔ اس لئے روح زمان ومکان کی قید سے آزاد ہے۔ جب عام ارواح اس قید میں مقید نہیں تو روح اقدس جو روح الارواح ہے قرب وبعد کی قید میں کیوں کر مقید ہو سکتی ہے؟

علاوہ ازیں اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے یہ کہاں ارشاد فرمایا ہے کہ دور سے درود پڑھنے والے کا درود صرف فرشتوں کے ذریعہ مجھے پہنچتا ہے۔ میں اسے مطلقاً نہیں سنتا۔ حضور ﷺ کے درود وسلام سننے اور آپ کی خدمت میں پہنچائے جانے کے متعلق متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں۔ اگر ان سب کو سامنے رکھ کر فکر سلیم سے کام لیا جائے تو یہ مسئلہ بہت آسانی کے ساتھ سمجھ میں آسکتا ہے۔ اس باب میں ایک حدیث تو ناظرین پڑھ چکے ہیں کہ جس نے میری قبر انور پر آ کر درود پڑھا تو میں اسے سنتا ہوں اور جس نے دور سے پڑھا وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔ دوسری حدیث میں وارد ہے:

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ من صلی علی عند قبری وکل اللہ بہ ملکا یبلغنی وکفی امر دنیاہ وآخرہ وکنت لہ یوم القیامۃ شہیدا او شفیعاً

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ نے کہا، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص میری قبر کے پاس آ کر مجھ پر درود پڑھتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہوا ہوتا ہے۔ جو اس کا درود مجھے پہنچا دیتا ہے اور وہ اپنے امر دنیا اور آخرت کی کفایت کیا جاتا ہے اور میں اس کے لئے قیامت کے دن شہید یا شفیع ہوں گا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قبر شریف پر جو درود پڑھا جاتا ہے۔ اسے بھی حضور ﷺ کے سامنے فرشتہ پیش کرتا ہے۔ اب اگر فرشتہ کا حضور ﷺ کی بارگاہ میں درود پیش کرنا حضور ﷺ کے سننے کے منافی ہو تو اس حدیث کا واضح مطلب یہ ہوگا کہ میری قبر انور پر جو درود پڑھا جائے۔ میں اسے بھی نہیں سنتا۔ ایسی صورت میں یہ حدیث پہلی حدیث کے معارض ہوگی۔ جس میں صاف موجود ہے۔

من صلی علی عند قبری سمعتہ

"جو میری قبر پر درود پڑھتا ہے مین اسے سنتا ہوں۔"

علاوہ ازیں جس طرح اس حدیث سے قبر انور کے پاس درود پڑھنے والے کے درود کا حضور ﷺ کو پہنچایا جانا ثابت ہوا۔ اسی طرح بعض دیگر احادیث سے دور کا درود شریف سننا حضور ﷺ کے لئے ثابت ہے۔ جیسا کہ احادیث کے ذیل میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ

....

رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ما من احد یسلم علی الا رد اللہ الی روحی حتٰی ارد علیہ السلام (رواہ احمد وابی داؤد والبیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: نہیں کوئی جو سلام پڑھے مجھ پر لیکن اللہ تعالیٰ میری طرف میری روح لوٹا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں۔

اس حدیث میں ''ما'' نافیہ ہے۔ ''احد'' نکرہ ہے سب جانتے ہیں کہ نکرہ حیز نفی میں عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ پھر ''من'' استغراقیہ عموم و استغراق پر نص ہے یعنی مجھ پر سلام بھیجنے والا کوئی شخص ایسا نہیں جس کے سلام کی طرف میری توجہ مبذول نہ ہوتی ہو خواہ وہ قبر انور کے پاس ہو یا دور ہو ہر ایک کے سلام کی طرف میں متوجہ ہوتا ہوں اور ہر شخص کے سلام کا خود جواب دیتا ہوں۔

یہ حدیث اس امر کی روشن دلیل ہے کہ درود پڑھنے والے ہر فرد کا درود حضور ﷺ خود سنتے ہیں اور سن کر جواب بھی دیتے ہیں خواہ وہ شخص قبر انور کے پاس ہو یا دور ہو۔ دیکھئے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث ''الا رد اللہ الی روحی'' پر کلام کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

ویتولد من هذا الجواب جواب آخر وهو ان یکون الروح کنایة عن السمع ویکون المراد ان الله تعالٰی یرد علیه سمعه الخارق للعادة بحیث یسمع سلام المسلم "وان بعد" (ا) قطرة (انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء)

ترجمہ: اور اس جواب سے ایک اور جواب پیدا ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ رد روح سے یہ مراد ہو کہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ پر آپ کی سمع خارق للعادۃ کو لوٹا دیتا ہے۔ اس طرح کہ حضور ﷺ سلام بھیجنے والے کے سلام کو سنتے ہیں۔ خواہ وہ کتنی ہی دور کیوں نہ ہو اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ دور سے پڑھنے والے کا درود بھی سنتے ہیں۔

اسی باب میں اور بھی احادیث وارد ہیں لیکن ہم نے قدر ضرورت پر اکتفا کیا اور ہماری پیش کردہ حدیثوں سے ثابت ہو گیا کہ جس طرح قبر انور کے پاس درود پڑھنے والے کا درود حضور ﷺ سنتے ہیں۔ اسی طرح دور والے کا درود بھی حضور ﷺ اپنی سمع مبارک سے سنتے ہیں اور جس طرح دور کا درود حضور کو پہنچایا جاتا ہے۔ اسی طرح قبر انور پر جو درود پڑھا جائے اسے بھی ایک فرشتہ حضور ﷺ پر پہنچاتا ہے۔

ثابت ہوا کہ پہنچانا سننے کے منافی نہیں اور سننا پہنچانے کے معارض نہیں یعنی قریب اور دور کا درود حضور سنتے بھی ہیں اور یہی دور اور نزدیک کا درود حضور ﷺ کو پہنچایا بھی جاتا ہے۔ اس تقریر پر یہ شبہ وارد ہوگا کہ پہلی حدیث:

من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی علی نائیا ابلغته

میں "ابلغته" اور "سمعته" باہم متقابل معلوم ہوتے ہیں اور تقابل کی صورت میں سمع کا ابلاغ کے ساتھ جمع ہونا محال ہے لہٰذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ جب فرشتے درود پہنچاتے ہیں تو اس وقت حضور ﷺ نہیں سنتے۔

جس کے جواب میں ہم یہ عرض کریں گے کہ جب ہم نے احادیث کی روشنی میں ثابت کر دیا کہ جو درود قبر انور کے پاس پڑھا جائے۔ ←

اسے بھی فرشتے پہنچاتے ہیں۔ نیز یہ کہ نزدیک و دور سے ہر ایک درود پڑھنے والا جب درود پڑھتا ہے تو وہ اس حال میں پڑھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی طرف حضور کی روح مقدس اور سمع مبارک لوٹائی ہوئی ہوتی ہے اور حضور ﷺ ہر ایک کا درود سن کر خود جواب دیتے ہیں تو اس کے بعد اس شبہ کیلئے کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔

رہا تقابل تو اس کے لئے مطلق سمع ضروری نہیں بلکہ سمع مخصوص بھی تقابل کیلئے کافی ہے اور وہ التفات خصوصی ہے اور بر تقدیر صحت حدیث مطلب یہ ہے کہ قبر انور پر آکر درود پڑھنے والا چونکہ حاضری کی خصوصیات کا حامل ہے۔ اس لئے اس کا درود اس قابل ہے کہ اسے التفات خاص کے ساتھ سنا جائے۔

بلکہ قبر انور پر حاضری کی خصوصیات پر کیا منحصر ہے۔ دور کے لوگ بھی اگر اسی قسم کی کوئی خصوصیت رکھتے ہوں۔ مثلاً کمال محبت و اشتیاق سے درود پڑھیں تو ان کے درود و سلام کیلئے بھی سمع خصوصی اور مخصوص التفات و توجہ کے ساتھ سمع اقدس کا پایا جانا کچھ بعید نہیں بلکہ دلائل الخیرات کی ایک حدیث اس دعویٰ کی مثبت ہے۔ صاحب دلائل الخیرات نے حضور ﷺ کا ارشاد بایں الفاظ وارد کیا۔

اسمع (۱) صلٰوۃ اھل محبتی واعرفھم

مختصر یہ کہ ابلاغ اور سمع خصوصی کا تقابل مراد لینے کے بعد حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ جو شخص خصوصیت کے ساتھ میری قبر انور پر حاضر ہو کر (یا مثلاً کمال محبت و اشتیاق کی خصوصیت کا حامل ہو کر) مجھ پر درود پڑھتا ہے، میں اس کے درود کو خاص توجہ کے ساتھ سنتا ہوں اور جو شخص دور سے (ان خصوصیات کے بغیر) مجھ پر درود پڑھتا ہے (سماع معتاد کے باوجود) میں اس کی طرف خاص توجہ نہیں فرماتا صرف ملائکہ میری بارگاہ میں پہنچا دیتے ہیں۔

ابلاغ ملائکہ

فرشتوں کے درود پہنچانے کو جن لوگوں نے مطلق سماع اقدس کے منافی قرار دیا ہے۔ دراصل وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ ابلاغ اور تبلیغ ملائکہ کا سبب حضور ﷺ کی لاعلمی ہے۔ حالانکہ یہ محض غلط ہے کیونکہ اس سے پہلے بھی ہم ثابت کر چکے ہیں کہ قبر انور پر جو درود پڑھا جائے اسے حضور ﷺ سنتے بھی ہیں اور اسے ملائکہ بھی حضور ﷺ کے دربار میں پہنچاتے ہیں اگر فرشتوں کا پہنچانا لاعلمی کی وجہ سے ہوتا تو مزار مبارک پر جس درود کو حضور ﷺ خود سن رہے ہیں اس کے ابلاغ کی کیا ضرورت تھی؟

فرشتوں کے درود پہنچانے کی حکمت

درود کے الفاظ درحقیقت ایک تحفہ اور ہدیہ ہیں۔ تحفہ اور ہدیہ کے معنی کی تکمیل (مہدی لہ) کے محض سننے اور جاننے سے نہیں ہوتی بلکہ انہیں الفاظ کی پیش کش سے ہوتی ہے۔ جو درود شریف کیلئے استعمال کئے گئے ہیں:

معلوم ہوا کہ فرشتوں کے درود پہنچانے کو مہدی لہ کے جاننے یا نہ جاننے سے کوئی تعلق نہیں یہ پہنچانا تو صرف اس لئے ہے کہ ہدیہ اور تحفہ کے معنی متحقق ہو جائیں اور بس۔ ہم اپنے اس بیان کی تائید کیلئے فیض الباری کی ایک عبارت ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ ←

....

واعلم ان حدیث عرض الصلوۃ علی النبی ﷺ لا یقوم دلیلاً علی نفی علم الغیب وان کانت المسئلۃ فیہ ان نسبۃ علمہ ﷺ وعلمہ تعالی کنسبۃ المتناھی بغیر المتناھی لان المقصود بعرض الملئکۃ ھو تلک الکلمات بعینھا فی حضرۃ العالیۃ علمھا من قبل اولم یعلم کعرضھا عند ربہ العزۃ ورفع الاعمال الیہ فان تلک الکلمات مما یحیا بہ وجہ الرحمن فلا ینفی العرض العلم فالعرض قد یکون للعلم واخری لمعان آخر فاعرف الفرق (انتھی) (فیض الباری ج۲ ص ۳۰۲)

جاننا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ پر درود پیش کرنے کی حدیث علم غیب کی نفی پر دلیل نہیں بن سکتی۔ اگرچہ علم غیب کے بارہ میں مسئلہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ ایسی ہے جیسے غیر متناہی کے ساتھ متناہی کی نسبت۔ یہ دلیل نہ ہونا اس لئے ہے کہ فرشتوں کے پیش کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ درود شریف کے کلمات بعینہا بارگاہ عالیہ نبویہ میں پہنچ جائیں۔ حضور ﷺ نے ان کلمات کو پہلے جانا ہو یا نہ جانا ہو بارگاہِ رسالت میں کلمات درود کی پیشکش بالکل ایسی ہے جیسے رب العزت کی بارگاہ میں یہ کلمات طیبات پیش کئے جاتے ہیں اور اس کی بارگاہِ الوہیت میں اعمال اٹھائے جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ کلمات ان چیزوں میں سے ہیں جن کے ساتھ ذاتِ رحمن جل مجدہ کو تحفہ پیش کیا جاتا ہے اس لئے یہ پیش کرنا علم کے منافی نہیں۔ لہٰذا کسی چیز کا پیش کرنا کبھی علم کیلئے بھی ہوتا ہے اور بسا اوقات دوسرے معانی کیلئے بھی اس فرق کو خوب پہچان لیا جائے۔ انتہیٰ (فیض الباری)

سماع کا تعلق صرف آواز سے ہے اور فرشتوں کی پیشکش صلوٰۃ وسلام کے کلمات بعینہا سے متعلق ہے۔ رہا یہ امر کہ وہ کلمات بعینہا فرشتے کیونکر پیش کرتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ صلوٰۃ وسلام کے بعینہا اصل کلمات کا پیش کئے جانے کے قابل ہوجانا امر محال نہیں لہٰذا تحت قدرت داخل ہوگا۔ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ

فیض الباری کی منقولہ بالا عبارت سے اچھی طرح واضح ہوگیا کہ بارگاہِ رسالت میں فرشتوں کا درود شریف پیش کرنا حضور ﷺ کی لاعلمی پر مبنی نہیں۔ بلکہ کلمات درود بعینہا کو بطور تحفہ وہدیہ پیش کرنا مقصود ہوتا ہے۔ سننے اور جاننے کو اس پیشکش سے کوئی تعلق نہیں۔

اس لئے قبر انور پر جو درود پڑھا جائے حضور ﷺ اسے سنتے بھی ہیں اور فرشتہ بھی اسے پیش کرتا ہے۔ علیٰ ہذا دور سے جو لوگ درود شریف پڑھتے ہیں اسے فرشتے بھی پیش کرتے ہیں اور سمع خارق للعادۃ سے حضور ﷺ استماع بھی فرماتے ہیں:

خلاصہ یہ کہ ''سمعتہ اور ابلغتہ'' کے مابین تقابل پر زور دے کر جس سماع کی نفی کی جاتی ہے، وہ مطلق سماع نہیں بلکہ سماع مقید (بقید التفات خصوصی) ہے۔ جس کے نظائر قرآن وحدیث میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا

ترجمہ: (ان کفار جن وانس) کی آنکھیں ہیں کہ ان سے دیکھتے نہیں اور کان ہیں کہ ان سے سنتے نہیں۔ (س: اعراف آیت ۱۷۹)

یہاں مطلق سمع وبصر کی نفی مراد نہیں۔ بلکہ سمع مخصوص اور بصر خصوصی کی نفی مراد ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ←

وَلَا يَنظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

''اور نہ دیکھے گا اللہ تعالیٰ ان کی طرف قیامت کے دن'' (س: آل عمران آیت ۷۷)

یہاں بھی مطلقاً دیکھنے کی نفی نہیں بلکہ ایک خاص قسم کے دیکھنے کی نفی فرمائی گئی ہے جو نظر رحمت کے ساتھ دیکھنا ہے۔

حدیث شفاعت میں وارد ہے:

"قُلْ تُسْمَعْ" آپ کہیئے سنے جائیں گے۔ (بخاری شریف)

یہاں بھی مطلق سمع مراد نہیں بلکہ سماع خاص مراد ہے ایسے ہی 'سمعتہ'' سے سماع خصوصی یعنی توجہ اور التفات خاص کے ساتھ سننا مراد ہے اور اگر بربنائے تقابل ابلغتہ کو نفی سماع پر محمول کیا جائے تو نفی اسی کی ہوگی۔ جس کا سمعتہ سے ثبوت ہوا تھا اور ہم ثابت کر چکے ہیں کہ ثبوت سماع خصوصی کا ہے لہٰذا نفی بھی اسی سماع خاص کی ہوگی۔

ایک شبہ

اگر ابلاغ ملائکہ کے باعث سماع خاص کی نفی مراد لی جائے تو جو درود قبرانور پر پڑھا جاتا ہے اس کو بھی ملائکہ پہنچاتے ہیں۔ ایسی صورت میں قبرانور پر پڑھے جانے والے درود کا بھی سماع خصوصی کے ساتھ سننا منفی قرار پائے گا۔

جواب

ہم نے جس ابلاغ کو سماع خصوصی کا مقابل مانا ہے وہ ''من صلی علی نائیا'' کی شرط سے مشروط ہے۔ مطلق ابلاغ ہمارے نزدیک سماع خصوصی کے منافی نہیں۔ پھر نائیاً سے بھی محض ظاہری دوری والے مراد نہیں۔ بلکہ وہ تمام افراد مراد ہیں جو قرب ظاہری و معنوی کی خصوصیت سے محروم ہوں جیسا کہ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ کے عموم میں وہ تمام اشخاص شامل ہیں جو عندیت ظاہری یا باطنی کی خصوصیت کے حامل ہوں۔

یہ تمام گفتگو اس تقدیر پر ہے کہ اس حدیث کو صحیح مان لیا جائے اور اگر صحیح نہ ہو جیسا کہ ان شاء اللہ آگے چل کر معلوم ہوگا تو نفی سماع کی بنیاد ہی باقی نہیں رہتی۔

سردست اس پر مضمون کی تکمیل کیلئے ہم ایک اور حدیث پیش کرتے ہیں۔ اس کو مؤخر رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس پر مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے کچھ کلام کیا ہے مناسبت مقام کی وجہ سے ہم بھی ان کے کلام پر کلام کریں گے اور اسی ضمن میں حدیث زیر نظر "مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا اُبْلِغْتُهٗ" کی صحت و سقم پر بھی مکمل بحث آجائے گی۔ اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اس پوری بحث کو آخر میں رکھا جائے۔

جلاء الافہام کی حدیث

وہ حدیث جلاء الافہام مصنفہ ابن قیم جوزی سے مع سند نقل کرتا ہوں:

←

....

۱۰۸ قال الطبرانی حدثنا یحییٰ بن ایوب العلاف حدثنا سعید بن ابی مریم عن خالد بن زید عن سعید بن ابی ہلال عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ ﷺ اکثروا الصلوٰۃ علی یوم الجمعۃ فانہ یوم مشھود تشھدہ الملائکۃ لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوتہ حیث کان قلنا وبعد وفاتک قال وبعد وفاتی ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء ذکرہ الحافظ المنذری فی الترغیب وقال رواہ ابن ماجہ (۱) باسناد جید

(جلاء الافہام ص ۶۳۔ ۷۴)

طبرانی نے بسند مذکور کہا حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر زیادہ درود پڑھا کرو۔ اس لئے کہ وہ یوم مشہود ہے اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ کوئی بندہ (کسی جگہ سے) مجھ پر درود نہیں پڑھتا مگر اس کی آواز مجھ تک پہنچ جاتی ہے۔ وہ جہاں بھی ہو حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ہم (صحابہ) نے عرض کیا حضور! آپ کی وفات کے بعد بھی؟ فرمایا ہاں! میری وفات کے بعد بھی۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ نبیوں کے جسموں کو کھائے۔

(۱) اس حدیث کو حافظ منذری نے ترغیب میں ذکر کیا اور کہا کہ ابن ماجہ نے اسے بہ سند جید روایت کیا۔

حدیث جلاء الافہام پر تھانوی صاحب کا کلام

یہ حدیث ابن قیم نے اپنی مشہور کتاب جلاء الافہام میں نقل کی ہے۔ جس میں صراحۃً مذکور ہے کہ درود پڑھنے والا جہاں بھی ہو اس کی آواز رسول اللہ ﷺ کو پہنچ جاتی ہے۔ مولوی اشرف علی تھانوی کو کسی نے یہ حدیث مع سند لکھ کر بھیجی اور سوال کیا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ ہر شخص کی آواز کو سماع فرماتے ہیں۔ علاوہ اس کے کوئی معنی بیان فرمادیں۔ تاکہ تردد رفع ہو یا ایسا ہی عقیدہ رکھنا چاہیے۔ آنحضور کا کیا ارشاد ہے۔ (بوادر النوادر جلد اول ص ۲۰۵)

تھانوی صاحب نے اس کے جواب میں سند اور متن حدیث دونوں پر کلام کیا ہے سند پر کلام کرتے ہوئے، وہ فرماتے ہیں:

اس سند میں ایک راوی یحییٰ بن ایوب بلانسب مذکور ہیں جو کئی راویوں کا نام ہے۔ جن میں ایک غافقی ہیں۔ جن کے باب میں ربما اخطاء لکھا ہے۔ یہاں احتمال ہے کہ وہ ہوں (انتہی) (بوادر النوادر، ج ۱، ص ۳۰۵)

اقول: تھانوی صاحب جس سوال کا جواب دیتے ہوئے یہ احتمال پیدا کررہے ہیں۔ اس سوال کو انہوں نے بوادر لنوادر کے صفحہ ۲۰۵ پر خود ارقام فرمایا ہے اور اس میں یہ عبارت موجود ہے۔

حدثنا یحییٰ بن ایوب العلاف حدثنا سعید بن ابی مریم الخ

کتب اسماء الرجال میں یحییٰ بن ایوب العلاف اور یحییٰ بن ایوب الغافقی دونوں کو ''علاف'' اور ''غافقی'' کے الفاظ میں ممتاز کرکے الگ الگ ذکر کیا گیا ہے۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ احتمال کہاں سے پیدا ہوگیا؟ دیکھئے تہذیب التہذیب جلد ۱۱ صفحہ ۱۸۵ پر یحییٰ بن ایوب العلاف کا تذکرہ ان الفاظ میں موجود ہے۔

←

يحيیٰ بن ايوب بن بادى الخولانى العلاف روى عن ابى صالح عبدالغفار بن داؤد و عمرو بن خالد الهرانى ويحيیٰ بن عبدالله بن بكر و سعيد بن ابى مريم......... قال نسائى، صالح

اس عبارت میں یحییٰ بن ایوب العلاف کا نسب مذکور ہے اور ساتھ ہی ان کے شیوخ میں سعید بن ابی مریم کا نام بھی لکھا ہے۔ جن سے انہوں نے زیر بحث حدیث کو روایت کیا ہے اور امام نسائی کی توثیق منقول ہے اور توثیق کے سوا کسی کی کوئی جرح منقول نہیں۔ اس کے بعد اگلے صفحہ ۱۸۶ پر یحییٰ بن ایوب الغافقی کا تذکرہ ہے۔ ان کے شیوخ میں سعید بن ابی مریم مذکور نہیں۔ ان کے متعلق بعض کی توثیق اور بعض کا تخطیہ طویل عبارت میں بالتفصیل منقول ہے۔ تھانوی صاحب کا بلا دلیل نہیں بلکہ خلاف دلیل ''علاف'' کے بارے میں ''غافقی'' کا احتمال پیدا کرنا دیانت اور انصاف کا خون نہیں تو اور کیا ہے؟

آگے چل کر تھانوی صاحب نے فرمایا:

دوسرے ایک راوی خالد بن زید ہیں یہ بھی غیر منسوب ہیں اس نام کے رواۃ میں سے ایک کی عادۃ ارسال کی ہے اور یہاں عنعنہ ہے۔ جس میں راوی کے متروک ہونے کا اور اس متروک کے غیر ثقہ ہونے کا احتمال ہے۔ انتہیٰ (بوادر النوادر جلد اول صفحہ ۲۰۵)

حدیث معنعن پر کلام

اقول: تھانوی صاحب کے یہ تمام احتمالات بلا دلیل ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔ ورنہ حدیث معنعن کا مطلقاً ساقط الاعتبار ہونا لازم آئے گا۔ خالد بن زید نام کے کسی راوی میں ارسال کی عادت کا پایا جانا زیر نظر راوی کو متعین نہیں کرتا اور اگر بالفرض تعیین ہو بھی جائے تو ارسال اتصال کے منافی نہیں تاوقتیکہ معنعن (بالکسر) کا مدلس ہونا ثابت نہ ہو اور راوی و مروی عنہ کی لقاء کا امکان منتفی نہ ہو جائے۔ تدریب الراوی میں ہے۔

۱. فروع: احدها الاسناد المعنعن وهو قول الراوى (فلان عن فلان بلفظ عن من غير بيان التحديث والاخبار والسماع (قيل انه مرسل) حتى يتبين اتصاله (والصحيح الذى عليه العمل وقاله الجماهير من اصحاب الحديث والفقه والاصول انه متصل).. بشرط ان لا يكون المعنعن بكسر العين مدلس بشرط امكان لقاء بعضهم بعضا اى لقاء المعنعن من روى عنه بلفظ عن فحينئذ يحكم بالاتصال الا ان يتبين خلاف ذلك انتهى (تدریب الراوی ص ۱۳۲)

یہ عبارت اس مضمون میں صریح ہے کہ عنعنہ میں اگر راوی کا مروی عنہ سے امکان لقا پایا جائے اور معنعن (ی) مدلس نہ ہو تو وہ حدیث متصل مانی جائے گی۔ تاوقتیکہ اس کا خلاف ظاہر نہ ہو۔

اگر تھانوی صاحب میں ہمت تھی تو وہ کسی دوسرے طریق سے اس کا خلاف ثابت کرتے محض کسی ہم نام راوی کی عادت ارسال کا دعویٰ اس حدیث کے ساقط الاعتبار ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا۔

←

....

ارسال اور تدلیس کا فرق

علاوہ ازیں یہ کہ تھانوی صاحب نے ارسال کو اتصال کے منافی قرار دیا تھا۔ مگر عبارت منقولہ بالا سے ثابت ہوگیا کہ تدلیس اتصال کے منافی ہوسکتی ہے۔ محض ارسال کو اس کے منافی قرار دینا غلط ہے۔

ممکن ہے تھانوی صاحب ارسال ہی کو تدلیس سمجھتے ہوں۔ تو واضح رہے کہ تدلیس وارسال ایک نہیں۔ ملاحظہ فرمایئے۔ تدریب الراوی صفحہ ۱۴۰۔

(تدلیس الاسناد بان یروی عمن عاصرہ) زاد ابن صلاح اولقیہ (مالم یسمعہ) بل سمعہ من رجل عنہ (موھما سماعہ) حیث اورد بلفظ یوھم الاتصال ولا تقتضیہ اور ارسال کے معنی ہیں ان الارسال روایتہ عمن لم یسمع منہ صفحہ ۱۴۰

معلوم ہوا تدلیس اور ارسال دونوں الگ الگ ہیں۔ عنعنہ میں تدلیس مضر ہے ارسال مضر نہیں۔ لہٰذا تھانوی صاحب کے وہ تمام احتمالات جو بلا دلیل محض ان کے ظن فاسد کی بناء پر پیدا ہوئے تھے لغو اور بے بنیاد ہوکر رہ گئے۔

اس کے بعد تھانوی صاحب نے فرمایا "تیسرے ایک راوی سعید بن ابی ہلال ہیں جن کو ابن حزم نے ضعیف اور امام احمد نے مختلط کہا۔ وھذا کلہ من التقریب۔ پھر کئی جگہ اس میں عنعنہ ہے جس کے حکم بالاتصال کے لئے ثبوت تلاقی کی حاجت ہے" انتہیٰ

(بوادر النوادر ص ۱۰۵، جلد اول)

اقول: عنعنہ کے مسئلہ میں تھانوی صاحب کا یہ کلام ہی غلط ہے کیوں کہ حدیث معنعن کے حکم بالاتصال کیلئے ثبوت تلاقی ضروری نہیں صرف امکان تلاقی کافی ہے جیسا کہ تدریب الراوی سے نقل کر چکا ہوں۔ (وبشرط امکان لقاء بعضھم بعضا) تدریب الراوی صفحہ ۱۴۲

تیسرے راوی سعید بن ابی ہلال جن کی تضعیف تھانوی صاحب نے ابن حزم سے نقل کی ہے تو مجھے حیرت ہے کہ تھانوی صاحب نے تضعیف تو دیکھ لی۔ مگر توثیق انہیں نظر نہ آئی۔ ذرا میزان الاعتدال اٹھا کر دیکھئے۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں:

(سعید بن ابی ھلال) ثقۃ معروف فی الکتب الستۃ یروی عن نافع و نعیم المجمر وعنہ سعید المقبری احد شیوخہ قال ابن حزم وحدہ لیس بالقوی (میزان الاعتدال جلد اول صفحہ ۳۹۳)

ناظرین کرام غور فرمائیں جو راوی کتب ستہ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ) میں معروف اور ثقہ ہو اور اس کے بعض شیوخ بھی اس سے روایت کرتے ہوں اسے ابن حزم کے قول کی آڑ لے کر متروک قرار دے دینا تعصب نہیں تو اور کیا ہے؟

اگر ابن حزم کا قول تھانوی صاحب کے نزدیک ایسا ہی معتبر ہے تو انہیں جامع ترمذی سے بھی ہاتھ اٹھالینا چاہیے۔ کیونکہ ابن حزم نے ترمذی کو مجہول کہا ہے۔ (کما ذکر فی ماتمس الیہ الحاجۃ صفحہ ۲۵ عن التعلیق المجد ناقلاً عن الذہبی)

آخر میں اتنی بات عرض کروں گا کہ حدیث زیر بحث کے متعلق حافظ منذری کا یہ قول کہ رواہ ابن ماجہ بسند جید تھانوی صاحب کے ←

....

تمام احتمالات واہیہ کا قلع قمع کر دیتا ہے اور اس بحث میں ان کی پوری دردسری کو مہمل اور بیکار بنا کر چھوڑ دیتا ہے کیونکہ تھانوی صاحب کے کسی احتمال میں ذرا بھی جان ہوتی یا ان کی تضعیف منقول میں کچھ بھی قوت پائی جاتی تو ایک عظیم وجلیل محدث اس کے بارے میں بسند جید کے الفاظ نہ بولتا۔ شاید کوئی کہے کہ وہ کوئی اور سند ہوگی۔ تو میں عرض کروں گا کہ سند جید سے کسی اور سند کا مراد ہونا ہمارے لئے مزید تقویت کا موجب ہے۔ کیونکہ تعدد طرق زیادتی قوت کا موجب ہے۔ بالخصوص ایسی صورت میں جب کہ سند بھی سند جید ہو۔

ناظرین کرام نے تھانوی صاحب کی تحقیق کو ہمارے کلام سے ملا کر اندازہ کرلیا ہوگا کہ ان کی تحقیق کہاں تک تحقیق کہلائے جانے کی مستحق ہے؟

آگے چل کر تھانوی صاحب ارشاد فرماتے ہیں: ''یہ تو مختصر کلام ہے سند میں، باقی رہا متن'' سواولاً معارض ہے دوسری احادیث صحیحہ کے ساتھ چنانچہ مشکوٰۃ میں نسائی اور دارمی سے بروایت ابن مسعود یہ حدیث ہے۔

قال رسول اللہ ﷺ ان للہ ملئکۃ سیاحین فی الارض یبلغون من امتی السلام

اور یہی حدیث حصن حصین میں بحوالہ مستدرک حاکم و ابن حبان بھی مذکور ہے اور نیز مشکوٰۃ میں بیہقی سے بروایت ابو ہریرہ حدیث ہے۔

قال رسول اللہ ﷺ من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیا ابلغتہ

اور نسائی کی کتاب الجمعہ میں بروایت اوس ابن اوس یہ حدیث مرفوع ہے۔

''فان صلوتکم معروضۃ علی'' یہ سب حدیثیں صریح ہیں عدم السماع عن بعید میں اور ظاہر ہے کہ جلاء الافہام ان کتب کے برابر قوۃ میں نہیں ہوسکتی لہٰذا اقویٰ کو ترجیح ہوگی۔ (بوادر النوادر جلد اول صفحہ ۲۰۵)

اقول: سند میں جو کلام فرمایا تھا اس کی حقیقت واضح ہو چکی اب متن میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس کا حال بھی ناظرین پر کھل جائے گا۔

دور سے سننے کی بحث

تھانوی صاحب کے اس کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ جلاء الافہام کی حدیث بلغنی صوتہ حیث کان ان تینوں صحیح حدیثوں کے معارض ہے جو تھانوی صاحب نے نقل فرمائی ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ جلاء الافہام کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر ایک درود پڑھنے والے کے درود کی آواز سن لیتے ہیں۔

اور ان تینوں حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ درود جو دور سے پڑھا جائے اسے حضور کے سامنے فرشتے پیش کرتے ہیں۔ فرشتوں کا عرض و ابلاغ عدم سماع میں صریح ہے اور سماع عدم سماع کے معارض ہے لہٰذا جلاء الافہام کی حدیث ان تینوں صحیح حدیثوں کے معارض قرار پائی یہ تینوں حدیثیں جن کتابوں میں پائی جاتی ہیں چونکہ جلاء الافہام ان کے برابر قوت میں نہیں لہٰذا ان ہی تینوں حدیثوں کو ترجیح ہوگی جو اقویٰ ہیں اور جلاء الافہام کی حدیث ساقط الاعتبار ہوگی۔ میں عرض کروں گا کہ نسائی اور دارمی کی حدیث بروایت ابن مسعود ''ان للہ ملئکۃ سیاحین فی الارض یبلغون من امتی السلام'' اور اسی طرح نسائی کی دوسری حدیث بروایت اوس بن اوس ''فان صلوتکم معروضۃ علی'' میں صرف ←

....

اسنا مذکور ہے کہ ملائکۃ سیاحین فی الارض' حضور ﷺ کی خدمت میں امت کا سلام پہنچاتے ہیں اور امت کا درود بارگاہ رسالت میں پیش ہوتا ہے ملائکہ کے اس عرض وتبلیغ کو تھانوی صاحب کا عدم سماع میں صریح قرار دینا یقیناً ظلم صریح ہے کیونکہ سابقاً نہایت تفصیل کے ساتھ ہم یہ بیان کر چکے ہیں۔ کہ عرض وتبلیغ کا علم اور لاعلمی ''سماع'' یا عدم سماع سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ فیض الباری کی عبارت ناظرین کے سامنے آچکی ہے۔ جس میں صاف موجود ہے کہ عرض صلوٰۃ علم کے منافی نہیں۔

ایک فرشتہ ساری مخلوق کی آوازیں سنتا ہے

پھر جذب القلوب اور جلاء الافہام سے ایک حدیث ہدیہ ناظرین ہو چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "من صلی علی عند قبری وکل اللہ بہ ملکا یبلغنی"۔ جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے میری قبر انور پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہوا ہوتا ہے جو اس کا درود مجھے پہنچا دیتا ہے۔ اگر تبلیغ ملائکہ عدم سمع میں صریح ہو تو اس حدیث سے لازم آئے گا کہ جو درود قبر انور پر پڑھا جاتا ہے۔ حضور ﷺ اسے بھی نہیں سنتے جو بالاتفاق باطل ہے۔ جب یہ فرشتوں کا پہنچانا عدم سماع کے معنی میں نہ ہوا تو تعارض باقی نہ رہا۔ عدم تعارض کی صورت میں ترجیح کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ رہی حدیث بیہقی بروایت ابو ہریرہ جسے تھانوی صاحب نے مشکوٰۃ شریف سے نقل فرمایا ہے تو درحقیقت اس مسئلہ میں تھانوی صاحب کے استدلال کی جان یہی ایک حدیث ہے۔

تھانوی صاحب کی پیش کردہ حدیث پر کلام

جس طرح تھانوی صاحب نے ہماری پیش کردہ حدیث کی سند پر اور متن پر کلام کیا ہے۔ ہمیں بھی حق حاصل ہے کہ تھانوی صاحب کے دعویٰ کی بنیادی حدیث کے متن واسناد پر ہم بھی کلام کریں۔ متن حدیث پر ہمارا کلام گذشتہ صفحات پر ناظرین کرام نے ملاحظہ فرمالیا ہوگا۔ اب اس کی اسناد پر کلام کرتے ہیں۔

تھانوی صاحب نے بیہقی کی اس حدیث کو بروایت ابو ہریرہ مشکوٰۃ سے نقل کیا ہے۔ جس میں سند مذکور نہیں ہے۔ ہم اس حدیث کو خود امام بیہقی کی تصنیف رسالہ ''حیاۃ الانبیاء'' سے مع سند نقل کرتے ہیں۔ اور امام بیہقی نے نیز ان کے رسالہ ''حیاۃ الانبیاء'' کے شارح نے اس کی سند پر جو کلام کیا ہے۔ اسے بھی بلفظہٖ نقل کرتے ہیں:

اخبرنا علی بن محمد بن بشر ان انباء ابو جعفر الرازی ثنا عیسیٰ بن عبداللہ الطیالسی ثنا العلاء بن عمرو الحنفی ثنا ابو عبد الرحمٰن عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا اُبْلِغْتُہٗ. ابو عبد الرحمٰن ہذا ہو محمد بن مروان السدی فیما اری وفیہ نظر

(رسالہ حیات الانبیاء للبیہقی صفحہ ۱۲)

حدیث حضرت ابو ہریرہ پر امام بیہقی کی جرح

دیکھئے امام بیہقی نے اس حدیث کے راوی ابو عبدالرحمن کی تشریح کرتے ہوئے بتایا کہ میرے نزدیک ابو عبدالرحمن ہی محمد بن مروان سدی ہے ←

....

اور اس میں نظر ہے وفیہ نظر الفاظ جرح میں سے ہے۔ دیکھئے میزان الاعتدال جلد اول صفحہ ۳ (طبع مصر)

حدیث ابو ہریرہ پر شارح حیات الانبیاء کی جرح

اس حدیث کے تحت محمد بن محمد اسحاقی البوسنوی شارح حیات الانبیاء فرماتے ہیں:

حديث ابي هريرة هذا نسبه السيوطي في الخصائص الكبرى الى الاصبهاني في الترغيب والترهيب ونسبه في الجامع الصغير الى البيهقي ومحمد بن مروان السدي الصغير ضعيف اتهم بالكذب وقد ذكر الحافظ الذهبي هذا الحديث في ميزان الاعتدال في ترجمة السدي المذكور (حیاۃ الانبیاء للبیہقی مع شرح صفحہ ۱۴)

ترجمہ: ابوہریرہ کی اس حدیث کو سیوطی نے خصائص کبریٰ میں اصبہانی کی طرف منسوب کیا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب ''الترغیب والترہیب'' میں اس کی روایت کی ہے اور جامع صغیر میں بیہقی کی طرف منسوب کیا ہے اور ابو عبدالرحمن محمد بن مروان السدی الصغیر ضعیف ہے۔ متہم بالکذب ہے اور حافظ ذہبی نے اس حدیث (ابوہریرہ) کو میزان الاعتدال میں اسی سدی مذکور کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے۔

ناظرین کرام غور فرمائیں! تھانوی صاحب کے دعوے کی سب سے بڑی دلیل حدیث ابوہریرہ تھی۔ جس کی سند کا یہ حال ہے کہ اس کے راوی ابوعبدالرحمن محمد بن مروان السدی الصغیر پر خود امام بیہقی نے وفیہ نظر کہہ کر جرح کی پھر ان کے رسالہ حیات الانبیاء کے شارح نے اسے ضعیف اور متہم بالکذب کہا اور امام ذہبی کے حوالہ سے یہ بتایا کہ انہوں نے میزان الاعتدال میں اسی کے تذکرہ میں تھانوی صاحب کی پیش کردہ حدیث کو ذکر کیا ہے۔

حدیث ابوہریرہ پر امام ذہبی کی جرح

اب میزان الاعتدال اصل کتاب کو ملاحظہ فرمایئے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں: (محمد بن مروان) السدي الكوفي وهو السدي الصغير عن هشام بن عروة و الاعمش تركوه واتهمه بعضهم بالكذب وهو صاحب الكلبي قال البخاري سكتوا عنه وهو مولى الخطابيين لا يكتب حديثه البتة وقال ابن معين ليس بثقة وقال احمد ادركته وقد كبر فتركته قال العلاء بن عمرو الحنفي حدثنا محمد بن مروان عن الاعمش عن ابي صالح عن ابي هريرة مرفوعا من صلى علي عند قبري سمعته ومن صلى علي نائيا ابلغته انتهى (میزان الاعتدال جلد ثالث صفحہ ۱۳۲ طبع مصر)

محمد بن مروان السدی کوفی ہے اور وہ سدی صغیر ہے وہ ہشام بن عروہ اور اعمش سے روایت کرتا ہے۔ محدثین نے اسے ترک کر دیا ہے اور بعض نے اسے متہم بالکذب کہا اور وہ صاحب کلبی ہے۔ بخاری نے کہا: سکتوا عنہ اور وہ مولائے خطابئین ہے اس کی حدیث یقیناً نہیں لکھی جاتی اور ابن معین نے کہا وہ ثقہ نہیں ہے۔ امام احمد نے کہا میں نے اسے پایا وہ بوڑھا ہو گیا تھا میں نے اسے ترک کر دیا۔ علاء بن عمرو الحنفی نے کہا ہم سے محمد بن مروان نے حدیث بیان کی۔ اس نے اعمش سے روایت کی اعمش نے ابو صالح سے ابو صالح نے ابوہریرہ سے مرفوعاً روایت کی کہ جس نے میری قبر کے پاس آ کر مجھ پر درود پڑھا میں اسے سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر دور سے درود پڑھا وہ مجھے پہنچا

....

دیا جاتا ہے۔ انتہی'' (میزان الاعتدال جلد ۳ صفحہ ۱۳۲)

میزان الاعتدال سے علامہ ذہبی کا جو بیان ہم نے نقل کیا ہے۔ اس سے یہ شبہ بھی دور ہو گیا کہ امام بیہقی نے فیہا ارجی فرمایا ہے جو تردد کا مظہر ہے میں عرض کروں گا کہ اگر فی الواقع یہ محل تردد ہوتا تو امام ذہبی اس کو ظاہر فرمادیتے لیکن انہوں نے اس کے ترجمہ میں بعینہا اسی روایت کو نقل کر کے اس شبہ کی جڑ کاٹ دی اور حقیقت حال کو بے نقاب کر دیا۔

ہمارے ناظرین نے تھانوی صاحب کی جرح بھی دیکھی۔ اب ان کی پیش کردہ روایت پر ہماری جرح بھی ملاحظہ فرمائیں۔

ہماری پیش کردہ حدیث کی سند میں کسی راوی کو تھانوی صاحب متہم بالکذب ثابت نہیں کر سکے مگر ان کی پیش کردہ حدیث کی سند میں محمد بن مروان کو ہم نے متہم بالکذب ثابت کر دیا۔ اگرچہ جرح رواۃ کے باب میں صحت روایت کا معیار اپنے مسلک کی روشنی میں ہم نے یہاں بیان نہیں کیا لیکن تھانوی صاحب کے پیش کردہ معیار پر تو یقیناً محل گفتگو باقی نہیں رہا۔ اور یہ بات صاف ہو گئی کہ تھانوی صاحب نے سمعتہ کا ابلغتہ سے تقابل کر کے ابو ہریرہ کی جس حدیث کو عدم سماع میں صریح قرار دیا تھا۔ وہ حدیث صحیح نہیں اور اس کی صحت پر انہوں نے اپنے احتمالات اور تاویلات کی جتنی عمارت قائم کی تھی وہ سب منہدم ہو کر رہ گئی۔

اس کے بعد جناب تھانوی صاحب نے ثانیا کی بجائے ثالثا فرما کر ''بلغنی صوتہ'' کو محتمل تاویل قرار دیا ہے۔ اور صوتہ کی تاویل صلوتہ کے ساتھ فرمائی ہے اور اس احتمال تاویل کی دلیل ان ہی احادیث منقولہ بالا کو قرار دیا ہے۔ لیکن ناظرین کرام نے سمجھ لیا ہو گا کہ احادیث منقولہ بالا احتمال تاویل کی دلیل اس وقت تک ہو سکتی ہیں۔ جبکہ تبلیغ وعرض ملائکہ عدم سماع پر مبنی ہو حالانکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ عرض وتبلیغ لاعلمی کو مستلزم نہیں۔ حضور ﷺ قبر انور کا درود سماع فرماتے ہیں اور ملائکہ کی تبلیغ بھی بارگاہ رسالت میں پیش ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ فرشتوں کا درود وسلام بارگاہ اقدس میں پہنچانا یا پیش کرنا علم وسماع کے منافی نہیں۔

جب یہ منافات ختم ہو گئی تو ان احادیث کا احتمال تاویل کے لئے دلیل قرار پانا بھی ختم ہو گیا۔ جب دلیل نہ رہی تو احتمال تاویل خود باطل ہو گیا۔ ایسی صورت میں ''بلغنی صوتہ کو بلغنی صلوتہ کے ساتھ مؤول کرنا قطعاً باطل قرار پایا۔

جواب لکھنے کے بعد تھانوی صاحب اس حدیث کا ایک اور جواب تحریر فرماتے ہیں بعد تحریر جواب ہذا بلاتوسط فکر قلب پر وارد ہوا کہ اصل حدیث میں صوتہ نہیں ہے بلکہ صلوتہ ہے کاتب کی غلطی سے لام رہ گیا ہے۔

اقول: یہ جواب واقعی بہترین جواب ہے کیونکہ اس پر کسی قسم کا نقض منع یا معارضہ وارد نہیں ہو سکتا۔ الہامات کا جواب الہام ہی سے ہو سکتا ہے۔ ہمیں اب تک اس باب میں کوئی الہام نہیں ہوا۔ مگر تھانوی صاحب کے جواب کی داد دیئے بغیر ہم نہیں رہ سکتے۔ کہ جب کسی بات کا جو اب نہ ہو سکے تو اسے کاتب کی غلطی قرار دے کر اپنے الہام کو اس کی دلیل میں پیش کر دیا جائے۔

سمع وبصر خارق للعادۃ

سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ لوگ نبی کریم ﷺ کے خارق للعادۃ سننے اور دیکھنے کا انکار اس قدر شدت کے ساتھ کیوں کرتے ہیں۔ جب کہ ←

....

عام اولیاء کرام جو قرب نوافل کے درجہ پر فائز ہوتے ہیں۔ ان کے لئے بخاری شریف کی حدیث میں وارد ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِي وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِي

اور امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں

فاذا صار نور جلال اللہ سمعا لہ سمع القریب والبعید واذا صار ذلک النور بصرا لہ رأی القریب والبعید

(تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۶۸۸ طبع مصر)

اللہ کے جلال کا نور جب بندے کی سمع ہو جاتا ہے تو وہ قریب اور دور کی چیزوں کو سنتا ہے اور یہی نور جلال جب بندے کی بصر ہو جاتا ہے تو وہ قریب اور دور کی چیزوں کو دیکھتا ہے۔

دور کی چیزوں کو دیکھنا اور سننا جب اولیاء کرام کے لئے دلیل شرعی سے ثابت ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو ولایت کاملہ کی صفت سے متصف ہیں، کی ذات مقدسہ سے یہ کمال کیسے منفی ہو سکتا ہے؟

گزشتہ صفحات میں ناظرین کرام پڑھ چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر ایک فرشتہ مقرر فرمایا۔ جسے تمام مخلوقات کی آوازیں سننے کی طاقت دی گئی ہے۔ وہ سب کا درود سنتا ہے اور بارگاہ اقدس میں پہنچاتا ہے۔ تمام آوازوں کو سننے کی صفت اگر غیر اللہ کیلئے محال قرار دی جائے تو آخر فرشتہ بھی تو غیر اللہ ہے۔ اس کو یہ صفت کیسے عطا ہو گئی اور اگر ممکن ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اس امکان کا عقیدہ کیوں ضلالت قرار پایا حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ایسے باطنی کان اور آنکھیں ثابت ہیں جو ماورائے عالم اجسام کا ادراک کرتے ہیں۔

باطنی آنکھیں اور کان

دیکھئے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شق صدر مبارک ہوا تو جبرائیل علیہ السلام نے قلب انور کو زم زم کے پانی سے دھوتے ہوئے فرمایا:

قلب سدید فیہ عینان تبصران واذنان تسمعان (فتح الباری جلد ۱۳ ص ۴۱۰)

اس قلب اطہر میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں دو کان ہیں جو سنتے ہیں۔

قلب اطہر کے ان کانوں اور آنکھوں کا دیکھنا اور سننا عالم محسوسات سے وراء الوراء خرق عادت کے طور پر ہے۔ جیسا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انی اری مالا ترون واسمع مالا تسمعون

دائمی سمع و بصر

قلب اطہر کی سمع و بصر عارضی نہیں بلکہ دائمی ہے۔ اس لئے کہ جب ظاہری سمع و بصر کی بینائی اور شنوائی عارضی نہیں بلکہ دائمی ہے تو قلب اطہر کی یہ صفت بطریق اولیٰ دائمی ہو گی۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:

"بدانکہ وے صلی اللہ علیہ وسلم مے بیند و مے شنود کلام ترا زیرا کہ وے متصف است بصفات اللہ تعالیٰ و یکے از صفات الٰہی آن است کہ ←

....

''اناجلیس من ذکرنی'' مرپیغمبررا صلی اللہ علیہ وسلم نصیب وافراست ازیں صفت (مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۸۸۷)

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تجھے دیکھتے ہیں اور تیرا کلام بھی سنتے ہیں۔ اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم متصف ہیں اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اس کا ہم نشین ہوں جو مجھے یاد کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صفت سے پوار پورا حصہ ملا ہے۔

یہ عبارت بھی اس باب میں صریح ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دور ونزدیک کی سب آوازوں کو سنتے ہیں تو سمجھ میں نہیں آتا کہ تھانوی صاحب کے نزدیک درود شریف میں معاذ اللہ ایسی کون سی قباحت پائی جاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب آوازیں سنیں اور درود شریف ہی کی آواز نہ سنیں؟

اس کے بعد حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کا بیان بھی سننے اور دیکھنے کے قابل ہے۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آیت کریمہ......

وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا کی تفسیر میں فرماتے ہیں

''یعنی وباشد رسول شمابرشما گواہ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ وحقیقت ایمان او چیست وحجابیکہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس او شناسد گناہان شمار او درجات ایمان شمار او اعمال نیک وبد شمار او اخلاص و نفاق شمار الہذا شہادت او در دنیا بحکم شرع در حق امت مقبول وواجب العمل است۔ (تفسیر عزیزی جلد اول ص ۵۸۹)

اس عبارات سے واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو نور نبوت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ یہ علم وادراک اور تحمل شہادت وادائے شہادت و غیرہ تمام امور اسی پر مبنی ہیں چونکہ نور نبوت دائمی ہے اور اس سے متعلقہ امور کی انجام دہی بھی عارضی نہیں۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس باطنی دیکھنے اور سننے کو عارضی کہنا انتہائی نادانی ہوگا۔

جب علی الدوام وعلی الاستمرار حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کچھ دیکھ رہے رہیں اور سب کچھ سن رہے ہیں تو قبر انور سے دور رہ کر جو شخص درود شریف پڑھے اس کے درود کا نہ سننا کیا معنی رکھتا ہے۔

عقل سلیم کی روشنی میں بھی دور سے درود شریف سننے کا استحالہ قابل تسلیم نہیں ہوسکتا۔ ہر شخص جانتا ہے کہ قبر انور پر جو درود پڑھا جاتا ہے، اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ضرور سنتے ہیں۔ اب ہمیں بتایا جائے کہ قبر انور پر درود پڑھنے والے کی آواز کس ذریعہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچتی ہے۔ جس طرح عادتاً دور کی آواز کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنا محال عادی ہے بالکل اسی طرح قبر انور پر صلوٰۃ وسلام کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سمع اقدس تک پہنچ جانا بھی یقیناً محال عادی ہے کیونکہ قبر انور میں جس مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہیں وہاں نہ دنیا کی کوئی ہوا پہنچ سکتی ہے۔ نہ عالم اسباب کے مطابق کسی آواز وغیرہ کا پہنچنا ممکن ہے۔ اس کے باوجود بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر انور میں درود وسلام کی آوازیں سن لیتے ہیں تو اگر اسی طرح بعید کی آوازیں بھی سن لیں تو کون سا استحالہ لازم آتا ہے؟

سمع وبصر، تصرف وادراک دلیل حیات ہے

الغرض سمع وبصر علم وادراک بغیر حیات کے ممکن نہیں حیات ہی ایسی صفت ہے جو ان اوصاف کے وجود کا سبب ہے۔ اسی طرح ←

تصرف وعمل بھی دلیل حیات ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے اعمال مثلاً نماز پڑھنا، حج کرنا، تلبیہ کہنا ملکوت سموات والارض میں سیر کرنا اور تصرف فرمانا ایک ایسی حقیقت ثابتہ ہے۔ جس کا انکار نہیں ہوسکتا۔ بخاری شریف میں وادی ارزق کا واقعہ کسی اہل علم سے مخفی نہیں۔ حیات کے بغیر یہ امور کس طرح انجام پذیر ہوسکتے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام امور مذکورہ بالا سے متعلق احادیث وروایات کو جمع کر کے ارشاد فرمایا:

فحصل من مجموع هذه النقول والاحاديث ان النبى ﷺ حى بجسده وروحه وانه يتصرف ويسير حيث شاء الله فى اقطار الارض وفى الملكوت وهو بهيئته التى كان عليها قبل وفاته لم يتبدل منه شىء وانه مغيب عن الابصار كما غيبت الملائكة مع كونهم احياء باجسادهم فاذا اراد الله رفع الحجاب عمن اراد اكرامه برؤيته راه على هيئته التى هو عليها لا مانع من ذلك ولا داعى الى التخصيص برؤية المثال (الحاوی للفتاوی جلد ۲ ص ۲۶۵)

ان نقول اور احادیث کے مجموعہ کا ماحصل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے جسم اقدس اور روح مبارک کے ساتھ زندہ ہیں اور آپ تصرف فرماتے ہیں اور اقطار زمین و عالم ملکوت میں جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں اور اپنی اسی ہیئت پر ہیں۔ جس پر وفات سے پہلے تھے اس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی اور یہ کہ حضور ﷺ ہماری آنکھوں سے اس طرح غائب کر دیئے گئے جس طرح فرشتے اپنے اجساد کے ساتھ زندہ ہونے کے باوجود ہماری آنکھوں سے غائب کر دیئے گئے ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کی رویت کے ساتھ کسی کو عزت واکرام عطا فرمانا چاہتا ہے تو اس سے حجاب کو اٹھالیتا ہے اور وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسی ہیئت پر دیکھتا ہے جس پر حضور ہیں۔ کوئی امر اس سے مانع نہیں ہے اور رویت مثال کی تخصیص کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

یہاں یہ شبہ وارد نہ کیا جائے کہ اگر یہ رویت حضور ﷺ کی ذات مقدسہ کی واقعی رویت ہے تو لازم آتا ہے کہ دیکھنے والے سب صحابی ہو جائیں۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ جب عالم ملک سے عالم ملکوت کی طرف رحلت فرما گئے تو اب یہ رویت رویت ملکوتی ہوگی اور صحابیت کے لئے عالم ملک یعنی اس جہاں میں رویت متعادہ کے ساتھ دیکھنا شرط ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس جواب کی تائید ان احادیث سے ہوتی ہے، جن میں یہ وارد ہوا کہ عالم ملکوت میں حضور ﷺ کی ساری امت حضور ﷺ کے سامنے پیش کی گئی۔ حضور ﷺ نے ساری امت کو دیکھا اور ساری امت نے حضور ﷺ کو دیکھا۔ اس کے باوجود بھی تمام امت کے لئے صحابیت ثابت نہیں ہوئی۔ صرف اس لئے کہ یہ رویت عالم ملکوت میں تھی جو صحابیت کا فائدہ نہیں دیتی۔ (دیکھیے الحاوی للفتاوی جلد نمبر ۲، ص ۲۶۵، ۲۶۶، طبع مصر)

حیات برزخی

بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات پر جتنی دلیلیں پیش کی جاتی ہیں۔ ان سب سے حیات برزخی ثابت ہوتی ہے۔ ←

....

حیات حقیقی جسمانی کا ثبوت نہیں ہوتا۔

میں عرض کروں گا کہ جس شخص نے حیات کے معنی کو صحیح طور پر سمجھ لیا۔ وہ یہ بات نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ ارواح تو پہلے ہی زندہ ہیں۔ اب وفات کے بعد اگر ان کی زندگی کا صرف یہی مفہوم ہو کہ عالم برزخ میں ان کی روحیں زندہ ہیں تو اس حیات بعد الوفات کا کوئی ماحصل نہیں نکلتا جب تک کہ حیات جسمانی کا قول نہ کیا جائے ہاں اس اعتبار سے اس کو برزخی کہہ سکتے ہیں کہ وہ انبیاء کرام ومقربین عظام جنہیں حیات حقیقی عطا ہوئی ہے عالم برزخ میں رونق افروز ہیں اور برزخ ان کی ذوات قدسیہ اور حیات طیبہ کے لئے بمنزلہ ظرف مکان کے ہے۔

بعد الموت انبیاء لوازمات حیات سے خالی ہوتے ہیں؟

اگر انبیاء علیہم السلام کی زندگی حقیقی اور جسمانی ہو تو اس کے لوازمات کا پایا جانا بھی ضروری ہے۔ قاعدہ ہے۔ اذا ثبت الشیء ثبت بجمیع لوازمہ لیکن یہ حقیقت ناقابل انکار ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام کے لئے جسمانی اور حقیقی زندگی کے لوازمات بالکل منتفی ہیں۔ نہ وہ جسمانی غذا کھاتے ہیں نہ ہوا میں سانس لیتے ہیں۔ نہ پانی پیتے ہیں نہ ان کا جسم متحرک ہوتا ہے نہ کسی قسم کا جسمانی فعل ان سے سرزد ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں حقیقی اور جسمانی حیات کیسے تسلیم کی جائے؟

اس اعتراض کا جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے دعویٰ یہ کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد کریمہ مع ارواح طیبہ کے بلاشائبہ مجاز حقیقتاً زندہ ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی ہم انہیں عالم برزخ میں بھی تسلیم کرتے ہیں اور حیات حقیقی جسمانی کے لوازمات ومناسبات ہر عالم میں یکساں نہیں ہوا کرتے عالم کے بدل جانے سے لوازمات ومناسبات کی نوعیت میں بھی تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔

لوازمات حیات ہر عالم میں متفاوت ہوتے ہیں

دیکھئے بچہ پیدا ہونے سے پہلے ماں کے پیٹ میں جسمانی حقیقی حیات کے ساتھ زندہ ہوتا ہے اور پیدا ہونے کے بعد بھی وہ زندہ رہتا ہے لیکن دونوں حالتوں میں لوازمات حیات یکساں نہیں۔ باوجودیکہ حیات ہر حال میں یکساں ہے۔ بس اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی حیات کو بھی سمجھ لیجئے کہ وہ قبل الوفات اور بعد الوفات دونوں حالتوں میں حقیقی جسمانی ہے لیکن دنیا میں اور برزخ میں لوازمات حیات یکساں نہیں ہیں عالم برزخ میں انبیاء علیہم السلام اور شہداء کرام رزق دیئے جاتے ہیں۔ کھاتے پیتے ہیں۔ فرحت وسرور پاتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس تمام لوازمات ومناسبات حیات حقیقی انہیں حاصل ہیں لیکن ان کی نوعیت اسی طرح بدلی ہوئی ہے۔ جس طرح پیدا ہونے والے بچے کے لوازمات حیات کی نوعیت ماں کے پیٹ میں اور پیدائش کے بعد اس عالم میں بدلی ہوئی ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام کے لوازمات حیات

اس سے بھی زیادہ روشن مثال عیسیٰ علیہ السلام کا وجود گرامی ہے کہ وہ بالاتفاق اور بالاجماع اب تک آسمانوں پر زندہ ہیں اور اسی ←

جسمانی حقیقی حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔ جو انہیں دنیا میں حاصل تھی۔ لیکن ظاہر ہے کہ آسمانوں پر ان کیلئے وہ لوازمات حیات مفقود ہیں۔ جو اس عالم میں حاصل تھے۔ مثلاً دنیاوی غذا کھانا، پانی پینا دنیاوی لباس وغیرہ پہننا وغیر ذالک

جب عیسیٰ علیہ السلام کیلئے اس عالم دنیا کے لوازمات کے بغیر آسمانوں پر حیات حقیقی جسمانی حاصل ہے تو دیگر انبیاء علیہم السلام وشہدا کرام کو عالم برزخ میں لوازمات دنیویہ کے بغیر جسمانی حقیقی حیات کیوں حاصل نہیں ہوسکتی۔

اصل بات یہ ہے کہ جسم کے ساتھ روح کا تعلق جو حیات جسمانی کیلئے سبب ظاہری ہے ہر عالم میں یکساں نہیں ہوتا جیسا عالم ہوگا۔ جسم کے ساتھ روح کا تعلق بھی ویسا ہی ہوگا۔ تعلق روح کی نوعیت بدلنے سے لوازمات کی نوعیت بدل جاتی ہے لیکن سطحی نظر رکھنے والے لوگ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے اور شکوک وشبہات میں مبتلا ہو کر حقیقت ثابتہ کا انکار کر بیٹھتے ہیں۔

حیات انبیاء علیہم السلام کے مسئلہ پر اجمالی نظر

انبیاء علیہم السلام کی حیات کے دلائل اور متعلقہ مسائل پر تفصیلی گفتگو ناظرین کرام ملاحظہ فرما چکے اب اس مسئلہ کو ایک اجمالی نظر کے ضمن میں ہم اپنے ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔

ارشاد خداوندی "كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ" کے پیش نظر انبیاء علیہم السلام قانون موت سے مستثنیٰ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: "اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ" رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ انی مقبوض بنا بریں جو شخص انبیاء علیہم السلام کے حق میں موت اور قبض روح کا مطلقاً انکار کرے، وہ نصوص قرآنیہ اور احادیث متواترہ کا منکر اور دائرہ اسلام سے قطعاً خارج ہے۔

موت اور قبض روح کے معنیٰ

انبیاء علیہم السلام کی موت اور قبض روح کے معنیٰ مطلقاً یقیناً وہی ہیں جو آج تک ساری امت نے سمجھے یعنی بدن اقدس سے روح مبارک کا نکل کر رفیق اعلیٰ کی طرف جانا انبیاء علیہم السلام کی موت ہے پھر اس کے بعد ان کی حیات کے معنیٰ یہ ہیں کہ اجساد مقدسہ سے باہر نکلی ہوئی ارواح طیبہ اپنے تمام اوصاف وکمالات سابقہ کے ساتھ رفیق اعلیٰ سے دوبارہ اجسام شریفہ میں لوٹ آتی ہیں۔ لیکن باوجود اس کے ان کی حیات اور آثار حیات عادۃً ہم سے مستور رہتے ہیں اور ہماری نظروں سے وہ اس طرح غائب کر دیئے جاتے ہیں۔ جس طرح ملائکہ ہماری نظروں سے غائب کر دیئے گئے ہیں۔

پھر خاص طور پر نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کے بارے میں مزید اتنی بات کہنی پڑے گی کہ حضور ﷺ کا وصف حیات بالنسبۃ الی الممکنات بالذات ہے اور یہ وصف حضور ﷺ کے فضائل وکمالات میں سے ہے۔ لہٰذا کسی دوسرے کیلئے حیات بالذات کا وصف ثابت نہیں۔

اجمالی نظر کی تفصیلی جھلک

اس اجمالی نظر کی تفصیلی جھلک سامنے لانے سے پہلے ہم اپنے ناظرین کرام کو یاد دہانی کرانا چاہتے ہیں کہ گزشتہ صفحات میں ہم بیان ←

....

کر چکے ہیں کہ حقیقی نبوت و رسالت کا وصف نبی کے جسم و روح دونوں کے مجموعے کیلئے حاصل ہے۔ خالی جسم اور فقط روح کے لئے حقیقی نبوت و رسالت کا وصف حاصل نہیں۔ خالی جسم سے مراد وہ جسم ہے جس میں نہ روح ہو نہ حیات اگر کسی جسم سے روح نکل گئی ہو لیکن اس میں حیات حقیقی موجود ہو تو اس جسم کو خالی جسم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس پر بھی مجموعہ کا حکم لگایا جائے گا۔ اس لئے کہ روح کا اصل مفاد حیات کے سوا کچھ نہیں جب حیات موجود ہے۔ تو گویا روح موجود ہے۔

اس کے ساتھ ہی اتنی بات اور بھی شامل کر لیجئے کہ موصوف کے بغیر صفت کا وجود ایسا ہی ہے جیسے کہ عین کے بغیر معنیٰ یا جوہر کے بغیر عرض۔ سب جانتے ہیں کہ رسالت و نبوت صفت ہے اور نبی و رسول موصوف جب موصوف کے بغیر صفت کی بقاء محال ہے تو نبی اور رسول کے وفات پا جانے کے بعد اس کی نبوت و رسالت کیونکر باقی (۱) رہے گی۔ حالانکہ ہر نبی کی نبوت اس کی وفات کے بعد باقی رہتی ہے۔ بالخصوص ہمارے نبی کریم ﷺ کی نبوت تو قیامت تک باقی رہے گی کیونکہ حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ اس اشکال کا حل بعض لوگوں نے یوں پیش کیا کہ نبوت و رسالت روح کی صفت ہے اور وفات کے بعد روح باقی ہے۔ لہٰذا نبوت و رسالت بھی باقی ہے لیکن ہم بتا چکے ہیں کہ روح نبی کی نبوت حکمی ہے حقیقی نہیں۔ اور ہمارا کلام حقیقی وصف نبوت و رسالت میں ہے۔

بعض بد مذہب لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ حقیقی وصف نبوت و رسالت حضور ﷺ کی حیات نبوی تک تھا۔ وفات کے بعد حکمی رسالت باقی رہ گئی لیکن اہل حق جمہور امت مسلمہ کا مذہب مہذب یہی ہے کہ بعد الوفات بھی نبی کی حقیقی نبوت و رسالت باقی رہتی ہے۔

اس قول پر مذکورہ بالا اشکال بہت قوی ہو جاتا ہے۔

اس قول کے قائلین کے ایک گروہ نے موت اور قبض روح کے معنیٰ میں تصرف کیا اور یہ کہا کہ نبی کی موت کے وقت اس کی روح قبض ہو کر بدن سے باہر نہیں نکلتی بلکہ اسے سمیٹ کر نبی کے قلب مبارک میں محفوظ و مستور کر دیا جاتا ہے۔ پھر بعد از دفن اسے تمام جسم میں پھیلا یا دیا جاتا ہے۔ اور اس طرح نبی جسم اور روح کا مجموعہ ہی رہتا ہے۔ اس کی حقیقی نبوت و رسالت بھی باقی رہتی ہے اور وہ بعد الوفات اپنی قبر میں زندہ بھی رہتا ہے۔

لیکن ہمارے نزدیک انبیاء علیہم السلام کی موت کے یہ معنیٰ بیان کرنا کہ ان کی روحیں ان کے ابدان شریفہ سے باہر نہیں نکالی جاتیں بلکہ انہیں سمیٹ کر اور قبض کر کے ان کے قلوب مبارکہ کے اندر ہی محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ قطعاً غلط اور باطل محض ہے۔

موت اور قبض روح کے الفاظ قرآن و حدیث میں وارد ہیں۔ الفاظ قرآن و حدیث کے ایسے معنیٰ بیان کرنا جو نہ رسول اللہ ﷺ سے منقول ہوں نہ صحابہ کرام نے نہ امت مسلمہ میں سے کسی نے وہ معنیٰ بیان کئے ہوں ایسے معنیٰ الفاظ قرآن و حدیث کے بیان کرنا بہت بڑی جرأت اور دین میں فتنہ عظیم کا دروازہ کھولنا ہے درحقیقت اسی کا نام بدعت سیئہ ہے۔ جس کے متعلق ارشاد ہوا:

كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ

آب حیات میں یہی مسلک اختیار کیا گیا ہے اور روشن چراغ پر ہانڈی رکھنے کی مثال دی گئی ہے۔ (دیکھئے آب حیات ص ۱۶۰) ←

....

ہمارا مسلک

ہم یہ کہتے ہیں کہ ہر نبی کی روح مبارک عندالوفات جسم شریف سے قبض ہو کر باہر نکلتی ہے اور رفیق اعلیٰ کی طرف جاتی ہے۔ جیسا کہ صحیحین و دیگر کتب حدیث میں وارد ہے کہ وفات شریف کے وقت رسول اللہ ﷺ کا آخری کلام "اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی" تھا۔ چنانچہ علماء محدثین نے اسی حدیث کو ارواح انبیاء علیہم السلام کے اعلیٰ علیین کی طرف صعود کرنے کی دلیل ٹھہرایا ہے۔

اشکال کا حل

رہا اشکال مذکور تو اس کا جواب ہماری طرف سے یہ ہے کہ ہم قبض روح اقدس کا اعتقاد رکھنے کے باوجود یہ سمجھتے ہیں کہ حضور ﷺ کا جسم اقدس کسی وقت ایک آن کیلئے بھی حیات حقیقی سے خالی نہیں ہوا حتیٰ کہ جب روح اقدس قبض ہو رہی تھی اس وقت بھی جسم اقدس میں حیات حقیقی موجود تھی۔ روح اقدس قبض ہونے کے بعد بھی بدن مبارک متصف بحیات حقیقی تھا اور ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ جسم اقدس میں حیات کا رہنا حقیقی نبوت و رسالت کیلئے کافی ہے رہا یہ امر کہ قبض روح کے وقت بھی حضور ﷺ کا جسم مبارک حیات سے خالی نہیں ہے یہ مستلزم ہے بیک وقت موت اور حیات کے اجتماع کو جو صراحۃً باطل ہے۔

تو اس کا جواب پچھلے صفحات میں نہایت تفصیل سے گزر چکا ہے کہ جسم سے روح کا نکلنا موت عادی ہے اور جسم میں ایسی صفت کا پایا جانا جو سمع و بصر ادراک و احساس کیلئے مصحح ہو حیات حقیقی ہے اور یہ ممکن بلکہ واقع ہے کہ روح کے بغیر حیات پائی جائے کیونکہ روح اور حیات کے درمیان ملازمت عادیہ ہے عقلیہ نہیں لہٰذا ممکن ہے کہ قبض روح کے باوجود خرق عادت کے طور پر جسم میں احساس و ادراک پایا جائے اس کے نظائر و شواہد ہم تفصیل کے ساتھ پیش کر چکے ہیں بلکہ خود رسول اللہ ﷺ کی ذات مقدسہ کے متعلق مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۵۶۸ سے ایک روایت ہدیہ ناظرین کر چکے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب قبر انور میں رونق افروز ہوئے تو حضور ﷺ اپنے لب ہائے اقدس کو متحرک فرما کر رب امتی امتی فرما رہے تھے۔

شق صدر

علاوہ ازیں شق صدر مبارک کا واقعہ حضور ﷺ کی حیات طیبہ اور ہمارے اس دعویٰ کی روشن دلیل ہے۔ سب جانتے ہیں کہ روح حیات کا مستقر قلب ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر کسی کے دل کی حرکت بند ہو جائے تو موت واقع ہو جاتی ہے لیکن کون نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ کے سینہ مقدس کو فی الواقع چاک کیا گیا اور قلب اطہر کو جسم مبارک سے باہر نکالا گیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ بلا معاونت آلات و اسباب عادیہ اسے شگاف بھی دیا گیا لیکن اس کے باوجود بھی حضور ﷺ جسمانی حقیقی حیات کے ساتھ زندہ رہے کیونکہ شق صدر کے واقعہ کو آج تک کسی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں موت قرار نہیں دیا۔

حیات بعد الممات کی دلیل

شق صدر کے اس واقعہ میں حضور ﷺ کی حیات بعد الممات پر دلیل قائم کی گئی اور یہ دکھایا گیا کہ جس طرح قلب اقدس جسم مبارک سے ←

....

باہر ہے۔ مگر اس کے باوجود بھی جسم شریف زندہ ہے اسی طرح عند الوفات جب روح مبارک قبض ہو کر جسم اقدس کے باہر ہو گی تو اس وقت بھی جسم شریف اسی طرح زندہ ہوگا جیسا کہ اب زندہ ہے اس واقعہ سے متعلق دیگر مسائل کو ہم اپنے دوسرے مضامین میں بالتفصیل بیان کر چکے ہیں۔

اسباب عادیہ کا حیات عادی سے تعلق

اہل علم سے مخفی نہیں کہ اسباب عادیہ سے حیات عادی کا تعلق محض امر عادی ہے عقلی نہیں جس کا خلاف ممکن ہو۔ اس لئے ہمارا یہ مسلک ان تمام شکوک وشبہات سے بے غبار ہے جو محض عادت کے پیش نظر پیدا ہو سکتے ہیں۔ ہمارے بیان سے یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ یہ سب امور خرق عادت سے متعلق ہیں جن پر کتاب وسنت سے شہادتیں پیش کی جا چکی ہیں۔

اس کے ساتھ ہی یہ امر بھی آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ قبض روح کے بعد عالم بدل جانے کی وجہ سے جسم کے ساتھ روح کے تعلقات اور لوازم حیات میں جو تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ حیات انبیاء علیہم السلام کا استتار ہے بعد الوفات اگر کسی نبی کے جسم مبارک کا مشاہدہ کسی خوش نصیب کو نصیب ہو تو اسے عادتاً حیات کا کوئی اثر محسوس نہ ہوگا اور وہ اس کو بظاہر جسم بے جان کی طرح پائے گا لیکن حقیقت اس کے خلاف ہوگی۔ جیسا کہ ایک سونے والا خواب کی حالت میں کسی پر فضا مقام کی سیر وتفریح میں مشغول ہو اور طرح طرح کی نعمتوں اور لذتوں سے محظوظ ہو رہا ہو اگر ہم اسی حال میں اسے سوتا ہوا دیکھیں تو اس کی ان تمام کیفیات کے باوجود ہمیں کچھ محسوس نہیں ہوگا۔ اس کا چلنا پھرنا، کھانا پینا، نعمتوں لذتوں سے محظوظ ہونا ہمیں قطعاً معلوم نہ ہو سکے گا اور اس سوتے ہوئے جسم کو دیکھ کر ہم بظاہر یہی سمجھیں گے کہ یہ جس طرح ہمیں نظر آرہا ہے فی الواقع اسی طرح بے ہوش پڑا ہوا ہے لیکن سونے والے کا حال ہمارے خیال کی تکذیب کرتا ہے بالکل اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی حیات واقعی ہمارے اس گمان کو جھٹلاتی ہے۔

مختصر یہ کہ جس طرح سوتے میں خواب دیکھنے والا عالم خواب کی لذتوں اور نعمتوں سے مستفیض ہو کر ہمارے سامنے مستور الحال ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام بعد الوفات مستور الحیات ہوتے ہیں۔ "الا من اکرمہ اللہ برؤیتھم فی حال حیاتھم وما ذالك علی اللہ بعزیز"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کوئی متصف بحیات بالذات نہیں

اسی ضمن میں یہ بھی عرض کر دوں کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات مقدسہ چونکہ اصل کائنات ہے اس لئے بالنسبۃ الی الخلق حضور ﷺ متصف بحیات بالذات قرار پائیں گے۔ حضور ﷺ کے مقابلہ میں کسی دوسرے کو متصف بحیات بالذات قرار دینا اور اس کے حق میں امتناع انفکاک حیات کا قول کرنا بارگاہ رسالت میں انتہائی جرأت کے ساتھ سوء ادبی ہے بالخصوص دجال لعین کے حق میں یہ کہنا کہ جیسے رسول اکرم ﷺ بوجہ منشائیت ارواح مومنین جس کی تحقیق سے ہم فارغ ہو چکے ہیں متصف بالذات ہوئے ایسے ہی دجال بوجہ منشائیت ارواح کفار جس کی طرف ہم اشارہ کر چکے ہیں۔ متصف بحیات بالذات ہوگا اور اس وجہ سے اس کی حیات قابل انفکاک نہ ہوگی۔ اور ←

موت ونوم میں استتار ہوگا انقطاع نہ ہوگا اور شاید یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ابن صیاد جس کے دجال ہونے کا صحابہ کرام کو ایسا یقین تھا کہ قسم کھا بیٹھے تھے اپنے نوم کا وہی حال بیان کرتا ہے جو رسول اللہ ﷺ نے اپنی نسبت ارشاد فرمایا یعنی بشہادت احادیث وہ بھی یہی کہتا تھا کہ تنام عینای ولا ینام قلبی (آب حیات ص ۱۶۹)

بارگاہ رسالت میں سوء ادبی کا انتہائی خوف ناک مظاہرہ ہے اس قائل نے اتنا نہیں سوچا کہ نبی اکرم ﷺ کی روح اقدس، روح الارواح ہے اور حضور ﷺ کی ذات مقدسہ تمام عالم ممکنات کیلئے منشاء وجود ہے۔ دجال لعین کیلئے منشائیت ارواح کفار کا قول درحقیقت ایک بنیادی غلطی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دجال منشاء ارواح کفار نہیں بلکہ منشاء کفر ارواح کفار ہے، ارواح کفار نے عالم ارواح میں کفر نہیں کیا بلکہ اس عالم تکلیف میں آنے کے بعد ان سے کفر سرزد ہوا۔ دجال منشاء ارواح نہیں بلکہ ارواح کفار کے کفر کا منشاء ہے اور کفر خود موت ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى۔ ای موتی القلوب وهم الکفار

اس لئے دجال منشاء موت قرار پائے گا اور جو موت کا منشاء ہو اسے حیات سے کیا واسطہ وہ تو حیات بالذات کی بجائے موت بالذات (۱) سے متصف ہوگا۔ ایسی صورت میں دجال لعین کو متصف بحیات بالذات کہنا اور اس کے حق میں امتناع انفکاک حیات کا قول کرنا قلب مومن پر بہت شاق ہے۔

صرف یہی نہیں بلکہ دجال لعین کی موت اور نوم کا رسول اکرم ﷺ کی موت اور نوم سے پورا پورا تطابق کرنے کیلئے تَنَامُ عَيْنَایَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ کا وصف نبوت بعینہ دجال لعین کیلئے ثابت کر دیا اور اس کے ثبوت میں خود دجال کے قول کو دلیل بنایا۔ ٹھیک ہے دجال کا کمال اسی کے قول سے ثابت ہو سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا قول مبارک دجال کا کمال ثابت کرنے کیلئے کہاں مل سکتا ہے؟

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ یہ اقتباس اس کتاب کا ہے جس کا نام لے کر آج تک ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے کہ ایسی بہترین کتاب حیات النبی کے مسئلہ پر آج تک کسی نے نہیں لکھی۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

رسالہ دینیات کا اقتباس

لگے ہاتھوں اس باب میں مودودی صاحب کا ایک اقتباس بھی ہدیہ ناظرین کرتا جاؤں تاکہ اس قسم کے مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے لوگوں کا نظریہ واضح ہو کر سامنے آ جائے۔ دیکھیے رسالہ دینیات میں وہ ارقام فرماتے ہیں:

پیغمبر کی زندگی دراصل اس کی تعلیم و ہدایت کی زندگی ہے جب تک اس کی تعلیم و ہدایت زندہ ہے۔ اس وقت تک گویا وہ خود زندہ ہے۔ پچھلے پیغمبر مر گئے کیونکہ جو تعلیم انہوں نے دی تھی۔ دنیا نے اس کو بدل ڈالا جو کتابیں وہ لائے تھے۔ ان میں ایک بھی آج اصل صورت میں موجود نہیں۔ (رسالہ دینیات ص ۷۹)

انبیاء علیہم السلام کی حقیقی موت و حیات کے بارے میں اس عبارت سے کوئی روشنی نہیں پڑتی۔ ہمیں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ ←

....

مودودی صاحب نے اس بیان میں انبیاء علیہم السلام کے جس وصف کو ان کے حق میں بمنزلہ موت وحیات کے قرار دیا ہے وہ صحیح نہیں ہے بلکہ اس اقتباس میں ان کی بعض تعبیرات انبیاء کرام علیہ السلام کے حق میں سوئے ادبی کا حکم رکھتی ہیں۔ مثلاً ان کا یہ کہنا کہ پچھلے جاہلیہ مر گئے کیونکہ جو تعلیم انہوں نے دی تھی دنیا نے اس کو بدل ڈالا۔

تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات زندہ ہیں

حقیقت یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کی روح اور ان کا خلاصہ وہ عقائد اور اصول دین اور مقاصد کلیہ ہیں جو سب میں قدر مشترک کا حکم رکھتے ہیں۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی سیرتیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدیٰ سے تعبیر فرمایا۔ ان کی تعلیمات کی اصل بنیاد یہی ہیں اور وہ سب محفوظ و موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ انعام میں اٹھارہ نبیوں کا ذکر فرما کر ارشاد فرمایا:

أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ (س: الانعام آیت ۹۰)

یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی تو اے محمد ﷺ آپ ان کی سیرت کی اقتداء کریں۔

اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ انبیاء سابقین علیہم السلام کی تعلیمات کو لوگوں نے اس طرح بدل ڈالا کہ وہ بالکل مٹ گئیں اور ان کی لائی ہوئی کوئی چیز اپنی اصل صورت پر باقی نہیں رہی تو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بالکل بے معنی ہو کر رہ جائے گا کیونکہ اس ارشاد الٰہی کا مطلب یہ ہے کہ اصولی طور پر آپ کا راستہ انبیاء سابقین علیہم السلام کے راستے سے جدا نہیں۔ رہا فروعی اختلاف تو وہ پہلے بھی تھا اور اب بھی اس کے واقع ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں حدیث شریف میں آیا ہے کہ

دينهم واحد وامهاتهم شتّٰى

انبیاء کا دین ایک ہے اور ان کی مائیں مختلف ہیں۔ قرآن بار بار پکار کر کہہ رہا ہے کہ یہ وہی دین ہے جس کی وصیت انبیاء سابقین علیہم السلام فرماتے رہے۔ مختصر یہ کہ اگر انبیاء سابقین کی تعلیمات مردہ قرار دے دی جائیں تو رسول اللہ ﷺ کو ان کی سیرت کی اقتداء کا حکم کیسے دیا جاسکتا ہے۔ اس حکم سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی سیرتیں اور ان کی کل تعلیمات رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود ہیں اور حضور ﷺ سب کی سیرتوں کے جامع ہیں۔ اسی طرح کتب سابقہ کی تعلیمات کا حامل قرآن مجید ہے۔ اسی لئے قرآن مجید کو مُہیمن کہا گیا ہے۔ جس کے معنیٰ "امین" ہیں یعنی انبیاء سابقین علیہم السلام کی کتابوں کی امانتیں قرآن مجید کے اندر محفوظ ہیں۔ مختصر یہ کہ کتب سابقہ اور انبیاء سابقین علیہم السلام کی تعلیمات کو بالکل معدوم قرار دینا صحیح نہیں ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کی اقوام انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات سے بے بہرہ ہوگئیں اور ان کے پاس انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کا وجود باقی نہ رہا۔ ایسی صورت میں ان تعلیمات کا معدوم ہو جانا ان اقوام کی موت ہوگی جو ان تعلیمات سے محروم ہوگئیں۔ تعلیمات انبیاء علیہم السلام کے فقدان کو انبیاء کی موت قرار دینا انبیاء علیہم السلام کی شان میں سوء ادبی اور گستاخی ہے۔ سب نبیوں کی صالحیت پاکیزگی نذارہ وتبشیر اور دعوت الی الحق اور ان کے اصول وعقائد اور دین کا جامع بیان قرآن پاک اور سیرت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ضمن میں قطعاً محفوظ اور زندہ ہے۔

←

....

اس لئے وہ سب انبیاء علیہم السلام اس اعتبار سے بھی یقیناً زندہ ہیں۔ باعتبار مذکور اگر مردہ کہا جا سکتا ہے تو انہی اقوام کو جو ان انبیاء علیہم السلام کے دین پر ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود ان کی حقیقی تعلیمات سے یکسر خالی ہو چکی تھیں۔ اقوام کی موت کو انبیاء کے سرتھوپنا اور یہ کہنا کہ پچھلے انبیاء مر گئے خوف ناک قسم کی بے باکی اور شان نبوت میں سوء ادبی ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک

حیات محمدی کی جامعیت

حضرت محمد ﷺ تمام جہانوں کیلئے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا (الفرقان ۱)

اور خود رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ارسلت الی الخلق کافۃ (مسلم شریف)

رسالت رسول اور مرسل الیہ کے مابین ایک علمی اور عملی قسم کا مخصوص رابطہ ہے جس کے بغیر رسالت کا کوئی تصور قائم نہیں ہو سکتا۔ یہ الگ بات ہے کہ مختلف جہانوں کے مرسل الیہم کے احوال و کیفیات کے اختلاف اور تفاوت کی وجہ سے اس رابطہ اور تعلق کی نوعیت مختلف اور جداگانہ ہو لیکن فی نفسہ اس تعلق کا وجود رسالت کے لئے ضروری ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تمام جہانوں کے لئے اسی وقت رسول ہو سکتے ہیں۔ جبکہ ان کا یہ رابطہ ہر جہان والوں کے ساتھ قائم ہو۔ علمی اور عملی رابطہ "حیات کا" مقتضی ہے۔ اس لئے عموم رسالت کے اعتقاد کے ساتھ یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ایسی جامع اور کامل حیات کے ساتھ متصف ہیں جو ہر عالم کے حسب حال ہے۔

سردست ہم تینوں عالموں کو سامنے رکھتے ہیں۔ دنیا، برزخ اور آخرت عموم رسالت کا وصف دائمی ہے۔ جب حضور ﷺ دنیا میں جلوہ گر تھے، تب ہی تینوں جہانوں کے رسول تھے اور برزخ میں جلوہ افروز ہو کر بھی حسب سابق عوالم ثلاثہ کے رسول رہے اور عالم آخرت میں رونق افروز ہونے پر بھی عموم رسالت منفی نہیں ہو سکتا یہ الگ بات ہے کہ کسی وقت آخرت کے سوا کوئی دوسرا عالم باقی نہ رہے کیونکہ یہ عدم بقاء عالم عموم رسالت پر اثر نہیں ڈال سکتا اس کی مثال تو ایسی ہے کہ جیسے چمکتے ہوئے سورج کے سامنے دس آئینے رکھ دیئے جائیں تو سب اس کے نور سے چمک جائیں گے لیکن اگر ان سب کو یا ان میں سے بعض کو اٹھا لیا جائے تو آفتاب کی چمک بدستور اپنے حال پر باقی رہے گی۔
مختصر یہ کہ حضور ﷺ کی ذات مقدسہ میں ہر وقت ہر عالم کے مناسب حیات کا پایا جانا ضروری ہے تاکہ مرسل الیہم کے ساتھ رسالت کا رابطہ قائم ہو سکے۔ مثلاً اگر حضور ﷺ دنیا میں ہوں تو دنیا برزخ اور آخرت تینوں جہانوں کے مناسب حیات سے متصف ہوں گے۔ اسی طرح برزخ میں رونق افروز ہوں تو برزخ دنیا اور آخرت کے لائق حیات کے حامل ہوں گے۔ علیٰ ہذا آخرت میں جلوہ گر ہوں تب بھی ایسی حیات سے موصوف ہوں گے جو ہر عالم کے حسب حال ہو۔

اللہ تعالیٰ نے باقی مخلوقات کو خاص خاص ماحول کے مناسب حیات بخشی ہے۔ چنانچہ پانی کی مخلوق آگ میں اور ہوا کی مخلوق پانی میں ←

....

زندہ نہیں رہ سکتی ۔حتیٰ کہ جبرائیل علیہ السلام کیلئے بھی ایک مخصوص ماحول سے آگے زندہ رہنا ممکن نہیں ۔ اس لئے انہوں نے شب معراج عرض کر دیا کہ "لَوْ تَجَاوَزْتُ اَنْمُلَةً لَاحْتَرَقْتُ" یعنی اگر اپنے ماحول سے ذرا بھی آگے بڑھوں جل کر خاک ہو جاؤں ۔مگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام خصوصاً حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو ایسی حیات کاملہ جامعہ عطا فرمائی گئی جو ہر عالم کے ہر ماحول سے پوری طرح مناسبت رکھتی ہے۔ اس کی وجہ وہی تعلق نبوت اور رابطہ رسالت ہے جو علم وعمل کی بنیادوں پر قائم ہوتا ہے۔ اور علم وعمل ہی حیات ہے۔ اس لئے جہاں تک ان کے علم وعمل کا تعلق ہوتا ہے۔ وہاں تک ان کی حیات پہنچتی ہے۔ دیکھئے قرآن مجید میں ہے کہ یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں بھی زندہ رہے اور اگر تسبیح کی شرط نہ پائی جاتی تو قیامت تک بطن حوت ہی میں ٹھہرے رہتے۔

بخاری شریف میں حدیث موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی معیت میں دو قبروں کے پاس سے گزرے ان دونوں قبروں والوں کو عذاب ہو رہا تھا۔ حدیث کے الفاظ ہیں: فَسَمِعَ صَوْتَ اِنْسَانَیْنِ یُعَذَّبَانِ فِیْ قُبُوْرِهِمَا حضور ﷺ نے دو انسانوں کی آواز سنی جنہیں ان کی قبروں میں عذاب دیا جا رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ وہاں ٹھہر گئے۔ صحابہ کرام سے فرمایا یہ دونوں قبروں والے عذاب قبر میں مبتلا ہیں اور کسی بڑی بات میں عذاب نہیں دیئے جا رہے۔ ایک ان میں سے پیشاب کرتے وقت چھینٹوں سے پرہیز نہیں کرتا تھا۔ دوسرا چغل خوری کرتا تھا۔ حضور ﷺ نے کھجور کی ایک ٹہنی منگائی اور اس کے دو ٹکڑے کئے دونوں قبروں پر ایک ایک ٹکڑا رکھ دیا اور فرمایا جب تک یہ خشک نہ ہوں ان کی تسبیح کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان دونوں کے عذاب میں تخفیف فرمائے گا۔

رسول اللہ ﷺ دنیا میں تشریف فرما تھے اور قبروں والوں کو عالم برزخ میں عذاب ہو رہا تھا۔ حضور ﷺ نے ان کی آواز اپنے مبارک کانوں سے سنی۔ پھر یہ بھی بتایا کہ ان دونوں کو عذاب کس وجہ سے ہو رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ جیسے دنیاوی حیات سے متصف ہیں اسی طرح برزخ والوں کی حیات سے بھی متصف تھے۔ ورنہ اس عالم کی آوازوں کا سننا اور وہاں کے حقائق و رموز کا جاننا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ پھر کھجور کی ٹہنی کے دو ٹکڑے دونوں قبروں پر رکھ کر ان کی تسبیح کی وجہ سے قبروں والوں کے عذاب میں تخفیف کا اظہار فرمانا اپنے عمل سے انہیں فائدہ پہنچانا ہے۔

اہل برزخ سے یہ علم وعمل کا رابطہ اس امر کی روشن دلیل ہے کہ برزخ والوں کی حیات بھی حضور ﷺ کی ذات مقدسہ میں پائی جاتی تھی۔

اس واقعہ میں ایک اور لطیف اشارہ پایا جاتا ہے اور وہ یہ کہ اس وقت رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ تھے۔

حضور ﷺ نے ہر دو معذب انسانوں کی آواز سن کر صحابہ کرام کو بتایا پھر اسباب عذاب کا اظہار فرما کر گویا اس امر کی طرف اشارہ فرمایا کہ اے میرے صحابہ عالم دنیا میں اس وقت میں تمہارے ساتھ ہوں مگر یہ نہ سمجھنا کہ میں اسی عالم میں صرف تمہارے ہی ساتھ ہوں اس کے علاوہ کسی عالم میں کسی کے ساتھ نہیں بلکہ دنیا میں تمہارے ساتھ ہونے کے باوجود عالم برزخ میں برزخ والوں کے ساتھ بھی ہوں اور ان کے حال سے خبردار ہوں اور ان کے دکھ درد میں ان کا حامی و مددگار رہوں۔

نیز یہ کہ میں جس طرح دنیا میں ہو کر برزخ سے دور نہیں اسی طرح جب برزخ میں جلوہ گر ہوں گا تو تم سے دور نہ ہوں گا اور تمہارے ←

حال سے بھی اسی طرح باخبر رہوں گا جیسے اب اہل برزخ کے حال سے باخبر ہوں اور تمہارے دکھ درد میں ایسے ہی تمہارا حامی و مددگار ہوں گا جیسے دنیا میں ہو کر برزخ والوں کا حامی اور مددگار ہوں۔
اس کے بعد عالم آخرت کی طرف آئیے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دنیاوی حیات میں جس طرح عالم برزخ کی حیات کے حامل تھے۔ اسی طرح عالم آخرت کی حیات بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ میں پائی جاتی تھی۔ شب معراج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آسمانوں پر جلوہ گر ہونا انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات فرمانا اور سفر معراج میں تمام پیش آنے والے واقعات اس امر کی روشن دلیل ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیاوی حیات کے ضمن میں اخروی حیات سے بھی متصف تھے۔ مختصر یہ کہ جس طرح عالم دنیا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم برزخ و آخرت کی حیات سے خالی نہ تھے۔ اسی طرح اب عالم برزخ میں دنیاوی حیات سے بھی خالی نہیں۔ وہو المراد۔

حیات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتاب کی شعاعیں

اس حیثیت سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اصل کائنات ہیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مقدسہ آسمان وجود ممکنات کا چمکتا ہوا آفتاب ہے۔ مخلوقات کے تمام انواع و افراد بمنزلہ آئینوں کے ہیں۔ ہر آئینہ اپنے مقام پر مخصوص کیفیت اور جداگانہ قسم کی استعداد کا حامل ہے۔ اس لئے ہر فرد اپنے حسب حال اس آفتاب حیات سے اکتساب حیات کر رہا ہے۔ خلق و امر، اجسام و ارواح، اعیان و معانی، ارض و سما، تحت و فوق سب کا نور حیات اسی آفتاب حیات محمدی کی شعاعیں ہیں البتہ عالم ممکنات کا اس معدن حیات سے قرب و بعد اور افراد کائنات میں استعداد کی قوت و ضعف مراتب حیات میں ضرور موجب تفاوت ہے نفس حیات سب میں پائی جاتی ہے۔ لیکن ہر ایک کی حیات اس کے حسب حال ہے۔ مومن ہو یا کافر نیک ہو یا بد ہر ایک کا مبداء فیض حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے آفتاب حیات سے ہر ایک میں حیات کی روشنی پائی جاتی ہے۔ آفتاب غروب ہو جائے تو تمام آئینے نور سے محروم ہو جائیں آئینوں میں نور کا پایا جانا آفتاب کے چمکنے کی دلیل ہے۔ اسی طرح عالم ممکنات کے کسی ایک ذرہ میں نور حیات کا پایا جانا آفتاب حیات محمدی کے موجود ہونے کی دلیل ہے۔
یوں سمجھئے کہ ایک بہت بڑا کارخانہ جس میں ہزاروں قسم کے کام ہوتے ہیں۔ سینکڑوں مشینیں لگی ہوئی ہیں۔ ہر ایک مشین اپنی نوعیت کا جداگانہ کام کر رہی ہے۔ کہیں کپاس صاف ہو رہی ہے۔ کہیں روئی کی گانٹھیں تیار ہو رہی ہیں۔ کوئی مشین سوت کات رہی ہے۔ کسی میں کپڑا بنا جا رہا ہے۔ کہیں آٹا پس رہا ہے۔ پھر وہاں بے شمار بلب لگے ہوئے ہیں۔ ہر بلب جداگانہ پاور کا ہے۔ ان کا رنگ بھی مختلف ہے۔ پھر کسی مشین سے کہیں پانی گرم ہو رہا ہے، کسی جگہ برف جمائی جا رہی ہے۔ کوئی مشین آگ پیدا کر رہی ہے۔ کوئی پانی کھینچ رہی ہے۔ کسی کی رفتار ہلکی ہے کوئی تیز رفتار ہے۔ ان سب کی حرکت اور ہر ایک کا کام ایک دوسرے سے مختلف ہے لیکن حرکت و عمل کی قوت کا مرکز ایک پاور ہاؤس ہے جو ہر ایک کو اس کی استعداد اور اس کے حال کے موافق حرکت و عمل کی قوت تقسیم کر رہا ہے۔ اگر پاور ہاؤس ختم ہو جائے تو تمام کارخانہ معطل ہو کر رہ جائے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انما اللہ یعطی وانا قاسم وخازن

....

بے شک اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور میں تقسیم کرنے والا اور خازن ہوں۔

اس تمثیل سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ مومنین وشہدا اور انبیاء کی حیات کا تفاوت اسی عمل پر مبنی ہے۔ یہاں اتنی بات اور عرض کردوں کہ بسا اوقات نفس حیات ہوتی ہے۔ مگر منافع حیات نہیں ہوتے۔ اس وجہ سے حیات کی نفی کردی جاتی ہے۔ مگر اس نفی سے نفی حیات مراد نہیں ہوتی بلکہ منافع حیات کا انتفاء مراد ہوتا ہے۔ ناواقف لوگ اصل حیات کی نفی سمجھ لیتے ہیں۔ اس غلطی میں اکثر لوگ مبتلا ہیں۔ انہیں قرآن مجید کی اس آیت کو دیکھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى (س: طٰہٰ آیت ۷۴)

کافر دوزخ میں نہ مرے گا نہ جئے گا۔ موت کی نفی تو ظاہر ہے "هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ" مگر حیات کی نفی محض اس لئے فرمائی گئی کہ دوزخ میں منافع حیات منتفی ہوں گے۔

ایک شبہ کا ازالہ

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب کافر بھی قبر میں زندہ ہوتے ہیں تو قبر کی زندگی میں کیا فضیلت ہوئی؟ ان کا جواب بھی گزشتہ بیان میں آگیا۔ وہ یہ کہ کافر قبر میں زندہ ضرور ہے، مگر معذب ہونے کی وجہ سے منافع حیات سے محروم ہے۔

عذاب قبر

کفار کا قبروں میں زندہ ہونا اور انہیں عذاب دیا جانا بے شمار دلائل سے ثابت ہے۔ سردست ہم ایک روایت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الحاوی للفتاویٰ سے پیش کرتے ہیں۔ جو ناظرین کیلئے مزید معلومات کا موجب ہوگی۔

واخرج ابن ابی الدنیا فی کتاب القبور و الطبرانی فی الاوسط عن ابن عمر قال بینا انا اسیر بجنبات بدر اذخرج رجل من حفرۃ فی عنقہ سلسلۃ فنادانی یا عبداللہ اسقنی و خرج رجل آخر من تلک الحفرۃ فی یدہ سوط فنادانی یا عبداللہ لا تسقہ فانہ کافر ثم ضربہ بالسوط حتی عاد الی حفرتہ فاتیت النبی ﷺ فاخبرتہ فقال لی اوقد رایتہ قلت نعم قال ذالک عدو اللہ ابو جھل و ذاک عذابہ الی یوم القیامۃ (الحاوی للفتاویٰ جلد ۲ ص ۲۶۸ طبع مصر)

ابن ابی الدنیا نے کتاب القبور میں اور طبرانی نے اوسط میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ میں نواح بدر میں جا رہا تھا کہ اچانک قبر کے ایک گڑھے سے ایک شخص نکلا جس کی گردن میں زنجیر تھی اس نے مجھے آواز دے کر کہا اے عبداللہ! مجھے پانی پلا۔ اسی گڑھے سے ایک اور شخص برآمد ہوا جس کے ہاتھ میں کوڑا تھا اس نے مجھے پکار کر کہا اے عبداللہ! اسے پانی نہ پلانا یہ کافر ہے پھر اسے کوڑا مارتا رہا یہاں تک کہ وہ اپنے گڑھے کی طرف واپس لوٹ گیا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا پھر میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے یہ واقعہ حضور ﷺ کے سامنے عرض کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا، کیا تو نے اسے دیکھا؟ میں نے عرض کیا، ہاں حضور! میں نے اسے دیکھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، وہ اللہ کا دشمن ابو جہل تھا اور وہ اس کا عذاب تھا جو اسے ←

قیامت تک ہوتا رہے گا۔ (انتہی) الحاوی للفتاوی جلد نمبر ۲ ص ۲۶۸

قرآن وحدیث میں حضور ﷺ کی موت کا بیان اور اس کی حقیقت

اب اس کے بعد ایک مستقل بحث پیش نظر ہے اور وہ یہ کہ قرآن مجید اور احادیث شریفہ میں عام نصوص سے بھی انبیاء علیہم السلام اور حضور ﷺ کی موت و وفات ثابت ہے اور خاص رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بھی ایسی نصوص موجود ہیں جو قطعی طور پر حضور ﷺ کی موت کو ثابت کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ (آل عمران ۱۴۴) دوسری جگہ فرمایا: اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (الزمر ۳۰) عام نصوص میں كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ (آل عمران ۱۸۵) ایک ہی آیت اثبات مدعا کیلئے کافی ہے پھر عزیر علیہ السلام کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ (البقرہ ۲۵۹)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کو مرنے کے بعد کسی قسم کا علم و ادراک نہیں ہوتا یہی ان کی موت ہے اس کے بعد احادیث کی طرف آیئے تو رسول اللہ ﷺ نے خود اپنے متعلق ارشاد فرمایا۔ انی مقبوض علاوہ ازیں حضور ﷺ کی موت کا واقعہ کوئی ایسا واقعہ نہیں جس کا انکار کیا جائے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خطبہ "من کان یعبد محمدا فان محمدا قد مات" کتب احادیث میں مشہور و معروف ہے۔ ایسی صورت میں حیات انبیاء کا عقیدہ کیونکر درست ہوسکتا ہے؟

اس کے جواب میں گزارش ہے۔ کہ ہماری گفتگو اس بات میں نہیں کہ انبیاء علیہم السلام یا خاص طور پر ہمارے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر موت طاری ہوئی یا نہیں۔ ہم سب انبیاء علیہم السلام اور بالخصوص رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے حق میں موت طاری ہونے پر ایمان رکھتے ہیں۔ گفتگو اس بات میں ہے کہ موت طاری عادی تھی یا حقیقی؟ نیز یہ کہ اس موت کے بعد حیات ملی یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی تمام نصوص کا مفاد صرف اتنا ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر موت طاری ہوئی اور ان کی ارواح مقدسہ ان کے اجسام مطہرہ سے قبض کی گئیں۔ یہ کس آیت یا حدیث میں آیا ہے کہ قبض روح کے ساتھ حس و ادراک بھی باقی نہ رہا کیا معترض کے نزدیک روح اور حیات میں ملازمۃ عقلیہ ہے؟

ہم نہایت وضاحت کے ساتھ ثابت کر چکے ہیں کہ روح اور حیات کے مابین عقلاً کوئی ملازمہ نہیں صرف ملازمۃ عادیہ ہے جو خرق عادت کے ساتھ منتفی ہوسکتی ہے یعنی یہ ممکن ہے کہ روح قبض ہونے کے بعد بھی جسم میں حیات باقی رہے۔ روح کا قبض ہونا مضمون نصوص کی صحت کیلئے کافی ہے۔ یہ ہرگز نہیں کہ قبض روح کے ساتھ علم و ادراک، قوت واحساس اور سمع و بصر کا منتفی ہونا بھی مضمون نصوص موت کی صحت کے لئے ضروری ہو۔ ومن ادعی فعلیہ البیان لہٰذا قرآن وحدیث کی کوئی نص ہمارے عقیدہ حیات النبی ﷺ کے منافی نہیں بلکہ اگر ادنیٰ تامل سے کام لیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ انبیاء علیہم السلام کی موت عوام کی موت سے مختلف ہوتی ہے اور ممکن ہے کہ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ میں رسول اللہ ﷺ کو اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرمانے کیلئے دوسروں سے الگ کر کے ذکر فرمایا ہو ←

....

ورنہ اِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ کی بجائے اگر اِنَّکُمْ مَّیِّتُوْنَ فرمایا جاتا تو اس میں رسول اللہ ﷺ بھی شامل ہو جاتے اور مختصر کلام میں سب کے لئے موت کا حکم ثابت ہو جاتا۔ جیسا کہ اس کے بعد "ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عِنْدَ رَبِّکُمْ تَخْتَصِمُوْنَ۔ (الزمر ۳۱) میں دوسروں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو بھی شامل فرمالیا گیا ہے۔ مگر موت کا حکم لگانے میں اِنَّکَ مَیِّتٌ الگ فرمایا اور اِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ (علیحدہ) ارشاد ہوا تاکہ سننے والے سمجھ جائیں کہ رسول اللہ ﷺ کی موت دوسروں کی موت سے الگ ہے۔

حضور ﷺ کی موت ہماری موت سے بوجوہ ذیل مختلف ہے۔

۱۔ حضور سید عالم ﷺ کو اختیار تھا کہ حضور دنیا میں رہیں یا رفیق اعلیٰ کی طرف تشریف لے جائیں لیکن ہمیں دنیا میں رہنے یا آخرت کی طرف جانے میں کوئی اختیار نہیں ہوتا بلکہ ہم موت کے وقت سفر آخرت پر مجبور ہوتے ہیں۔ (بخاری شریف)

۲۔ غسل کے وقت ہمارے کپڑے اتارے جاتے ہیں لیکن رسول اللہ کو انہیں کپڑوں میں غسل مبارک دیا گیا۔ جن میں حضور ﷺ نے وصال فرمایا تھا۔ (بخاری شریف)

۳۔ حضور ﷺ کی نماز جنازہ ہماری طرح نہیں پڑھی گئی بلکہ ملائکہ کرام، اہل بیت عظام اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے جماعت کے بغیر الگ الگ حضور ﷺ پر نماز پڑھی اور اس پر معروف دعائیں بھی نہیں پڑھیں بلکہ حضور ﷺ کی تعریف و توصیف کے کلمات طیبات عرض کئے گئے اور درود شریف پڑھا گیا۔ (مواہب اللدنیہ)

۴۔ ہماری موت کے بعد جلدی دفن کرنے کا تاکیدی حکم ہے لیکن حضور ﷺ وصال کے بعد سخت گرمی کے زمانہ میں پورے دو دن کے بعد قبر میں دفن کئے گئے۔ (زرقانی شریف)

۵۔ حضور ﷺ کا مدفن مبارک بحکم شرع وہی مقام رہا جہاں حضور ﷺ نے وصال فرمایا تھا۔ ہمارے لئے یہ حکم نہیں ہے۔

(زرقانی شریف)

۶۔ ہماری موت کے بعد ہماری میراث تقسیم ہوتی ہے حضور ﷺ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ (بخاری شریف)

۷۔ ہمارے مرنے کے بعد ہماری بیویاں ہمارے عقد نکاح سے باہر ہو جاتی ہیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات ہمیشہ حضور ﷺ کے نکاح میں باقی ہیں اور ابد تک یہ حکم جاری رہے گا۔ (قرآن مجید)

ایک شبہ کا ازالہ

بعض لوگ انتہائی دریدہ دہنی کے ساتھ کہہ دیا کرتے ہیں کہ اگر حضور ﷺ کو تم زندہ مانتے ہو تو نعوذ باللہ صحابہ کرام نے حضور کو زندہ درگور کر دیا؟ نیز یہ کہ حضور ﷺ زندہ ہیں تو ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، اور علی المرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین خلیفہ کیسے ہو گئے۔

گذشتہ صفحات کو غور سے پڑھا جائے تو اس شبہ کا ازالہ خود بخود ہو جاتا ہے۔ ناظرین کرام ہمارے مضمون میں پڑھ چکے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کیلئے موت عادی اور حیات حقیقی تسلیم کرتے ہیں۔ غسل، کفن، دفن، خلافت، سب امور موت عادی کا مقتضیٰ ہیں اور اس ←

....

ضمن میں حضور ﷺ کے جملہ امتیازی امور حیات حقیقی پر مبنی ہیں اور لوازمات حیات بعد الموت کی نوعیت لوازمات حیات قبل الموت سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ اختلاف نوعیت ہمارے مدعا کو مضر نہیں۔ البتہ وہ امور جو بمقتضائے حیات حقیقی ہیں منکرین حیات کے انکار کو یقیناً باطل قرار دیتے ہیں۔

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خطبہ

رہا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خطبہ تو اس کا بھی یہی مقصد ہے اور ابانۃ الروح عن الجسد کے معنی میں حضور ﷺ کیلئے اس میں موت کا بیان ہے۔ ہم نے جس حیات کو روح کے بغیر ثابت مانا ہے۔ اس کی نفی کہاں وارد ہوئی ہے۔ پھر یہ کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اسی خطبہ میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ

لن یجمع اللہ علیک موتتین۔ اے آقا ﷺ اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔

دوسری موت سے حیات بعد الموت کے بعد آپ کو جو حیات ملے گی اس کے بعد آپ پر کوئی موت نہیں آئے گی۔

(دیکھئے قسطلانی جلد ۶ ص ۴۰۷ طبع مصر)

وصیت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت جو انہوں نے اپنے وصال سے قبل فرمائی تھی اس بات کی روشن دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کو قبر انور میں زندہ مانتے ہیں۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۶۸۵ پر فرماتے ہیں: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی کہ میرا جنازہ حضور ﷺ کے حجرہ مبارکہ کے سامنے رکھ دینا اگر دروازہ کھل جائے اور قبر انور سے آواز آئے کہ ابوبکر کو اندر لے آؤ تب تو مجھے حجرہ مبارکہ میں دفن کرنا ورنہ عام مومنین کے قبرستان میں دفن کر دینا چنانچہ ایسا ہی ہوا جب حجرہ مبارکہ کے سامنے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جنازہ رکھا گیا تو دروازہ کھل گیا اور قبر انور سے آواز آئی: ادخلوا الحبیب الی الحبیب

اگر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور ﷺ کی حیاۃ بعد الممات کے قائل نہ ہوتے تو اس وصیت کے کیا معنی؟

عزیر علیہ السلام کا واقعہ

رہا عزیر علیہ السلام کا واقعہ تو سب سے پہلے تو یہ عرض کروں گا کہ قرآن مجید میں حضرت عزیر علیہ السلام کا نام نہیں آیا۔ قرآن میں اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰى قَرْیَةٍ کے الفاظ ہیں اور اَلَّذِیْ سے کون مراد ہے؟ اس میں مفسرین نے بہت اختلاف کیا ہے۔ عطاء نے کہا کہ ارمیاء مراد ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ عزیر مراد ہیں۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ اَلَّذِیْ سے رجل کافر مراد ہے۔ (دیکھئے تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۴۸۳ طبع مصر) ایسی صورت میں حیات انبیاء کے خلاف اس آیت کو پیش کرنا کیسی شدید حماقت ہے اور اگر بالفرض مان بھی لیا جائے۔ کہ اَلَّذِیْ سے حضرت عزیر علیہ السلام ہی مراد ہیں تب بھی مخالفین کو کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا کیونکہ اس آیت سے زیادہ سے زیادہ حضرت عزیز علیہ السلام کی ایک واقعہ سے لاعلمی ثابت ہوگی اور لاعلمی عدم حیاۃ کو مستلزم نہیں۔ آپ لوگ رسول اللہ ﷺ کی حیات دنیا کے زمانہ میں کئی واقعات سے ←

....

حضور کی لاعلمی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اس وقت حضور ﷺ کو زندہ بھی مانتے ہیں۔تو کیا آپ ہی کے مسلک پر یہ ممکن نہیں کہ عزیر علیہ السلام کو موت کے بعد حیات بھی حاصل ہو اور اس حیات میں ایک واقعہ سے وہ لاعلم بھی ہوں؟

رہا ہمارا مسلک تو ہم لاعلمی کی بجائے عدم التفات کا قول کریں گے اور یہ کہیں گے کہ عزیر علیہ السلام چونکہ عالم برزخ میں مشغول تھے اس لئے انہیں دنیا کے زمانہ طویلہ اور سو سال کی مدت کی طرف التفات نہ ہوا۔اس لئے انہوں نے "یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ" کہہ دیا۔اس واقعہ سے حیات بعد الموت کی نفی کس طرح ثابت ہوگئی۔

اس آیت پر کسی دوسری جگہ ہم نے طویل کلام کیا ہے اس لئے یہاں قدر ضرورت پر اکتفا کرتے ہیں۔

شہداء کی ازواج نکاح کرسکتی ہیں، ان کا ترکہ تقسیم ہوتا ہے

ہم بارہا عرض کر چکے ہیں کہ شہداء وانبیاء علیہم السلام پر موت بھی آتی ہے اور انہیں حیات بعد الممات بھی عطاء کی جاتی ہے۔دنیا میں ان پر موتی کے جس قدر احکام جاری ہوتے ہیں۔وہ سب قبض روح کی وجہ سے ہیں۔باقی رہی حیات تو بعض امور میں اس کے احکام بھی مرتب ہوتے ہیں۔مثلاً حنفیہ کے نزدیک شہدا کو غسل میت نہ دیا جانا اور شافعیہ کے نزدیک غسل اور نماز دونوں کا نہ ہونا۔

ازواج ومیراث کے مسئلہ کو بھی حیات میں ضرور دخل ہے لیکن اس مسئلہ میں انبیاء اور شہداء کے درمیان جو فرق ہے وہ نفس حیات کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کا منبع درجات حیات کا تفاضل اور تفاوت ہے۔

ان تمام بحثوں کے بعد انبیاء علیہم السلام کے اجساد کریمہ کا ان کی قبور منورہ میں محفوظ رہنے کا مسئلہ بھی سامنے آجاتا ہے۔دلائل کی روشنی میں ہمارا مسلک یہ ہے کہ صرف انبیاء نہیں بلکہ بعض شہداء اور صالحین اور علماء کے اجسام شریفہ بھی گلنے سڑنے اور خراب ومتغیر ہونے سے صحیح و سالم رہتے ہیں۔

صرف یہی نہیں بلکہ فرعون کے جسم کا سالم رہنا بھی قرآن مجید سے ثابت ہے فرق یہ ہے کہ فرعون کا جسم اہانت کے لئے سالم رکھا گیا کہ اس کا جسم دیکھ کر لوگوں کو عبرت ہو اور وہ سمجھیں کہ خدا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کرنے والوں کا ایسا ہی انجام ہوتا ہے چنانچہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً (یونس:۹۲،پ۱۱)

آج ہم تجھ کو تیرے بدن کے ساتھ نجات دیں گے۔تاکہ تو اپنے پچھلوں کے لئے "ہمارے عذاب" کا نشان ہوجائے۔

تحقیق جدید سے معلوم ہوا کہ فرعون کی لاش آج تک محفوظ چلی آتی ہے۔اور یہ اس کی انتہائی اہانت کا موجب ہے کہ جو بھی اسے دیکھتا ہوگا اس کے ذہن میں فوراً یہ بات مرکوز ہوجاتی ہوگی کہ یہی ہے اللہ اور اس کے رسول کا باغی جو اپنے جرائم اور معاصی کیوجہ سے اللہ کے عذاب میں مبتلا ہوکر ہلاک ہوا لیکن انبیاء علیہم السلام کے اجسام کریمہ کمال عزت اور انتہائی عظمت کا نشان بن کر صحیح وسالم رہتے ہیں کہ جس ذہن میں بھی ان کے مبارک جسموں کے صحیح وسالم رہنے کا تصور آتا ہے وہ ساتھ ہی اس حقیقت سے روشناس ہوجاتے ہیں کہ یہ اجسام مقدسہ ←

....

ان پاکیزہ اور نورانی ہستیوں کے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے منصب نبوت و رسالت پر فائز ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو حیات ابدی کے ساتھ زندگی بخشی۔

کمال عزت وعظمت کے ساتھ اجساد انبیاء علیہم السلام کا محفوظ رہنا بھی قرآن مجید سے ثابت ہے۔

سلیمان علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ (سبا آیت ۱۴)

پھر جب ہم نے ان پر موت واقع کر دی تو جنات کو ان کی موت پر کسی نے رہنمائی نہ کی۔ سوائے دیمک کے کیڑوں کے کہ وہ دیمک کے کیڑے ان کے عصا کو کھاتے رہے۔ جب عصا کے دیمک خوردہ ہو کر گر جانے کی وجہ سے سلیمان علیہ السلام گرے تو جنوں کو معلوم ہوا کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو ذلت کے عذاب میں اتنے عرصے تک مبتلا نہ رہتے۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام جو عصا کا سہارا لگائے کھڑے تھے اپنی حشمت وشوکت کے ساتھ جنات سے کام لے رہے تھے۔ اسی حال میں انہیں موت آگئی اور موت کے بعد اسی عصا کے سہارے اتنے طویل عرصہ تک کھڑے رہے کہ عصا کو دیمک لگ گئی اور اس دیمک نے عصا کو یہاں تک کھالیا کہ وہ ٹھہر نہ سکا اور اس کے ساتھ ہی سلیمان علیہ السلام کا جسم مبارک بھی زمین پر آپڑا۔

تفاسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک سال کی مدت تھی اگر تفاسیر سے قطع نظر بھی کر لیا جائے تو الفاظ قرآن سے اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ وہ مدت چند روز کی نہ تھی بلکہ اتنا طویل زمانہ تھا جس میں کام کرنے کو جنات جیسی قوی ہیکل اور سخت جان مخلوق کیلئے "مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ ازروئے قرآن کریم انبیاء علیہم السلام کے اجساد کریمہ کا عرصہ دراز تک صحیح سالم رہنا حق اور درست ہے۔

اسی طرح یونس علیہ السلام کا واقعہ قرآن کریم میں مذکور ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ" (صٰفٰت ۱۴۴) کہ یونس علیہ السلام جنہیں مچھلی نے نگل لیا تھا اور وہ کچھ عرصہ تک مچھلی کے پیٹ میں رہ کر زندہ اور صحیح سالم نکل آئے۔ اگر مُسَبِّحِيْنَ میں سے نہ ہوتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ ہی میں ٹھہرے رہتے۔

ظاہر الفاظ قرآن سے واضح ہوتا ہے کہ یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں قیامت تک صحیح سالم ٹھہرے رہتے اور قیامت کے دن جب دوسرے لوگ اپنی قبروں سے نکلتے تو یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے باہر آتے۔

قرآن کریم کے بعد احادیث شریفہ کو دیکھا جائے تو انبیاء علیہم السلام کے مبارک جسموں کے صحیح سالم رہنے کی دلیل میں بکثرت احادیث ملیں گی۔ جن میں سے بعض حدیثیں گزشتہ صفحات میں ہم بیان کر چکے ہیں اور ایک حدیث حضرت دانیال علیہ السلام کے جسم اقدس کے متعلق اس وقت پیش کرتے ہیں۔

←

....

البدایہ والنہایہ میں بروایت یونس بن بکیر حضرت ابو العالیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ہم نے قلعہ تستر فتح کیا تو ہرمزان کے گھر کے مال ومتاع میں ایک تخت پایا جس پر ایک آدمی کی میت رکھی ہوئی تھی اور اس کے سر کے قریب ایک مصحف تھا ہم نے وہ مصحف اٹھا کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بھیج دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت کعب کو بلایا۔ انہوں نے اس کو عربی میں لکھ دیا۔ کل عرب میں میں پہلا آدمی ہوں جس نے اس کو پڑھا میں نے اسے اس قرآن کی طرح پڑھا۔ ابو خالد بن دینار کہتے ہیں، میں نے ابو العالیہ سے کہا اس صحیفہ میں کیا تھا انہوں نے کہا تمہارے احوال، امور اور تمہارے کلام کے لہجے اور آئندہ ہونے والے واقعات ہیں۔ میں نے کہا تم نے اس آدمی کا کیا کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے دن کے وقت متفرق طور پر تیرہ قبریں کھودیں جب رات آئی تو ہم نے انہیں دفن کر دیا اور تمام قبروں کو برابر کر دیا تا کہ وہ لوگوں سے مخفی رہیں اور کوئی انہیں قبر سے نہ نکالنے پائے۔ میں نے کہا۔ ان سے لوگوں کی کیا امیدیں وابستہ تھیں؟ انہوں نے کہا جب بارش رک جاتی تھی تو لوگ ان کے تخت کو باہر لے آتے تھے۔ تو بارش ہو جاتی تھی۔ میں نے کہا تم اس رجل مبارک کے متعلق کیا گمان رکھتے تھے کہ وہ کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ انہیں دانیال کہا جاتا تھا۔ الخ۔ اس کے بعد اگلے صفحہ پر ایک حدیث مرقوم ہے

قال رسول اللہ ان دانیال دعا ربہ عزوجل ان یدفنہ امۃ محمد ﷺ فلما افتتح ابو موسیٰ الاشعری تستر وجدہ فی تابوت تضرب عروقہ وورید ہ (البدایہ والنہایہ، ج ۲، ص ۴۱)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دانیال علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل سے یہ دعا کی تھی کہ انہیں حضرت محمد ﷺ کی امت دفن کرے۔ جب ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے قلعہ تستر فتح کیا تو انہیں ان کے تابوت میں اس حال میں پایا کہ ان کے تمام جسم اور گردن کی سب رگیں برابر چل رہی تھیں۔ انتہیٰ

ان دونوں روایتوں سے اتنی بات بلا تردد واضح ہے کہ دانیال علیہ السلام کا جسم مبارک سینکڑوں سال گزر جانے کے باوجود صحیح سالم تھا۔ اس کے بعد یہ بات بھی ان دونوں روایتوں سے پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا توسل حق ہے اور ان حضرات کے توسل سے بارش طلب کی جاتی تھی اور لوگ سیراب بھی ہوتے تھے۔ نیز یہ کہ دانیال علیہ السلام کا جسم مبارک صد ہا برس کے بعد نہ صرف صحیح سالم تھا بلکہ اس کی نبضیں اور وریدیں بھی چل رہی تھیں۔

ایک سوال کا جواب

اس مسئلہ میں بعض لوگ یہ پوچھا کرتے ہیں کہ اگر انبیاء علیہم السلام کے اجسام کریمہ ایک لمحہ کیلئے بوسیدہ نہیں ہوتے تو انہیں بعض اوقات عظام سے کیوں تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عظام کہنے کی یہ وجہ نہیں کہ معاذ اللہ سارا بدن گلنے کے بعد ہڈیاں رہ جاتی ہیں۔ بلکہ عظام استعارہ ہے جسم کے نہ گلنے سے کہ جس طرح بعض ہڈیاں نہیں گلتیں اسی طرح انبیاء علیہم السلام کا بدن گلنے سے پاک ہوتا ہے۔ اس مقام پر لفظ عظام سے بغیر گوشت کے ہڈیاں مراد نہیں۔

←

....

رسول اللہ ﷺ کی جسمانی حقیقی حیات پر ایک اور تصریح ملاحظہ فرمایئے مواہب اللدنیہ میں ہے:

ونقل السبکی فی طبقاته عن ابن فورك انه علیه السلام حی فی قبره رسول الله ابدا الاباد علی الحقیقة لا المجاز۔ انتھی (مواہب اللدنیہ، ج ۲، ص ۵۴)

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے طبقات میں ابن فورک سے نقل کیا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر انور میں زندہ ہیں اللہ کے رسول ہیں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے آپ کا رسول ہونا حقیقت پر محمول ہے مجاز پر نہیں۔ انتہی

ابن عقیل حنبلی کا قول

امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ اس کے تحت، زرقانی علی المواہب، میں ارشاد فرماتے ہیں:

لحیاته فی قبره یصلی فیه باذان و اقامة قال ابن عقیل الحنبلی و یضاجع ازواجه و یستمتع بهن اکمل من الدنیا وحلف علی ذلك وهو ظاهر ولا مانع منه (زرقانی علی المواہب جلد ۵، ص ۱۶۹)

حضور ﷺ کا حقیقتاً رسول ہونا اس لئے ہے کہ قبر انور میں حضور ﷺ کو حیات حقیقی حاصل ہے۔ حضور ﷺ اپنی قبر انور میں اذان اور اقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ ابن عقیل حنبلی نے کہا حضور ﷺ اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ استراحت فرماتے ہیں اور ان سے ایسا استمتاع فرماتے ہیں جو دنیا سے اکمل ہے۔ ابن عقیل نے یہ بات قسم کھا کر کہی۔ امام زرقانی فرماتے ہیں اور یہ کھلی ہوئی بات ہے اس میں کوئی امر مانع نہیں۔

اللہ تعالیٰ امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کو جزاء خیر دے کہ انہوں نے وھو ظاہر ولا مانع منہ کہہ کر ابن عقیل حنبلی کے قول کو بے غبار کر دیا۔ میں ہزار مرتبہ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ابن عقیل حنبلی کے اس قول کو مکروہ نہیں جانے گا۔ مگر وہی نفس کا بندہ جو خواہشات نفسانی میں مبتلا ہے اور اللہ کے پیارے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات مقدسہ اور حضور ﷺ کے حال مطہرہ کا قیاس اپنی مکروہ ذات اور نجس حال پر کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ تو عالم دنیا میں بھی ان تمام مکروہات سے پاک رہے جن کا تصور کسی کے حق میں کیا جاسکتا ہے۔ چہ جائیکہ عالم برزخ میں تشریف لے جانے کے بعد سرکار ﷺ کی ذات مقدسہ کے حق میں کوئی سیاہ باطن اس قسم کا ناپاک تصور پیدا کرے۔

قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ انبیاء وشہداء کرام علیہم السلام جنت میں رزق دیئے جاتے ہیں اور وہ طرح طرح کی نعمتیں کھاتے اور اللہ کے دیئے ہوئے رزق سے لذتیں اٹھاتے ہیں تو کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ رزق اور نعمتیں اور ان سے لذت کا حصول دنیاوی رزق اور دنیاوی نعمتوں اور دنیا کی لذتوں کی قسم سے ہے۔ ہم اس سے پہلے بارہا تنبیہ کر چکے ہیں کہ برزخ کے حال کا قیاس دنیا کے حال پر صحیح نہیں اور وہاں کے لوازم حیات کی نوعیت دنیا کے لوازم حیات کی نوعیت سے قطعاً جداگانہ اور مختلف ہے اور اس اختلاف کی وجہ سے وہاں کی کسی چیز کا قیاس یہاں کی کسی چیز پر نہیں ہوسکتا۔

صالحین اور اہل جنت کے حق میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

←

....

وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (البقرۃ ۲۵)

جنتیوں کیلئے جنت میں ازواج مطہرہ (پاک بیویاں) ہوں گی اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ حدیث شریف میں وارد ہے:

القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفرات النیران

جب عام مؤمنین کی قبریں جنت کے باغیچے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور تو بطریقہ اولی جنت کے باغوں میں سے ایک عظیم وجلیل باغ قرار پائے گی اور جنت کے باغوں میں جنت کی ازواج سے استمتاع حقیقت ثابتہ ہے۔ اگر وہاں کوئی امر مانع نہیں تو یہاں کیونکر مانع ہوسکتا ہے۔

ابن عقیل حنبلی کے کلام میں لفظ ازواجہ میں تین احتمال نکل سکتے ہیں۔ (۱) ازواج دنیا (۲) ازواج آخرۃ (۳) ازواج مطہرہ کے حقائق لطیفہ موجود فی عالم المثال۔

لیکن کسی تقدیر پر بھی استراحت اور استمتاع کی دنیوی نوعیت کا احتمال نہیں نکل سکتا۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم برزخ میں جلوہ گر ہیں اور اس عالم کے تمام امور کی نوعیت اس عالم دنیا کی نوعیت سے مختلف اور جداگانہ ہے۔

ایک غلط روایت

بعض جہلا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی ایک غلط روایت بیان کر دیا کرتے ہیں کہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن کی بو ایسے ہی بدل جائے گی جیسے عام لوگوں کے بدن کی بو بدل جاتی ہے حالانکہ یہ روایت کذب محض اور دروغ بے فروغ ہے۔

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی روایت جو ابن ماجہ اور مراسیل ابوداؤد میں موجود ہے۔ حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا اور کسی ایسی چیز کو دیکھنے لگا جو مریض سے نکلتی ہے لیکن میں نے ایسی کوئی چیز نہ پائی۔ فَقُلْتُ طِبْتَ حَيًّا وَّمَيِّتاً تو میں نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ حیات ظاہری میں اور بعد الممات پاکیزہ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا:

وَسَطَعَتْ مِنْهُ رِيْحٌ طَيِّبَةٌ لَمْ يَجِدُوْا مِثْلَهَا قَطُّ یعنی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی پاکیزہ خوشبو مہکی جس کی مثل لوگوں نے کبھی کوئی خوشبو نہیں سونگھی تھی۔ (ابن ماجہ، ابوداؤد) (از نسیم الریاض جلد اول صفحات ۲۴۲/۲۴۳)

معلوم ہوا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرف جس روایت کو منسوب کیا گیا ہے وہ باطل محض اور کذب صریح ہے۔

جسم اقدس کے تغیرات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کے بارے میں جو لوگ تغیرات کا قول کرتے ہیں انہیں معلوم ہونا چاہیے۔ کہ یہ ایسا قول ہے کہ علماء نے اس کے کفر ہونے میں اختلاف کیا ہے (دیکھئے علامہ شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں:)

اختلفو افی کفر من قال ان النبی ﷺ لما انتقلت روحہ للملاء الاعلیٰ تغیر بدنہ وروی ان و کیع بن ←

....

الجراح حدث عن اسماعيل بن ابى خالد ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لما توفى لم يدفن حتى ربا بطنه وانثنى خصره (۱) وخضرت اظفاره لانه ﷺ توفى يوم الاثنين وتركه الى الليلة الاربعاء لاشغالهم بامر الخلافة واصلاح امر الامة وحكمته ان جماعة من الصحابة رضى الله تعالى عنهم قالوا لم يمت فاراد الله ان يريهم اية الموت فيه ولما حدث وكيع بهذا بمكة رفع الى الحاكم العثمانى فاراد صلبه على خشبة نصبها له خارج الحرم فشفع فيه سفيان بن عيينة واطلقه ثم ندم على ذلك ثم ذهب وكيع المدينة فكتب الحاكم لا هلها اذا اقدم اليكم فارجموه حتّٰى يقتل فادبر له بعض الناس بريدا اخبره بذالك فرجع للكوفة خيفة من القتل وكان المفتى بقتله عبدالمجيد بن رواد قال سفيان لايجب عليه القتل و انكر هذا الناس وقالوا رأينا بعض الشهداء نقل من قبره بعد اربعين سنة فوجد رطبا لم يتغير منه شئ فكيف بسيد الشهداء والانبياء عليه وعليهم الصلوة والسلام وهذه زلة قبيحة لا ينبغى التحدث بها ۔ (نسیم الریاض جلد اول صفحات ۳۹۰/۳۹۱ غیر ہاشمی)

علماء نے اس کے کفر میں اختلاف کیا ہے۔جس نے یہ کہا کہ

رسول اللہ ﷺ کے روح مبارک ملاء اعلیٰ کی طرف منتقل ہونے کے بعد حضور ﷺ کا جسم شریف متغیر ہوگیا مروی ہے کہ وکیع بن جراح نے اسماعیل بن ابی خالد سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کی جب وفات ہوگئی تو حضور ﷺ دفن نہیں کئے گئے۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ کا شکم مبارک پھول گیا اور حضور ﷺ کی چھنگلیا (سب سے چھوٹی انگلی) ٹیڑھی ہوگئی اور حضور ﷺ کے ناخن سبز ہوگئے کیونکہ پیر کے دن حضور کی وفات ہوئی تھی اور بدھ کی رات تک حضور ﷺ دفن نہیں کئے گئے۔صحابہ کرام کے امر خلافت اور اصلاح امت کے کاموں میں مشغول رہنے کی وجہ سے اور اس تغیر میں حکمت یہ تھی کہ صحابہ کی ایک جماعت نے یہ کہہ دیا تھا کہ حضور ﷺ کو موت نہیں آئی اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے بدن میں ان کی موت کی علامت دکھادی۔

جب وکیع نے مکہ میں یہ روایت بیان کی تو انہیں حاکم عثمانی کی طرف لے جایا گیا۔اس نے خارج حرم میں ایک لکڑی نصب کر کے وکیع کو سولی پر چڑھانے کا ارادہ کرلیا۔سفیان بن عیینہ نے وکیع کی سفارش کی اور حاکم نے اسے چھوڑ دیا۔پھر حاکم اپنے اس فعل پر سخت نادم ہوا اور وکیع مدینہ کی طرف روانہ ہوگیا۔حاکم نے مدینہ والوں کو لکھا کہ جس وقت وکیع تمہارے پاس پہنچے اسے فوراً سنگسار کر کے قتل کردو۔بعض لوگوں نے مکہ سے اس کے پیچھے قاصد روانہ کیا اور اس نے وکیع کو راستے ہی میں خبردار کردیا تو وکیع قتل کے خوف سے کوفے روانہ ہوگیا جس مفتی نے اس کے قتل کا فتویٰ دیا اس کا نام عبدالمجید بن رواد ہے۔

سفیان کا قول یہ تھا کہ قتل واجب نہیں وکیع کی اس روایت کا تمام لوگوں نے سخت انکار کیا اور کہا کہ ہم نے بعض شہداء کو دیکھا کہ وہ چالیس سال کے بعد اپنی قبر سے منتقل کئے گئے تو وہ ایسے تروتازہ تھے کہ ان میں کچھ بھی تغیر نہ تھا تو کس طرح سید الشہداء اور سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ روایت صحیح ہوسکتی ہے۔یہ بدترین قسم کی لغزش ہے جس کا ذکر کسی حال میں مناسب نہیں۔انتہیٰ (نسیم الریاض اول ص ۳۹۰/۳۹۱ طبع مصر) ←

....

الحمد للہ! علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان سے وکیع کی اس روایت کا حال بخوبی معلوم ہو گیا اور ثابت ہو گیا کہ اجساد انبیاء علیہم السلام کی محفوظیت اور ہر قسم کے تغیرات سے ان کا پاک ہونا ہی حق وثواب ہے۔ اس کے خلاف کوئی قول امت مسلمہ کے نزدیک قابل التفات نہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبر انور میں ہیں یا بہشت میں

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

اما آنکہ قونوی تفضیل وترجیح دادہ بودن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در بہشت اعلیٰ "استقرار آورد" در قبر شریف جواب دے آنست کہ قبر احاد مومنین روضہ ایست از ریاض جنت پس قبر شریف سید المرسلین افضل ریاض جنت باشد وتواند بود کہ وے صلی اللہ علیہ وسلم ہم در قبر از تصرف ونفوذ حالتی بود کہ از سموات وارض جنان حجاب مرتفع باشد بے تجاوز وانتقال زیرا کہ امور آخرت واحوال برزخ را بر احوال دنیا کہ مقید ومضیق حدود وجہات است قیاس نتواں کرد۔ (جذب القلوب)

اور علامہ قونوی نے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر انور میں ہونے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہشت بریں میں ہونے کو ترجیح دی تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب عام مومنین کی قبریں جنت کے باغیچے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور ان سب میں افضل ترین باغیچہ جنت ہوگی۔

اور ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر انور میں ایسا تصرف دیا گیا ہو اور ایسی حالت عطاء کی گئی ہو کہ آسمانوں، زمینوں اور جنت سب سے حجاب اٹھ گیا ہو بغیر اس کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقام سے آگے بڑھیں یا کہیں منتقل ہوں۔ اس لئے کہ امور آخرت اور احوال برزخ کا قیاس اس دنیا کے احوال پر نہیں کیا جا سکتا۔ جو مقید ہے اور جس کے حدود اور جہات نہایت تنگ ہیں۔ انتہی

اس عبارت سے بہت سے اشکال رفع ہو گئے اور احادیث کے درمیان تطبیق ہو گئی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقام میں جلوہ گر ہیں اور بغیر اس کے کہ اپنے مقام شریف سے تجاوز فرمائیں یا کہیں منتقل ہوں۔ زمینوں اور آسمانوں اور قبر انور جمیع امکنہ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مساوی نسبت ہے اور ایک جگہ ہونے کے باوجود ہر جگہ موجود ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس حجاب کو اٹھا دیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر جگہ ہونے میں رکاوٹ کا موجب ہو۔

رہا یہ امر کہ دنیا میں یہ بات ناممکن ہے کہ ایک ہی وجود کئی جگہ یکساں موجود ہو تو اس کا جواب حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح دیا کہ دنیا کی حدود جہات بہت ہی تنگ واقع ہوئی ہیں اور عالم دنیا قیود کے ساتھ مقید ہے اس لئے عالم آخرت اور برزخ کا قیاس دنیا پر نہیں کیا جا سکتا۔

اور اس میں شک نہیں کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بجا اور درست فرمایا۔ کیسے ہو سکتا ہے کہ مقید پر غیر مقید کا قیاس کر لیا جائے کسی کوتاہ اور تنگ چیز کو فراخ اور وسیع شئے کی طرح تسلیم کر لیا جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر انور میں بھی ہیں اور جنت اعلیٰ میں بھی لہٰذا کوئی تعارض اور اشکال باقی نہ رہا۔ ←

امام رحمہ اللہ تلمیذ امام محقق ابن الہمام منسک متوسط اور علی قاری مکی اس کی شرح مسلک متقسط میں فرماتے ہیں:

وَاَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَالِمٌ بِحُضُوْرِكَ وَقِيَامِكَ وَسَلَامِكَ اَيْ بَلْ بِجَمِيْعِ اَفْعَالِكَ وَاَحْوَالِكَ وَارْتِحَالِكَ وَمَقَامِكَ.(12)

اس بیان سے دونوں مسلکوں کی تائید ہو جاتی ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اقدس کی حیات روح مبارک کے اس میں پائے جانے کی وجہ سے ہے یا کمال اتصال کی بناء پر۔ ہمارے نزدیک پہلا مسلک قوی اور راجح ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے:

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى (الضحیٰ آیت ۴)

اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کیلئے ہر آنے والی گھڑی پچھلی گھڑی سے بہتر ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کوئی ایسا وقت نہیں آئے گا۔ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی فضیلت پہلے سے کم ہو بلکہ ہر آنے والی گھڑی میں حضور کی فضیلتیں پہلے سے زیادہ ہوں گی۔

روح اقدس کا استقرار اگر جسم اقدس کے علاوہ کسی اور مقام میں ہو تو "وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى" کے خلاف لازم آئے گا۔ اس لئے کہ جسم اقدس سے روح مبارک کے قبض ہونے کے بعد اسے کوئی ایسی جگہ نہیں مل سکتی جو جسم مبارک سے زیادہ فضیلت والی ہو زیادہ تو درکنار تمام کائنات میں کوئی جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کے برابر بھی فضیلت رکھنے والی نہیں کیونکہ علماء محققین نے اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ قبر انور اور زمین کا وہ حصہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء شریفہ سے متصل ہے تمام زمینوں اور آسمانوں اور کرسی اور یہاں تک کہ کعبہ مکرمہ اور عرش الٰہی سے افضل ہے۔ جسم اقدس سے اتصال (تعلق) رکھنے والی زمین عرش اور کعبہ سے افضل ہوئی۔ تو خود جسم اقدس کا تو پھر کہنا ہی کیا ہے۔ چنانچہ الدر المنتقیٰ میں علامہ محمد علاء الدین الامام فرماتے ہیں:

وماضم اعضاء الشريفة افضل البقاع على الاطلاق حتیٰ من الكعبة ومن الكرسي وعرش الرحمٰن

جو زمین اعضاء شریفہ سے متصل ہے (یعنی قبر انور) مطلقاً تمام مقامات سے افضل ہے یہاں تک کہ کعبہ سے اور کرسی اور عرش رحمٰن سے بھی افضل ہے۔ (الدر المنتقیٰ بہامش مجمع الانہار جلد اول ص ۳۱۲) (یہ مضمون درمختار جلد دوم اور شامی جلد دوم ص ۳۵۲ /۳۵۱ پر مرقوم ہے)

اگر روح مبارک جسم اقدس کے علاوہ کسی اور مقام پر ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت پہلے سے کم ہو جائے گی۔ لہٰذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ روح اقدس جسم مبارک سے باہر نکلنے کے بعد پھر جسم اقدس میں واپس آ گئی اور باہر نکلنا صرف قانون خداوندی کو پورا کرنے کے لئے تھا۔ روح مبارک کا جسم اقدس میں واپس آ جانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حسی، حقیقی اور جسمانی حیات طیبہ کو مستلزم ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ. اٰمِيْن بحق طٰهٰ و یٰس۔

(12) لباب المناسک والمسلک المتقسط، (باب زیارۃ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)، ص ۵۰۸۔

ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیری حاضری اور تیرے کھڑے ہونے اور تیرے [illegible] تیرے تمام افعال و احوال و کوچ و مقام سے آگاہ ہیں۔

(۱۴) اب اگر جماعت قائم ہو شریک ہو جاؤ کہ اس میں تحیۃ المسجد بھی ادا ہو جائے گی، ورنہ اگر غلبہ شوق مہلت دے اور وقت کراہت نہ تو دو رکعت تحیۃ المسجد و شکرانہ حاضری دربارِ اقدس صرف قُلْ یٰۤا اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ سے بہت ہلکی مگر رعایت سنت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ جہاں اب وسطِ مسجد کریم میں محراب بنی ہے اور وہاں نہ ملے تو جہاں تک ہو سکے اُس کے نزدیک ادا کرو پھر سجدہ شکر میں گرو اور دعا کرو کہ الٰہی! اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب اور اُن کا اور اپنا قبول نصیب کر، آمین۔

(۱۵) اب کمال ادب میں ڈوبے ہوئے گردن جھکائے، آنکھیں نیچی کیے، لرزتے، کانپتے، گناہوں کی ندامت سے پسینہ پسینہ ہوتے حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عفو و کرم کی امید رکھتے، حضور والا کی پائیں یعنی مشرق کی طرف سے مواجہہ عالیہ میں حاضر ہو کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مزارِ انور میں رُو بقبلہ جلوہ فرما ہیں، اس سمت سے حاضر ہو گے تو حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی نگاہِ بیکس پناہ تمھاری طرف ہوگی اور یہ بات تمھارے لیے دونوں جہاں میں کافی ہے، والحمد للہ۔

(۱۶) اب کمال ادب و ہیبت و خوف و اُمید کے ساتھ زیرِ قندیل اُس چاندی کی کیل کے سامنے جو حجرہ مطہرہ کی جنوبی دیوار میں چہرہ انور کے مقابل لگی ہے، کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ سے قبلہ کو پیٹھ اور مزارِ انور کو مونھ کر کے نماز کی طرح ہاتھ باندھے کھڑے ہو۔

لباب و شرحِ لباب و اختیار شرح مختار و فتاویٰ عالمگیری وغیرہا معتمد کتابوں میں اس ادب کی تصریح فرمائی کہ:
یَقِفُ کَمَا یَقِفُ فِی الصَّلٰوۃِ۔ (13) حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے سامنے ایسا کھڑا ہو، جیسا نماز میں

---

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، خاتمۃ فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج۱، ص۲۶۵۔

إمامِ اہلسنّت اور دیدارِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

إمامِ اَہلسنّت، مجدِّدِ دین و ملت مولینا شاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زبردست عاشقِ رسول تھے، تبحر عالم تھے، کم و بیش پچاس عُلوم پر دسترس رکھتے تھے، عُلمائے حَرمین طیّبین نے آپ کو چودھویں صدی کا مجدِّد کہا، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دین کو باطل کی آمیزش سے پاک کر کے اِحیائے سنّت کے لئے زبردست کام کیا، ساتھ ہی لوگوں کے دلوں میں جو شمعِ عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدّھم ←

کھڑا ہوتا ہے۔ یہ عبارت عالمگیری واختیار کی ہے۔

اور لباب میں فرمایا: وَاضِعًا يَمِيْنَهُ عَلٰى شِمَالِهٖ. (14) دست بستہ دہنا ہاتھ بائیں پر رکھ کر کھڑا ہو۔

(۱۷) خبردار! جالی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو کہ خلافِ ادب ہے، بلکہ چار ہاتھ فاصلہ سے زیادہ قریب نہ جاؤ۔ یہ اُن کی رحمت کیا کم ہے کہ تم کو اپنے حضور بلایا، اپنے مواجہہ اقدس میں جگہ بخشی، ان کی نگاہ کریم اگرچہ ہر جگہ تمھاری طرف تھی، اب خصوصیت اور اس درجہ قرب کے ساتھ ہے، وللہ الحمد۔

(۱۸) اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اب دل کی طرح تمھارا مونھ بھی اس پاک جالی کی طرف ہوگیا، جو اللہ عزوجل کے محبوب عظیم الشان

پڑتی جارہی تھی اُسے اَز سَرِ نو فروزاں کیا، آپ بے شک فَنَا فِی الرَّسُول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اعلیٰ منصب پر فائز تھے، بارہا مَدَنی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرّف ہوئے تھے۔

دوسری بار جب مدینۂ پاک کی حاضری ہوئی تو بیداری میں زیارت کی حسرت لئے مواجہہ شریف میں پوری رات حاضر ہوکر دُرودِ پاک کا وِرد کرتے رہے، پہلی رات کی قسمت میں یہ سعادت نہ تھی، دوسری رات آگئی۔ مواجہہ شریف میں حاضر ہوئے اور دَردِ فراق سے بے تاب ہوکر ایک نعتیہ غزل پیش کی جس کے چند اشعار یہ ہیں:

وہ سُوئے لالہ زار پھرتے ہیں ۔۔۔ تیرے دِن اے بہار پھرتے ہیں

ہر چراغ مزار پر قدسی ۔۔۔ کیسے پروانہ وار پھرتے ہیں

اُس گلی کا گدا ہوں میں ۔۔۔ جس میں مانگتے تاجدار پھرتے ہیں

پھول کیا دیکھوں میری آنکھوں میں ۔۔۔ دَشتِ طیبہ کے خار پھرتے ہیں

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضاؔ ۔۔۔ تجھ سے شیدا ہزار پھرتے ہیں

مقطع میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اَز راہِ تواضع اپنے آپ کو کتا فرمایا ہے لیکن میں نے اَدَباً اس جگہ شیدا لکھ دیا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے۔

آپ بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں دُرُود وسلام پیش کرتے رہے، آخر کار راحت العاشقین مرادُ المشتاقین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عاشقِ حقیقی کے حالِ زار پر خاص کرم فرمایا، اِنتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور قسمت اَنگڑائی لے کر اُٹھ بیٹھی، نِقابِ رُخ اُٹھ گیا، خوش نصیب عاشق نے عَین بیداری میں اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا چشمانِ سَر سے دیدار کیا۔

شہرتِ دید نے اِک آگ لگائی دِل میں ۔۔۔ تپشِ دِل کو بڑھایا ہے بجھانے نہ دیا

اب کہاں جائے گا نقشہ ترا میرے دِل سے ۔۔۔ تہ میں رکھا ہے اِسے دِل نے گمانے نہ دیا

سجدہ کرتا اگر اِس کی اِجازت ہوتی ۔۔۔ کیا کروں اِذن مجھے اِس کا خُدا نے نہ دیا

(14) لباب المناسک للسندی، (باب زیارۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم)، ص ۵۰۸.

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آرام گاہ ہے، نہایت ادب و وقار کے ساتھ بآواز حزیں وصوت درد آگین و دلِ شرمناک وجگر چاک چاک، معتدل آواز سے، نہ بلند و سخت (کہ اُن کے حضور آواز بلند کرنے سے عمل اکارت ہو جاتے ہیں)، نہ نہایت نرم و پست (کہ سنت کے خلاف ہے اگرچہ وہ تمھارے دلوں کے خطروں تک سے آگاہ ہیں جیسا کہ ابھی تصریحات ائمہ سے گزرا)، مجرا وتسلیم بجالاؤ اور عرض کرو:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَيْرَ خَلْقِ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاشَفِيْعَ الْمُذْنِبِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ وَاُمَّتِكَ اَجْمَعِيْنَ (15)

(۱۹) جہاں تک ممکن ہو اور زبان یاری دے اور ملال وکسل نہ ہو صلاۃ وسلام کی کثرت کرو، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے اپنے اور اپنے ماں باپ، پیر، استاد، اولاد، عزیزوں، دوستوں اور سب مسلمانوں کے لیے شفاعت مانگو، بار بار عرض کرو:

اَسْأَلُكَ الشَّفَاعَةَ يَارَسُوْلَ اللهِ. (16)

(۲۰) پھر اگر کسی نے عرض سلام کی وصیت کی بجالاؤ۔ شرعاً اس کا حکم ہے اور یہ فقیر ذلیل ان مسلمانوں کو جو اس رسالہ کو دیکھیں، وصیت کرتا ہے کہ جب انھیں حاضری بارگاہ نصیب ہو، فقیر کی زندگی میں یا بعد کم از کم تین بار مواجہہ اقدس میں ضرور یہ الفاظ عرض کر کے اس نالائق ننگ خلائق پر احسان فرمائیں۔ اللہ (عزوجل) اُن کو دونوں جہان میں جزائے خیر بخشے آمین۔

اَلصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللهِ وَعَلٰى اٰلِكَ وَذُوِيْكَ فِيْ كُلِّ اٰنٍ وَّلَحْظَةٍ عَدَدَ كُلِّ ذَرَّةٍ ذَرَّةٍ اَلْفَ اَلْفِ مَرَّةٍ مِنْ عُبَيْدِكَ اَمْجَدْ عَلِيٍّ يَسْئَلُكَ الشَّفَاعَةَ فَاشْفَعْ لَهٗ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ. (17)

---

(15) المرجع السابق۔

اے نبی! آپ پر سلام اور اللہ (عزوجل) کی رحمت اور برکتیں، اے اللہ (عزوجل) کے رسول! آپ پر سلام۔ اے اللہ (عزوجل) کی تمام مخلوق سے بہتر! آپ پر سلام۔ اے گنہگاروں کی شفاعت کرنے والے! آپ پر سلام۔ آپ پر اور آپ کی آل واصحاب پر اور آپ کی تمام اُمت پر سلام۔

(16) یا رسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے شفاعت مانگتا ہوں۔

(17) یا رسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) حضور اور حضور کی آل اور سب علاقہ والوں پر ہر آن اور ہر لحظہ میں ہر ہر ذرہ کی گنتی پر دس دس لاکھ درود وسلام حضور کے حقیر غلام امجد علی کی طرف سے، وہ حضور سے شفاعت مانگتا ہے، حضور اس کی اور تمام مسلمانوں کی شفاعت فرمائیں۔

(۲۱) پھر اپنے دہنے ہاتھ یعنی مشرق کی طرف ہاتھ بھر ہٹ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرہ نورانی کے سامنے کھڑے ہوکر عرض کرو:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَزِيْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فِي الْغَارِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ.(18)

(۲۲) پھر اتنا ہی اور ہٹ کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رُوبرو کھڑے ہوکر عرض کرو:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُتَمِّمَ الْاَرْبَعِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عِزَّ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ.(19)

(۲۳) پھر بالشت بھر مغرب کی طرف پلٹو اور صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان کھڑے ہوکر عرض کرو:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا خَلِيْفَتَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا وَزِيْرَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا ضَجِيْعَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَسْاَلُكُمَا الشَّفَاعَةَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلَيْكُمَا وَبَارَكَ وَسَلَّمَ.(20)

(۲۴) یہ سب حاضریاں محل اجابت ہیں، دُعا میں کوشش کرو۔ دُعائے جامع کرو اور دُرود پر قناعت بہتر اور چاہو تو یہ دُعا پڑھو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُشْهِدُكَ وَاُشْهِدُ رَسُوْلَكَ وَاَبَابَكْرٍ وَّعُمَرَ وَاُشْهِدُ الْمَلٰئِكَةَ النَّازِلِيْنَ عَلٰى هٰذِهِ الرَّوْضَةِ الْكَرِيْمَةِ الْعَاكِفِيْنَ عَلَيْهَا اَنِّيْ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ مُقِرٌّ بِجِنَايَتِيْ وَمَعْصِيَتِيْ فَاغْفِرْلِيْ وَامْنُنْ عَلَيَّ بِالَّذِيْ

---

(18) لباب المناسک للسندی، (باب زیارۃ سید المرسلین، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)، ص۵۱۰۔

اے خلیفہ رسول اللہ! آپ پر سلام، اے رسول اللہ کے وزیر! آپ پر سلام، اے غار ثور میں رسول اللہ کے رفیق! آپ پر سلام اور اللہ (عزوجل) کی رحمت اور برکتیں۔

(19) لباب المناسک للسندی، (باب زیارۃ سید المرسلین، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)، ص۵۱۱، وغیرہ۔

اے امیر المومنین! آپ پر سلام، اے چالیس کا عدد پورا کرنے والے! آپ پر سلام، اے اسلام اور مسلمین کی عزت! آپ پر سلام اور اللہ (عزوجل) کی رحمت اور برکتیں۔

(20) اے رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے پہلو میں آرام کرنے والے! آپ دونوں پر سلام اور اللہ (عزوجل) کی رحمت اور برکتیں، آپ دونوں حضرات سے سوال کرتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور ہماری سفارش کیجئے، اللہ تعالیٰ ان پر اور آپ دونوں پر دُرود وبرکت وسلام نازل فرمائے۔

مَنَنْتَ عَلٰی اَوْلِیَآئِکَ فَاِنَّکَ الْمَنَّانُ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ. (21)

(۲۵) پھر منبر اطہر کے قریب دُعا مانگو۔

(۲۶) پھر جنت کی کیاری میں (یعنی جو جگہ منبر و حجرہ منورہ کے درمیان ہے، اسے حدیث میں جنت کی کیاری فرمایا) آکر دو رکعت نفل غیر وقتِ مکروہ میں پڑھ کر دُعا کرو۔

(۲۷) یوہیں مسجد شریف کے ہر ستون کے پاس نماز پڑھو(22)، دُعا مانگو کہ محل برکات ہیں خصوصاً بعض میں خاص خصوصیت۔

---

(21) ترجمہ: اے اللہ (عزوجل)! میں تجھ کو اور تیرے رسول اور ابوبکر وعمر کو اور تیرے فرشتوں کو جو اس روضہ پر نازل اور معتکف ہیں، اُن سب کو گواہ کرتا ہوں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو تنہا ہے تیرا کوئی شریک نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیرے بندہ اور رسول ہیں، اے اللہ (عزوجل)! میں اپنے گناہ ومعصیت کا اقرار کرتا ہوں تو میری مغفرت فرما اور مجھ پر وہ احسان کر جو تو نے اپنے اولیا پر کیا۔ بیشک تو احسان کرنے والا، بخشنے والا مہربان ہے۔

(22) مسجد نبوی کے مقدس ستون

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں؛

یوں تو مسجد نبوی عَلٰی صَاحِبِہَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ہر ستون بابرکت ہے، تاہم آٹھ ستونوں کو خصوصی حیثیت حاصل ہے۔ ان ستونوں پر ان کے نام بھی لکھے ہوئے ہیں اور جنت کی کیاری میں اگر آپ تلاش کریں گے تو اِنْ شَآءَ اللہُ عَزَّوَجَلَّ! مل جائیں گے۔ انہیں تلاش کر کے ان کے پاس نوافل ضرور ادا کیجئے، البتہ دو ستون اب حُجرۂ مطہرہ کے اندر ہیں لہٰذا اُن کی زیارت مشکل ہے۔ آٹھوں ستونوں کی تفصیل یہ ہے:

(۱) اُسطوانۂ مُخَلَّقہ

یہ ستون محراب نبوی عَلٰی صَاحِبِہَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے مُتَّصِل ہے اور منبر بننے سے پہلے اِسی ستونِ مُبارک کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تکیہ بنا کر خُطبہ اِرشاد فرماتے تھے اُسطوانۂ حنّانہ اِسی جگہ پر تھا جو فراقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں چیخیں مار مار کر رویا تھا۔

(۲) اُسطوانۂ عائشہ

یہ مُبارک ستون روضۂ اقدس سے تیسرے نمبر پر ہے اور منبرِ مُنوّر سے بھی تیسرا نمبر ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اور صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے اکثر یہاں نماز پڑھی ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم یہاں اکثر بیٹھا کرتے تھے۔

(۳) اُسطوانۂ توبہ

یہ حُجرۂ مقدسہ سے دوسرے نمبر پر واقع ہے۔ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اکثر یہاں نفل ادا فرماتے تھے۔ ←

(۲۸) جب تک مدینہ طیبہ کی حاضری نصیب ہو، ایک سانس بیکار نہ جانے دو، ضروریات کے سوا اکثر وقت مسجد شریف

مسافر یا مہمان بھی یہاں ٹھہرتے تھے۔ اسی جگہ بیٹھ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تعلیم قرآن مجید اور اسلامی احکام کی تبلیغ فرماتے تھے اور اسی ستون کا دوسرا نام اُسطوانۂ اَبولُبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ کسی لغزش کے سرزد ہونے کی بنا پر بغرض قبول توبہ حضرت سیدنا ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آپ کو اسی ستون کے ساتھ بندھوا دیا تھا اور ضروریاتِ انسانی کے لئے انھیں کھول دیا جاتا، رات دن روتے رہتے اور فرماتے جب تک اللہ عزوجل میری توبہ قبول نہ فرمائے گا اور سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے مبارک ہاتھوں سے مجھے نہ کھولیں گے اُس وقت تک میں اپنے آپ کو بندھوائے رکھوں گا۔ آخر کار اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے پندرھویں دن وحی نازل ہوئی اور آقائے نامدار، مدینے کے تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں اپنے دستِ پُرانوار سے کھولا۔

(٤) اُسطوانۂ سریر

جب تاجدارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اعتکاف کے لئے مسجد میں قیام فرماتے تو اسی جگہ چارپائی بچھاتے جو کھجور کی لکڑی وغیرہ سے بنی ہوئی تھی۔

(٥) اُسطوانۂ حرس

حضرت مولا علی مشکل کشا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم اکثر یہاں نفل ادا فرماتے اور حضور سراپا نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پہرے داری کی خدمات انجام دیتے۔

(٦) اُسطوانۂ وُفود

قبائلِ عرب اپنے جو نمائندے وفد کی صورت میں دربارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر کرتے تو ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اسی مقام پر تشریف فرما ہو کر اُن سے گفتگو فرماتے تھے۔

(٧) اُسطوانۂ جبرائیل

حضرتِ سیدنا جبرائیل علیہ السلام اکثر یہیں وحی لے کر نازل ہوتے۔ یہ ستونِ مبارک سیدہ بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حُجرۂ پاک سے مُتصل اور اصحابِ صُفّہ عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے چبوترے کے ٹھیک سامنے قبلہ کی سمت سبز جالی مُبارک کے اندر ہے لہٰذا اِس کی زیارت مشکل ہے۔

(٨) اُسطوانۂ تہجّد

یہاں سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تہجّد ادا فرماتے تھے، یہ ستون شریف جانب قبلہ حُجرۂ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں سبز جالیوں کے اندر ہے۔ باہر قرآنِ پاک رکھنے کی اَلماریوں کے سبب زیارت مشکل ہے۔

جنّت کی کیاری

تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حُجرۂ مُبارکہ (جہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مزارِ پُرانوار ہے) اور منبرِ اَقدس ←

میں باطہارت حاضر رہو، نماز وتلاوت وذُرود میں وقت گزارو، دنیا کی بات کسی مسجد میں نہ چاہیے نہ کہ یہاں۔

(۲۹) ہمیشہ ہر مسجد میں جاتے وقت اعتکاف (23) کی نیت کرلو، یہاں تمھاری یاددہانی ہی کو دروازہ سے بڑھتے ہی کتبہ ملے گا۔ نَوَیْتُ سُنَّتَ الْاِعْتِکَافِ.(24)

(۳۰) مدینہ طیبہ میں روزہ نصیب ہو خصوصاً گرمی میں تو کیا کہنا کہ اس پر وعدہ شفاعت ہے۔

(۳۱) یہاں ہر نیکی ایک کی پچاس ہزار لکھی جاتی ہے، لہٰذا عبادت میں زیادہ کوشش کرو، کھانے پینے کی کمی ضرور کرو اور جہاں تک ہوسکے تصدق کرو خصوصاً یہاں والوں پر خصوصاً اس زمانہ میں کہ اکثر ضرورت مند ہیں۔

(۳۲) قرآن مجید کا کم سے کم ایک ختم یہاں اور حطیم کعبہ معظمہ میں کرلو۔

(۳۳) روضہ انور پر نظر عبادت ہے جیسے کعبہ معظمہ یا قرآن مجید کا دیکھنا تو ادب کے ساتھ اسکی کثرت کرو اور دُرود و

(جہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے) کے دَرمیان کا حصّہ جنّت کی کیاری ہے۔ چُنانچہ ہمارے پیارے آقا صلَی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: میرا گھر اور منبر کی دَرمیانی جگہ جنّت کے باغوں سے ایک باغ ہے۔

محرابِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

سگِ مدینہ (راقمُ الحروف) کی ناقِص معلومات کے مطابق مسجدِ نبوی علٰی صاحِبِہا الصَّلوٰۃ والسَّلام میں پانچ محرابیں ہیں۔ بخوفِ طَوالت صِرف سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محراب شریف کا ذِکر کیا جاتا ہے۔ تحویلِ قِبلہ کا حکم نازِل ہونے کے بعد کافی روز تک اِمامُ الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ستونِ عائشہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہا کے سامنے کھڑے ہوکر اِمامت فرماتے رہے پھر ستونِ حَنّانہ کی جگہ کو شَرَفِ قِیام سے نوازا، یہ محراب شریف اِسی جگہ پر بنی ہوئی ہے۔ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور خُلَفائے راشدین عَلَیْہِمُ الرِّضْوان کے دورِ مُبارَک میں محراب کی موجودہ صورت رائج نہیں تھی اِس کو حضرتِ سیِّدُنا عُمر بن عبدالعزیز رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہ نے خلیفہ وَلید بن عبدُالملک کے حکم سے ایجاد کیا اور یہ وہ بدعتِ حسنہ ہے جسے تمام اُمّت نے قبول کیا اور اب دُنیا بھر کی مساجِد کی طاق نُما محرابیں حضرتِ عُمر بن عبدالعزیز رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہ کی ایجادِ مُبارَک سے بَرَکت لئے ہوئے ہیں۔

منبرِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

سُلطانِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: میرا منبر جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ (خلاصۃ الوفاء) مدینے کے تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرا منبر حوضِ کوثر پر ہے۔ (اَخبارِ مدینۃ الرَّسول صلَّی اللہُ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم) منبر شریف کا وہ گولہ جسے رَحمتِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تھاما کرتے تھے، صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوان (بَرَکت کے لئے) اُس پر ہاتھ پھیرا کرتے تھے۔ (طبقات ابنِ سَعد) اصل منبر شریف لکڑی کا تھا۔

(23) اعتکاف کے معنی ہیں مسجد میں بالقصد نیت کرکے ٹھہرنا اس لیے کہ ذکرِ الٰہی کروں گا۔

(24) میں نے سنت اعتکاف کی نیت کی۔

سلام عرض کرو۔

(۳۴) پنجگانہ یا کم از کم صبح، شام مواجہہ شریف میں عرض سلام کے لیے حاضر ہو۔

(۳۵) شہر میں خواہ شہر سے باہر جہاں کہیں گنبد مبارک پر نظر پڑے، فوراً دست بستہ اُدھر موںھ کر کے صلاۃ وسلام عرض کرو، بے اس کے ہرگز نہ گزرو کہ خلاف ادب ہے۔

(۳۶) ترک جماعت بلا عذر ہر جگہ گناہ ہے اور کئی بار ہو تو سخت حرام و گناہِ کبیرہ اور یہاں تو گناہ کے علاوہ کیسی سخت محرومی ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ صحیح حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جسے میری مسجد میں چالیس نمازیں فوت نہ ہوں، اُس کے لیے دوزخ ونفاق سے آزادیاں لکھی جائیں۔(25)

(۳۷) حتی الوسع کوشش کرو کہ مسجد اوّل یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں جتنی تھی اس میں نماز پڑھو اور اس کی مقدار سو ہاتھ طول وسو ہاتھ عرض ہے اگرچہ بعد میں کچھ اضافہ ہوا ہے، اس میں نماز پڑھنا بھی مسجد نبوی ہی میں پڑھنا ہے۔

(۳۸) قبر کریم کو ہرگز پیٹھ نہ کرو اور حتی الامکان نماز میں بھی ایسی جگہ نہ کھڑے ہو کہ پیٹھ کرنی پڑے۔

(۳۹) روضہ انور کا نہ طواف کرو، نہ سجدہ، نہ اتنا جھکنا کہ رکوع کے برابر ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم اُن کی اطاعت میں ہے۔

❁❁❁❁❁

(25) المسند للامام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، الحدیث: ۱۲۵۸۴، ج۴، ص۳۱۱۔

اہلِ بقیع کی زیارت

(۴۰) بقیع کی زیارت سنت ہے، روضہ اقدس کی زیارت کرکے وہاں جائے خصوصاً جمعہ کے دن۔ اس قبرستان میں قریب دس ۱۰ ہزار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مدفون ہیں اور تابعین و تبع تابعین و اولیا و علما و صلحا وغیرہم کی گنتی نہیں۔ یہاں جب حاضر ہو پہلے تمام مدفونین مسلمین کی زیارت کا قصد کرے اور یہ پڑھے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَّ اِنَّا اِنْشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی بِکُمْ لَاحِقُوْنَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَھْلِ الْبَقِیْعِ بَقِیْعِ الْغَرْقَدِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَنَا وَلَھُمْ۔ (1) اور اگر کچھ اور پڑھنا چاہے تو یہ پڑھے:

---

(1) تم پر سلام اے قوم مومنین کے گھر والو! تم ہمارے پیشوا ہو اور ہم ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں، اے اللہ (عزوجل)! بقیع والوں کی مغفرت فرما، اے اللہ (عزوجل)! ہم کو اور انھیں بخش دے۔

آہ! جنّتُ البقیع

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں دعائے عرفات کے بارے میں لکھتے ہیں؛

جنّتُ البقیع کے مدفونین کی خدمت میں باہر ہی کھڑے ہو کر سلام عرض کریں اور باہر ہی سے دُعا مانگیں کیونکہ نجدیوں نے جنّتُ البقیع شریف نیز جنّتُ المعلیٰ (مَکّۂ مکرمہ) دونوں مقدس قبرستان کے مقبروں اور مزاروں کو نہایت ہی بے دردی اور گستاخی کے ساتھ شہید کردیا ہے۔ ہزار ہا صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم اور بے شمار اَہلبیتِ اَطہار رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم اَجْمَعِیْن و اَولیاء کبار و عُشّاقِ زار رَحِمَہُمُ اللہ کے مزارات کے نُقُوش تک مِٹا دیئے ہیں۔ آپ اگر اندر تشریف لے گئے تو آپ کو کیا معلوم کہ آپ کا پاؤں کسی صحابی یا کسی وَلی کے مزار شریف پر پڑ رہا ہے بلکہ عام مسلمانوں کی قبروں پر بھی پاؤں رکھنا حرام ہے۔ جو راستہ قبریں منہدم کرکے بنایا جائے اُس پر چلنا حرام ہے۔ بلکہ امامِ اہلسنّت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی راستے کے بارے میں گمان بھی ہو کہ یہ راستہ قبروں کو مٹا کر بنایا گیا ہے تو اُس پر بھی چلنا حرام ہے، وَالْعِیَاذُ بِاللہِ تَعَالٰی۔

جنّتُ البقیع کے دروازے ہی پر حاضر ہو کر سلام عرض کرنا ضروری نہیں، اصل طریقہ تو یہ ہے کہ اُس سَمت سے حاضر ہوں جہاں سے قبلہ کو آپ کی پیٹھ ہو اور مدفونینِ بقیع کے چہرے آپ کی طرف ہوں۔ اب اس طرح اہلِ بقیع کو سلام عرض کریں:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ فَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَھْلِ الْبَقِیْعِ الْغَرْقَدِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَنَا وَلَھُمْ

←

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِوَالِدَيْنَا وَلِاُسْتَاذِيْنَا وَلِاِخْوَانِنَا وَلِاَخَوَاتِنَا وَلِاَوْلَادِنَا وَلِاَحْفَادِنَا وَلِاَصْحَابِنَا وَلِاَحْبَابِنَا وَلِمَنْ لَّهٗ حَقٌّ عَلَيْنَا وَلِمَنْ اَوْصَانَا وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ.(2)

اور درود شریف وسورہ فاتحہ وآیۃ الکرسی وقُلْ ھُوَ اللہ وغیرہ جو کچھ ہو سکے پڑھ کر ثواب اُس کا نذر کرے، اس کے بعد بقیع شریف میں جو مزارات معروف ومشہور ہیں اُن کی زیارت کرے۔ تمام اہلِ بقیع میں افضل امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، اُن کے مزار پر حاضر ہو کر سلام عرض کرے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ثَالِثَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ الْهِجْرَتَيْنِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُجَهِّزَ جَيْشِ الْعُسْرَةِ بِالنَّقْدِ وَالْعَيْنِ جَزَاكَ اللهُ عَنْ رَّسُوْلِهٖ وَعَنْ سَائِرِ الْمُسْلِمِيْنَ وَرَضِيَ اللهُ عَنْكَ وَعَنِ الصَّحَابَةِ اَجْمَعِيْنَ.(3)

قبہ ۲: حضرت سیدنا ابراہیم ابن سردارِ دو عالم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اسی قبہ شریف میں ان حضراتِ کرام کے بھی مزارات طیبہ ہیں، حضرت رقیہ (حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی) حضرت عثمان بن مظعون (یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ہیں) عبدالرحمن بن عوف وسعد بن ابی وقاص (یہ دونوں

ترجمہ: تم پر سلام ہو اے مومنوں کی بستی کے ساکنو! ہم بھی اِنْ شَاءَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ! تم سے آملنے والے ہیں۔ اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! بقیعِ غرقد والوں کی مغفرت فرما۔ اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہمیں بھی معاف فرما اور انہیں بھی معاف فرما۔

دِلوں پر خنجر پھر جاتا

آہ! ایک وَقت وہ تھا کہ جب حجازِ مقدّس میں عاشقوں کی خدمت کا دَور تھا، اُس وَقت کے خَطیب و اِمام بھی عُشّاق، اہلسنت اور اہل محبت ہُوا کرتے تھے، جمعہ کے خُطبہ میں دَورانِ خُطبہ خَطیب صاحِب مسجدِ نبوی شریف عَلٰی صَاحِبِہَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں روضۂ اَنور کی طرف ہاتھ سے اِشارہ کرتے ہوئے اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی ھٰذَا النَّبِیِّ (یعنی اِس نبیِّ محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر دُرُود وسلام ہو) کہتے تو ہزاروں عاشقانِ نبی کے دِلوں پر خنجر پھر جاتا اور وہ اَز خود رَفتگی کے عالم میں رونے لگ جایا کرتے۔

(2) اے اللہ (عزوجل)! ہم کو اور ہمارے والدین کو اور اُستادوں اور بھائیوں اور بہنوں اور ہماری اولاد اور پوتوں اور ساتھیوں اور دوستوں کو اور اُس کو جس کا ہم پر حق ہے اور جس نے ہمیں وصیت کی اور تمام مومنین ومومنات ومسلمین ومسلمات کو بخش دے۔

(3) المسلک المتقسط، (باب زیارۃ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)، ص۵۲۰، وغیرہ۔

اے امیر المومنین! آپ پر سلام اور اے خلفائے راشدین میں تیسرے خلیفہ! آپ پر سلام، اے دو ہجرت کرنے والے! آپ پر سلام، اے غزوہ تبوک کی نقد وجنس سے طیاری کرنے والے! آپ پر سلام، اللہ (عزوجل) آپ کو اپنے رسول اور تمام مسلمانوں کی طرف سے بدلا دے، آپ سے اور تمام صحابہ سے اللہ (عزوجل) راضی ہو۔

حضرات عشرہ مبشرہ سے ہیں) عبداللہ بن مسعود (نہایت جلیل القدر صحابی خلفائے اربعہ کے بعد سب سے افقہ) خنیس بن حذافہ سہمی و اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ ان حضرات کی خدمت میں سلام عرض کرے۔

قبہ ۳: حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اسی قبہ میں حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ و سر مبارک سیدنا امام حسین و امام زین العابدین و امام محمد باقر و امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مزاراتِ طیبات ہیں، ان پر سلام عرض کرے۔

قبہ ۴: ازواج مطہرات حضرت اُم المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مزار مکہ معظمہ میں اور میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سرف میں ہے(4)۔ بقیہ تمام ازواج مکرمات اسی قبہ میں ہیں۔

قبہ ۵: حضرت عقیل بن ابی طالب اس میں سفیان بن حارث بن عبد المطلب و عبداللہ بن جعفر طیار بھی ہیں اور ۶ اس کے قریب ایک قبہ ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تین اولادیں ہیں۔ قبہ ۷ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی، قبہ ۸ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ قبہ ۹ نافع مولیٰ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

ان حضرات کی زیارت سے فارغ ہو کر مالک بن سنان و ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما و اسماعیل بن جعفر صادق و محمد بن عبداللہ بن حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم و سید الشہدا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت سے مشرف ہو۔

بقیع کی زیارت کس سے شروع ہو، اس میں اختلاف ہے بعض علما فرماتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابتدا کرے کہ یہ سب میں افضل ہیں اور بعض فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شروع کرے اور بعض فرماتے ہیں کہ قبہ سیّدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابتدا ہو اور قبہ صفیہ پر ختم

---

(4) مزارِ میمونہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

مدینہ روڈ پر نواریہ کے قریب واقع ہے۔ فی الحال یہاں کی حاضری کا آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ بس (A.2) میں سوار ہو جائیں، یہ بس مدینہ روڈ پر تنعیم یعنی مسجدِ عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے گزرتی ہوئی آگے بڑھتی ہے، اس کا آخری اسٹاپ دلہ شرکہ کمپنی جو مسجدُ الحرام سے تقریباً اکیس کلومیٹر ہے۔ اس آخری اسٹاپ سے پہلے ایک اسٹاپ آتا ہے، نواریہ یہاں اُتر جائیں اور پلٹ کر روڈ کے اُسی کنارے پر مکّۃ مکرمہ کی طرف چلنا شروع کریں، دس یا پندرہ منٹ چلنے کے بعد روڈ کی اُسی جانب ایک چار دیواری نظر آئے گی، اُس پر لوہے کی جالی مُبارک اور تالا مُبارک نظر آئے گا، اُسی کے اندر اُمُّ المؤمنین حضرتِ سیّدَتُنا مَیمُونہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا مزار فائض الانوار ہے۔ ؎

اہلِ اسلام کی مادرانِ شفیق   بانوانِ طہارت پہ لاکھوں سلام

کہ سب سے پہلے وہی ملتا ہے، تو بغیر سلام عرض کیے وہاں سے آگے نہ بڑھے اور یہی آسان بھی ہے۔(5)

❁❁❁❁❁

(5) المسلک المتقسط، (باب زیارۃ سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم)، ص ۵۲۱۔

شہدائے حنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں؛

مسجدِ جعرانہ کی پچھلی طرف چند ہی گز کے فاصلے پر سڑک سے ہٹ کر چار دیواری میں شُہَدائے حُنَین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم مدفون ہیں۔

میدانِ بدر

مدینۂ پاک سے تقریباً ایک سو پچاس کلومیٹر پر واقع ہے۔ بدر شریف پہنچنے سے قبل دائیں جانب پہاڑ کے دامن میں واقع حضرت سیِّدُنا ابو ذر غِفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا مزار شریف ملے گا اسی جگہ تھوڑی ہی دُور اباسعید نامی گاؤں میں حضرتِ سیِّدُنا ابوسعید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جو غزوۂ بدر کے سب سے پہلے شہید ہیں اُن کا مزار ہے، اس جگہ کو واسطہ کہتے ہیں۔ اگر آپ نے ٹیکسی والے کو بصراحت یہ سب بتا دیا ہے تو آپ کو علاوہ شُہَدائے بدر کے اِن ہر دو صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے مزارات کی بھی زِیارت ہوجائے گی۔ اِنْ شَآءَ اللہُ عَزَّ وَجَلَّ!

مدینۂ مُنوَّرہ میں یقیناً سب سے عظیم ترین زِیارت گاہ روضۂ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے نیز مسجدِ نبوی عَلٰی صَاحِبِہَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھی نہایت ہی بابَرَکت زِیارت گاہ ہے۔

چبوترۂ اَصحابِ صُفّہ

مسجدِ نبوی عَلٰی صَاحِبِہَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں بابِ جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام سے داخل ہوں تو مقامِ تہجد کے پیچھے کی جانب یہ چبوترہ موجود ہے۔ اِس کے اَطراف میں تقریباً دو فٹ اُونچی پیتل کی جالی کا خوبصورت حِصار بنا ہوا ہے، یہاں زائرین کرام تلاوتِ قرآنِ مجید بھی کرتے ہیں اور نَماز بھی ادا کرتے ہیں، یہی وہ مقام ہے جہاں صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا ایک گروہ اِسلامی تعلیم کے حُصول اور تطہیرِ قُلوب کی خاطر صبح وشام قیام پذیر رہتا تھا۔ تاجدارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس جب کہیں سے صَدَقہ پہنچتا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اَصحابِ صُفّہ عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے یہاں بھجوا دیتے اور اگر کہیں سے ہدیہ پہنچتا تو خود بھی تناوُل فرماتے اور اَصحابِ صُفّہ عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو بھی شریک فرما لیتے۔

جُستجو میں کیوں پھریں مال کی مارے مارے ہم تو سرکار کے ٹکڑوں پہ پلا کرتے ہیں

قبا شریف کی زیارت

(۴۱) قبا شریف کی زیارت کرے اور مسجد شریف میں دو رکعت نماز پڑھے۔ ترمذی میں مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:
مسجد قبا میں نماز، عمرہ کی مانند ہے۔ (1) اور احادیث صحیحہ سے ثابت کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر ہفتہ کو قبا

---

(1) جامع الترمذي، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء في الصلاۃ في مسجد قباء، الحدیث: ۳۲۴، ج۱، ص ۳۴۸۔

مسجد قُبا

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علّامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:
مدینۂ طیبہ سے تقریباً تین کلومیٹر جنوب مغرب کی طرف قُبا ایک قدیمی گاؤں ہے جہاں یہ متبرّک مسجد بنی ہوئی ہے، قرآنِ مجید اور اَحادیثِ صَحیحہ میں اِس کے فضائل نہایت اِہتمام سے بیان فرمائے گئے ہیں۔ ہر سنیچر کو حُضور، سراپا نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کبھی پیدل تو کبھی سواری پر تشریف لاکر دوگانہ ادا فرماتے۔ یہاں پر دو رَکعت نَفل ادا کرنے پر عُمرہ کا ثواب ملتا ہے۔

مزید زیارتیں

مساجد خمسہ

مدینۂ طیبہ کے شمال مغربی طرف سلع پہاڑ کے دامن میں پانچ مسجدیں ایک دوسرے کے قریب قریب واقع ہیں۔ ایک مسجد ٹیلہ پر واقع ہے جس پر چڑھنے کے لئے سیڑھیاں بھی ہیں۔ اسے مسجدُ الفتح کہتے ہیں۔ غزوۂ اَحزاب کے موقع پر (جسے غزوۂ خندق بھی کہا جاتا ہے) حُضور تاجدارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مسجدُ الفتح کے مقام پر تین دن پیر، منگل، بدھ مسلمانوں کی فتح و نُصرت کے لئے دُعا فرمائی، تیسرے دِن فتح کی بشارت ملی اور ایسی فتح کامل حاصل ہوئی کہ اِس کے بعد ہمیشہ کُفّار مغلوب رہے۔ حضرت سیّدنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ جب مجھے مشکل پیش آتی ہے تو مسجدِ فتح میں جا کر دُعا مانگتا ہوں تو مشکل حل ہو جاتی ہے۔ بقیہ چار مسجدوں کے نام یہ ہیں: (۱) مسجد سیّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ (۲) مسجد سیّدُنا علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم (۳) مسجد سیّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ (یہ اب وہاں مُتعارَف نہیں ہے) (٤) مسجد سیّدہ فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا

مسجد غمامہ

مکّۂ مکرمہ یا جدّہ شریف سے جب مدینۂ منوّرہ آتے ہیں تو مسجدِ نبوی شریف عَلٰی صَاحِبِہَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام عَلٰی صَاحِبِہَا آنے سے قبل اُونچے قُبّوں والی ایک نہایت ہی خوب صورت مسجد آتی ہے یہی مسجد غمامہ ہے۔ ہمارے پیارے مَکّی مَدَنی آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ←

تشریف لے جاتے کبھی سوار، کبھی پیدل۔ اس مقام کی بزرگی میں اور بھی احادیث ہیں۔

نے اس مقام پر نمازِ عید ادا فرمائی ہے یہیں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بارش کے لئے دُعا فرمائی، دُعا فرماتے ہی بادل گھر گئے اور بارش برسنی شروع ہوگئی۔ بادل کو عربی زبان میں غمامہ کہتے ہیں اِسی نسبت اسے مسجدِ غمامہ کہتے ہیں۔

مسجدِ اِجابہ

اِس مقام پر ایک بار ہمارے پیارے آقا، مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دو رَکعت نماز ادا فرمائی اور تین دُعائیں فرمائیں اِن میں سے دو قبول ہوئیں اور ایک سے روک دیا گیا۔ وہ تین دُعائیں یہ تھیں: (۱) یا اللہ عَزَّ وَجَلَّ! میری اُمّت قحط سالی کے سبب ہلاک نہ ہو۔ (قبول ہوئی) (۲) یا اللہ عَزَّ وَجَلَّ! میری اُمّت غَرق ہونے سے ہلاک نہ ہو۔ (قبول ہوئی) (۳) یا اللہ عَزَّ وَجَلَّ! میری اُمّت آپس میں نہ لڑے۔ (منع فرما دیا گیا)

مسجدِ قبلتین

یہ مُبارَک مسجد وادیٔ عَقیق میں واقع ہے۔ مساجد خمسہ بھی اِس کے قریب واقع ہیں۔ بیر رومہ (سیّدنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا کنواں) مدینۂ مُنوّرہ سے جاتے ہوئے اِس مسجد شریف کے دائیں جانب ہے۔ حُضور پُرنور، فیضِ گنجور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہاں نمازِ ظہر ادا فرمائی ہے۔ یہ مسجدِ مقدس بنو سُلیم کے نام سے مُتعارَف تھی کیونکہ یہاں قبیلۂ بنو سُلیم آباد تھا۔ ابھی ظُہر کی دو رَکعت ادا فرمائی ہیں کہ تحویلِ قبلہ کا حکم نازِل ہوگیا۔ بقیہ دو رَکعت بیت اللہ شریف کی طرف مُنہ کر کے ادا فرمائیں۔ اِس وجہ سے اِس کا نام مسجدِ قبلتین ہوا۔ بیت المقدس کی طرف قبلہ کا نشان دیوار میں موجود ہے جو کعبہ کی طرف مُنہ کریں تو عین پیٹھ کے پیچھے ہے۔ زائرین اِس نشان کو بھی مَس کر کے تبرُّک حاصل کرتے ہیں۔

احد کی زیارت

(۴۲) شہدائے اُحد شریف کی زیارت کرے۔ حدیث میں ہے، کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں قبورِ شہدائے اُحد پر آتے اور یہ فرماتے: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ.(1)

---

(1) المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط، (باب زیارۃ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)، ص۵۲۵۔

جَبَلِ اُحُد

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

جَبَلِ اُحُد مدینہ شریف سے جانبِ شمال واقع ایک نہایت ہی مقدس پہاڑ ہے۔ سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: یہ پہاڑ ہم سے مَحبّت رکھتا ہے اور ہم اِس سے مَحبّت رکھتے ہیں۔ ایک اور موقع پر فرمایا: جب اِس کے قریب سے گزرو تو اِس کے درختوں سے کچھ نہ کچھ کھاؤ اگرچہ کوئی عام گھاس ہی کیوں نہ ہو۔ (وَفاءُ الوَفاء)

مزارِ سیّدُنا حمزہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ

آپ غزوۂ اُحد ۳ھ میں شہید ہوئے تھے، آپ کا مزار اُحُد شریف کے دامَن میں واقع ہے۔ ساتھ ہی حضرتِ سیّدُنا مُصعب بن عُمَیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرتِ سیّدُنا عبداللہ بن جحش رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مزارات ہیں۔ نیز بیشتر شُہَدائے اُحُد بھی وَہیں آرام فرما ہیں۔

شُہَدائے اُحُد عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو سلام کرنے کی فضیلت

سیّدُنا شیخ عبدُ الحق محدِّث دِہلوی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نَقل کرتے ہیں: جو شخص ان شُہدائے اُحُد سے گزرے اور ان کو سلام کرے یہ قیامت تک اُس پر سلام بھیجتے رہتے ہیں۔ شُہدائے اُحُد اور بالخصوص مزارِ سیّدُ الشُّہداء سیّدُنا حمزہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے بارہا جوابِ سلام کی آواز سنی گئی ہے۔ (جذب القلوب)

سیّدُنا حمزہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمت میں سلام

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَنَا حَمْزَةُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاعَمَّ رَسُوْلِ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاعَمَّ نَبِيِّ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاعَمَّ حَبِيْبِ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاعَمَّ الْمُصْطَفٰى اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاسَيِّدَ الشُّهَدَاءِ وَيَا اَسَدَ اللهِ وَاَسَدَ رَسُوْلِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَنَا عَبْدَ اللهِ بْنَ جَحْشٍ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُصْعَبَ بْنَ عُمَيْرٍ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا شُهَدَاءَ اُحُدٍ كَافَّةً عَامَّةً وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اور کوہ اُحد کی بھی زیارت کرے کہ صحیح حدیث میں فرمایا: کوہ اُحد ہمیں محبوب رکھتا ہے اور ہم اُسے محبوب رکھتے ہیں۔(2) اور ایک روایت میں ہے کہ: جب تم حاضر ہو تو اُس کے درخت سے کچھ کھاؤ اگرچہ ببول ہو۔(3) بہتر یہ ہے کہ پنجشنبہ (جمعرات) کے دن صبح کے وقت جائے اور سب سے پہلے حضرت سید الشہدا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر حاضر ہو کر سلام عرض کرے اور عبداللہ بن جحش و مُصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر سلام عرض کرے کہ ایک روایت میں ہے یہ دونوں حضرات یہیں مدفون ہیں۔(4) سید الشہدا کی بائیں جانب اور صحن مسجد میں جو قبر ہے، یہ دونوں شہدائے اُحد میں نہیں ہیں۔

ترجمہ: سلام ہو آپ پر اے سیدنا حمزہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ۔ سلام ہو آپ پر اے محترم چچا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہ وسلم کے، سلام ہو آپ پر اے عم بزرگوار اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہ وسلم کے، سلام ہو آپ پر اے چچا اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہ وسلم کے، سلام ہو آپ پر اے چچا مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہ وسلم کے، سلام ہو آپ پر اے سردار شہیدوں کے اور اے شیر اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے اور شیر اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہ وسلم کے۔ سلام ہو آپ پر اے سیدنا عبداللہ بن جحش رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ۔ سلام ہو آپ پر اے مصعب بن عمیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ۔ سلام ہو آپ پر اے شہدائے احد سب کے سب پر اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔

شہدائے اُحد کو مجموعی سلام

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا شُهَدَآءُ يَا سُعَدَآءُ يَا نُجَبَآءُ يَا نُقَبَآءُ يَا اَهْلَ الصِّدْقِ وَالْوَفَآءِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا مُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا شُهَدَآءَ اُحُدٍ كَآفَّةً عَامَّةً وَّرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

ترجمہ: سلام ہو آپ پر اے شہیدو! اے نیک بختو! اے شریفو! اے سردارو! اے مجسمِ صدق و وفا! سلام ہو آپ پر اے جہاد کرنے والو! اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی راہ میں جہاد کا حق ادا کرنے والو! سلام ہو آپ پر بدلے میں اس کے جو آپ نے صبر کیا پس کیا اچھا ہے گھر آخرت کا، سلام ہو آپ پر اے شہدائے احد سب کے سب پر اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔

مزارِ سیدنا ہارون علیہ السلام

سیّدنا ہارون علیہ السلام کا مزار پُر انوار جبلِ اُحد پر واقع ہے۔ مگر افسوس! اب اس کی زیارت بے حد مشکل ہے، پس پہاڑ کے نیچے ہی سے سلام عرض کر لیجئے۔

(2) صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب فضل الخدمۃ فی الغزو، الحدیث: ۲۸۸۹، ج ۲، ص ۲۷۸۔

(3) المعجم الاوسط للطبرانی، الحدیث: ۱۹۰۵، ج ۱، ص ۵۱۶۔

(4) لباب المناسک والمسلک المتقسط، (باب زیارۃ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)، ص ۵۲۵۔

(۴۳) مدینہ طیبہ کے وہ کوئیں جو حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی طرف منسوب ہیں یعنی کسی سے وضو فرمایا اور کسی کا پانی پیا اور کسی میں لعاب دہن ڈالا۔ اگر کوئی جاننے بتانے والا ملے تو اُن کی بھی زیارت کرے اور اُن سے وضو کرے اور پانی پیے۔

(۴۴) اگر چاہو تو مسجدِ نبوی میں حاضر رہو۔ سیدی ابن ابی جمرہ قدس سرہ، جب حاضر حضور ہوئے، آٹھوں پہر برابر حضوری میں کھڑے رہتے ایک دن بقیع وغیرہ زیارات کا خیال آیا پھر فرمایا یہ ہے اللہ (عزوجل) کا دروازہ بھیک مانگنے والوں کے لیے کھلا ہوا، اسے چھوڑ کر کہاں جاؤں۔ ؎

سرایں جا، سجدہ ایں جا، بندگیایں جا، قرار ایں جا

(۴۵) وقتِ رخصت مواجہہ انور میں حاضر ہو اور حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) سے بار بار اس نعمت کی عطا کا سوال کرو اور تمام آداب کہ کعبہ معظمہ سے رخصت میں گزرے ملحوظ رکھو اور سچے دل سے دعا کرو کہ الٰہی! ایمان وسنت پر مدینہ طیبہ میں مرنا اور بقیع پاک میں دفن ہونا نصیب کر(5)۔

---

(5) اَلوداعی حاضری

میرے شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علّامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں دعائے عرفات کے بارے میں لکھتے ہیں:

جب مدینۂ مُنوّرہ سے رُخصت ہونے کی جاں سوز گھڑی آئے روتے ہوئے یا ایسا نہ ہو سکے تو رونے جیسا منہ بنائے مواجَہہ شریف میں حاضِر ہوں اور رو رو کر سلام عرض کریں اور بار بار حاضِری کا سُوال کریں اور مدینے میں ایمان و عافیت کے ساتھ موت اور جنّتُ البقیع میں دو گز زمین کی درخواست کریں۔ (بہارِ شریعت ج۱ حصہ ۶ ص۱۲۳۱) بعدِ فراغت روتے ہوئے اُلٹے پاؤں پلٹیں اور بار بار دَرِ یارِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو حسرت بھری نظر سے دیکھیں جیسے کوئی بچہ اپنی ماں کی گود سے جُدا ہونے لگے تو بلک بلک کر روتا اور اُس کی طرف حسرت سے دیکھتا ہے کہ ماں اب بُلائے گی، کہ اب بُلائے گی اور بُلا کر شفقت سے مجھے سینے سے چمٹا لے گی۔ اے کاش! کہ رُخصت کے وقت ایسا ہو تو کیسی خوش بختی ہے، بس سرکار صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سینے سے لگالیں اور بے قرار رُوح قدموں میں قربان ہوجائے۔ ؎

ہے تمنائے عطّار یا رب اُن کے قدموں میں یوں موت آئے
جھوم کر جب گرے میرا لاشہ تھام لیں بڑھ کے شاہِ مدینہ

اَلوداع یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم

اَلْوَدَاعُ یَارَسُوْلَ اللہِ اَلْوَدَاعُ یَارَسُوْلَ اللہِ اَلْوَدَاعُ یَارَسُوْلَ اللہِ اَلْفِرَاقُ یَارَسُوْلَ اللہِ اَلْفِرَاقُ یَارَسُوْلَ اللہِ اَلْفِرَاقُ یَارَسُوْلَ اللہِ اَلْفِرَاقُ یَاحَبِیْبَ اللہِ اَلْفِرَاقُ یَانَبِیَّ اللہِ اَلْاَمَانُ یَاحَبِیْبَ اللہِ لَا جَعَلَہُ اللہُ تَعَالٰی اٰخِرَ الْعَھْدِ مِنْكَ ←

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا اٰمِیْنَ اٰمِیْنَ اٰمِیْنَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَابْنِہٖ وَحِزْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ اٰمِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

❁❁❁❁❁

وَلَا مِنْ زِیَارَتِكَ وَلَا مِنَ الْوُقُوْفِ بَیْنَ یَدَیْكَ اِلَّا مِنْ خَیْرٍ وَّعَافِیَةٍ وَّصِحَّةٍ وَّسَلَامَةٍ اِنْ عِشْتُ اِنْ شَآءَ اللہُ تَعَالٰی جِئْتُكَ وَاِنْ مِتُّ فَاَوْدَعْتُ عِنْدَكَ شَهَادَتِیْ وَاَمَانَتِیْ وَعَهْدِیْ وَمِیْثَاقِیْ مِنْ یَّوْمِنَا هٰذَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَهِیَ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللہُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اٰمِیْنَ اٰمِیْنَ اٰمِیْنَ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ بِحَقِّ طٰهٰ وَیٰسٓ

اَلْوَداع تاجدارِ مدینہ — آہ! اب وقتِ رُخصت ہے آیا!

اَلْوَداع تاجدارِ مدینہ — صدمۂ ہجر کیسے سہوں گا

اَلْوَداع تاجدارِ مدینہ

بے قراری بڑھی جا رہی ہے — ہجر کی اب گھڑی آ رہی ہے

دل ہُوا جاتا ہے پارہ پارہ — اَلْوَداع تاجدارِ مدینہ

کس طرح شوق سے میں چلا تھا — دل کا غنچہ خوشی سے کھلا تھا

آہ! اب چھوٹتا ہے مدینہ — اَلْوَداع تاجدارِ مدینہ

کُوئے جاناں کی رنگیں فضاؤ! — اے معطر معنبر ہواؤ!

لو سلام آخری اب ہمارا — اَلْوَداع تاجدارِ مدینہ

کاش! قسمت مرا ساتھ دیتی — موت بھی یاوری میری کرتی

جان قدموں پہ قربان کرتا — اَلْوَداع تاجدارِ مدینہ

سوزِ اُلفت سے جلتا رہوں — میں عشق میں تیرے گھلتا رہوں میں

مجھ کو دیوانہ سمجھے زمانہ — اَلْوَداع تاجدارِ مدینہ

میں جہاں بھی رہوں میرے آقا — ہو نظر میں مدینے کا جلوہ

اِلتجا میری مقبول فرما — اَلْوَداع تاجدارِ مدینہ

کچھ نہ حُسنِ عمل کر سکا ہوں — نذر چند اَشک میں کر رہا ہوں

بس یہی ہے مرا کل اَثاثہ — اَلْوَداع تاجدارِ مدینہ

آنکھ سے اب ہُوا خون جاری — رُوح پر بھی ہُوا رنج طاری

جلد عطّار کو پھر بلانا — اَلْوَداع تاجدارِ مدینہ

تمت

اس کتاب کی تصنیف شب بستم ماہ فاخر ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ کو ختم ہوئی اور تھوڑے دنوں بعد امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ، الاقدس کو سنا بھی دی تھی۔ فقیر جب حرمین طیبین روانہ ہوا اس رسالہ کو اپنے ساتھ رکھا تھا اور بمبئی کے ایک ہفتہ قیام میں مبیضہ (چھاپنے کے لیے کوشش کی) کیا مگر اس کی طبع میں موانع پیش آتے گئے، جن کی وجہ سے بہت تاخیر ہوئی خدا کا شکر ہے کہ اب طبع ہوگیا۔ مولیٰ تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے نفع پہونچائے اور ان صاحبوں سے نہایت عجز کے ساتھ التجا ہے کہ اس فقیر کے لیے ایمان پر ثبات اور حسن خاتمہ کی دعا فرمائیں۔

اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ، العزیز کا رسالہ انور البشارہ پورا اس میں شامل کردیا ہے یعنی متفرق طور پر مضامین بلکہ عبارتیں داخل رسالہ ہیں کہ اولاً: تبرک مقصود ہے۔ دوم: اُن الفاظ میں جو خوبیاں ہیں فقیر سے ناممکن تھیں لہٰذا عبارت بھی نہ بدلی۔

فقیر ابو العلا محمد امجد علی اعظمی عفی عنہ ۲۵ رمضان مبارک ۱۳۴۱ھ

فقہ حنفی کی عالم بنانے والی کتاب
فیضانِ شریعت
شرح بہار شریعت
5-6
پروگریسو بکس